اردو ترجمہ

دُرِّ مختار

الموسوم بہ

غایۃ الاوطار

جلد چہارم

ایچ ایم سعید کمپنی
ادب منزل
پاکستان چوک کراچی

باسمہٖ تعالیٰ

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اہلِ علم و دانش سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

الحمد للہ والمنۃ مسلک امام اعظم ابو حنیفہ اور فتاوی حنفیہ پر مشتمل

اُردو ترجمہ

دُرِّ المُختار

الموسوم بہ

غایۃ الاوطار

جلد چہارم

مترجمہ مولانا خرم علی و مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہما اللہ تعالے

دُرّ المختار اور اس کی مبسوط شرح فتاوی شامی یعنی ردّ المحتار کا مکمل اردو ترجمہ علماء کی ضروری تشریحات و توضیحات پر مشتمل خزینہ اور علماء کرام، منتقیانِ عظام اور خواص و عوام کیلئے ایک قیمتی سرمایہ

☆

ناشر

سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

Marfat.com

نام کتاب ——— غایۃ الاوطار

جلد ——— چہارم

مترجم ——— مولانا خرم علی و مولانا احسن صدیقی

طابع ——— حاجی محمد زکی عفی عنہ

مطبع ——— ایجوکیشنل پریس کراچی

ضخامت ——— ۵۸۲ صفحات

تعداد ——— چھ سو

سنہ طباعت ——— ۱۳۹۹ھ

قیمت ———

——— ناشر ———

ایچ۔ایم۔سعید کمپنی

ادب منزل۔ پاکستان چوک

کراچی

H. M. SAID COMPANY Adab Manzil Pakistan Chowk KARACHI

Marfat.com

فہرست درمختار اردو جلد چہارم

مضمون	صفحہ
كتاب الاجارة	۵
ف۔ تفصیل احکام استیفاء منفعت متاجره	۹
ف۔ عادت معتبر است در محلے کہ نص نباشد	۱۴
باب۔ مایجوز من الاجارة ومایکون خلافاً فیها ای فی الاجارة	۲۰
باب الاجارة الفاسدة	۳۲
ف[۱] حدیث۔ دخول حمام جحفہ موضوع است	۳۶
ف[۲] حدیث ماراه المومنون حسنا موقوف حسن است نہ مسند	
ف اجرت جفتی حیوانات حرام است	۳۸
مال مغنیان، نوحہ گراں ومزامیر نوازاں حرام است	
باب ضمان الاجیر	۴۴
باب فسخ الاجارة	۵۱
مسائل شتی	۵۷
ف جواز کرایہ باوجود عدم تعیین جانور وبار بسبب تعامل ورجوع بہ تعارف	۵۹
ف قاضی را اخذ اجرت بر تحریر دستاویز بمقدار اجرت دیگراں جائز است لیکن نگرفتن افضل است ۱۲	۶۱
كتاب المكاتب	۶۵
باب مایجوز للمکاتب ان یفعلہ	۶۸
باب کتابۃ العبد المشترک	۷۳
باب موت المکاتب وعجزه وموت مولاه	۷۴
تبدل ملک علت علت مال ست پس اگر غنی یا ہاشمی را مال زکوٰۃ از فقر	

مضمون	صفحہ
بطریق ہدیہ یا میراث برسید حلال است	۷۶
كتاب الولاء	۸۰
فصل فی ولاء الموالات	۸۴
كتاب الاكراه	۸۶
كتاب الحجر	۹۷
كتاب المأذون	۱۰۴
كتاب الغصب۔ فصل	۱۲۶
كتاب الشفعة	۱۳۵
باب طلب الشفعة	۱۳۹
باب ماتثبت ہی فیہ اولا تثبت	۱۴۶
باب مایبطلہا	۱۴۸
كتاب القسمة	۱۵۷
كتاب المزارعة	۱۷۱
كتاب المساقاة	۱۷۸
كتاب الذبائح	۱۸۳
كتاب الحظر والاباحة	۲۱۳
فصل فی اللبس	۲۲۳
فصل فی النظر والمس	۲۳۰
باب الاستبراء وغیره	۲۳۵
فصل فی البیع	۲۴۵
ف احکام مسجد	۲۴۶
ف اقسام علم	۲۶۲
ف پانچ شخصوں کی غیبت مباح ہے	۲۶۳

Marfat.com

ف ۔ فضائل صلہ رحم	۲۶۵	فصل فی الجنایۃ علی العبد	۴۲۵
ف ۔ خط کے سلام کو پڑھ کر جواب دینا واجب ہے	۲۶۷	فصل فی غصب القن وغیرہ	۴۲۷
ف ۔ زیارت قبور	۲۷۰	باب القسامۃ	۴۳۰
ف ۔ وسمہ کا خضاب مکروہ نہیں	۲۷۳	کتاب المعاقل	۴۴۱
ف ۔ وصیت کا طریق	۲۷۶	کتاب الوصایا	۴۴۶
کتاب احیاء الموات	۲۸۰	باب الوصیۃ بثلث المال	۴۵۹
کتاب الاشربۃ	۲۹۰	باب العتق فی المرض	۴۶۶
کتاب الصید	۳۰۰	باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم	۴۷۱
کتاب الرھن	۳۱۲	باب الوصیۃ بالخدمت والسکنیٰ والثمرۃ	۴۷۴
باب مایجوز ارتہانہ ومالایجوز	۳۱۹	فصل فی وصایا الذمی وغیرہ	۴۷۸
باب الرہن یوضع علی ید عدل	۳۲۸	باب الوصی	۴۸۰
باب التصرف فی الرہن	۳۳۲	فصل فی شہادۃ الاوصیاء	۴۸۸
کتاب الجنایات	۳۴۷	کتاب الخنثیٰ	۴۹۵
باب القود فیما دون النفس	۳۶۷	مسائل شتیٰ	۴۹۹
فصل فی الفعلین	۳۷۷	کتاب الفرائض	۵۲۱
باب الشہادۃ فی القتل	۳۸۲	فصل فی العصبات	۵۳۶
کتاب الدیات	۳۸۸	باب العول	۵۴۹
ف قاعدہ کلیہ دیت اعضاء	۳۸۹	باب توریث ذوی الارحام	۵۵۶
فصل فی الشجاج	۳۹۳	فصل فی الغرقی والحرقی وغیرہم	۵۶۰
فصل فی الجنین	۳۹۹	میراث حمل	۵۶۳
باب مایحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ	۴۰۳	فصل فی المناسخات	۵۶۴
فصل فی الحائط المائل	۴۰۹	باب المخارج	۵۶۶
باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا	۴۱۴	قواعد تصحیح مسائل فرائض	۵۶۹
باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ	۴۲۱		

تمّت بالخیر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہے اجارہ کے احکام میں مترجم کہتا ہے اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہیں قدم الہبۃ لکونہا تملیک عین) وہذہ تملیک منفعۃ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اس واسطے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہے تملیک منفعت سے یعنی تملیک عین یعنے اور اعیان وجود میں مقدم ہیں منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر میں مناسب ہوئی ہی لغۃ اسم للاجرۃ وہی ما یستحق علی عمل الخیر ولذا یدعی بہ یقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت میں اسم ہے اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو ولہذا بلفظ اجر دعا کی جاتی ہے یوں دعا دیتے ہیں کہ خدا تجھ کو اجر عظیم دے م اجرت لغت میں کرایہ ہے مزدور کا اور اجر اور اجارہ کام کی جزا ہے خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل کالاجارۃ والاجرۃ الکراء طحطاوی[1] نے کہا شارح کی عبارت میں غلل ہے چنانچہ عینی کی شرح کنز اس پر دلالت کرتی ہے انتہی یعنی عینی نے اجرت کی تفسیر کرا اجیر اور اجر کی تفسیر ما یستحق علی عمل الخیر کی ہے وشرعا **تملیک نفع** مقصود من العین **بعوض** حتی لو استاجر ثیابا او اوانی لیتجمل بہا او دابۃ لیجنبہا بین یدیہ او دارا لا لیسکنہا او عبدا او دراہم او غیر ذلک لا لیستعملہ بل لیظن الناس انہ لہ فالاجارۃ فاسدۃ فی الکل ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزازیۃ وسیجیء اور اصطلاح شرع میں اجارہ عبارت ہے اس منفعت کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ لئے تاکہ ان سے تجمل اور آرائش حاصل کرے یا گھوڑا مثلاً کرایہ لے تاکہ اپنے آگے کوتل چلا دے یا گھر کرایہ لے اس واسطے کہ اس میں سکونت کرے یا غلام یا درہم یا سوائے اس کے اور چیز کرایہ لے اس واسطے کہ استعمال میں نہ لاوے بلکہ تاگمان کریں آدمی کہ وہ چیز اسی کی مملوک ہے تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور اشیاء مذکورہ کے مالک کو اجر نہ ملے گا اس واسطے کہ تجمل اور گمان ملک منفعت غیر مقصود ہے عین سے کذا فی البزازیۃ اور اسکا ذکر آگے آوے گا م نفع کی قید سے بیع اور ہبہ خارج ہو گئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونوں کو شامل ہے اس واسطے کہ نفع اور عوض میں معلوم اور معین ہونے کی قید نہیں لگائی اشیاء مذکورہ کے اجارہ میں اجرت ثابت نہ ہو گی اگرچہ تجمل وغیرہ نفع غیر مقصود میں استعمال کرے اور یہ جو فقہا کا قول ہے کہ اجارہ فاسدہ میں انتفاع سے اجرت واجب ہوتی ہے تو اس صورت پر محمول ہے جب کہ نفع مقصود میں استعمال ہوئی ہو **وکل ما صلح ثمنا** ای بدلا فی البیع **صلح اجرۃ** لانہا ثمن المنفعۃ اور جو چیز ثمن یعنے بیع میں بدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ اجرت اور مزدوری ہونے کی بھی

[1] قال الطحطاوی قال العینی فی شرح الکنز الاجرۃ اسم وہی ما یعطے من کراء الاجیر والاجر ما یستحق علی عمل الخیر ولہذا یدعی بہ فیقال اعظم اللہ اجرک انتہی ۱۲ منہ

Marfat.com

صلاحیت رکھتی ہے اس واسطے کہ اجرت ثمن ہے منفعت کا م ثمن دین بھی ہوتا ہے اور عین بھی اس واسطے کہ بیع المقایضۃ[1] میں عین بدل واقع ہوتا ہے
تو عین اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے ولاینعکس کلیا فلایقال مالایجوز ثمنا لایجوز اجرۃ بجواز اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ اذا اختلفا کما سیجئ اور قول مذکور
منعکس بعکس کلی نہیں ہوتا تو یوں نہ بولیں گے کہ جس کا ثمن ہونا جائز نہیں اُس کا اجرت ہونا جائز نہیں بسبب جائز ہونے اجارہ منفعت کے بعوض
منفعت کے جب کہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس ہوں چنانچہ اسکا ذکر آگے آدے گا م اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض
سے کرنا یہ صحیح ہے اور بیع میں منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہیں عکس کلی سے یہاں عکس لغوی مراد ہے نہ عکس منطقی وتنعقد باعرتک ہذہ الدار شہرا
بکذا لان العاریۃ بعوض اجارۃ بخلاف العکس اور منعقد ہوتا ہے اجارہ اس قول سے کہ میں نے تجھ کو یہ گھر عاریت دیا مہینے بھر کو بعوض اتنے کے اس
واسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہے برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہیں ہوتی تو اگر یوں کہے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو اجارہ دیا بلا عوض
تو یہ اجارہ فاسدہ ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وہبتک او اجرتک منافعہا شہرا بکذا یا منعقد ہوتا ہے اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع
میں نے تجھ کو ہبہ کئے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع میں نے تجھ کو اجارہ دیے ایک مہینہ بھر بعوض اس قدر کے افاد ان
رکنہا الایجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے م طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے
ہوتا ہے کہ ہی تملیک نفع بعوض اس واسطے کہ یہ نہیں ہو سکتا بدون ایجاب اور قبول کے انتہی میں کہتا ہوں اور شاید کہ رکنیت ایجاب اور قبول کی تنعقد
کے لفظ سے نکلتی ہے اس واسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہے ایجاب اور قبول کے ربط سے وشرطہا کون الاجرۃ والمنفعۃ معلومتین لان جہالتہما تفضی الی
المنازعۃ اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہے اجرت کا اور منفعت کا اس واسطے کہ دونوں کا غیر معلوم ہونا منازعۃ کی طرف پہونچاتا ہے وحکمہا وقوع الملک
فی البدلین ساعۃ فساعۃ اور حکم یعنے اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہے دونوں عوضوں یعنی منفعت اور اجرت دم بدم اور گھڑی گھڑی م وجہ اس
کی یہ ہے کہ اجارہ عقد معاوضہ ہے اور احد العوضین منفعت ہے کہ اندک اندک دم بدم پیدا ہوتی جاتی ہے اور معاوضہ مقتضی ہے مساوات کا تو بالضرور
تراخی فی المنفعۃ موجب ہے تراخی فی البدل کا ہاں اگر تعجیل اجرت عقد میں شرط ہو گئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر وہل تنعقد بالتعاطی
ظاہر الخلاصۃ نعم ان علمت المدۃ وفی البزازیۃ ان قصرت نعم والالا اور کیا اجارہ منعقد ہو جاتا ہے تعاطی سے بلا ایجاب وقبول لفظی ظاہر خلاصہ اس پر
دلالت کرتا ہے کہ ہاں تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہے اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ میں ہے کہ اگر مدت اجارہ کی کم ہو تو منعقد ہوتا ہے
اور اگر کم تر نہ ہو تو منعقد نہیں ہوتا م امام محمدؒ نے اصل میں مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعین دیگیں اجارہ لیں تو جائز نہیں اس
واسطے کہ دیگیں مختلف المقدار ہوتی ہیں تو اگر وہ شخص دیگیں لایا اور مستاجر نے قبول کر لیں پہلے کرایہ پر تو جائز ہے اور یہ اجارہ جدید ہوگا تعاطی سے
اور یتیمیہ میں ہے کہ میں نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہے ناؤ میں یا حجامت کرواتا ہے یا فصد لیتا ہے یا حمام میں جاتا ہے یا سقہ
سے پانی پیتا ہے پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہے بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھ حاجت
نہیں کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ عن التاتارخانیۃ وتعلم النفع ببیان المدۃ کالسکنے والزراعۃ مدۃ کذا ای مدۃ کانت وان طالت ولو مضافۃ کاجرتک
غدا وللموجر بیعہا الیوم وتبطل الاجارۃ بہ یفتی خانیۃ اور منفعت معلوم ہو جاتی ہے مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اس
قدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو کر گو مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھ کو گھر اجارہ دیا کل کے دن
اور موجر کو اُس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیع ڈالنا جائز ہے اور اس بیع سے اجارہ باطل ہو جائے گا اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیۃ م مدت طویلہ

[1] یعنے بیع عین کی عوض عین کے ۱۲

کا اجارہ جائز ہے اگرچہ موجر اور مستاجر اُس مدت تک زندہ نہ رہیں یہی قول خصاف کا مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے
ہے اور تابید مبطل اجارہ ہے یہ قول ہے ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی **ولم تزد فی الاوقاف علی ثلث سنین فی الضیاع وعلی سنۃ فی غیرہا**
کما مر فی بابہ اور وقف کی چیزوں میں تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہ ہوگی اراضی میں اور ایک برس سے زیادہ جائز نہیں غیر اراضی میں چنانچہ گھر اور
دکان میں جس طرح باب الوقف میں اس کا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقودا متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول لانہ ناجز لا الباقی لانہ مضاف
فللمتولی فسخہ خانیۃ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارۂ طویلہ کا یہ حیلہ ہے کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو
بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اس واسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہے بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہ ہوں گے کہ وہ مضاف بزمان مستقبل ہیں تو متولی
کو اُس کا فسخ کر ڈالنا جائز ہے کذا فی الخانیۃ وفیہا لو شرط الواقف مدۃ یتبع الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعا فیوجرہا القاضی لا المتولی لان ولایۃ عامۃ
اور خانیہ میں ہے کہ اگر وقف کا کرنے والا اجارۂ وقف کی مدت شرط کرے تو اُس شرط کی پیروی لازم ہے مگر جب کہ اس کے اجارہ میں نفع کثیر ہو تو قاضی
اس کو اجارہ دے نہ متولی اس واسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہے یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہے قلت قدمنا فی الوقف
ان الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وسیجئ متنا فلیراجع ولیحفظ میں کہتا ہوں اور ہم مقدم بیان کر چکے ہیں کتاب الوقف میں کہ ابطال اجارۂ
طویلہ پر فتوی ہے اگرچہ بعقود جداگانہ ہو اور اس کا ذکر متن میں عنقریب آوے گا تو اُس کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس کو یاد رکھنا چاہیے **فلو اجرہا
المتولی اکثر لم تصح** الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہ ہوگا **وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی
بعضہ فسد فی کلہ** فتاوی قاری الہدایۃ ورجحہ المصنف علی ما فی انفع الوسائل اور عقد اجارۂ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت میں یعنی نہ تین سال میں صحیح ہوگا نہ زیادہ
میں اس واسطے کہ عقد واحد جب بعض میں فاسد ہوا تو کل میں فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح میں فساد کلی کو ترجیح دی
ہے انفع الوسائل کے قول پر ہم انفع الوسائل میں مذکور ہے کہ اجارۂ طویلہ اگر اراضی میں ہے تو تین برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں غیر صحیح اور اگر گھر یا
دکان میں ہے تو ایک برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں باطل وافاد فساد ما یقع کثیرا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار
بمبلغ کثیر ویساقی علی اشجارہ بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح میں اُس امر کے فساد کا افادہ کیا ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے انگوروں کی وقف
لینے سے یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اُس باغ کی زمین کو جو خالی ہے اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور
معاملہ مساقات کا کرتا ہے وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے ہم یعنی ایک سہم یتیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہے اور باقی اپنے
واسطے مساقی معین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی فالحظ ظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو حظ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہے اجارہ میں نہ مساقات میں
یعنی فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہے لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہیں اس واسطے کہ مساقات عبارت ہے درختوں کے سینچنے اور
گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہوں یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید تو مفاد اُس کا یعنی منح الغفار مصنف کی
شرح کا مستفاد بطریق اولی فساد ہے مساقات کا اس واسطے کہ ہر ایک اُن دونوں میں سے یعنے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنی عقد
مستقل ہے ہم منح الغفار میں خانیہ سے مذکور ہے کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارۂ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہیں اس واسطے کہ
اجارۂ طویلہ کی رسم یہ ہے کہ پہلے برسوں کے مقابلہ میں تھوڑا مال ہوتا ہے اور پچھلے سال کے مقابلہ میں اکثر مال ہوتا ہے پھر جب پہلے برسوں کا اجارہ
اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح نہ ہوگا انتہٰی وجہ اولویت کی یہ ہے کہ عقد مذکور میں یتیم اور وقف کے واسطے خیر اور شر دونوں ہے اور باوجود اس
کے فاسد ہے تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو چنانچہ مساقات مذکورہ تو اُس کا فاسد ہونا بطریق اولی ہے ضمیر مفادہ کی اُس کی طرف راجع ہے

Marfat.com

جو اُس کے کلام سے مستفاد نہیں کذا فی الطحطاوی قلت وقید واسرایۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی المجمع علیہ فیسری کجمع بین حر و
عبد بخلاف الضعیف المختلف فیقتصر علی محلہ ولا یتعداہ کجمع بین عبد ومدبر فلیتدبر میں کہتا ہوں اور بیع فاسد کے باب میں فقہا نے سرایت فساد
کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہے تو کل عقد میں فساد پھیلے گا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد میں بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ
تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے گا اور وہاں سے تجاوز نہ کرے گا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد میں تو اس کو تامل کر م یہ شارح نے انفع الوسائل
کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد ضعیف ہے تو زیادت پر ٹھہرا رہے گا اور اصل تک نہ پھیلے گا کذا فی الطحطاوی
وجعلوہ ایضاً من الفساد الطاری فتنبہ اور یہ بھی ہے کہ فقیہوں نے طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہے تو آگاہ رہ م یہ دوسری تائید ہے یعنی جب
کہ یہ فساد طاری ہو تو کل عقد میں ساری نہ ہوگا طحطاوی نے کہا کہ اس کے طاری ہونے میں تامل ہے یعنی اس واسطے کہ صلب عقد میں داخل ہے
اور طاری وہ ہے جو بعد عقد کے لاحق ہو وفی حوادث الروم وصی زید باع ضیعۃ من ترکتہ لدین علی انہا ملکہ ثم ظہر ان بعضہا وقف مسجد ہل یصح البیع
فی الباقی اجاب فریق بنعم وفریق بلا والف لبعضہم رسالۃ ملخصہا ترجیح الاول فتامل اور ملک روم کے حوادث سے یہ مسئلہ مسئولہ ہے کہ زید کے وصی
نے اس کے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا ادائے دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہے کیا
باقی زمین میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں علماء کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہاں باقی زمین یعنی غیر موقوف میں بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے
جواب دیا کہ نہیں باقی میں بھی بیع صحیح نہ ہوگی اور بعضے علمائے اس میں رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہے تو اس کو تامل کر م شارح نے
امر بالتامل سے انفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ عقد واحد میں بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی
عالمگیری اس پر دلالت کرتا ہے کہ عقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی اجر ضیعۃ وقفا ثلث سنین وکتب فی
الصک انہ اجر ثلثین عقداً کل عقد عقیب الآخر لا تصح الاجارۃ وہو الصحیح وعلیہ الفتوی صیانۃ للاوقاف ثم قال ولو قضی قاض بصحتہا تجوز ویرتفع الخلاف
انتہی اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز میں لکھا کہ اس نے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے
عقد کے بعد یعنی عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اوقاف کی حفاظت کے واسطے
یعنی تا کہ اتنی مدت کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نہ کرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکور کی صحت کا
حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائے گا انتہی م رفع خلاف اُس وقت ہوگا جب کہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اس طرح پر کہ دو مدعی
ہوں ایک صحت کا مدعی اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الطحطاوی قلت ویجی ان المتولی والوصی لو اجر بدون اجر المثل
یلزم المستاجر تمام اجر المثل وانہ یعمل بالانفع للوقف میں کہتا ہوں اور آگے آوے گا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دیں کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر
پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اُس پر عمل ہوگا جو زیادہ تر نافع ہے وقف کے واسطے وفی صلح الخانیۃ متی فسد العقد فی البعض بمفسد مقارن یفسد فی الکل
اور صلح خانیہ میں ہے کہ جب عقد بعض میں فاسد ہو بسبب اُس مفسد کے جو مقارن ہے عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا م مصنف اپنی شرح میں اس قول
کو لایا ہے قاری ہدایہ کے فتوے کی تقویت کے واسطے ویعلم النفع ایضا ببیان العمل کالصیاغۃ والصبغ والخیاطۃ بما یرفع الجہالۃ اور
بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگ سازی اور دوخت اُس طرح کا بیان جو جہالت کو دور کر ڈالے م عمل زرگری میں
ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ سرخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہے
اور دوخت میں جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور ثوب میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے ولہذا محیط میں ہے کہ اگر بن دیکھے دس

Marfat.com

کپڑوں کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اس واسطے کہ کپڑا غلظت اور رقت میں مختلف ہوتا ہے انتہی فیشترط فی استیجار الدابۃ للرکوب بیان الوقت او الموضع فلو خلا عنہما فہی فاسدۃ بزازیہ تو سواری کے واسطے جانور کے کرایہ لینے میں بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہے تو اگر اجارہ دونوں کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیۃ یعنی اس واسطے کہ بیان مذکور رافع جہالت ہیں وتعلم ایضا بالاشارۃ کنقل ہذہ الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ لے جانا اس طعام کا فلانے مکان تک م ہرچند منفعت مشار الیہ نہیں ہے لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فعل مخصوص مراد ہے کذا فی الدرر واعلم ان الاجر لا یلزم بالعقد ولا یجب تسلیمہ بل بتعجیلہ او شرطہ فی الاجارۃ المنجزۃ اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہیں عقد سے تو واجب نہیں اس کی تسلیم یعنے اس کا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارۂ جائزہ میں تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم التسلیم ہوتی ہے م اور جب کہ مستاجر نے اول مزدوری ادا کر دی تو اب اس کو نہیں پھیر لے سکتا کذا فی الطحطاوی عن العتابیۃ اما المضافۃ فلا تملک فیہا الاجرۃ بشرط التعجیل اجماعاً اور اجارہ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ میں اجرت مملوک نہیں ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تجعل عقوداً فی کل الاحکام فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وہبانیۃ للشرنبلالی اور بعضوں نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام میں عقود ٹھہرایا جائے پھر اجرت کے مالک ہونے کا فتویٰ دیا جائے اشتراط تعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی م شارح سے بیان اختصار مخل واقع ہوا بلا تفصیل مطلب ظاہر نہ ہوگا اجارۂ مذکورہ بخارا میں متعارف ہے صورت اس کی یہ ہے کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہیں متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے ہیں اجارہ سے تا اتصال سنوات باقی نہ رہی اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہیں اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہیں علما اس کے جواز اور عدم جواز میں مختلف ہیں بعضے مجوزین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہیں اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہیں اس واسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سوائے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہریں اور اجارہ مضافہ میں اجرت مملوک نہیں ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہے صدر الاسلام شہید نے کہا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ درحق سائر احکام عقود معتبر کیجیے اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہے اور اگر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر تجھ کو اجارہ دیا کل اتنی اجرت پر تو مقدمہ مذکور ہو چکا کہ اس میں اشتراط تعجیل باطل ہے اور بالفعل اس پر اجرت لازم نہ ہوگی چنانچہ زیلعی نے بیان کیا ہے ولہٰذا حلبی نے کہا کہ اس تحریر سے تجھ کو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہیں ہے اور اگر شارح یوں کہتا وقیل تجعل عقداً واحداً فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط التعجیل ای علی ہذا القول تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی او الاستیفاء للمنفعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہے منفعت کے حاصل کر لینے سے او تمکنہ منہ الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہے استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صورتوں میں باوجود قدرت لازم نہیں ہوتی جو اشباہ میں مذکور ہیں م جب موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اس کی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہ ہو تو مستاجر قادر ٹھہرے گا اور اس وقت میں اگر مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کرے گا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہ ہوگی تو اگر موجر کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اس کے اسعاف سے فارغ نہیں یا فارغ تسلیم کی مدت کے غیر میں یا مدت میں تسلیم کی لیکن اس کو غیر محل اجارہ میں حبس کر رکھا یا اس کو محل اجارہ میں رکھا اور اس میں کوئی عذر ہے مانع یا موجر کی طرف سے کوئی عذر نہیں لیکن حاکم یا غاصب نے اس کو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتوں میں لازم نہیں کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنیٰ صورتوں میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ

ف تفصیل احکام استیفاء منفعت مستاجرہ ۱۲

قدرت علی الاستیفا اجارہ فاسدہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر اُس کو اپنے پاس باندھ رکھا
اور اس پر سوار نہ ہوا تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اس کو چند سال رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت
لازم نہ ہوگی اُس مدت کے بعد کہ اگر اس کو پہنتا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہاں تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اس کو پہنے جاتا تو کپڑا دھجی ہوتا
پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علیٰ ہذا القول فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع پھر
مصنف نے اس پر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور ہنوز اُس میں مستاجر نہیں رہا
واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے سبب ہے وہذا اذا کانت الاجارۃ صحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر
الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسط فی العمادیۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اُس وقت ہے جب کہ صحیح اجارہ ہوا اور اجارۂ فاسدہ
میں تو اجرت واجب نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع فقط قدرت سے چنانچہ اُس کو عمادیہ میں مشرح بیان کیا ہے وظاہر ما فی الاسعاف اخراج الوقف
فتجب اجرتہ فی الفاسدۃ بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا نکال ڈالنا ہے وقف کا تو وقف کی اجرت فاسد اجارہ میں واجب ہوگی
قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ م خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہے کہ وقف کے اجارۂ فاسدہ میں اگر زراعت اور سکونت نہ ہو تو اجرت لازم نہیں
متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہے حالانکہ متاخرین کا خلاف اس میں نظر نہیں آیا اور اجناس میں
خود مصرح ہے کہ وقف کی اجرت اجارۂ فاسدہ میں لازم نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص صریح ہے عدم وجوب میں پھر جب
وقف کا حکم معلوم ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہو گیا جس میں شارح اپنا تردد بیان کرے گا کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت وہل مال الیتیم والمعد
للاستغلال والمستاجر فی بیع الوفاء علی ما افتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیراجع میں کہتا ہوں اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے
مہیا ہے اور بیع الوفا کے اجارہ والی چیز بموجب فتوائے علمائے روم بھی اسی طرح وقف کے مانند ہے تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا
حکم تلاش کرنا چاہیے م کچھ تردد کا مقام نہیں چنانچہ ہم مذکور کر چکے اس واسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہے تو قدرت انتفاع اس میں کافی ہے اور اگر اجارہ
فاسد ہے تو اس کے حکم میں کچھ تغیر نہیں استیجار بیع الوفا کی یہ صورت ہے کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اُس چیز کا جو بطریق بیع
الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اس کے ہاتھ میں
باقی رہی تو علمائے روم نے لزوم اجرت مثل کا فتویٰ دیا اور اس کا نام بیع الاستغلال رکھا اس میں یہ خلل ہے کہ بعد انقضائے مدت اجارہ اصلا
اجارہ نہیں کذا فی الطحطاوی وبقولہ ویسقط الاجر بالغصب ای بالحیلولۃ بین المستاجر والعین لان حقیقۃ الغصب لا تجری فی العقار اور مصنف
نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل
ہونے سے اس واسطے کہ حقیقت غصب کی جاری نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت
مستاجر سے ساقط ہو گئی وہل تنفسخ بالغصب قال فی البدایۃ نعم خلافا لقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہو جاتا ہے غصب سے ہدایہ میں کہا کہ ہاں فسخ ہو
جاتا ہے برخلاف قاضی خاں کے ولو غصب فی بعض المدۃ فبحسابہ اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اس کی اجرت ساقط
ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا بشفاعۃ او حمایۃ اشباہ مگر جب کہ نکالنا غاصب کا مثلاً گھر سے ممکن ہو سفارش سے
یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی کذا فی الاشباہ م اگر باوجود امکان اخراج مستاجر اس کو نہ خارج کرے گا تو قصور مستاجر
کا ہے اجرت اس پر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اس کا اخراج ممکن نہ ہو تو قنیہ میں ہے کہ اجرت ساقط ہوگی ولو انکر ذلک ای الغصب

الموجر وادعاہ المستاجر ولا بینۃ لہ یحکم الحال کمسئلۃ الطاحونۃ اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا بس غصب کا منکر ہو اور مستاجر یعنی اجارہ لینے
والا اس کا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہوں تو ظاہر حال حکم کرے گا پن چکی کے مسئلہ کی مانند یعنی اگر مستاجر گھر میں رہتا ہو منازعت کے حال
میں تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اس میں غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اس پر کرایہ نہ ہوگا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کے مستاجر
اور موجر میں اختلاف واقع ہو بعد انقضائے مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع میں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو
جھگڑے کے وقت تو موجر کا قول مقبول ہوگا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الحلبی ولا یقبل قول الساکن لانہ فرد ذخیرۃ اور گھر کے
رہنے والے کا قول مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب میں ساکن دار کا قول معتبر نہیں اور اگر گھر میں
کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریۃ **وبقولہ ولا یعتق قریب الموجر لو کان اجرۃ** لانہ لم یملکہ بالعقد اور عدم
لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور آزاد نہ ہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ میں اس
واسطے کہ موجر اس کا مالک نہیں ہوگیا فقط عقد اجارہ سے صورت اس کی یہ ہے کہ زید کا غلام خالد ہے محمود کا بھائی سو زید نے محمود کی زمین
اجارہ لی اور خالد کو اس کی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی
موجر کی مملوک نہیں ہو جاتی والمراد من تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الانتفاع اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد
تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اس طرح پر کہ کوئی مانع نہ ہو منفعت کے لینے سے **فلو سلمہ العین الموجرۃ بعد مضی بعض المدۃ الموجرۃ**
فلیس لاحدہما الامتناع من التسلیم والتسلم فی باقی المدۃ اذا لم یکن فی مدۃ الاجارۃ وقت یرغب فیہا لاجلہ تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ
کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ
کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہ ہو جس کے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکساں ہو تب امتناع دینے اور لینے سے جائز
نہیں **فان کان فیہا** ای فی العین الموجرۃ **وقت کذلک** کبیوت مکۃ ومنی وحوانیتہا زمن الموسم فانہ لا یرغب فیہا بعد الموسم فلو لم یسلم فی الوقت
الذی یرغب لاجلہ **خیر فی قبض الباقی** کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ کی چیز میں ویسا وقت ہو جس کے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور
رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منی کے گھر اور دکانیں موسم حج کے زمانے میں اس واسطے کہ بعد موسم حج ان کی خواہش نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر
کو اس وقت میں تسلیم نہ کرے جس کی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی
البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خرید کئے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید میں اختیار
ہوگا ولو سلم المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان امکنہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی سو
مستاجر اس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہو جانے کنجی کے تو اگر اس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں تو واجب
نہیں کذا فی الاشباہ اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اس میں رہ مگر اس نے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا میں اس
میں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مؤنت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یوں حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیوں نہ قفل
توڑ ڈالا اور کیوں نہ اس میں داخل ہوا کذا فی العالمگیریۃ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بہذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیۃ لم تصح بصیرفیہ میں
کہتا ہوں اور اگر اسی طرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی ہوئی کنجی کے تو تسلیم نہ ہوگی اس واسطے کہ تخلیہ نہ
صحیح ہوا کذا فی الصیرفیۃ ولو اختلفا یحکم الحال اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کرے گا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا در حالانکہ

Marfat.com

کنجی مستاجر کے پاس ہے مستاجر کہتا ہے کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہ ہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر رہا اور دونوں کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی دو برہنا فبینۃ الموجر ذخیرۃ اور اگر دونوں گواہ لادیں تو موجر کے گواہ مقبول ہوں گے کذا فی الذخیرۃ وکذا البیع اور اسی طرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے عجز مستاجر کی ساتھ منح الغفار میں کہا گھر خریدکیا اور کنجی اس کی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلاکلفت کھل سکے تو قابض ٹھہرے گا اور نہیں تو نہیں کذا فی المنح وقیل ان قال اقبض المفتاح وافتح الباب فھو تسلیم والالا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اس کو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے **وللموجر طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابۃ کل مرحلۃ** اذا اطلقہ ولو بین تعین اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز اور جانور کا کرایہ ہر منزل میں جب کہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلاقید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق **وللخیاطۃ ونحوہا من الصنائع اذا فرغ وسلم** فلکہ قبل تسلیمہ لیسقط الاجر[۱] اور سینے اور مانند اس کے اور پیشوں کی مزدوری مانگنا جائز ہے جب کہ اس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی اس میں مزدوری کا مطالبہ ہر دن نہیں بلکہ کام کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہے تو اس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہے مم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اس کی بلاتعدی جل گیا تو مزدوری ساقط ہو گئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ بلاتعدی میں ہے وکذا کل من لعملہ اثر اور اسی طرح ہر ایک اس پیشہ ور کا حکم ہے جس کے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑھئی اور لوہار اور معمار اور جولاہا اور سنار کہ ان کے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زیور میں موجود رہتا ہے تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا وما لا اثر لہ کحمال لہ الاجر لما فرغ وان لم یسلم بحر اور جس کے عمل کا اثر نہیں ہوتا جیسے حمال تو اس کی مزدوری کا مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہے اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو مم تو بعد فراغت کے تلف ہو جانے سے مزدوری ساقطہ نہ ہوگی کذا فی البحر **وان عمل فی بیت المستاجر** درزی وغیرہ کی مزدوری لازم نہیں بعد دل فراغت اور تسلیم کے اگرچہ درزی وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر میں کیا ہو مم مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہے کہ مستاجر کے گھر میں عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ زیلعی میں ہے کہ خیاطت وغیرہ میں مستاجر کے گھر میں تسلیم حاصل ہوتی ہے بمجرد فعل کے اس واسطے کہ وہ مستاجر کے گھر میں ہے اور گھر اس کے قبضے میں ہے تو اس میں تسلیم حقیقی کی حاجت نہیں تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو بموجب اس کے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعمیم مذکور کی ہے لیکن تسلیم بیان نہیں کی ہدایہ میں یوں ہے کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہیں تاوقتیکہ عمل سے انفراغ نہ ہو اس واسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہیں تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مستاجر کے گھر میں عمل کرے مستوجب اجرت نہ ہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعۃ میں ہے کہ جب مستاجر کے گھر میں بعض ثوب کی دوخت کرے پھر اس کی چوری ہو جائے تو بقدر دوخت اس کی اجرت ثابت ہے تو یہ دلیل ہے کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہے انتہی درر میں ہے کہ بموجب ہدایہ اور تجرید کے مستاجر کے گھر میں عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہیں اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ اور ذخیرہ اور شروح جامع صغیر میں مذکور ہے کہ جب بعض دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اس کے حساب کے اجرت واجب ہے تو اگر کپڑا چوری ہو جائے کچھ سینے کے بعد تو اس کے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی نعم لو سرق بعدما خاط بعضہ او انہدم بعد ما بناہ فلہ الاجر بحسابہ علی المذہب بحر وابن کمال ہاں اگر کپڑا چوری ہو جائے بعد اس کے کہ

---

[۱] قولہ ہلکہ بصیغۃ المصدر مبتدأ وقولہ لیسقط الاجر خبر ۱۲ طحطاوی

Marfat.com

درزی نے اس کو کچھ سیا یا کچھ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اس کا اجر ثابت ہوگا اُس کے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر وابن
کمال م یہ استدراک بلا وجہ ہے اس واسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر میں ہے تو اجرت واجب ہے خواہ سب درخت ہوئی یا بعض بسبب وجود تسلیم اور
اگر درزی کے گھر میں ہے تو کل یا بعض کچھ اجرت نہیں بدون تسلیم کے اور دیوار اٹھانا تو نہیں ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق میں ہے کہ مسئلہ بنا خود
اصل میں متعدی ہے کہ بعض عمل سے اجرت اس کی واجب ہوتی ہے بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اس کو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور اسی پر
یقین کیا ہے غایۃ البیان میں ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا ولہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی میں اسی کو پسند کیا ہے اگرچہ اس کی عبارت
کنز میں مطلق ہے کذا فی الطحطاوی **ثوب خاطہ الخیاط باجر ففتقہ رجل قبل ان یقبضہ رب الثوب فلا اجر لہ** بل تضمین الفاتق
کپڑا ہے جس کو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اُدھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اس کے واسطے مزدوری نہیں بلکہ
درزی کو سیون اُدھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے **ولا یجبر علی الاعادۃ وان کان الخیاط ہو الفاتق فعلیہ الاعادۃ** کانہ
لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی اور درزی پر اعادہ درخت کا جبر نہ ہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا ادھیڑنے والا ہو تو اس پر دوبارہ سینا واجب ہے
گویا اس نے نہ سیا تھا برخلاف اجنبی سے یعنے اجنبی شخص کے اُدھیڑنے سے درزی پر اعادہ درخت لازم نہیں **وہل للخیاط اجر التفصیل بلا خیاطۃ**
الاصح لا اشباہ لکن فی حاشیتہا معزیا للمضمرات المفتی بہ نعم وقال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتہی ثم رأیت فی التاتارخانیۃ معزیا للکبرٰی ان الفتوی
علی الاول فتامل اور کیا خیاط کے واسطے کپڑا بیونتنے سے بدون درخت کے مزدوری ہے یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے
مزدوری نہیں کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہاں اجرت ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں
کہا جواب لائق یہ ہے کہ رواج پر حکم ہو انتہی پھر میں نے تاتارخانیہ میں فتاوے کبرے سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہے تو تامل کر م صورت
مسئلہ یہ ہے کہ جب کہ کپڑا درزی کو سینے کے واسطے دیا سو اس نے قطع کیا اور مرگیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلا شک
اجرت واجب ہوگی اس واسطے کہ عمل مقصود ہے تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبری دونوں
نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتوی ہے اور شارح کی ظاہر عبارت سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے فتامل
کذا فی الطحطاوی **وللخباز طلب الاجر للخبز فی بیت المستاجر بعد اخراجہ من التنور** لان تمامہ بذلک وباخراج بعضہ بحسابہ جوہرۃ اور روٹی
پکانے والے کو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہے مستاجر کے گھر میں تنور سے نکالنے کے بعد اس واسطے کہ پختگی کی تمامی اسی طرح نکالنے کے بعد
ہے اور بعض روٹیوں کے نکالنے سے اُس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی الجوہرۃ **فان احترق بعدہ** ای بعد اخراجہ بغیر فعلہ
فلہ الاجر لتسلیمہ بالوضع فی بیتہ **ولا غرم** لعدم التعدی وقالا یغرم مثل دقیقہ ولا اجر وان شاء ضمنہ الخبز واعطاہ الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے
بعد بلا فعل طباخ روٹی جل جائے تو اس کا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے مستاجر کے گھر میں رکھ دینے سے اور جل جانے سے طباخ
پر تاوان نہیں بسبب اُس کی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دے اُس کے آٹے کے برابر اور اس کی مزدوری نہیں اور اگر مستاجر
چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اس کو روٹی پکانے کی مزدوری دے **ولو احترق قبلہ لا اجر لہ ویغرم** اتفاقا لتقصیرہ درر وبحر
اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اُس کی مزدوری نہیں اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اس کی تقصیر کے
کذا فی الدرر والبحر **وان لم یکن الخبز فیہ** ای فی بیت المستاجر سواء کان فی بیت الخباز اولا **فاحترق** او سرق **فلا اجر لہ** لعدم التسلیم حقیقۃ **ولا
ضمان** لو سرق لانہ فی یدہ امانۃ خلافا لہما وہی مسئلۃ الاجیر المشترک جوہرۃ اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی نہ ہو خواہ نان پز کے گھر میں ہو یا نہیں در

Marfat.com

پھر جل جائے یا چوری ہو جائے تو اس کے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اس پر تاوان نہیں اگر چوری ہو جائے اس واسطے
کہ اس کے پاس امانت ہے برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا کذا فی جوہرہ م امام کے نزدیک اجیر مشترک
کے پاس متاع امانت ہوتی ہے تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی **وان احترق الخبز او سقط من یدہ قبل الاخراج**
فعلیہ الضمان ثم المالک بالخیار فان ضمنہ قیمتہ مخبوزا فلہ الاجر وان ضمنہ قیمتہ دقیقا فلا اجر لہ للہلاک قبل التسلیم ولا یضمن الحطب والملح
اور اگر روٹی جل گئی یا اس کے ہاتھ سے گر پڑی تنور کے نکالنے سے پہلے تو نان پز پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اس سے پکی روٹی کا
تاوان لے تو اس کی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہو جانے کے قبل تسلیم کے اور اس پر لکڑی اور نمک کا
تاوان نہیں **وللطبخ بعد الغرف الا اذا کان لاہل بیتہ** جوہرۃ والاصل فی ذلک العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے
کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہو مگر جب کہ پخت مستاجر کے گھر والوں کے واسطے ہو نہ اہل
دعوت کے واسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرۃ اور قاعدہ کلیہ اس میں رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے
کے بعد مزدوری لازم ہوگی اور نہیں تو فقط پکا دینے کے بعد م زیلعی نے کہا کہ جس محل میں نص نہیں وہاں عادت کا اعتبار ہے ف **فان افسدہ ای الطعام**
الطباخ او احرقہ او لم ینضجہ فہو ضامن للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی
طعام کی قیمت کا اس پر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنار لیخبز او لیطبخ بہا فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب الدار لو احترق
شیء من السکان لعدم التعدی جوہرۃ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لے گیا روٹی یا ہانڈی پکانے کے واسطے اور اس میں سے ایک چنگاری
گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اس پر تاوان نہیں بجہت اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دے گا اگر کچھ جل جائے رہنے والوں کا
بواسطہ عدم تقصیر کے م طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مخصوص باجیر طبخ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے **ولضرب اللبن بعد**
الاقامۃ وقالا بعد تشریجہ ای جعل بعضہ علی بعض وبقولہما یفتی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی
کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا کہ تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر
فتویٰ ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے وہذا اذا ضربہ فی بیت المستاجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجر حتی یعدہ منصوبا عندہ ومشرجا عندہما زیلعی اور یہ اس
وقت ہے جب کہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہیں جب تک شمار نہ کر دے کھڑی
کر کے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی م مستصفی میں تسلیم شرط کی ہے نہ شمار اور اشتراط تسلیم ہی بہتر ہے اس
واسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اللبن علی اللبان فالتراب علی المستاجر وادخال
الحمل المنزل علی الحمال لا صبہ فی الجوالق او صعودہ للغرفۃ الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ پر ہے اور مٹی اینٹ بنانے
والے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اٹھانے والے پر نہ اس کا ڈالنا اور بھرنا بوریوں میں یا اس کا چڑھا لے جانا چھت پر مگر شرط
کر لینے سے وایکاف دابۃ للحمل علی المکاری وکذا الحبال والجوالق اور بوجھ لادنے کے واسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے
اور اسی طرح رسیاں اور گونیں مکاری پر ہیں والحبر علی الکاتب واشتراط الورق علیہ یفسدہا ظہیریۃ اور روشنائی لکھنے والے کے ذمہ پر ہے اور
کاغذ شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریۃ **ومن کان لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار حبسہا لاجل الاجر** اور جس اجیر

ف عادت معتبر ست در محلے کہ نص نباشد

Marfat.com

کے عمل اور کام کا اثر موجود ہو جیسے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے م
دھوبی سے وہ دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھولے نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر نہ فقط غاسل ثوب وجہ حبس یہ ہے کہ مقصود علیہ وصف ہے جو محل میں
ثابت ہے تو حق حبس بدلا لینے کے واسطے ہوا جیسے بیع میں کذا فی الدرر وہل المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشاء والغراء مجرد مایعاین ویری فیہ
قولان اصحہما الثانی فغاسل الثوب وکاسر الفستق والحطب والطحان والخیاط والخفاف وحالق راس العبد لہم حبس العین بالاجر علی الاصح مجتبے اور آیا
اثر سے کام کرنے والے کی کوئی چیز مملوک مراد ہے چنانچہ نشاستہ اور صابون[1] یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس میں دو قول
ہیں یعنی ایک قول یہ ہے کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا
قول ہے تو کپڑا دھونے والا اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو
روک رکھنا چیز کا اجرت لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبے ام بحر الرائق میں ہے کہ مستصفی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ
ہے کہ مجرد مایعاین میں حق حبس نہیں تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہے
کذا فی الطحطاوی بحوالہ بحر درر میں نہایہ عن قاضی خان مذکور ہے کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہ ہو سوائے میل چھڑانے کے اس میں اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے
کہ اس کو حق حبس ثابت ہے ہر حال میں اس واسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اس نے سپیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے
سے وہذا اذا کان حالا اما اذا کان الاجر مؤجلا فلا یملک حبسہا کعملہ فی بیت المستاجر بتسلیمہ حکما اور یہ یعنی حق حبس اس وقت ہے جب کہ اجرت
کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اس کے حبس کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں
بسبب تسلیم حکمی کے ویضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر غایۃ اور اجیر پر تاوان لازم ہوگا تعدی سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر میں واقع ہو کذا فی الغایۃ
فان حبس فضاع فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے چیز روک رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو اس کی مزدوری نہیں اور نہ اس پر تاوان
ہے بواسطہ عدم تعدی کے ومن لا اثر لعملہ کالحمال علی ظہر او دابۃ والملاح وغاسل الثوب ای لتطہیرہ لا لتحسینہ مجتبی فلیحفظ لا یحبس العین
للاجرۃ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہ ہو جیسے چنانچہ اپنی پیٹھ پر یا جانور پہ بوجھ لادنے والا اور ملاح اور کپڑا دھونے والا چیز کو نہ روک رکھے مزدوری
لینے کے واسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہے جو کپڑا دھوئے اس کے طاہر کرنے کے واسطے نہ تحسین کے واسطے کذا فی المجتبی تو اس کو
یاد رکھنا چاہیے م تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اس واسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اس کے فعل سے ظاہر ہو گئی تو گویا اس نے سفیدی کو ایجاد کیا
تو محسن ثوب حبس کا مالک ہوگا نہ مطہر ثوب درر میں کہا مگر غلام گریختہ کے پکڑ لانے والے کو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اس کے عمل کا اثر نہیں فلو حبس
ضمن ضمان الغصب وسیجئی فی بابہ پس اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آوے گا غصب کے
باب میں م یعنی اگر حبس میں وہ چیز تلف ہو جائے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبہا بالخیار ان شاء
ضمنہ قیمتہا ای بدلہا شرعا محمولۃ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولۃ ولا اجر جوہرۃ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حمال سے اس کو محمول اعتبار
کرکے اس کی قیمت یعنی اس کے عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوہرۃ
م واذا شرط عملہ بنفسہ بان یقول لہ اعمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلہا استعمال غیرہا بشرط وغیرہ خلاصۃ اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی
شرط کرے اس طرح کہ اس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نہ لے مگر دایہ کہ اس کو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز

[1] یہاں مصنف نے سفیدی چھوڑ دی تھی کہ کتب متداولہ میں عرف کے معنی بہم نہ پہنچے ہوں گے جیسے مترجم شامی کو نہ ملے لہذا قیاساً صابون لکھا گیا ۱۲ مترجم دوم

Marfat.com

بے شرط اور بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصۃ ۱۲ م خانیہ میں ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اس نے اپنے غلام یا
شاگرد سے کام کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی **وان اطلق کان له** ای للاجیر **ان یستاجر غیرہ** افاد بالاستیجار انه لو دفع لاجنبی ضمن الاول
لا الثانی وبه صرح فی الخلاصۃ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ
کر دیا اس کا کہ اگر اجنبی کو اجیر دے گا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دے گا در صورت تلف ہونے کے نہ شخص ثانی اور خلاصہ میں اس کو مصرح بیان کیا ہے وقید
بشرط العمل لانه لو شرطه الیوم او غدا فلم یفعل وطالبه مرارا ففرط حتی سرق لا یضمن واجاب شمس الائمۃ بالضمان کذا فی الخلاصۃ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی
اس واسطے کہ اگر مستاجر نے آج یا کل کے دن کی شرط کی سو اس نے اس دن کام نہ کیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اس نے کوتاہی کی یہاں
تک کہ وہ چیز چوری ہو گئی تو تاوان اجیر پر لازم نہ ہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصۃ وقوله علی ان تعمل الاطلاق لا تقیید مستصفی فله
ان یستاجر غیرہ اور مستاجر کا یوں کہنا کہ استیجار ہے تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے نہ قید کا لگانا کذا فی المستصفے تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے
استاجرہ لیاتی بعیاله فمات بعضهم فجاء بمن بقی فله اجرہ بحسابه لانه اوفی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اس کے اہل وعیال کو لے آوے
سو ان میں کوئی شخص مر گیا اور وہ باقی لوگوں کو لے آیا تو اس کی مزدوری ثابت ہوگی اس کے حساب کے موافق اس واسطے کہ اس نے بعض معقود علیہ کو پورا
کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد ہوا تھا اور وہ سب کو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہ ہوگا پھر اگر جن کو لایا نصف عیال ہوں تو نصف اجرت کا
مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہوں تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا وقید بقوله **لو کانوا** ای عیاله **معلومین** ای للعاقدین لیکون الاجر مقابلا بکلهم اور مصنف نے اس قول سے
قید لگائی کہ اگر اس کے اہل وعیال معلوم ہوں یعنی عاقدین ان کو جانتے ہوں تب بقدر حساب بعض عیال بعض اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سب کے مقابلہ میں
پڑے **والا یکونوا معلومین فکله** ای له کل الاجر ونقل ابن الکمال ان کانت المؤنۃ تقل بنقصان عددهم فبحسابه والا فکله اور اگر عیال غیر معلوم ہوں تو اجیر
کے واسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام ہندوانی سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہو جاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر
اس کے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہ ہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی **استاجرہ لایصال خط** ای کتاب **او زاد الی زید ان ردہ** ای المکتوب
والزاد **لموته** ای زید **او غیبته لا شیء له** لانه نقضه بعودہ کالخیاط اذا خاط ثم فتق ٹھیکہ مقرر کیا ایک مرد سے خط یا توشہ پہونچا دینے کا مثلاً زید کے پاس
اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اس کے واسطے کچھ مزدوری نہیں اس واسطے کہ اس نے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو
باطل کر دیا اس کے پھیر لانے سے جس طرح درزی نے جب کہ سیا پھر اس کو ادھیڑ ڈالا م مصنف کو لازم تھا کہ خط پہونچانا اور جواب لانا دونوں کو ذکر کرتا
اس واسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہ ہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع میں مصرح ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں خط لے جانا اور
جواب لانا دونوں مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الخانیۃ استاجر لیذهب للموضع کذا ویدعو فلانا باجر مسمی فذهب للموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ
میں ہے کہ اجارہ کیا تا فلانے کی طرف جائے اور فلانے شخص کو بلا لاوے معین مزدوری پر پس اجیر وہاں گیا اور اس نے اس شخص کو نہ پایا تو مزدوری
واجب ہوگی م خانیہ میں تبلیغ رسالت مذکور ہے نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو یکساں قرار دیا کذا فی الطحطاوی **فان دفع الخط الی**
ورثته فی صورۃ الموت **او من یسلم الیه اذا حضر** فی صورۃ غیبته **وجب الاجر بالذهاب** وهو نصف الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعه المصنف
ولکن تعقبه المحشون ودعوا علی لزوم کل الاجر لکن فی القهستانی عن النهایۃ انه ان شرط المجی بالجواب فنصفه والا فکله فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب میں
اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثوں کو در صورت موت زید کے یا اس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے جب کہ وہ آوے در صورت غائب ہونے زید کے

۱؎ یعنے عدد کے لانے سے جتنی کمی ہو گئی ہے وہ اعتبار کرے ۱۲

Marfat.com

توجانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت معینہ ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہوا ہے صاحب درر کا ولیکن درر پر محشیوں نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن قہستانی میں نہایہ سے منقول ہے کہ اگر جواب لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول ہے اور محشیوں کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے **وان وجده ولم يوصله اليه لم يجب له شئ لانتفاء المعقود عليه وهو الايصال** اور اگر اجیر نے زید کو پایا اور خط اور توشہ اُس کو نہ پہونچایا توکچھ مزدوری اُس کی واجب نہ ہوگی بسبب نہ ہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نہ گیا واختلف فیما لو مزقه اور اس میں اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضوں کے نزدیک اس میں مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں **متولی ارض الوقف اجرها بغير اجر المثل يلزم مستاجرها** ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فيه بعضهم **تمام اجر المثل علی المفتی به** کما فی البحر عن التلخيص وغیرہ متولی ارض وقف نے زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں ہے تلخیص وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہ ہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہیں وکذا حکم وصی واب کما فی مجمع الفتاوی اور اسی طرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ مجمع الفتاوی میں ہے یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر **ويفتى بالضمان فی غصب عقار الوقف وغصب منافعه وكذا يفتى بكل ما هو انفع للوقف** فیما اختلف فيه العلماء حتى نقضوا الاجارة عند الزيادة الفاحشة نظرا للوقف وصيانة لحق الله تعالى حاوی القدسی فتوی دیا گیا ہے غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور اسی طرح ہر ایک اُس چیز کا فتوی ہے جو وقف کے واسطے نافع تر ہے جس میں عالموں کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہے فقہا نے زیادت فاحشہ کے نزدیک بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی م زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجر مثل کا زیادہ ہو جانا ہے بلا تعنت چنانچہ عنقریب فروع میں مذکور ہوگا **مات الآجر وعليه ديون حتى فسخ العقد** بعد تعجيل البدل **فالمستاجر** لو تعين فی يده ولو بعقد فاسد اشباہ **احق بالمستاجر من غرمائه** حتى يستوفی الاجرة المعجلة مر گیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اس پر لوگوں کے دین ہیں تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہوگیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اجارہ کی چیز کا اس کے قرض خواہوں سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ بعقد فاسد اُس کے تصرف میں ہو کذا فی الاشباہ م یعنی جب کہ موجر مر گیا اور اس پر غیر مستاجر کے دیون ہیں پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر احق بالثمن ہے باقی قرض خواہوں سے کذا فی الطحطاوی یعنی پہلے مستاجر اُس کے ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لے گا بعد اُس کے اگر کچھ ثمن باقی رہے گا تو اور قرض خواہ پاویں گے **الا انه لا يسقط الدين بهلاكه** ای بهلاك هذا المستاجر لانه ليس برهن من كل وجه مگر یہ کہ دین مستاجر کا ساقط نہ ہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہو جانے سے اس واسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہیں جو مسقط دین ہو **بخلاف الرهن** فانه مضمون باقل من قيمته ومن الدين كما سيجئ فی بابه مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے ہلاک ہو جانے کے اس واسطے کہ مرہون کی ہلاکی میں مرتہن پر تاوان ہے کمتر کا مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن میں آوے گا کذا فی مجمع الفتاوی م قولہ باقل من قيمته ومن الدين بترکیب فاسد ہے اس واسطے کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہو وہ تاوان ہوا اور حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جائے سو دونوں میں سے جو اقل ہو وہ تاوان واقع ہو تو ترکیب صواب یوں ہے بالاقل من قيمته ومن الدين تو اس صورت میں من بیانیہ ہوگا نہ تفضیلیہ کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الزيادة فی الاجرة من المستاجر تصح فی المدة وبعدها زیادہ کر دینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہے اجارہ کی مدت میں اور بعد مدت کے م طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ[عہ] اور منح الغفار کے مخالف ہے واما الزيادة على المستاجر فان

عہ فی الاشباہ الزيادة فی الاجرة من المستاجر من غير ان يزيد عليه احد فان بعد مضی المدة لا يصح والحط والزيادة فی الاجارة جائزان کذا فی الطحطاوی منہ ۱۲

فی الملک ولو لیتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہے اگرچہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہیں جیسے اگر
اجرت ارزاں ہوجائے تو معتبر نہیں م یعنی بعد اجرت معین ہو چکنے کی اجرت کا نرخ گراں ہوگیا یا ارزاں تو غیر وقف میں اس کا اعتبار نہیں مستاجر پر
فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ اجرہا الناظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحتہا باجر المثل ولو ادعی رجل انہا بغبن فاحش اور اگر
زیادت مذکورہ وقف میں ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اس کو دوسرے مستاجر کو اجارہ دے بدوں پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح صحت اجارہ
مذکورہ سے بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا م اشباہ میں لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل وقوعہا صحیحۃ باجر المثل واقع
ہے فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذلک فسخہا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسی طرح بموجب ادعاے مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو قاضی
اجارہ کو فسخ کر ڈالے م شارح کو یوں کہنا خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر مثل اصل ہے مگر جب کہ قاضی کو خبردار شخص خبر
کرے یعنی بمجرد دعوی مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نہ کرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل بصیرت اور صاحب امانت کے قول کی طرف رجوع کرے ولم تقبل الزیادۃ وان شہدوا
وقت العقد انہا باجر المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہوں نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہوا والا فان کانت اضرارا وتعنتا لم تقبل اور اگر
قاضی کو خبردار شخص خبر نہ کرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہ ہوگی م اضرار او تذلیل کی زیادت وہ
ہے جس کو قبول نہ کرے مگر ایک شخص یا دو شخص ینابیع میں ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اس کی طرف التفات نہ ہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور
ضرر رساں ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولہا فیفسخہا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجرہا من زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اس کو
قبول کرلینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کر ڈالے سو اگر وہ فسخ نہ کرے تو قاضی فسخ کرے پھر اس کو اجارہ دے اس شخص سے جو زیادہ اجرت دے م زیادت اجر
مثل ہو مراد اس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہوجائے سب شخصوں کے نزدیک بسبب گراں ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجائے لوگوں کی رغبت کے سبب
سے کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا او حانوتا او ارضا فارغۃ عرضہا علی المستاجر فان
قبلہا فہو احق بہا ولزمہ الزیادۃ من وقت قبولہا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اس کو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول
کرے تو وہی اس کا زیادہ تر حقدار ہے اور اس پر زیادت لازم ہوگی قبول کر لینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول کے
زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل او ادعی انہا اضرار فلا بد من البرہان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونے کا انکار کرے اور دعوی کرے کہ زیادت
ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اس پر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلہا آجرہا المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نہ کرے تو متولی دوسرے شخص
کو اجارہ دے م طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزروعۃ لم تصح اجارتہا لغیر صاحب الزرع
لکن تضم الیہ الزیادۃ من وقتہا اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اس کا اجارہ دینا سوائے کاشتکار کے جائز نہیں لیکن اجرت سابقہ سے زیادہ ملائی جائے
مستاجر پر زیادہ ہونے کے وقت سے وان کان بنی او غرس فان کان استاجرہا مشاہرۃ فانہا توجر لغیرہ اذا فرغ الشہر ان لم یقبلہا
لانعقادہا عند راس کل شہر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر
کو اجارہ دی جائے جب کہ مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نہ کرے بسبب منعقد ہونے اجارہ ماہواری کے ہر مہینے کے سرے پر م محیط میں ہے کہ غیر کو اس
صورت میں اجارہ دیا جائے جب کہ رفع عمارت کے بعد اجرت زیادہ ہوجائے اور اگر بعد دور ہوجانے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہ ہو تو اسے اجرت سابقہ کے ساتھ
مستاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الطحطاوی والبناء یتملکہ الناظر بقیمتہ مستحق القلع للوقف اور عمارت کا ناظر مالک ہوگا وقف کے واسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دے کر او یصبر
حتی یتخلص بناؤہ یا مستاجر صبر کرے یہاں تک کہ اس کی عمارت خلاصی پاوے یعنی انہدام کے بعد اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم توجر لغیرہ وانما تضم

Marfat.com

علیہ الزیادۃ کالزیادۃ وبا زرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا اجارہ نہ دیا جائے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملائی جائے جیسے زراعت
والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کی جاتی ہے واما اذا ازداد اجرالمثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وعلیہ الفتوی اور جب کہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو جائے بدوں اس کے کہ کوئی
شخص بڑھادے تو متولی کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اسی پر فتوی ہے وما لم تفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ معزیا للصغری اور جب متولی اجارہ کو فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت
معینہ واجب ہوگی چنانچہ اشباہ میں فتاوی صغری سے منقول ہے قلت وظاہر قولہ والبناء تملیکہ الناظر الخ انہ تملکہ لجہۃ الوقف قہرا علی صاحبہ وہذا والارض تنقص بالقلع والا شرط رضاہ کما فی عامۃ
الشروح منا البحر والمنح فیحمل علیہا لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب بخلاف نقول الفتاوی میں کہتا ہوں اور اس کا یہ قول والبناء تملکہ الناظر الی آخرہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ناظر عمارت کا
مالک ہو جاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت پر جبر اور زبردستی کر کے اور یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت میں ہے کہ زمین ناقص ہو جائے عمارت کے کھودنے سے
اور اگر ناقص نہ ہو تو قیمت دے کر مالک ہونے میں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں مصرح ہے از انجملہ بحر الرائق اور منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر
اعتماد کیا جائے اس واسطے کہ نقل مذہب کے واسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہیں برخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوی کی نقول شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں منجملہ فتاوی
مذکورہ فتاوی مؤیدزادہ ہے جس کی عبارت شارح اس کے بعد ذکر کرے گا اور تجنیس اور خانیہ سے اس میں منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہ ہو جائے گا کذا فی الطحطاوی مختصراً
وفی فتاوی مؤیدزادہ من الوقف معزیا للفصولین حانوت وقف بنی فیہ ساکنہ بلا اذن متولیہ ان لم یضر رفعہ رفعہ وان ضر فہو المضیع مالہ فلیتربص الی ان یتخلص مالہ من تحت البناء ثم یاخذہ اور مؤیدزادہ
کے فتاوی میں ہے کتاب الوقف سے منسوب بفصولین کہ ایک کان ہے وقف کی جس میں اس کے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا مضر نہ کرے تو اس کو
کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنے والا ہے اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہاں تک انتظار کرے کہ اس کا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اس کو لے ولا یکون بناؤہ
مانعا من صحۃ الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید لہ علی ذلک البناء حیث لا یملک رفعہ اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہ ہوگی اس واسطے کہ اس کا تصرف اور قبض
نہیں اس عمارت پر اس واسطے کہ وہ اس کو منہدم نہیں کر سکتا ولو اصطلحوا ان یجعلوا ذلک للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منہدما او مبنیا فیہ صح اور اگر سب اتفاق
کریں کہ اس عمارت کو وقف کے تحت میں کر دیں بعوض اس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نہ کرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور تیار عمارت کی قیمت میں سے
جس کی قیمت کمتر ہو اس سے اس کا ثمن زیادہ نہ ہو تو یہ صحیح ہے ویلحق الاجر دین رفع الامر الی قاضی لیفسخ العقد ولیس للاجر ان یفسخ بنفسہ وعلیہ الفتوی اور اگر
موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر لے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور اسی پر فتوی
ہے م یہ اس صورت میں ہے جب کہ ادائے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرا کے اس چیز کو بیچ کر دین ادا کرے ویجوز بمثل
الاجر او باکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیؤجرہ اجارۃ صحیحۃ اما من الاول او من غیرہ باجر المثل او بزیادۃ بقدر ما رضی بہ
المستاجر انتہی اور اجارہ جائز ہے اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اس قدر اکثر یا اقل ہو جس قدر میں لوگوں کو تغابن ہوتا ہو نہ
اس قدر میں کہ جس میں تغابن واقع نہیں ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائے گا تو موجر اس کا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اس کے سوا اور شخص سے نقصان
اجرت مثل مقرر کرے یا زیادہ اجرت مثل سے جس قدر سے کہ مستاجر راضی ہو انتہی ما فی فتاوی مؤیدزادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی التی شہدت بان
الاجرۃ اولا اجرۃ المثل وقد اتصل بہا القضاء فلا تنقض قال وبہ اجاب بقیۃ اہل المذاہب فلیحفظ اور فتاوی حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں
جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہے بقیہ اہل مذاہب
نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م حانوتی کی عبارت یہ ہے کہ نورالدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارۂ وقف کا اور اس کا کہ اجرت پہلی اجرت مثل
تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہوں نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب
دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اس سے متصل ہوگا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ✤ ✤

Marfat.com

باب ما یجوز من الاجارۃ وما یکون خلافا فیہا ای فی الاجارۃ

یہ باب ہے اس اجارہ کا جو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے

م طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارۃ یہ باب ہے ان افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں **تصح اجارۃ حانوت ای دکان ودار**
بلا بیان ما یعمل فیہا لصرفہ للمتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اس فعل کے جو ان میں کیا جائے گا بسبب پھرنے نقل اور عمل کے متعارف
اور مروج کی طرف م بحر الرائق میں کہا اس واسطے کہ عمل متعارف اس میں سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متفاوت چیز نہیں **وبلا بیان من یسکنہا**
فلان یسکنہا غیرہ باجارۃ وغیرہا کما یجئ اور اجارہ صحیح ہے بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہے گا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ
چنانچہ آگے مذکور ہوگا م غیر کا رکھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی **ولہ ان یعمل فیہما ای الحانوت والدار کل ما اراد فیتوضأ ویربط دوابہ**
ویکسر حطبہ ویستنجی بجدارہ ویتخذ بالوعۃ ان لم تضر ویطحن برحی الید وان ضر بہ یفتی قنیۃ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو وضو کرے اور
اپنے جانور ان میں باندھے اور لکڑیاں توڑے اور اس کی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بنا دے اگر ضرر نہ ہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر
کو ضرر ہو اسی طرح فتویٰ ہے کذا فی القنیۃ م جانور باندھنا اس وقت جائز ہے جب کہ جانوروں کے واسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو اصطبل
نہ بنا دے اور چکی کے مسئلہ میں شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق میں خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ
ساقط ہو گیا ہے جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا وعبارۃ الخلاصۃ کما فی الصرد لا یمنع من رحی الید وان کان یضر یمنع علیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی منع نہیں اور اگر ضرر
سمجھتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتویٰ ہے حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہیں مگر یہ کہ اس کی شرط ہو گئی
ہو یا مالک اس فعل سے راضی ہو جانے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی **غیر انہ لا یسکن بالبناء للفاعل او المفعول حدادا او**
قصارا او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذلک فی عقد الاجارۃ لانہ یوہن البناء فیتوقف علی الرضا کرایہ دار کو ہر عمل گھر میں درست ہے سوائے اس کے کہ گھر میں
لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اس کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اس واسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر
ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح نے کہا یسکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہے م شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی
مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے تو پہلی صورت میں حدادا کا منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے
کے **ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر ولو انکر اصل العقد** اور اگر مستاجر اور موجر مشروط ہونے میں مختلف ہوں تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر
موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اسی کا قول مقبول ہوگا **وان اقاما البینۃ فالبینۃ بینۃ المستاجر لاثباتہا الزیادۃ** خلاصۃ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر
کے گواہ ہیں بواسطہ اثبات زیادت کذا فی الخلاصۃ وفیہا استاجرہا للقصارۃ فلہ الحدادۃ ان اتحد ضررہما اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گاذری کے واسطے
تو اس کو اس میں آہنگری درست ہے اگر گاذری اور آہنگری کا ضرر یکساں ہو **ولو فعل ما لیس لہ لزمہ الاجر وان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لا یجتمعان** اور اگر
مستاجر وہ کام کرے جو اس کو درست نہیں ہے تو اس پر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اس کام سے عمارت منہدم ہو جائے تو اس کا تاوان دے اور اس صورت میں کرایہ
نہیں ہے اس واسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے **ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل ما لا یختلف بالمستعمل یبطل فیہ التقیید لانہ غیر**
مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ سے کر اور بدون کرایہ کے اور اسی طرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا استعمال کرنے والے
کے اختلاف سے اس میں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اس واسطے تقیید مذکور مفید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے **بخلاف ما یختلف بہ کما یجئ**
برخلاف اس عمل کے جو متفاوت ہو جاتا ہے استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا م چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا کہ ان میں تفاوت بڑا ہے

Marfat.com

باعتبار اختلاف مستعمل کے تو تاوان لازم ہوگا درصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اکثر اجرت
مقرر کرکے تو زیادتی خیرات کرے م یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف میں نہ لاوے
الا فی مسئلتین اذا آجر بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئا مگر دو صورت میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جب گھر کو کرایہ دے مخالف جنس پر یا گھر میں
کچھ درستی کر دی ہو م خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیتا ہو اور اشرفی یا پیسوں یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں چونہ کاری کر
دے یا چھت پر دے لگا دے موی نے کہا جھاڑو دینا اصلاح میں داخل نہیں ولو آجرہا المؤجر لا تصح و تفسخ الاجارۃ فی الاصح بحر معزیا للجوہرۃ و سیجئ تصحیح خلافہ فتنبہ
اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے اور آگے اس کے مخالف
قول کی تصحیح آوے گی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ میں عدم فسخ کو شارح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کرے گا و تصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع
فیہا او قال علی ان ازرع فیہا ما اشاء کیلا تقع المنازعۃ والا فہی فاسدۃ للجہالۃ و تنقلب صحیحۃ بزرعہا و یجب المسمّی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کے
واسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اس میں بوئی جاوے گی یا مستاجر یوں کہے کہ اجارہ لیتا ہوں اس شرط پر کہ زمین میں زراعت کروں گا جو چیز کہ چاہوں
کا بیان مزروع یا عموم مزروع اس واسطے شرط ہوا تاکہ آئندہ جھگڑا نہ ہو اور اگر بیان مزروع یا عموم مزروع نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسدہ پلٹ
کر صحیح ہو جائے گا اس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی م چونکہ مزروع باعتبار نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کے واسطے
بیان کرنا ضروری ہوا اور نزاع دفع ہو جاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور درصورت عدم بیان زراعت کرنے سے اس واسطے اجارہ صحیح ہو گیا کہ معقود علیہ
استعمال سے معلوم ہو گیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزروع کے تو جب کہ جہالت دفع ہو گئی زراعت کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر
الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کے واسطے ثابت ہے م اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے
اور زمین کی خرید میں بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہیں اس واسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کے واسطے اور بدون دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ
لینا نہیں ہو سکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع جائز ہے اور اس کا اجارہ زراعت کے واسطے جائز
نہیں کذا فی الطحطاوی و یزرع زرعین ربیعا و خریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف میں م یہ اس صورت میں ہے جب کہ سال بھر کا اجارہ
ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ و لو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاحتیاجہا لسقی او کری ان امکنہ الزراعۃ فی مدۃ العقد جاز والا لا و تمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت
ممکن نہ ہو سینچنے کی حاجت سے یا تر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اس قدر مدت میں ممکن نہ ہو تو
اجارہ جائز نہیں اور پورا اس کا بیان قنیہ میں ہے آجر ہا ای مشغولۃ بزرع غیرہ ان کان الزرع بحق لا تجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ و سلمہا انقلبت
جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت سے مشغول ہے تو اگر زراعت از راہ حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاریت
کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹے اور زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدل کر جائز ہو جائے گا مالم یستحصد الزرع فیجوز ویؤمر
بالحصاد والتسلیم بہ یفتی بزازیۃ زراعت والی زمین کا اجارہ جائز نہیں جب تک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتویٰ ہے
کذا فی البزازیۃ الا ان یؤجرہا مضافۃ الی المستقبل فتجوز مطلقا مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کی طرف منسوب کرکے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز
ہے خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر واجبی م بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جائے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحطاوی وان کان الزرع بغیر حق صحت
لامکان التسلیم بجبرہ علی قلعہ ادرک او لا فتاوی قاری الہدایۃ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب
ممکن ہونے تسلیم کی زبردستی کھیت اکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایۃ و فی الوہبانیۃ تصح اجارۃ الدار المشغولۃ یعنی ویؤمر بالتفریغ وابتداؤ

Marfat.com

المدۃ من حین تسلیمہا اور دہبانیہ میں ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اس کا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کا حکم ہوگا اس کے خالی
کر دینے کا اور ابتداء مدت اجارہ اس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط وسیجی فی المتفرقات اور اشباہ میں ہے
کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا اور اس کا ذکر باب المتفرقات میں آگے آوے گا وتصح اجارۃ ارض للبناء والغرس وسائر
الانتفاعات کطبخ آجر وخزف ومقیلا ومراحاً حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے اور درخت لگانے کے واسطے
اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں کے رہنے کے واسطے نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم
سے اجرت لازم ہوگی خواہ اس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یہ اجارہ زراعت کے واسطے نہیں ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا
البحر فان مضت المدۃ قلعہما وسلمہا فارغۃ لعدم نہایتہما سو اگر اجارہ کی مدت گذر جائے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھود دے اور زمین خالی موجر کو تسلیم
کرے بسبب نہ ہونے دونوں کی نہایت کے م حموی نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ پر ہے اس واسطے کہ اسی نے زمین کو خراب
کر ڈالا الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء والغرس مقلوعا بان تقوم الارض بہما وبدونہما فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جب کہ موجر
مستاجر کو کھدے مکان یا درخت کی قیمت کا تاوان دے اس طرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی
زمین کی قیمت ٹھہرائی جائے تو موجر تاوان دے مابین قیمتین کا کذا فی الاختیار ویتملکہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظرا لہما اور قیمت دے کر موجر مکان و درخت
کا مالک ہو اس واسطے کہ اس میں مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا یتملکہ کا لفظ منصوب یغرم پر عطف ہے قال فی البحر
وہذا الاستثناء من لزوم القلع علی المستاجر فافادانہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص یتملکہا جبرا علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرائق میں
کہا اور یہ استثنا یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثناء سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں اگر موجر
قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کر کے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو اس کی رضامندی سے
مالک ہو یعنی بعد ادائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس لہذا والارض لہذا یا کہ موجر مکان
یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اس کا ہوگا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی موجر کی شارح نے کہا یرضی عطف ہے یغرم پر وہذا
الترک ان باجر فاجارۃ والا فاعارۃ فلہما ان یواجرا بہا ثالث ویقتسما الاجر علی قیمۃ الارض بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ مجتبی اور یہ
ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھودنے دینا موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ اجارہ ہے والا اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہے تو مستاجر اور موجر
دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہے اور وہ دونوں شخص اجرت کو زمین کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قسمت
کریں پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی مثلاً اگر زمین کی قیمت دو سو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور
اور ایک درم مستاجر وفی وقف القنیۃ بنی فی الدار المسبلۃ[1] بلا اذن القیم ونزع البناء یضر بالوقف یجبر القیم علی دفع قیمتہ للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف میں
ہے کہ فی سبیل اللہ گھر میں کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون اجازت متولی کے اور حالانکہ اس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہے تو متولی پر اس کی قیمت
دلانے پر مکان بنانے والے کے واسطے زبردستی کی جائے الی آخر العبارۃ یعنی حاکم زبردستی قیمت دلا دے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارض وقف و
غرس فیہا او بنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ فللمستاجر استبقاؤہا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع
لیس لہم ذلک کذا فی القنیۃ اور اگر وقف کی زمین اجارہ لی اور اس میں درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختوں کا

[1] قوله المسبلۃ فی القاموس سبلہ تسبیلا جعلہ فی سبیل اللہ ۱۲ منہ

Marfat.com

باقی رکھنا بالعوض اجرت مثل کے جائز ہے جب کہ اس باقی رکھنے میں وقف کو ضرر نہ ہو اور جس پر زمین وقف ہے وہ تمامین سوائے کھودنے کے تو ان
کو اس کا اختیار نہیں کذا فی القنیۃ م ظاہر بیان مصنف اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضائے مدت درخت اور مکان کھود کر
خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین مملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہے اور اسعاف اور عمادیہ میں قنیہ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت جب وقف کو ضرر نہ کرے
تو اس کے کھودنے پر بنانے والے پر زبردستی کی جائے انتہی اور علماء نے ذکر کیا ہے کہ قنیہ کا نرالا قول لائق عمل کے نہیں تو کیونکر اس پر عمل ہو گا جو مشہور کتابوں
کے مخالف ہو پس اس کو اختلاف مشائخ پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی مختصراً قال فی البحر وبہذا تعلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وہی منقولۃ ایضاً فی اوقاف الخصاف بحرالرائق میں
کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور وہ تو اوقاف خصاف میں بھی منقول ہے م یعنی اگر مستاجر مکان بنا دے بشرط
استبقاء عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دے کر جائز ہے اور اس کو حق قرار ثابت ہو گا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہ ہو تو اب متولی اس کا مالک نہ ہو گا وقف
کے واسطے مگر اس کی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہے خلو کا جو اول کتاب البیع میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی والرطبۃ لعدم نہایتہا کالشجر تنقلع بعد مضی المدۃ
اور رطبہ درخت کے مانند ہے بسبب نہ ہونے اس کی نہایت کے تو کھود ا جائے مدت گذر جانے کے بعد م رطبہ مابین شجر اور گیاہ کے ہے فارسی میں اس
کو سپست کہتے ہیں نیل کے مانند ایک بار بونے سے سالہا سال رہتا ہے لہذا وہ در حکم زراعت نہ در حکم شجر ہے ثم المراد بالرطبۃ ما یبقی اصلہ فی الارض ابداً وانما
یقطف ورقۃ وزہرہ ویباع پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہے جس کی جڑ زمین میں ہمیشہ باقی رہے اور اس کے پتے یا پھول توڑے جاویں اور
بیع ہوں واما اذا کان لہ نہایۃ معلومۃ کما فی الفجل والجزر والباذنجان فینبغی ان یکون کالزرع یترک باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکنز وقواہ
بما فی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جب کہ اس کی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولی اور گاجر اور بینگن تو لائق یہ ہے کہ اس کا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لے
کر اس کی نہایت تک چھوڑی جائے اسی طرح کی تحریر کی ہے مصنف نے حواشی کنز میں اور اس کو تقویت دی ہے خانیہ کے نقل سے جو کتاب المساقات میں ہے
تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م مولی اور گاجر کی مثال درست نہیں اس واسطے کہ ایک بار اکھاڑنے سے پھر باقی نہیں رہتی قلت لقی لو لہ نہایۃ معلومۃ لکنہا بعیدۃ طویلۃ
کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الحلبی فلیحفظ تقیید میں کہتا ہوں یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طویل ہو جیسا کہ کلک اور
نے تو وہ چیز درخت کے مانند ہے کما فی فتاوی ابن الحلبی تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکہ رعایۃ للجانبین لان لہ نہایۃ کما مر اور
کھیت سے تعرض نہ کیا جائے اجرت مثل لے کر اس کے پکنے تک دونوں جانب کی رعایت کے واسطے اس واسطے کہ کھیت کی نہایت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا م
یعنی مدت اجارہ منقضی ہو گئی اور ہنوز کھیت پختہ نہیں ہوا تو پختگی تک اجرت مثل واجب ہو گی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہے جو دونوں میں فیصل
ہو چکی بخلاف موت احدہما قبل ادراکہ فانہ یترک بالمسمّی علی حالہ الی الحصاد وان انفسخت لان الابقاء علی ما کان اولی مادامت المدۃ باقیۃ اما بعدہا فباجر
المثل برخلاف موت مستاجر یا موجر کے کھیت پکنے سے پہلے اس واسطے کہ کھیت باقی رکھا جائے گا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہو
ہو گیا ایک شخص کی موت سے اس واسطے کہ اس کا باقی رکھنا بحال ماضی بہتر ہے جب تک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضائے مدت کے تو اجرت مثل لازم ہو گی
والحق بالمستاجر المستعیر فیترک الی ادراکہ باجر المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو تعرض نہ کیا جائے کھیت سے اس کے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے
سے زمین عاریت لی زراعت کے واسطے پھر مالک نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیر لوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاوے گی
اجرت مثل لے کر کھیت کٹنے تک اور ظاہر ایسی حکم ہے عاریت کی زمین میں مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی واما الغاصب فیؤمر
بالقلع مطلقاً لظلمہ اور غاصب کو کھیت اکھاڑ ڈالنے کا حکم ہو گا ہر طرح اگرچہ کھیت کچا ہو اس کے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم واجب العدم ہے نہ واجب الاثبات
ثم المراد بقولہم یترک الزرع باجر ای بقضاء او بعقد ہما حتی لا یجب الاجر الا باحدہما کما فی القنیۃ فلیحفظ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ فقہاء کے اس قول سے کہ کھیت سے

Marfat.com

تعرض نہ کیا جائے اجرت لے کر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہ ہوگی بلکہ قضا یا عقد
متعاقدین سے چنانچہ ظہیریہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر **وتصح اجارۃ الدابۃ للرکوب والحمل والثوب للبس** اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری
اور بوجھ لادنے کے واسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کے واسطے م اگر لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ کیا تو اس پر
لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ و درمیں کافی سے منقول ہے کہ اگر بیان نہ کیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاوے گی یا کون شخص کپڑا پہنے گا تو اجارہ فاسد
ہے **ولا تصح اجارۃ الدابۃ لیجنبہا** ای لاجل ان یجعلہا جنیبۃ بین یدیہ **ولا لیربطہا** اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اس کو خالی لے چلے یعنی اس واسطے کرایہ جائز نہیں کہ اس
کو کوتل کرکے چلے اپنے سامنے اور اس پر سوار نہ ہو **ولا تصح اجارتہا ایضا لاجل ان یربطہا علی باب دارہ لیراہا الناس فیقولوا لہ فرس** اور جانور کا کرایہ اس واسطے بھی
صحیح نہیں کہ اس کو باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اس کو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلاً صاحب خانہ کا ہے **او لاجل ان یزین بیتہ** **او حانوتہ بالثوب**
لان ہذہ منفعۃ غیر مقصودۃ من العین یا اس واسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دکان کو آراستہ کرے کپڑے سے اجارات ثلثہ مذکورہ اس دلیل
سے جائز نہیں جس کو ہم اول باب میں مذکور کر چکے کہ جانور کا کوتل لے چلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور دکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعت غیر
مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے م اور اسی طرح اگر شطرنجیاں اور چاندنیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں ان کا فرش کرے اور ان پر نہ بیٹھے اور نہ سووے
تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ **واذا فسدت فلا اجر** اور جب کہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اس کی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر **وکذا لو استاجر بیتا لیصلی فیہ**
او طیبا لیشمہ او کتابا للقراءۃ او شعر البقراء اۃ او مصحفا شرح وہبانیہ اور اسی طرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا تاکہ اس میں نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایہ لے سونگھنے
کے واسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کے واسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ م مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ
لینا نماز کے واسطے صحیح نہیں علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اس میں کافر اور مسلمان برابر ہے اس واسطے کہ فساد اجارہ مدت
انتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہو جائے تو اجارہ صحیح ہے اس میں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ کو
قرار دیجیے تو بھی اسی طرح کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی **وان لم تقید بالراکب واللابس الراکب واللابس من شاء** اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ
میں کسی سوار اور کسی پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر جس کو چاہے سوار کرے اور جس کو چاہے پہنا دے م عدم تقیید سے مراد اسی طرح کی تعمیم ہے کہ
مستاجر کے موجر سے کہ سوار کر دوں گا یا پہناؤں گا جس کو میں چاہوں گا کذا فی الہدی اور یہ مراد نہیں ہے کہ رکوب مطلق کے واسطے کرایہ لے اس واسطے کہ وہ تو
فاسد ہے چنانچہ شارح مذکور کرے گا وتعین اول راکب ولابس اور متعین ہو جائے گا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا م یعنی جو شخص اول سوار ہوگا
تو معلوم ہو جاوے گا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا تو اب دوسرے شخص کو اس پر سوار ہونا جائز نہ ہوگا کذا فی الدر عن الکافی **وان لم یبین من یرکبہا فسدت**
للجہالۃ اور اگر مستاجر نے بیان نہ کیا کہ کون اس پر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے م شارح کو یوں کہنا صواب تھا **ولو استاجرہا**
للرکوب مطلقا یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور نہ
زیادہ نہ کے کذا فی الطحطاوی **وینقلب صحیحۃ برکوبہا** اور اجارہ فاسدہ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہو جاوے گا جانور پر سوار ہونے سے م خواہ مستاجر آپ سوار ہو
یا غیر کو سوار کرے از راہ استحسان اجرت معینہ واجب ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل
ہوگئی تو فساد بھی زائل ہو گیا اس واسطے کہ ہم انتہائی تعیین کو ابتدائی تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور سوار پر تاوان لازم نہ ہوگا جانور کے ہلاک ہونے
سے اس واسطے کہ وہ متعدی نہیں بجہت عدم مخالفت کذا فی الزیلعی **وان قید براکب او لابس فخالف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ وان سلم**
اور اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہننے والے کی قید لگائی سو مستاجر نے اس کے مخالف کیا تو اس پر تاوان لازم ہوگا جب کہ جانور ہلاک ہو جائے اور اس پر

زیادتی کر کے تو ابدالا ۱۲

اجرت نہیں اگرچہ اس نے تسلیم کی ہو مخالفت سے تاوان اس واسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دانست میں متفاوت ہوتے ہیں اس واسطے کہ اکثر دبلے اور پتلے ہیں اور ان کا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب ناواقف کاری کے اور بہت موٹے تازے ہیں جن کی سواری سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا کیونکہ سواری سے واقف ہوتے ہیں بخلاف حانوت اقعد فیہ حدادا اشلا حیث یجب الاجر لذا سلم لانہ لما سلم تبین انہ لم یخالف وانہ مما الیوہن الدار کذا فی الغایۃ برخلاف اس دکان کے جس میں مستاجر نے مثلاً لوہار کو بٹھلایا اس واسطے کہ اس میں اجرت واجب ہوگی جب کہ موجر کی طرف سے تسلیم دکان واقع ہو اس واسطے کہ جب اس نے دکان تسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہیں کی اور معلوم ہوگیا کہ حدادی گھر کو کمزور نہیں کرتی کذا فی الغایۃ م طحطاوی نے کہا اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لانہ مع الضمان تمتنع اس واسطے کہ اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی م یہ تعلیل ہے مصنف کے اس قول کی ولا اجرلہ کذا فی الحلبی ومثلہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالفسطاط اور اگر جانور کی سواری کے مانند ہے حکم میں جو چیز مختلف اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنے والے کے جیسے خیمہ شیخین کے نزدیک خیمہ در حکم جانور ہے اس واسطے کہ آدمی خیمہ کے کھڑے کرنے میں اور مکان نصب کے تجویز کرنے میں اور اس کی میخین گاڑنے میں متفاوت ہوتے ہیں بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعضے بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کر ڈالتے ہیں اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم میں بزازیہ میں ہے کہ خیمہ کی میخین مستاجر کے ذمہ پر ہیں اور رسیاں موجر پر وفیما لایختلف فیہ بطل تقییدہ بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ لما مران التقیید غیر مفید اور جس چیز میں تفاوت نہیں باوجود اختلاف مستعمل کے تو اس کی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ میں ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہے کہ اس کے غیر کو اس میں رکھے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہیں وان سمی نوعا وقدرا ککر بر لہ حمل مثلہ واخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار کا چنانچہ گیہوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اس کے مانند اور اس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ تر ضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا م کر بفتح کاف پیمانہ ہے جس میں بارہ صاع غلہ سما دے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمیناً اٹھائیس سیر ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے معین گیہوں کے برابر اور گیہوں اس کے وزن کے برابر لادنا اور خفیف ترکی مثال جیسے گیہوں کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لادنا گیہوں کے عوض جائز نہیں والاصل ان من استحق منفعۃ مقدرۃ بالعقد فاستوفاہا او مثلہا او دونہا جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہو اجارہ کے عقد سے پھر اسی منفعت کو یا اس کی برابر یا اس سے کمتر کو حاصل کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہیں ومنہ تحمیل وزن البر قطنا لا شعیرا فی الاصح اور منجملہ غیر جائز کے ہے لادنا روئی کا جو برابر ہے گیہوں کے وزن کے نہ لادنا جو کا قول اصح میں م یعنی اگر من بھر گیہوں لادنے پر کرایہ ٹھہرا سو مستاجر نے من بھر روئی جانور پر لادی تو جائز نہیں اس واسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہوں سے زیادہ پھیلتی ہے اور اس میں گرمی بھی زیادہ ہے تو اس کا ضرر زیادہ ٹھہرا گیہوں سے اور گیہوں کے عوض اگر جو اسی قدر لادے اور جانور مر گیا تو تاوان نہیں بقول اصح اس واسطے کہ جب جو اور گیہوں وزن میں برابر ہوں تو جو کا ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیل جانے کے یہی فتویٰ ہے صدر شہید کا الحاصل اگر مسمی محمول ہو پھر اس نے اور چیز لادی اور وزن دونوں کا برابر ہے مگر محمول کمتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو در صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیہوں کے وزن کے برابر پتھر یا لوہا لادنا اور اگر محمول اندک زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پر مسمی سے تاوان نہیں چنانچہ گیہوں کے عوض جو لادنا اس واسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے تاوان لازم نہ آوے گا مگر جب کہ موضع حمل سے زیادہ تر تجاوز ہو چنانچہ روئی عوض گیہوں کے کذا فی الطحطاوی ولو ردف من یستمسک بنفسہ وعطبت الدابۃ یضمن النصف اور اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اس شخص کو سوار کر لیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھا ہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے م اور اگر مستاجر کے پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہے کذا فی الغایۃ ولا اعتبار للثقل لان الآدمی غیر موزون اور

۴

سلہ یہ اس صورت میں ہے کہ صاع سوا دو سیر کا ہو کچھ کمی اور جتنا صاع کے وزن میں اختلاف ہوگا بلحاظ وزن ملک کے اتنا ہی کر کے وزن میں اختلاف ہوگا ۔

Marfat.com

اعتبار نہیں گرانی وزن کا اس واسطے کہ آدمی غیر موزون ہے یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو مدد راکب کا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ
ہے کہ ثقیل سواری کے واقف کار سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے فعند ان کانت الدابۃ تطیق حمل الاثنین والا فالکل
بکل حال اور یہ یعنی نصف ضمان اس وقت ہے جب کہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر اٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہے مستاجر پر ہر حال میں
یعنی خواہ بذات خود مستمسک ہو یا نہ ہو کما لو حملہ الراکب علی عاتقہ فانہ یضمن الکل وان کانت تطیق حملھما لکونہ فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو
مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اٹھایا تو مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونوں کے بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے
بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونوں کا بوجھ پیٹھ پر ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا وان کان الردیف صغیرا لا یستمسک یضمن بقدر
ثقلہ اور اگر پچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا اعانت جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اس کی گراں باری کے یعنی جس قدر بوجھ بھاری ہوگیا غیر
کے سوار کرنے سے اتنا تاوان لازم ہوگا کحملہ شیئا آخر ولو من ملک صاحبھا کولد الناقۃ لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کے اٹھا لینے سے بقدر اس کے ثقل کے
تاوان لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول جانور کے مالک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کی سواری پر اونٹنی کے بچے کو اٹھا لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت
مالک کے ولیس المراد ان الرجل یوزن بل ان یسال اہل الخبرۃ کم یزید اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مرد تولا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل
دانش سے پوچھا جائے کہ کتنا بوجھ زیادہ ہوگیا حمل صغیر یا حمل شئے آخر سے ولو رکب علی موضع الحمل ضمن الکل لما مر اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا تو
ہلاک کی صورت میں کل کا ضمان دے گا بموجب اس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہوگیا وکذا لو لبس ثیابا کثیرۃ اور
یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہن کر سوار ہو یعنی درصورت ہلاک تاوان کل کا دے گا اگر ایک ہی جگہ بہت بوجھ کردیا ولو ما یلبسہ الناس ضمن
بقدر ما زاد مجتبی اور اگر اس قدر ہوں جتنے لوگ پہنتے ہوں تو بقدر زیادتی کے ضمان دے گا کذا فی المجتبی واذا ہلکت بعد بلوغ المقصد وجب
جمیع الاجر لرکوبہ بنفسہ مع التضمین ای نصف القیمۃ لرکوب غیرہ اور پیچھے سوار کر لینے کی صورت میں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہنچنے کے ہلاک ہو دے
تو ساری اجرت واجب ہے اس وجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی نصف قیمت جانور کا دیوے اس لیے کہ دوسرے کو سوار کیا ثم ان ضمن الراکب
لا یرجع وان ضمن الردیف یرجع لو مستاجرا من المستاجر والا لا پھر اگر سوار یعنی مستاجر راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے وہ پھیر لے اور اگر ردیف نے تاوان دیا
تو مستاجر سے پھیرے اگر اس نے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہو اور اگر ردیف بطریق اجارہ سوار نہ ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
قید بکونہا عطبت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ ردیف میں جانور کے ہلاک ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر جانور باوجود ارداف[عہ] سلامت
رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آوے گا نہ تاوان یعنی جمیع صور مذکورہ میں کذا فی الطحطاوی وبکونہ اردفہ لانہ لو اقعدہ فی السرج صار غاصبا فلا اجر علیہ بحر عن الغایۃ اور
مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف ردیف کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر مستاجر اس کو زین پر بٹھائے گا اور آپ پیچھے بیٹھے گا تو غاصب ٹھہرے گا تو اس پر اجرت
لازم نہ ہوگی یعنی فقط تاوان اس پر لازم ہوگا نہ کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوہاج عن المشکل ما یخالفہ فلیتامل عند الفتوی کیف فی الاشباہ وغیرہا ان
الاجر والضمان لا یجتمعان لیکن سراج وہاج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف وجوب اجر مع التضمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے
فتوی دینے کے وقت کیونکر نہ ہو اور حالانکہ اشباہ وغیرہ میں یہ مذکور ہے اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے ہم سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ ارداف
کی قید اتفاقی ہے تو خواہ مستاجر آگے سوار ہو یا پیچھے دونوں صورت میں حکم یکساں ہے شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں طحطاوی
نے کہا کہ اشباہ کی عبارت کا ذکر بلا وجہ ہے اس واسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور

عہ پیچھے سوار کرنا ۱۲

Marfat.com

تاوان نہ ہوا اور اجتماع تاوان کا اجرت کے ساتھ وہاں ممتنع ہے جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہو جائے اور یہاں ایسا نہیں **واذا استاجرھا لیحمل علیہا مقدار فحمل علیہا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد من الثقل** اور جب کہ جانور کرایہ لیا تا کہ اس پر مقدار معین لادے اور اس پر اس سے زیادہ لادا اور وہ ہلاک ہو گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہو جانے بوجھ کے مثلاً تین من لادنا مقرر ہوا سو اس نے چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا اس واسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سو اس کا حصہ ساقط ہو گیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم قیمت کا تاوان لازم ہوا **وہذا اذا حملہا المستاجر فان حملہا صاحبہا بیدہ وحدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہو المباشر عادیۃ** اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ خود مستاجر اس پر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اس پر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں اس واسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذافی العمادیہ خواہ مالک زیادتی کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اس کو جواب دیا جائے کہ تو نے کیوں نہ تول لیا تھا علامہ مقدسی نے کہا اس میں تامل ہے اس میں اشارہ ہے تاوان مستاجر کا بسبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور عمادیہ کے مانند تتمۃ الفتاوی میں بھی مذکور ہے کذافی الطحطاوی **وان حملا الحمل معا ووضعاہ علیہا وجب النصف علی المستاجر لفعلہ وہدر فعل ربہا مجتبی** اور اگر مستاجر اور مالک جانور نے بوجھ ساتھ ہی اٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اس کے فعل کے سبب سے اور اس کے مالک کا فعل باطل بلا عوض ہوگا کذافی المجتبی **ولو کان** ای مثلاً **فی جوالقین**[1] **فحمل کل واحد منہما جوالقا** ای وعاء کعدل مثلا وحدہ **ووضعاہ علیہا معا او تعاقبا لا ضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالعقد غایۃ** اور اگر مثلاً گیہوں ہو دو گونوں میں اور مستاجر اور مالک ہر واحد نے ایک ایک گون تنہا اٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھ ہی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعقد اجارہ ٹھہرایا جاوے گا کذافی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک طرف سے گٹھے کے مانند مثلاً **ومفادہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر وہو الوجہ ومن ثم عولنا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذافی شرح المصنف** اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہم نے اس پر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح میں قلت وما فی الخلاصۃ ہو الموجود **فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا لا ضمان لو حمل المستاجر اولا ثم رب الدابۃ وان حملہا ربہا اولا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہی فتنبہ** میں کہتا ہوں اور جو خلاصہ میں ہے اور اس متن کے بعضے نسخوں میں موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسی طرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی پھر جانور کے مالک نے اور اگر اس کے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے انتہی ما فی الخلاصۃ تو خبردار ہو اس قول غیر معتمد سے **وہذا** ای ما مر من الحکم **اذا کانت الدابۃ** المستاجر **تطیق مثلہ** اور یہ یعنی مسئلہ اولیٰ میں جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادت ثقل کے اس وقت ہے جب کہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو **اما اذا کانت لا تطیق فجمیع القیمۃ لازم علی المستاجر زیلعی ویجب علیہ کل الاجر للحمل والضمان للزیادۃ غایۃ** اور جب کہ جانور اتنے بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذافی الزیلعی اور مستاجر پر تمام اجرت واجب ہوگی واجب ہوئی لادنے کے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنے کی جہت سے کذافی غایۃ التحقیق م شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ دونوں مجتمع نہیں ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے کہ لزوم تاوان کی وجہ اور ہے اور وجوب اجر کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو **وافاد بالزیادۃ انہا من جنس المسمی فلو من غیرہ ضمن الکل کما لو حمل المسمی وحدہ ثم حمل علیہا الزیادۃ وحدہا بحر** اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کر دیا کہ زیادت حمل معین کی جنس سے ہے تو اگر زیادتی اس کے

[1] الجوالق بکسر الجیم واللام وبضم الجیم وفتح اللام وکسرہا وعاء معروف جمعہ کصحائف وجوالیق وجوالقات والعدل بالکسر نصف الحمل کذافی القاموس ۲

مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا چنانچہ اس صورت میں تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط حمل معین بلا خلط زیادت لادا پھر جانور پر فقط
زیادت لادے کذا فی البحر قال ولم یعرفوا الاجر اذا سلمت لظہور وجوب المسمی فقط وان حملہا المستاجر لان منافع الغصب لا تضمن عندنا صاحب بحر نے
کہا اور مصنفین نے تعرض نہ کیا اجرت کے بیان کا جب کہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط مستاجر نے
لادا ہو اس واسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں ومنہ علم حکم المکاری فی طریق مکۃ اور ظہور وجوب مسمی سے معلوم
ہو گیا مکہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنی جب کہ حمل پر کچھ بوجھ زیادہ لادا اور جانور سلامت پہنچا تو زیادہ لادنے سے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہ ہوگا فقط اجرت
مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وضمن بضربہا وکبحہا بلجامہا لتقیید الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے در صورت ہلاکت
جانور کے مارنے سے اور اس کی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا کھڑا کرنے کے واسطے مالک کے
اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن وہاں تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہ ہو جائے حتی لو ہلک الصغیر بضرب الاب او الوصی للتادیب ضمن لوقوعہ بزجر وتعریک تو اگر صغیر باپ
یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مر جائے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقالا لا ضمان بالمتعا
اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ضرب متعارف اور مروج سے اور اسی طرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرط
ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایۃ التحقیق میں تتمہ سے مذکور ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے قول کی طرف
صحیح تر قول ہے لا یضمن لسوقہا اتفاقا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام وصاحبین وظاہر الہدایۃ ان للمستاجر الضرب للاذن العرفی اور
اور ہدایہ کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے م شارح نے ہدایہ کا قول اس واسطے ذکر کیا کہ اباحت
ضرب معتاد معلوم ہو بشرط سلامت واما ضربہ لدابتہ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا یضربہا اصلا ویخاصم فیما زاد علی التادیب اور مالک
کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی سے ہے کہ اس کو اصلا نہ مارے اور اس سے مواخذہ ہوگا اس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہے
م یعنی ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جب کہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن بنزع السرج وبوضع الایکاف سواء یوکف بمثلہ ام لا اور تاوان
دے زین کے اتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اس پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو م طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح پر ایکاف
مشتبہ ہوا اکاف کے ساتھ اس واسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے ولہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ
کیا حالانکہ اس کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے وبالاسراج بما لا یسرج بہذا الحمار بمثلہ جمیع قیمتہ اور اسی طرح کے زین
باندھنے سے کہ ویسا زین اس گدھے پر نہیں باندھا جاتا اس کی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا م صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانند ہے تو تاوان
لازم نہیں مگر در صورت زیادت وزن حقائق میں عیون سے منقول ہے صاحبین کے قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولو بمثلہ او اسرجہا مکان الایکاف
لا یضمن الا اذا زاد وزنا فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اس پر باندھا جاتا ہے یا بجائے پالان کے زین باندھا تو تاوان لازم نہ
ہوگا مگر جب کہ تول میں زین پالان سے زیادہ ہو تو اس کے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی اگر پالان ہو دو سیر کا اور زین
ہو چار سیر کا تو نصف قیمت کا تاوان لازم آوے گا کما یضمن لو استاجرہا بغیر لجام فلجمہا بلجام لا یلجم بمثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دے گا در صورت ہلاکت اگر جانور
کرایہ پر لیا بدون لگام کے پھر اس کے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اس کے لگائی نہیں جاتی وکذا لو ابدلہ لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور
اسی طرح تاوان لازم ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اس کے لگائی نہیں جاتی اس واسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا
کذا فی غایۃ التحقیق م طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر متعدی ٹھہرا وسلک طریقا غیر ما عینہ المالک وتفاوتا

Marfat.com

بعدا او وعرا او خوفا بحیث لا یسلکہ الناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ چلا جو مغائر تھی اس راہ کے جس کو جانور کے مالک نے مقرر کر دی تھی اور وہ دونوں راہیں
متفاوت تھیں دوری یا سخت ہونے یا خوف میں اس طرح کہ لوگ اس راہ میں نہ چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قید بالبر مطلقا سلکہ الناس اولا
لخطر البحر فلو لم یقید بالبر لا ضمان یا حمال مستاجر کا اسباب لادے گیا دریا میں جب کہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں لے جانے کی تو مطلقا تاوان لازم آوے گا
خواہ لوگ دریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں بسبب مخطور ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی تلف ہو جانے سے وان بلغ
المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب پر پہنچا دیا دریا کی راہ سے تو اس کی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے
یعنی تو گویا اس سے مخالفت متحقق نہ ہوئی وضمن بزرع رطبۃ وقد امر بالبر ما نقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ مالک نے گیہوں
بونے کا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اس واسطے کہ رطبہ زمین کے حق میں زیادہ تر مضر ہے گیہوں سے یعنی اس واسطے کہ
رطبہ کی جڑیں بکثرت ہوتی ہیں اور دور تک پھیلتی ہیں ولا اجر لانہ غاصب الا فیما استثنی کما سیجئ اور صورت مذکورہ میں اجرت نہیں اس واسطے کہ رطبہ بونے
والا غاصب ٹھہرا اور غاصب پر تاوان ہے اجرت نہیں مگر چند مسائل مستثنی میں اجرت ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانہ بالاقل ضرر
لا یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان مضرتر کے بونے کی قید لگائی اس واسطے کہ کمتر ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہ ہوگا اجرت واجب
ہوگی ثم اقل مضرت کی صورت یہ ہے کہ رطبہ بونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گیہوں بویا وضمن بخیاطۃ قباء وامر بقمیص قیمۃ ثوبہ اور قبا کے
سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اس کے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ثم قبا اس کو کہتے ہیں جس کا آگا کھلا ہو
اور قمیص وہ ہے جس کا آگا اور پیچھا دونوں سیا ہو ولہ ای لصاحب الثوب اخذ القباء ودفع اجر مثلہ لا یجاوز المسمی کما ہو حکم الاجارۃ الفاسدۃ
اور اس کو یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہ ہو جیسے اجارہ فاسدہ
کا حکم ہے یعنی اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہے جو مسمی سے زیادہ نہ ہو وکذا اذا خاط سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی
الاصح فتقیید الدرر بالقباء اتفاقی اور اسی طرح جب کہ درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسی طرح کا حکم ہے
اصح قول میں یعنی مستاجر مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اس کی مزدوری دے تو درر میں قبا کی قید لگانا اتفاقی ہے ثم درر
میں تخییر کا حکم دو صورت قمیص اور قبا کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا کہ ذکر قبا اتفاقی ہے ہر مخالفت کا یہی حکم ہے وضمن بالصبغ
اصفر وقد امر باحمر قیمۃ ثوب ابیض وان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد
رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریز کو اتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے
زیادہ ہو گئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی ولو صبغ ردیا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ یضمن قیمۃ ثوب
ابیض خلاصۃ اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا اور اگر رنگ نہایت ناقص نہ ہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو رنگریز کے پیشے والوں
کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصۃ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط اقطع طولہ وعرضہ وکمہ کذا فجاء ناقصا ان قدر ا
لاصبع ونحوہ عفو وان اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جس کا طول اور عرض اور آستین اس قدر ہو سو وہ کم ہوا مقدار معین سے سو اگر بقدر
انگلی یا اس کے مانند کم ہو تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اس کا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک ضمن مالک
نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اس کو قطع کر ایک درہم کی مزدوری پر اور اس کو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا
کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کے واسطے کافی نہیں تو اس پر تاوان لازم ہوگا یعنی اس واسطے کہ اس نے دھوکا دیا ولو قال ایکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ

Marfat.com

ثم قال لایکفیک لایضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا کیا میرے قمیص کے لیے کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اس کو قطع کر اور
اس نے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجھ کو کفایت نہیں کرتا تو اس پر تاوان لازم نہیں ہے اس واسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے نہ حکم
کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی مفازۃ ولم یرتحل حتی فسد المال بسرقۃ او مطر ضمن لو السرقۃ والمطر غالباً خلاصۃ ساربان اترا میدان میں اور وہاں سے کوچ نہ کیا یہاں
تک کہ مال فاسد ہو گیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش وہاں اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اس پر لازم ہوگا یعنی اس واسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق
الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہرا وہاں کے پھوڑنے سے اور اگر غالب الوقوع نہ ہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق
لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرۃ لعادتہم اور اشباہ میں ہے مددگاری چاہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اس کا مال بیچ دے سو اس نے مزدوری مانگی تو ان
کی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا اقرار اجرت اس نے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لے کر بیچ دیتے ہوں تو اجرت
مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں ہے کذا لو ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل
کیا اپنے کام کروانے کے واسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا وجوب اور عدم وجوب اجرت میں وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ
کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر عرف البلدۃ فی ذلک العمل اور درر میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا
جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اس کو کپڑا بننا سکھا دے اور مولی نے استاد پر ہر مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی
اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اس کام میں معتبر ہوگا یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس
کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جائے اور اگر عرف مولی کے واسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان وفیہا
استاجر دابۃ الی موضع فجاوز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ وھو قولہما والیہ رجع الامام کما فی مجمع الفتاوی اور درر میں ہے
کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لے گیا بعد اس کے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلاک ہو گیا تو مستاجر پر مطلقاً تاوان
لازم ہوگا اصح قول میں جیسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقاً اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی
م مطلقاً یعنی خواہ آمد و رفت دونوں کے واسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کے واسطے بہر صورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت لے جانے
کا کہ تاوان لازم آوے گا مطلقاً مکان معہود کے تجاوز سے وفیہ خوفہ المکاری[1] فرجع واعاد الحمل لمحلہ الاول لا اجر لہ ینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوگوں نے مکاری
یعنی جانور کے کرایہ دینے والے کو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کی طرف بوجھ پھیر لایا تو اس کی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اس پر زبردستی کی
جائے دوبارہ لے جانے پر کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابریسما الی الصباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ وردہ علی فلم یردہ ثم ہلک لا ضمان اور مجمع الفتاوی میں
ہے کہ ریشم دیا رنگریز کو تاکہ اس کو رنگے اس قدر اجرت پر پھر مالک بولا کہ اس کو مت رنگ اور مجھ کو پھیر دے سو اس نے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہو گیا تو رنگریز
پر تاوان نہیں وفیہ سئل ظہیر الدین عمن استاجر رجلا لیعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر وامتنع لسببہ ہل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ظہیر الدین سے
اس شخص کے حکم کا سوال ہوا جس نے ایک مرد کو مزدور کیا تاکہ وہ اس کا کام کرے زمین میں سو جب کہ مزدور کام کے واسطے نکلا مینہ برسنے لگا اور وہ کام
سے باز رہا اس کے سبب سے کیا اس کی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنی اس واسطے کہ معقود علیہ واقع نہ ہوا بلا منع مستاجر استاجر
دابۃ لیحملہا کذا فمرضت فحملہا دونہ ہل للمکری الرجوع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تاکہ اس پر اتنا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہو گیا تو حمل معین سے
کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ کے موافق کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں اس واسطے کہ مستاجر اسی قدر کے لادنے پر راضی

---

[1] قال الطحطاوی قال فی ضیاء العلوم المکاری الذی یکری دابتہ والکاسی الذی یکتریہا منہ

Marfat.com

ہو گیا استاجر رحی فمنعہ الجیران عن الطحن لتوہین البناء وحکم القاضی بمنعہ ہل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا مالم یمنع ظاہرا من الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اس کو پڑوسیوں نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہو جانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہو گا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہ ہوگا جب تک ظاہر میں پیسنے سے منع نہ کیا جائے گا م مراد یہ ہے واللہ اعلم کہ لوگ اس کو چکی نہ پیسنے دیں یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول دیں کذا فی الطحطاوی استاجر حماما سنۃ فغرق مدۃ ہل یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعا ایک برس کیلئے حمام کرایہ پر لیا سو ایک مدت تک پانی میں ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہو گی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہو گی وفی الوہبانیۃ ـــ ویسقط فی وقت العمارۃ مثل ما اذا انہدم بعض الدار فالہدم یحزر[عسہ] اور وہبانیہ میں ہے اور ساقط ہوتا ہے اجر عمارت کے وقت میں مانند اس سقوط کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہو جائے تو انہدام تخمین کیا جائے م یعنی مقدار انہدام تخمین کر کے بقدر اس کے اجرت ساقط کی جائے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان کے گر جانے سے کرایہ ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وخالف فی قدر العمارۃ آمر + یقدم فیہا قولہ لا المعمار و خالفت ی مالک امر کرنے والے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار میں تو اس میں مالک کا قول مقدم ہو گا نہ مستاجر عمارت کے بنانے والے کا م صورت مسئلہ یہ ہے مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں مجرا کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہو گا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہوں گے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما ثبت علی الموجر بمجرد الامر یعنی الا فی التنور والبالوعۃ فلابد من شرط الرجوع علیہ میں کہتا ہوں اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو بمجرد امر کرنے کے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہ بچہ کے بنانے میں رجوع بمجرد امر کے نہیں تو ضرور ہے اشتراط رجوع سے موجر پر م طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہیں بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ میں مذکور ہے اس طرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بنا دے مالک کے امر سے تو جس قدر اس کا صرف ہو کر اسے پھیر لے اگرچہ رجوع صریحا شرط نہ ہو پھر قاضی خاں سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ میں رجوع بمجرد اذن بلا شرط صحیح نہیں انتہی مافی القنیۃ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قنیہ کا مرجع ہے نہ مفاد ولو خربت الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ مالم یفسخہا المستاجر بحضرۃ الموجر ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہو گیا تو تمام کرایہ ساقط ہو گا اور اجارہ ویرانی سے فسخ نہیں ہو جاتا جب تک اس کو موجر کے سامنے فسخ نہ کرے یہی قول اصح ہے م اگر بعض مکان گھر کا منہدم ہو گیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے حیلہ سے قاضی کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ فسخ نہ ہو گا اور قاضی اس کی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ کر دے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ واذا بنیت فلا خیار لہ اور جب کہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنی اس واسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا وفی سکنی عرصتہا لا یجب الاجر قالہ ابن شحنۃ قلت وفی نفیہ نظر ولعلہ ارید المسمی اما اجرۃ المثل او حصۃ العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتامل ویاتی فی فسخہا مایفیدہ فتنبہ اور خانہ منہدم کے پیش دروازے کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا ہے ابن شحنہ نے میں کہتا ہوں کہ اس کی نفی میں اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت معینہ گھر کی مراد ہے لیکن مثل اس میدان کے کرایہ یا حصہ میدان کے کرایہ کے لازم ہونے کا کوئی مانع نہیں اور فسخ اجارہ کے باب میں وہ قول آوے گا جو لزوم اجرت کا مفید ہو گا سو خبردار رہنا م باب الفسخ کا قول مذکور یہ ہے زیلعی سے کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور وہ مکان سوائے پیسنے کے لائق انتفاع ہے تو مستاجر پر اجرت لازم ہو گی بسبب باقی رہنے معقود علیہ کے تو اگر منفعت لے گا تو بقدر اس کے حصہ کے اجرت لازم ہو گی انتہی اور فتاوی عالمگیری میں مذکور ہے کہ اگر سب گھر منہدم ہو جائے تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اس واسطے کہ پیش دروازے سے انتفاع ممکن ہے کذا فی الطحطاوی استاجر حماما وشرط حط اجرۃ شہرین للعطلۃ فان شرط حط قدر العطلۃ صح بزازیہ حمام اجارہ لیا اور

عسہ قولہ یحزر بتقدیم الزاء علی الراء الحاوی یعلم قدر اجر المنہدم بالحزر والتقدیم فیسقط قالہ الطحطاوی ۱۲ منہ

Marfat.com

دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کر لی تو اگر اجرت کام کرتا بقدر تعطل شرط کیا تو صحیح ہے کذا فی البزازیہ یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا
مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی واجرۃ السجن والسجان فی زماننا یجب ان یکون علی رب الدین خزانۃ الفتاوی کرایہ قید خانہ کا اور اجرت
قید خانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ میں واجب یہ ہے کہ صاحب دین پر ہو کذا فی خزانۃ الفتاوی یعنی اس واسطے کہ اسی کے واسطے مدیون مقید ہوا ہے
انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب فسکن المستاجر بعد ذلک سنۃ لایلزمہ الکراء لھذہ السنۃ لانہ لم یسکنھا علی وجہ الاجارۃ کذلک لو انقضت المدۃ وللمستا[جر]
غائب اہل الدار فی ید امرأتہ لان المرأۃ لم تسکن باجرۃ مدت اجارہ کی منقضی ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک سال اس میں رہا تو اس پر کرایہ لازم ہوگا
اس سال کا اس واسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں رہا اسی طرح اگر مدت اجارہ ہو جائے اور مستاجر غائب ہوا اور گھر مستاجر کی عورت کے تصرف میں
ہو تو کرایہ نہیں اس واسطے کہ عورت اس میں بعوض اجرت نہیں رہی آجر دارہ کل شہر بکذا فللکل الفسخ عند تمام شہر فلو غاب المستاجر وقبل تمام شہر وترک
زوجتہ ومتاعہ فیہا لم یکن للآجر الفسخ مع المرأۃ لانہا لیست بخصم والحیلۃ ان یواجرھا لآخر قبل تمام الشہر فاذا تم تنفسخ الاولی فتنعقد الثانیۃ فتخرج منہا المرأۃ وتسلم
للثانی خانیۃ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے مہینہ تمام ہونے کے وقت تو اگر مستاجر غائب ہو مہینہ تمام
ہونے سے پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر میں چھوڑ گیا تو موجر کو اس کی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ مستاجر مخاصم نہیں
اور مستاجر کی عورت سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہو
گا اور دوسرا اجارہ منعقد ہوگا اب مستاجر کی عورت اس میں سے نکلے گی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائے گا کذا فی الخانیۃ ٭

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہ باب ہے اجارہ فاسدہ کے احکام میں الفاسد من العقود ما کان مشروعا باصلہ دون وصفہ
عقود میں سے عقد فاسد وہ ہے جس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کا م عدم مشروعیت وصف
جہالت سے یا اس شرط کے اشتراط سے عارض ہوتی ہے جس کو عقد مقتضی نہیں والباطل ما لیس مشروعا اصلا لا باصلہ ولا بوصفہ اور عقد باطل وہ ہے
جو کسی طرح مشروع نہ ہو نہ اس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کا م اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے اور بت تراشی یا تصویرات بنانے
کے واسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول وہو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما ابن کمال اور اول یعنی اجارہ فاسد کا حکم واجب ہونا
ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال م اجرت مثل سے مراد اس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مماثل ہو اس عمل میں
یعنی جو ایسا کام کرتا ہو اس زمان اور مکان میں اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو تو لوگوں میں زیا[دہ]
کا اعتبار ہوگا اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہے اگرچہ اس کا سبب حرام ہے یہ قول ہے حلوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہیں ہے قول
صحیح تر ہے اور اجرت مثل وہاں علی الاطلاق معتبر ہے جہاں اجرت مسمی نہ ہو اور درصورت تسمیہ اجرت مثل اجر مسمی سے زیادہ نہ ہوگی اور ظاہر کلام شارح
اس پر دلالت کرتا ہے کہ درصورت تسمیہ اجرت مثل واجب ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الثانی وہو الباطل فانہ لا اجر فیہا بالاستعمال
حقائق بخلاف ثانی یعنی اجارہ باطل میں اجرت نہیں استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف
البیع الفاسد فان المبیع یملک فیہ بالقبض اور اجارۂ فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اس
واسطے کہ بیع فاسد میں مبیع مملوک ہو جاتی ہے مشتری کے قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضہا المستاجر لیس لہ ان یوجرہا برخلاف اجارۂ فاسد
کے کہ اس میں منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اس کو جائز نہیں کہ اور شخص کے اجارہ میں دے ولو آجرہا وجب
اجر المثل ولا یکون غاصبا وللاول نقض الثانیۃ بحر معزیا للخلاصۃ اور اگر مستاجر مذکور اس کو اجارہ دے گا تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور

Marfat.com

اس فعل سے وہ غاصب نہ ہوگا اور اول یعنی مالک موجر اول کو اجارہ ثانیہ کا توڑ ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے خلاصہ سے منقول ہے وفی الاشباہ المستاجر
فاسداً الو آجر صحیحا جاز وقیل لا اور اشباہ میں ہے کہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر اگر اس کو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آوے گا معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ
کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالتی
ہیں وہ شرطیں جو مقتضائے عقد کے مخالف ہیں مثلاً چنانچہ پن چکی کے اجارہ میں شرط ہوئی کہ اگر پانی منقطع ہو جائے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اس واسطے
کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہ ہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع مما مر یفسدھا کجہالۃ ماجور او اجرۃ او مدۃ او عمل وکشرط طعام عبد وعلف
دابۃ ومرمۃ الدار ومغارمھا وعشر وخراج ومؤنۃ رد اشباہ سو جو چیز بیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکی وہی چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ
ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اس کے
مصارف اور زراعت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہنچا دینے کا خرچ مشروط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ
منجملہ اجرت کے قرار دیے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت بعض اجر موجب ہے باقی اجرت کی جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود
وتفسد ایضا بالشیوع بان یوجر نصیبا من دارہ او نصیبہ من دار مشترکۃ من غیر شریکہ او من احد شریکیہ الفع المسائل وعمادیہ من الفصل الثلثین اور شیوع یعنی عدم
امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اس طرح پر کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص
کو اجارہ دے یا دو شریکوں میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ انفع السائل اور عمادیہ میں ہے تیسویں فصل سے مثلاً فصولین میں ہے کہ ایک زمین مشترک
ہے چند شخصوں میں تو اگر ایک شریک سب شریکوں کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہیں واحترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسد علی
علی الظاہر کان آجر الکل ثم فسخ فی البعض او آجر لو احد فمات احدہما او بالعکس اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو
شیوع طاری اجارہ کا مفسد نہیں بموجب ظاہر الروایت کے چنانچہ تمام گھر تمام زمین اجارہ دی پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے ایک
شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک موجر مر گیا یا اس کے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصوں کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مر گیا تو صورتین اخیرتین میں میت
کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ میں اجارہ قائم رہے گا باوجود شیوع کے اس واسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وھی الحیلۃ فی اجارۃ
المشاع کما لو قضی بجوازہ اور وہ یعنی تمام چیز میں اجارہ کرنا پھر بعض میں فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع کے اجارہ میں جیسے جواز اجارہ مشاع پر قاضی
کا حکم ہو جانا یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اس کی دو تدبیریں ہیں ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری
تدبیر یہ ہے کہ اس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جس کے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سو وہ اس کے جائز ہونے کا حکم دے الا اذا آجر کل نصیبہ
او بعضہ من شریکہ فیجوز وجوزاہ بکل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا یعول علیہ مگر جب کہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے وجوزاہ
بکل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا یعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز
کہا ہے ہر حال میں یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ میں ہو یا غیر محتمل میں اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق میں
یہ فتوی مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوی کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں رد کر ڈالا اس طرح کہ جو فتوی مغنی میں ہے ایسا شاذ ہے جس کا قائل معلوم نہیں تو
وہ اعتماد کے لائق نہیں مثلاً طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی فخرالدین میں ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے
ارباب شروح اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرا قلت فی البدائع لو آجر مشاعا یحتمل القسمۃ فقسم وسلم جاز لزوال المانع ولو ابطلھا الحاکم ثم قسم وسلم لم یجز بیں کتا
ہوں اور بدائع میں ہے اور اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اس کی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہے بسبب دور ہو جانے

Marfat.com

مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اس کی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہیں ولیفتی بجوازہ لو البناء لرجل والعرصۃ لآخر فصولین من الفصل الحادی والعشرین یعنی الوسط منہ اور فتوی دیا جائے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اس کی دوسرے شخص کی چنانچہ فصولین میں ہے اکیسویں فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان میں یہ مسئلہ مذکور ہے م یعنی اگر صاحب عمارت اس کو اجارہ دے صاحب زمین یا اس کے غیر کو تو جائز ہے اور اس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الجامع وتفسد بجہالۃ المسمی کلا او بعضہ کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درہم علی ان یرمہا المستاجر لصیرورۃ المرمۃ من الاجرۃ فیصیر الاجر مجہولاً اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجر مسمی کی جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا سو درم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت میں سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت میں داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہو گئی اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کتنا مرمت میں صرف ہوگا م کپڑا اور جانور تمام اجر کے مجہول ہونے کی مثال ہے اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کون کپڑا کون جانور اور سو درم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے وتفسد لعدم التسمیۃ اصلا او بتسمیۃ خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے یا شراب یا سور کے نام لینے سے م عدم تسمیہ کی یہ صورت ہے کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ میں نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھ کو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فان فسدت بالاخیرین لجہالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط منہ ولا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سبب سے یعنی مسمی کی جہالت سے اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہوگی یعنی معتدل اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہ ہوگی مسمی سے م شارح کے اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی میں خلل ہے اس واسطے کہ دونوں صورتوں میں تسمیہ نہیں اس واسطے کہ عدم تسمیہ میں امر ظاہر ہے اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہے کذا فی الطحطاوی لا بالتمکین بل باستیفاء المنفعۃ حقیقۃ کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ میں اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہ ہوگی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی ہے کیوں نہ ہو بسبب نہ ہونے اس چیز کے جس کی طرف رجوع کیا جائے ولا ینقص عن المسمی اور اجرت مثل کم نہ ہو مسمی سے م اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اس کے عدم مرجع الیہ اس کے مخالف ہے ولا تفسد بہا بل بالشرط والشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد اجر المثل علی المسمی لرضاہما بہ اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہ ہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوگی بسبب راضی ہو جانے موجر اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونوں اسقاط زائد عن المسمی پر راضی ہو گئے م جہالت مسمی اور عدم تسمیہ میں اجرت مثل جس قدر کہ ہو اور ان کے سوا میں عدم زیادت علی المسمی اس واسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہیں ہے بلکہ ان کی قیمت عقد یا شبہ عقد سے ٹھہرتی ہے پھر جب کہ منافع کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اس واسطے کہ عاقدین اس کے اسقاط پر راضی ہو گئے اور جب کہ اجر مسمی مجہول اور معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی وجوب قیمت جس قدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسی طرح لائق ہے اس واسطے کہ عبارات قوم اس مقام میں مضطرب ہیں کذا فی الدر وینقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے واستثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان لا یسکنہا فسدت ویجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ لیا اس شرط پر کہ مستاجر اس میں سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اس میں سکونت کرے گا تو اجرت مثل واجب ہوگی جس قدر کہ ہو م یہ فساد اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحملہ فی البحر علی ما اذا جہل المسمی اور بحر الرائق میں اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہے یعنی مسئلہ مذکورہ میں اجرت مسمی مجہول ہے تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت قاعدہ مذکورہ سے استثناء نہ ٹھہرا لکن ارجعہ قاضی خان فی شرح الجامع الی جہالۃ المسمی فافہم وعلی کل فلا استثناء فتنبہ لیکن قاضی خاں نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت

Marfat.com

مسمی کی طرف پھیرا ہے تو اس کو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنا تو نہیں ہے تو آگاہ رہ سیدموم طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خاں کا ایک ہی ہے تو استدراک
بلاوجہ ہے اور بر تقدیر کہنا بھی بلاوجہ ہے اس واسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضی خاں میں مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت وینبغی استثناء الوقف لان الواجب فیہ
اجر المثل بالغا ما بلغ فتامل میں کہتا ہوں اور وقف کا استثنا کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اس واسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہے
جس قدر کہ اجرت مثل ہو سو غور کر **فان آجر دارہ** تفریع علی جہالۃ المسمی **بعبد مجہول فسکن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ وتفسخ
فی الباقی من المدۃ** سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اس کو نہ دیا تو مستاجر پر اس کی مدت کے واسطے
اجرت مثل واجب ہوگی جس قدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہو گا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے **آجر حانوتا کل شہر بکذا صح فی واحد
فقط وفسد فی الباقی** لجہالتہا دکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہو گا اور باقی مدت میں فاسد ہو گا بسبب مجہول ہونے مدت
کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل فسخہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور
قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل ہو اس میں جس کی نہایت معلوم نہیں چنانچہ ایام اور شہر تو اس کا کمتر معین ہو گا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب
مہینہ تمام ہو گا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ فسخ کر دینا جائز ہو گا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہو چکنے عقد صحیح کے **وفی کل شہر سکن فی
اولہ** ہو اللیلۃ الاولی ویومہا عرفا وبہ یفتی **صح العقد فیہ ایضا** اور جس مہینہ کے اول میں مستاجر رہے گا دکان یا گھر میں تو اس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو گا
اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اس کا دن ہے عرف میں اور اسی کا فتوی ہے م یعنی بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا
صحیح ہو گا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن میں وہاں سکونت کرے گا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائے گا یہ قول ہے بعض متاخرین
کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے ہر چند اول ماہ روایت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اس کے اعتبار میں حرج تھا
لہذا چاند رات اور اس کا دن معتبر ہوا ہکذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولیس للمؤجر اخراجہ حتی ینقضی الا بعذر کما لو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی اور
بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر نہ ہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت
میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اس واسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کے مانند ہے کذا فی الزیلعی **الا ان یسمی الکل**
ای جملۃ شہور معلومۃ **فیصح** لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں
صحیح ہو گا زوال مانع کے سبب سے م یعنی موجر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا فی المنح **واذا آجرہا سنۃ بکذا صح وان
لم یسم اجر کل شہر** وتقسم سویۃ اور جب کہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ
پر برابر قسمت ہو گا **واول المدۃ ما سمی** ان سمی اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو اگر نام لیا ہو یعنی یوں مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان
سے اجارہ ہوا **والا فوقت العقد** ہو اولہا اور اگر ابتدائے مدت مذکور نہ ہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے **فان کان العقد حین یہل** بضم
ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر **تعتبر الاہلۃ** سو اگر اجارہ منعقد ہوا اس وقت جب کہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاندوں کے دیکھنے
سے معتبر ہو گا شارح نے کہا یہل بضم یا فتح ہا بمعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی الشمنی **والا فالایام** کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ
چاند دیکھنے کے وقت نہ ہوا ہو مہینوں کے شمار کے واسطے دن معتبر ہوں گے ہر مہینہ تیس دن کا وقالا یتم الاول بالایام والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ
پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائے گا اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہوں گے م یعنی اگر ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام نزدیک سال پورا ہو گا
دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن ہو گا اور صاحبین کے نزدیک ذی الحجہ بیس دن کا ہوا تو سال تمام ہو گا دوسرے سال کی ۲۰ ذحجہ

Marfat.com

کی دسویں تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارہویں تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر عبدا باجر معلوم وبطعامہ لم یجز لجہالۃ بعض الاجر کام پر نوکر رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اس کی خوراک پر تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجر یعنی خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہیں کہ خوراک کس قدر آدھ سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط میں ہے کہ جس اجارہ میں خوراک یا چارہ جانور کا شرط ہے وہ اجارہ فاسد ہے مگر دایہ کا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہے انتہی فتاوی عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ میں چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہیں یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ میں تو غلام کھانا ہے مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی وجاز اجارۃ الحمام لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ وللتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اس واسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام میں تشریف لے گئے تھے اور بسبب رواج لوگوں کے م القاقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہروں میں لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں اگرچہ استعمال کے پانی کی اور وہاں کے ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اس کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہیں ہوتا مواہب لدنیہ میں ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ماراٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود کما ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانیں تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہے میں کہتا ہوں اور المحدیث کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اس کو بیان کیا ہے م مقاصد حسنہ میں ہے کہ مسند احمد میں عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندوں کے دل دیکھے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اصحاب پسند کیے اور ان کو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جس کو مسلمین نیک جانیں وہ عند اللہ نیک ہے اور جس کو مسلمین بد جانیں وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسی طرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ میں مذکور کیا ہے کذا فی الطحطاوی یہ حدیث حجیت اجماع کی دلیل ہے وجاز بناؤہ للرجال والنساء ہو الصحیح للحاجۃ بل حاجتہن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردوں اور عورتوں کے نہانے کے واسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتوں کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تر ہے اس واسطے کہ عورت کے نہانے کے اسباب بہت ہیں وکراہۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے اس حمام پر جس میں کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزیلعی وفی احکامات الاشباہ ویکرہ لہا دخول الحمام فی قول وقیل الا المریضۃ او النفساء والمعتمد ان لا کراہۃ مطلقا قلت وفی زماننا لا شک فی الکراہۃ لتحقق کشف العورۃ وقدم فی النفقۃ اور اشباہ کے احکامات میں ہے اور مکروہ ہے عورت کے واسطے حمام میں جانا ایک قول میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ مطلقاً کراہت نہیں میں کہتا ہوں اور ہمارے زمانے میں مکروہ ہونے میں کچھ شک نہیں بے پردگی کے ثبوت سے اور البتہ اس کا ذکر کتاب النفقہ میں مذکور ہو چکا ہے والحجام لانہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم واعطا اجرتہ وحدیث النہی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنی پچھنے لگانے والے کا اجارہ جائز ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنوں سے اور اس کی مزدوری دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہے والظئر بکسر فہمزۃ المرضعۃ باجر معین لتعامل الناس بخلاف بقیۃ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجر معین پر جائز ہے بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے

[1] قال الطحطاوی کذا رواہ احمد فی کتاب السنۃ من حدیث ابی وائل عن ابن مسعود قال ان اللہ نظر الی قلوب العباد فاختار لہ اصحابا فجعلہم انصار دینہ ووزراء نبیہ فما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن وما راٰہ المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح وہو موقوف حسن وکذا اخرجہ البزار والطیالسی والطبرانی فی ترجمۃ ابن مسعود ومن العجلۃ کذا فی مقاصد الحسنۃ [illegible] حدیث دخول حمام الجحفۃ موضوع [illegible]

یعنی شیر نوشی کے واسطے گائے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا ظئر بکسر ظاء معجمہ و سکون ہمزہ دودھ پلانے
والی عورت ہے **وکذا الظئر بطعامہا وکسوتہا ولہا الوسط** وہذا عند الامام لجریان العادۃ بالتوسعۃ علی الظئر شفقۃ علی الولد اور اسی طرح دایہ کو نوکر رکھنا اس کے
کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اس کے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنی نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اس
واسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت جاری ہے بچے کی محبت اور شفقت سے م فتاوی کبری میں ہے کہ دایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی وقت معین کرنا
دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہے اس
واسطے کہ اجرت مجہول ہے امام کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت نزاع کی موجب نہ ہو تو صحت کی مانع نہیں ہے **وللزوج ان یطأہا** خلافا لمالک اور دایہ
کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے برخلاف امام مالک کے کہ ان کے نزدیک جائز نہیں **لا فی بیت المستاجر** لانہ ملکہ فلا یدخلہ **الا باذنہ** دایہ کا شوہر قربت
نہ کرے اس سے مستاجر کے گھر میں اس واسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہے تو اس میں داخل نہ ہو مگر اس کے اذن سے **وللزوج فی نکاح ظاہر** ای معلوم بغیر
الاقرار **فسخہا مطلقا** شانہ اجارتہا اولا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اس نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح
میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ اس کو عیب لگتا ہو بواسطہ اس کی شخصیت کے یا عیب نہ لگتا ہو **ولو غیر ظاہر** بان علم باقرارہما **لا یفسخہا** لان قولہما لا یقبل فی
حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اس طرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونوں کے اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نہ کرے گا اس واسطے کہ دونوں کا قول مستاجر
کے حق میں مقبول نہیں **وللمستاجر فسخہا بحبلہا ومرضہا وفجورہا** فجورا بینا ونحو ذلک من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ
ہو جانے سے اور اس کی بیماری اور اس کی ظاہر زناکاری سے اور مانند اس کے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے م منجملہ عذرات مذکورہ یہ ہے کہ لڑکا
اس کے دودھ کو قے کر ڈالتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اس کا دودھ نہ پیتا ہو الحاصل جو امر صغیر کو مضر ہو تو اس کا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمان
طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو مضر نہ ہو اس کا منع جائز نہیں اور اس قدر اجارہ سے مستثنی ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی **ولا بکفرہا**
لانہ لا یضر بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اس واسطے کہ کفر اس کا صغیر کو ضرر نہیں کرتا **ولو مات الصبی او الظئر انتقضت** الاجارۃ اور
اگر لڑکا مرگیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا **ولو مات ابوہ لا** اور اگر صغیر کا باپ مرگیا تو اجارہ نہیں ٹوٹتا اس واسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اس کے
باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل نہ ہوگا **وعلیہا غسل الصبی وثیابہ واصلاح طعامہ ودہنہ** بفتح
الدال ای طلیہ بالدہن للعرف وہو معتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اس کے کپڑوں کا دھونا اور اس کا کھانا درست کرنا اور اس کے بدن میں
تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار وہاں ہے جہاں نص شرع نہیں شارح نے کہا دہن بفتح دال عبارت ہے تیل لگانے سے م قاعدہ کلیہ
یہ ہے کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اس کی شرط نہ ہوئی ہو اجارہ میں تو اس میں رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے
کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑوں کا دھونا اس پر نہیں اور جواہر الفتاوی میں اس قول کو صحیح نہ
کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ فاسد ہو جائے اور اس پر صغیر کا کھانا پکانا بھی
لازم ہے کذا فی الطحطاوی **لا یلزمہا ثمن شیء من ذلک** وما ذکر محمد من ان الدہن والریحان علیہا فعادۃ اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہیں ان چیزوں کا
ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی **وہو** ای ثمنہ **واجرتہا علی ابیہ ان لم یکن**
لہ ای للصغیر **مال والا ففی مالہ** لانہ کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اس کے دودھ پلانے کی اجرت اس کے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال نہ ہو اور اگر اس کا مال
ہو میراث یا ہبہ سے تو اس کا ثمن صغیر کے مال میں ہوگا اس واسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے **فاذا ارضعتہ بلبن شاۃ او غذتہ بطعام ومضت**

Marfat.com

المدۃ لا اجر لھا سو جب کہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا اس کو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اس کی اجرت نہیں لان الصحیح ان المعقود علیہ
ھو الارضاع والتربیۃ لا اللبن والتغذیۃ عنایۃ اس واسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جس پر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش
نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العنایۃ بخلاف ما لو دفعتہ الی خادمتھا حتی ارضعتہ او استاجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا اشترط رضاعھا
علی الاصح شرنبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اس نے اس کو دودھ پلایا یا دایہ نے اس عورت کو جاکر
رکھا جس نے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودھ پلوا دینے سے مستحق
اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرہ م فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے نہ اصح پھر فتاوی صغری سے منقول ہے
کہ قول اوجہ یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جب کہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دے تو دایہ پوری اجرت پاوے گی اور دوسری عورت
کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو آجرت نفسھا لذلک لقوم آخرین ولم یعلم الاولون فارضعتھما وفرغت اثمت ولھا الاجر کاملا علی الفریقین
شبیھا بالاجیر الخاص والمشترک وتمامہ فی العنایۃ اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے
مستاجروں کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا اس نے دونوں لڑکوں کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گناہ گار ہوگی اور اس کی پوری اجرت
لازم ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اس کا بیان عنایہ میں ہے م اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ
کی نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفاء عمل دونوں جگہ ممکن ہے خیاط کے مانند اور صحیح قول شرح
اسبیجابی میں یوں مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دیا دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص ہے
کذا فی الطحطاوی لا تصح الاجارۃ لعسب التیس وھو نزوہ علی الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گابھن کرنے کے واسطے
م بعضے لوگ پانچ یا دس روپیہ دے کر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیوں پر چھوڑتے ہیں بچہ لینے کے واسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت کو
اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اس واسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اس پر اجرت لینا جائز نہ ہوگا حاشیہ چلپی میں ہے اور اگر یہ فعل بطریق
عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی ولو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہے
گناہوں کے واسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجوں کے واسطے اور اگر بلا شرط اجرت دے تو مباح ہے م نوحہ گری یہ کہ میت پر رووے اور اس کی خوبیاں
بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہما یعنی لہو ولعب کا طبل اور اگر غازیوں کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی
طرح طبل قافلہ درست ہے منتقی میں ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اس کے مالکوں کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہوں اور
نہیں تو اس کو خیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں اس واسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے
انتہی اور ہمارے زمانہ میں یہی قول بالیقین ماخوذ ہے اس واسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانے والے اور بجانے والے بدون اجرت کے نہیں جاتے کذا
فی الطحطاوی ملخصا ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والفقہ
والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد وایر المثل اذا لم یذکر مدۃ شرح وھبانیۃ من الشرکۃ ویحبس بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح
ہے طاعات کے واسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ میں فتوی دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور
فقہ اور امامت اور اذان کے واسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اس مال کے دینے پر جو اس نے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کے واسطے تو اجرت معین

ف اجرت جفتی حیوانات حرام است ۱۲ ف مال مغنیان نوحہ گران ومزامیر نوازان حرام است ۱۲ ف جواز چاکری تعلیم قرآن وفقہ وامامت واذان ۱۲

Marfat.com

عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جب کہ مدت اجارہ مذکور نہ ہوئی ہو کذافی شرح الوہبانیۃ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جائے اسی قول کا فتویٰ ہے م اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنے کا فتویٰ دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق میں اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اس وقت میں اسلام ضعیف ہوگیا امور مذکورہ سب برہم ہوگئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہوگئے جو للہ تعلیم کریں تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہ ہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جائیں لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتویٰ ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہیں زمانہ کے اختلاف سے کذافی المنح وغیرہ تو زمان سابق میں اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ مذکور واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر کی نوکری بالاتفاق جائز ہے **ویجبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ** ہی مایہدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ ابدا الحلاوی اور معلم قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دی جاتی ہے قرآن شریف کے بعض سورتوں کے شروع کرنے پر چنانچہ سورۂ تبارک اور فتح اور یٰس یہ دینا مسمی بہ شیرینی اس واسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے م طحطاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب متروک ہے یا بعضے بلاد میں ہو **ولو دفع غزلا لآخر لینسجہ لہ بنصفہ** ای بنصف الغزل **او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت** فی الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان[1] وقدمناہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اس کو بن دے اس کی نصف پر یعنی بنے نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اس کا اناج لادے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تاکہ اس کے گیہوں پیس دے کچھ اس کے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہوگا اس واسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اس کی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں قفیز طحان کی حدیث نہی ہے اور اس کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں بیع الوفا کے باب میں م وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتوں میں قادر نہیں بلکہ عاجز ہے یعنی بعض منسوج یا محمول یا مطحون کی تسلیم سے عاجز ہے اس واسطے کہ حصول اس کا اجیر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں شمار ہوتا ہدایہ میں کہا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ من بھر تل پیلنے کا اجارہ کیا سیر بھر تیل کی مزدوری پر یا زمین دی تاکہ دوسرا شخص اس میں درخت لگا دے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر میں نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا ہوگا اور اس پر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اس کی عمل کی اور اسی طرح روئی کا کتروانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور جوار باجرے کا ماڑنا یعنی بالیوں سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہوں کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور مانند اس کے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذافی الطحطاوی عن الشلبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہوں کے پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز آٹا ہے اسی گیہوں سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانے کے واسطے اس شرط پر کہ جس قدر اس میں اللہ تعالیٰ روزی دے وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر پکھال میں پانی اونٹ پر لاد لادے گا اور بیچے گا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسی طرح اگر جال لیا شکار کرنے کے واسطے اس شرط پر کہ جس قدر شکار حاصل ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو جس قدر شکار ملے گا وہ شکار کرنے والے کا ہے اور جال کی اجرت مثل اس پر واجب ہوگی اور اگر گائے یا بکریاں دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دیں

[1] قفیز یعنی پیمانہ اور طحان یعنی پیسنے والا یعنی جو پیمانہ کہ پیسنے والے کو اس کے پیسے ہوئے گیہوں میں سے دیا جائے بطور اس کی اجرت کے ۔

Marfat.com

اس شرط پر کہ جس قدر دودھ اور انڈے ہوں وہ دونوں میں نصفانصف ہیں تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہیں اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملے گی اور اگر اس نے اپنا چارہ دیا تو اس کی قیمت پاوے گا اور نصفانصف ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ نصف گایوں اور مرغیوں کو اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کر دے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفانصف ہوگا ایک شخص کا مدیون ہے دوسرے شہر میں سو اس نے مزدور سے کہا کہ اس کے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب مال مذکور لا دے گا تو تجھ کو دس درم دوں گا اسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اس واسطے کہ معنی قفیز طحان ہے کذا فی العالمگیریہ جمیع مسائل مذکورہ قفیز طحان میں داخل ہیں والحیلۃ ان یفرز لہ الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزا منہ فیجوز اور مسائل متین کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اس کی اجرت پہلے سے جدا کر دے یعنی حائک کو سوت اور حمال کو طعام قبل از نسج و حمل دے یا قفیز طحان کی صورت میں ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یوں نہ کہے کہ اس گیہوں کا آٹا پھر اس کو ایک قفیز آٹا اس کے پیسے آٹے سے دے ہم اس واسطے کہ جب آٹا معین گیہوں کی طرف منسوب نہ ہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا جس طرح مشار الیہ ہونا جائز ہے اسی طرح اس کا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جب کہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اسی گیہوں کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل لہ نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر لہ اصلا لصیرورتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اس کا کہ مالک کا یہ نصف غلہ لا دے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کے واسطے اصلا اجرت نہیں یعنی نہ اجر مسمی نہ اجر مثل بسبب ہو جانے اجیر کے شریک ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید کا من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اس نے خالد سے کہا کہ بیس سیر لا دے چل اور بیس سیر باقی اپنی اجرت میں لے سو اس نے پورا من لا دا تو اس کی کچھ مزدوری ثابت نہ ہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہو گیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اس غلہ کو لا دے جو اس میں اور اس کے غیر میں مشترک ہے وہ مستحق اجرت نہیں ہوتا اس واسطے کہ جو عمل اپنے شریک کے واسطے کرے گا تو بعض عمل اپنی ذات کے واسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہ ہوگا وما استشکلہ الزیلعی اجاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ میں اشکال بیان کیا ہے مصنف نے اس کا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح میں ہم زیلعی نے اس مسئلہ میں دو اشکال مذکور کیے ہیں اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہے اور حالانکہ اجارہ صحیحہ میں اجرت فقط عقد سے مملوک نہیں ہوتی تو یہاں بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک کیونکر ہوگا اشکال ثانی یہ کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک میں منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہ ہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب یوں دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت میں مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا یوں جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق میں منافات نہیں اس واسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا میں اجیر اجرت کا مالک ٹھہر تا ہے بموجب عقد اور تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہیں ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہو جانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہو گیا مالک کا غلہ میں قبل ایفاء معقود علیہ کے تو دونوں مطلبوں میں تنافی نہ ہوئی بلکہ اول مؤدی ہے ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب میں خلل یہ ہے کہ یہ عقد فاسد ہے اور فاسد میں بدون عمل کے اجرت واجب نہیں ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہیں ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہیں ہو سکتی بدون جدا کر دینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہیں لہذا بعض فضلاء نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یوں ہے کہ اگر صورت مفروضہ میں اجرت واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال تعجیل سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقال صدر وابان دلالۃ النص لا عموم لہا فلا یخص عنہا شیء بالعرف کا زعمہ مشائخ بلخ مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور علما نے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص میں عموم نہیں تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہ ہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے ہم زیلعی میں ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے حمل طعام کو بعض محمول اور نسج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اس کو جائز نہیں جانتا وہ اس کو قفیز طحان پر محمول کرتا ہے حالانکہ قیاس متروک ہو جاتا ہے تعارف سے اور اگر یوں کہیے کہ عدم

Marfat.com

جواز بطریق قیاس کے نہیں بلکہ قفیز طحان کے نص اس کو شامل ہے باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص ہو جاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ استصناع میں قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اس کی تخصیص ہو گئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس تخصیص کو جائز نہیں رکھتے اس واسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اس سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہیں ہو سکتی بخلاف استصناع کے کہ اس کا رواج جمیع بلاد میں ہو گیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہو جاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوتا ہے انتہی اور عنایہ میں ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہیں کرتے بلکہ دلالۃ النص سے بعض ما فی معنی قفیز الطحان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہیں چنانچہ مشائخ بلخ نے ثیاب میں تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے میں کہتا ہوں دلالۃ النص میں عموم ہی نہیں کہ اس کو مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی **او استاجر خبازا لیخبز له کذا** کقفیز دقیق **الیوم بدرہم** فسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحد ہما فیفضی الی المنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان تفرغ منه الیوم جازت اجماعا یا نان پز سے اجارہ کیا کہ اس کو اتنے آٹے مثلاً ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکاوے ایک درم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونوں میں ایک امر کو ترجیح نہیں تو جھگڑا ہو گا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر اجارہ کرے کہ اجیر نان پزی سے آج فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہو گا باتفاق امام اور صاحبین کے جب عمل اور وقت میں اجتماع ہوا تو دونوں اجارہ کی لیاقت رکھتے ہیں اور کوئی ان میں سے اولی نہیں تو جہالت باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم کہے گا تو وہ ظرف ہو گا اور مظروف ظرف کا مستغرق نہیں ہوتا تو گویا یوں کہا کہ اگر بعض یوم میں تو فراغت ہو تو یہ قول تعجیل کا مفید ہے تو نان پزی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایہ مختصرا **او ارضا بشرط ان یثنیہا** ای یحرثہا مرتین **او یکری انہارہا** العظام **او یسرقنہا** لبقاء اثر ہذہ الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اس کو دو بار جوتے یا اس شرط پر کہ زمین کی بڑی نہروں کو کھودے اور صاف کر دے یا زمین میں مستاجر پانس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کاموں کے اثر کے مالک زمین کے واسطے تو اگر ان کا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اجارہ فاسد نہ ہو گا اور دو بار جوتنے سے مراد یہ ہے کہ ایک بار مستاجر اپنی زراعت کے واسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوت دے اور انہار عظام کی قید اس واسطے لگائی کہ جداول یعنی نالیوں کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کے واسطے مفسد اجارہ نہیں اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہیں اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کے واسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو چنانچہ جوتنا اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے چنانچہ نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ پانس ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجر کو دینا کذا فی الطحطاوی **او شرط ان یزرعہا بزراعۃ ارض اخری** لما مر ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء یا اس شرط سے اجارہ لیا کہ مستاجر زمین میں زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین میں زراعت کرے تو اجارہ فاسد ہے اس واسطے کہ آگے مذکور ہو گا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہے مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے ہم جنس نوع سے چنانچہ اجارہ سکنے کا سکنے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل میں اعتراض یہ ہے کہ حرمت تاخیر کی مقدرات میں ہے اور یہاں مقدرات میں گفتگو نہیں تو بہتر تعلیل یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کے واسطے اور متحد الجنس والمنفعت کے اجارہ میں کچھ حاجت نہیں تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس اور اتحاد جنس میں اگر استیفاء منفعت ہو گا تو ظاہر الروایۃ میں اجرت مثل واجب ہو گی کذا فی الزیلعی بتصرف وقولہ **فسدت** جواب الشرط وہو قولہ ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنی ولو دفع غزلا الخ کا یعنی شرط مذکور اور اس کے جمیع معطوفات کا جواب ہے **وصحت لو استاجرہا علی ان یکربہا ویزرعہا او یسقیہا ویزرعہا** لانہ یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کی کہ مستاجر اس کو جوتے اور بودے یا اس کو سینچے اور بودے اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے

Marfat.com

ولو استاجرہ لحمل طعام مشترک بینھما فلا اجر لہ لانہ لایعمل شیئا الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے اجارہ کیا اس غلہ کے لادنے کا جو دونوں میں مشترک ہے تو اس کے واسطے کچھ اجرت نہیں اس واسطے کہ شریک اجیر کوئی چیز عمل میں نہ لادے گا مگر کہ بعض عمل خود اجیر کے واسطے واقع ہوگا تو اس واسطے اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور اگر شریک کی ناؤ یا خچر طعام مشترک کے واسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اس کے غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہیں کذا فی الولوالجیۃ کراھن استاجر الرھن من المرتھن فانہ لا اجر لہ لنفعہ بملکہ جس طرح راہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرتہن سے تو مرتہن کے واسطے اجرت نہیں بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے م حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعوض ہو اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہیں جو تملیک کا مالک ہو اور راہن اور ہر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون میں تصرف نہیں کر سکتا ہے پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہو گیا تو وہ اپنی مملوک سے منتفع ہوا بنابر مانع کے سبب سے وفی جواہر الفتاوی لو استاجر حماما فدخل الموجر مع بعض اصدقائہ الحمام لا اجر علیہ لانہ لیسترد بعض المعقود علیہ وہو منفعۃ الحمام فی المدۃ ولا یسقط شیء من الاجر لانہ لیس بمعلوم اور جواہر الفتاوی میں ہے اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام میں داخل ہوا یعنی نہانے کے واسطے تو موجر پر اجرت ثابت نہ ہوگی اس واسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لے گا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہ ہوگی اس واسطے کہ بعض معقود علیہ معلوم نہیں استاجر ارضا لم یذکر انہ یزرعھا او ای شیء یزرعھا فسدت الا ان یعمم بخلاف الدار لوقوعہ علی السکنی کا مر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ اس میں زراعت کرے گا یا کون چیز کی زراعت کرے گا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے اس طرح کہ جو چیز چاہوں گا بوؤں گا تو فاسد نہ ہوگا برخلاف اجارۂ دار کہ اس میں جہالت مفسد اجارہ نہیں بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہیں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا واذا فسدت فزرعھا فمضی الاجل عاد صحیحا فلہ المسمی استحسانا وکذا لو لم یمض الاجل لارتفاع الجہالۃ بالزراعۃ قبل تمام العقد قلت فلو حذف قولہ فمضی الاجل کقاضی خان فی شرح الجامع لکان اولی اور اجارۂ مذکورہ جب کہ فاسد ہوا پھر مستاجر نے کوئی چیز بودی سو مدت اجارہ منقضی ہو گئی تو اجارہ صحیح ہو گیا اور اس کے واسطے اجر مسمی بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسی طرح اگر مدت منقضی نہ ہو گی تو بھی اجارہ صحیح ہو جائے گا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے عقد یعنی قبل از مدت میں کہتا ہوں تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی فمضی الاجل کو حذف کرتا جس طرح قاضی خاں نے شرح جامع میں حذف کیا ہے تو بہتر ہوتا م طحاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا الی بغداد ولم یسم حملہ فحملہ المعتاد فھلک الحمار لم یضمن لفساد الاجارۃ فالعین امانۃ کما فی الصحیحۃ اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا پھر اس پر حمل معتاد لادا سو گدھا مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہیں بسبب فاسد ہونے اجارہ کے تو مبین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ میں امانت ہے م بہتر تعلیل مسئلہ یہ ہے کہ حمل معتاد میں اس واسطے تاوان نہ لازم آیا مطلق اذن معتاد کی طرف منصرف ہے اور گدھا امانت اس واسطے ہوا کہ اذن مالک مقبوض ہوا اور اس کا خلاف امر نہ پایا گیا تو تاوان کی کیا وجہ ہے فان بلغ فلہ المسمی لما مر فی الزراعۃ پھر اگر گدھا لاد کر بغداد میں پہنچا تو اجر مسمی ثابت ہوگا اس دلیل سے جو زراعت میں گذر گئی یعنی جہالت مرتفع ہو گئی قبل از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع فی مسئلۃ الزراعۃ او الحمل فی مسئلتنا فسخت الاجارۃ دفعا للفساد ولقیامہ بعد پھر اگر دونوں میں نزاع واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ میں یا حمل میں نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ میں تو اجارہ فسخ کر ڈالا جائے دفع فساد کے واسطے بسبب قائم ہونے عقد کے بعد استاجر دابۃ ثم جحد الاجارۃ فی بعض الطریق وجب علیہ اجر ما رکب قبل الانکار ولا یجب لما بعدہ عند ابی یوسف لانہ بالجحود صار غاصبا والاجر والضمان لا یجتمعان وعند محمد یجب المسمی درر وکانہ لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چل کر تو مستاجر پر بقدر اس مسافت کے جس میں وہ سوار رہا قبل انکار کے اجرت لازم ہوگی اور بعد اس مسافت کے اجرت واجب نہ ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اس واسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہو گیا تو اس پر تاوان لازم ہوا اور اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا فی الدرر اور

Marfat.com

شاید کہ اس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ہے م طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ انکار اجارہ کے بعد گاہ قائم ہوں چنانچہ کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے وفی الاشباہ قصر الثوب المجحود فان قبلہ فلہ الاجرۃ والا لا وکذا الصباغ والنساج اور اشباہ میں ہے کہ دھوبی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھلایا یعنی مقرر ہو کر تو اگر کپڑا اس نے دھویا یا انکار سے پہلے تو دھوبی کی اجرت ہے اور نہیں تو اجرت نہیں اور یہی حکم ہے رنگریز اور جولاہے کا یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار ہے چاہے کپڑا لے اور اس قدر قیمت دے جس قدر رنگت نے کپڑے کی قیمت زیادہ کر دی اور چاہے رنگین کپڑا نہ لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے بھرے اور جولاہے نے اگر قبل انکار کپڑا بنا تو اس کی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں تو کپڑا جولاہے کا ہے اور اس پر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولوالجیہ اور اس بیان سے اشباہ اور شارح کا اجمال مفصل ہو گیا **اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ تجوز اذا اختلفا جنسا کاستیجار سکنی دار بزراعۃ ارض** اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہے جب کہ دونوں منفعتین مختلف الجنس ہوں جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض **فاذا اتحدا لا تجوز کاجارۃ السکنی بالسکنی واللبس باللبس والرکوب بالرکوب ونحو ذلک لاقتران الجنس بانفرادہ یحرم النساء فیجب اجر المثل باستیفاء النفع کامر لفساد العقد** اور جب کہ دونوں منفعتین متحد الجنس ہوں جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور لباس کا لباس سے اور سواری کا سواری سے اور مانند اس کے اس واسطے کہ متحقق ہو چکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار ادھار کو حرام کر ڈالتی ہے تو استیفاء منفعت سے اجرت مثل واجب ہو گی چنانچہ مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے **استاجرہ لیصید لہ او یحتطب لہ فان وقت لذلک وقتا جاز** ذلک ٹھیکا مقرر کیا ایک شخص سے تا مستاجر کے واسطے شکار کرے یا لکڑیاں اس کے واسطے لاوے تو اگر اس کے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکا جائز ہے م چنانچہ صبح سے شام تک شکار کے واسطے مقرر کیا تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ شکار کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان وقت ضرور ہے **والا فلو لم یوقت وعین الحطب فسد** اور اگر شکار کے واسطے وقت معین نہ کیا تو اجارۂ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیاں معین کر دیں تو اجارہ فاسد ہے **الا اذا عین الحطب وھو ای الحطب ملکہ فیجوز** مجتبی وبہ یفتی صیرفیہ مگر جب کہ عدم تقرر وقت میں لکڑی معین کر دی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی المجتبی اسی کا فتویٰ دیا گیا ہے کذا فی الصیرفیہ یعنی اگر وزن کا ذکر ہو گا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہو گی اور اجارہ صحیح ہو گا یہ فتوی حاوی میں مذکور ہے اور صیرفیہ میں تو عدم جواز ہے اگرچہ لوم مذکور ہو جیسے منح الغفار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے استاجر امرأتہ لتخبز لہ خبزا للاکل لم یجز وللبیع جاز صیرفیہ اپنی زوجہ سے کہا نہ ہمارے کھانے کے واسطے اجرت پر روٹی پکا دے تو جائز نہیں اور بیچنے کے واسطے زوجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی الصیرفیہ م عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوج کے واسطے زوجہ پر روٹی پکانا واجب ہے باعتبار دیانت کے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیئے تھے علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا علیہما السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت مرتضیٰ رضی پر کذا فی الطحطاوی آجرت دارہا لزوجہا فسکناہا فلا اجر اشباہ وخانیہ قلت لکن فی حاشیتہا تنویر البصائر عن المضمرات معزیا للکبری قال قاضی خان ہنا الفتوی علی صحتہا للتبعیۃ فی السکنی فلیحفظ زوجہ نے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونوں اس گھر میں رہے تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ والخانیہ یعنی اس واسطے کہ سکونت کی منفعت موجر اور مستاجر دونوں کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے حاشیہ تنویر البصائر میں مضمرات سے نسبت لفتاوی کبری پر منقول ہے کہ قاضی خاں نے کہا کہ یہاں اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوی ہے اس واسطے کہ زوجہ زوج کے تابع ہے سکونت میں تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضی خاں میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتوی جواز کا شرح جامع صغیر یا شرح زیادات میں قاضی خاں نے ذکر کیا ہو انتہی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایہ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم وجاز اجارۃ الماشطۃ لتزین العروس ان ذکر العمل والمدۃ بزازیہ اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنگھی کرنے والی کا دلہن کے سنگار کے واسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ م شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا العمل والمدۃ

Marfat.com

کا دا لمعنی اد ہے وجاز اجارۃ القناۃ والنہر مع الماء بہ یفتی لعموم البلوی مضمرات اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ اسی قول کا فتویٰ ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات م پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں اس واسطے کہ استہلاک عین پر عقد وارد ہے اور حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارۂ مذکورہ پر فتویٰ ہوا ہے ؛

باب ضمان الاجیر

یہ باب ہے مزدور کے تاوان کے احکام میں الاجیر علی ضربین مشترک وخاص مزدور دو قسم پر ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص الاول من یعمل للعامۃ لا لواحد کالخیاط ونحوہ تو اول یعنی اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے نہ فقط ایک شخص کا نہ کرے جیسے درزی اور سانند اس کے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے کپڑے دھوتا ہے نہ فقط ایک شخص کے او یعمل لہ عملا غیر موقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقید بمدۃ کان اجیرا مشترکا وان لم یعمل لغیرہ یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کے واسطے رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو اس صورت میں درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی غیر مستاجر کا کام نہ کرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ لیرعی غنمہ شہرا بدرہم کان مشترکا الا ان یقول ولا ترعی غنم غیری وسیتضح یا اجیر مشترک وہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریوں کے چرانے کے واسطے ایک مہینہ درم کی مزدوری پر تو بعدم خصوصیت مستاجر ہے وہ اجیر مشترک ہو گیا مگر یہ کہ مستاجر اجیر سے یوں کہے کہ نہ چرائیو میرے سوا اور شخص کی بکریوں کو اور آگے یہ ظاہر ہوگا وفی جواہر الفتاوی استاجر حائکا لینسج ثوبا ثم آجر الحائک نفسہ من آخر للنسج صح کلا العقدین لان المعقود علیہ العمل لا المنفعۃ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ جولاہے کو اجارہ لیا تاکہ کپڑا بنے پھر اس جولاہے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونوں عقد یہی صحیح ہیں اس واسطے کہ معقود علیہ عمل ہے نہ منفعت ولا یستحق المشترک الاجر حتی یعمل کالقصار ونحوہ کقتال وحمال وملاح ودلال اور اجیر مشترک اجرت کا مستحق نہ ہوگا جب تک عمل نہ کرے چنانچہ دھوبی اور مانند اس کے چنانچہ رسی بٹنے والا اور بوجھ لادنے والا اور دلال وله خیار الرؤیۃ فی کل عمل یختلف باختلاف المحل مجتبی اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے ہر ایک اس عمل میں جو مختلف ہو جاتا ہے محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبی م مجتبی میں ہے کہ دھوبی سے ثوب مردے کے دھونے کی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور وہ راضی ہو گیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بعد اس میں راضی نہیں تو یہ اس کو جائز ہے اور اسی طرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہو جاتا ہو محل کے اختلاف سے اس میں خیار الرؤیت ہے محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہیں اس میں اجیر کو اختیار نہیں چنانچہ معین گیہوں کا گیل کرنا یا مستاجر کے غلام کی حجامت کذا فی المنح ولا یضمن[1] ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع وبہ یفتی کما فی عامۃ المعتبرات وبہ جزم اصحاب المتون فکان ہو المذہب خلافا للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم ہوگا اس چیز کا جو اس کے پاس تلف ہو جائے اگرچہ اس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اس واسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ م اشباہ میں ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہی امام کا یہی مذہب ہے کہ اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو چنانچہ سرقہ یا ممکن نہ ہو چنانچہ آتش زنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہے فاروق رض اور مرتضیٰ رض سے اور صاحبین نے کہا کہ اس پر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہیں وہاں ضمان نہیں اور یہ قول بھی مروی ہے فاروق رض اور مرتضیٰ رض سے زیلعی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ پیشہ ور دغاباز ہو گئے ہیں اور لزوم تاوان سے لوگوں کے اموال محفوظ رہیں گے اور خانیہ اور محیط اور تتمہ میں ہے کہ امام کے قول پر فتویٰ ہے تو اس مسئلہ میں فتویٰ مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ اور متاخرین نے

[1] ما یضمن کے بعد درمختار مطبوعہ کلکتہ و دہلی میں ایک عبارت تین سطروں کی لکھی ہے مگر چونکہ وہ متن میں آگے خود مذکور ہے اور دوسرے نسخوں میں نہیں اس لیے زیادہ جان کر چھوڑ دی ۱۲ منہ لو

نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتویٰ دیا ہے م ظہیریہ میں ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک میں صحابہ مختلف ہیں لہٰذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتویٰ
دیا انتہی بزازی نے کہا اور بعضوں نے زبردستی صلح پر فتویٰ دیا ہے تاکہ دونوں قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف
میں ایک قول پر عمل ہوا اس واسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک واجب کذا فی الطحطاوی وقیل ان الاجیر مصلحاً لایضمن وان بخلافہ یضمن وان مستور الحال یومر
بالصلح عمادیہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر اجیر مشترک دیندار نیکوکار ہو تو اس پر تاوان نہیں اور کے برخلاف ہو یعنی فاسق بیباک ہو تو تاوان اس پر ہے اور اگر اس
کی نیکوکاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہو کذا فی العمادیہ قلت وہل یجبر علیہ حرر فی تنویر البصائر نعم لمن تمت مدتہ فی وسط البحر او البریۃ تبقی الاجارۃ بالجبر میں کہتا
ہوں اور صلح پر کیا زبردستی کی جائے یا نہیں تنویر البصائر میں تحریر کی ہے کہ ہاں زبردستی ہوگی صلح پر مانند اس شخص کے کہ اس کی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر
کے درمیان یا جنگل کے بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاوے گا زبردستی م طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار میں مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس
قول کو ترک کیا ہے اور علماء سمرقند کا فتویٰ جواز صلح پر ہے بلا جبر **ویضمن ما ہلک بعملہ کتخریق الثوب من دقہ وزلق الحمال وغرق السفینۃ من مدہ
جاوز المعتاد ام لا بخلاف الحجام ونحوہ کما یاتی** عمادیہ اور اجیر مشترک پر اس کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اس کے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے
کوٹنے سے اور پاؤں رپٹنا حمال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور
ہوگا کذا فی العمادیہ م غرق کشتی میں کھینچنے کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اس پر کوئی چیز گرنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگی تو امام کے نزدیک
تاوان نہ لازم ہوگا **والفرق فی الدرر وغیرہا علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعۃ فتامل** اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا میں صدر الشریعۃ کے برخلاف بحث
کے مذکور ہے سو تامل کرو م حاصل تقریر درر یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی اٹکل سے دریافت کرسکتا ہے کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہے یا نہیں
لہٰذا اس کے فعل میں سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو حجام اور فصاد اس کو دریافت نہیں کرسکتا لہٰذا
اس کے فعل میں سلامتی شرط نہیں صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا یہ جو فقہاء نے کہا ہے کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اس پر تاوان ہے میں کہتا ہوں لائق
یہ ہے کہ اس کے فعل سے وہ فعل مراد ہو جس میں مقدار معتاد سے تجاوز واقع ہو گیا ہو چنانچہ حجام کے عمل میں عدم تاوان سے عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہے **لکن
قوی القہستانی قول صدر الشریعۃ فتنبہ** لیکن قہستانی نے صدر الشریعۃ کے قول کی تقویت کی ہے محیط وغیرہ کا قول نقل کر کے تو خبردار رہنا م شارح نے اس
تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جو قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول کیا ہے وہ آسان تر اور لائق تر بشریعت ہے کذا فی الطحطاوی **وفی
المنیۃ ہذا اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لایضمن اذا لم یتجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ** اور منیہ میں ہے کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے
تاوان لازم ہونا اس وقت ہے جب کہ اسباب کا مالک یا اس کا وکیل کشتی میں موجود نہ ہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر ضمان نہ ہوگا جب کہ وہ حد معتاد سے متجاوز نہ
ہوگیا ہو اس واسطے کہ عمل کا محل ملاح کی طرف غیر مسلم ہے یعنی فقط اجیر ہی وہاں نہیں بلکہ صاحب متاع یا وکیل اس کا بھی وہاں ہے تو قصور فقط اسی کی طرف
منسوب نہ ہوگا **وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فساقہا المکاری فعثرت وفسد المتاع لایضمن اجماعا** اور منیہ میں ہے کہ اسباب کے مالک
نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اس پر سوار ہوا پھر اس کو کرایہ کرنے والے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں
بالاتفاق یعنی اس واسطے کہ محل عمل اسی کی طرف مسلم نہیں **قلت وقدمنا عن الاشباہ معزیا للزیلعی ان الودیعۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ** میں کہتا ہوں ہم نے اشباہ سے
نسبت بزیلعی مقدم مذکور کیا ہے کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہو جاتی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اس
مقام میں مجھ کو معلوم نہیں ہوتی **ولا یضمن بہ بنی آدم مطلقاً ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الآدمی
لایضمن بالعقد بل بالجنایۃ ولا جنایۃ الخ** نیز جو آدمی ناؤ میں ڈوب گئے ان کا تاوان یعنی دیت لازم نہیں ہوتی ملاح پر ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا

Marfat.com

فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اس واسطے کہ آدمی کا خون بہا عقد سے لازم نہیں ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہاں جنایت نہیں اس واسطے کہ اس کا اذن ہے اس میں یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے میں **وان انکسر دن فی الطریق** ان شاء المالک **ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر واجرہ بحسابہ** اور اگر مٹکا راہ میں ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہے حمل کے مکان میں اور اس کو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اس کی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چل گیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وہذا لو انکسر بصنعہ والا بان زحمہ الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اس صورت میں ہے اگر مٹکا اس کے فعل اور کرتب سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی لوگوں نے اس پر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو حمال پر تاوان نہیں بخلاف صاحبین کے صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہے اور اجرت اس کی لازم ہے اور مالک کو اختیار مذکور نہیں ہے کذا فی الطحطاوی **ولا ضمان علی حجام وبزاغ** ای بیطار **وفصاد لم یجاوز الموضع المعتاد** اور تاوان نہیں حجام پر یعنی پچھنے لگانے والے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کر گیا یعنی جس نے موضع مقرری سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی میں تجاوز نہیں کیا اور آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہیں **فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم یہلک المجنی علیہ** پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موضع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اس پر تاوان لازم ہو گا جب کہ شخص زخمی ہلاک نہ ہو گیا ہو م طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نہ کیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کی جائے زخم ماذون کے ساتھ پھر اس کی قیمت لی جائے زخم دیگر کے ساتھ اور اسی طرح غلام کے فصد اور حجامت میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جائے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جائے بکیفیت متقدمہ واللہ اعلم **وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس** لتلفہا بماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اس پر لازم ہو گا اس واسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصفا نصف ہو گا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً نشتر لگایا جائے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہو گیا تو یہ غیر ماذون ہے پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہو گیا اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ **فلو قطع الختان الحشفۃ وبری المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ** لانہ لما بری کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کاللسان پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنے والے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع چنگا ہو گیا تو جراح پر پوری دیت یعنی خونبہا پورا واجب ہوا اس واسطے کہ جب وہ اچھا ہو گیا تو اس پر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند م عضو کامل ہے یعنی عضو مقصود ہے جس کا ثانی نہیں نفس میں تو اس کا بدل مقدر بدل نفس ہو گا جیسے قطع لسان میں ہے رازی نے کہا کہ یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو اکثر واجب ہوا اور ہلاکت میں اقل یعنی کذا فی الطحطاوی **وان مات فالواجب علیہ نصفہا** لحصول تلف النفس بفعلین احدہما ماذون فیہ وہو قطع الجلدۃ والآخر غیر ماذون فیہ وہو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختون مر گیا تو جراح پر نصف خونبہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلوں سے ایک فعل تو وہ ہے جس میں اذن تھا یعنی کھلڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جس میں اذن نہیں یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی نصف دیت لازم ہو گی ولو شرط علی الحجام ونحوہ العمل علی وجہ لا یسری لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عمادیۃ اور اگر حجام وغیرہ سے اس طرح کا عمل مشروط ہوا جو تلف کی طرف نہ پہنچا دے تو یہ شرط صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ بات اس کے اختیار اور قابو میں نہیں مگر جب کہ فعل غیر معتاد کرے گا تو تاوان دے گا کذا فی العمادیۃ وفیہا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطا اور عمادیہ میں ہے کہ صاحب محیط سے اس فصاد کا حکم پوچھا گیا

سلہ بدون فتح، ای تبرا و تو۔ العظیم دعو کالجب ان الطول منزداد مع کذا فی المصباح والقاموس ۱۲ منہ

جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اس نے فصد معتاد کھولی پھر اس کے سبب سے وہ مرگیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خونبہا اور غلام کی قیمت فصاد کی حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اس واسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہے یعنی اس واسطے کہ اس نے قتل کا قصد نہیں کیا لبسبب عدم مجاوزت فعل معتاد کے وسئل عمن فصد نائما وترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اس فصاد کے حکم کا سوال ہوا جس نے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اس کو چھوڑا بلا بندش زخم یہاں تک کہ وہ مرگیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے یعنی اس واسطے کہ پھاڑنے والی چیز سے اس کو قتل کیا **والثانی وہو الاجیر الخاص** ویسمی اجیر وحد[1] اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اس کو اجیر وحد بھی کہتے ہیں یعنی ایک شخص کا اجیر **وہو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص** اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ م مقدسی نے کہا کہ اگر چند شریکوں نے اپنی مشترک مجموع بکریاں چرانے کے واسطے ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریاں نہ چراوے تو وہ بھی اجیر خاص ہے اور اسی طرح بزازیہ اور محیط میں ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اس واسطے لگائی تا وہ اجیر نکل جائے جو ایک مستاجر کا کام کرے بلا توقیت چنانچہ خیاط جب کہ ایک شخص کا کپڑا سیے اور سینے کی مدت ذکر ہوا اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہوگیا ایک شخص کا کام کرے مدت مقرر کرکے اور مستاجر نے اس سے یہ شرط نہ کی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نہ کرنا کذانی الطحاوی **ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ** جوہرۃ **وان لم یعمل کمن استوجر شہرا للخدمۃ او شہرا لرعی الغنم المسمی** باجر مسمی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت میں حاضر ہونے سے کذانی الجوہرۃ اگرچہ بعد حاضر ہونے کے کام نہ کرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کے واسطے یا ایک مہینہ معین بکریاں چرانے کے واسطے معین درماہہ پر م خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اس کی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتاد کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سوئیں عشاء کے بعد کذانی الطحاوی بخلاف ما لو اخر المدۃ بان استاجر لرعی شہرا حیث یکون مشترکا الا اذا شرط ان لایخدم غیرہ ولا یرعی لغیرہ فیکون خاصا وتحقیقہ فی الدرر برخلاف اس صورت کے کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اس طرح کہ اجیر کو اجارہ لے چرانے کے واسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جب کہ مستاجر یہ شرط کرے کہ اجیر کسی کی خدمت نہ کرے سوائے اس کے اور کسی کی بکریاں نہ چرادے سوائے اس کے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہرے گا اور تحقیق اس کی درر میں ہے م درر میں یوں مذکور ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اس وقت اجیر خاص ہوتا ہے جب کہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول مذکور ہو اور بھید اس کا یہ ہے کہ جب مدت پر اول کلام واقع ہوا تو منافع اس کے مستاجر کے واسطے اس مدت میں مخصوص ہوگئے اور غیر کے واسطے منافع کا ہونا ممتنع ہوگیا اور بعد اس کے ذکر خدمت یا چرانے کا احتمال رکھتا ہے کہ عقد عمل کے واسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اس کا بیان نوع مدت خاص میں منظور ہو اس واسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہیں تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہیں ہو سکتا تو وہ اجیر خاص باقی رہے گا جب تک اس کے خلاف کی تنصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہ ہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہرے گا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کرے گا تو تب اجیر مشترک ہوگا بدلیل اور انتہی مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو غیر کے واسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام کرے گا تو اس کی اجرت سے بقدر اور اس کے عمل کے کم کر ڈالا جائے کذانی فتاوی النوازل **وان ہلک فی المدۃ نصف الغنم او اکثر** من نصفہ **فلہ الاجرۃ کاملۃ** ما دام یرعی منہا شیئا لان المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرۃ وظاہر التعلیل بقاء الاجرۃ لو ہلک کلہا وبہ صرح فی العمادیۃ اور مدت اجارہ میں آدھی یا زیادہ بھیڑ بکریاں ہلاک ہوگئیں تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جب تک کہ بعض کو ان میں سے چرادے اس واسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذانی الجوہرۃ اور ظاہر تعلیل سے ہے کہ پوری اجرت باقی ہے اگر سب بکریاں ہلاک ہو جائیں اور اسی کی تصریح کی ہے عمادیہ میں م یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا نہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہے تو یہ قول جوہرہ کی تقیید ہلاک بعض پر مقدم ہے **ولا یضمن ما ہلک فی یدہ او بعملہ**

[1] قولہ اجیر وحد قال فی المغرب اجیر الوحد علی الاضافۃ خلاف الاجیر المشترک فیہ من الوحد بمعنی الوحید ومعناہ اجیر المستاجر الواحد وفی معناہ الاجیر الخاص ولو حرک لجاء صحیح لانہ یقال رجل وحد ای منفرد ۱۲ منہ

Marfat.com

کتخریق الثوب من دقہ الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان اس کا نہ دے جو اس کے ہاتھ میں یا اس کے عمل سے تلف ہو گیا جیسے پھٹنا کپڑے کا اس کے کوٹنے سے مگر جب کہ وہ قصداً بگاڑے تو تاوان دے امانت دار کے مانند و رصورت تعمد فساد ہم عدم تاوان اس وقت ہے جب کہ عمل معتاد ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اس کی کھوپری پھوٹ جائے یا پاؤں ٹوٹ جائے تو تاوان دے گا اس واسطے کہ ضرب چرانے کی عقد میں داخل نہیں اور چرانا تو للکارنے اور ضرب خفیف سے بھی ہو سکتا ہے ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ **فلا ضمان علی ظئر فی صبی ضاع فی یدہا او سرق ما علیہ** من الحلی لکونہا اجیر وحدہ پھر مصنف نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو تاوان نہیں دایہ پر اس لڑکے میں جو اس کے پاس ضائع ہو گیا یا جو زیور اس پر تھا وہ چوری ہو گیا اس واسطے کہ دایہ اجیر خاص ہے ہم اجیر خاص اس وقت ہے جب کہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکے کو لے گئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس السوق وحافظ الخان اور اسی طرح تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور مسافر خانہ کی محافظت کرنے والے پر ہم چوکیدار اور محافظ فقیہ ابوجعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے اور صاحب مجیط کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن ذخیرہ میں ہے کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی عن البرجندی **وصح ترديد الاجر بالترديد فی العمل** کان خطہ[1] فارسیا فبدرہم او رومیا فبدرہمین اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلاً بطور فارسیوں کے سیے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کے طرز پر سیے گا تو دو درم اجرت ہیں ہم تردید اس واسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسموں کو ذکر کیا اور ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کر دی تو جہالت باقی نہ رہی **وزمانہ فی الاول** کذا بخط المصنف ملحقا ولم یشرحہ ویستفیض اور زمان عمل کی تردید صحیح ہے اول میں اسی طرح ہے مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی منح الغفار میں شرح نہیں کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہو گا یعنی قولہ والحمل کی شرح میں ہم یعنی قولہ وزمانہ فی الاول منح الغفار میں داخل نہیں لیکن نسخہ متن میں داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناہ یجوز فی الیوم الاول دون الثانی کان خطہ الیوم فبدرہم او غدا فبنصفہ ہمارے استاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے پہلے دن میں نہ دوسرے دن میں چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبا سی تو ایک درم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف درم مزدوری ہے **ومکانہ** کان سکنت ہذہ فبدرہم او ہذہ فبدرہمین اور مکان عمل میں تردید صحیح ہے چنانچہ موجر کا مستاجر سے یوں کہنا کہ اگر اس گھر میں تو رہے گا تو ایک درم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر میں رہے گا تو دو درم کرایہ ہے **والعامل** کان سکنت عطارا فبدرہم او حدادا فبدرہمین اور تردید صحیح ہے عمل کرنے والے میں چنانچہ موجر کا یوں کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر میں عطار کو رکھے گا تو ایک درم کرایہ ہے یا لوہار کو رکھے گا تو دو درم کرایہ ہے **والمسافة** کان ذہبت للکوفة فبدرہم او للبصرة فبدرہمین اور تردید صحیح ہے مسافت میں چنانچہ مستاجر کا یوں کہنا اجیر سے کہ اگر تو کوفہ تک گیا تو ایک درم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درم اجرت ہے **والحمل** کان حملت شعیرا فبدرہم او برا فبدرہمین اور بوجھ لادنے میں تردید صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا حمال سے کہ اگر تو جو لادے گا تو ایک درم اجرت ہے یا گیہوں لادے گا تو دو درم وکذا لو خیرہ بین ثلثة اشیاء اور اسی طرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان اور مکان عمل اور عامل اور مسافت اور حمل میں اگر اس کو اختیار دے تین چیزوں میں ولو بین اربعة لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزیں میں اختیار دے تردید سے تو جائز نہیں جیسے بیع میں چار چیز کی تخییر صحیح نہیں ویجب اجر ما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول ما سمی وفی الغد اجر المثل لایزاد علی درہم ولو خاطہ لبعد غد لایزاد علی نصف درہم وفیہ خلافہما اور تردیدات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جائے گی اس کی اجرت واجب ہو گی سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی دوخت میں اجر مسمی واجب ہو گا اور دوسرے دن کی دوخت میں وہ اجرت مثل جو درم سے زیادہ نہ ہو واجب ہو گی اور اگر قبا کو پرسوں سیے گا تو اس کی اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ ہو گی اور تخییر زمانی میں صاحبین کا خلاف ہے ہم صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی میں دونوں شرطیں صحیح ہیں تو مثال مذکور میں اول دن کی دوخت میں ایک درم اور دوسرے دن کی دوخت میں نصف درم واجب ہو گا اور زفر کے نزدیک دونوں شرطیں صحیح نہیں اور

[1] اصل خطتہ بصیغة المخاطب الماضی فادخت التاء فی الطاء وقصار خطہ ۱۲

اقوال ثلثہ کے دلائل زیلعی میں مذکور ہیں بنی المستاجر تنوراً او دکانا عبارۃ الدرر او کانونا فی الدار المستاجرۃ واحترق بعض بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن رب الدار ام لا اجارہ کے گھر میں مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایوں کے بعضے مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر ہر طرح تاوان نہیں خواہ اس نے صاحب خانہ کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت میں کانون یا بھٹی بجائے دکان مذکور ہے م کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان لیکن اگر دکان سے لوہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجئے تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ او ایقاد نار لا یوقد مثلہا فی التنور والکانون مستاجر مذکور پر تاوان نہیں مگر یہ کہ جس طرح لوگ تنور بناتے ہیں اور رکھتے ہیں ان سے مستاجر زیادتی کرے اس کی وضع میں اور آگ جلانے میں کہ ویسی آگ نہ جلائی جاتی ہو تنور اور بھٹی میں تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا راع ند من قطیعتہ شاۃ فخاف علی الباقی الہلاک ان تبعہا لانہ انما ترک الحفظ لعذر فلا یضمن کدفع الودیعۃ حال الغرق مثلا گدھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہو گیا اگر مستاجر جانے یعنی بظن غالب کہ اس کو نہ پاوے گا تلاش کرنے کے بعد تو اس پر تاوان نہیں اسی طرح وہ چرانے والا جس کی ریوڑ سے مثلاً دنبہ نکل بھاگا سو چرانے والا ڈرا کہ اگر اس کا پیچھا کرے گا تو باقی جانور تلف ہو جاویں گے تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت م یعنی ہر چند مودع پر حفاظت ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہیں وقالا ان کان الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین نے کہا کہ اگر چرانے والا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولو خلط الغنم ان امکنہ التمییز لا یضمن القول لہ فی تعیین الدواب انہا لفلان اور اگر چرانے والے نے لوگوں کی بھیڑ بکریاں ملا ڈالیں اگر اس کو جدا کر دینا ان کا ممکن ہو تو اس پر تاوان نہیں اور جانوروں کے معین کر دینے میں اسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط والقول لہ فی قدر القیمۃ عمادیہ اور اگر اس کو جدا کر دینا ممکن نہ ہو تو تاوان دے اس قیمت کا جو ملانے کے دن میں اس جانور کی قیمت ہو اور مقدار قیمت میں چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیۃ ولیس للراعی ان ینزی علی شیء منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن وان نزی بلا فعلہ فلا ضمان جوہرۃ اور چرانے والے کو جائز نہیں چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کرے گا اور جانور تلف ہوگا تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ پر بلا فعل راعی کے تو اس پر ضمان نہیں کذا فی الجوہرۃ یعنی اس واسطے کہ اس کی مراعات راعی کو ممکن نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یسافر بعبد استاجرہ للخدمۃ لمشقتہ اور مستاجر سفر میں نہ لے جائے اس غلام کو جس کو اس نے خدمت کے واسطے چاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے الا بشرط لان الشرط املک[1] لم لک مگر سفر میں لے جانے کی شرط سے البتہ ساتھ لے جانا درست ہے اس واسطے کہ شرط بڑی مضرت یا منفعت کے واسطے زیادہ تر مملوکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشروع کے پورا کرنے میں آدمی کو چارہ نہیں نفع ہو اس میں یا نقصان وکذا العرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسی طرح اگر مستاجر کا سفر میں جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر میں لے جانا درست ہے اس واسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے م معلوم ہونے کی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ برخلاف اس غلام کے جس کی خدمت کرنے کی مولی نے موصی لہ کے واسطے وصیت کی ہو تو اس کو غلام کا سفر میں لے جانا درست ہے ہر طرح خواہ سفر میں لے جانے کی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اس واسطے کہ اس کا خرچ موصی لہ پر ہے یعنی بخلاف غلام اجیر کہ اس کا خرچ مولی پر ہے نہ مستاجر پر ولو سافر المستاجر بہ فہلک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ولا اجر علیہ وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان وعند الشافعی اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر میں لے گیا پھر غلام مر گیا تو اس کی قیمت کا تاوان اس پر لازم ہوگا اس واسطے کہ مستاجر بلا شرط لے جانے سے غاصب ہو گیا اور اس پر اجرت واجب نہ ہوگی باوجود تسلیم اس واسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور امام شافعی کے

[1] قولہ املک ای اشد ملکا وادخل فی الالتباع وہو افعل تفضیل من المبنی للفاعل والمفعول ای اشد مالکیۃ او مملوکیۃ بالنظر لمن اشترط ولمن اشترط علیہ طحطاوی ۱۲ منہ

Marfat.com

نزدیک اس کے واسطے اجرت مثل ہے ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ بعد ما بعد الفراغ صحیۃ استحسانا اور مستاجر غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اس نے اس کو دی اس کے عمل کی اجرت سے اس واسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہو گیا بطور استحسان کے ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہے جس نے بلا اذن مولی اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب عبد ما اکل الغاصب من اجرۃ الذی اجر العبد نفسہ بعدم تقومہ عند ابی حنیفۃ اور تاوان نہ دے گا اور غاصب غلام کا جس نے اس غلام مغصوب کی اجرت کھائی جس نے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کر بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہے مال محرز متقوم کے اتلاف سے اور یہ مال محرز نہیں اس واسطے کہ غاصب نہ مولی ہے غلام کا اور نہ اس کا نائب اور غلام اپنے اختیار میں نہیں بلکہ وہ غاصب کے تصرف میں ہے تو وہ مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہے اس واسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا لو اجرہ الغاصب لان الاجر لہ لا لمالکہ چنانچہ غاصب پر تاوان نہیں باتفاق حنفیہ وائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اس واسطے کہ اب اجرت غاصب کی ہو گی نہ غلام کے مالک کی ہم اجر مسمی غاصب دے گا اور غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہو گی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد قبضہا لو آجر نفسہ الا لو آجرہ المولی الا بوکالۃ لانہ العاقد عنایۃ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اس نے آپ اجارہ کیا ہو نہیں جائز ہے غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اس کا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اس واسطے کہ پہلی صورت میں عاقد غلام ہے اور دوسری میں عاقد مولی ہے کذا فی العنایۃ فلو وجدہا مولاہ قائمۃ فی یدہ اخذہا لبقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اس کو لے لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہر چند وہ مال متقوم نہیں لیکن مالک کی ملک اس میں ہنوز باقی ہے لہذا اس کو مالک لے گا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شہرین شہرا بخمسۃ صح علی الترتیب المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ ولعکسہ خمسۃ دو مہینے کو اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے میں فقط عمل کرے گا تو چار درم پاوے گا اور دوسرے مہینے میں پانچ درم اختلفا الاجیر والمستاجر فی اباق العبد او مرضہ او جری ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول من شہد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اس کی بیماری میں یا پن چکی کے پانی جاری ہونے میں تو حال حکم اور پنچ فیصلہ کرنے والا ہو گا یعنی قول اسی کا معتبر ہو گا جس کے قول کا شاہد ظاہر حال ہو گا اس کی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیہ ثمر واختلفا فی بیعہ ای الثمر معہا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جس طرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت بیچا جس میں پھل لگے ہیں اور بائع اور مشتری پھل کی بیع میں مختلف ہیں درخت کے ساتھ تو مقبول قول اس کا قول ہے جس کے ہاتھ اور قبض میں پھل ہو والاصل ان القول لمن شہد لہ الظاہر اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس شخص کا قول مقبول ہے جس کے واسطے ظاہر حال گواہی دے وفی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من الاجر بحسابہ ولو عاد عادت اور خلاصہ میں ہے کہ پن چکی کا پانی بند ہو گیا تو اس کے حساب کے موافق اجرت ساقط ہو گی اور اگر پانی پھر جاری ہو گا تو اجارہ پھر آوے گا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر ولو فی نفسہ حکم الحال اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع میں تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر خود پانی میں اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کرے گا فالقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والحمرۃ والصفرۃ وکذا فی الاجر وعدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا میں اور سرخی اور زردی میں اور اسی طرح اجرت اور عدم اجرت میں ہم یعنی مالک تو کہتا ہو کہ میں نے قمیص سلایا تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہو گا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو میں نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہو گا اور اسی طرح اجرت اور عدم اجرت میں مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان الصانع معاملہ فلہ الاجر والا فلا اور ابو یوسف نے کہا اگر کاریگر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اس کی مزدوری

Marfat.com

ہوگی اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مفت اس کو سی دیتا ہو تو اجرت نہیں **وقیل** ای وقال محمد ان کان الصانع معروفا بہذہ الصنعۃ بالاجر
قیام حالہ بہا ای بہذہ الصنعۃ کان القول قولہ بشہادۃ الظاہر والافلا وبہ یفتی زیلعی اور بعضوں نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے
مشہور ہو اجرت لینے میں اور اس کا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا قول نہیں
بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی وہذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ اختلاف
کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے بعد مثلاً اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونوں قسمیں کھائیں کذا فی الاختیار **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
الاجیر فی کل الصنائع یضاف لاستاذہ فما اتلفہ یضمنہ الاستاذ اختیار سب پیشوں میں مزدور کا کام اس کے استاد کاریگر کی طرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو
تلف کرے گا تو اس کا تاوان استاد دوکاندار دے گا کذا فی الاختیار یعنی مالم یتعد فیضمنہ ہو عمادیہ یعنی استاد اس وقت تاوان دے جب تک مزدور کی طرف
یادتی اور قصور نہ ہوا ہو اور درصورت قصور مزدور ہی تاوان دے گا کذا فی العمادیہ م استاد یعنی صاحب دکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہے لہذا اس
ن ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دکاندار کا لہذا اس پر تاوان نہیں مگر درصورت قصور وفی الاشباہ ادعی نازل الخان وداخل الحمام وساکن الدار المعد للاستغلال
ب لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی بہ قنیہ اور اشباہ میں ہے کہ سرائے کے اترنے والے اور حمام کے داخل ہونے والے اور
ان کرایہ کے واسطے بنا اس کے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی میں بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہوں مجھ پر کرایہ واجب نہیں بواسطہ عدم
تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور کرایہ واجب ہے میں کہتا ہوں اسی طرح مال یتیم کا حکم ہے یعنی دعوی غصب سے اس کی بھی اجرت ساقط نہیں بقول
ی بہ قنیہ وفیہا الاجرۃ للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرہا للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ قلت وہو ما اعتمدہ
والجیہ اور اشباہ میں ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنابر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کے واسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے
ت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی میں کہتا ہوں اور اسی قول کو معتمد کہا ہے والوالجیہ میں م یہ قول
یہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ اس میں خراج اور اجرت میں فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہیں ہوتا ہے یہی قول معتمد ہے انتہی اور
ملک ما بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ محیط میں ہے کہ فتوی اس پر ہے کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے
اتی مدت باقی نہ رہے جس میں اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اس سے کمتر تو اجرت
جب ہوگی اور یہی حکم ہے منع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط شئی حیث قال اصاب الزرع آفۃ فہلک او غرق ولم ینبت لزم الاجر لانہ
در ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوی قاضی خاں میں عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ
ہوگئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہے اس واسطے کہ مستاجر اس کو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہی م یہ قول
کے قول مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم ؀

باب فسخ الاجارۃ

یہ باب ہے فسخ اجارہ کے احکام میں **تفسخ بالقضاء** او الرضی **بخیار شرط ورؤیۃ** کالبیع خلافا للشافعی اجارہ فسخ کیا
جاتا ہے حاکم کے حکم یا رضائے عاقدین سے بسبب خیار شرط اور خیار رویت کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی م یعنی چونکہ اجارہ
بیع ہے فقط منافع سے لہذا اس میں بیع کے مانند خیار شرط سے تین دن تک فسخ عقد میں اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اس کے فسخ کر
نے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ میں خیار شرط صحیح نہیں اور نہ بے دیکھے چیز کا اجارہ درست ہے **وبخیار عیب حاصل** قبل العقد او بعدہ
بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب کے خیار العیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پیچھے یا قبض کے پہلے

Marfat.com

یفوت النفع بہ مثلاً عیب **کخراب الدار وانقطاع ماء الرحی** اور **انقطاع ماء الارض** حصول اس عیب سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے جس کے سبب سے
منفعت فوت ہو جائے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہو نا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی
صفت ہے وکذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیۃ ای وان لم تنفسخ علی الاصح کما مر اور اسی طرح اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع
ہو گیا تو اجرت نہیں کذا فی الخانیۃ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنابر قول اصح اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا ہے خلاصہ یہ
اس باب سے پہلے م خیار شرط اور خیار رویت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ ان سے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہے اور یہی
قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہے ولہذا مصنف نے تفسخ کہا ہے نہ تنفسخ وفی الجوہرۃ لو جاء من الماء ما یزرع بعضہا فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلہا او
دونع بحساب ما روی منہا اور جوہرہ میں ہے کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ
کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہاں پانی نہیں پہنچا اور جس قدر زمین سیراب ہوئی ہو اس کے حساب کے موافق اجرت دے وفی الولوالجیۃ لو استاجر بالغیر شرب
فانقطع ماء الزرع علی وجہ لا یرجی فلہ الخیار وان انقطع قلیلا قلیلا ویرجی منہ السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ میں ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اس میں
کی آبپاشی کی نوبت اجارہ میں نہ داخل کی پھر کھیت کا پانی اس طرح پر منقطع ہو گیا کہ اس کی امید باقی نہ رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ میں اختیار ہے اور اگر تھوڑا
تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اس قدر سے سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے وفی لسان الحکام استاجر حماما فی قریۃ فنفر وا وقد حلوا سقط الاجر عنہ وان نفر بعض
الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام میں ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گاؤں میں سو آدمی وہاں کے رہنے سے ڈرے اور کوچ کر گئے تو مستاجر پر سے اجرت
ساقط ہو گئی اور اگر گاؤں کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہو گی **او یخل** عطف علی یفوت بہ ای بالنفع بحیث ینتفع بہ فی الجملۃ **کمرض العبد و**
الدابۃ ای قرحہا وسقوط حائط دار اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب سے جو منفعت میں خلل ڈالتا ہے اس طرح پر کہ اس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل
ہو سکتی ہے چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی یعنی اس میں زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا وفی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع
بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ لزمہ حصتہ اور تبیین میں ہے اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پن چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے
کے سوا اور نفع اس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اس کے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے پھر جب وہاں
بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کرے گا تو اجرت بقدر اس کے حصہ کے اس پر لازم ہو گی **فان لم یخل العیب بہ او ازالہ الموجر او انتفع**
سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا خلل انداز نہ ہو یا موجر اس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اس کا
فسخ ساقط ہو گا بسبب زائل ہو جانے سبب فسخ کے م عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اس کے بال جھڑ جانے اور ازالہ عیب کی یہ صورت ہے کہ دیوار
کو موجر جلد تیار کر دے **وعمارۃ الدار المستاجرۃ وتطیینہا واصلاح المیزاب وما کان من البناء علی رب الدار** وکذا کل ما یخل بالسکنی اور اجارہ
کے گھر کی مرمت اور اس کو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسی طرح جو چیز سکونت میں خلل انداز ہو وہ صاحب
خانہ کے ذمہ پر ہے م تطیین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہے جس کا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابوں میں چھت کی مٹی لیسنی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی **فان ابی صاحبہا**
ان یفعل **کان للمستاجر ان یخرج منہا الا ان یکون المستاجر استاجرہا وہی کذلک وقد راٰہا** لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار
کرے نہ بنا دے تو مستاجر کو اس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو تو اب نکل جانا جائز نہیں بسبب راضی ہو جانے مستاجر
کے عیب پر **واصلاح ماء البیر والبالوعۃ والمخرج علی صاحب الدار** لکن لا جبر علیہ لانہ لا یجبر علی اصلاح ملکہ **فان فعلہ المستاجر فہو متبرع** ولہ ان
یخرج ان ابی ربہا خانیۃ ای الا اذا راٰہا کما مر اور کنوئیں کے پانی اور نجس پانی کے چہ بچے اور بدرو کی اصلاح اور درستی گھر کی مالک کے ذمہ پر ہے لیکن اس

زبردستی نہیں اس واسطے کہ مالک پر مملوک کو درست کرنے کو زبردستی نہیں کی جاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنالیا تو وہ محسن بلاعوض ہے اور مستاجر کو اس گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اس کا مالک امور مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذافی الخانیۃ یعنی مگر اس صورت میں نکلنا درست نہیں جب کہ اس نے درست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وفی الجوہرۃ ولہ ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ میں ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم حاکم ولو استاجر دارین فسقطت اوتعیبت احدٰہما فلہ ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدۃ اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اس کو دونوں کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونوں پر ساتھ ہی یکبارگی عقد کیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہوا ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہیں چھوڑ سکتا قلت وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للبنایۃ ان العذر ظاہرا ینفرد وان مشتبہا لاینفرد وہو الاصح میں کہتا ہوں اور حاشیہ اشباہ میں بنایہ سے منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہیں کر سکتا اور یہی قول اصح ہے م اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ میں متفرد ہے یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اس میں روایات مختلف ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو متفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو متفرد نہیں کذا فی فتاوی قاضی خاں **ولعذر** عطف علی بخیار شرط **لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد کما فی سکون ضرس استوجر لقلعۃ وموت عرس او اختلاعہا استوجر** طباخ **لطبخ ولیمتہا** اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنی اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جس کا استحقاق عقد سے ثابت نہیں چنانچہ اس ڈاڑھ کے درد کا ساکن ہو جانا جس کے اکھاڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اور اس زوجہ کا مر جانا یا اس کا خلع کرنا جس کی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے باورچی کو اجیر کیا م یعنی جب درد ٹھہر گیا تو ڈاڑھ اکھاڑنے میں صریحا مستاجر کا ضرر ہے اسی طرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے میں سراسر مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ ولعذر خیار شرط پر عطف ہے کنز میں مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے میں مگر بہ تحمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہیں **ولعذر لزوم دین** سواء کان ثابتا **بالعیان** من الناس **او بیان** ای بینۃ **او اقرار** والحال انہ **لا مال لہ غیرہ** ای غیر المستاجر لانہ یحبس بہ فیتضرر الا اذا کانت الاجرۃ والمعجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگوں کی دانست سے یا گواہوں کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ اس کا کچھ مال نہیں ہے اجارہ والی چیز کے سوا اس واسطے کہ اگر وہ چیز ادائے دین کے واسطے نہ بیچی جائے اجارہ کے سبب سے بعد محبوس ہو گا تو اس کو ضرر پہنچے گا مگر جب کہ پیشگی دی ہوئی اجرت اس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہو گا کذافی الاشباہ م یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے اسی قدر اجرت موجر کی پیشگی دی ہو تو انقضائے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اس وقت اجارہ فسخ ہو گا جب کہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے **ولعذر افلاس مستاجر دکان لیتجر** اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس کرایہ دار کے مفلس ہو جانے سے جس نے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اس واسطے کہ افلاس میں تجارت ممکن نہیں **ولعذر افلاس خیاط یعمل بمالہ** لا بابرتہ **استاجر عبدا یخیط فترک عملہ** اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہیں کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کر کے اس طرح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو غلام نے اس خیاط کا کام چھوڑ دیا اس کے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اس کا افلاس فسخ اجارہ میں عذر نہیں ہے **ولعذر بدا**[1] **لمکتری دابۃ من سفر** اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے م اگر جانور اجارہ لیا بغداد تک پھر اس کو سفر کرنا بہتر معلوم نہ ہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہو گیا یا سفر سے عاجز ہو گیا تو یہ عذر ہے فسخ اجارہ کا کذافی قاضیخاں

[1] بالمد الظہر رجوع القلب من امرالی اخر ۱۲ ۔

ولو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجران استویا صعوبۃ وسہولۃ والا فبقدرہ شرح وہبانیۃ وخانیۃ اور اگر نصف راہ میں دل ہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو نصف
کرایہ ملے گا اگر راہ کے دونوں نصف سختی اور آسانی میں برابر ہوں اور اگر برابر نہ ہوں تو بقدر اس کی زیادتی یا کمی کے ملے گا کذا فی شرح الوہبانیۃ والخانیۃ بخلا
بدا المکاری فانہ لیس بعذر اذ یمکنہ ارسال اجیرہ برخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہیں ہے اس واسطے کہ مکاری یعنی جانور
مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے وفی الملتقی ولو مرض فعذر فی روایۃ الکرخی ودون روایۃ الاصل قلت وبالاولی یفتی اور ملتقی میں ہے ا
مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت میں نہ مبسوط کی روایت میں میں کہتا ہوں اور پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوی ہے ثم قال ولو استا
دکانا لعمل الخیاطۃ فترکہ لعمل آخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی درزی کے عمل کے واسطے پھر اس نے درزی کو چھوڑا دوسرے عمل
سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہے م یہ قول تفصیل فتاوی کبری کے مخالف ہے فتاوی عالمگیری میں کبری سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے
دکان میں مستعد ہوا تو اس کو نقض اجارہ درست نہیں اور نہیں تو نقض جائز ہے انتہی اور اسی کو شارح بعد اس کے ولوالجیہ سے نقل
گا وکذا لو استاجر عقارا ثم اراد السفر انتہی اور اسی طرح کا عذر ہے اگر زمین کو اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہی ما فی الملتقی وفی القہستانی سفر مستاجر دار للسکنی
وعدم سفر موجرہا اور قہستانی میں ہے سفر کرنا اس مستاجر کا جس نے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہے نہ اس کے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر
اجارہ کا عذر نہیں ولو اختلفا فالقول للمستاجر فیحلف بانہ عزم علی السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر میں اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے
یوں قسم کھائے کہ اس نے سفر کا ارادہ کیا ہے وفی الولوالجیۃ تحول عن صنعۃ الی غیرہا فعذر وان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاہا فیہ اور ولوالجیہ میں ہے پھر نا مستاجر
پیشہ سے دوسرے پیشہ کی طرف عذر ہے فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہ ہو گیا ہو جب کہ اس کو اس پیشہ کا کرنا دکان میں ممکن نہ ہو یعنی اگر ممکن ہوگا تو
نہیں وفی الاشباہ لا یلزم المکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام انما یجب الاجر بتخلیتہا اور اشباہ میں ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہیں اور
غلام کا اور اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے وبخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبد لیخیط لیعمل متعلق بترک فی الصرف لامکان الجمع برخلاف اس
کے جس نے غلام کو مزدوری لگایا درزی کے واسطے پھر درزی ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ عذر نہیں فسخ کا اس واسطے کہ جمع بین العملین ممکن ہے
دونوں کام ہو سکتے ہیں اس طرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی ہو م طحاوی نے کہا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب ٹیک
ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یوں کہتا وبخلاف خیاط استاجر عبدا لیخیاطۃ فترکہ لیعمل فی الصرف تو واضح تر ہوتا وبخلاف بیع ما آجرہ فانہ ایضا لیس بعذ
لحوق دین کا مر ولیوقف بیعہ الی انقضاء مدتہا ہو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ تامل فی شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیع ڈالنے موجر کے اس چیز کو جس کو اس نے اجارہ د
بھی عذر فسخ نہیں بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اس کی موقوف رہے گی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر
جواز بیع کا حکم دے گا تو نافذ ہوگا اور پورا اس کا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وفیہ معزیا للخانیۃ لو باع الآجر المستاجر فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ہوا الصحیح
باع الراہن للمرتہن فسخہ اور شرح وہبانیہ میں ہے خانیہ سے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اس کی بیع کو فسخ کرے تو وہ اس پر قادر نہیں
اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اس کی بیع فسخ کرے م لیکن حاویہ میں فتاوی صغری سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق میں نا
راہن اور مرتہن اس کو فسخ نہیں کر سکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ
عقدہا لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اس کو جنون مطبق[1] ہو جانے سے موت سے و
فسخ ہو جاتا ہے جس کو اپنی خاص ذات کے واسطے عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فتبقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصلح فیو

[1] جنون مطبق بضم میم وکسر بائے موحدہ اس جنون کو کہتے ہیں جس میں کسی وقت ہوش نہ ہو ۱۲

ولو ابناه او بيعها بالقيمة ويدفع له اجرة الاياب ان برهن على دفعها وتقبل البينة هنا بلا خصم لانه يريد الاخذ من ثمن ما في يده اشباه احد العاقدين کی موت سے اجارہ
فسخ ہوتا لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہیں ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا جنگل کی راہ میں اور حالانکہ راہ میں کوئی حاکم نہیں تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ
باقی رکھا جائے گا پھر یہ مقدمہ وہاں کے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اس طرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ امانت
دار ہو جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت دے اگر مستاجر کئے جانے کی اجرت دینے کو گواہوں سے ثابت کر دے اور اس مقام
میں بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہوں گے اس واسطے کہ مدعی اس چیز کے ثمن سے لینا چاہتا ہے جو اس کے قبضہ میں ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ
استاجر دارا او حماما او ارضا شهرا فسكن شهرين هل يلزمه اجر الشهر الثاني ان معدا للاستغلال نعم والا لا به يفتى اور خانیہ میں ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ
لی پھر مستاجر نے اس میں دو مہینے سکونت کی اس پر دو مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو
تو ہاں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہیں ہے تو اجرت لازم نہیں اسی قول کا فتویٰ ہے قلت وكذا الوقف ومال اليتيم
وكذا لو تقاضاه المالك وطالبه بالاجر بسكناه بعده میں کہتا ہوں اسی طرح مکان وقف اور مال یتیم میں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسی طرح
اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی میں تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اس پر اجرت لازم ہوگی اس کی سکونت کرنے سے
بعد اس تقاضے کے ولو سكن المستاجر بعد موت الموجر هل يلزمه اجر ذلك قيل نعم لمضيه على الاجارة وقيل هو كالمسئلة الاولى اور اگر مستاجر ساکن رہا
بعد موت موجر کے کیا اس کو اس کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں بعضوں نے کہا ہاں اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور
بعضوں نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین کے مانند ہے م یعنی اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی میں تقاضا
اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہیں تو لازم نہیں وينبغي ان لا يظهر الانفساخ هنا مالم يطالبه الوارث بالتفريغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانه
فصل مجتهد فيه هل يلزم المسمى او اجر المثل ظاهر القنية الثاني وتمامه في شرح الوهبانية اور رائق لقواعد فقہ یہ ہے کہ یہاں اجارہ فسخ ہو جانا ظاہر نہ ہو جب
کہ وارث موجر کا مکان خالی کر دینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہو اس واسطے کہ یہ مسئلہ
مجتہد فیہ ہے اور کیا اجرت معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے
وفي المنية مات احدهما والزرع بقل لبقي العقد بالمسمى حتى يدرك وبعد المدة باجر المثل اور منیہ میں ہے کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہے یعنی
ہنوز کھیت خام ہے تو عقد اجارہ باقی رہے گا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضائے مدت کے اجرت مثل پر باقی رہے گا وفي جامع الفصولين
لو رضي الوارث وهو كبير ببقاء الاجارة ورضي به المستاجر جاز انتهى اي فيجعل الرضى بالبقاء انشاء عقد اي لجوازها بالتعاطي فتامله اور جامع الفصولین میں ہے
اور اگر موجر کا وارث بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہو اور مستاجر بھی اس پر راضی ہو تو جائز ہے انتهى ما في الفصولين یعنی تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد
قرار دی جائے گی یعنی جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اس کو تامل کر وفي حاشية الاشباه المستاجر والمرتهن والمشتري
احق بالعين من سائر الغرماء لو العقد صحيحا ولو فاسدا فاسوة للغرماء فليحفظ اور اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ تر حق دار ہیں عین
کے باقی دین والوں سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہیں اور دین والوں کے اس کو
یاد رکھنا چاہیے م یعنی اگر موجر مرگیا اور اس پر دیون ہیں تو اوروں سے مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اور اسی طرح مرتہن احق ہے اور اگر چیز خرید کی اور
ہنوز قبضہ میں نہیں آئی کہ بائع مرگیا اور اس پر دیون ہیں تو مشتری احق ہے یعنی اور مستاجر اپنا حق لے گا پھر اگرچہ زیادہ باقی رہے گا تو اور ارباب
دیون پا دیں گے فان عقد بالغيره لا تنفسخ كوكيل اي بالاجارة پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ

Marfat.com

نہ ہوگا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنی مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دے اور اس نے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہ ہوگا اس واسطے کہ اجارہ عاقد کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار اذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل بشراء الاعیان فیصیر مستاجراً لنفسہ ثم یصیر موجراً للموکل فھو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی شرح المجمع والبزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائے گا تو اجارہ باطل ہوگا اس واسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہرے گا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائے گا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہے ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ سے میں کہتا ہوں اور اسی کے مانند شرح مجمع اور بزازیہ اور عمادیہ میں ہے ثم قال المصنف قلت ہذا مستقیم علی ماذکرہ الکرخی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابوطاہر من انہ یثبت للموکل ابتداءً وبہ جزم فی الکنز وھو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا میں کہتا ہوں یہ یعنی مستاجر کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہے کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے اور وہ جو ابوطاہر نے یہ کہا ہے کہ ملک موکل کے واسطے ابتداء سے ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں اور یہی صحیح تر قول ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہیں واللہ اعلم انتہی قول المصنف قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ماذکرہ الکرخی ایضا لاتفاقہم علی عدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اس طرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جس کو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہاء کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادگی پر اس واسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر ھم فساد سے مراد فساد نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو اس کے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہ میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم **ووصی واب وجد وقاض ومتولی الوقف** لبقاء المستحق علیہ والمستحق حتی لو مات المعقود لہ بطلت درر اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جس کے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اس کی موت سے کذا فی الدرر مستحق علیہ سے مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جس کے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ معزیا للوہبانیۃ قال واطلاق المتون بخلافہ قلت وباطلاق المتون افتی قاری الہدایۃ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیۃ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق اس استثنا کے مخالف ہے میں کہتا ہوں اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا ہی مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین لما اذا آجر الواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور اسی واسطے اشباہ میں کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلوں میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ جب کہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد ہوگیا پھر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جب کہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کر دی ایک شخص معین پر پھر واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اس واسطے کہ

Marfat.com

ابتداء عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت میں وقف میراث ہو جائے گا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت المؤجر والمستاجر کذا رأیتہ فی عدۃ نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی قاری الھدایۃ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف میں موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہیں ہوجاتا اسی طرح میں نے دیکھا ہے فتاوی مذکور کے کئی نسخوں میں لیکن وہ مخالف ہے فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارۃ کے تو آگاہ رہیو مخالف فقط یہی ہے کہ اس میں لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لہ بمعروہ فتنبہ اور اسی فتاوی میں یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کے واسطے ہو خبردار رہنا شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف یعنی وہبانیہ کا قول جو اشباہ میں مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رد ہوگیا وفی الضیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا تبطل لانہ آجرہ لغیرہ انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض میں ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مرجائے تو استحسان میں اجارہ باطل نہیں ہوتا اس واسطے کہ اس نے غیروں کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مصرف موقوف علیہم میں نہ واقف اور اسی طرح بزازیہ میں ہے وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کے برابر ہے تو ان کے عزل سے اجارہ فسخ نہ ہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ او حصۃ المیت لو عقد بالنفسہ فقط وبقیت فی حصۃ الحی اور دو مستاجروں یا دو موجروں میں سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہوجاتا ہے فقط اس کے حصہ میں یعنی میت کے حصہ میں فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہے گا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ میں **فروع**

مسئلہ ملحقۃ شارح کا فی وقف الاشباہ تخلیۃ البعید باطلۃ فلو استاجر قریۃ وہو بالمصر لم تصح تخلیتہا علی الاصح فینبغی للمتولی ان یذہب للقریۃ مع المستاجر او غیرہ فیخلی بینہ وبینہا او یرسل وکیلہ او رسولہ احیاء لمال الوقف فلیحفظ قلت لکن نقل محشیہا ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن بیوع فتاوی قاری الھدایۃ انہ متی مضی مدۃ یتمکن من الذہاب الیہا والدخول فیہا کان قابضا والا فلا فتنبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ مکان بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض وتصرف میں کر دینا باطل ہے تو اگر گاؤں اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر میں ہے تو اس کا تخلیہ صحیح نہیں بنابر قول صحیح کے تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گاؤں میں جائے مستاجر کے ساتھ یعنی اس کے وکیل کے ساتھ پھر تخلیہ کر دے درمیان مستاجر اور درمیان گاؤں کے یعنی بلا مزاحمت احد نے اس کے تصرف میں کر دے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رساں کو اس کے ساتھ بھیجے مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جائے کہ اس میں مستاجر گاؤں کی طرف جانے اور اس کے داخل ہونے میں قادر ہو تو وہ گاؤں کا قابض ٹھہرے گا اور اگر اتنی مدت منقضی نہ ہو تو فقط مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہرے گا انتہی مافی زواہر الجواہر م ذخیرۃ الناظر میں ہے کہ اگر گاؤں اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اس کے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہے اور اقرار اس کا باطل ہے تاوقتیکہ اتنی مدت نہ گذرے جس میں وہاں جائے اور قبض کرے یا اس قدر مدت گذر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر اپنے وکیل یا رسول بھیجیں کذا فی الطحطاوی۔

مسائل شتّی یہ چند مسائل متفرقہ ہیں احرق حصائدہ ای بقایا اصول قصب محصود فی ارض مستاجرۃ او مستعارۃ جلائیں باقی جڑیں قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے مانند واقع ہیں م قصب یعنی بانس اور نرکل بطریق مثال کے ہے اس کی خصوصیت نہیں بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھوٹھیوں کے جلانے کا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی ومثلہ ارض بیت المال المعدۃ لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لہ حق الانتفاع فی نفس ما احرقہ فی مکانہ بنفس الوضع لا لکلفۃ الریح علی ما علیہ الفتوی قالہ شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے

Marfat.com

جو قافلوں اور بھاری اسباب کے اتارنے کے واسطے اور جانوروں کی چراگاہ اور کھلیانوں کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے میں کہتا ہوں اور خلاصہ یہ ہے
کہ اگر جلانے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین میں تو اس پر تاوان لازم ہوگا اس چیز کا جس کو آگ نے جلا دیا ایسی مکان میں بمجرد رکھنے آگ کے
نہ اس چیز کا تاوان جس کو ہوا نے جلایا آگ اڑا کر بنابر قول مفتی بہ ایسا کچھ کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے **فاحترق شئی من ارض غیرہ لم یضمن**
لانہ تسبب لا مباشرۃ اجارہ یا عاریت کی زمین میں کھیت کی ٹھونٹھیاں جلادیں تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہیں اس واسطے کہ
احتراق مذکور تسبب ہے احراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب **ان لم یضطرب الریاح فلو کانت مضطربۃ ضمن لانہ یعلم**
انہا لا تستقر فی ارضہ فیکون مباشرا عدم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوائیں زور سے نہ چلتی ہوں اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دے گا اس واسطے
کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اس کی زمین میں ٹھہری نہ رہے گی تو وہی شخص احتراق کا مباشر یعنی جلانے والا ٹھہرا۔ **وکذا کل موضع کان**
للواضع حق الوضع فیہ ای فی ذلک الموضع **لا یضمن علی کل حال اذا تلف بذلک** الموضوع شئی سواء تلف بہ وہو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ
اور اسی طرح جس موضع میں کہ رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہاں تاوان نہیں ہر حال میں جب کہ اس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جائے خواہ چیز تلف ہو
اس حال میں کہ شئے موضوع اپنے مکان میں ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد **بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع**
حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شئی وہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال لا بمزیل کوضع جمرۃ فی الطریق ثم ازالتہ فتدحرجت فاکثرت فیضمن کل جرۃ صاحبہ ان زال بمزیل
کریح وسیل لا یضمن الواضع ہذا ہو الاصل فی ہذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جب کہ رہنے والے کا اس مکان میں رکھنے کا
حق نہ ہو اس واسطے کہ رکھنے والا تاوان دے گا جب کہ کوئی چیز اس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شئے موضوع اپنے مکان میں ہے
اور اسی طرح تاوان لازم ہوگا شئے موضوع کے خود ٹل جانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھا راہ میں پھر دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا
وہیں رکھا پھر دونوں گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دے اور اگر شئے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے
ڈالنے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہیں یہی قاعدہ کلیہ ہے ان مسئلوں میں چنانچہ اس کی تحقیق خانیہ میں کی ہے ثم فرع
علیہ بقولہ **فلو وضع جمرۃ فی الطریق فاحترق بذلک شئی ضمن لتعدیہ بالوضع** پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری
رکھی راہ میں سو اس کے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دے گا بسبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے سے اس واسطے کہ راہ میں چلنے کا حق ہے نہ آگ
رکھنے کا **وکذا یضمن فی کل موضع لیس فی حق المرور** اور اسی طرح تاوان دے ہر ایک اس موضع میں جہاں چلنے کا حق ثابت نہیں ثم حق مرور غایۃ
میں مذکور نہیں اس میں حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے
کذا فی الطحطاوی **الا اذا ذہبت** بہ ای بالموضوع الریح فلا ضمان لنسخ فعلہ وکذا لو دحرجہ السیل الحجر **وبہ یفتی خانیہ** مگر جب کہ رکھی ہوئی چیز کو وہاں سے ہوا
اڑا لے جائے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ ہوا نے رکھنے والے کے فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے
کی طرف اور اسی طرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو رکھنے والے پر تاوان نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد
الحدید من الکیر فی دکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق واحرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا زیلعی اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دکان
میں پھر اس پر ہتھوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری نکل گئی اور اس نے کوئی چیز جلادی تو لوہار تاوان دے گا اور اگر اس پر ہتھوڑا نہیں مارا اور چنگاری
نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہیں کذا فی الزیلعی **سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدہا ضمن** لانہ مباشر لا متسبب
ایک شخص نے اپنی زمین اس قدر بکثرت سینچی کہ زمین اس کو نہ تھام سکی سو پانی ابل کر اس کے ہمسایہ کی زمین کی طرف بہا اور اس کو خراب کر دیا تو سینچنے

Marfat.com

پٹادان لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ مباشر ہے فساد کا نہ سبب انگیز اقعد خیاطا او صباغا فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام
اختلف کخیاطۃ قصارۃ صح استحسانا لانہ شرکۃ الصنائع فہذا بوجاہتہ یقبل وہذا بحذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا
رنگنے کا کام لے کر دے نصفا نصف اجرت پر خواہ دونوں کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونوں خیاط ہوں یا دونوں رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط و دھوبی کے
ساتھ تو یہ درست ہے باعتبار استحسان کے اس واسطے کہ یہ شرکت ہے صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھا ہے تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت
اور ۔ وداری کے کام لیتا ہے اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہے کاستیجار جمل لیحمل علیہ محملا وراکبین الی مکۃ ولہ المحمل المعتاد
ورؤیتہ احب وکذا اذا لم یر الوطاءۃ والدثار جیسے صحیح ہے کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تا اس پر محمل لادا جائے اور دو سوار اس پر سوار ہوں مکہ معظمہ تک
اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے یعنی قطع نزاع کے واسطے اور اسی طرح اجارہ جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا
ہو م شامل میں مذکور ہے کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تاکہ ایک اونٹ پر محمل کسے اور دو شخص اس پر سوار ہوں اپنا اوڑھنا بچھونا لے کر سو مکاری نے سوار
ہونے والوں کو دیکھا اور ان کا اسباب مذکور نہیں دیکھا اور دوسرے اونٹ پر کچھ من ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اس کی مقدار بیان نہ
کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لادے گا جس قدر لوگ لادلاتے ہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس میں بسبب غیر معین ہونے بوجھ کے
اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اس واسطے کہ اس کا رواج جاری ہے انتہی زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہے سو معلوم ہے اور
محمل تابع ہے اور اس کی جہالت معتاد کی طرف پھرنے سے زائل ہو جاتی ہے اور اسی طرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی

وفی الولوالجیۃ ولو تکاری الی مکۃ اجمالا مسماۃ بغیر اعیانہا جاز ویحمل المعقود علیہ کلا فی ذمۃ المکاری والابل آلۃ وجہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحاج من الاجارۃ
لحمل او الرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور ولوالجیہ میں ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے مکہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ
بوجھ قرار دیا جاتا ہے مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ لادنے کے آلات ہیں اور ان کی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ وہ جو حاجی
لوگ اجارہ کرتے ہیں بوجھ لادنے اور سواری کے واسطے مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹوں کے تو صحیح ہے واللہ اعلم م وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف
منصرف ہے استاجر جملا لیحمل مقدارا من الزاد فاکل منہ رد عوضہ من زاد ونحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کے واسطے سو توشہ
میں سے کچھ کھایا گیا تو اس کی عوض توشہ یا مانند اس کے اور چیز پھر اس پر لادی جائے قال لغاصب دارہ فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ
وجب علی الغاصب المسمی لان سکوتہ رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کر دے اور نہیں تو کرایہ اس کا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا
سو غاصب نے گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اس واسطے کہ اس کا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان
اثبتہ ببینتہ لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت میں کرایہ واجب نہ ہوگا جب کہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ
اپنی ملک گواہوں سے ثابت کرے اس واسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا او اقر عطف علی انکرہ ای بلکہ ولکن لم یرض بالاجرۃ لانہ
صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اس کی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہ ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے عدم رضا کی تصریح کر دی
فی الاشباہ السکوت بالاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل او قال الراعی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما سمی اور اشباہ
میں ہے کہ چپ رہنا اجارہ میں رضا اور قبول ہے تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اس قدر کرایہ کے سکونت کر اور نہیں تو نکل
جا یا چرانے والے نے کہا کہ میں اجرت سابقہ پر راضی نہیں بلکہ اس قدر اجرت لوں گا پھر اس نے سکوت کیا تو اس قدر اجرت لازم ہوگی جتنی اس نے

ف جواز کرایہ باوجود عدم تعیین جانور ہا بسبب تعامل در حج بہ تعارف ۱۲

Marfat.com

معین کی بقی رہ کر سکن ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامک ہل یصدق ان بہ صمم نعم والا لا نظرا بالظاہر باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے سکوت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ میں نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اس کی تصدیق ہوگی یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہے تو ہاں تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہ ہو تو تصدیق نہ ہوگی بنا بر عمل بظاہر جاز للمستاجر ان یوجر المؤجر بعد قبضہ قبل قبضہ وتقبلہ من غیر موجرہ اما من موجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث بہ یفتی للزوم تملیک الملک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اس کے قبضہ کرنے کے اس کے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضوں نے کہا کہ قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اس کے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو اس طرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے م یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہے اور مستاجر اس کے قائم مقام ہے کذا فی الطحطاوی وہل تبطل الاولی بالاجارۃ للمالک الصحیح لا وہبانیۃ قلت وصححہ قاضی خان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہو جاتا ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا میں کہتا ہوں اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہے قاضی خاں وغیرہ نے اور مضمرات میں ہے اور اسی قول پر فتوی ہے وقدمنا عن البحر معزیا للجوہرۃ الاصح نعم واقرہ المصنف ثم نقل ہنا عن الخلاصۃ ما یفید انہ ان قبضہ منہ بعد ما استاجر بطلت والا لا فلیکن التوفیق فتامل اور ہم نے بحر الرائق سے نسبت جوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہاں اجارہ باطل ہو جاتا ہے مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے وہاں اور اپنی شرح میں یہاں خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اس کا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اس کے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہیں تو باطل نہ ہوگا تو اب تو دونوں قولوں میں اختلاف رفع ہو گیا اتفاق ہو گیا سو اس کو غور کرے م یعنی بطلان اجارہ اولی کا قول عدم قبض موجر پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض موجر پر محمول ہے محیط میں ہے کہ موجر نے مستاجر سے لے کر قبض نہیں کیا تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے وہل تسقط الاجرۃ مادام فی ید الموجر خلاف المبسوط فی شرح الوہبانیۃ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز موجر کے قبض میں ہے اس میں اختلاف ہے جو شرح وہبانیہ میں مشرح مذکور ہے وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل العین الموجرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ورجع الوکیل بالاجر علی الامر لنیابتہ عنہ فی القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو چیز منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اس پر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہاں تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہے اس واسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق میں اور وکیل اجر بھرے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے میں تو موکل حکما قابض ٹھہر گیا م وکیل موکل سے اجرت بھرے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے نہ روکا ہو یا روکا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر وقبض الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الامر الدار منہ فانہ یرجع ایضا لصیرورۃ الامر قابضا بقبضہ ما لم یظہر المنع اور اسی طرح حکم ہے اگر وکیل نے پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موجر کو اجرت دے گا اور موکل سے اجرت مذکورہ بھرے گا بسبب ہو جانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہ ہو یعنی تا وقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الامر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرۃ لا یرجع لانہ لما حبس الدار بحق لم تبق یدہ ید نیابۃ فلم یصر الموکل قابضا حکما ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑے گی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کر سکے گا اس واسطے کہ جب اس نے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہ ہوگی لیستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویز اور محضر اور سجلوں

Marfat.com

کے لکھنے پر جس قدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے م قاضی پر حکم کرنا واجب ہے نہ لکھ دینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہیں کہ جس قدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اس قدر لکھنے پر لیتے ہوں اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نہ کرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانۃ لماء الوجہ عن الابتذال بزازیۃ وتمامہ فی قضاء الوہبانیۃ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوی لکھ دینے پر اس واسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ انگلیوں سے لکھ دینا اور باوجود اس کے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل اور قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اس کا وہبانیہ کی کتاب القضاء میں ہے وفی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرۃ لیکتب شہادۃ جاز وکذا المفتی لو فی البلدۃ غیرہ وقیل مطلقا لان کتابۃ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھ دے تو جائز ہے اور یہی حکم ہے مفتی کا اگر اس شہر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فتوی دینے والا ہو اور بعضوں نے کہا خواہ ہو یا نہ ہو مطلقاً طلب اجرت تحریر شہادت پر جائز ہے اس واسطے کہ لکھنا واجب نہیں مفتی پر م طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی کے دستخط یا مہر والا یہاں تو گفتگو قاضی میں ہے نہ شاہد میں اور فراموش نہ کیجیو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ وفیہا استاجر لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اس کے واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھ دے تو جائز ہے اگر اس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کر دے م اس واسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہو گئی تو معلوم ہو گیا اس قدر سطور کی اس میں گنجائش ہے باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور بظاہر خط سے مراد عدد سطور ہے اس واسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ مکتوب منح الغفار میں صیرفیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی المستاجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لا یکون الا علی مالک العین مستاجر مدعا علیہ نہیں ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اس واسطے کہ دعوی نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہیں م مثلاً ایک گھر زید سے کرایہ لیا سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ میں ہے یا میرے پاس گرو ہے یا میں نے اس کو خرید کیا ہے تو اس کی جواب دہی مالک سے متعلق ہے نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب لہ لملکھا العین بر خلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور موہوب لہ عین کے مالک ہیں تو وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہیں اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوی کے وہل یشترط حضور الآجر مع المشتری قولان اور کیا حاضر ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ میں شرط ہے اس میں دو قول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں وتصح الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون کل واحد مما ذکر مضافا الی الزمان المستقبل کاجرتک او فاسختک راس الشہر بالاجماع اور صحیح ہے اجارہ اور اس کا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور ضامنی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہوں چنانچہ میں نے تجھ کو اجارہ دیا یا تجھ سے اجارہ کیا شروع ماہ میں تو صحیح ہے بالاتفاق م ایصا کی مثال یہ ہے کہ میں نے فلانے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہے میری موت کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی

پچھلے صفحہ کا حاشیہ ف قاضی را اخذ اجرت بر تحریر دستاویز بامقدمہ اجرت دیگران جائز است لیکن گر نفتی افضل است ۱۲

مضاف بزمان آئندہ صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی **لا یصح مضافا للاستقبال کل من کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والھبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال وابراء الدین وقدمر فی متفرقات البیوع** صحیح نہیں مضاف بزمان مستقبل جو شے کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اس کی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین کے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات میں م اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل ہیں کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی اس واسطے کہ اس کی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح **زاد اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی** یعنی اجرت مثل زیادہ ہو گئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اس کو بڑھا دے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور جب تک متولی فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہو گی اسی قول کا فتوی ہے **فسخ العقد بعد تعجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا والعین فی ید المستاجر فلیحفظ** موجر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہاں تک کہ عوض کا مال بھر لے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ میں ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے **استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط لا المشغول کما مر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ المشغول ویومر بالتفریغ والتسلیم ما لم یکن فیہ ضرر فلہ فسخہا فتنبہ** اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہے فقط خالی چیز میں نہ مشغول میں چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موجر کو امر ہو گا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جب کہ خالی کرنے میں ضرر نہ ہو تو اس کو اس کا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا **استاجر شاۃ لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز لعدم العرف** بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دودھ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہیں بسبب عدم رواج کے **المستاجر فاسدا اذا آجر صحیحا جازت لو بعد قبضہ فی الاصح بزازیۃ وقیل لا وتقدم الکل کل فی الاشباہ** اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اس کے قبضہ کرنے کے قول اصح میں کذا فی البزازیۃ اور قول ضعیف میں اجارہ مذکورہ صحیح نہیں اور سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ میں مذکور ہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **اعلم ان المقاطعۃ اذا وقعت بشروط الاجارۃ فہی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقدمناہ فی الجہاد** دریافت کیا کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطوں کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے اس واسطے کہ اعتبار معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور اس کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الجہاد میں م مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اس طرح کہ بادشاہ کہے میں نے تجھ کو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اس قدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الطحطاوی **صح استیجار قلم ببیان الاجر والمدۃ** صحیح ہے اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ **استاجر شیئا لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا لزم الاجر وان کان دابۃ لا** ایک چیز اجارہ لی تاکہ اس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پھر اس نے شہر ہی میں فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہو گی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہیں **ساقہا ولم یرکبہا لزم الاجر الا لعذر بہا** مستاجر جانور کو ہانک لے گیا اور اس پر سوار نہ ہوا تو اجرت لازم ہو گی لیکن اگر جانور میں کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلاً اس کی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہیں م یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہ ہوا تو اس کا قصور ہے **اخطأ الکاتب فی البعض ان الخطأ فی کل ورقۃ خیر ان شاء اخذہ واعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ وان اخذ منہ القیمۃ** کاتب چوک کیا بعض سطور میں اگر غلط ہر ورق میں ہو تو لکھانے والا مستاجر چاہے اس کو لے اور اس کی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہ ہو یا اس کو اس پر چھوڑے اور کاتب سے قیمت کاغذ اور روشنائی کی لے کذا فی الولوالجیۃ **وان فی البعض اعطاہ بحسابہ من المسمی** اور اگر غلط بعضے ورقوں میں ہو تو اس کو اجرت معینہ دے اس کے حساب کے موافق م یعنی جس قدر ورق صحیح لکھے ہوں ان کی اجرت ٹھہرانے کے موافق دے

Marfat.com

اور جتنے ورق غلط ہوں اس کے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی والصیرفی یا جراذا ظہرت الزیادۃ فی الکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحسابہ صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جب کہ کھوٹا ہونا سب دراہم یا دنانیر میں ظاہر ہوگا تو اس سے اجرت پھیر لی جائے گی اور بعض کے کھوٹے ہونے میں اس کے حساب سے استرداد ہوگا ولنی علی کذا فلہ کذا فدلہ فلہ اجر مثلہ ان مشیٰ لاجلہ اگر مجھ کو فلانی چیز بتا دے تو اس کے واسطے اجرت ہے سو اس کو بتائی تو بتانے والے کے واسطے اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے دلنی علی کذا فلہ کذا فہو باطل ولا اجر لمن دلہ اذا عین الموضع جو شخص مجھ کو فلانی چیز بتا دے تو اس کے واسطے اجرت ہے تو یہ باطل ہے اور بتانے والے کے واسطے کچھ اجرت نہیں مگر جب کہ موضع دلالت معین کرے م شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکور بلفظ الشرطیۃ صحیح ہے اور بلفظ من شرطیہ صحیح نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ طحطاوی نے بزازیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی سو اس نے کہا کہ جو مجھ کو دلالت کرے اس پر تو اس کے واسطے اتنی اجرت ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے یہ کلام بر سبیل عموم کے کہا اس طرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجھ کو بتا دے تو اجرت باطل ہے اس واسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہیں ہے جس کے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ ملے گی اور اگر بر سبیل خصوص کے کہا یعنی اس طرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجھ کو فلانی چیز بتا دے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے کے واسطے چلا اور اس نے دلالت کی تو اس کو اجرت مثل ملے گی بتانے کے واسطے چلنے کے سبب سے اس واسطے کہ چلنا ایسا عمل ہے جس پر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہے عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہیں لہٰذا اجرت معینہ واجب ہوگی نہ اجرت مثل اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہے نہ لفظ ان اور من کی تعبیر اور اشباہ کی بھی عبارت بزازیہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی استاجر لحفر حوض عشرۃ فی عشرۃ وبین العمق لحفر خمسۃ فی خمسۃ کان لہ ربع الاجر الکل من الاشباہ اجارہ لیا وہ دردہ حوض کے کھودنے کا اور اس کا عمق بیان کر دیا مثلاً ہاتھ بھر کا گہرا سو مزدور نے پنج در پنج کھودا تو اس کے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہیں م چوتھائی مزدوری اس واسطے ہوئی کہ دہ در دہ یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہیں تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوئے اور پچیس چوتھائی ہے سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہوئی پس معلوم ہوا کہ اجسام میں ضرب معتبر ہے نہ مثل طلاق[۱] میں کذا فی الطحطاوی وفیہا جاز استیجار طریق للمرور ان بین المدۃ قلت وفی حاشیتہا بذا قولہما وہو المختار شرح مجمع اور اشباہ میں ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مرور بیان کی جاوے میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور یہی مختار ہے کذا فی شرح المجمع م جواز اجارہ طریق اس صورت میں ہے کہ جب طریق ایک شخص کی ملک میں ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاختیار من دلنا علی کذا جاز لان الاجر تعیین بدلالۃ اور اختیار میں ہے مستاجر نے کہا کہ جو شخص ہم کو فلانی چیز بتا دے اس کا اتنا اجر ہے تو جائز ہے اس واسطے کہ اجر متعین ہو جاتا ہے اس کے بتانے سے م اور اسی طرح سیر الکبیر میں ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ مراد یہ ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور اس کی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجر کا اس کی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اجرت مسمی مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمۃ فلکل فسخہا ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی غایۃ البیان میں ہے کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہے ہبہ تو اجارہ غیر لازمہ صحیح ہے تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اس کا فسخ کرنا جائز ہے اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م اور اسی طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضا اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان والیہ

[۱] یعنی حساب کے نزدیک معنی ضرب کے یہ ہیں کہ مضروب کے اجزا بقدر مضروب فیہ ہو جاویں جیسے اگر کہے کہ تجھ کو طلاق دہ در دہ ہیں یعنی دو ضرب کھائے ہوئے دس ہیں تو دو ہی طلاق ہوں گی یعنی دو طلاقوں کے دو دو ٹکڑے ہو گئے یہ معنی نہیں کہ دو کو دوبار لیا جیسا حساب میں ہوتا ہے مگر اجسام میں فقہا بھی مثل محاسبوں کے معنی لیتے ہیں جیسے کہ مثال حوض میں لیے ۱۲

Marfat.com

عدم لزوم بہا بان علیہ الفتوی اور اجارہ مضافہ کے لزوم میں یعنی جو اجارہ کہ مضاف بزمان مستقبل ہے اس کے لزوم میں دو قول مصحح ہیں اور عدم لزوم کے قول کی اس طرح
تائید کی گئی ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے وفی المجتبی لا تجوز اجارۃ البناء وعن محمد تجوز لو منتفعا بہ کجدار وسقف وبہ یفتی اور مجتبی میں ہے کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین
کے جائز نہیں اور محمد سے ایک روایت میں اجارہ مذکورہ جائز ہے اگر عمارت سے نفع حاصل ہو چنانچہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتوی ہے م خلاصہ میں
ہے کہ فتوی اس پر ہے کہ زمین کا بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء مکۃ وکرہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے
اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا اور اس کی زمین کا اجارہ مکروہ ہے م مختارات النوازل میں ہے کہ بناء مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ میں کچھ مضائقہ نہیں اور وہاں کی زمین کی بیع
امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام سے بھی اس کی ایک روایت ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وفی الوہبانیۃ
وفی الکلب والبازی قولان والبنا ﴿ بکام القری اذا رضہا لیس توجر ﴾ اور وہبانیہ میں ہے اور کتے اور باز کے اجارہ میں اختلاف ہے جیسے کہ مکہ معظمہ کی عمارت
میں اختلاف ہے اس واسطے کہ وہاں کی زمین کا اجارہ نہیں ہو تا م کتے اور باز میں اگر مدت مذکور ہو تو بعضوں کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور بلی کا اجارہ چوہے
پکڑنے کے واسطے بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو دفع الدلال ثوبا للتاجر ﴿ یقلبہ لو راح لیس یخسر ﴾ اور اگر دلال نے وہ کپڑا جس کو بیع کے واسطے
لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کو جاوے تو دلال پر تاوان نہیں ومن قال قصدی ان اسافر فافسخن ﴿ فحلفہ او فاسال رفاقا لیذکروا ﴾ اور جس مستاجر نے موجر
سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کروں سو اجارہ کو فسخ کر تو اس کو قسم دے یا اس کے رفیقوں سے سوال کر تا کہ وہ بیان کر دیں م یعنی اگر مستاجر سفر کرنے کا
اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہیں کرے گا فسخ اجارہ کے واسطے حیلہ انگیزی کرتا ہے تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ
سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ ہاں تو عذر فسخ ثابت ہو گا ویفسخ من ترک التجارۃ وما اکتری ﴿ ولو کان فی بعض الطریق
موجر ﴾ لہ فسخہا لو مات منہا معین ﴿ واطلق یعقوب وبالضعف یذکر ﴾ اور ترک تجارت سے فسخ ہو گا اجارہ اس جانور کا جس کو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ
ترک تجارت کچھ راہ چل کر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہے اگر معین اونٹوں کے اجارہ میں ایک معین اونٹ مر جائے اور ابو یوسف نے مطلق کہا
ہے یعنی اونٹ معین ہوں خواہ غیر معین بہر کیف فسخ جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ضعف کے ساتھ مذکور ہے یعنی قول ضعیف ہے لائق عمل کے نہیں م
یعنی اگر موجر نے معین اونٹوں کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ مر گئے تو اجارہ فسخ ہو گیا اور اگر بلا تعیین اونٹوں کا اجارہ ہوا اور
موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مر جانے سے اجارہ فسخ نہ ہو گا اس واسطے کہ عقد اجارہ خاص اونٹوں پر واقع نہیں ہوا تو
موجر پر واجب ہو گا کہ اور اونٹ لادے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہے اس کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ اجارہ
خود بخود فسخ ہو جاتا ہے متعین کی موت سے کذا فی الطحطاوی وایجار ذی ضعف من الکل جائز ﴿ ولو ان اجر المثل من ذلک اکثر ﴾ اور
اجارہ دینا بیمار کا تمام مال سے جائز ہے اگرچہ اجرت مثل اس کے اجر معین سے زیادہ تر ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا
بھی مال مثلاً پانچ اونٹ ہیں اور وہ شخص بیمار بمرض الموت ہے اور اس پر دیون ہیں اور اس کے وارث ہیں سو بیمار مذکور نے پانچوں
اونٹ اجارہ دیے اجرت مثل سے کم تر کو تو اجارہ مذکور جائز ہے اس واسطے کہ بیمار کا وہ تصرف جائز نہیں جس میں ارباب دیون
اور وارثوں کا حق متعلق ہو اور ان کا حق تو اعیان سے متعلق ہے نہ منافع سے اس واسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہیں رہتے تاکہ
تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحطاوی عن عبد البر وتصرف ومن مات مدیونا واجر عقارہ ﴿ فوفاہ للمستاجر الحبس اجدر ﴾ اور جو شخص مدیون مر گیا اور اس
نے اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اسکی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق تر ہے م یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاد منافع کرے گا
بعد اس کے ارباب دیون اس زمین وغیرہ میں اپنا تصرف کریں گے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

Marfat.com

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام میں مناسبۃ للاجارۃ ان فی کل منہما ملک الرقبۃ لشخص ومنفعۃ لغیرہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارۃ سے یہ ہے کہ دونوں میں رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اس کی غیر شخص مذکور کی مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہے اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ میں رقبہ مجر کا مملوک ہے اور منفعت مستاجر کی الکتابۃ من الکتب وہی جمع الحروف سمی بہ لان فیہ ضم حریۃ الید الی حریۃ الرقبۃ کتابت لغت میں کتب بالفتح سے مشتق ہے اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو کتابت اس واسطے نام رکھا کہ اس میں حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے م بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ کتب عبارت ہے جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا اس واسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہے نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار میں کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہے کاتب مکاتبہ سے اور مولی مکاتب ہے بکسر تا اور اصل اس کی کتب ہے اور کتب عبارت ہے جمع سے اور اسی سے ہے کتیبہ یعنی طائفہ مجتمعہ لشکر کا اور اسی سے ہے کتاب اس واسطے کہ وہ جامع ہے ابواب فصول کی اور اسی سے ہے کتاب یعنی لکھنا اس واسطے کہ وہ جامع ہے حروف کی اور اس عقد کا کتابت اور مکاتبہ اس واسطے نام رکھا کہ اس میں ملانا ہے حریت ید کا حریت رقبہ کے ساتھ یا اس واسطے کہ اس میں دو قسطیں یا زیادہ مجتمع ہوتی ہیں یا اس واسطے کہ غلام اور مولی دستاویز لکھ دیتے ہیں اور یہی وجہ اخیر ظاہر تر ہے ساتھی وشرعا تحریر الملوک یدًا ای من جہۃ الید حالا ورقبۃ مآلا یعنی عند اداء البدل حتی لو اداہ حالا عتق حالا اور شرع میں کتابت عبارت ہے مملوک کے فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اس کی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے فی الحال بدل کتابت ادا کردے تو فورًا آزاد ہو جائے م یعنی جب مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھ کو مکاتب کیا سو درم پر مثلاً یعنی اگر سو درم کما لادے تو آزاد ہو جائے تو بمجرد اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جس طرح آزاد لوگ خرید و فروخت اور نوکری چاکری میں بطور خود تصرف کرتے ہیں ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کرے گا اس میں مولی کے اذن کی حاجت نہیں اور جب سو درم ادا کرے گا تو اس کی ذات آزاد ہو جائے گی تو مکاتب عبد اور حر دونوں سے مشابہ ہے عبد سے اس واسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اس کی گردن آزاد نہیں تا ادائے بدل کتابت اور حر سے اس واسطے مشابہ ہے کہ آزاد کی طرح تصرف کرتا ہے اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہے ورکنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او مایؤدی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہے بلفظ کتابت یا جو لفظ کہ موصل بمعنی کتابت ہو م مثلاً مولی کہے غلام سے کہ میں نے تجھ کو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اس کو قبول کرے اور معنی کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ میں نے تجھ پر ہزار درم مقرر کیے تو اس کو ادا کر یا یوں کہے مجھ کو ہزار درم ہر مہینے میں سو درم کرکے ادا کر اور تو آزاد ہے ایجاب وقبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہو گئی اور لفظ کتابت کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہو گیا

Marfat.com

اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتب عجز سے پھر رقیق ہو جاتا ہے نہ معتق علی المال وشرطہا کون البدل المذکور فیہا معلوما قدرہ وجنسہ وکون الرق فی المحل
قائما اور کتابت کی شرط ہوتا ہے اس بدل کا جو کتابت کی ہیں مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا رق کا محل میں یعنی ذات مملوک میں قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار
اور جنس معلوم نہ ہو تو کتابت فاسد ہے اس واسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے برابر ہے کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر لا کونہ منجما او موجلا لصحتہا
بالحال نہ ہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے م یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہیں منجم اور
موجل میں فرق یہ ہے کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہے کہ جس کی کئی مدتیں ہوں مثلا ہزار درم کی دس مدتیں ہر سو درم کی مدت
ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انفکاک الحجر فی الحال وثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام
کی جانب میں دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق میں نہ گردن کے حق میں مگر ادائے بدل کتابت سے و
فی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل فی الحال ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ وعودہ لملکہ اذا عجز اور اثر مترتب مولی
کی جانب میں ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کا فی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جب کہ اس پر مولی قبض کرے اور غلام
کا پھرنا مولی کے ملک کی طرف جب کہ وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو کاتب قنہ ولو القن صغیر العقل بمال حال ای نقد کلہ او موجل
کلہ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او قال جعلت علیک الفا تودیہ نجوما اولہا کذا و آخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن
وقبل العبد ذلک صح وصار مکاتبا لاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب
کیا بعوض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی اس کی قسطیں مقرر ہو گئی ہوں معین مہینوں پر یا مولی نے
یوں کہا کہ میں نے تجھ پر ہزار درم مقرر کیے جن کو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کرے گا
تو آزاد ہے اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہے اور اس کو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب ہو جائے گا
بسبب مطلق ہونے قول حق تعالی کے اس قول کے کہ فکاتبوہم یعنی غلاموں کو مکاتب کرو م یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور موجل اور منجم
سب کو شامل ہے واللام للندب علی الصحیح اور امر کتابت کا استحباب کے واسطے ہے بنا بر قول صحیح کے نہ وجوب کے واسطے چنانچہ ظاہر
کا مذہب ہے اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہیں والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو
غلام ضرر نہ پہنچائے آزاد ہونے کے بعد م یعنی یہ جو قرآن شریف میں وارد ہے کہ اگر تم غلاموں میں خیر سمجھو تو ان کو مکاتب کرو تو خیر سے
مراد عدم مضرت مسلمین ہے فلو یضر فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانوں کو ضرر پہنچا دے تو افضل یہ ہے کہ اس کو مکاتب نہ کرے
ولو فعل صح اور اگر باوجود اس کے مکاتب کرے گا تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبدہ جاز ونصفہ الآخر ماذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منعہ لیس لہ ذلک
لئلا یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التتارخانیۃ اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور
اگر مولی اس کو منع کرنا چاہے تو اس کو جائز نہیں تاکہ غلام کا حق عتق باطل نہ ہو جائے اور پورا بیان اس کا تاتارخانیہ میں ہے واذا صحت
الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یودی کل البدل لحدیث ابی داود المکاتب عبد ما بقی علیہ درہم اور جب کہ کتابت صحیح ہو گئی تو مکاتب نکل گیا مولی کے
ہاتھ سے یعنی اس کے تصرف سے نہ اس کی ملک سے یہاں تک کہ تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل ابی داود کہ مکاتب غلام ہے جب تک کہ اس
ایک درم باقی رہے م اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر عمل ہے علماء امصار کا ثم فرع علیہ بقولہ وغرم المولی العقر ان وطی
مکاتبتہ لحرمتہ علیہ پھر مصنف نے خروج تصرف مولی پر تفریع کی ہے اپنے اس قول سے اور تاوان دے مولی عشر قیمت کا اگر اپنی لونڈی

Marfat.com

مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولی پر م عقر آزاد عورت میں مہر مثل ہے اور لونڈی میں اس کی قیمت کا دسواں حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسواں حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او جنی علیہا فانہ یغرم ارشہا یا مولی مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اس کو قتل کرے تو اس کی دیت تاوان دے او جنی علی ولدہا یا مکاتبہ کے ولد کو مولی قتل کرے تو دیت دے او اتلف المولی مالہا لانہ لعقد الکتابۃ صار کل منہما کالاجنبی نعم لاحد ولا قود علی المولی للشبہۃ شمنی یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اس واسطے کہ عقد کتابت کے سبب سے مولی اور مملوک ہر ایک اجنبی کے مانند ہو گیا ہاں البتہ یہ ہے کہ مولی پر حد نہیں وطی سے اور قصاص نہیں قتل سے بسبب شبہ ملک کے کذا فی الشمنی ولو اعتقہ عتق مجانا لاسقاط حقہ اور اگر مولی مکاتب کو آزاد کر دے تو وہ مفت آزاد ہو گا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولی کا حق ہے سو اس کو اس کے اسقاط میں اختیار ہے بلا اخذ بدل وفسدان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہو گی کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سور پر اس کے مال نہ ہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر میاں اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت مذکورہ جائز ہے م کتابت جائزہ اور فاسدہ میں فرق یہ ہے کہ فاسدہ میں مولی کو اختیار ہے کہ اس کو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کر دے بدون رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی مولی کے فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے اس کی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول ہونے اس کی مقدار کے م یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہے اس واسطے کہ تعین قیمت یعنی مالیت میں قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہیں او علی عین معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسد ہے غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے م معین کی قید سے نقود خارج ہو گئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے اس واسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ میں نقود متعین نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی او علی مائۃ دینار لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے سو دینار پر تاکہ اس کا مولی اس کو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دے بسبب مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اس واسطے کہ غلام مذکور کا استثناء دنانیر سے ممکن نہیں مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فہو ای عقد الکتابۃ فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتوں مذکورہ میں فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جن کو ہم نے ذکر کیا فان ادی الکاتبۃ الخمر عتق بالاداء وکذا الخنزیر لمالیتہما فی الجملۃ وسعی فی قیمتہ بالغۃ ما بلغت یعنی قبل ان یترافعا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت میں مکاتب شراب اور اسی طرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائے گا بسبب مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہیں لیکن کافروں کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت میں جس قدر کہ اس کی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اس کا مرافعہ قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل ابطال قاضی آزاد ہو گا اس واسطے کہ قبل دفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی واعلم انہ متی سمی مالا وفسدت الکتابۃ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من المسمی بل یزاد علیہ اور معلوم کر جب کہ مال مسمی ہو اور کتابت فاسد ہو جائے کسی وجہ سے وجوہ مفسدہ سے تو مال مسمی سے نقصان کیا جائے گا بلکہ اس پر زیادہ کیا جائے گا ولو کاتبہ علی میتۃ ونحوہا کالدم بطل العقد لعدم مالیتہا اصلا عند احد فلا یعتق بالاداء الا اذا علقہ بالشرط صریحا فیعتق للشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اس کے چنانچہ خون پر تو کتابت باطل ہو گی اس واسطے کہ مردار اور خون اصلا مال نہیں کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہو گا مردار و خون کے ادا کرنے سے مگر جب کہ مولی صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق کرے تو غلام آزاد ہو گا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے م یعنی اگر مولی نے یوں کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجھ کو دے تو تو مکاتب ہے پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہو گا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسہ فقط لا نوعہ وصفتہ ولونڈی

Marfat.com

الوسط او قیمتہ ویجبر علی قبولہا اور عقد کتابت صحیح ہے اس جانور میں کی فقط جنس بیان ہوئی ہے نہ اس کی نوع اور صفت اور مکاتب اس جنس کا
متوسط حیوان یا اس کی قیمت ادا کرے اور اگر مولی انکار کرے تو قبول قیمت پر اس پر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر کاتب ذا کافرا مثلہ علی خمر
ای مقدرۃ لیعلم البدل او نحو صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جس نے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن او الظرف پر تاکہ معلومۃ عندہم مالیتہ
بدل معلوم ہو جائے مجہول باقی نہ رہے شراب پر اس واسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافروں کے نزدیک مال ہے وای من المولی والعبد اسلم فلہ
قیمتہ الخمر و عتق بقبضہا لتعلیق عتقہ باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمتہ کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کرے گا تو شراب کی قیمت یعنی
اس کو لازم ہوگی اور آزاد ہو گا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اس کے غلام کوشش
کرے اپنی قیمت کے دینے میں چنانچہ عن قریب گزر گیا وصح ایضا علی خدمتہ شہر الہ ای للمولی اولغیرہ اور کتابت صحیح ہے ایک مہینے مولی کی خدمت
یا غیر مولی کی خدمت یا غیر مولی کی خدمت پر بھی او حفر بئر او بناء دار اذا بین قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت
صحیح ہے کنویں کھودنے پر یا گھر کے بنانے پر جب کہ بنائی چیز اور اینٹوں کی مقدار کا اس طرح بیان ہو جائے کہ نزاع کو دفع کر دے بسبب
حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا ولا تفسد الکتابۃ بشرط لشبہہا بالنکاح ابتداءً
لانہا مبادلۃ بغیر مال وہو التصرف کتابت فاسد نہیں ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتداء کے اس واسطے کہ کتابت
مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام ہے ہم اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر بایں شرط کہ غلام شہر سے باہر نہ جائے تو
شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اس واسطے کہ کتابت باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جس طرح نکاح میں مبادلہ مال کا
ہوتا ہے غیر مال سے یعنی تمتع سے اسی طرح کتابت میں بھی مبادلہ غیر مال سے ہے یعنی آزادوں کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد
نہیں ہوتا شرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہیں ہوتی الا ان یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبہہا بالبیع انتہاء لانہ فی البدل ہذا ہو الاصل مگر
یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اس واسطے
کہ فساد بدل میں واقع ہوا ہے یہی قاعدہ کلیہ ہے ہم صلب عقد میں شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت
بیع سے اس واسطے مشابہ ہے کہ مبادلہ ہے مال کا مال سے انجام کار میں تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہے شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جب کہ
شرط صلب عقد میں متمکن ہو۔

باب مایجوز للمکاتب ان یفعلہ

وما لا یجوز یہ باب ہے ان افعال میں جن کا کرنا مکاتب کو جائز ہے اور جو افعال کہ جائز نہیں للمکاتب البیع
والشراء ولو بمحاباۃ یسیرۃ مکاتب کو خرید فروخت جائز ہے اگرچہ خرید فروخت بنقصان قلیل ہو ہم اس واسطے کہ سوداگروں کا طریقہ یہ ہے کہ
کہ ایک صفقہ میں کا نقصان قبول کرتے ہیں تاکہ دوسرے میں فائدہ حاصل کریں کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا
جائز ہے اگرچہ مولی نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اس واسطے کہ سفر میں سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزویج
امتہ وکتابۃ عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے ہم اس واسطے کہ نکاح سے مہر
اور نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہے بلکہ اس سے زیادہ تر والولاء لہ ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولاء یعنی میراث مکاتب
ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہے اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانے کے بعد والا بان اداہ قبلہ او ادیا معاً
فلسیدہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اس طرح کہ قبل اس کی آزادی کے ادا کیا یا دونوں نے ساتھ ہی بدل کتابت

Marfat.com

ادا کی تو اس کا مولی یعنی پہلا مالک دونوں مکاتبوں کی میراث لے گا لا التزوج بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت کے بدون جائز نہیں یعنی اس واسطے کہ یہ اکتساب میں داخل نہیں اور اس میں مولی کا ضرر بھی ہے کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الہبۃ ولو بعوض ولا التصدق الا بیسیر منہما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہے مگر ہبہ قلیل اور خیرات کم تر جائز ہے م ذخیرہ میں ہے ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہے اور طعام موجود سے ضیافت یسیر درست ہے ولا التکفل مطلقا ولو باذن مولاہ بنفس لانہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہے مطلق اگرچہ مولی کے اذن سے حاضر ضامنی کرے اس واسطے کہ ضامنی تبرع ہے اور مکاتب تبرع کا اہل نہیں ہے ولا الاقراض و اعتاق عبدہ ولو بمال اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو و بیع نفسہ منہ اور بیچنا جائز ہے غلام کی ذات کا غلام سے اس واسطے کہ یہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہے و تزویج عبدہ لنقصہ بالمہر والنفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہے بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم ہونے سے م مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہے نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے واب ووصی وقاض وامینہ فی رقیق صغیر تحت حجرہم کمکاتب فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اس کا امین اس صغیر کے غلام میں جو ان کی پرورش میں ہے مکاتب کے مانند ہیں تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی میں یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اس کے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے اور اعتاق عبد اور عبد کو اس کے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہیں بخلاف مضارب و ماذون وشریک ولو مفاوضۃ علی الاشبہ لاختصاص تصرفہم بالتجارۃ برخلاف مضارب اور عبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضہ ہو بنابر قول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہیں اس واسطے کہ ان کا تصرف تجارت میں مخصوص ہے اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونوں کو شامل ہے ولو اشتری اباہ او ابنہ یکاتب علیہ تبعا له والمراد قرابۃ الولاد لاغیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اس کی کتابت میں داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہے نہ اور قرابت سوائے اس کے م یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا ادائے بدل کتابت سے تو اس کا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب ادائے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہے گا بحکم تبعیت ولو اشتری محرما غیر الولاد کالاخ والعم لا یکاتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت میں داخل نہ ہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ ان کے نزدیک داخل ہوگا ولو اشتری ام ولدہ مع ولدہ منہا وکذا لو اشتراہا ثم شراہا جوہرۃ لم یجز بیعہا لتبعیتہا لولدہا ولکن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اس فرزند کے ساتھ جو اسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے تابع ہے ولیکن فرزند کی کتابت میں وہ داخل نہ ہوگی م ولد کے تابع ہے یعنی جس طرح ولد کی بیع جائز نہیں اسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے درست نہیں اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ ام ولد کو اس کے ولد نے آزاد کر دیا فلا تعتق بعتقہ ولا یفسخ نکاحہ لانہ لم یملکہا فجاز لہ ان یطاہا بملک النکاح تو ام ولد آزاد نہ ہوگی اس کے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اس واسطے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہوگیا تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی وطی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسی طرح لونڈی مکاتبہ کا نکاح فسخ نہ ہوگا جب کہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اس کے شوہر کو اس کی وطی بملک نکاح جائز ہے غیر ان لہا بیعہ مطلقا لان الحریۃ لم تثبت من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر مذکور کی بیع مطلقاً جائز ہے اس واسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہیں ہوا م یعنی برخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ولد کو خرید کرے گا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقاً سے ظاہراً یہ مراد ہے کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے

Marfat.com

کذا فی الطحطاوی ولو ملکھا بدونہ ای بدون الولد جاز لہ بیعھا خلافا لہما اور مکاتب اپنے ام ولد کا مالک ہوا بدون ولد کے تو اس کو ام ولد کا بیچنا جائز ہے
بخلاف مذہب صاحبین وان ولدلہ من امتہ ولد فادعاہ فیکاتب علیہ تبعا اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اس کی لونڈی سے پھر اس نے اس کی فرزندی کا
دعوی کیا تو فرزند بھی اس کی کتابت میں داخل ہوگا باپ کی تبعیت سے م بعضوں نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہیں
اس کا جواب یہ ہے کہ نسب ملت پر موقوف نہیں چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی وطی میں یا مشترک لونڈی کی وطی میں در صورت ادعا نسب ثابت
ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہیں وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اس واسطے کہ مکاتب کے کسب کا
کسب ہے یعنی فرزند کسب ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب الکسب ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہا وکسبہ
وقیمتہ لو قتل لہا لان تبعیتہا ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا اپنے غلام سے پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت میں داخل
ہوگا اور اس کی کمائی اور اس کی قیمت اگر اس کو کوئی قتل کر ڈالے مکاتبہ کی ملک ہے نہ اس کے شوہر کی اس واسطے کہ ماں کی تبعیت غالب تر ہے باپ
کی تبعیت سے م وجہ رجحان یہ کہ مولود میں وہ صفات شرعیہ جو ماں میں ثابت ہیں جیسا کہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کر جاتی ہیں کذا فی
الطحطاوی مکاتب او ماذون نکح امۃ زعمت انہا حرۃ باذن مولاہ متعلق بنکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا
لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے اپنے مولی کے اذن سے نکاح کیا اس لونڈی سے جس نے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اس کے لڑکا پیدا ہوا مکاتب
یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر نکلی تو لڑکا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دے کر جائز نہیں بخلاف محمد
اس واسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھانے والے کا فرزند ہے م محمد کا یہ مذہب کہ مکاتب یا ماذون قیمت دے کر اپنے فرزند کو لے گا اس واسطے کہ
اس کو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن ان کے نزدیک قیمت دینا مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونے کے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخص الغرور
بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہو جائے تو وہ اپنے
فرزند کو قیمت دے کر لے گا نہ مکاتب یا ماذون واستشکلہ الزیلعی اور زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے م وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام پر جب کہ دین
لازم ہوتا ہے مولی کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولی پر لازم ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولی مقرر ہیں
ہے تو چاہیے کہ مولی پر فی الحال قیمت لازم آوے نہ مکاتب پر اس کے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اس کا جواب رازی نے یوں
دیا ہے کہ مولی نے تو نکاح کا اور اس کے متعلقات یعنی مہر اور نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولی اس سے راضی نہ ہوگا تو قیمت دینا
موقوف رہے گا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو اشتری المکاتب امۃ شراء فاسدا فوطیہا ثم ردہا للفساد لشراہا
او شراہا صحیحا فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی کتابتہ لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مول
لی خرید فاسد کی پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے یا اس کو بخرید صحیح مول لیا پھر وطی کی سو وہ مستحق ملک غیر نکلی تو مکاتب
پر عشر قیمت[1] واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اس کے آزاد ہونے سے پہلے بسبب داخل ہونے خرید و فروخت کے اس کے عقد کتابت میں اس
واسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنے کا اذن ہے م لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی اور خرید موجب ہے سقوط حد
کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہے موجب ٹھہری عقر کی اس واسطے خرید کا اذن وطی کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل نہیں کذا فی
الطحطاوی مختصرا ولو وطیہا بنکاح بلا اذنہ اخذ بہ بالعقر منذ عتق ای بعد عتقہ لعدم دخولہا کما مر اور مکاتب نے لونڈی مذکور سے قربت کی بواسطہ

[1] یہاں ترجمہ متن سے موافق نہیں کیونکہ متن میں ہے (فوجب علیہ العقر) فتدبر ۱۲ محمد عظیم اللہ عفی عنہ عقر بالضم کابین کہ بشبہ وطی واجب شود ۱۲

Marfat.com

نکاح کے جو اس نے بلا اذن مولی کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائے گا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ داخل ہونے
نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولی جائز نہیں والماذون کالمکاتب فیہما ای الفصلین اور غلام
ماذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنی لونڈی مذکورہ کے شراء فاسد اور صحیح میں اور نکاح کی صورت میں واذا ولدت مکاتبۃ من سیدہا
فلہا الخیار ان شاءت مضت علی کتابتہا و ان شاءت عجزت نفسہا وہی ام ولدہ ویثبت نسبہ بلا تصدیقہا لانہ ملک رقبتہا اور جب
لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولی سے تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے چلی جائے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولی سے عقر لے یا اگر
چاہے اپنی ذات کو عاجز کرے یعنی ادائے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولی کی ام ولد ہو اور مولی کا نسب مکاتبہ سے بدون اس
کی تصدیق کے ثابت ہوگا اس واسطے کہ مکاتبہ مولی کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہیں ولو کاتب شخص ام ولدہ او
مدبرہ صح وعتقت ام الولد مجانا بموتہ بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد
ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادائے بدل کتابت وسعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموت سیدہ فقیرا لم
یترک غیرہ اور سعی کرے مدبر مذکور اپنی قیمت کے دو ثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے اس طرح
کہ اس نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سوائے اس مدبر کے ولو دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبرا و الا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی البدل بموتہ
ای المولی معسرا لم یترک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو مدبر باقی رہے گا اور اگر
عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے میں اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث
میں اپنے مولی کے اس طرح محتاج ہو کر مرنے سے کہ مولی نے کچھ متروکہ نہ چھوڑا ہو سوائے اس مدبر کے وان کان مات موسرا بحیث یخرج
المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق مجانا القیام ملکہ اور اگر مولی اس طرح مالدار ہو کر مر گیا
ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولی اپنے مکاتب کو آزاد
کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبہ علی الف مؤجل ثم صالحہ علی نصفہ حالا صح استحسانا مولی نے مکاتب کیا غلام کو ہزار مدت
والے پر پھر مکاتب سے صلح کر لی اس کی نصف یعنی پانچ سو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے طرفین کے نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الفین
الی سنۃ فمات المریض والحال ان قیمۃ المکاتب الف درہم ولم تجز الورثۃ التاجیل ولم یترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد ثلثی القیمۃ حالا
والباقی الی اجلہ او رد رقیقا لقیام البدل مقام الرقبۃ فینفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی مدت مقرر کر کے پھر
بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایک ہزار درہم ہیں اور مولی کے وارثوں نے تاجیل کو جائز نہ رکھا اور مولی نے سوائے اس مکاتب کے اور مال نہیں چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے
دو ثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نہ کر سکے تو پھر غلام بنایا جائے بدل کتابت کے دو ثلث ادا کرنے کے سبب غلام ہونے بدل
کو رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث میں نافذ ہوگی وان کاتبہ علی الف الی سنۃ والحال ان قیمتہ الفان ولم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ حالا و
سقط الباقی او رد رقیقا اتفاقا لوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فتنفذ بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کر کے اور حالانکہ
اس کی قیمت دو ہزار ہیں اور حالانکہ وارثوں نے کتابت مذکور جائز نہ رکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اس
سے ساقط ہوگا یا اگر ادا نہ کرے تو پھر کر غلام بنایا جائے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل میں تو محاباۃ مریض
ثلث میں جاری ہوگی حر قال المولی عبد عبد کہ فلانا الغائب علی الف درہم الی انی ان ادیت الیک الفا فہو حر فکاتبہ المولی علی ہذا الشرط

Marfat.com

وقبل المولی ثم ادی الحر القا عتق العبد بحکم الشرط وکذا لو لم یقل ان ادیت فادی لم یعتق استحسانا لنفوذ تصرف الفضولی فی کل ما لیس بضرر ولا یرجع الحر علی العبد لانہ
متبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر میں تجھ کو ہزار درم ادا کروں تو وہ غلام آزاد
ہے سو مولی نے اس شرط پر اس کو مکاتب کیا اور مولی نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درم ادا کیے تو غلام آزاد ہوگا بموجب شرط مذکورہ کے اور اسی
طرح اگر اس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اس نے ہزار درم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے تصرف فضولی
کے ہر ایک اس امر میں جو ضرر نہیں اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم پھر نہ لے گا اس واسطے کہ وہ محسن ہے نہ معاوض م قولہ قبل المولی شارح نے ضمیر کا مرجع
مولی کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین میں قبل الرجل واقع ہے اور یہی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد ہذا الامر فقبل صار مکاتبا انما یحتاج
لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جب کہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہنچے یعنی قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی تو وہ مکاتب ہوجائے گا
قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہے کہ بدل کتابت اس پر لازم ہوجائے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہیں بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف
ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا فی الحاضر اصالۃ و الغائب تبعا غلام حاضر
نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کی طرف سے اور فلانے غلام کی طرف سے سو مالک نے دونوں غلاموں کو مکاتب
کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر میں اصالۃ صحیح ہے اور غائب غلام میں تبعا وایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا
جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی القبول للبدل من احدہما اور دونوں میں سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کرے گا تو دونوں غلام آزاد ہوجائیں گے بلا رجوع
یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اس کے حصے کے مطالبہ نہ کرسکے گا اور مالک پر زبردستی ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنی
دونوں غلاموں کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کرے گا تو مالک کو بجبر قبول کرنا ہوگا۔ ولا یطالب العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے
کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہ ہوگا اس کے عدم التزام کے سبب سے یعنی اس نے عقد کتابت قبول نہیں کیا کہ اس سے کچھ مطالبہ ہو وقبولہ الکتابۃ لغو
لا یعتبر کردہ ابا ہا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہیں جیسے اس کے رد کرنے کتابت کا اعتبار نہیں م قبول اور عدم قبول غائب اس
واسطے معتبر نہیں کہ عقد کتابت بدون اس کے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہوچکی تو بعد اس کے قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حررہ سقط عن الحاضر
حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کردیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اس کا حصہ بدل کا ساقط ہوگا م اس واسطے کہ غائب عقد میں قصدا
داخل ہے اگرچہ مقصود بالخطاب نہیں تو بدل کتابت دونوں پر منقسم ہوگیا اگرچہ اس سے مطالبہ بدل کا نہیں ولو حرر الحاضر او مات ادی الغائب حصتہ حالا
والا رد قنا اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مرگیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہیں تو پھر غلام بنایا جائے ولو ابرا الحاضر
او وہبہ لہ عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کردیا یا تمام بدل کتابت اس کو ہبہ کردیا تو دونوں غلام آزاد ہوجائیں گے
مفت م اور اگر بعض بدل معاف کرے گا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الطحطاوی وان کاتب الامۃ عن نفسہا وعن ابنین صغیرین
لہا وقبلت صح استحسانا لما مر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اس کی ذات سے اور اس کے دو چھوٹے بیٹوں سے اور لونڈی نے قبول کرلیا
تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃ لونڈی کی طرف سے اور تبعا اس کے بیٹوں کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے وای ادی من
ذکر لم یرجع علی الآخر لانہ متبرع ویجبر علی القبول الی آخر ما مر اور اشخاص مذکورین میں سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کرے گا وہ دوسرے سے رجوع نہ کرے گا اس
واسطے کہ وہ محسن ہے اور مولی پر ہر شخص کے ادائے بدل کے قبول پر جبر ہوگا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ م زیلعی میں ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت
میں معتبر نہیں اور اگر مالک ماں کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہے گا بقدر ان کے حصہ کے اس کو فی الحال ادا کریں اور مولی مکاتب بدل کا ان کی ماں

Marfat.com

ہے کرے نہ ان سے اور اگر مولی ان کو آزاد کرے تو ان کی ماں پر سے ان کا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا ان کو ہبہ کرے تو صحیح نہیں اور اگر ان کی ماں کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور اس کے ساتھ اس کی اولاد بھی انتہی تو یہ مسئلہ نظیر ہے مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام میں کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا کاتب نصف عبدہ فادی الکتابۃ عتق نصفہ وسعی فی بقیۃ قیمتہ وتمام العبد کلہ مکاتب علی ذالک المال وبہ ناخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اس نے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام ادا ہوگا اور کوشش کرے گا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے میں اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اسی قدر مال پر اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہیں کذا فی حاوی القدسی ۰

باب کتابۃ العبد المشترک

یہ باب ہے عبد مشترک کی کتابت کے احکام میں عبد لشریکین اذن احدہما الصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ولیقبض بدل الکتابۃ فکاتب الشریک الماذون لہ نفذ فی حظہ فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عندہ ولیس لشریکہ فسخہ لاذنہ غلام ہے دو شریکوں کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اس کا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اس نے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اسی کے حصہ میں کتابت نافذ ہوگی امام اعظمؒ کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے ان کے نزدیک مانند اعتاق کے اور اس کے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہیں اس کے اذن کے سبب سے م اذن شریک کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے واسطے حق فسخ باقی نہ رہے اور در صورت عدم اذن اس کو فسخ میں اختیار ہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہے کہ مال مقبوض سے اس کا حق منقطع ہو جائے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اس واسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اس کا اذن ہے کہ مال کتابت کو حاصل کر کے شریک کو دے تو اس نے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہاں اگر قبل ادائے بدل وہ مکاتب کو منع کر دے تو بھی صحیح ہوگا اس واسطے کہ احسان ہنوز تمام نہیں کذا فی الزیلعی ملخصاً واذا قبض بعضہ لبعض الالف فعجز فالمقبوض کلہ للقابض لاذنہ لہ بالقبض فیکون متبرعاً ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جب کہ ہزار درم سے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتب ادائے بدل سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اس واسطے کہ قبض کا اس نے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم قبض کرے گا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جاوے گا م ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ احسان مذکور قابض پر ہے کذا فی الطحطاوی امۃ بین شریکین کاتباہا فوطیہا احدہما فولدت فادعاہ الواطی ثم وطیہا الشریک الآخر فولدت فادعاہ الواطی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ ظاہراً فانہا ایک لونڈی مشترک ہے دو شریکوں میں دونوں نے اس کو مکاتبہ کیا سو اسی سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنے والے نے اس کے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی سو دوسرے قربت کرنے والے نے دوسرے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا تو اس کا دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ ظاہراً اس کی ملک ہنوز قائم ہے برخلاف مذہب صاحبین م کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد ہے بنظر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اس پر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن شبہ ملک کے سبب سے اس پر حد لازم نہ ہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وحینئذ فہی فی الحقیقۃ ام ولد للاول لزوال المانع من الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی ادائے بدل کتابت سے بعد اس کے یعنی دونوں وطی اور دونوں دعوی کے بعد تو یوں ٹھہرایا جائے گا کہ گویا کتابت کبھی نہ تھی اور اب تو مکاتبہ حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہو جانے اس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی م یعنی زوال کتابت سے مکاتبہ شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگی اس واسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اس واسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر ملتقطاً ووطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے م یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبہ میں ثابت

Marfat.com

ہے اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ شریک اول کی فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا اور شریک اول اپنے شریک کو اس کی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دے مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالصہ کی قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وضمن شریکہ عقرہا کاملا لوطیہ ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دے اس واسطے کہ اس نے حقیقت میں غیر کی ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وہو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دے اور وہ ولد اس کا بیٹا ہے اس واسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ مغرور کے ہے م اس واسطے کہ اس نے وطی کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جان کر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اس کی ملک اس میں نہیں ہے اور مغرور کا ولد ثابت النسب ہوتا ہے اس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دے کر وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصہا بمنافعہا فاذا عجزت ترد ہ للمولی اور دونوں شریکوں میں سے جو عقر دے گا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہو اداے بدل کتابت سے تو عقر مولی کو پھیر دے وان دبر الثانی ولم یطاہا والمسئلۃ بحالہا فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اس سے وطی نہ کی اور یہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہے یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اس کا دعوی کیا سو مکاتبہ عاجز ہوگئی ادائے بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اس واسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اس میں ملک باقی نہ رہی اور حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کے واسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا والولد للاول وہی ام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اس کی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دے اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اسی کی ام ولد ہے وان کاتباہا فحررہا احدہما موسرا فعجزت ضمن المعتق لشریکہ نصف قیمتہا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اس کو آزاد کر دیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو اس کی نصف قیمت کا تاوان دے ورجع الضامن بہ علیہا لما تقرر ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع عنہ لا عنہما اور تاوان دینے والا شریک اس کو مکاتبہ سے بھر لے اس واسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنے والے شریک سے تو اس کو رجوع جائز ہے امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین دبرہ احدہما ثم حررہ الآخر غنیا او عکسا اعتق المدبر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن فی الاولی دو مردوں کا ایک غلام ہے ایک نے اس کو مدبر کیا پھر دوسرے نے اس کو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والا ہے یا دونوں نے اس کے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد کرے یا دونوں صورتوں میں غلام سے سعی کرا دے یا فقط پہلی صورت میں یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے۔

یہ باب ہے مکاتب کی موت اور اس کے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام میں مکاتب عجز

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہ لم یعجزہ الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانہا مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہے کہ عاجز ہوگیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اس کا ایسا مال ہو کہ عنقریب اس کو ملے گا چنانچہ اس کا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اس کو یا اس کو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اس کو عاجز نہ ٹھہرا دے تین دن تک اس واسطے کہ یہ مدت ہے کہ اظہار عذرات کے واسطے مقرر کی گئی ہے م چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہے اور مرتد کی مہلت دینے کی مدت اور مدعا علیہ کی مہلت دینے کی مدت دفع دعوی کے واسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہ ہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہرا دے وفسخہا بطلب مولاہ او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کر دے اس کے مولی کی خواہش سے یا اس کا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے م فسخ کو تعجیز کے بعد اس واسطے ذکر

Marfat.com

کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منفسخ نہیں ہوتی بدون فسخ کرنے کے **ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی لہ الفسخ بغیر رضاہ** اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولی کو فسخ کتابت کا اختیار ہے بدون رضامندی مکاتب کے م بلکہ مولی پر درصورت فساد کتابت فسخ واجب ہے گناہ مٹانے کے واسطے **وملک المکاتب فسخہا مطلقا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی** اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہے ہر طرح کتابت جائزہ میں اور فاسدہ میں بھی اگرچہ مولی راضی نہ ہو **وعاد رقیقا بفسخہا** اور اس کی غلامی پھر آوے گی دونوں کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا **تصرفا ورقبۃ ومافی یدہ لمولاہ** اور جو مال کہ اس کے پاس ہوگا وہ مولی کا مملوک ہے اگرچہ خیرات ہو اور مولی غنی ہو بقول صحیح **کذافی الطحطاوی ولو مات المکاتب اذا مات ولہ مال یفی بالبدل لم تنفسخ وتودی کتابتہ من مالہ** اور اگر مکاتب مرجائے اور اس کا اتنا مال موجود ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہ ہوگی اور بدل کتابت اس کے مال سے ادا کیا جائے گا م بعد موت کے بقائے کتابت اور ادائے بدل کتابت سے فائدہ یہ ہے کہ ہنگام کتابت کے فرزند اس کے آزاد ہوں اور اگر مال ادائے کتابت سے بچے تو وہ اس کے وارث ہوں **وحکم بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاتہ** اور حکم ہوگا اس کی آزادی کا اس کے اجزائے حیات میں سے اخیر جزء میں م یہ مذہب ہے جمہور کا اور بعضوں کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا **کما یحکم بعتق اولادہ المولودین فی کتابتہ لا قبلہا** چنانچہ حکم ہوگا اس کی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اس کی کتابت کے زمانے میں پیدا ہوئی نہ ان کا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے م اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول وفروع کو مکاتب نے حال کتابت میں خرید کیا وہ آزاد نہ ہوں گے حالانکہ ان کی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یوں کہنا حق تھا **کما یحکم بعتق من دخل فی کتابتہ** یعنی چنانچہ ان شخصوں کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اس کی کتابت میں **کذافی الحلبی والباقی من مالہ میراث لورثتہ** اور جو مکاتب مذکور کے مال میں سے ادائے بدل کتابت سے باقی رہے گا وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے م یعنی اگر قرابت والے ہوں مکاتب کے تو وہ اس کے مال کے وارث ہوں گے اور ان میں سے کوئی نہ ہو تو مال باقی مولی کو ملے گا بطریق ارث کے **کذافی الحموی ولو لم یترک مالا وترک ولدا ولد فی کتابتہ ولا وفاء بقیت کتابتہ وسعی الابن فی کتابۃ ابیہ علی نجومہ المقسطۃ** اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور ایک اس نے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت میں پیدا ہوا اور ادائے کتابت کے واسطے کچھ مال نہیں تو مکاتب کی کتابت باقی رہے گی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت میں کوشش کرے بموجب اس کے اقساط معینہ کے **فاذا ادی حکم بعتق ابیہ قبل موتہ ولعتقہ تبعا** پھر جب اس کا بیٹا بدل کتابت ادا کرے گا تو اس سے باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے **ولو ترک ولدا اشتراہ فی کتابتہ ادی البدل حالا اوردالی حالہ رقیقا** دونوں یا بہیما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جس کو اس نے اپنی کتابت کی حالت میں مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کرسکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھیرا جائے یعنی جس طرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہے گا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اس کا باپ اور صاحبین نے دونوں بیٹوں کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت میں پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونوں حکم میں برابر ہیں یعنی بموجب اقساط کے بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہوں گے **واما الابوان فیردان للرق کما مات وقالا ان ادیا حالا اعتقا والا لا** اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہ حال ہے کہ مجرد موت مکاتب کے مملوکی کی طرف پھیرے جاویں گے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونوں فی الحال بدل کتابت کو ادا کریں گے تو آزاد ہوں گے اور نہیں تو آزاد نہ ہوں گے م شرح مجمع اور شرنبلالیہ میں مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہیں ادائے بدل کتابت میں بموجب اقساط معینہ کے تو نظر کرنا چاہیئے کہ شارح نے یہ کلام کہاں سے لیا یعنی **تفرق بین الاصول والفروع کذافی الحلبی اشتری المکاتب ابنہ فمات عن وفاء ورثہ ابنہ لموتہ حرا عن ابن حر** کہ مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادائے بدل کے واسطے کافی ہے تو اس کا بیٹا اس کا وارث ہوگا اس واسطے کہ مکاتب آزاد ہوکر مرگیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر چنانچہ مذکور ہو چکا م یعنی بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات میں مکاتب آزاد ٹھہرے گا اور اس کے ساتھ اسی وقت اس کا بیٹا آزاد ہوگا تو دونوں آزاد ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر **کذافی الزیلعی وکذا یرثہ لو کان ہو ای المکاتب وابنہ الکبیر مکاتبین کتابۃ واحدۃ لصیرورتہما کشخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد** اور اسی طرح مکاتب کا بیٹا اس کا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اس کا بالغ بیٹا مکاتب ہوں ایک کتابت سے بسبب ہوجانے دونوں کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے م بالغ کی قید لگانا خطاء صریح

Marfat.com

غیر کے مخالف ہے حیث قال (او کوتب ہو وابنہ صغیرا او کبیرا مرۃ) کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا یوں جواب ہو سکتا ہے کہ کبر کی قید اس واسطے لگائی کہ مبادا کوئی توہم کرے کہ بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت میں **فان ترک المکاتب ولدا من حرۃ** ای معتقۃ و ترک دینا یکفی بدلہا **فجنی الولد فقضی بہ** بما جنی **علی عاقلۃ امہ** ضرورۃ ان الاب لم یعتق بعد **لم یکن ذلک القضاء تعجیزا** للاب لعدم المنافاۃ پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنی معتقہ سے اور مکاتب نے لوگوں پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کے واسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اس کی ماں کی برادری پر دیت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اس کا باپ ہنوز آزاد نہیں ہوا عدم ادائے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اس کے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہیں ہے بعلت عدم منافاۃ یعنی حکم مذکور کتابت کے منافی نہیں کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا اور حرہ کی تفسیر معتقہ اس واسطے کہ حرہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا ولا نہیں اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہے اس واسطے کہ جنایت عمد میں برادری پر دیت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا رجوع اور رجوع نہیں یعنی ماں کی برادری باپ کے مولی سے دیت کو رجوع نہیں کر سکتی اس واسطے کہ جب انہوں نے دیت دی تھی تو ان کے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے موالی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد ثابت ہو گا قید بالدین لان فی العین لا یتاتی القضاء بالالحاق بالام لامکان الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا متروکہ عین ہو گا تو ماں کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہیں اصل ہوتا بسبب ممکن ہونے ادائے بدل کتابت کے فی الحال **ولو قضی بہ** بالولاء **لقوم امہ** بعد خصومتہم **مع قوم الاب فی ولائہ فہو القضاء** بما ذکر **تعجیز** لانہ فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اس کی ماں کی قوم کے واسطے ولا کا حکم کیا ان کی خصومت کرنے کے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اس کی ولا میں تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اس واسطے کہ قضا امر مختلف فیہ میں واقع ہوئی ہے یعنی جب کہ بیٹا مر گیا مکاتب مذکور کی موت کے بعد سو جھگڑا ہوا باپ کی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اس کی میراث میں سو قاضی نے ماں کی قوم کے واسطے ولا یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ قضا کتابت کا فسخ کرنا ہے اس واسطے کہ خصومت واقع ہوئی بقا اور عدم بقائے کتابت میں اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہ ہو گی بدون اس کے یعنی اگر کتابت باقی ہو کہ بدل کتابت ادا ہو گا اور باپ آزاد ٹھہرے گا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کے واسطے ثابت ہو گی اور اگر کتابت باقی نہ رہے گی تو میراث ماں کی قوم کے واسطے ہو گی اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مر جائے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مر گیا نہ آزاد ہو کر اور بعض صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب مذکور آزاد مر گیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کے واسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ میں قضا واقع ہوئی اور مختلف فیہ میں قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہو جاتا ہے تو یہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا **وطاب لسیدہ وان لم یکن مصرفا للصدقۃ ما ادی الیہ من الصدقات فعجز** لتبدل الملک واصلہ حدیث بریرۃ ہی لک صدقۃ ولنا ہدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہو گیا ادائے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولی کو حلال ہے اگرچہ مولی خیرات کا مصرف نہ ہو بسبب بدل جانے ملک کے اور اصل اس کی بریرہ کی یہ حدیث ہے کہ صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے[1] یعنی تبدل ملک تبدل عین کے مانند ہے تو گویا وہ اور چیز ہو گئی اور اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث میں اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے یہ اس وقت فرمایا جب کہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اس وقت میں مکاتبہ تھیں کذا فی الزیلعی تاری بدایہ سے لہ بلکہ وہ حرہ تھیں کذا فی الطحطاوی کما فی وارث شخص فقیر مات عن صدقۃ اخذہا وارثہ الغنی چنانچہ اس شخص فقیر کے وارث میں جو مر گیا صدقہ چھوڑ کر تو اس صدقہ کو اس کا مالدار وارث لے گا یعنی ہر چند صدقہ مالدار پر حرام ہے لیکن جب کہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہوا پھر اس کے بعد اس کا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق میں حلال ہو گیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن سبیل اخذہا ثم وصل الی مالہ وہی فی یدہ ای الزکوۃ اور چنانچہ اس مسافر میں جس نے زکوۃ کا مال لیا پھر مسافر پہنچ گیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اس کے قبضہ میں ہے تو وہ اس کو حلال ہے اس واسطے کہ جب

[1] یعنی ثابت کیا جاوے وہ اور اس کا بیٹا چھوٹا ہو یا بڑا ایک عقد میں ۱۲ ف تبدل ملک علت علت مالست پس اگر غنی یا ہاشمی را مال زکوٰۃ از فقیر بطریق ہدیہ یا میراث برسد حلال ست ۱۲

ف تبدل ملک علت علت مال است پس اگر غنی یا ہاشمی را مال زکوٰۃ از فقیر بطریق ہدیہ یا میراث برسد حلال است

اس نے لیا تھا وہ محتاج تھا کفقیر استغنی وہی فی یدہ فانہا تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوۃ لے کر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اس کے پاس ہے تو زکوۃ اس کو حلال ہے م اس واسطے کہ غنی پر ابتدائے اخذ زکوۃ حرام ہے کیونکہ اس میں ذلت ہے تو اس کو لینا جائز نہیں بلا ضرورت اور یہاں ضرورت پائی گئی پھر جب اس نے محتاجی کی حالت میں لیا تو بعد اس کے نہیں مگر استدامت تو حلال ہوگا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونوں مسئلوں میں تبدل ملک علت کی علت ہے اور پچھلے دو مسئلوں میں تبدل حال علت ہے بخلاف فقیر اباح لغنی او ہاشمی عین زکوۃ اخذہا لا یحل لان الملک لم یتبدل برخلاف اس محتاج کے جس نے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جس کو فقیر نے لیا تھا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں اس واسطے کہ ملک تبدل نہیں ہوگئی م اس واسطے کہ اباحت سے مباح کرنے والے کی ملک زائل نہیں ہوجاتی تو مباح لہ اس کو تناول کرتا ہے مبیح کی ملک پر فان جنی عبد و کاتبہ سیدہ جاہلا بجنایۃ او جنی مکاتب فلم یقض بہ یا جنی فعجز فان شاء لمولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اس کے مالک نے اس کو مکاتب کیا نادانستہ اس کی جنایت سے یا مکاتب نے کسی کو قتل کیا سو اس کی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہ ہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو اگر مولی چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہوجانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہوگئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اس پر حالت کتابت میں پھر وہ عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو بیچا جائے گا اس میں اس واسطے کہ حق اس کی گردن سے اس کی قیمت کی طرف منتقل ہوگیا قضاء کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی المجتبی عن النہایۃ تقید بالعجز لان جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ ولزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہیں اس کے کسب میں اور لازم ہوتا ہے اس پر جو کم تر ہے قیمت میں سے اور دیت میں سے یعنی اگر قیمت کم تر ہے دیت سے تو قیمت کا دینا اس پر لازم ہوگا اور اگر دیت کم تر ہے قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ ولو بعدہ فقیم اور اگر قبل از قضائے قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اس پر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتیں اس پر لازم ہوں گی م یعنی اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضائے قاضی تو ایک ہی قیمت اس پر واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایک بار جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت میں اگر وہ کم تر ہو دیت سے پھر بعد اس کے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی تو اس پر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطاء لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اس پر قیمت لازم ہوگی اس کے کسب میں بعد اس کے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجزت بطلت اور اگر قاضی کا حکم اس پر نہ ہوا ہو یہاں تک کہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدرر عن القاعدیۃ م یعنی درحق مولی جنایت باطل ہے اور اس کا مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونے کے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین کہ فی الحال مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر وامومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولی مر گیا تو کتابت فسخ نہیں ہوجاتی جیسے مدبر اور ام ولد ہونا باطل نہیں ہوتا اور جیسا کہ دین کی مدت باطل نہیں ہوتی جب کہ طالب دین مر جاوے ولیودی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولی کی موت کے بعد اس کے وارثوں کو اس کی قسطوں کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اس کو مال دیا جائے اور اگر صغیر ہو تو اس کے وصی کو دیا جائے کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ برخلاف موت مطلوب کے بسبب مٹ جانے اس کے ذمہ کے م یعنی اگر مدیون مر جائے تو مدت باطل ہوگی اس واسطے کہ اس کا ذمہ خراب ہوگیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ معین ہے نہ دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ وہو صحیح ولو فی مرضہ فالصحیح تاجیلہ الا من الثلث یہ یعنی ادائے مال اقساط سابقہ کے بموجب اس وقت ہے جب کہ مولی نے اس کو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت میں اور اگر اس نے بیماری میں مکاتب کیا ہو تو اس کا مدت ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث متروکہ سے یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا

Marfat.com

کرنے اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حررہ ای کل الورثۃ فی مجلس واحد عتق مجانا استحسانا وجعل ابراء اقتضاء اور اگر وارثوں نے یعنی تمام وارثوں نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک ہی مجلس میں تو وہ مفت آزاد ہو جائے گا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابرا قرار دیا جاوے گا بطریق اقتضاء کے م قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہ ہو وارثوں کے آزاد کرنے سے اس واسطے کہ آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہیں اس واسطے کہ مکاتب مملوک نہیں ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہیں ہوتا وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتاق ابرا قرار دیا جائے بدل کتابت سے اس واسطے کہ بدل کتابت وارثوں کا حق ہے اور میراث اس میں جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت کا معاف کر دینا ہو گیا بطریق اقتضاء کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہو گیا ان کی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہو گیا کذا فی الطحطاوی فان حررہ بعضہم فی مجلس والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح لانہ لم یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس میں آزاد کیا تو اس کا عتق نافذ نہ ہوگا بر مذہب صحیح اس واسطے کہ وارث اس کا مالک نہیں ولو عجز بعد موت المولی عاد رقا اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا اداے بدل کتابت سے بعد موت مولی کے تو اس کی غلامی پھر آ دے گی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہو جائے گا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا یحل لہ ان یطأہا حتی تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اس کو اس نے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اس کا مالک ہوا تو اس کو اس کا وطی کرنا حلال نہیں یہاں تک کہ وہ لونڈی سوائے اس کے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہو چکا ہے اپنے مقام میں م یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو دو طلاق دے پھر اس کو خرید کرے تو وہ حلال نہیں تاوقتیکہ اس کے سوائے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند قن اور مدبر ام ولد کا بیٹا اور غلام ساعی ہے اس واسطے کہ عدد طلقات میں عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہو تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہو جاتی ہے خواہ اس کا شوہر غلام ہو خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کاتبا عبدا کتابۃ واحدۃ ای بعقد واحد وعجز المکاتب لا یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبی دو مالکوں نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونوں نے غلام کو مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اس کو عاجز نہ ٹھہراوے تاوقتیکہ دونوں مالک ملیں اس واسطے کہ دونوں ایک شخص کے مانند ہیں برخلاف وارثوں کے اس واسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراوے گا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبی وفیہ کاتب عبدیہ مرۃ فعجز احدہما فردہ المولی فی الرق او القاضی ولم یعلم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود وجاء الآخر ثم عجز فلیس لہ ان یردہ فی الرق اور مجتبی میں ہے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایک بار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہو گیا سو مولی نے اس کو پھر غلام کر لیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کر لینا درست نہ ہوگا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہونے کے بعد پھر عبدیت کی طرف پھیر لیا ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہو گیا اداے بدل کتابت سے تو دوسرے کو اس کا پھیر دینا غلامی میں جائز نہیں م عالمگیریہ میں محیط سے یوں منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولی نے اس سے ایک قسط یا دو قسط میں سعی کروائی پھر وہ عاجز ہوا سو مولی یا قاضی نے چاہا کہ اس کو غلامی کی طرف پھیریں تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فرع مسائل لحقہ شارح کا اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار میں تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے ہم حنفیوں کے نزدیک اس واسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ لا فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیۃ اور محبوس نہ ہوگا مکاتب اپنے مولی کے دین میں جو دین کہ حال کتابت میں مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوی دین کتابت میں دو قول ہیں حبس اور عدم حبس میں کذا فی السراجیہ م سوائے دین کتابت جیسے دین استہلاک یا وہ دین جو اس نے اپنے مولی سے لیا تھا قبل از کتابت جب کہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اس پر ثمن معین تھا قلت وفی عتاق الوہبانیۃ ؎ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا[1] ٭ مکاتبہ والعبد فیما یخیر ٭ میں کہتا ہوں اور وہبانیہ

---

[1] سیدا مفعول یحبس والفاعل مکاتبہ والضمیر فیہ للسیدہ وفی فیما للکتابۃ کذا فی شرح وہبانیۃ لعبد البر ۱۲

کی کتاب العتاق میں یہ ہے اور غیر جنس حق میں مکاتب اپنے مالک کو حبس کرے گا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت میں مختار ہے م اس بیت میں تین مسئلے ہیں پہلا[۱] مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولیٰ مسلط ہوا مکاتب کے اس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہے یعنی مثلاً بدل کتابت دراہم ہیں اور مولیٰ نے مکاتب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتب کو مولیٰ سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولیٰ کو حبس کرے گا دوسرا[۲] مسئلہ یہ ہے بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہو اور مولیٰ اس کو بدل کتابت میں مجرا کرے تو مکاتب مطالبہ نہیں کر سکتا تیسرا[۳] مسئلہ یہ ہے کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت میں غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولیٰ راضی نہ ہو کذا فی شرح الوہبانیہ سے ولاء الاولاد الذی جنین حراۃ لمولی امہم لیس اللام معرکہ اولاد زوجین معتقین کی میراث ان کے باپ کے مولیٰ کی ہے ماں کے موالی کو اس میں دخل نہیں م ہرچند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونوں کو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث میں نسب کے مانند لہٰذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاویں گے نہ موالی ماں کے سے توفی و ثمّ وفی غاما لمیت من الولد یعنی والتی تسعی وتحضر مکاتب مرگیا اور اس نے بدل ادا نہیں کیا تو مکاتب کی اس ام ولد کو جس کا بیٹا مرگیا بیچ ڈال بدل کتابت کے ادا کرنے کے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کرے اور بدل کتابت کو حاضر کرے قسط بندی کے موافق ای وان لم یکن معہا ولد بیعت وان کان تسعیت علی نجومہ صغیرا کان ولدہا اوکبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتب کے ساتھ ولد نہ ہو تو ام ولد بیچی جائے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جائے مکاتب کی قسطوں پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقاً خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ؁

سے قولہ توفی ضمیرہ وضمیر وفی للمکاتب غاما لمیت ای قام ولد المکاتب الذی قدمات ولدہا قولہ من الولد باسکان اللام تعلق لمحذوف صفۃ لمیت قولہ بیع اے لاجل الکتابۃ قولہ الحی بالجر عطفا علی میت ای اذا کان معہا ولد حی ولد فی کتابتہ او اشتراہ معہا تسعی علی نجوم المکاتب قولہ تحضر من احضر ای تحضر النجوم التی کانت علی المکاتب والضمیر فی تسعی وتحضر لام الولد کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر

۲۲ منہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

Marfat.com
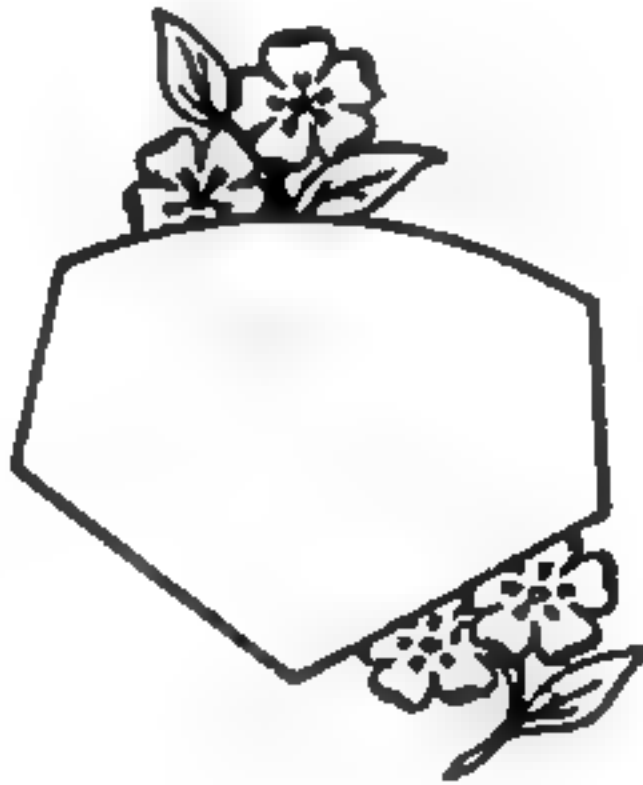
کتاب الولاء

یہ کتاب ہے ولاء کے احکام میں م کتاب الولاء کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اس واسطے لایا کہ ولاء زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی المنح ہو لغۃ النصرۃ والمحبۃ
مشتق من الولی وہو القرب ولاء لغت عرب میں بمعنی نصرت اور محبت کے ہے مشتق ہے ولی بالفتح واو وسکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے م
اور قرب ولاء مصطلح میں حاصل ہے اس واسطے کہ ولاء کا حکم یعنی ارث قریب ہے اور حاصل ہو جاتی ہے بلا فصل جبکہ اس کی شرط پائی جائے وشرعا عبارۃ
عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع میں ولاء عبارت ہے باہم کی مددگاری سے بسبب ولاء عتاقت یا بسبب ولاء موالاۃ کے کذا فی الزیلعی
م تناصر اعتاق سے حاصل ہوتا ہے ولہذا معتق کی طرف سے اس کا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے ولاء شرعی عبارت اس قرابت سے رکھی ہے جو قرابت
نسبی کے بعد ہے جس قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اس کے نکاح کرنے اور اس پر نماز پڑھنے کی ولایت اس کو حاصل ہوتی ہے انتہی
اور یہ تعریف بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اس واسطے کہ تناصر ولاء کے آثار سے ہے اور اسی کی طرف شارح کا آیندہ قول بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہے کذا
فی الطحطاوی ومن آثارہ الارث والعقل وولایۃ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سبباً للارث اور ولاء کے آثار سے ہے ارث
اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت مولی کے واسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہو گیا کہ ولاء نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولاء قرابت حکمی ہے جو میراث
کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے م یہ تعریض ہے صدر الشریعہ کی طرف کہ انہوں نے ولاء کی تفسیر میراث کی ہے قہستانی نے اس کا جواب دیا کہ تفسیر
بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم عزیز الوجود نہیں وسببہ العتق علی ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلاد وارث القریب یحصل العتق بلا اعتاق اور ولاء کا سبب آزاد ہو جانا ہے مولی
کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولاء کا اس لیے کہ استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی
ہے بدون آزاد کرنے کے م ام ولد آزاد ہو جاتی ہے مولی کی موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قرابت دار مجرد میراث سے آزاد ہو جاتا ہے بلا اعتاق
تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولاء عتق علی ملک المولی ہے نہ اعتاق فقط واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولاء اس کے واسطے ہے جو آزاد
کرے سو جاری ہے غالب حال پر م یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر فقط اعتاق سبب ولاء کا نہ ہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے
کو مخصوص نہ ہوتی شارح نے جواب دیا کہ یہ خصوصیت بنا بر اکثریت کے ہے من عتق ای حصل لہ عتق باعتاق ولو من وصیہ او بفرع لہ ککتابۃ وتدبیر واستیلاد
او بملک قریب فولاءہ لسیدہ جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اس کو آزادی حاصل ہوئی مالک کے آزاد کر دینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر ہوا ہو
یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلاد سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اس آزاد ہو جانے
والے کی ولاء اس کے مالک کے واسطے ہے م اعتاق وصی کی صورت یہ ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے
بعد اس کو آزاد کر دیا تو اس کی ولاء موصی کی ہے اس واسطے کہ وصی کا فعل موصی کی طرف منتقل ہے کذا فی الطحطاوی یہاں اعتراض وارد ہے کہ تدبیر اور استیلاد سے

Marfat.com

کس طرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولی کی موت کے بعد آزاد ہوتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ صورت اس کی یہ ہے کہ مولی مرتد ہو گیا اور دارالحرب میں جاملا تو اس کے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولی مسلمان ہو کر آیا سو اس کے ام ولد اور مدبر مرگئی تو اب دونوں کی ولا مولی کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہے کہ یوں کہیے کہ مراد یہ ہے کہ عصبہ مولی کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولا مولی کے واسطے ہو چکا ہے اس واسطے کہ ولا کا مستحق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اسی سے تو صادر ہوا ہے پھر ولا مولی کی طرف سے اس کے عصبہ کو پہنچتی ہے کذا فی الدرر ولو امرأۃ او ذمیا او میتا حتی تنفذ وصایاہ و تقضی دیونہ منہ ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو مالک میت کی وصیتیں نافذ ہوں گی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کے دیون اس سے ادا کیے جاویں گے غرض حق ولا مولی کا ہے اگرچہ عتق کفارہ قتل اور کفارہ افطار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذر اور ایمان وغیرہا واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ للشرع فیبطل ولا حق مولی کا ہے اگرچہ عدم ولا مولی شرط ہو گیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امتہ والحال ان زوجہا قن الغیر فولدت لاقل من نصف حول مذ عتقت لاینتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن موالی الام ابدا اور جس نے اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اس کا شوہر غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کم تر مدت میں جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کے وقت اس کا ولا منتقل نہ ہوگا اس کی ماں کے موالی سے کبھی یعنی اگرچہ اس کا باپ بعد اس کے آزاد بھی ہو ہم جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کم تر مدت میں جنی تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزادی ہوئی تو اس کا حمل بھی آزاد ہو گیا اس واسطے کہ حمل اس کا جز تھا اور اعتاق واقع ہو اس کے تمام اجزا پر تو پیچ بھی قصداً آزاد ہو گیا تو اس کا ولا آزاد کرنے والے سے منتقل نہ ہوگا وکذا الو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر والآخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توامین اور اسی طرح موالی ام سے انتقال ولا نہ ہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو کم تر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کم تر ہے اس واسطے کہ دونوں لڑکے توام بالضرور ہیں ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونوں کا علوق ساتھ ہی ثابت ہوا تو دونوں کو اعتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولا معتق سے منتقل نہ ہوگی فاذا ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فولاءہ لمولی الام ایضا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت میں جنی تو اس کی بھی میراث موالی ام کے واسطے ہے اس واسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہے اس کے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق الاب جر ولاء ابنہ الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہو گیا قبل از موت ولد نہ بعد موت کے اپنے ولد کی میراث اپنے مالکوں کی طرف کھینچ لاوے گا بسبب دور ہو جانے مانع کے ہم یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت میں لڑکا پیدا ہو تو ماں کے ملک کا اعتاق ثابت نہ ہوا بسبب حادث ہونے ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ میں جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اس کی غلامی کے نسبت نہ ہو سکتی تھی پھر جب اس کا باپ آزاد ہو گیا تو اس کی طرف نسبت ممکن ہوئی بزوال مانع کے سبب سے اس واسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولا نسب کے مانند ہے اور نسب باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد کے موالی کی طرف منتقل نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ والدہ کے موالی مستحق ولا ہو چکے تھے۔ اس کے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولا نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً ہذا اذا لم تکن معتدۃ یعنی تقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتدا اعتاق اس وقت ہے جب کہ لونڈی عدت میں نہ ہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لاینتقل لموالی الاب سو اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت میں آزاد ہونے سے اور دو سال سے کم تر مدت میں فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکوں کی طرف نہ ہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ اولم یکن لہ ذلک وقیدنا بعجمی لان ولاء الموالاۃ لایکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ ولو لعربی فولدت منہ فولاء ولدہا لمولاہا اس عجمی نے جس کا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اس کا ولیسا مولی نہ ہو نکاح کیا کسی نے معتقہ

Marfat.com

ہے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو سو معتقہ اس عجمی سے جنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اس کے مولیٰ کی ہے عجمی کی قید اس واسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب میں نہیں
ہوتی ان کے انساب کے قوی ہونے سے م عجمی کے مولائے موالات ہونے کی یہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا سو اس نے معتق
لونڈی سے نکاح کیا پھر اس نے ایک مرد سے عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو لعجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو
اس واسطے کہ جب میراث عجمی مولیٰ کے واسطے ثابت ہوئی تو عربی مولیٰ کے واسطے بطریق اولیٰ ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبرت فیہ
الکفاءۃ لا فی العجم وولاء الموالاۃ مولائے معتقہ کے واسطے اس واسطے میراث ولاء کی ثابت ہوئی کہ ولائے عتاقہ قوی چیز ہے یہاں تک کہ اس میں کفاءت یعنی ہمسری
معتبر ہے نہ عجم اور ولائے موالات میں م یعنی لوگ تفاخر کرتے ہیں عتاقہ سے اور اس کو کفاءت میں اعتبار کرتے ہیں تو وضیع کا معتق کفو نہیں ہے شریف کے معتقہ
کا اور عجم کے حق میں نسب ضعیف ہے اس واسطے کہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے ولہذا کفاءت ان میں معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اس
مراتب دنیاوی سے تھا اور بعد اسلام کے دین داری سے ہے بخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اس واسطے کہ عرب کے نسب قوی ہیں معتبر ہیں حق
نسب اور خون بہا دینے میں اس واسطے کہ عرب میں باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہے ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی والمعتق
مقدم علی الرد اور آزاد کرنے والا مولیٰ مقدم ہے رد میراث پر یعنی جب کہ عصبات نہ ہوں اور متروکہ باقی رہی اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصہ
اصحاب الفروض کے پھر ان کو دیا جاتا ہے اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اس کو لے گا و مقدم علی ذوی الارحام
اور آزاد کرنے والا مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی نانا نانی وغیرہ رشتہ داروں پر موخر عن العصبۃ النسبیۃ لانہ عصبۃ سببیۃ آزاد کرنے والا موخر ہے عتق کے عصبات
نسبی سے اس واسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہے اور نسبی مقدم ہے عصبہ سببی پر فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی
ونحققہ فی بابہ سو اگر مولیٰ مرے پھر اس کے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہ ہو تو میراث اس کے مولیٰ کی عصبات ذکور میں سے اس عصبہ
ملے گی جو مولیٰ سے زیادہ تر قریب ہو اور آگے ہم اس کو محقق بیان کریں گے اس کے باب میں یعنی کتاب الفرائض میں میراث مذکور کی تفصیل بتحقیق مذکور ہوگی
لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتوں کے واسطے ولاء عتیق میں کچھ حق نہیں مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتیں خود آزاد کریں
تو ان کی ولاء پاویں گی چنانچہ اس حدیث میں یہ مصرح ہے جو درر وغیرہا میں مذکور ہے م لفظ حدیث یہ ہے کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن
او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقہن او معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث منکر لا اصل لہ وسیجیء الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی وغیرہ
نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچھ اس کی اصل صحیح نہیں اور اس کا جواب کتاب الفرائض میں آوے گا م جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہے لیکن صحابہ کبار
کلام سے موکد ہے تو بمنزلہ حدیث مشہور کے ہو گئی علی مرتضیٰ اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتوں کو میراث نہ دیتے تھے مگر ان کو جن کو انہوں نے مکاتب
یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلا شیء لہا ای لابنۃ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال پھر مصنف نے قاعدہ
مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مر گیا اور اس نے کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے آزاد کرنے والے کی بیٹی کے تو اس کے واسطے غلام
کی کچھ میراث نہیں اس لیے کہ وہ حق مردوں کا ہے اور اس کا مال بیت المال میں رکھا جائے گا ہذا ظاہر الروایۃ وذکر الزیلعی معزیا للنہایۃ ان بنت المعتق ترث فی
لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن او البنت رضاعا کذا فی فرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول عدم میراث
کا ظاہر الروایۃ میں ہے اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کر کے کہا ہے کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ میں وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی
بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اور اسی طرح جو مال کہ فاضل باقی رہے زوجہ یا زوج کے
وہ اسی کو پھیر دیا جائے اور اسی طرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ دیا جائے کذا فی فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے

Marfat.com

نے اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا واذا ملک الذمی عبدا ولو مسلما واعتقہ فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب فیثبت وتوارث بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ وبھذا اتضح فساد القول بان الولاء ھو المیراث حق الاتضاح اور جب کہ کافر ذمی غلام کا مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہو اور وہ اس کو آزاد کرے تو اس غلام آزاد کی ولاء ذمی کے واسطے ہے اس واسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہے میراث کا تو اہل ذمہ ولاء کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جب کہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اس کو آزاد کرے تو ذمی اس کی میراث نہ پاوے گا اور نہ اس کی طرف سے دیت دے گا اور اس قول سے یعنی ذمی مولی کو ولاء حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح سے واضح ہو گیا کہ ولاء تو وہی میراث ہے م یعنی جب ذمی کو ولاء عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اس کی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ ولاء اور میراث متحد الحقیقۃ نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولاء کا حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی مولی اپنے عتیق مسلم کا اس واسطے وارث نہ ہوگا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہو جاوے یا وہ عتیق مسلم اس کے بعد مرے تو اس کو میراث اس کی ملے گی کذا فی الطحطاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب عبدا حربیا لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخلی سبیلہ فاذا اخلاہ عتق حینئذ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافا للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب میں حربی غلام آزاد کیا تو بمجرد اعتاق بلکہ تخلیہ کے وہ آزاد نہ ہوگا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کر دے پھر جب اس کو مطلق العنان کر دے یعنی اپنے قبض و تصرف میں نہ رکھے تو وہ اس وقت میں آزاد ہو جاوے گا اور اس کی ولاء اس کو نہ ملے گی تو اگر حربی اور اس کا عتیق دونوں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آویں گے تو حربی اس کا وارث نہ ہوگا برخلاف مذہب ابو یوسف کہ ان کے نزدیک میراث پاوے گا وکان لہ ان یوالی من یشاء لانہ لا ولاء لاحد علیہ اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے اس واسطے کہ کسی کی ولاء اس پر نہیں ہے جو عقد موالات دوسرے سے نہ کر سکے ولو دخل مسلم فی دار الحرب فاشتری عبدا ثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سو اس نے وہاں غلام خرید کیا پھر اس کو زبانی بلا تخلیہ آزاد کیا یعنی دار الحرب میں تو وہ آزاد ہو جاوے گا م یہ روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں آزاد کرے تو اس کو اس کی ولاء حاصل نہ ہو گی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یوں جواب ہو سکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولاء اور شرنبلالی میں نفی ولاء مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہو چکا ہے کہ ولاء اور میراث متحد الحقیقۃ نہیں واللہ اعلم ولو کان العبد مسلما فاعتقہ مسلم او حربی فی دار الاسلام فولاءہ لہ ای المعتق اور اگر غلام مسلمان ہو سو اس کو مسلمان یا حربی دار الاسلام میں آزاد کرے تو اس کی ولاء اس کو ملے گی یعنی اس کے آزاد کرنے والے کو فروع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولاء میت وبرہن کل انہ اعتقہ لقضی بالولاء والارث لھما دو شخصوں نے میت کی ولاء کا دعوی کیا اور ہر شخص اس کے گواہ لایا کہ اسی نے اس کو آزاد کیا ہے تو دونوں مدعیوں کے واسطے ولاء اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولی یستحق الولاء او لا حتی تنفذ منہ وصایاہ وتقضی منہ دیونہ مولی آزاد کرنے والا مستحق ولاء ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولی کی وصیتیں نافذ ہوں گی اور اس کے دیون اس سے ادا کیے جاویں گے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ فمعتق التاجر کفو لمعتق العطار دون الدباغ ہمسری زوجین ولاء عتاقت میں معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دباغت کرنے والے کا غلام آزاد م تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اس کے مولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تاوقتیکہ ولادت یا حمل نہ ہوا ہو کذا فی الطحطاوی الامام اذا کانت حرۃ الاصل بمعنی عدم الرق فی اصلھا فلا ولاء علی ولدھا جب کہ عورت حرۃ الاصل ہو بایں معنی کہ جس کی اصل میں لونڈی اور غلام نہ ہوا ہو تو اس کے فرزند پر ولا نہیں ہے اگرچہ اس کا باپ غلام ہو اس واسطے کہ حریت اور رقیت میں لڑکا ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی م حر الاصل فقہاء کے نزدیک دو معنوں میں مستعمل ہے ایک یہ کہ جس کی ذات پر رق یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گزرنے چھ مہینے کے نکاح اور عتق کے وقت سے یا اس شخص سے پیدا ہوا ہو جس کی اصل میں رقیق ہوا اور دوسرا یہ کہ جس کی اصل میں اصلا رقیق نہ ہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذلک فلو عربیا لا ولاء علیہ مطلقا او رباب

جب کہ اسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اس کے ولد پر ولاء نہیں مطلقاً یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے ولاء ہے نہ ماں کی قوم کے واسطے ولو عجمیا فالولاء علیہ لقوم الاب ویرث معتق الام وعصبتہ خلافاً للثانی او راگر باپ عجمی ہے تو اس پر ولاء نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاوے گا ماں کا آزاد کرنے والا اور اس کا عصبہ برخلاف مذہب ابو یوسف م ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولاء میں چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہے اس واسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ولا ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہیں عجمی باپ کی طرف سے اس واسطے کہ عرب سوا عجم میں تناصر قبائل سے نہیں ہے درر میں ہے الحاصل اگر والدین حر اصلی ہوں بمعنی مذکور تو ولد پر ولاء نہیں اور اگر دونوں معتق ہوں یا ان کی اصل میں معتق ہو تو ولاء باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر ماں معتقہ ہو اور باپ حر اصلی بمعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولاء نہیں اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کے واسطے ولاء ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی۔

فصل فی ولاء الموالاۃ یہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام میں م موالاۃ لغت میں بمعنی متابعت ہے اور شرع میں چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح میں تصریح کی ہے کہ موالاۃ یہ ہے کہ مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہیں اور نہ کوئی مددگار سو مجھ کو تو اپنی طرف ملا لے اور اپنی قوم کی طرف تاکہ میں تیری جماعت میں گنا جاؤں سو تو میری مدد کیجیو اور میرے اوپر سے تاوان اور مصائب دور کیجیو اور اگر میں مر جاؤں تم تو میرے مال کا وارث ہے تو دونوں شخصوں میں عقد موالاۃ منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولائے موالاۃ پر اس واسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہیں جمیع احوال میں بخلاف ولائے موالاۃ کہ وہ نقل پذیر ہے قبل از ادائے دیت اور ولائے عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہے بخلاف ولائے موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس کا کچھ اعتبار نہیں والدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی ید آخر ووالاہ او والی غیرہ الشرط کونہ عجمیا لا مسلما علی ما مر ویجی علی ان یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اس کا تابع ہوا یا اس کے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ متبوع اس کا وارث ہو جب کہ تابع مرے اور شخص متبوع اس کی طرف سے دیت دے جب کہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہ عقد موالاۃ صحیح ہے شارح نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا بنابر بیان گذشتہ اور آگے پھر مذکور ہوگا م اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہیں عاقل بالغ ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہے نفع اور ضرر میں اس واسطے کہ اس میں ایجاب میراث اور التزام دیت ہے تو بدون عقل لوازم کے صحیح نہ ہوگا مگر باذن اور عجمی کی قید اس واسطے لگائی کہ تناصر عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اور دیت اسفل کی اعلیٰ پر ہے اور میراث اسفل کی اعلیٰ کے واسطے ہے ولذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسی طرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونوں جانبوں سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلیٰ میراث اس کی لے اور اگر اعلیٰ مرے تو اسفل اس کی میراث لے م توارث من الجانبین اسی طرح اکثر کتابوں میں بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولیٰ ہوگا اول کا اور اول کی ولاء باطل ہو جائے گی اس واسطے کہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اس کے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہرے گا اپنے مالک کی طرف سے عقد موالاۃ کا غلام وکیل ٹھہرے گا نہ اصیل اس واسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے واخرہ ارثہ عن ارث ذی الرحم لضعفہ اور مولائے موالاۃ کی ارث نانہالی رشتہ دار سے موخر ہے اس کے ضعف کے سبب سے م اس واسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہے تو ان کے غیر پر وہ لازم نہ ہوگی اور نانہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اس کے ابطال کے مالک نہیں ولہ النقل عنہ بمحضر منہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ او عن ولدہ فان عقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل لتاکیدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلیٰ سے اس کے سامنے اس کے غیر کی طرف جائز

Marfat.com

ہے اگر عاقد اعلیٰ نے اس کی طرف سے یا اس کے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اس کی طرف سے یا اس کے ولد کی طرف سے تو ولائے موالاۃ منتقل نہ ہوگی اس واسطے کہ مولیٰ نے اس کو موکد اور مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے ولا یوالی معتق احدا للزوم ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب لازم ہونے ولائے عتاقت کے امرأۃ والت ثم ولدت مجہول النسب تبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے موالاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا جس کا باپ معلوم نہیں جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہے عقد مذکور میں وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او الشانیۃ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لم یدر لہ اب اور اسی طرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اس کی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اس کے ساتھ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا عقد میں اس واسطے کہ وہ نفع محض ہے اس صغیر کے حق میں جس کا باپ معلوم نہیں وعقد الموالاۃ شرطہ ان یکون حرا مجہول النسب بان لا ینسب الی غیرہ اما نسبۃ غیرہ الیہ فغیر مانعۃ عنایۃ اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہے کہ عاقد اسفل آزاد مجہول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہ ہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اس کی طرف مجہولیت نسب کا مانع نہیں کذا فی العنایۃ م اور دوسرا قول عالمگیری میں محیط سے یہ منقول ہے کہ مجہول النسب ہونا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی والثانی ان لا یکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہے کہ مولائے اسفل عربی نہ ہو والثالث ان لا یکون لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع احد وقد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہے کہ اس کے واسطے ولائے عتاقت نہ ہو اور نہ ولائے موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اس کی طرف سے دیت دے چکا ہے والرابع ان لا یکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو م تو اگر اس کی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اس کی میراث جماعت مسلمین کے واسطے ہے شرح طحطاوی میں ہے کہ لقیط آزاد ہے اور جنایت اس کی بیت المال پر ہے اور اس کی میراث بھی بیت المال کے لیے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہے پھر جب وہ جوان ہو تو اس کو اختیار ہے جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جب کہ اس کی طرف سے دیت دی گئی ہو بیت المال سے تو اس کو کسی کے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث اور پانچویں شرط یہ ہے کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی الذمی وان لم یسلم الاسفل لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسط فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ میں شرط نہیں تو جائز ہے موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولائے اسفل اسلام قبول کرے اس واسطے کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے بدائع میں م یعنی جس طرح وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے ویسی ہی موالاۃ بھی صحیح ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہے موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالات کا موالی وارث نہیں ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذا فی الحلبی وفی الوہبانیۃ ۔ معتق عبد عن ابیہ ولاؤہ لہ والولد بالمشیئۃ یوجر ھا اللہ وہبانیہ میں ہے اور غلام آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہے اور اس کا باپ مشیت ربانی ماجور ہے یعنی اعتق عبدہ عن ابیہ المیت فالولاء لہ والاجر للاب ان شاء اللہ تعالیٰ من غیر ان ینقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کے واسطے ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے بلا نقصان ثواب فرزند م ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو ملے گا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونوں کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الٰہی کی قید ناظم نے اس واسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہے خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا وکذا الصدقات والدعوات لابویہ وکل مومن یکون الاجر لہم من غیر ان ینقص من اجر الابن ، مضمرات اور اسی طرح صدقات اور دعوات والدین کے واسطے اور ایمان دار کے واسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہے بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جائے کذا فی المضمرات م علامہ عبد البر نے کہا کہ بنائے مسئلہ اس پر ہے کہ زندوں کے اعمال کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے اور اس میں قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہیں اور پچھلی تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کی ہے جس کا نام کواکب نیرات ہے خلاصۃ التالیفات مذکورہ یہ ہے کہ جمہور علماء کا مذہب صحیح ہے کہ اموات کو ثواب پہنچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم ۔

Marfat.com

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہے الاکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام میں ہو لغۃ حمل الانسان علی شئی یکرہہ اکراہ لغت عرب میں عبارت ہے انسان کو برانگیختہ کرنے سے اس چیز جس
کو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اس کو برا لگتا ہے خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی و شرعاً فعل یوجد من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ
مدفوعا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع میں اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہیں جو طرف ثانی کے دل میں وہ اثر پیدا کرے
کہ جس فعل کو اول شخص اس سے چاہے اس کو ناچاری کرنا پڑے م فعل اول شامل ہے فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہے قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی فعل حکمی کی
یہ صورت مذکور ہے قہستانی میں کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اس کو کسی چیز سے تہدید نہ کی اگر مامور جانتا ہے دلالت حال سے کہ اگر اس کو قتل
نہ کرے گا تو آمر اس کو مار ڈالے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹے گا تو یہ بھی اکراہ ہے اور محل سے مراد مکرہ بالفتح ہے یعنی جس پر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف
ہے۔ کذا فی الطحطاوی ور دررغرر میں ہے کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کروانا بواسطہ اس تہدید کے جو رضائے غیر کو نیست و نابود کر دے نہ اس کے اختیار کو
لیکن تہدید گاہے اختیار کو فاسد کر دیتی ہے اور گاہے نہیں الحاصل عدم رضا معتبر ہے اکراہ کی سب صورتوں میں اور اصل اختیار ثابت ہے سب صورتوں میں لیکن
بعض صورت میں اختیار فاسد ہو جاتا ہے اور بعض صورت میں فاسد نہیں ہوتا انتہی اور تحقیق اس کی شرح وقایہ میں یوں مذکور ہے کہ رضا کے مقابلہ میں کراہت ہے اور
اختیار کے مقابلہ میں جبر ہے حبس اور ضرب کے اکراہ میں بلاشک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت ہے مع وصف السلامۃ اس واسطے
کہ اختیار فاسد ہو جاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر میں جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو امتناع اس سے جمیع حیوانات کی پیدائشی ہے کیا تو نہیں
دیکھتا کہ قوت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کس طرح روک رکھتی ہے اونچے مکان کے گرنے اور آگ میں گھسنے سے در صورت گمان تلف تو اس سے باز
رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن ظاہر کا اختیار ہے جو جبر سے قریب ہے اسی طرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار امتناع ہے لیکن اختیار فاسد ہے اس واسطے
کہ انسان اس پر مخلوق ہے اس راہ سے کہ طبیعت اس پر مجبول ہے باوجود اس کے اہلیت خطاب شرع باقی ہے اکراہ ملجی اور غیر ملجی میں بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ
کے دو ہو نوعان تام وہو الملجی بتلف النفس او عضو او ضرب مبرح والا فناقص وہو غیر الملجی اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہے یعنی
جو مامور کو مضطر کر دے جان یا عضو کے تلف ہو جانے سے یا نہایت سخت مارے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملجی ہے م ضرب شدید
سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب ہو تلف نفس یا عضو کی چنانچہ بدائع میں ہے ولہذا اتقانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید
متوالی سے جس سے تلف ہونے کا خوف ہو اور غیر ملجی چنانچہ ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیاں پاؤں میں ڈالنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی وشرطہ اربعۃ
قدرۃ المکرہ علی ایقاع ما ہدد بہ سلطانا او لصا او نحوہ اور اکراہ کی شرطیں چار چیزیں ہیں ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنے والے کا اس چیز کے واقع کرنے پر جس
سے اس نے تہدید اور تخویف کی ہے خواہ مکرہ بادشاہ ہو یا چور ڈاکو یا مانند اس کے اور شخص جابر م مانند اس کے زوج ہے اپنی زوجہ کے حق میں اور

Marfat.com

صغیر غیر محتلم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہیں
اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا اگر اس کا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای
ایقاع ما ہدد بہ فی الحال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجأ اور دوسری شرط خوف ہے کرہ بالفتح کا یعنی جس پر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی
چیز واقع کر دینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور مضطر ٹھہر جائے م اور اگر ظن غالب ہو اس کے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا دور
ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہ ہوگا والثالث کون الشیء المکرہ بہ متلفا نفسا او عضوا او موجبا غما یعدم الرضی اور تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کے سبب سے
اکراہ ہو وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور اندوہ کی جو رضامندی کو نیست و نابود کر دے م شرح وقایہ میں ہے کہ اکراہ دو
قسم ہے ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اور یہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہے اور اکراہ ثانی مفسد اختیار ہے وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے
ہوتا ہے تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہے تو حبس یا ضرب میں رضا فوت ہے لیکن اختیار صحیح باقی ہے اور قتل میں رضامندی نہیں لیکن اس کو
اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہے انتہی اور موجب غم کا ہے حبس ہوتا ہے اور کا ہے ضرب اور اکراہ میں مقدار حبس یہ ہے کہ جس سے غم بتحقیق حاصل
ہو اور ضرب کی مقدار یہ ہے جس سے درد شدید پیدا ہو اور اس میں ایسی کوئی حد نہیں جس سے کمی اور زیادتی نہ ہو سکے اس واسطے کہ نصب مقادیر رائے سے
ممتنع ہے بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وہذا ادنی مراتبہ وہو یختلف باختلاف الاشخاص
فان الاشراف یغمون بکلام خشن والاراذل ربما لا یغمون الا بالضرب المبرح ابن کمال اور یہ یعنی موجب غم کم تر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص
ہے اس واسطے کہ اشراف تو غمگین ہو جاتے ہیں سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہیں ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون
المکرہ ممتنعا عما اکرہ علیہ قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ بالفتح کا قبل
از اکراہ اس فعل سے جس کے واسطے اس پر زبردستی ہوئی یعنی اگر اس پر اکراہ نہ ہوتا تو وہ فعل ہرگز نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا مال بیچنا یا
دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نہ کرتا ہو چنانچہ شراب خوری اور زنا کاری م اپنے مال کے بیع میں اکراہ
غیر ملجی ہے اور اتلاف مال غیر اور شراب خوری میں اکراہ ملجی ہے فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او سوطین الا علی المذاکیر والعین بزازیۃ تو اگر ایک شخص پر اکراہ
ہوا بسبب قتل اور ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہیں مگر آلات تناسل اور آنکھ پر البتہ متلف ہے کذا فی البزازیہ
م زیلعی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رائے پر مفوض ہے اس کی کچھ حد معین نہیں اور تصرفات مذکورہ متن کی اکراہ غیر ملجی سے ہوتی ہیں اور ضرب متلف تو
اکراہ ملجی میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید میں متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی او حبس او قید مدیدین بخلاف حبس یوم او قید
او ضرب غیر شدید الا لذی جاہ ورد یا اکراہ ہو حبس دراز یا قید طویل سے برخلاف حبس یک روزہ یا قید یک روزہ یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہیں ہے مگر عزت دار
کے حق میں البتہ اکراہ ہے کذا فی الدر م قید سے مراد بیڑیاں پاؤں میں ڈالنا ہے نہ حبس چنانچہ مشہور ہے عوام میں حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ ما عقد
یعنی اگر ایک شخص پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہاں تک کہ اس نے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ شخص
عقود مذکورہ کو فسخ کر ڈالے بعد زوال الاکراہ م عقود مذکورہ سے مراد وہ عقود ہیں جو قابل فسخ ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابراء مدیون اور کفیل اور
ہبہ کذا فی الدر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما اور حق فسخ کا باطل نہیں ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے م یعنی مکرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ
میں اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اس کے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المنفصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری
کی موت سے اور نہ زیادت منفصلہ سے م زیادت منفصلہ چنانچہ بچہ اور پھل تو زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہ ہوگا وتضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا

Marfat.com

تاوان لازم ہوگا مشتری پراس کی تعدی کرنے سے وسیجئی انہ لیسترد وان تداولتہ الایدی اور آگے آوے گا کہ مبیع پھیر لیا جاوے گا اگرچہ دست بدست چند بار اس کی بیع ہوگئی ہو اوامضی لان الاکراہ انما یعدم الرضی والرضی شرط لصحۃ ہذہ العقود وکذا لصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضا یا مکرہ بالفتح چاہے تو عقود مذکورہ جاری اور ثابت رکھے اس واسطے کہ اکراہ بھی رضامندی کو نیست اور نابود کر دیتے ہیں اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط ہے اور اسی طرح اقرار صحیح ہونے کے واسطے رضامندی شرط ہے تو اسی واسطے اس کا حق ہوگیا فسخ کر ڈالنے اور جاری رکھنے میں ثم ان تلک العقود نافذۃ عندنا پھر دیانت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ نافذ ہیں ہم حنفیوں کے نزدیک م مراد یہ ہے کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہیں مگر قابل نفاذ مفید ملک ہیں مالک کے ثابت رکھنے سے نافذ سے لازم مراد نہیں کیونکہ مکرہ فسخ اور امضا میں مختار ہے اور قہستانی کا یہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہیں منافی فساد عقود نہیں اور صاحب الیضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں مطلب یہ ہے کہ مفید ملک میں امضائے مالک سے اور اگر یوں تاویل نہ کیجیے تو یہ کیونکر ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہو جاویں درر میں مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرہ کے منعقد ہو جاتے ہیں بیع فاسد کے مانند اور فتاوی عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید ہے ہاں یہ البتہ ہے کہ اور عقود فاسدہ سے یہ عقود مخالف ہیں چند احکام میں کذا فی الطحطاوی مختصرا تبصرف وحینئذ یملکہ المشتری ان قبض فیصح اعتاقہ اور اس وقت میں یعنی جب کہ ہم نے عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اس پر قبضہ کرے تو مشتری کو غلام مبیع کا آزاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کے مانند ہر ایک وہ تصرف ہے جس کا نقض ممکن نہیں م چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرا زاہدی لا تلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اس کی جو اعتاق کے وقت ہوگی لازم ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قیمۃ الملذکورین نفذ یعنی لزم لما مر ان عقود المکرہ نافذۃ عندنا والمعلق علی الرضی والاجارۃ لزومہ لا نفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پھر جس پر اکراہ ہوا اگر ثمن اس کا خوشی سے لے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی یعنی لازم اس واسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود ہمارے نزدیک نافذ ہیں اور اس کی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے نہ اس کا نافذ ہونا اس واسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال نے الیضاح میں اس کو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے م بعد قبض اور تسلیم بیع لزوم ہوگی یعنی فاسد منقلب بہ صحیح ہو کر لازم ہو جاوے گی اس طرح کہ اب اس کو فسخ کا اختیار باقی نہ رہے گا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے مذکور کیا اس کی تاویل بھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحطاوی سے نقل کیا ہے کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں مگر اس کو اختیار ہے فسخ کر ڈالنے کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر النفاذ سے مراد افادہ ملک ہے نہ یہ کہ عقود صحیح ہیں اس واسطے کہ خود ابن کمال نے تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اس کے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو اس کا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کر دینا پلٹ کر بیع کو صحیح کر دیتا ہے اس واسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الرائق میں کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ من جملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہے اور منار اور اس کی شرح میں مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہے یعنی فاسد منعقد ہوتی ہے عدم رضا کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت والضابط ان ما لا یصح مع الہزل ینعقد فاسدا فلہ الطلاق میں کہتا ہوں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عقد کہ صحیح نہیں ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اس کا باطل کر دینا جائز ہے وما یصح فیضمن الحامل کما سیجئ اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہے تو تاوان لے مالک حامل یعنی اکراہ کرنے والے سے چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آوے گا وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہوگی وردہ ولم یضمن ان ہلک الثمن لانہ امانۃ ورد ان بقی فی یدہ لفسادہ اور ثمن کو پھیر دے اگر اس کے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دے گا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو اس واسطے کہ وہ امانت ہے کذا فی الدرر م امانت اس واسطے تھا کہ اس نے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لا علی سبیل التملک تو تاوان اس پر لازم نہ ہوگا لکنہ یخالف البیع الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتوں میں یجوز بالاجازۃ

Marfat.com

القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ جائز ہو جاتی ہے اجازت قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہیں ہوتی والثانی
انہ ینقض تصرف المشتری منہ وان تداولتہ الایدی اور دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اس کی بیع ہو گئی
ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے اس واسطے کہ اور بیوع فاسدہ میں حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکرہ میں حق العبد کی جہت سے فساد ہے اور حق
العبد حق اللہ پر مقدم ہے کیونکہ عبد حاجت مند ہے اور حق تعالیٰ غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت
یہ ہے کہ بیع مکرہ میں وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کے وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ ان میں وقت قبض کے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے
والرابع الثمن والمثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری فلا ضمان بلا تعد بخلافہما فی الفاسد بزازیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہے مکرہ
بالفتح کے ہاتھ میں بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون تعدی کے تاوان نہیں برخلاف ان دونوں
ثمن اور مثمن کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہوتے کذا فی البزازیہ م ثمن اور مبیع اس وقت امانت ہے جب کہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہوا اور مشتری پر مبیع لینے کا
امر السلطان اکراہ وان لم یتوعدہ بادشاہ کا امر اکراہ ہے اگرچہ اس نے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید نہ کی ہو م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بادشاہ نے ایک مرد سے
کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا یا اس سور کا گوشت کھا اور نہیں تو میں تجھ کو قتل کروں گا تو اس کو کھانا جائز ہے بلکہ فرض ہے جب کہ اس کو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاؤں
تو مقتول ہوں گا پھر اگر اس نے نہ کھایا اور قتل ہوا تو گنہ گار ہو گا ظاہر الروایہ میں اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہ گار ہو گا اور اپنے خون میں ماخوذ ہو گا لیکن اگر حالت
ضرورت کی اباحت سے جاہل ہو گا اور نہ کھانے سے مقتول ہو گا تو امید ہے کہ ماخوذ نہ ہو گا اور اگر مباح ہونے کا عالم ہو گا تو ماخوذ ہو گا اور اگر اس کو یہ ظن غالب ہو
کہ بادشاہ اس کو نہ کھانے سے قتل نہ کرے گا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہے تو اس کو کھانا درست نہیں اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ
ڈالے تو اس کو ہاتھ کاٹنا جائز ہے اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہیں تو تجھ کو قتل کروں گا تو اس کو اپنا قتل کرنا جائز نہیں انتہی مختصرا
اور ملتقی اور اس کی شرح میں ہے اور اکراہ تہدید قتل ہوا اس پر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ میں گھس جائے یا اور جھک جیز پر تو اس کو اختیار ہے امام کے نزدیک
چاہے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اس پر صبر لازم ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وامر غیرہ لا الا ان لم یعلم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل
امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی وبہ یفتی اور بادشاہ کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہیں بشرطیکہ مامور دلالت حال سے نہ
جانتا ہو کہ اگر اس کا کہنا نہ کرے گا تو وہ اس کو قتل کرے گا یا اس کا ہاتھ کاٹ ڈالے گا یا اس کو اس طرح مارے گا جس سے اس کی جان یا عضو کے تلف ہونے کا
خوف ہو گا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوی ہے وفی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق منہ الاکراہ اور بزازیہ میں ہے کہ شوہر بادشاہ ہے اپنی زوجہ کا تو اس
سے اکراہ ثابت ہے م تہدید زوج اس صورت میں اکراہ ہے جب کہ وہ قادر ہو اس کے کرنے پر اور یہ دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے امام سے کذا
فی الطحطاوی اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سو اس نے انکار کیا
یہاں تک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاوے گا حق تعالیٰ کے نزدیک کذا فی الاشباہ م پھر اگر محرم شکار مارے گا تو قیاس میں اس پر کچھ نہیں اور استحسان میں قاتل پر کفارہ
ہے نہ اس کے آمر پر اور اگر آمر اور مامور دونوں محرم ہوں تو دونوں پر کفارہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ البائع علی البیع لا المشتری وہلک المبیع فی یدہ
ضمن قیمتہ للبائع بقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو گئی مشتری کے ہاتھ میں تو مشتری اس کی قیمت کا بائع کو تاوان
دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے م تاوان قیمت کا مشتری پر لازم ہے اگرچہ بائع ثمن اس کا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہے
کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے پھیرے اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اس کے پاس تلف ہو جائے بدون تعدی کے تو تاوان اس پر نہیں
کیونکہ وہ اس صورت میں اس کے پاس امانت ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن الصغری والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح

Marfat.com

یعنی بائع کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ پھر اگر مالک تاوان
اکراہ کرنے سے تو وہ مشتری سے قیمت اس کی پھیرے یعنی اس واسطے کہ وہ ادائے ضمان سے اس کا مالک ہو گیا وان ضمن المشتری نفذ ای جاز لما مر کل شراء بعدہ ولا
ینفذ ما قبلہ لو ضمن المشتری الثانی مثلاً لصیرورۃ ملکہ فیجوز ما بعدہ لا ما تقدم اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہو جائے گی ہر خرید
کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہ ہوگی وہ خرید کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلاً مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی
ملک ہو گئی تو اس کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی م مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن میں بیان کر دیا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ
مشتری پر اور مبیع تلف ہو جائے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول
مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری
جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لے گا تو تمام خریداریاں جائز ہو جاویں گی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اس واسطے
کہ یہ مسئلہ تداول ایدی میں مفروض ہے اور پہلا مشتری واحد میں مفروض ہے فیرجع المشتری الضامن بالثمن علی بائعہ تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے
پھیر لے بخلاف ما اذا اجاز المالک احد البیاعات حیث تجوز الجمیع ویاخذ الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ برخلاف سابق یہ صورت ہے جب کہ مالک کسی
بیع کو بیوع مذکورہ میں سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر میں اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاویں گی اور مالک مشتری اول سے ثمن لے گا
وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تھی مالک کی سو اس کی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر او شرب
خمر باکراہ غیر ملجیٔ بحبس او ضرب او قید لم یحل اذ لا ضرورۃ فی اکراہ غیر ملجیٔ پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کے گوشت کھانے یا شراب کے پینے
پر بواسطہ اکراہ ملجی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہیں اس واسطے کہ کوئی ضرورت نہیں اکراہ غیر ملجی میں یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح
ہو جاتے ہیں چنانچہ مخمصہ میں اور جب جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف نہ ہوا تو ضرورت ثابت نہ ہوئی کذا فی المنح نعم لا یحد للشرب للشبہۃ ہاں یہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور
سے اگر شراب کوئی پیے تو اس پر حد ماری جائے گی شبہ اباحت کے سبب سے وان اکرہ بملجی بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح ابن کمال حل الفعل بل فرض اور
اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید متلف کے کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اس واسطے کہ محرمات مذکورہ
عند الضرورۃ مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہے م مسائل اکراہ تین قسم ہیں ایک قسم یہ ہے جس میں اقدام عزیمت ہے یعنی جس کے کرنے پر اکراہ
واقع ہوا اس کا کرنا افضل ہے اور اگر نہ کرے گا یہاں تک کہ قتل ہو گا تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اس کے ہے دوسری قسم میں عزیمت
امتناع ہے اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجراء کلمہ کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور جو کہ کفر ہے اور استحقاق دین کا سبب ہے
تیسری قسم میں امتناع عزیمت ہے اور اقدام میں رخصت نہیں کسی حال میں اور وہ قتل نفس معصوم محترم ہے یا اس کا قطع عضو کذا فی الاتقانی فان صبر فقتل اثم الا اذا
اراد بہ مغائظۃ الکفار فلا باس بہ پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے میں صبر کیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا تو گنہگار ہوگا مگر جب کہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کھانے
کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں م وجہ عصیان یہ ہے کہ تناول محرمات اس حالت میں مباح ہے اور جان یا عضو نہ کھانے سے تلف کروانا حرام ہے کذا فی الزیلعی
وکذا لو لم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لا یاثم لخفائہ فیعذر بالجہل کالجہل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسی طرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ
سے نہ جانتا ہو تو گنہگار نہ ہوگا بسبب مخفی ہونے اباحت کے تو معذور ہوگا نادانستگی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتدائے اسلام میں یا دار الحرب میں عذر ہے
م اباحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور اس میں اختلاف بھی علماء اور صحابہ کے گمان امتناع معصیت سے احتراز ہے تو معذور ہے کذا فی الزیلعی ابتدائے
اسلام میں مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہو اور ہنوز احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المخمصۃ کما قدمنا فی الحج

Marfat.com

جیسے شدت گرسنگی میں محرمات مذکورہ کے نہ کھانے اور مرجانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہم نے اس کو کتاب الحج میں بیان کیا ہے وان اکرہ علی الکفر باللہ او بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجمع وقدوری بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اس کو جائز ہے کہ زبان سے ظاہر کرے جس کا اس کو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے دراں حالیکہ اس کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہے بلا تغیر عقیدہ م توریہ عبارت ہے اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے ثم ان وری لا یکفر ویانت امرأتہ قضاء لا دیانۃ بحر کرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر میں تو کافر نہ ہوگا اور اس کی عورت کا نکاح ٹوٹ جائے گا ظاہر حکم میں نہ عند اللہ م توریہ کی صورت یہ کہ کفر باللہ میں خبر کاذب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نہ کرے کذا فی الحموی اور چنانچہ اس کو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اس نے کہا کہ دشنام کے وقت میں نے مرد نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃ کذا فی القہستانی قضاءً اس واسطے کافر ٹھہرا کہ کلمہ کفر اس کی زبان پہ گزرا اور دیانۃ اس واسطے کافر نہ ہوا کہ کفر کا اس نے ارادہ نہیں کیا وان خطر بالہ التوریۃ ولم یور کفر وبانت امرأتہ دیانۃ وقضاء نوازل وجلالیۃ اور اگر اس کے دل میں توریہ مخطور ہوا اور اس نے توریہ نہ کیا تو کافر ہوگیا اور اس کی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا برطرح دیانۃ بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل والجلالیۃ م اس واسطے کہ جب دل میں توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ داخل تحت الکفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یہ ہے کہ مکرہ کہے کہ میرے دل میں توریہ مخطور نہ ہوا ولیکن میں نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اس کی عورت جدا نہ ہوگی استحسان میں اس واسطے کہ جب اسکے دل میں سوائے اس کے کچھ محفوظ نہ ہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت میں اظہار کفر کی رخصت ہے اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اس حالت میں لازم ہے جب کہ اس کے دل میں توریہ مخطور ہو جائے کذا فی الطحطاوی ویوجر لو صبر لترکہ الاجراء المحرم اور ثواب پاوے گا اگر صبر کرے گا بسبب ترک کرنے اجراء محرم کے م عمار اور حبیب رضی اللہ عنہما اس میں مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے صبر کیا یہاں تک کہ سولی دیئے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر ومثلہ سائر حقوقہ تعالی کافساد صوم وصلوۃ وقتل صید حرم وکلما ثبتت فرضیتہ بالکتاب اختیار اور اکراہ علی الکفر کے مانند ہیں رخصت اور صبر میں باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم وصلوۃ کا فاسد کر دینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام میں شکار کرنا اور جس چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار م زیلعی میں ہے اور اسی طرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ ملجی کے نزدیک اس کے کرنے میں رخصت ہے اور وہ چنانچہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلوۃ اور جنایت احرام اس واسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہیں تو اس میں اصلا اباحت متصور نہیں اور سوائے کفر کے اگرچہ عقلاً محتمل ہے لیکن موجود نہیں تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے ساتھ تو اکراہ ملجی سے اس کی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقا اور غیر ملجی سے چنانچہ ضرب اور حبس سے رخصت ثابت نہ ہوگی ، ولم یرخص الاجراء بغیر ہما بغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجئ ابن کمال اذا التکلم بکلمۃ الکفر لا یحل ابداً اور اجراء کلمہ کفر رخصت نہیں بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ ملجی کے اس واسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہیں م غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی اس واسطے کی تاکہ معلوم ہو کہ اکراہ ملجی قتل اور قطع میں منحصر نہیں بلکہ جو چیز نہایت مضطر کر دے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم میں ہے چنانچہ آنکھ پہ اور آلات تناسل پہ مارنا اور عدم صحت اجراء کلمہ کفر قول سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہو سکتی ہے تو اسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی ورخص لہ اتلاف مال مسلم او ذمی اختیار بقتل او قطع ویوجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دی گئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کر ڈالنے میں تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور اس کو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کرے گا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکرہ بالکسر لان المکرہ بالفتح کالآلۃ اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تاوان لے اس واسطے کہ جس شخص پہ کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہے م افعال دو قسم ہیں ایک فعل وہ ہے جس میں مکرہ بالفتح صلاحیت اس کی رکھتا کہ اس فعل میں مکرہ بالکسر کا آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہاں اکراہ کرنے والے کی طرف فعل منقول ہوگا تو گویا اس نے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اسی پہ لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہے جس میں وہ آلہ نہیں ہو سکتا تو وہاں فعل اکراہ کرنے والے کی طرف منقول نہ ہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اس واسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہیں کھا سکتا اور نہ دوسرے کے آلہ سے وطی کر سکتا ہے اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اس واسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑ کے مال پہ گرا دے

Marfat.com

اور مال تلف ہو جاوے کذا فی الطحطاوی لا یرخص قتلہ او سبہ او قطع عضوہ وما لا یستباح بحال اختیارا اور رخصت نہیں اکراہ سے مسلمان کے قتل کی یا اس کے گالی دینے یا اس کے ہاتھ کاٹنے کی اور اس فعل کی جو کسی حالت میں مباح نہیں کذا فی الاختیار م لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گالا داب کر یا رڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی میں گرا کے ڈبونا اور زنا کرنا کذا فی الطحطاوی ویقاد فی القتل العمد المکرہ بالکسر لو مکلفا علی ما فی المبسوط خلافا لما فی النہایۃ فقط لان القاتل کالآلۃ اور قتل عمد میں فقط مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے قصاص لیا جاوے گا اگر وہ عاقل اور بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اس قول کے جو نہایہ میں ہے فقط مکرہ بالکسر پر اس واسطے قصاص ہے کہ مکرہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کے مانند م منح الغفار میں ہے کہ عنایہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ قصاص آمر پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضائے اس کی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کے واسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اس فعل میں جس میں وہ آلہ ہو سکتا ہے یعنی اتلاف میں نہ گناہ میں اور یہ اس واسطے ہے کہ وہ ہتھیار وہ ہے جو بمقتضائے اپنی طبیعت کے عمل کرے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اس کی طبیعت ہے جب کہ وہ مستعمل ہو محل قطع میں اور چنانچہ آگ کہ اس کی طبیعت جلا دینا ہے اور چنانچہ پانی کہ اس کی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنے والے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں اکراہ ملجی میں آمر پر قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی واوجبہ الشافعی علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور دونوں پر قصاص واجب کیا ہے ونفاہ ابو یوسف عنہما للشبہۃ اور ابو یوسف نے دونوں سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب م اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اس واسطے کہ فعل اسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً وحساً وحکماً یعنی در حق گناہ تو اسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضیاعہا اور اگر زنا پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کے واسطے رخصت نہیں اس واسطے کہ اس میں جان کا قتل کرنا ہے اس کے ضائع ہو جانے سے م اس واسطے کہ ولد الزنا حکماً ہالک ہے اس واسطے کہ اس کا کوئی پالنے والا نہیں تو زنا کسی صورت سے مباح نہیں مانند قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحسانا لیکن مامور پر حد نہیں از روئے استحسان کے بل یغرم المہر ولو طائعۃ لانہما لا یسقطان جمیعا شرح وہبانیۃ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اس واسطے کہ حد اور مہر دونوں کے دونوں ساقط نہیں ہو جاتے کذا فی شرح الوہبانیۃ م یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہیں ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب المرأۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب میں رخصت ہے اس کو زنا کی اکراہ ملجی سے اس واسطے کہ نسب ولد کا اس کے زنا سے منقطع نہیں ہوتا تو یہ بمعنی قتل کے نہ ہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اس کی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر لا بغیرہ لکنہ یسقط الحد فی زناہا لا زناہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبہۃ لہ نہیں رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کے زنا میں حد ساقط ہے نہ مرد کے زنا میں اس واسطے کہ جب اکراہ ملجی رخصت نہ ہوا مرد کے واسطے تو غیر ملجی اس کے واسطے شبہ نہ ہوا سقوط حد کا برخلاف عورت کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہر تعلیلہم ان حکم اللواطۃ کحکم المرأۃ لعدم الولد فترخص بالملجی الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لانہا لم تبح بطریق ما ولکون قبحہا عقلیا ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قالہ المصنف فقہاء کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اس پر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے مانند ہو بسبب نہ ہونے ولد کے لواطت میں تو لواطت مرخص ہو اکراہ ملجی سے مگر یہ کہ زنا اور لواطت میں فرق کیجیے اس طرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے زنا سے اس واسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہیں اور اس وجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہے اور اسی واسطے اغلام بہشت میں نہ ہوگا بر بنائے صحیح یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م تنقیح کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ ہو تو اس کی رخصت نہیں اگرچہ وہ قتل ہوا انتہی تو اس سے اغلام اکراہ ملجی سے ممنوع ہوا باوجودیکہ اہلاک ولد کا مودی نہیں اور نہ مفسد فراش ہے اور ظاہر اطلاق تنقیح فاعل اور مفعول دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی

سا۵۱ بلکہ دلیل موافق مضمون لاحق کے ہونی چاہیے کہ نسب ولد الزنا کا مرد کی طرف نہیں رہتا اس لیے مرد کی جانب سے بحکم قتل کے ہے ۱۲

وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قول سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت دار کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال م لیکن جوہرہ کی یہ روایت اس کے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ آزاد ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر تاوان لازم ہوگا۔ اس واسطے کہ اس نے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمی ان لم یطأ اور جس پر اکراہ ہو وہ اکراہ کرنے والے سے غلام کی قیمت بھر لے اور نصف مہر مسمی بھر لے اکراہ کرنے والے سے اگر اس نے مطلقہ کی وطی نہ کی ہو م یعنی عتق غلام میں قیمت لے مکرہ بالکسر سے اور نصف مہر مسمی لے بشرط عدم وطی اور اگر مہر مسمی نہ ہو تو وہ لے جو اس پر متعہ لازم ہو کذا فی الدرر ونذرہ ویمینہ وظہارہ ورجعتہ وایلاؤہ وفیئہ فیہ ای فی الایلاء بقول او فعل اور صحیح ہے اکراہ سے نذر مکرہ کی اور قسم اس کی اور ظہار اور رجعت اس کی اور ایلاء اس کا اور رجوع کرنا اس کا ایلاء میں قول سے یا فعل سے کذا فی الدرر الملتقی اور زیلعی اور درر میں فقط قول مذکور ہے نہ فعل واسلامہ ولو ذمیا کما ہو اطلاق کثیر من المشائخ وما فی الخانیۃ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحتہ مطلقا فلیحفظ اور صحیح ہے اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کلام ہے اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ میں تفصیل ہے کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہے نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہے اور استحسان صحت اسلام ہے مطلقا خواہ حربی ہو یا ذمی اس کو یاد رکھنا چاہیئے م کہ عمل استحسان پر ہوتا ہے نہ قیاس پر سوائے چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ ان میں سے نہیں ہے تو اعتماد استحسان ہی پر ہوا کذا فی الطحطاوی بلا قتل لو رجع للشبہۃ کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہے بدون اس کے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے قتل نہیں بسبب شبہ چنانچہ باب المرتد میں گزر گیا م شبہ یہ ہے کہ شاید اس نے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوکیلہ بطلاق وعتاق وما فی الاشباہ من خلافہ فقیاس والاستحسان وقوعہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کے واسطے اور جو اشباہ میں اس کے مخالف مذکور ہے سو قیاس ہے اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہے وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے م اشباہ میں ہے کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہیں ہوتا وجہ قیاس یہ ہے کہ وکالت باطل ہو جاتی ہے ہزل سے تو اسی طرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اس کے وجہ استحسان یہ ہے کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہیں بلکہ اس کے فساد کا موجب ہے تو اسی طرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہے اور شروط فاسدہ کا اثر وکالت میں نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی والاصل عندنا ان کل ما یصح مع الہزل یصح مع الاکراہ لان ما یصح مع الہزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیہ الاکراہ وعدہا ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ ثمانیۃ عشر وعددنا ما فی باب الطلاق نظما عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت میں یہ ہے کہ جو عقد صحیح ہے ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہے اس واسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہے اس میں فسخ کا احتمال نہیں اور جس میں فسخ کا احتمال نہیں اس میں اکراہ اثر نہیں کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہیں ان کو فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں اٹھارہ شمار کیا ہے اور باب الطلاق میں ہم نے ان کو نظم میں بیس گنا ہے م غیر محتمل الفسخ میں اکراہ اثر نہیں کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہیں ہوتا اس واسطے کہ اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہے اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہے عدم لزوم عقد اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کر دیتا ہے فسخ عقد پر تو اکراہ اس کو قدرت دیتا ہے فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد میں کہ فسخ کا احتمال نہیں اس میں اکراہ عمل نہیں کرتا کذا فی المنح لا یصح مع الاکراہ ابراء مدیونہ او ابراء کفیلہ بنفس او مال لان الابراء لا یصح مع الہزل صحیح نہیں اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مالی ضامن اس واسطے کہ برائت صحیح نہیں ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے بھی ساتھ صحیح نہ ہوگی وکذا لو اکرہ الشفیع علی ان لیسکت عن طلب الشفعۃ فسکت لا یبطل شفعتہ اور اسی طرح اگر شفیع پر اس کا اکراہ ہو کہ وہ طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اس کا باطل نہ ہوگا والردۃ بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان فلا تبین زوجتہ لانہ لا یکفر بہ والقول لہ استحسانا قلت وقدمنا عن النوازل خلافہ فذ قیاس فتامل اور مرتد ہونا اس کا زبانی مرتد ہونا صحیح ہے اکراہ سے اور حالانکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہے تو اس کی زوجہ چھوٹ نہ جاوے گی اس واسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہیں ہوتا اور عدم ارتداد قلبی میں اس کا قول معتبر ہے استحسان کی دلیل سے میں کہتا ہوں اور اس سے پہلے ہم نے نوازل سے خلاف نقل کیا ہے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہے نہ استحسان سو اس کو تامل کر

Marfat.com

م نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ در صورت توریہ زوجہ قضاءً چھوٹ جاوے گی نہ دیانۃً اور اگر توریہ کا قصد نہ کیا باوجود اس کے دل میں خطور ہونے کے تو دونوں طرح سے چھوٹے گی اکرہ القاضی رجلا لیقر بسرقۃ او قتل رجل بعمد او لیقر بقطع ید رجل بعمد فاقر بذلک فقطعت یدہ او قتل علی ماذکر ان کان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متہما بالسرقۃ معروفا بہا وبالقتل لا یقتص من القاضی استحسانا للشبہۃ خانیۃ قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تاکہ وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمداً کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اس نے اس کا اقرار کیا تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیک بخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائے اگر مقر چرانے کے ساتھ متہم ہو اور چوری اور خون ریزی میں مشہور ہو تو قاضی سے قصاص لیا جاوے گا استحسان کی دلیل سے بسبب شبہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیۃ م شبہ یہ ہے کہ شاید اس نے کیا ہو جس کا اس نے اقرار کیا ہے قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشرب او تبیع کرمک فہو اکراہ ان کان شرابا لا یحل کالخمر والا فلا قنیۃ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس مشروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیع کر تو وہ اکراہ ہے اگر مشروب یعنی پینے کی چیز شریعت میں حلال نہ ہو چنانچہ شراب اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القنیہ صاحب قنیہ نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے زنا اور باقی محرمات کا م در صورت اکراہ جو اس نے بیچا تو اس بیع میں بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان و لم یعین بیع مالہ فباع صح لعدم تعینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اس کے مال بیچنے کی تعیین نہیں کی سو اس نے کوئی چیز بیچ ڈالی پادشاہ کے واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اس کے عدم تعیین کے سبب سے م یعنی پادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہیں کہا کہ فلانی چیز بیچ کر دے تو وہ بیع میں طائع اور راضی ٹھہرا اس واسطے کہ ادائے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہے کذا فی العالمگیریۃ والحیلۃ ان یقول من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیۃ اور حیلہ خیار فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ میں کہاں سے دوں میرے پاس تو مال نہیں پھر جب حاکم ظالم یوں کہے کہ فلانی چیز بیچ کر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اس کی بیع میں کذا فی البزازیۃ خوفہا الزوج بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اس کے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہاں تک کہ اس نے اپنا مہر معاف کر دیا تو بخشنا صحیح نہیں اگر شوہر مارنے پر قادر ہو م ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونوں کو شامل ہے لیکن قاضی کے فتاوی میں ضرب متلف کی قید ہے اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہے وان ہددہا بالطلاق او تزوج علیہا وتسر فلیس باکراہ خانیۃ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہیں کذا فی الخانیۃ م اس واسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کی حرم کرنا یہ افعال شرع شریف میں درست ہیں اور لغو شرعیہ اکراہ نہیں ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امراتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبت بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادہ الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا استوفت منہ میراث امہا فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومتہ تحفۃ الاقران فی بحث الہبۃ اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اس کے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اس کو اپنا مہر بخش دے سو اس نے کچھ مہر بخش دیا تو ہبہ باطل ہے اس واسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا میں کہتا ہوں اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتائے حادث کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اس نے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اس کو منع کیا مگر اس طرح کہ وہ شاہدوں کو اپنے اس اقرار پر گواہ کرے کہ اس نے اپنی ماں کی میراث باپ سے پوری بھر لی ہے سو اس نے اس کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا اور اسی کا فتوی دیا ہے ابو سعود مفتی روم نے یہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح میں جس کا نام تحفۃ الاقران ہے ہبہ کی بحث میں م ظاہر امرض سے وہ مرض مراد ہے

جن میں والدین کی طرف جانے کی حاجت ہے اور خفیف مرض میں منع الخروج شرعاً جائز ہے اور ہبہ کل مہر بمنزلہ بعض مہر کے ہے اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کے مانند ہے اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہے اور اسی طرح بکارت قید نہیں کذا فی الطحطاوی المکرہ باخذ المال لا یضمن ما اخذہ اذا نوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہو دوسرے شخص کے مال چھین لینے کا تو اس پر تاوان نہیں جو اس نے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کے یہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پھیر دے گا اس کے مالک کو اور اگر یہ نیت نہیں کی تو تاوان اس پر لازم ہوگا یعنی پھیر دینے کی نیت سے اس نے مال لیا پھر وہ مال تلف ہوگیا تو اس کا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہے نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ ولا یضمن مجتبی اور جب کہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت میں یعنی مالک کہتا ہو کہ اس نے پھیر دینے کی نیت سے نہیں لیا تھا اور لینے والا کہتا ہو کہ میں نے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ معقول ہے اور اس پر تاوان لازم نہ ہوگا کذا فی المجتبی یعنی اس واسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہے مکرہ کے صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یسعہ ما دام حاضرا عند المکرہ والا لم یحل لزوال القدرۃ والالجاء بالبعد منہ وبہذا تبین انہ لا عذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی میں ہے کہ جس شخص پر اکراہ ہو غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اس کو لینا اور دینا اس وقت تک جائز ہے جب تک اس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہیں بسبب زائل ہو جانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اس کے دور ہو جانے سے اور اس قید سے ظاہر ہو گیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگاروں کو کچھ عذر نہیں ناحق مال چھین لینے میں حاکم یا اس کے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م مبسوط میں ہے کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چھین لینا جائز ہے تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت میں اگرچہ اس کو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کرے گا اگر مجھ کو پا دے گا ہاں اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھ ہو اس طرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اس کو پکڑ لا دے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کھانے کا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہیں اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بھر لے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال میں نہ دوسری صورت میں یعنی سیری میں قال اہل الحرب لنبی اخذوہ ان قلت لست بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکناک وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لامتناع الکذب علی الانبیاء کفار حربیوں نے اس نبی سے کہا جس کو انھوں نے گرفتار کیا کہ اگر تو یوں کہے کہ میں نبی نہیں ہوں تو ہم تجھ کو چھوڑ دیں گے اور اگر نہ کہے گا تو ہم تجھ کو قتل کریں گے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہیں اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یوں کہے کہ یہ نبی نہیں ہے تو ہم تیرے نبی کو چھوڑیں اور اگر تو کہے گا کہ یہ نبی ہے تو ہم اس کو قتل کریں گے تو اس کو یہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر م اس مسئلہ سے اگر عظمت انبیاء کا بیان واقعی منظور ہے تو ظاہر ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہے نہ غیر نبی سے کذا فی الطحطاوی قال حربی لرجل ان دفعت جاریتک لازنی بہا دفعت لک الف اسیر لم یحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر اپنی لونڈی مجھ کو دے تاکہ میں اس سے بدکاری کروں تو میں تجھ کو ہزار قیدی مسلمان دوں تو لونڈی دینا حلال نہیں م اس واسطے کہ یہ اکراہ نہیں اور قیدیوں کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہے چاہے ان کو خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اقر بعتق عبدہ مکرہا لم یعتق فی الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہو کر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر قول میں ہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاہر القنیۃ نعم اول چھین لینے کا اکراہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں ظاہر قنیہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاں معتبر ہے م ینابیع میں ہے کہ سلطان نے وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اس نے دیا تو وصی پر تاوان نہیں اور حبس اور قید کی تہدید میں ضمان ہے اور اگر وصی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ

ل مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کا مال چھین لے ورنہ تجھ کو مار ڈالوں گا اور اس نے مال لے لیا تو اگر پھیر دینے کی نیت سے لیا تو عمرو پر ضمان نہیں ورنہ ضمان ہوگا ۱۲

Marfat.com

مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑے گا اور مال متروک اس کو کفایت کرے گا تو تسلیم جائز نہیں اور اگر دے گا تو تاوان شامل اس پر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لے گا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے میں اس پر تاوان نہیں اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت میں وصی پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی دفی الوہبانیۃ قال ۔ وان قال المدیون انی مرافع ؛ لتبری فالاکراہ معنی مصور ؛ اور وہبانیہ میں کہا ہے اور اگر مدیون نے کہا دائن سے کہ میں تیرا بھید ظاہر کرنے والا ہوں حاکم سے ورنہ تو مجھ کو اپنے دین سے بری کر دے تو یہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا م شرنبلالی میں ہے کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ تمسک کا دثیقہ پھیر دے اور یہ اقرار کر کہ میرا تجھ پر کچھ دعویٰ نہیں اور اگر تو قبول نہ کرے گا تو میں حاکم سے ظاہر کر دوں گا کہ تیرے پاس ہزار ہا تنکے شخص کا اس قدر سونا ہے یعنی اور حاکم اس مال کی تلاش میں ہو سو دائن نے دثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونے کا اقرار کیا نجم الائمہ بخاری نے جواب دیا کہ یہ در معنی اکراہ ہے اور اس کو جائز ہے کہ اس پر اپنے دین کا دعویٰ کرے یہ جواب اس صورت میں ہے جب کہ حاکم چغل خور کی چغلی سن کر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی ۔ وصح فی الاستحسان اسلام کرہ ؛ ولا قتل ان یرتد بعد ؛ بجبرۃ اور استحسان میں صحیح ہے اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہیں ہوگا اور اس پر جبر ہوگا قبول اسلام میں م یہ مسئلہ شرح وہبانیہ ہو چکا مبسوط میں ہے کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ میں تیرے باپ یا بیٹے یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کر دوں گا یا تیرے باپ کو حبس کر دوں گا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کر دے سو اس نے غلام کو بیچا تو قیاس یہ ہے کہ بیع جائز ہے اور استحسان میں باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہیں اس واسطے کہ یہ اکراہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم ۔

Marfat.com
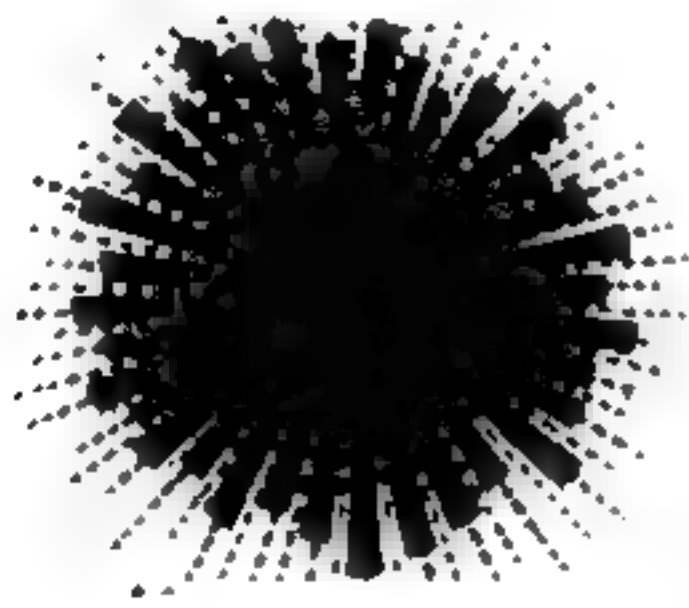
کتاب الحجر

یہ کتاب ہے حجر کے احکام میں مصنف نے کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اس واسطے لایا کہ دونوں میں سلب اختیار ہے مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے اس واسطے کہ اکراہ سلب اختیار اس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کاملہ کا ہے بخلاف حجر لہٰذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت اور شفقت ہے مجورین پر اور گاہی غیر مجور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے چنانچہ مدیون اور سفیہ کے حجر میں بقول صاحبین اور حجر غلام برعایت حق مولی ہو لغۃ المنع مطلقا حجر لغت میں بمعنی منع ہے مطلقا یعنی باز رکھنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطلب سے قاموس میں حجر بحرکات ثلثہ حاء مہملہ و سکون جیم مذکور ہے وشرعا منع نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لا یمکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع میں حجر منع کرنا اور روکنا ہے تصرف قولی کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اس لیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اس کے واقع ہو جانے کے ممکن نہیں تو فعل سے روکنا متصور نہیں ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اس لیے کہ محجور کا عقد موقوف ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اس واسطے کہ نافذ عام ہے لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جس میں ضرر ہو اور جس تصرف قولی میں سراسر نفع ہو چنانچہ قبول ہبہ اور اسلام تو اس میں صغیر بالغ کے مانند ہے قلت یشکل علیہ الرقیق لمنع نفاذ فعلہ فی الحال بل بعد العتق کما صرح بہ فی البدائع اللہم الا ان یقال الاصل فیہ ذلک لکنہ آخر لعتقہ لقیام المانع فتامل میں کہتا ہوں اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہے یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع میں مصرح ہے بار خدایا مگر یوں جواب دیا جائے اس اشکال کا کہ اس میں اصل تو یہی ہے کہ غلام اپنے افعال میں فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن مواخذہ میں تاخیر واقع ہوئی اس کے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اس کو تامل کرے ہم مانع حق مولی ہے یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اس میں بیچا جائے اور اس میں حق مولی کا ابطال ہے طحطاوی نے کہا اشکال اس وقت میں واضح ہوتا جب کہ غلام اپنے فعل میں کلیہ ماخوذ نہ ہوتا تصرف قولی کے مانند فتامل وسببہ صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ وحکمہ کممیز کما سیجیٔ فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہے جو شامل ہو قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ میں اور حکم معتوہ کا طفل تمیزدار کے مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون میں آوے گا ورق اور سبب حجر کا رق ہے یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہم چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہے کہ اپنے نفع وضرر کو نہیں پہچانتے لہٰذا شرع میں ان کے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور مملوک ہرچند عاقل ہے لیکن چونکہ جو اس کے پاس ہے وہ مولی کی ملک ہے تو برعایت حق مولی اس کا تصرف جائز نہ ہوا فلا یصح طلاق صبی ومجنون مغلوب ای لا یفیق بحال واما الذی یجن و یفیق فحکمہ کممیز نہایۃ تو صحیح نہیں طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش میں نہیں آتا اور جو کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار تو اس کا حکم طفل ممیز کے مانند ہے کذا فی النہایۃ ہم نہایہ اور غایۃ البیان میں ہے کہ معتوہ یعنی جو گاہے دیوانہ ہے اور گاہے ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہے اور زیلعی میں ہے کہ وہ عاقل کے مانند ہے شبلی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین میں کہا کہ اگر اس کی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال افاقہ میں کوئی عقد منعقد کرے تو اس میں نفاذ عقد کا حکم ہے

Marfat.com

عاقل کے مانند اور اگر اس کی ہوشیاری کا وقت معین نہ ہو تو حکم اس میں توقف کا ہے صغیر کے مانند تو زیلعی کا کلام شق اول پر محمول ہے اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا
فی الطحطاوی ولا اعتاقہما واقرارہما نظرا لہما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے برعایت ان کے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور اعتاق اور اقرار کی بنظر
ترحم اور شفقت کے ہے ان کے حال پر وصح طلاق عبد واقرارہ فی حق نفسہ فقط لا سیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اس کا اقرار فقط اس کی ذات کے حق میں نہ
اس کے مالک کے حق میں فلو اقر بمال اخر الی عتقہ لو لغیر مولاہ ولو لہ ہدر تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اس کا مطالبہ پیچھے ڈالا جائے گا اس کے آزاد ہونے تک اگر
غیر مولی کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہے یعنی اس واسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہیں ہوتا کذا فی الدرر وبحد
وقود اقیم فی الحال لبقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما اور اگر غلام نے حد اور قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اس پر فی الحال قائم کیا جائے گا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص
کے حق میں اصل حریت پر ومن عقد عقدا یدور بین نفع وضرر کما ہی فی الماذون منہم من ہولاء المحجورین وہو یعقلہ یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجازہ ولیہ او رد
اور جو کہ ان محجورین مذکورین میں سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون میں آوے گی اور حالانکہ عاقد اس کو
تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہے اور شراء ملک مشتری کو کھینچ لاتی ہے تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے اور چاہے رد کر دے قولہ م
منہم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کی طرف پھرتی ہے اس واسطے کہ مجنون مغلوب میں تعقل مذکور نہیں ولی سے مراد قاضی اور باپ اور دادا اور وصی اور مولی ہے اور اگر قاضی
صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اس کا باپ نہ مانتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یعقل فباطل نہایۃ اور اگر شخص محجور عقد کو نہ سمجھتا ہو تو عقد باطل
ہے کذا فی النہایۃ وان اتلفوا ای ہولاء المحجورین سواء عقلوا اولا درر شیئا متقوما من مال او نفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعل اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجھتے ہوں یا نہ بوجھتے
ہوں کذا فی الدرر تلف کر ڈالیں شی متقوم کو مال ہو وہ شی یا جان تو ضمان ان پر لازم ہو گا اس واسطے کہ تصرف فعلی میں حجر نہیں کہ ان کا تلف کر ڈالنا معتبر نہ ہو لکن ضمان العبد
بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد ہونے کے ہے چنانچہ گزر گیا وفی الاشباہ الصبی المحجور مواخذ بافعالہ فیضمن ما اتلفہ من المال للحال فاذا قتل فالدیۃ
علی عاقلتہ الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضہ وما اودع عندہ بلا اذن ولیہ وما اعیر لہ وما بیع منہ بلا اذن اور اشباہ میں ہے کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہے اپنے افعال سے تو اس
چیز کا تاوان دے گا فی الحال جس کو اس نے تلف کر ڈالا اور جب کہ قتل کرے گا تو دیت اس کی برادری پر واجب ہو گی مگر چار مسئلوں میں صغیر پر تاوان نہیں اگر
اس نے تلف کیا وہ مال جو اس نے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اس کے پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اس کے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کے
واسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اس سے بدون اذن کے م عدم اذن ولی چاروں مسئلوں کی قید ہے تو اتلاف بعد الاذن میں تاوان لازم
شرح تنویر الاذہان میں ہے کہ اگر غیر کا مال بلا سبقت ایداع یا اقراض تلف کرے گا تو تاوان لازم ہو گا کذا فی الطحطاوی ویستثنی من ایداعہ ما اذا اودع صبی محجور مثلہ
وہی ملک غیرہما فللمالک تضمین الدافع او الآخذ اور ایداع صغیر سے مستثنی ہے وہ صورت جب کہ صغیر محجور نے اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی
حالانکہ وہ چیز غیر صغیرین کی ملک ہے تو مالک کو جائز ہے چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے م اس مسئلہ
یہ قید بھی ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحطاوی ولا تحجر علی حر مکلف بسفہ ہو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع او العقل ورد ولو فی الخیر
کصرفہ فی بناء المساجد ونحو ذلک فیحجر علیہ عندہما وتمامہ فی فوائد شتی الاشباہ اور حجر نہیں کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے
مراد یہاں اسراف مال اور اس کا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگر امر خیر میں اسراف مال کرے چنانچہ بنائے مساجد اور
کے مانند امور دین میں مال صرف کرے تو اس کا تصرف منع کیا جائے گا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اس کا اشباہ کے فوائد شتی میں ہے م سفہ بفتحتین
میں عبارت ہے حماقت اور خفت عقل سے اور شرع میں سفہ اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہے مخالف شرع یا عقل کے تو اس کے سوا اور معاصی کا
چنانچہ شراب خواری و زنا کاری سفاہت مصطلح میں داخل نہیں حموی نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہے اسراف کرنا نفقہ میں اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض میں صرف

Marfat.com

جن کو عقلائے دین دار غرض شمار نہیں کرتے جیسا کہ مغنین اور لاعبین کو مال دینا اور اڑنے والے کبوتروں کو گراں قیمت خریدنا اور خرید و فروخت میں بلا محدت نقصان اٹھانا اور مراد یہ ہے کہ اول رشید تھا پھر سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت میں تو اس کا مال اس کو نہ دیا جائے گا جب تک وہ ۲۵ برس کا نہ ہو کذا فی الطحطاوی
وفسق ودین دغفلتہ اور حجر ملعت محجور التصرف نہ ہو گا گنہ گاری اور اوراد عادہ لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک م دین سے وہ دین مراد ہے جو اس کے اموال مملوک سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہیں کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نہ کرنا جانتا ہو اور تجارت میں نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی
بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ لتبین من زوجہا وتسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جائے فتویٰ دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی بیباک جو لوگوں کو باطل حیلے سکھلائے جیسے ارتداد سکھانا کہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جائے یا اس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جائے م زیلعی نے کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ سکھائے اور حرام کے حلال کہہ دینے اور حلال کے حرام بتا دینے میں بے پرواہ اور بیباک ہو جائے قاضیخان میں ہے کہ مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتویٰ جہالت سے دے یعنی علم فقہ نہ جانتا ہو اور فتویٰ دینے پر جرأت کرتا ہو وطبیب جاہل اور منع کیا جائے علاج کرنے سے طبیب جاہل م طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوائے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اس کو مہلک جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور جب کہ دوا مریض پر شدت کرے تو اس کا ضرر دور نہ کر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی
فتاوی قاضیخان میں ہے کہ طبیب جاہل وہ ہے جو لوگوں کو مضر اور مہلک دوا پلا دے اور وہ اس کو شفا اور دوا جانتا ہو ومکار مفلس اور منع کیا جائے مکار مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنے والا م حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ حجر کے اسباب تین ہیں یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور ان کے ساتھ تین اور ملحق ہیں یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہے امام اعظم سے اور تینوں سے تین اور ملحق ہیں محتکر یعنی جو قحط میں غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جب کہ بیع میں تعدی کریں بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جائے اور وہ اس کو نہ بیچے تو قاضی اس کو بیچ ڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع میں بیان کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بھی محجور التصرف ہیں ابن ضیاء نے شرح مجمع میں کہا کہ یہ جو امام سے مروی ہے کہ ان کے نزدیک حجر نہیں مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہیں ہے یعنی عدم نفوذ تصرف اس واسطے کہ اگر مفتی فتویٰ دے حجر کے بعد اور وہ فتویٰ ٹھیک دیوے تو جائز ہے اسی طرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اس کی نافذ ہے تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہیں بلکہ منع جس سے ظاہری مراد ہے اس طرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جائیں اس واسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگوں کے دین میں فساد ڈالتا ہے اور طبیب جاہل ان کے ابدان فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس ان کے اموال تباہ کرتا ہے اس واسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اس کے پاس نہ اونٹ ہے نہ اور جانور جس پر باربرداری کرے اور نہ اس کے پاس مال ہے جس سے جانور باربردار خرید کرے اور لوگ اس پر اعتماد کر کے اپنا مال کرایہ میں دیتے ہیں اور وہ مال کو اپنی حاجات میں صرف کر ڈالتا ہے پھر جب سفر کا وقت آتا ہے تو وہ چھپ رہتا ہے اور لوگوں کے مال تلف ہوتے ہیں اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پہنچتا ہے مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہ از قسم امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہوا نہ از باب حجر تو تناقض لازم نہ ہوا کذا فی الطحطاوی
وعندہما یحجر علی الحر بالسفہ والغفلۃ وبہ ای بقولہما یفتی صیانۃ لمالہ اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جائے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتویٰ ہے اس کے مال کے بچانے کے واسطے وعلی قولہما المفتی بہ فیکون فی احکامہ کصغیر اور بموجب قول مفتی بہ صاحبین کے سفیہ اور غافل بیچے احکام میں صغیر نابالغ کے مانند ہیں م یعنی اس سفیہ نابالغ کے عقود محتمل الفسخ میں قاضی کو اختیار ہو گا چاہے جاری رکھے چاہے فسخ کر دے ثم ہذا الخلاف فی تصرفات تحتمل الفسخ ویبطلہا الہزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات میں ہے جن میں فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کر دیتی ہو دے م یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا مخصوص تصرفات مذکورہ سے ہے چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ
ذلک اما ما لا یحتملہ ولا یبطلہ الہزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلذا قال الا فی نکاح وطلاق وعتاق واستیلاد وتدبیر ووجوب زکوۃ وفطرۃ وحج وعبادات وزوال ولایۃ

Marfat.com

ابیہ وجدہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالقرب من الثلث فھو ای فی ھذہ کبالغ اور ان تصرفات میں کہ جو فسخ کے محتمل نہیں اور ان کو ہزل
باطل نہیں کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہ ہوگا اسی واسطے مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کے مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوۃ اور صدقہ
فطر اور حج اور عبادات بدنیہ کے واجب ہونے اور اس کے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہو جانے میں اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے میں اور انفاق
یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام کے صحت اقرار میں اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے میں ثلث مال سے کہ سفیہ ان امور مذکورہ میں بالغ کے مانند غیر محجور ہے یعنی جس
طرح بالغ غیر محجور کے تصرفات صحیح ہیں اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہوں گے ان میں صاحبین کے نزدیک بھی حجر نہیں وفی کفارۃ کعبد اشباہ اور سفیہ
کفارہ میں غلام کے مانند ہے کذا فی الاشباہ م خزانۃ الاکمل میں ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ میں قاضی سفیہ کا مال صرف نہ ہونے دے بلکہ وہ روزے
رکھے کذا فی الطحطاوی والحاصل ان کل ما یستوی فی الھزل والجد ینفذ من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضی خانیۃ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس تصرف میں ہزل اور جد برابر ہے
وہ محجور کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہیں وہ تصرف محجور کا نافذ نہیں مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیۃ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا وعشرین
سنۃ پھر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشیار نہ ہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اس کا مال اس کو نہ دیا جائے یہاں تک کہ وہ ۲۵ برس کو پہنچے م درر میں
ہے کہ ۲۵ برس کی قید اس واسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہنچ جاتی ہے جب کہ وہ ۲۵ برس کو پہنچ جاتا ہے خزانۃ الاکمل
میں ہے کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اس کا مال اس کو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اس کو کچھ مال سوداگری کے واسطے دے کر آزما کر دیکھے پس اگر اس کو مصلح پاوے
تو اس کا مال اس کو دے اور اگر مفسد بیباک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہنچے تو مال اس کو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہ ہو کذا فی البدائع وصح تصرفہ قبلہ
ای قبل المقدار المذکور من المدۃ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اس کے یعنی اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے م یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع
وغیرہ کا تصرف کرے گا اپنے مال میں تو صحیح ہوگا اس واسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہیں امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تھا بلکہ تادیب کے واسطے
تھا وبعدہ یسلم الیہ وجوبا حتی لو منعہ منہ بعد طلبہ ضمن وقبل طلبہ لا ضمان کما یفیدہ کلام المجتبی وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہاں تک کہ اگر اس کا ولی
اس کو مال نہ دے اس کے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا در صورت ہلاک ہو جانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تاوان نہیں چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام
سے معلوم ہوتا ہے ایسا کہا ہے ہمارے استاد نے وان لم یکن رشیدا ولا یدفع حتی یونس رشدہ ولا یجوز تصرفہ فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائے گا اگرچہ رشید
اور ہوشیار بھی نہ ہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی ہوشیاری معلوم نہ ہو اور اس کا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہیں اگرچہ وہ پیر فرتوت
ہی ہو جائے والرشد المذکور فی قولہ تعالی فان آنستم منھم رشدا ہو کونہ مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قالہ ابن عباس رض اور وہ رشد جو مذکور ہے حق تعالی کے اس قول
میں کہ اگر تم یتیموں کا رشد معلوم کر لو تو ان کے مال ان کو دو تو مراد اس سے یہ ہے کہ بہ فقط اپنے مال میں مصلح ہوں نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا ہے عبد اللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما نے م اصلاح فی الحال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال میں صرف کرے نہ حرام میں اور مسرف فضول خرچ نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد
اصلاح فی المال اور اصلاح فی الدین دونوں مراد ہیں کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون لیبیع مالہ لدینہ اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو تاکہ وہ اپنا
مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے م ادا کرنا دین کا واجب ہے مدیون پر اور مماطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون کا
حبس کرنا دفع ظلم کے واسطے لازم ہوا وقضی دراہم دینہ من دراہمہ یعنی بلا امرہ وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اس کے دین کے روپے کو مدیون کے روپیوں سے
ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسی طرح اگر دین اشرفیاں ہوں تو مدیون کی اشرفیوں سے ادا کرے وباع دنانیر لدراہم دینہ وبالعکس استحسانا لاتحادہما
فی الثمنیۃ اور قاضی مدیون کی اشرفیاں بیچ ڈالے ادھار کے روپیوں کے واسطے اور روپیہ بیچے اشرفیوں کے ادا کرنے کے واسطے استحسان کی وجہ سے اس
واسطے کہ ثمن ہونے میں اشرفی اور روپیہ دونوں متحد ہیں لا یبیع القاضی عرضہ ولا عقارہ للدین خلافا لہما وبہ ای بقولہما یباعان للدین یفتی اختیار وصححہ فی تصحیح القدوری

Marfat.com

نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ
قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادائے دین کے واسطے بیچ ڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار میں ہے اور صحیح کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری میں و
یبیع کل مالا یحتاجہ فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیچ ڈالے ہر وہ چیز جس کی مدیون کو فی الحال حاجت نہیں ہم ادائے دیون کے واسطے اول نقود کی بیع
ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جس کی فی الحال حاجت نہیں وہ بیچی جائے تو نمدار اور ادنی قالین موسم گرمی میں بیچا جائے اور شطرنجیاں موسم سرما میں اور لوہے
کی انگیٹھی بیچی جائے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقر بمال لزمہ بعد الدیون مالم یکن ثابتا ببینۃ او علم قاضی فیزاحم الغرماء کمال استہلکہ
اذ لا حجر فی الفعل کما مر اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اس کو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان دیون کے جن کے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ
مال مذکور گواہوں سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہ ہوا اور اگر ثابت ہو تو مقر لہ اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی ان کے ساتھ وہ بھی اپنا دین لے گا مانند اس مال کے
جس کو مدیون نے تلف کر ڈالا اس واسطے کہ حجر نہیں ہے فعل میں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم قول معتمد یہ ہے کہ قاضی کو اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم دینا جائز
نہیں، کذا فی الطحطاوی افلس ومعہ عرض شراہ فقبضہ بالاذن من بائعہ ولم یؤد ثمنہ فبائعہ اسوۃ الغرماء فی ثمنہ ایک شخص مفلس ہو گیا اور اس کے پاس وہ متاع ہے
جو اس نے خرید کی اور قبضہ کیا ہو اس متاع پر اس کے بائع کے اذن سے اور ہنوز اس کا ثمن ادا نہیں کیا تو اس کا بائع اور دین والوں کے برابر ہے متاع کے
ثمن میں ہم یعنی بائع فسخ بیع کر کے متاع کو نہیں لے سکتا بلکہ وہ متاع بیچی ہو کر بائع اور باقی ارباب دیون کو اس کا ثمن حصہ رسد دیا جائے گا اور باقی دین کے واسطے
تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دی جائے گی اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ احق بالمتاع ہے اپنے غیر سے
اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو زیادہ تر وہ اس کا حقدار ہے تو اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب
اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اس کا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہیں رہی اور نہ اس کی وہ متاع ہوگی بلکہ یہ چیز تو مشتری کا مال ٹھہرے
گی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور بیع اور قبض سے اس کا ضمان لازم ہو گیا کذا فی الطحطاوی توضیح فان افلس قبل قبضہ او بعدہ لکن بغیر اذن بائعہ کان لہ استردادہ
وحبسہ بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہوگا قبل قبض مبیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اس
کا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حجر القاضی علیہ ثم رفع الی قاض آخر فاطلقہ واجاز ما صنع المحجور کذا
فی الخانیۃ وہو ساقط من الدرر والمنح جاز اطلاقہ قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اس کو روک دیا پھر اس کا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا
سو اس نے اس کو کھول دیا مطلق العنان کر دیا اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیۃ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور
کی ساقط اور رہ گئی ہے درر اور منح الغفار سے وما صنع المحجور فی مالہ من بیع وشرا قبل اطلاق الثانی او بعدہ کان جائزا لان حجر الاول مجتہد فیہ فیتوقف علی امضاء قاض آخر
اور جو تصرف محجور نے کیا اپنے مال میں بیع یا شرا سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اس کے وہ جائز ہوگا اس واسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہے
پس موقوف رہے گا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل ملحقہ شارح کے یصح الحجر علی الغائب لکن لا ینحجر مالم یعلم خانیہ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب پر لیکن وہ محجور
نہ ہوگا جب تک اس کو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کر دیا ہے کذا فی الخانیۃ ہم اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اس کے تصرفات نافذ ہیں اور
اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت میں تو قبل از حجر قاضی محجور نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اس کے تصرفات نافذ ہوں گے اور محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر
کرنے کے کذا فی الخانیۃ ولا یرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہونے ہی حجر نہیں اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب قاضی اس کو اٹھنے کا حکم دیوے ولو ادعی الرشد
وادعی خصمہ بقاءہ علی السفہ ویرہنا ینبغی تقدیم بینۃ بقاء السفہ اشباہ اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا اور اس کے مخاصم نے اس کے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونوں
گواہ لائے اپنے دعوی پر تو بقائے سفاہت کے گواہوں کو مقدم رکھنا لائق ہے کذا فی الاشباہ ہم طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہے منقول کے

Marfat.com

اس واسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ ایک مرد صالح تھا پھر فاسد ہو گیا قاضی نے اس پر حجر کیا اور ایک انسان نے اس سے کچھ خرید اپھر محجور اور مشتری میں اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس کو خرید کیا تھا تیری صلاح کی حالت میں اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت میں تو محجور کا قول مقبول ہے اور اگر دونوں گواہ لادیں تو مدعی کی صحت کے گواہ مقبول ہیں انتہی اور ذخیرہ ناظر میں ہے کہ بقائے سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہیں و فی الوہبانیۃ ہ ومن یدعی اقرارہ قبل حجرہ ومن یدعیہ وقتہ فہو اجدر ۔ اور وہبانیہ میں ہے اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق تر بقبول ہے م شارح وہبانیہ نے مطلب یوں بیان کیا ہے کہ اگر محجور نے کہا صالح ہو جانے کے بعد کہ میں نے جو استہلاک درہم کا اقرار کیا تھا سو حالت حجر میں کیا تھا اور صاحب مال نے کہا کہ تو نے اس کا اقرار اپنی اصلاح کی حالت میں کیا تھا تو مقر کا قول مقبول ہو گا اس واسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے تو وہ حقیقت وہ منکر ٹھہرا تو اسی کا قول مقبول ہو گا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہوا کذا فی الطحطاوی ہ ولو باع والقاضی اجاز وقال لا ؛ تودی فما اداہ من بعد بخسر ۔ اور اگر محجور نے بیع کی اور قاضی نے بیع جائز رکھی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اس کا ثمن محجور کو نہ دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اس کے تو مشتری کا نقصان ہو گا م اس واسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادائے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا قاضی کے واسطے ثابت ہو گا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دیا تو مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اس کا ثمن دوبارہ اس کو دینا پڑے گا ۔ اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکھی اور ادائے ثمن سے مشتری کو منع نہیں کیا اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہے کذا فی الطحطاوی **فصل** یہ فصل ہے صغیر کے بالغ میں م بلوغ لغت میں بمعنی وصول ہے اور اصطلاح میں عبارت ہے انتہائے حد طفلی ہے اور چونکہ طفلی ایک سبب تھا اسباب حجر سے اور اس کی ایک نہایت تھی تو اس کی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اس کے بیان میں ہوئی کذا فی النہر بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ہو الانزال بالغ ہونا طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب میں منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کر دینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ میں اصل انزال ہی ہے م اصل انزال اس واسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہیں بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہیں ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹھہرا اور احتلام اور احبال اس کے علامات سے ہے والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانہ قلما یوجد منہا اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض اور حاملہ ہو جانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ میں انزال کو صریحا ذکر نہ کیا اس واسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے م موئے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں معتبر نہیں اور اسی طرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہیں بلوغ صغیر میں کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد فیہما شیٔ فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا پھر اگر صغیر اور صغیرہ میں امور مذکورہ میں سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم نہ ہو گا یہاں تک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتوی ہے بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمروں کے م در صورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہے اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہے اور امام سے بھی اس روایت ہے وجہ فتوی عادت غالبہ ہے اس واسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت میں اکثر ظاہر ہو جاتی ہیں تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرایا اس شخص کے حق میں جس میں علامت بلوغ ظاہر نہیں ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوی قرار دیا وادنی مدتہ اثنا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار کما فی احکام الصغار اور کم تر مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہیں اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہے چنانچہ احکام صغار میں ہے م شرح مجمع میں ہے کہ فقہاء کا اتفاق ہے کہ پانچ یا اس سے کم تر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہیں اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہے اور اختلاف ہے چھ اور سات اور آٹھ سال میں اور کافی میں بعضوں سے منقول ہے کہ کم تر مدت گیارہ سال ہے کذا فی الطحطاوی فان راہقا ای بان بلغا ہذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبہما الظاہر کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرہا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرط آخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وہو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لایقبل قولہ شرح وہبانیۃ پھر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہوں یعنی اس ادنی مدت کو پہنچ گئے ہوں اور دو قول کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے ہیں تو ان کے قول کی تصدیق ہو گی اگر ظاہر حال ان کی تکذیب نہ کرے گا اسی طرح عدم تکذیب

Marfat.com

کی تصدیق میں قید لگائی ہے عمادیہ وغیرہا میں اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہے اس کے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے وہ شرط یہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ م یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کریں اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہوں تو ان کی تصدیق نہ ہوگی کیونکہ ظاہر حال ان کا ان کے قول پر دلالت نہیں کرتا۔ وبما عینتہ کیان لغ حکما فلا یقبل جحود البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمتہ ولا بیعہ اور صغیر اور صغیرہ اس وقت میں یعنی اقرار بلوغ کے وقت میں بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہیں حکم میں پس انکار بلوغ کا مقبول نہ ہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اس کی حالت کے تو اس کی قسمت اور بیع منقوض نہ ہوگی م فتاوی قاضی خان میں ہے کہ ایک لڑکا خرید و فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں پھر اگر بعد اس کے کہے کہ میں بالغ نہیں تو جب کہ اس نے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اس کا انکار معتبر نہیں اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اس کا صحیح نہیں اور حموی میں ہے کہ دونوں کے احکام بالغوں کے مانند ہیں باقی تصرفات میں کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ یقبل قول المراہقین قد بلغنا مع تفسیر کل بماذا بلغ بلا یمین اور شرنبلالیہ میں ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا اور بدون قسم کے م یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہیں لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اس پر لازم ہے وفی الخزانۃ اقر بالبلوغ فقبل اثنتی عشرۃ سنۃ لا یصح الا بالبینۃ وبعدہ تصح انتہی اور خزانہ میں ہے کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہیں مگر گواہوں سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے انتہی کلامہ م معائنہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ؎

Marfat.com

کتاب الماذون

یہ کتاب ہے عبد ماذون کے احکام میں م ماذون وہ غلام ہے جس کو مالک اس کا سوداگری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اس واسطے لایا کہ
اذن مسبوقیت حجر کو مقتضی ہے الاذن لغۃً الاعلام اذن لغت میں عبارت ہے اعلام یعنی بتانے اور جتانے سے قاموس میں اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہے وشرعا
فک الحجر ای فی التجارۃ لان الحجر لاینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرع میں اذن عبارت ہے منع تصرف کے دور کر دینے سے یعنی تجارت میں
اس واسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہیں ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوائے میں کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی فک سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہیں اس واسطے کہ عبد
ماذون کو تبرع اور اعتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے واسقاط الحق اور شرع میں اذن عبارت ہے اسقاط حق سے م اسقاط
حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط مولی کا حق اس واسطے کہ اس صورت میں اذن فقط غلام کو شامل ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونوں کو شامل
ہے المسقط ہو المولی لو الماذون رقیقا والولی لو صبیا حق منع کا ساقط کرنے والا مولی ہوگا اگر ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے وعند زفر والشافعی
ہو توکیل وانابۃ اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے وکیل کرنے اور نائب کرنے سے م ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہے اس میں کہ تخصیص اذن کی
ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اس کے خلاف نہیں کر سکتا وکیل کے مانند اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہوتی ثم یتصرف العبد لنفسہ باہلیتہ فلا یتوقت بوقت
ولا یتخصص بنوع تفریع علی کونہ اسقاطا یعنی جب مولی نے اذن دیا تو حجر منفک ہو گیا پس تصریف کرے گا غلام اپنی ذات کے واسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن
اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر م غلام عقل اور بلوغ کی جہت
سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولی کے حق کے سبب سے پھر جب کہ مولی نے اپنا حق ساقط کر دیا تو غلام ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ
سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا یرجع بالعہدۃ علی سیدہ لفک الحجر اور عہدہ تصرف غلام کی رجوع اس کے مولی پر نہ ہوگی بسبب دور کر دینے مولی کے منع تصرف
کو م یعنی جب مولی نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خرید کرے گا تو اس کے ثمن کا مطالبہ مولی سے نہ ہوگا یہ قول متفرع ہے یتصرف لنفسہ پر فلو اذن
لعبدہ تفریع علی فک الحجر یوما او شہرا صار ماذونا مطلقا حتی یحجر علیہ لان الاسقاطات لا تتوقت پھر اگر مولی نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینے کے تصرف کا اذن
دیا تو وہ ماذون ہو گیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہاں تک کہ مولی اس کو منع کرے اس واسطے کہ اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع
ہے فک حجر پر دلم یتخصص بنوع فاذا اذن فی نوع عم اذنہ فی الانواع کلہا لانہ فک الحجر تو توکیل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا
پھر جب کہ مولی نے ایک قسم میں اذن دیا تو اس کا اذن عام اور شامل ہو جاوے گا تجارت کی سب قسموں کو اس واسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہ ہو سکے
م پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا تو یہ خشکی کی تجارت کا بھی اذن ہو گیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نہ جانتا ہو اور مالک اس سے بھی
واقف ہو کذا فی القہستانی ثم اعلم ان الاذن بالتصرف النوعی اذن بالتجارۃ وبالشخصی استخدام پھر اس کو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور

Marfat.com

تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولیٰ کی جلب منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ استخدام ہے عرف اور عادت میں یعنی اگر مولیٰ نے کہا کہ کپڑے کی خرید وفروخت کر تو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام میں مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارۃ نہیں اس واسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگوں کے یہاں فلانے کام میں مزدوری کر تو یہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر تو عقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بھی اذن عام ہو جاتا تو بڑی تنگی لوگوں پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کرانے سے غلام ماذون فی التجارۃ ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا و یثبت الاذن دلالۃ فعبد رآہ سیدہ یبیع ملک اجنبی فلو ملک مولاہ لم یجز حتی یاذن بالنطق بزازیۃ و درر خانیۃ اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالۃ حال سے تو جس غلام کو اس کے مولیٰ نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولیٰ اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر میں ہے خانیہ سے م اذن جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہ ہوگا اس تصرف میں جس میں سکوت واقع ہوا کما ذکرہ عزمی زادہ اور یہ مراد نہیں کہ اس تصرف کے سوا اور تصرفات میں بھی اذن ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن سوی بینہما الزیلعی وغیرہ و جزم بالتسویۃ ابن کمال و صاحب الملتقی و رجحہ فی الشرنبلالیۃ بان ما فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فلیحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولیٰ کو برابر کیا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور صاحب ملتقی نے دونوں مالوں کی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ میں دونوں کی برابری کی ترجیح دی ہے اس طرح پر کہ جو روایت کہ متون اور شروح میں ہے وہ مقدم اور اولیٰ ہے اس روایت سے جو فتاوی کی کتابوں میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یہ استدراک بے موقع ہے اس واسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہے اس فعل کے بعد جس پر سکوت واقع ہوا اور یہ بزازیہ اور درر کے مغائر ہے اس واسطے کہ بزازیہ اور درر کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہے اور یہ مقتضی ہے فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ میں اور اس کے مابعد میں اور اگر مولیٰ کا مال ہوگا تو غلام ماذون ہوگا مابعد میں نہ اس فعل مسکوت عنہ میں کذا فی الطحطاوی و یشتری ما اراد و سکت السید ماذون خبر لمبتداء تو جس غلام کو اس کے مولیٰ نے ملک اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اس کو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارۃ دلالۃ لا نطقاً ہے شارح نے کہا ماذون خبر ہے مبتدا کی اور مبتدا اس ہے فعبدٌ رآہ الا اذا کان المولیٰ قاضیا اشباہ سکوت مولیٰ کا اذن ہے مگر جب کہ مولیٰ قاضی ہو تو سکوت اذن نہیں کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع ذلک الشئ و شرائہ فلا ینفذ علی المولیٰ بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وہو باطل ولیکن غلام ماذون نہ ہوگی اس چیز مسکوت عنہ کی بیع یا اس کی خرید میں تو مولیٰ پر اس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی اس واسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہو جانے سے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہے علت تکن قید القہستانی معزیا للذخیرۃ بالبیع دون الشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ و علیہ فیفتقر الی الفرق واللہ الموفق میں کہتا ہوں لیکن عدم اذن یہ عدم نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کر کے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اس خرید کے ساتھ جو مولیٰ کے مال سے ہو یعنی تو اس میں بھی خرید صحیح ہوگی اور بر موجب قید ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑے گی اور حق تعالیٰ توفیق دے فرق بیان کرنے کی م زیلعی میں ہے کہ اگر مولیٰ نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولیٰ کے درام یا دنانیر سے اور اس کو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہو گیا انتہی تو غلام اسی عقد میں ماذون ہو گیا حموی نے کہا وجہ فرق یہ ہے کہ خرید میں مبیع داخل ہو جاتی ہے مولیٰ کی ملک میں تو کچھ ضرر نہیں بخلاف بیع کہ اس میں زائل ہو جاتی ہے مولیٰ کی ملک سے تو اس بیع میں سکوت اذن نہ ہوا لیکن اس میں خلل یہ ہے کہ بیع اور شرا دونوں میں ادخال اور اخراج ہے حلبی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہے جو فقہا نے باب الفضولی میں مذکور کیا ہے کہ شرا اسرع نفاذ ہے بیع سے اور شری الدین

سلہ یعنی اگر غلام سے ہر قسم کی بیع اور شرا کرائے تو معلوم ہوگا کہ اذن ہے اور جو گاہ گاہ اس سے کوئی چیز منگوائے تو یہ استخدام اور خدمت لینا ہے اذن نہیں ۱۲

Marfat.com

نے اس عقد کو موقوف رکھا ہے مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولی اجازت دیدے تو نافذ ہے اور اگر باطل کر دے تو باطل ہے کذا فی الطحطاوی وثبت
صریحا فلو اذن مطلقا بلا قید صح کل تجارۃ منہ اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحًا تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی
م اذن مطلق کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ میں نے تجھ کو اذن دیا سوداگریوں میں یا یوں کہے کہ اذن دیا سوداگری میں اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور نہ کوئی قسم
سوداگری کی بیان کی کذا فی النہر اما لو قید فعندنا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن میں قید عام لگا دے گا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی۔ اذن عام ثابت ہوگا برخلاف
مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافا لہما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے ساتھ ہو برخلاف مذہب صاحبین
کہ ان کے نزدیک بیع اور شرا غبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہیں ہے ویوکل بہما ویرہن ویرتہن ویعیر الثوب والدابۃ لانہ من عادۃ التجار اور خرید و فروخت میں
غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریت دے اس واسطے کہ یہ
سوداگروں کی عادت ہے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال دے کر صلح کرے اس قصاص سے جو واجب ہو ماذون کے غلام پر و
یبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منہا فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولی سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کم تر کی بیع تو جائز نہیں م اور بیع اکثر قیمت
سے بطریق اولی جائز ہے ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل اور مولی عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کم تر سے وللمولی حبس المبیع لقبض
ثمنہ من العبد اور مولی کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا اس کے ثمن کے لینے کے واسطے عبد ماذون سے ویبطل الثمن خلافا لما صححہ شارح مجمع معزیا
للمحیط لو سلم المبیع قبل قبضہ لانہ لا یجب لہ علی عبدہ دین فخرج مجانا حتی لو کان الثمن عرضا لم یبطل لتعینہ بالعقد وہذا کلہ لو الماذون مدیونا والا لم یجز بینہما بیع نہایۃ
اور ثمن باطل ہوگا اگر مولی مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اس واسطے کہ اس صورت میں ثمن دین ٹھہرے گا اور مولی کا دین اس کے غلام پر واجب نہیں ہوتا تو مبیع
مولی کے ہاتھ سے مفت نکل گئی تو اگر ثمن متاع ہو نہ کیلی اور وزنی چیز تو ثمن باطل نہ ہوگا بسبب متعین ہو جانے متاع کے عقد کے ہے اور یہ سب مذکور یعنی
ماذون کی بیع مولی سے اور مولی کی ماذون سے اس شرط پر ہے جب کہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہ ہو تو مولی اور اس کے غلام میں بیع جائز نہیں کذا فی النہایۃ
م جب غلام ماذون لوگوں کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبایعت دونوں میں جائز ہوگی اور در صورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مال ہے
تو خرید و فروخت اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولی منہ باکثر حط الزائد او فسخ العقد ای یومر السید بان یفعل واحدا منہما لحق الغرماء اور اگر مولی نے کوئی
چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جائے کہ دونوں کاموں میں سے ایک کام کرے دین والوں
کے حق کے سبب سے فیما کان من التجارۃ مولی زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اس چیز میں جو تجارت کی قسم سے ہو م طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم میں
نے کتابوں میں نہیں دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہے اس مبیع سے جو طعام اور لباس کے واسطے ہو کہ اس میں فسخ بیع نہیں تو اس کی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیے و
تقبل الشہادۃ علیہ ای علی العبد الماذون بحق ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی م چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک ودیعت کی گواہی
یا اس کے اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسی طرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اس کا مولی اس وقت
حاضر نہ ہو ولو محجورا لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیواخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہیں یعنی اس کے مولی پر مقبول نہیں بلکہ غلام
محجور پر مقبول ہوگی سو اس کا مواخذہ ہوگا غلام سے اس کے آزاد ہونے کے بعد ولو حضرا معا فان الدعوی باستہلاک مال او غصبہ قضی علی المولی وان باستہلاک ودیعۃ
او بضاعۃ علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولی اور اگر مولی اور غلام محجور دونوں حاضر ہوں تو اگر استہلاک مال یا اس کے غصب کا دعوی ہو تو مولی پر حکم ہوگا یعنی مولی
سے خطاب ہوگا کہ اس کو بیچے اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کر ڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع نہ ہوگا یعنی عتق کے بعد اس
سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولی پر مسموع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقض علی المولی مطلقا وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر گواہ گواہی دیں غلام کے

Marfat.com

اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے تو اس کے مولی پر حکم نہ ہوگا مطلقاً خواہ مولی حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان اس کا عمادیہ میں ہے ویاخذ الارض اجارۃ ومساقاۃ ومزارعۃ ویشتری بذرا یزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ اور مزارعت کے اور وہ بیج خرید کرے جس کو بووے ویواجر ویزارع اور ماذون اپنے غلاموں کو اور دوکانوں اور گھروں کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت لے کذا فی الطحطاوی ویشارک عنانا لا مفاوضۃ اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ولیستاجر ویوجر ولو نفسہ اور ماذون اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو م ہر چند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہو چکا تھا لیکن تصریح اس واسطے کر دی کہ اس میں امام شافعی کا خلاف ہے یعنی ان کے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہیں ولیقر بودیعۃ وغصب ودین اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دین لغیر زوج وولد ووالد وسید فان اقرارہ لہم بالدین باطل عندہ خلافا لہما اور اگر ماذون پر دین زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار صحیح اس کا ہے اس واسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین کے کذا فی الدرر م یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو ان کے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسی کا مدیون ہو یا نہ ہو ولو بعین صح ان لم یکن مدیونا وبہا تیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شخص مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹے یا باپ یا مولی کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہ ہو کذا فی الوہبانیۃ ویہدی طعاما یسیرا لا یعد سرفا ومفادہ انہ لا یہدی من غیر الماکول اصلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنۃ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے اس طرح پر کہ وہ اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھانے کے سوا اور چیز اصلا تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اس پر ابن شحنہ نے م ابن شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اس نے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی والمحجور لا یہدی شیئا اور غلام محجور کچھ تحفہ نہ دے کسی کو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا باس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام کو محجور کو ایک دن کا کھانا دیا گیا سو اس نے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کے واسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اس صورت کے کہ اگر اس کو مہینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا باس للمراۃ ان تتصدق من بیت سیدہا او زوجہا بالیسیر کرغیف ونحوہ ملتقی اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں اس کا کہ اپنے مولی یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اس کے کذا فی الملتقی م یعنی بدون اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اس واسطے کہ اس قدر دینے کو منع کرنا رائج نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اس قدر تصدق دینے کی ناراضمندی مولی یا شوہر کی معلوم ہو تو اتنا بھی جائز نہیں ویضیف من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اس شخص کی جو اس کو کھانا کھلاتا ہے وتتخذ الضیافۃ الیسیرۃ بقدر مالہ اور کم خرچ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے م محمد سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درہم ہو تو دس درہم ضیافت میں خرچ کرنا قلیل میں داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درم نہ ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویحط من الثمن بعیب قدر ما یحط التجار اور ماذون کم کر ڈالے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے جس قدر سوداگر کم کر ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے ویحابی ویوجل مجتبی اور ماذون جنس بیچے اس کے ثمن سے کم تر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی م قاموس میں ہے کہ حبا عبارت ہے عطائے بلا عوض اور بلا احسان سے اور محاباۃ عبارت ہے تصرف اور اختصاص اور میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو مراد جنس کا بیچنا ہے اس کے ثمن سے کم تر کے ساتھ تقلیل ثمن اور تاجیل اس واسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اس کی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نہ کرے مگر مالک کے اذن سے اس واسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اس میں ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہو جانے سے ولا یتسری وان اذن لہ المولی اور سریہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنا دے اگرچہ مولی نے اس کو اذن دیا ہو م اس واسطے کہ حرم بنانا ملک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے ولا یکاتبہ الا ان یجیزہ المولی ولا دین علیہ وولایۃ القبض للمولی اور ماذون مکاتب

نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اس طرح کہ مولی اس کی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہ ہو اور بدل کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کے واسطے ثابت ہے ولا یعتق بمال الا ان یجیزہ الی آخرہ یامراور نہ ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ کہ مولی اس کو جائز رکھے تا آخر شروط مذکور یعنی مولی اجازت دے اور ماذون پر دین نہ ہو اور ولایت قبض مولی کے واسطے ہے نہ ماذون کے واسطے ولا بغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یہب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل مطلقاً بنفس او مال اور ضامنی نہ کرے مطلقاً نہ حاضر ضامنی نہ مال ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نہ کرے اس قصاص سے جو اس پر واجب ہو ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ولیصالح عن قصاص موجب علی عبدہ خزانۃ المفتین اور ماذون صلح کرے اس قصاص سے جو اس کے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ المفتین وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ہو فی معناہا امثلۃ الاول کبیع وشراء واجارۃ واستیجار وامثلۃ الثانی غرم ودیعۃ وغصب وامانۃ جحدہا عبارۃ الدرر وغیرہا جحدہا بلا میم فتنبہ وعقر وجب بوطی مشتریۃ بعد الاستحقاق کل ذلک متعلق برقبتہ کدین الاستہلاک والمہر ونفقۃ الزوجۃ یباع فیہ اور جو دین کہ واجب ہوا ماذون پر اس کی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے جو بمعنی تجارت کے ہے اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی بمعنی تجارت کی مثالیں چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اس غصب اور امانت کا تاوان جن کا ماذون انکار کر چکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے اذن کی گردن سے دین استہلاک اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاوے گا اس دین میں یعنی اس کو قاضی بیع کرے گا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یوں ہے (او غرم ودیعۃ وغصب وامانۃ وغیرہا جحدہا) بدون میم کے سو آگاہ رہنا مصنف کی عبارت میں ضمیر تثنیہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت کی مخصوص ہوا اور درر کی عبارت میں ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہو گیا ولہ استسعاءہ ایضاً زیلعی اور دین والوں کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے کذا فی الزیلعی یعنی اس سے کسب کروانا اور اس کے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجتہ لو اختارت استسعاءہ لنفقۃ کل یوم ان یکون لہا ذلک ایضاً بحر من النفقۃ اور ثبوت استسعاءہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کے واسطے تو اس کو بھی یہ جائز ہے۔ کذا فی البحر من باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیہ دیون مذکورہ میں ماذون بیچا جاوے گا اس کے مالک کے سامنے یا اس کے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے بخلاف کسب ماذون کہ اس میں حضور مولی کی حاجت نہیں اس واسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے کسب میں اور اس کی ذات کی بیع میں اس کا مولی صاحب معاملہ ہے ویقسم ثمنہ بالحصص اور ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والوں میں حصہ رسد وتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد وتعلق بما وہب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق اس چیز سے ہے جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اس کا مولی حاضر نہ ہو ہذا قید لکسب والایہاب لکن یشترط حضور العبد لانہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع میں ادائے دین کے واسطے مولی کا حاضر ہونا شرط نہیں لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اس واسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی کمائی میں ثم انما یبدأ بالکسب وعند عدمہ یستوفی من رقبتہ پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ ادائے دین کے واسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے کے وقت اس کی گردن سے دین ادا کیا جاوے گا یعنی ماذون کو بیع کر کے قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقاً قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب المحجور شیئاً واودعہ عند آخر وہلک فی ید المودع للمولی تضمینہ لانہ کمودع الغاصب فتأمل میں کہتا ہوں اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ مولی کا حق ہے تو مولی کو اس کا لینا مطلقاً جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام مجور کوئی چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ میں وہ چیز تلف ہو جائے تو مولی کو اس سے تاوان لینا جائز ہے اس واسطے کہ غاصب مودع کے مانند ہے سو اس کو تامل کر لا یتعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہوگا اس مال سے جو ماذون کے مولی نے اس سے لیا دین ہونے سے پہلے اس

Marfat.com

واسطے کہ اس نے اپنا خالص حق لیا وطلب الماذون بما بقی من الدین زائداً عن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولایباع ثانیا اور ماذون سے اس دین کا جو زائد باقی رہ گیا ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اس کے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاوے گا دین باقی ادا کرنے کے واسطے یعنی اس واسطے کہ اگر اس کی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اس کو جان کر خرید نہ کرے گا تو بیع اس کی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والوں کا ضرر ہوگا ولمولاہ اخذ غلۃ مثلہ بوجود دینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شہر عشرۃ دراہم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذہا بعد لحوقہ استحسانا لانہ لو منع منہا یحجر علیہ فینسد باب الاکتساب اور ماذون کے مولی کو مثل ماذون کے کمائی لینا باوجود اس کے مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہو تو وہ دین والوں کا حق ہے یعنی اگر مولی غلام سے ہر مہینے دس درم مثلا لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اس کو دس درم کا لینا دین لاحق ہونے کے بعد بھی بطریق استحسان کے جائز ہے اس واسطے کہ مولی اگر اس کے لینے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کر دے تو کمائی کرنے کا دروازہ ہی بند ہو جائے تو دین والوں کا نقصان ہوگا وینحجر بحجرہ ان علم ہو نفسہ لدفع الضرر عنہ واکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہو جاوے گا مولی کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اس کے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہو اگر مولی کا ماذون مشہور ہو بازاریوں میں ماذون کا علم اس واسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اس سے دفع ہو یعنی اگر ماذون محجور ہو سکے بدون اس کی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کرے گا بعد حجر کے وہ دین اس کو دینا پڑے گا آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم بہ ای بالاذن الا العبد وحدہ کفی فی حجرہ علمہ بہ فقط ولا یشترط مع ذلک علم اکثر اہل سوقہ لانتفاء الضرر اور جب کہ اذن مولی کو کوئی نہ جانتا ہو سوا غلام کے سوا تو اس کے محجور کرنے میں فقط اسی کا علم کفایت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہیں بسبب نہ ہونے ضرر کے وفی البزازیۃ باع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صار محجورا علیہ علم اہل سوقہ بیعہ ام لا لصحۃ البیع وان علیہ دین لا مالم یقبضہ المشتری لفساد البیع اور بزازیہ میں ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اس پر کسی کا دین نہ ہو تو وہ محجور ہو گیا خواہ اہل بازار کو اس کے بک جانے کا علم ہو یا نہ ہو بسبب صحیح ہونے اس کی بیع کے اور اگر اس پر دین ہو تو محجور نہ ہوگا جب تک کہ اس کا مشتری اپنے قبضہ میں نہ لاوے بسبب فاسد ہونے بیع کے ہم بیع فاسد میں قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے وللغرماء فسخہ ان دیونہم حالۃ الا اذا کان بالثمن وفاء او ابراء والعبد او ادی المولی وتمامہ فی السراجیۃ اور کیا دین والوں کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ان کے دیون بلا مدت کے فی الحال ہوں تو وہاں فسخ ان کے اختیار میں ہے مگر جب کہ ماذون کے ثمن سے ادائے دیون ممکن ہو یا دین والوں نے اس کو معاف کر دیا ہو تو مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور پورا بیان اس کا سراجیہ میں ہے وبموت سیدہ وجنونہ مطلقا وکذا بجنون الماذون ولحوقہ ایضا بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد بہ لانہ موت حکما اور ماذون محجور ہو جاتا ہے اپنے مالک کی موت سے اور اس کے جنون مطبق ہونے سے اور اس کے دار الحرب میں مل جانے سے مرتد ہو کر اور اسی طرح ماذون کے جنون سے اور اس کے لاحق ہونے سے دار الحرب میں مرتد ہو کر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اس واسطے کہ وہ حکمی موت ہے امام محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہیں کذا فی الطحطاوی وینحجر حکما بابا قہ وان لم یعلم احد کجنونہ ولو عاد منہ او افاق من جنونہ لم یعد الاذن فی الاصح زیلعی وقہستانی اور ماذون محجور ہو جاتا ہے حکما اس کے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر آ دے بھاگنے کے بعد یا ہوش میں ہو جائے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نہ کرے گا صحیح قول میں کذا فی الزیلعی والقہستانی وباستیلادہا بان ولدت منہ فادعاہ کان حجرا دلالۃ مالم یصرح بخلافہ اور جاریہ ماذونہ محجور ہو جاتی ہے استیلاد سے اس طرح پر کہ جنی مولی سے پھر اس کے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یا استیلاد حجر ہوگا حکما باعتبار دلالت حال کے جب تک کہ مولی اس کے خلاف کی تصریح نہ کرے ہم استیلاد اس واسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت میں جاری ہے کہ ام ولد پردہ میں رہتی ہے اور مالک اس کے نکلنے سے اور لوگوں کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت میں راضی نہیں ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہاں اگر مولی استیلاد کے بعد تصریح کر دے اذن تجارت

سلہ قال الطحطاوی الغلۃ کل ما یحصل من اجرۃ الغلام او ریع الارض او کراء انہار او نحو ذلک ۱۲ منہ

Marfat.com

کی تو حجر ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحطاوی لا تحجر بالتدبیر ماذونہ مجور نہیں ہوتی تدبیر سے یعنی اس واسطے کہ مدبرہ کو پردہ میں رکھنے کی عادت نہیں تو دلیل حجر کی نہ پائی گئی وضمن بہا قیمتہا فقط للغرماء لو علیہا دین محیط او مولی استیلاد او تدبیر سے ام ولد اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والوں کو بشرطیکہ دونوں پر دین محیط ہو وے م فقط کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو اس کا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا اقرارہ مبتدا بعد حجرہ ان مامعہ امانۃ او غصب او دین علیہ لآخر صحیح خبر مجور ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار کرنا کہ جو اس کے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اس پر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقرارہ مبتدا ہے اور صحیح اس کی خبر ہے فیقضیہ منہ وقالا لایصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اس کا اقرار مذکور صحیح نہیں واحاط دینہ بمالہ و رقبتہ لا یملک سیدہ مامعہ ماذون کا دین محیط ہوگیا اس کے مال اور اس کی ذات کو تو اس کا مالک اس کے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا م اس واسطے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اس وقت مالک ہوتا ہے اس کا خلیفہ ہو کر جب اس کی حاجت سے فارغ ہو وارث کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اس کی حاجت میں مشغول ہے تو مولی اس میں خلیفہ نہ ہوگا اور وہ مال اس کی ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یعتق عبد من کسبہ بتحریر مولاہ وقالا یملکہ فیعتق وعلیہ قیمتہ موسرا او معسرا فلہم ان یضمنوا العبد المعتق ثم یرجع علی المولی ابن کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہے اس کے مولی کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے مال کا مالک ہے تو اس کے آزاد کرنے سے اس کا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اس کی قیمت دینی لازم ہوگی مگر مولی مقدور والا ہو اور اگر تنگ دست ہو تو ماذون کے دین والوں کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولی سے بھر لے کذا مر ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی لم یعتق ولو ملکہ لعتق اور اگر ماذون مولی کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اس کا محرم آزاد ہوجاتا بمجرد خرید کے م یہ مسئلہ اور اس کے بعد کا مسئلہ اس پر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو اتلف المولی مافی یدہ من الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یضمن خلافا لہما بناء علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولی تلف کر ڈالے اس کو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولی پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مولی اس کی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے وان لم یحیط دینہ بمالہ و رقبتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اس کے مال اور اس کی ذات کو محیط نہ ہو تو مولی کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ مالکون الماذون مدیونا ولو محیط اور صحیح ہے مولی کو آزاد کر دینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی حالت میں اگرچہ دین محیط ہو م اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے برخلاف تو فقط ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے وضمن المولی للغرماء الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والوں کو کمتر اس کے دین اور قیمت سے م یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دے اس واسطے کہ ان کا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اس واسطے کہ ان کا دین متعلق ہے اس کی ذات سے اور ذات کو اس کی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاؤا اتبعوا العبد بکل دینہم وباتباع احدہما لا یبرأ الآخر فہما کالکفیل مع المکفول عنہ اور اگر دین والے چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے تمام دین کے واسطے اور مولی اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولی اور اس کا غلام کفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ م یعنی جس طرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہیں ہوجاتا وطلب بالبقی من دینہم اذا لم تف بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو ان کا دین باقی رہ گیا اس کا مطالبہ ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہوجانے دین کے اس کے ذمہ پر مطالبہ اس وقت ہوگا جب اس کی قیمت ادائے دین کے واسطے کفایت نہ کرے ولو صح تدبیرہ ولا تخییر للغرماء کعتقہ الا ان من اختار احد الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ مجور التصرف نہ ہوگا اور دین والوں کو تضمین مولی اور استسعاء ماذون میں اس کے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرے گا اس کا پھرنا درست نہیں کذا فی شرح التکملہ م یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کرسکتے اس کے آزاد ہونے تک اور وہ ماذون بنا رہے گا بحالہ

Marfat.com

سابق اور اگر غلام سے سعی کرا دیں تو اس کی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہے گا کذا فی الطحطاوی و فی الہدایۃ ولو کان الماذون مدبرا
اوام ولد لم تضمن قیمتہا لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتہا لانہما لا یباعان بالدین اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون مدبر یا ام ولد ہو تو ان کی قیمت کا تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ
دین والوں کا حق ان کی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین میں بیع نہیں ہوتے م یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور ان پر لوگوں کا دین لازم
ہو پھر ان کو مولی آزاد کر دے تو مولی پر تاوان قیمت لازم نہ ہوگا ولو اعتقہ المولی باذن الغرماء فلہم تضمین مولاہ زیلعی اور اگر ماذون کو مولی نے دین والوں کے اذن سے
آزاد کر دیا تو ان کو اس کے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی م یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے و الماذون ان باعہ سیدہ باقل من الدیون
وغیبہ المشتری قید بہ لان الغرماء اذا قدروا علی العبد کان لہم فسخ البیع کما مر ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اس کے مالک نے دیون سے کم تر کو بیچا اور مشتری
نے اس کو غائب کر ڈالا تو دین والے بیچنے والے سے اس کی قیمت کا تاوان لیں بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اس واسطے لگائی کہ دین والے
جب غلام پر قادر ہوں تو ان کو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گزر گیا فان رد العبد علیہ بعیب قبل القبض مطلقا او بخیار رؤیۃ او شرط او بعدہ بقضاء رجع السید بقیمتہ
علی الغرماء وعاد حقہم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جائے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقاً خواہ قضا سے یا رضا سے یا پھیر ا جائے
خیار الرویۃ یا خیار الشرط سے یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیرا جا دے تو مالک اس کی قیمت پھیر لے دین والوں سے اور دین والوں کا حق غلام مذکور میں پھر ثابت ہوگا
بسبب دور ہو جانے مانع کے م یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہو گیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنح وان رد بعد القبض لا بالقضاء فلا سبیل لہم علی العبد ولا للمولی علی القیمۃ
لان الرد بالتراضی اقالۃ وہی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھیر دیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والوں کے واسطے کوئی راہ نہیں غلام پر نہ رد بیع کی نہ استسعاء کی
اور نہ مولی کے واسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والوں کو قیمت دی تھی اس کا استرداد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ
ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق میں یعنی غلام کے حق میں کذا فی الطحطاوی وان فضل من دینہم شیء رجعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولی
دین والوں کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اس کو پھر لیں اس کی آزادی کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا او ضمنوا مشتریہ عطف علی البائع ای انشاؤا ضمنوا
المشتری ویرجع المشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لیں عبد مغیب کے مشتری سے یعنی اگر چاہیں تو مشتری سے تاوان لیں اور مشتری اس کا ثمن بائع سے پھیر
لے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا مشتریہ بائع پر عطف ہے م طحطاوی نے کہا یوں کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا
قیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھیں اور اس کا ثمن لیں نہ قیمت غلام کی م زیلعی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والوں کو تین چیزوں میں اختیار ہے چاہیں بیع کو
جائز رکھیں اور چاہیں بائع سے تاوان لیں چاہیں مشتری سے اور جس سے تاوان لینا اختیار کریں گے تو دوسرا بری الذمہ ہو جائے گا وان باعہ السید معلما بدینہ یعنی مقرا
بہ لا منکرا کما سیجی لتتحقق المخاصمۃ ولیسقط خیار المشتری لا الغرماء اور اگر ماذون کو اس کے مالک نے بیچا اس کا دین جتا کر یعنی مقر دین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ ان کا
مسئلہ عنقریب آوے گا۔ اعلام دین کی قید اس واسطے لگائی تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو م قولہ مقرا بہ تفسیر ماقبل کی صلاحیت نہیں رکھتا تو
یوں شارح کو بہتر تھا واقر المشتری بہ کہ احتراز واقع ہوتا اس صورت سے جب کہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت میں تو اس حالت میں وہ مخاصم نہ ٹھہرے گا کذا
فی الطحطاوی فللغرماء رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والوں کو رد بیع میں اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان قبضہم الثمن
دلیل الرضی بالبیع رد بیع میں اختیار ہے بشرطیکہ دین والوں کو اس کا ثمن نہ پہنچا ہو اس واسطے کہ ان کا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان فیہ محاباۃ
قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جب کہ ثمن میں محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کم تر ہو م یعنی اگر ثمن قیمت سے کم تر ہوگا تو دین والوں کو رد بیع جائز ہے اگرچہ ثمن
قبض کر چکے ہوں اس واسطے کہ وہ کہیں گے کہ ہم نے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہیں ہے اور اس کا محل وہ ہے جب کہ ثمن ان کے دین کو
کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کرے گا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اس میں محاباۃ ہو اس واسطے کہ اس میں مالک کا نقصان ہے نہ دین والوں کا کذا فی الطحطاوی فاما ان

Marfat.com

برفع او نقض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرایا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان الدین حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینہم والا فالبیع نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح میں کہا کہ یہ یعنی دین والوں کو رد بیع کا اختیار اس وقت ہے جب کہ ان کا دین بلا مدت ہو اور بیع ان کی خواہش سے نہ ہو اور ثمن غلام کا ان کے ادائے دین کے واسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہیں تو بیع نافذ ہوگی زوال مانع کے سبب سے یعنی اگر دین موجل ہو یا بیع ان کی خواہش سے ہو یا ثمن ادائے دین میں کافی ہو تو ان کو فسخ بیع کا اختیار نہ رہے گا۔ اس واسطے کہ مانع نفاذ بیع ان کا حق تھا سو تینوں صورتوں میں ساقط ہو وان غاب البائع وقد قبضہ المشتری فالمشتری لیس بخصم لہم لو منکرا دینہ خلافا للثانی ولو مقرا فخصم کما مر اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اس پر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونے کا منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گزر گیا ولو بقلبہ بان غاب المشتری والبائع حاضر فالحکم کذلک ای لا خصومۃ اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لہم تضمین البائع قیمتہ واجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اس کا الٹا ہو یعنی مشتری غائب ہو اور بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصومت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اس کی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو جائز رکھنا اور اس کا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارۃ فباع واشتری فہو ماذون وحینئذ لزمہ کل شیء من التجارۃ ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلانے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اس نے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہے اور اس وقت میں اس کو ہر چیز تجارت کی لازم ہوگی م یہ استحسان ہے اس واسطے کہ یہ خبر ہے معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہے وکذا الحکم ولو اشتری العبد وباع ساکتا عن اذنہ وحجرہ کان ماذونا استحسانا لضرورۃ التعامل وامر المسلم محمول علی الصلاح فحمل علیہ ضرورۃ شرح الجامع ومفادہ تقیید المسئلۃ بالمسلم ابن کمال اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون یا محجور ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہرے گا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اس کی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قید لگانا مسئلہ کا مسلم کے ساتھ کذا ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت ... بلا بیان اذن اور حجر کے اس وقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جب کہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام کافر ہو تو ماذون ہونا اس کا ثابت نہ ہوگا ولکن لا یباع لدینہ اذا لم یف کسبہ الا اذا اقر مولاہ بہ ای بالاذن او اثبتہ الغریم بالبینۃ ولیکن غلام مذکور اپنے دین میں بیچا نہ جاوے گا جب کہ اس کا کسب ادائے دین کے واسطے کافی نہ ہوگا مگر جب کہ اس کا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت کرے وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتہاب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو سمجھتا بوجھتا ہے اس کا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن والی کے وان ضارا کالطلاق والعتاق والصدقۃ والقرض لا وان اذن بہ ولیہما اور اگر تصرف مضرت رساں ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ نے اذن دیا ہو م مضرت سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اس میں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازۃ نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دائر اور محتمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہو جائے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی م طحطاوی نے کہا اگر فاجازہ کے بجائے حتی لو بلغ کے ولو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لہما الولی فہما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں عبد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں م مع جملہ احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک قسم کے ساتھ مقید نہ رہے گا اور مخصوص بزمان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو ان کا ولی خرید کرتے دیکھ کر سکوت کرے گا تو یہ سکوت بجائے اذن ہوگا وغیر ذلک من احکام الماذون والشرط لصحۃ الاذن ان یعقلا البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا لہ زاد الزیلعی وان یقصد الربح ویعرف الغبن الیسیر من الفاحش وہو ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجھتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہے بائع سے اور خرید ملک کی کھینچ لانے والی ہے مشتری کے واسطے زیلعی نے اس قدر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور نقصان قلیل کو نقصان

Marfat.com

کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہے وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیہ اور صغیر یا معتوہ کا ولی اس کا باپ ہے پھر اس کا وصی اس کی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی میں ہے عمادیہ سے ثم بعدہم جدہ الصحیح وان علا ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی پھر ان تینوں کے بعد جد صحیح اس کا ولی ہے اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا سردادا پھر اس کا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کیا ہے پھر والی یعنی حاکم ولی ہے بطریق اولی م قہستانی اور زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مراد وہ والی ہے جس کی ولایت میں قضا ہے جو حاکم کہ قاضی نہیں اس کا اذن جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ثم القاضی او وصیہ ایہما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اس کا وصی ولی ہے قاضی اور اس کا وصی جو کوئی ان میں سے تصرف کرے گا تو صحیح ہوگا سو اسی واسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یوں نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور قاضی اور اس کے وصی کے تصرف میں ترتیب نہیں دون الام او وصیہا ذا فی المال بخلاف النکاح کما مر نہ ماں یا اس کا وصی یعنی ماں صغیر کی یا اس کا وصی صغیر کا ولی نہیں یہ تفصیل ولایت کی مال میں ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح میں گزر گیا م اور ماں کے مانند چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور عمہ اور خالہ صغیر کی ولی نہیں کذا فی الطحطاوی رأی القاضی الصبی والمعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کما مر یبیع ولیشتری فسکت لا یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ یا دونوں کے غلاموں یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہ ہوگا عبد قاضی کا مسئلہ سابق مذکور ہو چکا والقاضی لہ ان یاذن للیتیم والمعتوہ اذا لم یکن لہ ولی ولعبدہما اذا کان لکل واحد منہما من الصبی والمعتوہ ولی و امتنع الولی من الاذن عند طلب ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جب کہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہ ہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جب کہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت میں کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے کذا فی الزیلعی م یہ ترکیب مصنف کی محل ہے بہتر یوں تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذ کان ہوتا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اس کا وصی یا دادا ابو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہوا اس نے اذن دیا اور اس کے باپ نے نہ مانا تو قاضی کا اذن جائز ہے اگر قاضی کی ولایت متاخر ہے باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط میں ہے اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہے اور اذن کو مکروہ جانتا ہے تو جائز ہے چنانچہ مغنی میں ہے انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہیں چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور وہبانیہ کی اول بیت سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانۃ لو ابی ابوہ او وصیہ صح اذن القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ ولا یحجر بعد ذلک اصلا لانہ حکم الا ان یحجر قاضی آخر قلت میں کہتا ہوں اور برجندی میں خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا اس کا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اس کے واسطے صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کیا اور اس کے بعد صغیر اصلا محجور نہ ہوگا اس واسطے کہ قاضی کا اذن حکم ہے اور حکم دفع نہیں ہوتا مگر دوسرے قاضی کے روک دینے سے سو اس کو غور کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو اقر الانسان بما معہما من کسب او ارث صح علی الظاہر کماذون درر اگر صغیر اور معتوہ اقرار کریں کسی آدمی کے واسطے اس مال کا جو دونوں کے پاس ہے کمائی سے یا میراث سے تو اقرار ان کا صحیح ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرر م یعنی اگر یوں اقرار کریں کہ جو مال ہم کو میراث میں ملا ہے وہ درحقیقت فلانے شخص کا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہے کہ کسب میں اقرار صحیح ہے میراث میں صحیح نہیں الماذون لا یکون ماذونا قبل العلم بہ الا فی

مسئلۃ اذا قال بایعوا عبدی فانی اذنت لہ فبایعوہ وہو لا یعلم بذلک صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ابنی الصغیر ماذون ماذون نہیں ہوتا اذن کے دریافت ہونے سے پہلے مگر اس مسئلہ میں جب کہ مولی نے کہا خرید و فروخت کرو میرے غلام سے کہ میں نے اس کو اذن دیا سو لوگوں نے اس سے خرید و فروخت کی اور حالانکہ غلام اس اذن دینے کو نہیں جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جاوے گا برخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگوں سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید و فروخت

Marfat.com

کردم اذن غلام میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں قبل علم ماذون ہوجاتا ہے اور دوسری روایت میں ماذون نہیں ہوتا اور اسی طرح صغیر میں دونوں روایتیں مذکور ہیں چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی لایصح الاذن للآبق والمغصوب المحجود ولا بینۃ اذن صحیح نہیں غلام گریختہ کے واسطے اور نہ اس غلام کے واسطے جس کا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہیں م اور اگر مالک کے پاس گواہ ہوں اور غصب کی گواہی دیں تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورا بہما علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون محجور نہیں ہوجاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہوجانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوہبانیۃ ٥ ولو اذن القاضی لطفل وقد ابی ٭ ابوہ یصح الاذن منہ فیتجر ٭ اور وہبانیہ میں ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اس کا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے سو صغیر تجارت کرے ٥ وضمن یعقوب الصغیر ودیعۃ ٭ وتحلیفہ یفتی بہ حیث ینکر ٭ اور ابو یوسف نے تاوان لازم کیا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت میں اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جب کہ وہ منکر ہے م یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اس پر ضمان ہے اور طرفین کے نزدیک ضمان نہیں اور اگر ودیعت خود تلف ہوگئی تو بالاتفاق تاوان نہیں اور اگر ماذون ہو تو قبض ودیعت یا تجارت میں یا مکاتب ہو اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اس پر تاوان ہے اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اس کی تحلیف میں اختلاف ہے کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر ٥ ولو رہن المحجور او باع او شری ٭ جوزہ المولی فما یتغیر ٭ لتوقف التصرف المحجور علی الاجازۃ اور اگر محجور نے رہن رکھا یا بیع اور شرا کی اور مولی نے اس کو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر پذیر نہیں بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کے اجازت پر م خواہ محجور غلام ہو یا صغیر عاقل فلو لم یجز بل اذن لہ فی التجارۃ فاجازہا العبد جاز استحسانا ولو لم یاذن لہ فاعتقہ فاجازہا لم تصح اجازتہ سو اگر مولی نے عقود مذکورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اس کو اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اس کو آزاد کر دیا سو اس نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اس کی اجازت صحیح نہیں قال م کذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا ہوجاتا ہے قلت ولا یخفی ان ما ہو تبرع ابتداء مضر فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض میں کہتا ہوں اور یہ بات مخفی نہیں کہ جو عقد کہ ابتدا میں احسان بلا بدل ہے وہ مضر ہے تو امر مضر ولی صغیر کے اذن سے صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض م شرنبلالی نے ذکر کیا کہ من جملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض مضر محض ہے تو نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے حلبی نے کہا یہ اعتراض اس پر ہے جو وہبانیہ میں مذکور نہیں اور نہ اس سے مفہوم ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم ٭

Marfat.com

کتاب الغصب

کتاب ہے غصب کے احکام میں ہو لغۃ اخذ الشئ مالا وغیرہ کالحر ملی وجہ التغلب غصب بفتح غین معجمہ وسکون صاد مہملہ لغت میں عبارت ہے چیز کے لینے سے بطریق زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہ ہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا وشرعا ازالۃ ید محقۃ ولو حکما کمودع لما اخذہ قبل ان یحولہ اور اصطلاح شرع میں غصب عبارت ہے قبضہ محق کے زائل کر دینے سے اگرچہ ازالہ قبضہ حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اس ودیعت کا جس کو اس نے مالک سے لیا تھا قبضہ مودع بالفتح کا عینہ قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اس نے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہو گیا حکما باثبات مبطلۃ غصب عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبضہ مبطل کے اثبات کے ساتھ یعنی حق دار کا قبضہ دور کر دینا اور ناحق قبضہ کر لینا یہ حقیقت ہے غصب کی ہم مضمون کے نزدیک غصب عبارت ہے فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے ولہذا اگر ایک شخص کے ہاتھ میں موتی ہو اور دوسرا آدمی اس پر ہاتھ مارے اور موتی دریا میں گر پڑے تو تاوان لازم ہے حالانکہ اثبات قبضہ یہاں ثابت نہیں اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبضہ کے ساتھ اثبات قبضہ بھی ضرور ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب وہ جو تاوان کا موجب ہے تو اس میں فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو پھیر دینے کا موجب ہے تو اس میں اثبات قبضہ بھی شرط ہے واعتبر الشافعی اثبات الید فقط والثمرۃ فی الزوائد فثمرۃ بستان مغصوب لا تضمن عندنا خلافا لہ در رادر امام شافعی نے غصب کی تعریف میں فقط اثبات قبضہ کا اعتبار کیا ہے اور ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزوں میں تو باغ مغصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہیں برخلاف امام شافعی کے کذا فی الدرر یعنی اگر پھل غاصب تلف کر ڈالے تو اس پر تاوان ہمارے نزدیک نہیں بسبب عدم ازالہ کے اور امام کے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو بالاجماع تاوان ہے کذا فی الطحطاوی فی مال فلا یتحقق فی میتۃ وحر ازالہ اور اثبات جو مال میں تو غصب ثابت نہیں ہوتا مردار اور شخص آزاد میں اس واسطے کہ وہ مال نہیں متقوم ای مباح شرعا قہستانی فلا یتحقق فی خمر مسلم ازالہ اور اثبات جو مال متقوم میں یعنی جو شریعت میں مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہیں ہوتا مسلمان کی شراب میں اس واسطے کہ شراب مسلمان کے حق میں مباح الاستعمال نہیں محترم فلا یتحقق فی مال حربی ازالہ اور اثبات جو مال محترم میں تو غصب ثابت نہیں ہوتا کافر حربی کے مال میں اس واسطے کہ اس کا مال محترم نہیں قابل للنقل فلا یتحقق بالعقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہیں ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول میں برخلاف محمد کے کہ حکم غیر وقف میں شیخین کا قول صحیح ہے اور وقف میں محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالکہ احترز بہ عن الودیعۃ واعلم ان الموقوف مضمون بالاتلاف مع انہ لیس بمملوک اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن کما فعل ابن کمال لکان اولی ازالہ اور اثبات جو مال مذکور میں اس کے مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ قید لگا کر اس ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسی طرح عاریت میں ہر چند ازالہ ید محقہ ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا غصب داخل نہیں اور یہ معلوم کر کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کر ڈالنے سے باوجودیکہ وہ اصلا کسی کا مملوک نہیں تصریح کی ہے اس کی بدائع میں تو اگر مصنف یوں کہتا کہ ازالہ قبضہ ہو بدون اذن اس شخص کے جس کو اذن کا اختیار ہے چنانچہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا یعنی اس واسطے کہ

لیکن احادیث میں زمین پر غصب مذکور ہے اور فقہ میں بھی جابجا زمین مغصوب کے مسائل وارد ہیں پس یا تو غصب لغوی مراد ہے یا یہ کہ قول امام محمد کا درست ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے

Marfat.com

وقف کو بھی غصب شامل ہو جاتا لا بخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ وفیہ لابن الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ قید لگائی تا سرقہ نکل جائے
غصب سے اور اس میں ابن کمال کا کچھ کلام ہے م حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حدود میں داخل ہونا اس کے داخل ہونے کا غصب میں منافی نہیں س
سرقہ غصب میں داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود میں باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غصب ہے اور حالانکہ کتاب البیوع
میں مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جس کو یہ نکتہ معلوم نہ ہوا اس نے لاعلی سبیل الخفیۃ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکل جائے فاستخدام العبد
وتحمیل الدابۃ غصب لازالۃ ید المالک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے بسبب دور کر دینے قبض مالک کے یعنی اور اثبات قبض اپنے
کے م غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اس کے غصب ہونے میں اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور مشترک جانور پر سوار ہونا
شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی المسعود لاجلوسہ علی بساط لعدم ازالتہا فلا الضمن ما
یہلک بفعلہ غصب نہیں بیٹھنا اس کا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبض مالک کے تو جالس پہ تاوان لازم نہ ہوگا جب تک کہ فرش تلف نہ ہو جائے اس
فعل کے سبب سے م اس واسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اس کا ازالہ نہیں ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل دار انسان م
متاعا وجحد فہو ضامن وان لم یحولہ ولم یجحد لم یضمن مالم یہلک بفعلہ لو یخرجہ من الدار خانیۃ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر میں داخل ہوا او
کچھ اسباب لیا اور منکر ہو گیا تو اس پر تاوان ہے اور اگر اس نے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اس کے لینے کا انکار نہ کیا تو تاوان نہیں جب تک وہ چیز ہلاک
نہ ہو جائے اس کے فعل کے سبب سے یا اس کو گھر سے نکال لے جائے کذا فی الخانیۃ یعنی در صورت عدم انکار تاوان نہیں مگر اہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم لمن
علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اس شخص کے حق میں جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہے م غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت
قال تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالیٰ نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالوں کو آپس میں ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث میں ثابت ہے کہ تمہارے خون
اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جب تک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ جو
بالشت بھر زمین غصب کرے گا اس کی گردن میں حق تعالیٰ سات طبق زمین کا طوق ڈالے گا غصب کے گناہ ہونے میں دانست کی قید اس واسطے لگائی کہ
سے گناہ معاف ہے چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کر ڈالنا اپنا مال جان کر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی و
العین قائمۃ والغرم ہالکۃ بفعلہ او بغیرہ او آفۃ سماویۃ قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اس کا تاوان دینا
تلف ہو گئی خواہ اس کے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی القہستانی م غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سو وہ اپنے گھر لے آیا اور اس
پاس تلف ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ غصب اس صورت میں امانت ہو گیا کذا فی الطحطاوی ولغیر من علم الاخیران فلا اثم لانہ خطاء وہو مرفوع
بالحدیث اور غصب کا حکم نادانستہ کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں اس واسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور حالانکہ
پر مؤاخذہ نہیں بموجب حدیث کے المغصوب منہ مخیر بین تضمین الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف المغصوب بان غصبہ
وقیمتہ اکثر وکان الثانی املأ من الاول فان التضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغصوب منہ یعنی جس کا مال غصب ہو گیا وہ مختار ہے دو چیزوں
غصب کرنے والے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب
مگر جب کہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہوا اس طرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو اور حالانکہ اس کی قیمت زیادہ تر ہو گئی ہو اور
ثانی ہو زیادہ تر مالدار غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پہ تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیۃ م اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب
ثانی سے بھر لے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور چونکہ عبارت خانیہ کی موہم ہے لہٰذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرتے

Marfat.com

ہو اور وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اس کی قیمت ہزار درہم تھی پھر دوسرے شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اس کی قیمت
زیادہ ہو گئی دو ہزار درم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار ہو اس واسطے کہ غاصب ثانی تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ نافع
ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی الطحطاوی وفی غصبہا اے غصب عجلا فاستهلکہ وہبس لبن امہ ضمن قیمۃ العجل ونقصان
الام اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اس کو ہلاک کیا اور اس کی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور
اس کی ماں کے نقصان کا اس واسطے کہ بچہ کا غصب ماں کے نقصان کا موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اس کی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان
غصب وفی کراہیتہا من ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یومر بعمارتہ الا فی حائط المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہت میں ہے کہ جس نے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اس
کے ناقص ہو جانے کا تاوان دے اور اس کو حکم نہ ہو گا دیوار کے بنانے کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہو گا م قنیہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت
کی جاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کی جاوے بدون دیواروں کے تو تاوان دے مابین قیمتین کے تفاوت کا وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان
باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت وادعی انہ کان باذنہا وانکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں
تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول مقبول ہو گا مگر جب کہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مرگئی اور زوج نے
دعوی کیا کہ تصرف اس کے اذن سے تھا اور وارث اس کا منکر ہے تو زوج کا قول مقبول ہو گا ویجب رد عین المغصوب مالم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور
غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر بتغیر فاحش نہ ہو گیا ہو کذا فی المجتبی م جب کہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اس
کا نام اور اس کا عمدہ فائدہ زائل ہو جائے تو مغصوب منہ کی ملک اس سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب اس کا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اس پر لازم ہوتا
ہے اور بلا ادائے عوض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر مغصوب ناقص ہو گیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہو گا اور اگر مغصوب
زائد ہو گیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وی مغصوب کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا
یا گیہوں پیس کر روٹی پکانا فی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اس کے غصب کرنے کے مکان میں بسبب
متفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف ویبرا بردہا ولو بغیر علم المالک فی البزازیۃ غصب دراہم انسان من کیسہ ثم ردہا فیہ بلا علمہ بری وکذا لو سلمہ الیہ
بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک
کی ناوانستگی سے ہو بزازیہ میں ہے کہ غاصب نے کسی آدمی کے دراہم اس کی تھیلی سے غصب کیے پھر ان کو اس میں رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ
ہو گیا اور اسی طرح اگر مغصوب نے سپرد کر دیا مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسی طرح اگر مغصوب مطعوم ہو اور
غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اس کو کھا دے تو بری الذمہ ہو گا برخلاف امام شافعی کے مطعوم میں کذا فی الزیلعی ویجب رد مثلہ ان ہلک وہو مثلی یا واجب
ہے پھیر دینا مثل مغصوب کا اگر وہ ہلاک ہو جاوے اور حالانکہ وہ مثلی یعنی کیلی ہے یا وزنی جیسے وان انقطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان
یوجد فی البیوت ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومۃ ای وقت القضاء وعند ابی یوسف یوم الغصب وعند محمد یوم الانقطاع ورجحا قہستانی اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہو جاوے
اس طرح پر کہ وہ پایا نہ جاوے اس بازار میں جس میں وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے گھروں میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اس کی قیمت خصومت کے
دن کی یعنی جس وقت حاکم کا حکم ہو اس وقت کی دینا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع
کی قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القہستانی م خزانہ میں امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ میں اس کو صحیح کہا ہے اور نہایہ میں
ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی ویجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ اجماعا اور قیمت والی

Marfat.com

چیز میں غصب کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کم بحر زاخر میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضائع کیا پھر وہ اس کی قیمت
واپس لایا مالک نے کہا کہ میں قیمت نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں تجھ کو معاف کرتا ہوں تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش
نہ کرے لیکن قیمت اس کی گود میں رکھ دے یا اس کے دونوں ہاتھوں میں تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر اس کے سامنے رکھ دے گا تو بری الذمہ نہ ہوگا
اور ودلیعت اور عین غصب کے سامنے رکھ دینے سے بری الذمہ ہو جاوے گا کذا فی الطحاوی والمثلی المخلوط بخلاف جنسہ کبر مخلوط بشعیر وشرج مخلوط بزیت
ونحو ذلک کدہن بجس قیمی فتجب قیمتہ یوم غصبہ اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس سے مل گئی ہو جیسے گیہوں مخلوط ہو کے ساتھ اور تلوں کا تیل زیتون کے تیل کے
ساتھ اور مانند اس کے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نہ رہی تو اس کے غصب میں اس کے غصب کے دن کی قیمت واجب ہے
م فتاوی رشیدالدین میں ہے کہ دو وزنی چیزیں جب مل جاویں اس طرح کہ جدا نہ ہو سکیں وہ مثلی نہیں رہتی ہیں قیمت والی ہو جاتی ہیں کذا فی الطحاوی وکذا
موزون یختلف بالصنعۃ کقمقم وقدر ودر وذکرہ فی الجواہر اور اسی طرح قیمت والا ہو جاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور
دیگ کذا فی الدرر اور چنانچہ قفیز و تر مجور کا کذا فی جواہر الفتاوی زاد المصنف ورب وقطران کلانہما یتفاوت بالصنعۃ ولا یصح السلم فیہما ولا تثبت دینا فی الذمہ
مصنف نے اپنی شرح میں اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی عصارہ ثمرات کا اور قطیر یعنی ٹپکائی چیز قیمت والی اس واسطے کہ ہر ایک ان میں سے صنعت سے
مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اس میں صحیح نہیں اور وہ دین ہو کر ذمہ پر ثابت نہیں ہوتا م یعنی متفاوت القیمۃ ہونا اور بیع سلم کا اس میں جائز نہ
یہ دلیل ہے کہ مثلی نہ ہے قلت وفی الذخیرۃ والجبن قیمی فی الضمان مثلی فی بزیرہ کا السلم میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے اور پنیر قیمتی ہے تاوان میں اور مثلی ہے
تاوان کے چنانچہ سلم میں وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوتہ بالقلی وقیل مثلی اور مجتبی میں ہے کہ ستو قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بھوننے سے اور قول
ضعیف یہ ہے کہ وہ مثلی ہے وفی الاشباہ اللحم والنیئ والآجر قیمی اور اشباہ میں ہے کہ کوئلا اور گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے نہ مثلی وفی حاشیۃ
لابن المصنف ہنا وفیما یجلب التیسیر معزیا للفصولین وغیرہ وکذا الصابون والسرقین والورق والابرۃ والعصفر والعرم والجلد والدہن المتنجس وکذا الحقیقۃ وکل مکیل
وموزون مشرف علی الہلاک مضمون بقیمتہ فی ذلک الوقت کسفینۃ موقورۃ اخذت فی الغرق والقی الملاح ما فیہا من مکیل وموزون یضمن قیمتہا ساعتئذ کما
فی المجتبی اور فرزند مصنف نے حاشیہ اشباہ میں یہاں اور جلب تیسیر کے قاعدے میں فصولین وغیرہ کی طرف منسوب کر کے وارد ہے اور اسی طرح صابون
اور پانس اور ورق یعنی درخت کی پتیاں اور سویاں اور کسم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور ناپاک تیل اور اسی طرح مٹی بھر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیل اور
موزون کہ قریب الہلاک ہو اس کی وقت قیمت لازم الضمان ہے جو تلف ہونے کے وقت اس کی قیمت ہو چنانچہ گرانبار کشتی جب ڈوبنے لگے اور اس وقت ملاح
نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اس میں تھی گرا دی تو اس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جاوے گا کذا فی المجتبی م ورق سے یہاں کاغذ مراد نہیں اس واسطے کہ کاغذ
مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی العیرفیۃ غصب ماء فی حنطۃ فافسدہا وزادفی کیلہا ضمن قیمتہا قبل صبہ للماء ولا مثلہا اذا لم ینقلہا فلو نقلہا لمکان ضمن المثل لانہ غصبہ
وہو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیہ الحنطۃ لغیر نقل انتہی والحاصل کما فی الدرر وغیرہا ان کل ما یوجد لہ مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی وما
لیس کذلک فقیمی فلیحفظ اور عیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈال دیا گیہوں میں سو اس کو بگاڑ دیا اور اس کے کیل میں زیادتی ہو گئی بھیگنے سے
تو وہ شخص تاوان دے اس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اس کی قیمت تھی یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس نے گیہوں کو نہ اٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان
کی طرف اٹھا لے گیا اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اس واسطے کہ اس نے اس کو غصب کیا اور حالانکہ وہ اس وقت مثلی تھا برخلاف اس صورت
کے کہ اگر پانی ڈالا اسی مکان میں جہاں گیہوں تھے بغیر نقل کے انتہی ما فی العیرفیہ اور حاصل کلام اور خلاصۂ مقام درر وغیرہ کے موافق یہ ہے کہ جس چیز کا مثل
اور مانند بازاروں میں بلا تفاوت قابل شمار پایا جاوے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہ ہو یعنی جس میں تغیر فاحش اور تفاوت معتد بہ ہو وہ قیمت والی چیز

Marfat.com

تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاکہ مرتبط لوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل والقیمۃ مخلص علی الراجح حبس حتی یعلم الحاکم انہ لو بقی لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ البدل من مثل وقیمۃ پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہو جانے کا دعوی کرے تو وہ محبوس کیا جائے یہاں تک کہ حاکم یہ معلوم کر جائے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اس کو ظاہر کر دیتا پھر حاکم اس پر عوض دینے کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت دلاوے شارح نے کہا ادعائے ہلاکت وجوب رد عین سے مرلوط ہے اس واسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر محض ہے یعنی جب کہ رد عین متعذر ہو اس وقت رد مثل یا رد قیمت کی طرف "متعلق" احتیاج ہوگی ولو ادعی الغاصب الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک عند المالک اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہو جانے کا اس کے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا یعنی اس کے تلف ہو جانے کا غاصب کے پاس دعوی کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اس نے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس ہو گیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہیں کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ ذبرہنا فالبینۃ للمالک ویجیٔ اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف کیا اور دونوں گواہ لائے اپنے دعوی پر تو مالک کے گواہ مقدم ہیں اور اس کا بیان آگے آوے گا ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونوں نے ذات مغصوب میں اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہیں ہے تو غاصب ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اس واسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول میں سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول چنانچہ زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا اور اس کے ہاتھ میں آسمانی آفت سے تلف ہو گیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہیں شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ ان کے نزدیک غیر منقول کے غصب پر بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے وقف میں علامہ عینی نے اس کو ذکر کیا ہے وذکر ظہیر الدین فی فتاویہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان وان الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی میں مذکور کیا ہے کہ موقوف غیر منقول اور موقوف گھروں کے غصب میں لزوم تاوان کا فتوی ہے اور منافع وقف کے غصب میں لزوم ضمان کا فتوی ہے م طحطاوی نے کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دور دونوں کی طرف راجع ہے وفی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزم اجر المثل صیانۃ لمال الوقف والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد میں ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اس میں رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری پر اجرت مثل لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کے واسطے وفی اجارۃ الفیض انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراء ذلک فیتحقق کالرد فکذا فی الاستحقاق الاجرۃ انتہی فلیحفظ اور فیض کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا غیر منقول میں فقط تاوان دینے کے حکم میں اور لزوم تاوان کے ماسوا میں تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھیر دینے میں یعنی مغصوب غیر منقول کا پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے سو اسی طرح استحقاق اجرت میں بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار میں سکونت کرے تو کرایہ اس پر لازم ہوگا اگر وقف اور مال صغیر ہو انتہی مافی الفیض تو اس کو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ الاستروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع والتسلیم قول ضعیف یہ ہے کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشنی اور عماد الدین ہے دونوں نے یہ قول اپنی فصول میں کہا ہے وکذا بالجحود فی انکار الودیعۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہے غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے پاس پھر وہ ودیعت کا انکار کرے تو اس پر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسی طرح تاوان

Marfat.com

لازم ہے گواہی کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کر دینے کے بعد صورت اس کی یہ ہے کہ دو شاہدوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اس کے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدوں نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدوں پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہے نہ ضمان غصب وفی الاشباہ العقار لایضمن الافی مسائل وعد ہذہ الثلثۃ اور اشباہ میں ہے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں مگر چند مسائل میں تاوان ہے اور انھیں تینوں مسئلوں کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار لبسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع اور جب کہ غاصب ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کاشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہے قول صواب اور مفتی بہ یہ ہے کہ اس میں خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جس قدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہی نقصان ہے فیعطی ما زاد البذر وصححہ فی المجتبیٰ پھر مغصوب منہ غاصب کو اس قدر دے جس قدر بیج نے اس کی مالیت زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبیٰ میں ہم یہ مسئلہ ظاہراً مرتبط معلوم ہوتا ہے ماقبل سے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ جداگانہ مسئلہ ہے زیادت تخم کی یہ صورت ہے کہ کھیت کی قیمت کی جاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق تخم مراد نہیں بلکہ وہ تخم جس کے درخت کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کی جاوے تو جس قدر دونوں میں تفاوت ہو اس قدر مالک غصب کو دے اور اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ غاصب کے تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جس قدر مالیت تخم کی ہو وہ دے بلا اعتبار حق قلع وفی الصیرفیۃ ہو المختار اور صیرفیہ میں ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت لہ قلعہ وتمامہ فی المجتبیٰ اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اس کا اکھاڑ ڈالنا جائز ہے اور پورا اس کا بیان مجتبیٰ میں ہے ہم مجتبیٰ میں ہے کہ غاصب نے غیر کی زمین میں زراعت کی اور کھیت جما تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اس کے اکھاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور بعد اس کے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہاں تک کہ کھیت جمے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقاً فی النقل مالنقص بفعلہ کما فی قطع الاشجار جیسے کہ مغصوب منقول میں بالاتفاق اس قدر تاوان لازم ہے جتنا ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار میں ضمان لازم ہے ہم منقول مغصوب کے نقصان میں مطلقاً ضمان لازم ہے خواہ غاصب کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اس کے فعل کے چنانچہ شرح مسکین میں مصرح ہے تو شارح کی تقیید غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا رجل اخر وہدم البناء ضمن ہو لا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبداً واجر فنقص فی مدۃ الاجارۃ بالاستعمال وہذا ساقط من نسخ الشرح لدخولہ تحت قولہ چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اس کو اجارہ میں دیا پھر غلام میں کچھ نقصان عارض ہو گیا اجارہ کی مدت میں استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقط ہے بسبب داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ میں ہم طحطاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں اس واسطے کہ تصدق غلہ ضمان نقصان کے مغائر ہے وان استغلہ فنقصہ الاستغلال او اجر المستعار ونقص ضمن النقصان فتصدق بالفضل من الغلۃ والاجرۃ خلافاً لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب کرایہ میں دیا سو اس کو نقصان عارض ہوا کرایہ دینے سے یا عاریت کی چیز اجارہ دی اور اس کو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو باقی رہے ضمان کے بعد کرایہ اور اجرت سے اس کو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن البزازیۃ ان الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تو انگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ بزازیہ کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو ادائے ضمان غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باعہ وربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ اگر مغصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اس طرح پر کہ

Marfat.com

اس کو بیچ ڈالے اور اس میں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جب کہ مال مغصوب اور ودیعت اشارہ کرنے سے متعین ہو م متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو نہ درم اور دینار او بالشراء بدراہم الودیعۃ او الغصب ونقدہا یا متعین ہو خرید سے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور انھیں دراہم کے ادا کرنے سے م طحطاوی نے کہا مختصر اور واضح تر یوں کہنا تھا اذا کان متعیناً او غیر متعین ونقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادائے ثمن مغصوب کے دراہم سے کرے یعنی یتصدق بربح حصل فیما اذا کانا مما یتعین بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ودیعت کے تصرف میں جب کہ وہ دونوں اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جاتے ہوں وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا ونقدہا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور ودیعت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ دراہم تو چار صورتوں پر ہیں سو اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور انھیں کو ثمن میں ادا کیا تو اسی متعین کے مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیہا ونقد غیرہا او اشار الی غیرہا ونقدہا او اطلق ولم یشر ونقدہا لا یتصدق فی الصور الثلث عند الکرخی قیل وبہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ہو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور ان کے سوا اور دراہم ادا کیے یا اشارہ کیا ان کے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم دیے یا مطلق دراہم مذکور کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے دراہم دیے تو ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدق نہ کرے کرخی کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقاً حلال نہیں کذا فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے واختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام وہذا کلہ علی قولہما وعند ابی یوسف لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضے فقیہوں نے کرخی کے قول کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طرفین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اس کو ذکر کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اس طرح کہ تاوان میں دراہم دیے ہوں اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اس پر واجب نہیں اس واسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصراً فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ واعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا سو اس کا نام اور اعظم منافع یعنی اس کے اکثر مقاصد زائل ہو گئے م زوال اسم کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کر کے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان نقصان میں مختار ہے اس واسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اس کو حلال بکری بولتے ہیں احتراز عن دراہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان زال اسمہ لکن یبقی اعظم منافعہ ولہذا لا ینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن اعظم منافعہ کما ظنہ ملا خسرو وغیرہ شارح نے کہا اعظم منافع کی قید ان دراہم سے احتراز ہے جن کو غاصب نے پگھلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درم کا نام زائل ہو گیا لیکن اس کا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا اور آرائش اور اسی واسطے مالک کا حق درہم مسبوک سے منقطع نہیں ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہ ہوا جیسا کہ صاحب درر ملا خسرو وغیرہ نے گمان کیا ہے م اعظم منافع کی مثال مثلاً گیہوں کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اس واسطے کہ مسلم گیہوں سے جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ ان کا بھننا اور ہریسہ پکانا دہ پیسنے سے فوت ہو گئے کذا فی المنح او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط برہ ببرہ او یمکن بحرج کبرہ بشعیر ضمنہ وملکہ بلا حل انتفاع قبل اداء ضمانہ ای رضی مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاضی یا رل مل گیا مغصوب غاصب کی ملک سے اس طرح پر کہ اس کا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ مالک کے گیہوں کا مل جانا غاصب کے گیہوں سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہوں کا اختلاط جو سے تو ان تینوں صورتوں میں غاصب تاوان اس کا دے اور اس کا مالک ہو جاوے گا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اس کے تاوان کے ادائے ضمان سے رضائے مالک مراد ہے خواہ رضا ادائے ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کر دینے سے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو م تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی نہ ہو تو غاصب کو اس کا کھانا یا غیر کو کھلانا

Marfat.com

تا ادائے ضمان قیمت جائز نہیں والقیاس حلہ وہو روایۃ **فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا یبتلعہ حلالا فی روایۃ وحراما علی المعتمد حسما لمادۃ الفساد** اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور اختلاط سے مغصوب بلا رضائے مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے کہ طعام اگر غصب کیا سو اس کو چبایا یہاں تک کہ وہ مستہلک ہو گیا تو اس کو حلال نگلے گا بموجب روایت قیاسی کے اور حرام نگلے گا بنابر استحسان معتمد کے تاکہ مادۂ فساد مٹ جائے م وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضائے مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ کھلتا ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادۂ غصب ہے **کذبح شاۃ** بالتنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیرہ ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ ذبح کرنا شارح نے کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہے **وطبخہا او شیہا وطحن بر او زرعہ وجعل حدید سیفا وصفر انیۃ** چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اس کا پکانا اور بریاں کرنا اور گیہوں کا پیسنا یا اس کا کھیت میں بونا اور لوہے کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا م یہ مثالیں ہیں تغیر مغصوب کی مع زوال اسم **والبناء علی ساجۃ** بالجیم خشبۃ عظیمۃ تنبت بالہند وقیمتہ ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ یملکہ البانی بالقیمۃ اور چنانچہ عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہے ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانے والا اس کی قیمت دے کر شارح نے کہا ساج بحرف جیم لکڑی عظیم الجثہ ہے ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے یعنی ساگون م یہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جس کی امتیاز حرج کے ساتھ ممکن ہے **وکذا لو غصب ارضا فبنی علیہا او غرس او ابتلعت دجاجۃ لؤلؤۃ او ادخل البقر راسہ فی قدر او اودع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بہدم الجدار وسقط دینارہ فی محبرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا ونحو ذلک یضمن صاحب الاکثر قیمۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف** کما فی ہذہ القاعدۃ من الاشباہ اور اسی طرح اگر زمین غصب کی پھر اس پر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ میں ڈال دیا یا بوتا ودیعت رکھا سو مودع کی کوٹھری میں جوان اونٹ ہو گیا اور اس کا نکالنا ممکن نہ ہو مگر دیوار ڈھا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات میں گر پڑی اور اس کا نکالنا متصور نہیں مگر دوات توڑ کر اور مانند اس کے اور مثالیں تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی درصورت اختلاط ملکین جس کے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ کمتر قیمت والے کو ضمان دے کر اس کا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت تر ضرر سبکتر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی الضرر الاشد یزال بالاخف میں یہ سب کچھ مذکور ہے **ثم قال ولو ابتلع لؤلؤۃ فمات لا یشق بطنہ لان حرمۃ الآدمی اعظم من حرمۃ المال** وقیمتہا فی ترکتہ وجوزہ الشافعیۃ قیاسا علی الشق لاخراج الولد قلت وقدمنا فی الجنائز عن الفتح انہ یشق ایضا فلا خلاف وفی تنویر البصائر انہ الاصح فلیحفظ پھر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر انسان موتی نگل گیا پھر مر گیا تو اس کا پیٹ چیرا نہ جاوے گا موتی نکالنے کے واسطے اس کہ آدمی کی عزت مال کی عزت سے عظیم تر ہے اور قیمت اس موتی کی اس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیوں نے موتی نکالنے کے واسطے پیٹ چیرنا جائز کہا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس کر کے شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور ہم باب الجنائز میں فتح القدیر سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ موتی کے واسطے بھی پیٹ چیرا جائے گا تو اب شافعیہ اور حنفیہ میں کچھ خلاف باقی نہ رہا اور تنویر البصائر میں ہے کہ موتی نکالنے کے واسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے **تنبیہ لو کانت قیمۃ الساجۃ والبناء سواء فان اصطلحا علی شئ جاز وان تنازعا بیع البناء علیہما وتقسم الثمن بینہما علی قدر مالہما شرنبلالیۃ عن البزازیۃ** باقی رہی یہ صورت کہ اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کر لیں تو جائز ہے اور اگر تنازع کریں تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی رغم المتخاصمین بیع ہو اور اس کا ثمن دونوں شخصوں پر بانٹا جاوے بقدر ان کی مالیت کے کذا فی شرنبلالیۃ عن البزازیۃ **بقی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساجۃ ہل لہ ذلک ان قضی علیہ بالقیمۃ لا یحل وقبلہ قولان لتضییع المال بلا فائدۃ** وتمامہ فی المجتبیٰ باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو کیا یہ درست ہے یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک قول میں جواز ہے اور دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بے فائدہ اور پورا بیان اس کا مجتبیٰ میں ہے **وان ضرب الجبر ابن دراہم او دنانیر او اناء لم یملکہ وہو الکہ مجانا**

Marfat.com

خلافا لهما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنائے یا برتن بنایا تو غاصب اس کا مالک نہ ہوگا اور وہ اس کے مالک کی مملوک ہے بخلاف صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک اس واسطے مفت یا مالک ہوا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے اور جودت مال ربوی میں متقوم نہیں فان ذبح شاة غیره وطبخها او شواها فلو کل طرحها المالک علیه واخذ قیمتها او ضمنه نقصانها پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کر ڈالا اور دنبہ کے مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اس کی قیمت اس سے لے یا چاہے مذبوح لے اور غاصب سے اس کے نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کرے گا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی وکذا الحکم لو قطع یدها او قطع طرف دابة غیر ماکولة کذا فی الملتقی قیل ولفظ غیر غیر سدید ہنا قلت قوله غیر سدید غیر سدید بثبوت الخیار فی غیر الماکولة ایضا اگر لکن اذا اختار ربها اخذها لا یضمنه شیئا وعلیه الفتوی کما نقله المصنف عن العمادیة فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان فیه الارش اور اسی طرح کا حکم ہے یعنی مالک مختار ہے غاصب ہے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ یا پاؤں کاٹنا کذا فی الملتقی لبعضوں نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہاں لفظ غیر یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہیں اس واسطے کہ تضمین اور اخذ عین ماکول اور رقیق میں ہے نہ غیر ماکول میں ہے شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض کا قول غیر سدید ٹھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اس کا لینا اختیار کرے تو اس سے کچھ ضمان نہ لے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام کا اس میں تو خونبہا ہے ہم عیون میں ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدھا یا خچر ہلاک کر ڈالے اس کا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کر کے اگر مالک چاہے غاصب سے ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کر دے اور چاہے اسی کو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتویٰ ہے انتہی تو جو ملتقی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہے الحاصل خیار مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان نقصان اور اس کے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول میں اس کے دینے اور اس کی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیہ الفتوی تو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کے مانند ہے امساک اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلاشک یہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہاں غیر صواب ہے کذا فی الطحطاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا وهو ما فوت بعض العین وبعض نفعه لا کله فلو کله ضمن کلها یا غاصب نے کپڑا پھاڑا الخرق فاحش خرق فاحش وہ ہے جو فوت کر دے کچھ کپڑے اور کچھ اس کی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ خرق فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اس کی قیمت اس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے وفی خرق یسیر نقصه ولم یفوت شیئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عینه لیس غیره لقیام العین من کل وجه لم یحدث فیه صنعة او یکون ربویا کما بسطه الزیلعی اور جس پھاڑنے میں ہلکا نقصان ہے اور خرق مذکور نے کچھ منفعت کو فوت نہیں کر دیا تو مالک نقصان کا تاوان لے بعینہ کپڑا لینے کے ساتھ اس کے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اس میں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ہو جس میں بیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے ہم اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک اس سے منقطع ہو گیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنی تخییر مالک سب چیز میں جاری ہے سوائے اموال ربویہ کے اس واسطے کہ یہاں تعیب فاحش ہو یا یسیر مالک کی تخییر ثابت کرتی ہے امساک عین میں بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین میں تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ اس واسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اس سے بیاج ثابت ہوتا ہے ومنه یعلم جواب حادثة هی غصبت حیاصة فضة مموهة بالذهب فزال تمویهها بخیر مالکها بین تضمینها مموهة او اخذها بلا شیء لانه تابع مستهلک اور اس سے یعنی او یکون ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوٹی جس پر سونے کا ملمع ہے سو اس کا ملمع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک

Marfat.com

اس کا مختار ہے چوڑی طلع دار کے ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اس واسطے کہ طلع کاری تابع مستہلک ہے ھم اور اس واسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذافی الطحطاوی ولو کان مکان الغصب شراء بوزنہا فضۃ فلا رد لتعیبہا ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فاغتنمہ فقل من صرح بہ قالہ شیخنا اور اگر بجائے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اس کے برابر وزن چاندی سے پھر طلع اس کا زائل ہوگیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب عیب دار کر دینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہوگیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے تو غنیمت جان اس جواب کو اس واسطے کہ کمتر فقہا نے اس کی تصریح کی ہے یہ کہا ہے ہمارے استاد یعنی خیرالدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امر بالقلع والرد ولو قیمۃ الساحۃ اکثر کما مر اور جس نے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اس کے بلا اذن تو اس کو عمارت ڈھانے اور درخت اکھاڑنے کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جائے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر امر بقلعہ ای مستحق القلع فیقوم بدونہما ومع احدہما مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض بہ ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت یا عمارت کا جس کے قلع اور قمع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدون عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کی جاوے ۔ ساتھ اس عمارت اور درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جس قدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان دے

ولو زرعہا یعتبر العرف فان اقتسموا الغلۃ انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعلیہ اجر المثل وما فی الوقف فتجب الحصۃ او الاجرۃ بکل حال فصولین اور اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا اعتبار ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اس پر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہر حال میں واجب ہوگی کذافی الفصولین م ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکھنے پر راضی ہو یا اس کے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا رضائے القائے زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذافی الحلبی غصب ثوبا فصبغہ لا عبرۃ للالوان بل لحقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا فلتہ بسمن فالمالک مخیر ان شاء ضمنہ قیمۃ ثوبہ ابیض ومثل السویق یعنی فی المبسوط بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا وسماہ ہنا مثلیا لقیام القیمۃ مقامہ کذافی الاختیار وقدمنا قولین عن المجتبی کپڑا غصب کیا پھر اس کو رنگا رنگوں کا بیان اعتبار نہیں بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پھر اس کو گھی سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے مبسوط میں قیمت ستو کی بھی مذکور کی ہے اس واسطے کہ ستو بریاں کرنے سے مثلی باقی نہ رہا اور یہاں مصنف نے اس کو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اس کی قیمت کے مقام اس کے کذافی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے ہیں مجتبی سے نقل کر کے کہ ستو کے مثلی اور قیمتی ہونے میں دو قول ہیں وان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ وغرم السمن لانہ مثلی وقت اتصالہ بملکہ والصبغ لم یبق مثلیا قبل اتصالہ بملکہ لاختلاطہ بالماء مجتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سنا ستو لے اور جس قدر رنگ سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اس کا اور گھی کا تاوان دے اس واسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی نہ رہا قبل اتصال بملک مالک بسبب مل جانے رنگ کے پانی کے ساتھ کذافی المجتبی رد غاصب الغاصب المغصوب علی الغاصب الاول برئ عن ضمانہ غاصب کے غاصب نے مغصوب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہوگا کما لو ہلک المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمۃ الی الغاصب فانہ یبرأ ایضا لقیام القیمۃ مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہوگیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اس نے اس کی قیمت ادا کر دی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ ہوگا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے اذا کان قبضہ القیمۃ معروفا بالقضاء او بینۃ او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الا فی حق نفسہ وغاصبہ عادیۃ ادائے قیمت سے غاصب ثانی اس وقت بری الذمہ ہوگا جب کہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا

Marfat.com

معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہوں سے یا مالک کی تصدیق سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی جب کہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار کرے گا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن مالک مطالبہ کر سکتا ہے اور جب کہ مالک غاصب ثانی سے درصورت اقرار مذکور قیمت لے گا تو غاصب ثانی غاصب اول سے قیمت پھیر لے گا بسبب اس کے اقرار کے غصب شیئا ثم غصبہ آخر منہ فاراد المالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول وبعضہ من الثانی فلہ ذلک سراجیۃ والمالک بالخیار فی تضمین ایہما شاء واذا اختار تضمین احدہما لم یملک ترکہ فتضمین الآخر وقیل یملک عمادیہ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اس کو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیۃ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جب کہ ایک سے ضمان لینا اختیار کرے تو پھر اس کے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نہ رہے گا اور بعضوں نے کہا مالک رہے گا کذا فی العمادیہ الاجازۃ لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیرہ تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباہ معزیا للبزازیۃ لکن نقل المصنف عن العمادیۃ ان الاجازۃ تلحق الافعال ہو الصحیح قال وعلیہ فتلحق الاتلاف لانہ من جملۃ الافعال فلیحفظ اجازت لاحق نہیں ہوتی تلف کر دینے کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اس کو جائز رکھا یا میں راضی ہو گیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہوگا کذا فی الاشباہ منقولا من البزازیۃ لیکن مصنف نے شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اس کے موجب تلف کر دینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی اس واسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجیے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہو سکتا ہے حموی نے کہا بعضے افعال اعدام ہوتے ہیں اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہ ہو کذا فی الطحطاوی کسر الغاصب الخشب کسرا فاحشا لم یملکہ ولو کسرہ الموہوب لہ لم ینقطع حق الرجوع اشباہ غاصب نے لکڑی بکسر فاحش توڑی تو اس کا مالک نہ ہوگا اگرچہ اس کی قیمت زیادہ ہو جائے توڑنے سے کذا فی القنیۃ اور اگر لکڑی کو موہوب لہ توڑے تو واہب کے پھیر لینے کا حق منقطع نہ ہوگا کذا فی الاشباہ وفیہا آجر الغاصب ودفع اجرتہا الی المالک تطیب لہ لان اخذ الاجرۃ اجازۃ اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اس کی اجرت مالک کو پھیر دی تو اس کو یہ حلال ہے اس واسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل شتی شارح کے استعار منشارا فانقطع فی النشر فوصلہ بلا اذن مالکہ انقطع حقہ وعلی المستعیر قیمتہ منکسرا شرح وہبانیۃ آرا عاریت لیا سو وہ ٹوٹ گیا چیرنے میں سو اس نے جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اس سے منقطع ہو گیا اور مستعیر پر ٹوٹے آرے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ رکب دار غیرہ لا طفاء حریق وقع فی البلد فانہدم شیء بر کوبہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان لکل دفعہ جوہرۃ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اس آگ بجھانے کو جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہو گئی اس کے چڑھنے سے تو اس پر کچھ ضمان نہیں اس واسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو اس کے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الجوہرۃ ولا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اس کی اجازت سے مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم وفیما اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اس صورت میں جائز ہے جب کہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اس کو خبر کر دوں گا تو وہ اس کو خود دبا رکھے گا حفر قبرا فدفن فیہ آخر میتا فہو علی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ وان مباحۃ فلہ قیمۃ حفرہ وان وقفا فکذلک ولا یکرہ لو الارض متسعۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھود رکھی سو اس میں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہو تو اس کو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اس کو قبر کھودنے کی قیمت یعنی اجرت ملے گی اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اس کی اجرت ثابت

Marfat.com

ہے اور یہ مکروہ نہیں اگرچہ زمین وقف کشادہ ہو اس واسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا م ولوالجیہ میں ہے کہ ایک مرد نے مقبرۂ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اس میں دفن کرنے کا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت ہو تو اول شخص مزاحمت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزاحمت کرے اور پہلی صورت میں دفن کرے گا تو مکروہ نہیں ایسا کہا ہے فقیہ ابو اللیث نے اس واسطے کہ جس نے اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مرے گا کذا فی الطحطاوی لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی مسائل مذکورۃ فی الاشباہ جائز نہیں تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اس کے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو اشباہ میں مذکور ہیں م منجملہ مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مریض کے واسطے مایحتاج خرید کرنا بغیر اس کے اذن کے جائز ہے اور اسی طرح والد کو فرزند کے واسطے اس کے مال سے خرید درست ہے لیکن اور چیز سوائے طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں اس واسطے کہ مایحتاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے دوسرا مسئلہ یہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کے والدین پہ بدون اس کے اذن کے صرف کرنا اس مکان میں درست ہے جہاں رائے قاضی کا حاصل کرنا ممکن نہیں اور اس پر ضمان لازم نہ ہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رفیق سفر میں مر گیا تو باقی رفیقوں نے اس کا اسباب بیچا اور اس کی تجہیز و تکفین اس کے ثمن سے کی اور باقی ثمن اس کے وارثوں کو دیا تو ان پر ضمان نہیں غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ الذئب ضمنہ کما فی معایاۃ الوہبانیۃ

وغاصب شیء کیف تضمین غیرہ ۔ ولیس لہ فعل بما یتغیر ۔ گدھی ایک شخص نے غصب کی سو اس کا بچہ اس کے پیچھے لگا چلا گیا سو اس کو بھیڑیا کھا گیا تو غاصب پر اس کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چیستان میں یوں مذکور ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اس کا ایسا فعل نہیں جس سے وہ متغیر ہو جائے م عالمگیری میں ہے کہ غیر کی گدھی بلا اجازت ہانک لے گیا اور بھیڑیا اس کا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اس نے مالک کو گدھی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدھی کے ساتھ ہانک لے گیا ہو تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اگر بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اس کے ہانکنے کے تو اس پر بچہ کا تاوان نہیں شارح وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدھی کے ساتھ بچہ کو بھی وہ ہانک لے گیا اس واسطے وہ اب متعدی ٹھہرا

وغاصب نہر ہل لہ منہ شربہ ۔ وہل ثم نہر طاہر لا مطہر ۔ اور نہر کے غاصب کو اس میں سے پینا درست ہے یا نہیں اور کیا وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہیں م سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اس کے مکان کو ہٹایا ہو تو اس میں سے پانی پینا اور وضو کرنا مکروہ ہے اس واسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اس واسطے کہ نہر میں سے ہر شخص کو پینا اور توضی درست ہے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ

فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی غیب ما غصبہ وضمن قیمتہ ملکہ عندنا ملکا مستندا الی وقت الغصب فتسلم لہ الاکساب لا الاولاد ملتقی غاصب نے جو غصب کیا اس کو غائب کر ڈالا اور اس کی قیمت کا مالک کو تاوان دیا تو ہمارے نزدیک وہ اس کا مالک ٹھہرے گا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیاں حلال ہوں گی نہ اولاد مغصوب کذا فی الملتقی والقول لہ بیمینہ لو اختلفا فی قیمتہ ان لم یبرہن المالک علی الزیادۃ اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برہن او برہنا فللمالک ولا تقبل بینۃ الغاصب لقیامہا علی نفی الزیادۃ ہو الصحیح زیلعی پھر اگر مالک گواہ لایا یا دونوں گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہوں گے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اس واسطے کہ وہ شہادت نفی زیادت پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواہر لو قال الغاصب او المودع المتعدی لا اعرف قیمتہ لکن علمت انہا اقل مما یقولہ فالقول للغاصب بیمینہ ویجبر علی البیان اور مصنف نے شرح میں بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع متعدی کہے کہ میں مغصوب اور ودیعت

Marfat.com

کی قیمت نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ قیمت اس کی اس سے کم تر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسی طرح مودع کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور
بیان قیمت پر جبر کیا جاوے گا مگر بحر الرائق کی تالیف تو کتاب الاجارۃ تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب
بحر نے استحلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادۃ فان نکل لزمتہ پھر اگر غاصب قیمت مجہولہ بیان نہ کرے تو اس سے نفی زیادت
پر قسم لی جاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قسم کی اس کو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا علی الزیادۃ اخذہا اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے
بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اس کو لے گا غاصب سے ثم ان ظہر المغصوب فللغاصب اخذہ ودفع قیمتہ او رد واخذ القیمۃ وہی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اس کے
اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اس کی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر دینا اور اس سے قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ
ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے فان ظہر المغصوب وہی ای قیمتہ اکثر مما ضمن او مثلہ او دونہ علی الاصح عنایۃ فالاولی ترک قولہ وہی
اکثر وقد ضمن بقولہ اخذہ المالک ورد عوضہ او امضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا درحالانکہ اس کی قیمت زیادہ تر ہے اس سے جو غاصب نے ضمان دیا
یا برابر ہے اس کے یا کمتر ہے اس سے بقول اصح کذا فی العنایۃ اور حالانکہ غاصب ضمان دے چکا ہے اپنے قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب
اور عوض اس کے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا جب عنایہ کی روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا
اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکساں ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر یہ تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب ولو قیمتہ اقل للزومہ باقرارہ ذکرہ الوانی لعم متی ملکہ بالضمان
فلہ خیار عیب ورؤیۃ مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ اختیار نہیں اگرچہ قیمت مغصوب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے
اقرار سے کذا ذکرہ الوانی محشی الدرر ہاں جب مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اس کو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبی م اس واسطے کہ ضمان غصب
ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ اس کو لازم ہونا چاہیے ولو ضمن بقول المالک او برہانہ او نکول الغاصب فہو لہ ولا خیار للمالک
لرضاہ حیث ادعی ہذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اس کے گواہ لانے یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے
کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اس میں اختیار باقی نہ رہے گا اس کی رضامندی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اسی مقدار کا دعوی کیا وان
باع الغاصب المغصوب فضمنہ المالک نفذ بیعہ اگر غاصب نے مغصوب کو بیچ ڈالا پھر مالک نے اس کا تاوان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاوے گی
وان حررہ ای الغاصب لان تحریر المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایۃ ثم ضمنہ لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع لا العتق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد
کردیا پھر مالک نے اس سے اس کا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح
نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اس واسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح میں نافذ ہے کذا فی العنایۃ وزوائد المغصوب مطلقا متصلۃ
کسمن وحسن او منفصلۃ کدر وثمر امانۃ لا تضمن الا بالتعدی او المنع بعد طلب المالک لانہا امانۃ اور مغصوب کی زوائد مطلقا خواہ زوائد متصلہ ہوں چنانچہ فربہی
اور خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہوں چنانچہ دودھ اور پھل امانت ہیں غاصب کے پاس ان کا تاوان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب
کرنے مالک کے اس کے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہیں م یہاں دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یوں
کہتا کہ زوائد میں اس واسطے تاوان نہیں کہ ان میں غصب متحقق نہیں تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو طلب المتصلۃ لا یضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو
طلب کرے تو تاوان نہیں وما نقصت الجاریۃ بالولادۃ مضمون ویجبر بولدہا بقیمتہ او بغرۃ ان وفی بہ والا فیسقط بحسابہ اور جاریہ مغصوب نے
جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کردی تو اس کا تاوان غاصب پر لازم کیا جاوے گا اور لونڈی کا جبر نقصان اس کے ولد کی قیمت یا اس کے
غرہ سے کیا جاوے گا اور اگر اس کے ساتھ برابر ہو اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو کم ہو تو اس کے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جائے

Marfat.com

م یعنی اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درم تھی اور ولادت سے ساٹھ درم قیمت رہ گئی تو اگر اس کے ولد کی قیمت ۴۰ درم ہے تو جبر نقصان ہو گیا لونڈی اور اس کا ولد مالک کو پھیر دیا جائے غاصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہے تو بہ سے اس قدر ساقط کر کے ۱۵ درم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا قیمت سے جبر نقصان اس وقت ہوگا جب کہ ولد زندہ پیدا ہو ولا بغرہ سے جبر نقصان ہوگا غرہ مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ سے گر پڑا تو اس پر غرہ یعنی دیت واجب ہوگی اسی سے جبر نقصان کیا جائے گا ولو ماتت وبالولد وفاء کفی ہو الصحیح اختیار اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مرگئی اور اس کے ولد کی قیمت اس کی قیمت کے ساتھ برابر ہے تو یہی کفایت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی الاختیار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہیں **زنی بامۃ مغصوبۃ ای غصبہا فردہا حاملا فماتت بالولادۃ ضمن قیمتہا یوم علقت** زنا کیا اس جاریہ سے جس کو غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر اس کی اس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اس کی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی م چونکہ رد فاسد تھا لہذا اس پر ضمان لازم ہوا یعنی جب اس نے غصب کی تھی تو اس میں تلف ہو جانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اس نے پھیر دی تو سبب تلف اس میں موجود تھا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ تھا **بخلاف الحرۃ لانہا لا تضمن بالغصب لیبقی ضمان الغصب بعد فساد الرد** بخلاف حرہ مغصوبہ کے پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کر کے حاملہ اس کو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اس واسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہیں ہوتا ہے تا کہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے **ولو ردہا محمومۃ فماتت لا تضمن** اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور حالانکہ اس کو تپ تھی سو وہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اس واسطے کہ تپ میں غاصب کا کچھ دخل نہیں **وکذا لو زنت عندہ فردہا فجلدت فماتت بہ** ملتقی اور اسی طرح غاصب پر ضمان موت نہیں اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اس پر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئے سو وہ اس کے سبب سے مرگئی کذا فی الملتقی م زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا **ولو زنی بہا واستولدہا ثبت النسب والولد رقیق** در اور اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اس کو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر **وبخلاف منافع الغصب استوفاہا او عطلہا فانہا لا تضمن عندنا** اور برخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا ان کو معطل چھوڑا ہو ان کا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے ویوجد فی بعض المتون ومنافع الغصب غیر مضمونۃ الخ لکن لا یلائمہ ما یاتی من عطف خمر المسلم الخ مع انہ اخصر فتدبر اور متن کے بعضے نسخے ہیں یوں عبارت ہے ومنافع الغصب غیر مضمونۃ الخ لیکن اس عبارت کی وہ عبارت جو آگے آوے گی یعنی عطف کرنا خمر مسلم کا مناسب نہیں باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اس کو غور کر **الا فی ثلث فیجب اجر المثل علی اختیار المتاخرین ان یکون المغصوب وقفا للسکنی او للاستغلال** منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتوں میں تو اجرت مثل واجب ہے بموجب اختیار کرنے فقہائے متاخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کے واسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہو **او مال یتیم** الا فی مسئلۃ سکنت امہ مع زوجہا فی دارہ بلا اجر فلیس لہما ذلک ولا اجر علیہما کذا فی الاشباہ معزیا لوصایا القنیۃ یا مال یتیم کے منافع مغصوب ہیں اجرت مثل واجب ہے مگر اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو زوجین کو یہ جائز نہیں اور ان پر کرایہ بھی نہیں ہے چنانچہ اشباہ میں قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہے قلت ویستثنی ایضا سکنی شریک الیتیم فقد نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ انہ لا شیء علیہ وکذا الاجنبی بلا عقد وقیل دار الیتیم کالوقف انتہی میں کہتا ہوں اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنی ہے اس واسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسی طرح اس اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے وجوب اجرت میں مطلقا انتہی قول المصنف م مفتی ابو السعود نے کہا یہی قول معتمد ہے کہ مال یتیم وقف کے مانند ہے تو درحقیقت کچھ استثنی نہیں قلت ویمکن حمل کلام القنیۃ علی قول المتقدمین بعدم الاجرۃ واما علی قول المعتمد انہا کالوقف فتجب الاجرۃ علی الشریک والزوج لکون سکنی المرأۃ واجبۃ علیہ وہو غاصب الدار الیتیم فتلزمہ الاجرۃ در افتی ابن نجیم میں کہتا ہوں اور استثنی کے دونوں مسئلوں کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور متاخرین کے تو قول معتمد پر یہ ہے کہ یتیم کا گ

Marfat.com

وقف کے مانند ہے تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اس کی ماں کے شوہر پر واجب ہوگی اس واسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے اور زوج مذکور گھر یتیم کا
غاصب ہے تو اس پر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہے ابن نجیم صاحب اشباہ نے م اور اگر یتیم کی ماں اس کے گھر میں رہے درصورتیکہ اس کا کوئی شوہر
نہ ہو تو اس پر اجرت نہیں کذا فی الطحطاوی عن المحیط و مافی الصغیر فیہ من التفصیل لو الیتیم یقدر علی المنع فلا اجر والا فعلیہا غیر ظاہر اور صغیر فیہ میں جو یہ تفصیل مذکور ہے کہ
اگر یتیم منع پر قادر ہے اور اس نے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو زوجین پر اجرت واجب ہے غیر ظاہر ہے م قول مذکورہ کی غیر ظاہر ہونے
کی یہ وجہ ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہیں ہے وعلیہ فہو علیہ لا علیہا کما افادہ فی تنویر البصائر اور بموجب اس کے یعنی بموجب قول معتمد کے
تو اجرت زوج پر واجب ہے نہ یتیم کی ماں پر چنانچہ یہ افادہ تنویر البصائر میں مذکور ہے یعنی اس واسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل
عن الخانیۃ ان مسئلۃ الدار کمسئلۃ الارض وان الحاضر اذا سکن فیہا اذا کان لا یضر فللغائب ان یسکن قدر شرکہ قالوا وعلیہ الفتوی پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ
سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلے کے بموجب ہے اور شریک حاضر جب کہ گھر میں سکونت کرے جس صورت میں کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب
کو جائز ہے کہ اس میں بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علما نے کہا اور اسی پر فتوی ہے م حاویہ میں مذکور ہے کہ فتوی اس پر ہے کہ اگر زراعت زمین کو نقصان
دکرے نفع کرے تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرے اتنی مدت تک اس واسطے کہ
رضامندی مالک کی ایسی صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہے اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ
للاستغلال ای بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قبل او اجرہ ثلث سنین علی الولاء یا اس مغصوب کے منافع کے اجرت مثل واجب ہے جو مہیا ہو استغلال کے واسطے
یعنی اس کے مالک نے اس کو تیار کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اس طرح پر کہ اس کو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضوں نے کہا یا اس کو اجارہ دیا
ہو تین برس علی الاتصال وفی الاشباہ لا تصیر الدار معدۃ لہ باجارتہا بل ببنائہا او شرائہا لہ ولا باعداد البائع بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ میں ہے کہ گھر استغلال کے
واسطے مہیا نہیں ٹھہر جاتا اس کے اجارہ دینے سے بلکہ اس کے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کے واسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے نسبت بمشتری استغلال
کے واسطے ہو سکتا ہے ویشترط علم المستعمل بکونہ معدا حتی یجب الاجر اور استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہے تب اجرت مثل واجب
ہوگی وان لا یکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب اجرت کی یہ شرط ہے کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں مشہور نہ ہو م اور اگر مشہور ہوگا غصب میں
تو اس پر کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اور ان دونوں مسئلوں کی وجہ یہ ہے کہ اس نے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کرنے کے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا
فی العلم وعدمہ فالقول لربہ لانہ منکر والآخر مدع میں کہتا ہوں اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ
تو جانتا تھا کہ یہ گھر کرایہ کے واسطے بنا ہے اور رہنے والا کہتا ہو کہ مجھ کو اس کا علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اس کی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر
ہے اور دوسرا مدعی ہے اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہے نہ مدعی کا قال شیخنا وبموت رب الدار وبیعہ لا یبطل الاعداد ہمارے استاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت
سے اور اس کے بیچ ڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کے واسطے مہیا ہونا باطل ہو جاتا ہے ولو بنی لنفسہ ثم اراد ان یعدہ فان قال بلسانہ ویخبر الناس جاز ذکرہ المصنف
اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اس کو کرایہ کے واسطے مہیا کر دے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہ کہے اور لوگوں کو اس کی خبر کر دے تو جائز ہوگا
مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فیہ اذا سکن بتاویل ملک کبیت سکنہ احد الشرکاء فی الملک ولو لیتیم کما مر عن القنیۃ
لیکن گھر اس گھر میں ضمان نہیں جو کرایہ کے واسطے تیار ہوا جب کہ اس میں کسی شخص نے سکونت کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جس میں شرکاء
ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہے قنیہ سے تو خبردار رہنا م شارح نے خبردار کر دیا اس بات پر کہ روایت قنیہ
متقدمین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت میں اما فی الوقف اذا سکنہ احدہما بالغلبۃ بلا اذن لزم الاجر لیکن وقف کے

Marfat.com

مکان میں جب کہ ایک شریک اس میں سکونت کرے غالب ہو کر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی او بعقد کبیت الرہن اذا سکنہ المرتہن ثم بان للغیر معداً للاجارۃ
فلا شئ علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے درانحالیکہ وہ اجارہ کے واسطے مہیا ہے تو مرتہن مذکور پر
کچھ ضمان نہیں لفی لو آجر الغاصب احد ہا فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل ولا یلزم الغاصب الاجر بل یرد ما قبضہ للمالک اشباہ وقنیۃ باقی رہی یہ بات کہ غاصب نے بیوت
ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین واجب ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم
نہ ہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاشباہ والقنیۃ وفی الشرنبلالیۃ وینظر ما لو عطل المنفعۃ ہل یضمن الاجرۃ کما لو سکن اور شرنبلالیہ میں
ہے اور اس میں نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑے کیا اجرت کا ضامن ہوگا چنانچہ سکونت کے حال میں ویکلاف
خمر المسلم وخنزیرہ بان اسلم رہمانی ویدہ اذا اتلفہما مسلم او ذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کے شراب اور سور کے اس طرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور
سور اس کی ملک میں باقی رہے جب کہ دونوں مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہیں یعنی اس واسطے کہ مسلمان کے حق میں شراب اور سور مال متقوم نہیں
وضمن المتلف المسلم قیمتہما لان الخمر فی حقنا قیمی حکما لو کانا لذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنے والا دونوں کی قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر
ذمی کی مملوک ہو قیمت کا تاوان ہوا اس واسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے م ضمان اس واسطے لازم ہوا کہ ذمیوں کے
حق میں شراب اور سور مال متقوم ہے اور سا اگر چہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اس کی تملیک اور تملک سے ممنوع ہے لہذا اس کی قیمت مسلم پر
واجب ہوئی والمتلف غیر الامام او ماموره بری ذلک عقوبۃ فلا یضمن ولا الزق خلافا لمحمد مجتبیٰ ضمان اس وقت واجب ہوگا جب کہ تلف کرنے والا بادشاہ یا اس
کا مامور نہ ہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک تلف کرنے کا برخلاف محمد کے کذا فی المجتبیٰ م یعنی اگر بادشاہ یا اس کا مامور شراب
اور سور کے اظہار بیع پر ان کو تلف کر ڈالے باعتبار تعزیر کے تو اس پر ضمان نہیں منح الغفار میں ہے کہ ذمی نے دارالاسلام میں خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ
کی تو اس کو منع کیا جائے گا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اس پر ضمان ہے لیکن اگر امام یہ کرے تعزیر جان کر تو اس پر تاوان نہیں
نہ مشک کا نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان فی میتۃ ودم اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں اصلا تاوان نہیں خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اس واسطے
کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہ چیزیں مال نہیں بخلاف ما لو اشتراہا ای الخمر منہ ای الذمی وشربہا فلا ضمان ولا ثمن لانہ فعلہ بتسلیط بائعہ بخلاف غصبہا مجتبیٰ
اس مسئلہ کے اگر شراب ذمی سے خریدی اور پی تو نہ اس پر ضمان ہے نہ ثمن اس واسطے کہ مشتری نے یہ فعل اس کے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب
غصب کرنے کے کہ اس میں تسلیط مالک نہیں لہذا اس پر ضمان ہے کذا فی المجتبیٰ وفیہ اتلف ذمی خمر ذمی ثم اسلما او احدہما لا شئ علیہ الا فی روایۃ علیہ قیمۃ الخمر اور مجتبیٰ میں
ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک تو تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اس پر تاوان مذکور ہے
غصب خمر مسلم فخللہا بما لا قیمۃ لہ کنقلہا لشمس او بخلط یسیر لا قیمۃ لہ اور شمیس او غصب جلد میتۃ فدبغہ بہ بما لا قیمۃ لہ کتراب وشمس اخذہما المالک مجانا شراب مسلمان
کی غصب کی پھر اس کو سرکہ بنایا اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ تھوڑے گیہوں یا تھوڑا نمک ڈال کر جس کی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ میں رکھ کر
یا مردار کی کھال غصب کی پھر اس کی دباغت کی اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لے گا ولکن
لو اتلفہما ضمن لا لو تلفا لیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کرے گا تو ضمان دے گا اور اگر وہ خود بخود تلف ہو تو اس پر ضمان نہیں وفی شرح الوہبانیۃ
یضمن قیمتہ مدبوغا واعتمدہ فی الملتقی اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر ملتقی میں اعتبار کیا ہے م یہ ضمان صورت اتلاف میں
ہے کذا فی الطحاوی ولو خللہا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل ملکہ ولا شئ علیہ لا لکہ خلافا لہما اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ
نمک اور سرکہ ڈال کر تو غاصب اس کا مالک ہو جاوے گا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں برخلاف صاحبین ولو دبغ بہ بذی قیمۃ کقرظ دعفص

Marfat.com

الجلد اخذہ المالک ورد مازاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اس کو لے اور جس قدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیر دے **والغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ** اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے **ولو اتلفہ لا یضمن** کالو تلف اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دے گا چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں اگر وہ خود بخود تلف ہو جاوے **ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی** اور ضمان نہیں مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو **ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدا ولو لمن یبیحہ** ملتقی لان ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جس پر نام خدا عمداً ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اس شخص کا ہو جو اس کو مباح کہتا ہے یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی اس واسطے کہ حجت انگیزی کا اختیار حنفی مذہب کو ثابت ہے ہم حجت حنفیہ یہ ہے کہ اس کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اس کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا **وضمن بکسر معزف** بکسر المیم آلۃ اللھو ولو لکافر ابن کمال **قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللھو** اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اس کی قیمت کا یعنی کھدی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اس کی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجا معازف چنانچہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبورہ کذا فی المنح قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللھو کا یہ کہ دف توڑنے میں اس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف میں روئی رکھتے ہیں اور بربط کے توڑنے میں اس چوبی پیالہ کا ضمان دے جس میں ثرید وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے **وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ سکر ومنصف** یجیٔ بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر[1] اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ میں سکر اور منصف کا بیان آوے گا۔ سکر نام ہے کھجور کے کچے پانی کا جب کہ وہ گاڑھا ہو جاوے اور منصف وہ ہے جو آدھا جل جاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الہدایۃ **وصح بیعہا** کلہا وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین[2] نے کہا کہ باجوں کے توڑنے والے پر تاوان نہیں اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی نحو الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقاً اور غازیوں کا طبل خلاصہ کی کتاب الحظر میں یہ زیادہ کیا ہے اور شکاریوں کا طبل اور وہ دف جس کا بجانا شادی میں مباح ہے تو اس کے توڑنے میں بالاتفاق تاوان ہے **کالامۃ المغنیۃ ونحوہا** ککبش نطوح وحمامۃ طیارۃ ودیک مقاتل وعبد خصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذہ الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے والی لونڈی اور اس کے مانند کی چنانچہ ٹکر مارنے والا مینڈھا اور اڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کہ ان کی قیمت واجب ہے اس طرح پر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی **ولو غصب ام ولد فہلکت لا یضمن بخلاف** موت **المدبر** لتقوم المدبر دون ام الولد وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہیں برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے مدبر کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اس کے مال متقوم ہونے کے سبب سے ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت سے اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سوم حصہ ہے **حل قید عبد** غیرہ **ورباط دابۃ او فتح باب اصطبلہا او قفص طائرہ فذہبت** ہذہ المذکورات **او سعی الی سلطان بمن یؤذیہ** والحال انہ لا یدفع بلا رفع الی السلطان **او سعی بمن یباشر الفسق** ولا یمتنع بنہیہ **او قال لسلطان قد لیغرم وقد لا یغرم** فقال انہ وجد کنزا فغرمہ السلطان **شیئاً لا یضمن** فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اس کے جانور کے باندھنے کی رسی کھول دی یا اس کے اصطبل کا دروازہ کھول دیا یا اس کے چڑیا کے پنجرے کی کھڑکی کھول دی سو یہ سب چیزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اس کو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر مانتا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اس کے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہہ دیا کہ فلاں شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس موذی یا فاسق پر یا خزانہ پانے والے پر کچھ ڈانڈ

[1] سکر بفتحتین نبیذ خرما کما فی قولہ تعالیٰ تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا ۱۲ [2] قول مفتی بہ صاحبین آنست کہ ہر کہ بشکنند و ساز غنا تاوان نیست و بیع آنہا صحیح نہ ۱۲

Marfat.com

ڈال دیا تو ان مجرموں سے ان سب صورتوں مذکورہ بالا میں تاوان نہ لیا جاوے گا یعنی نہ غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانٹ ڈالنے کا ولو غرم السلطان
البتة بمثل هذه السعاية ضمن اور اگر بادشاہ ڈانٹ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اس طرح کی چغلی سے تو چغلخور ضمان دے وكذا يضمن لو سعى بغير حق عند محمد زجرا له
اى للساعى وبه يفتى وعزر ولو الساعى عبدا طولب بعد العتق اور اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر محمد کے نزدیک اگر اس نے ناحق چغلی کھائی وجوب ضمان چغلخور
کا زجر اور تنبیہ کے واسطے ہے تاکہ دوبارہ مرتکب نہ ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس کو تعزیر دی جائے اور اگر چغلخور غلام ہو تو اس سے تاوان کا مطالبہ کیا
جائے آزاد ہونے کے بعد ولو مات الساعى فللمسعى به ان ياخذ قدر الخسران من تركته هو الصحيح جواهر الفتاوى اور اگر چغلخور مر گیا تو اس کو جس کی اس نے
چغلی کھائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اس کے ترکہ سے لے یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی ونقل المصنف انه لو مات المشكو عليه بسقوطه من سطح لخوفه غرم
الشاكى ديته لا لو مات بالضرب لندرته وقدمنا فى باب السرقة اور مصنف نے اپنی شرح میں نقل کیا یعنی عمادیہ سے اور اس کا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مر گیا چھت
پر سے گر کے اس کے خوف کے سبب سے تو شکوہ کرنے والا اس کی دیت کا تاوان دے نہ تاوان دے اس صورت میں کہ اگر ضرب سے وہ مر گیا بسبب ندرت
موت کے ضرب سے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب السرقہ میں امر شخص عبد غيره بالاباق او قال له اقتل نفسك ففعل ذلك وجب عليه قيمته
اور ایک شخص نے غیر کے غلام کو بھاگ جانے کا امر کیا یا غلام سے اس نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بھاگ گیا یا اس نے اپنی جان ہلاک کی تو اس شخص پر قیمت
غلام کی واجب ہو گئی ولو قال له اتلف مال مولاك فاتلف لا يضمن الآمر والفرق ان امره بالاباق والقتل صار غاصبا لانه استعمله فى ذلك الفعل وبامره بالاتلاف لا يصير
غاصبا للمال بل للعبد وهو قائم لم يتلف وانما التلف بفعل العبد اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولیٰ کا مال تلف کر سو اس نے تلف کیا تو امر کرنے
والا شخص تاوان نہ دے اور فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں یہ ہے کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اس واسطے کہ اس نے غلام کو استعمال
کیا اس فعل میں اور اتلاف مال کے امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہیں ہو گیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے
فعل سے ہو واعلم ان الآمر لا ضمان عليه بالامر الا فى ستة اذا كان الآمر سلطانا او ابا او سيدا او الماٴمور صبيا او عبدا امره باتلاف مال غير سيده او امره بحفر باب فى حائط
الغير غرم الحافر ورجع على الآمر اشباه اور معلوم کر کہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر چھ امر کرنے والوں پر ضمان ہے جب کہ آمر بادشاہ ہو یا باپ
یا مولیٰ یا مامور صغیر ہو یا وہ غلام جس کو آمر نے مولیٰ کے سوا اور کسی مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جب کہ اس کو غیر کی دیوار میں دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو
کھودنے والا تاوان دے اور کھودنے والا امر کرنے والے سے پھیر لے کذا فی الاشباہ اور سلطان آمر پر اس واسطے ضمان ہوا کہ اس کا امر اکراہ ہے کیونکہ مامور جانتا ہے
کہ اگر میں اطاعت نہ کروں گا تو وہ عتاب کرے گا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور پدر آمر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ
اس کی زمین میں آگ جلا دے سو اس نے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ میں جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو ضمان باپ پر ہوگا اس واسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر
اس صورت کا دلالت کرتا ہے کہ بر امر باپ کا فرزند بالغ کے واسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اس کو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد
ہونے امر کے اور آمر مولیٰ کی صورت یہ ہے کہ مولیٰ نے غلام مامور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اس کا مولیٰ آمر پر ہوگا اور صغیر مامور کی یہ صورت ہے کہ صبی مجور سے
کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھر وہ چڑھا اور گر پڑا تو اس کی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد مامور کا عنقریب مذکور ہو چکا جامع الفصولین
میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار میں تو ضمان اس کا آمر پر ہے نہ حافر پر اور اگر یوں نہ کہے کہ میرے واسطے کھود تو ضمان
آمر پر نہ ہوگا بلکہ حافر پر ہوگا کذا فی الطحطاوی استعمل عبد الغير لنفسه بان ارسله فى حاجته وان لم يعلم انه عبد او قال ذلك العبد الذى استعمله انى حر ضمن قيمته ان
ان هلك العبد عمادية کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اس طرح کہ اس کو اپنی حاجت میں بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام نے کہا جس کو
اس نے اپنے کام میں لگایا کہ میں آزاد ہوں تو اس کی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک ہو جائے کذا العمادیہ یعنی اس واسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہرا

Marfat.com

وفیما جاء رجل الی آخر وقال انی حرفا ستعملنی فی عمل فاستعملہ فہلک ثم ظہر انہ عبد ضمنہ علم اولم یعلم ہذا اذا استعملہ فی عمل نفسہ اور عمادیہ میں ہے کہ ایک مرد دوسرے پاس آیا اور بولا کہ میں آزاد ہوں سو مجھ سے کوئی کام لے سو اس نے اس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہوگیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اس کا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ اس وقت ہے جب کہ اس نے اس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانہ لایصیر بہ غاصبا کقولہ لعبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش لتاکلہ انت فسقط لم یضمن الآمر ولو قال لناکلہ انت وانا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو آمر پر ضمان نہیں اس واسطے کہ اس سے وہ غاصب نہیں ہو جاتا چنانچہ اس کے یوں کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زرد آلو کو جھاڑ تا کہ تو کھائے سو غلام گر کے مرگیا تو آمر پر ضمان نہ ہوگا اور اگر یوں کہا تا کہ تو کھائے اور میں تو اس کی قیمت کا ضمان دے گا اس واسطے کہ اس نے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا م طحطاوی نے کہا تعلیل اخیر میں گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع میں مستقل نہیں غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فنفرہ بالادکی فمات من ذلک ضمن قیمتہ العبد عاقلۃ الفصاد ایک غلام فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اس نے ایسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مرگیا اس فصد کے زخم سے تو فصاد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولی ضمان لازم ہوگا م اس واسطے ضمان واجب ہوا کہ غلام کا اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار ہے کذلک الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اس کے مر جانے میں تو اس کی دیت فصاد کی برادری پر ہے کما فی العمادیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا غصب عبدا ومعہ مال المولی صار غاصبا للمال ایضا بل قالوا یضمن ثیابہ تبعا الضمان عینہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اس کے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہوگیا بلکہ فقہا نے کہا کہ غلام کے کپڑوں کا غاصب تاوان دے باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اس کے کپڑوں کا وفی الوہبانیۃ شعر ولو نسی الحرفات یضمن نقصہا ولو نسی القرآن او رشاخ یذکر اور وہبانیہ میں ہے اور اگر غلام مغصوب پیشوں کو بھول گیا تو ان کے نقصان کا غاصب تاوان دے اور اگر قرآن بھول جائے یا غلام جوان پیر ہوگیا تو اسی طرح ضمان مذکور ہے م مسائل مذکورہ میں علت شامل فوات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے مالیت زیادہ ہوتی ہو ولو علم الدلال قیمتہ سلعۃ فقدم للسلطان النقص یخیر اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کمتر قیمت اس کی بیان کرے تو اس پہ تاوان لازم آوے گا ویتلف احدی فردتین یسلم البقیۃ والمجموع منہ یخیر اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی دی جائے اور کل کی ضمان کو وہ حاضر کرے م جوڑے سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہو دے بدون دونوں کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد اس میں سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اس کو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اس سے لے قلت وعن ابی یوسف لا یضمن الا الخف التی اتلفہا وفی البزازیۃ ہو المختار واقرہ الشرنبلالی میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ غاصب سے تاوان نہ لیا جائے مگر ایک ہی موزے کا جس کو اس نے تلف کر دیا اور بزازیہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اس کو ثابت رکھا ہے وذکر ایضا ان السلطان لیس بقید وانہ ینبغی القول بتضمین القاضی ایضا سیما فی استبدال الوقف ومال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں وہ قول ذکر کیا جو اس کا مفید ہے کہ وہبانیہ کی بیت میں قبض قیمت دلال میں سلطان قید نہیں ہے اور یہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصا استبدال وقف اور مال یتیم میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے واللہ اعلم م یعنی اموال یتامی اور ویران اوقاف کی قیمت امیروں اور نوابوں اور حاکموں کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہیں اور اس میں غبن فاحش ہوتا ہے اور قاضی ان کا حال جانتا ہے خصوصا استبدالات میں تو اس وقت بس لائق یہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہوجیے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالی مختصرا خاتمہ ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مرگیا تو اس کا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہ ہوگا جواب اس کا یہ ہے کہ اگر تجارت کا دین ہے تو امید یہ ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مرگیا اور اس پہ دین تھا

Marfat.com

اور وہ بھول گیا اور اس کا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھول کر مر گیا تو ماخوذ نہ ہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اس کا باپ مرگیا تو فرزند سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا اس واسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اس کا عذاب قیامت میں ہوگا اور جھگڑا ذمی کا قیامت میں سخت تر ہوگا اس واسطے کہ کافر ذمی رہے گا ہمیشہ اور بغیر کفر کے عذاب سے اس پر تخفیف ہوا کرے گی بسبب اس کی حق تلفیوں کے تو اس سے امید عفو کی نہیں اور مسلمان سے البتہ امید ہے اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر مناسب اگر خانہ مغصوب میں بیمار ہو تو اس کی عیادت نہ کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اس میں مسجد بنائی اور دکانیں اور حمام تو اس مسجد میں نماز کا تو چنداں مضائقہ نہیں لیکن حمام میں نہ جانا چاہیے اور دکانوں کا کرایہ نہ لینا چاہیے مگر خرید کرنے کے واسطے دکانوں میں جانا جائز ہے ہشام نے کہا میں مکروہ جانتا ہوں نماز اس مسجد میں یہاں تک کہ اس کے مالک راضی ہو جاویں اور ان دکانوں کو خرید کرنا بھی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگران دکانوں میں رہتے ہیں مغصوب جان کر ان کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ۔

Marfat.com
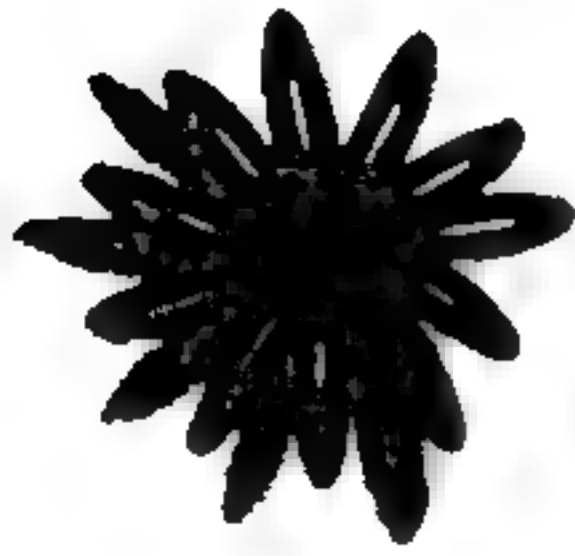
کتاب الشفعۃ

یہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل میں مناسبتہ تملک مال الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہوتا ہے غیر کے مال کا بدون اس کی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اس کی رضامندی کے غصب اور شفعہ میں مشترک امر ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ہی لغۃ الضم شفعہ لغت میں بمعنی ضم ہے یعنی ملانا م زیلعی نے کہا شفعہ ماخوذ ہے شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہے وتر کی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے گنہگاروں کے واسطے اس لیے کہ حضرت کی شفاعت سے مذنبین فائزین کے ساتھ ملیں گے اور یہاں شفیع ماخوذ کو اپنے ملک کے ساتھ ملاتا ہے لہذا اس کا نام شفعہ ٹھہرا و شرعاً تملیک البقعۃ جبراً علی المشتری بالشفعۃ[۱۲] بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیا والا فبقیمتہ اور شرع میں شفعہ عبارت ہے تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کر کے بعوض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے میں پڑا[۱۲] اور یہ تملیک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہیں تو برابر اس کی قیمت کے م مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہو گیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اس واسطے کہ امور مذکورہ میں شفعہ نہیں اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اس میں شفعہ ہے کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے و سببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہوتا ہے ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسایگی کی جہت سے م خواہ شرکت بقعہ میں ہو خواہ حقوق میں چنانچہ آگے معلوم ہو گا لزوم شفعہ کی حکمت یہ ہے کہ تا کہ آدمی اجنبی شخص کی ہمسایگی سے تکلیف نہ پاوے و شرطہا ان یکون المحل عقاراً اور شفعہ کی شرط یہ ہے کہ محل عقار ہو م در المنتقی میں ہے کہ عقار سے مراد یہاں غیر منقول ہے تو عقار میں کرم اور چکی اور کنواں اور بالاخانہ داخل ہے اگرچہ اس کی راہ اسفل میں[مکان زیریں کی ۱۲] نہ ہو اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی اس واسطے کہ ان میں شفعہ نہیں مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع میں حق القرار بین العقار عن الکل کذا فی الطحطاوی سفلا کان او علوا شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو یا اوپر کا مکان م شفعہ بالاخانہ کی مثال یہ ہے کہ دو شخص شریک ہیں سفل اور علو میں سو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اس کا شفیع ہو گا تبعیت عقار سے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانہ التحق بالعقار بمالہ من حق القرار در رشفعہ ثابت ہے اگرچہ بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہ ہو اس واسطے کہ بالاخانہ ملحق بعقار ہے اس واسطے کہ اس کے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدرر م اگر منزل بالا اور منزل زیریں کی ایک ہی راہ ہے تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہے اس وجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اس کی دوسری راہ ہے تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسائگی کے ہے اور اگر منزل زیریں کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل زیریں ایک شخص کی ہے اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں کے پاس گھر بکتا ہے تو اس میں دونوں کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی واما جزم بہ ابن الکمال فی اول باب ماہی فیہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلتحق بالعقار فردہ شیخنا الرملی وافتی بعدمہا تبعاً للبزازیۃ وغیرہا فلیحفظ اور وہ جو ابن کمال نے اس باب کے اول میں جس کے اندر شفعہ ہے اس کا یقین کر لیا ہے کہ جب بیچی جائے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے تو اس میں شفعہ ثابت ہے سو اس کلام کو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہے اور فتویٰ دیا ہے عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہو کر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م عمارت مع حق القرار کی مثال یہ ہے

[۱] یعنی اس شرط کہ اسی زمین با ثبوت رہنے دیے جائیں گے[۱۲]

Marfat.com

کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت واقف یا متولی سے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابوالسعود کے نزدیک اس میں
شفعہ ثابت ہے لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ اور ولیہ اور قنیہ میں عدم شفعہ مصرح ہے سراجیہ میں یوں ہے کہ ایک مرد کا گھر ہے وقف کی زمین میں تو اس کے
واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اس کے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا فدر کنہا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود
سببہا شرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہے شفیع کا بائع یا مشتری سے وجود سبب اور شرط شفعہ کے ہم یعنی جب کہ اتصال ملک شفیع ہو اور عقد معاوضہ اور بیع عقار
ہو وحکمہا جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ جائز ہوتا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد
ہو ہم سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اس وقت جائز ہوگی جب کہ شفیع غائب ہو اور اس کو بیع کا حال معلوم نہ ہو وصفتہا ان الاخذ بہا بمنزلۃ شراء مبتدا
فیثبت بہا ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رؤیۃ وعیب اور شفعہ کی صفت یہ ہے کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتداءً خرید کے مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت ہوتا ہے
جو خریداری سے ثابت ہوتا ہے جیسے پھیر دینا بسبب خیار رویت اور خیار عیب کے تجب لہ لا علیہ شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفیع کے منفعت کے واسطے
نہ اس پر مضرت ہونے کو ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں وجوب بمعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب مصطلح فقہاء جس کے ترک سے گناہ لازم آوے
تو اگر شفیع شفعہ طلب نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیہ حق المالک کما یاتی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جس میں
مالک کا حق منقطع ہو گیا چنانچہ آگے آوے گا ہم بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے او بخیار
المشتری یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو بائع اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں وتستقر بالاشہاد فی مجلسہ
ای طلب المواثبۃ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے اس کی مجلس میں یعنی طلب مواثبۃ کی مجلس میں فلا تبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ
کر لینے کے یعنی بعد استشہاد کے اگر تاخیر کرے گا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہ ہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے وتملک بالاخذ
بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ ملا خسرو اور عقار بیع مملوک ہو جاتا ہے لینے سے باہم کی رضامندی
سے یا مملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے مجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ
درر میں ملا خسرو نے اس کو تحریر کیا ہے ہم شارح نے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی کہے گا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک
شفعہ لینے سے ہوتی ہے خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہے بقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی
شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر رؤس شفعاء کے نہ بقدر ملک شفیعوں کے برخلاف مذہب شافعی کے ہم عدد رؤس شفعاء اور مقدار ملک کی صورت یہ ہے کہ ایک گھر
تین شخصوں میں مشترک ہے ایک کا حصہ اس میں نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دو شریکوں
نے شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ میں اثلاث کا حکم ہوگا[1] بقدر ان کی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کرے گا تو دونوں میں اخماس[2] کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع[3] کا حکم ہوگا اور ہم حنفیوں کے نزدیک دونوں شریکوں میں برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتوں میں
کذا فی الدرر یعنی جتنے شفیع ہوں گے برابر حصہ پاویں گے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخلیط متعلق بتجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہے
واسطے خلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات مبیع میں شارح نے کہا لفظ خلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم یہاں سے مصنف نے ترتیب شفعاء کا بیان شروع کیا ثم لہ
لم یکن او سلم لہ فی حق المبیع وہو الذی قاسم وبقیت لہ شرکۃ فی حق العقار کالشرب والطریق خاصین بعد اس کے اگر شریک نفس مبیع کا نہ ہو یا ہو مگر مشتری کے
واسطے مبیع کو مسلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اس کا شفعہ واجب ہے جو حق مبیع میں شریک ہے اور حق مبیع میں شریک ہے اور حق مبیع کا شریک وہ ہے

---

[1] یعنی دو تہائی ثلث والے کو اور ایک سدس والے کو ۱۲ [2] تین نصف والے کو اور دو ثلث والے کو ۱۲ [3] تین نصف والے کو اور ایک سدس والے کو ۱۲

Marfat.com

جس نے مشترک چیز بانٹ لی اور اس کی شرکت حق عقار میں باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلک بقولہ کشرب نہر صغیر لا تجری فیہ السفن وطریق لاینفذ پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی چنانچہ پانی کی باری اس نہر صغیر کی جس میں کشتیاں نہیں چلتیں اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلو عامین لا شفعۃ بہما تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جس میں کشتیاں چلتی ہیں اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو ان دونوں شرکتوں سے شفعہ ثابت نہ ہوگا بیانہ شرب نہر مشترک بین قوم تسقی اراضیہم منہ بیعت ارض منہا فلکل اہل الشرب الشفعۃ ولو النہر عاما فالمسئلۃ بحالہا فالشفعۃ للجار الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگوں میں کہ ان کی اراضی اس سے سینچی جاتی ہیں ان اراضی میں سے ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والوں کے واسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگوں کا حق ہے اس کی خرید میں اور اگر نہر عام ہے جس میں کشتیاں چلتی ہیں اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے تو سب پانی لینے والوں کا وہاں کی زمین کی بیع میں شفعہ نہیں بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نہ کیا اس کے ظاہر ہونے کے سبب سے ثم لجار ملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق مبیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو بابہ فی سکۃ اخری وظہر دارہ لظہرہا فلو بابہ فی تلک السکۃ فہو خلیط کام جار ملاصق وہ ہے جس کا دروازہ دوسرے کوچے میں ہے اور اس کے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہے تو اگر اس کا دروازہ اسی کوچہ میں ہو اور وہ کوچہ غیر نافذ ہے تو وہ خلیط حق مبیع ہے نہ جار ملاصق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اس کا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک ہے دو شخصوں میں اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر میں کوچہ غیر نافذہ کے اندر جب کہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کرے گا تو منزل کا شریک احق ہے شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک احق ہیں کوچہ کے شریکوں سے اس واسطے کہ وہ اقرب ہیں صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو اہل کوچہ احق ہیں راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدر طحطاوی میں ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس حدیث میں مذکور ہے الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع یعنی شریک زیادہ تر حق دار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے محبوبی نے ترتیب اس کی یوں مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اس کی دیوار ملا ہوا دوسرے کی دیوار سے اور دونوں دیواروں میں راہ نہیں چلتے بسبب تنگی مر کے یا دونوں باہم ملحق ہوں تو اگر دونوں میں طریق نافذہ ہو تو اس ہمسایہ کا شفعہ نہیں انتہی وواضع جذوع علی حائط وشریک فی خشبۃ علیہ جار اور رکھنے والا دھنیوں کا دوسرے کی دیوار پر اور اس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الہدایۃ والکافی ولو فی نفس الجدار فشریک ملتقی قلت لکن قال المصنف ولو کان بعض الجیران شریکا فی الجدار لا یتقدم علی غیرہ من الجیران لان الشرکۃ فی البناء المجرد بدون الارض لا یستحق بہا الشفعۃ اور اگر دیوار کی ذات میں شرکت ہو تو وہ شریک ہے نہ ہمسایہ میں کہتا ہوں لیکن مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اگر ہمسایوں میں سے ایک ہمسایہ دیوار میں شریک ہو تو اور ہمسایوں پر مقدم نہ ہوگا اس واسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہیں ہے تمام یعنی ملتقی کی عبارت اس پر محمول ہے جب کہ زمین بھی مشترک ہو صورت اس کی یہ ہے کہ دو شریکوں نے مشترک زمین میں دیوار بنائی پھر زمین کی دونوں نے قسمت کر لی سوائے محل بنا کے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اس کے شفعہ کا شریک احق ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی شرح المجمع وکذا للجار المقابل فی السکۃ الغیر النافذۃ الشفعۃ بخلاف النافذۃ اور شرح مجمع میں ہے اور اسی طرح شفعہ ہے اس سامنے کے ہمسایہ کا جس کا گھر کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اس کا شفعہ نہیں اسقط بعضہم حقہ من الشفعۃ بعد القضاء فلو قبلہ فلمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحم لیس لمن بقی اخذ نصیب التارک لانہ بالقضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الآخر زیلعی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا

Marfat.com

دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعوں کو شفیع تارک کا حصہ لینا جائز نہیں اس واسطے کہ حکم قاضی سے ان میں سے ہر واحد کا حق جدا ہو گیا دوسرے کے حصہ سے
کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی تو باقی شفیعوں کو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہو جانے مزاحمت کے ولو کان بعضہم
غائبا یقضی بالشفعۃ بین الحاضرین فی الجمیع لاحتمال عدم طلبہ فلا یوخر بالشک اور اگر بعض شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع میں شفیع غائب
کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کی جاوے گی بسبب شک کے وکذا لو کان الشریک غائبا فطلب الحاضر یقضی لہ بالشفعۃ کلہا اور اسی طرح
اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو اسی کے واسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا ثم اذا حضر وطلب قضی لہ بہا فلو مثل الاول قضی لہ بنصفہ ولو فوقہ
فبکلہ ولو دونہ منعہ خلاصۃ پھر جبکہ شریک غائب یا شفیع غائب حاضر ہوا اور شفعہ طلب کرے تو اس کے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول
کے یعنی دونوں شریک ہوں تو اس کے واسطے نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہوگا اور
اگر ثانی کم تر ہو اول سے تو شفعہ ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصۃ اسقط الشفیع الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ وہو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریدنے
مشتری سے پہلے تو صحیح نہیں بسبب نہ پائے جانے اس کی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے اراد الشفیع اخذ البعض وترک الباقی لم یملک ذلک جبرا علی المشتری لضرر
تفریق الصفقۃ شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اس کا مالک نہیں مشتری پر جبر کر کے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل
بعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح وسقط حقہ بہ لاعراضہ وقسم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کے واسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہیں بطلت
اور اس کا حق اس فعل سے ساقط ہوگا اس کی روگردانی سے اور مبیع بٹ جائے گا باقی شفیعوں میں بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انہ یستحقہ فقط
شفعتہ اذ شرط صحتہا ان یطلب الکل کما بسطہ الزیلعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس وجہ سے کہ وہ فقط نصف کا
استحقاق رکھتا ہے تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا اس واسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اس کو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے تو اس
کو یاد رکھنا چاہیے وصح بیع دور مکۃ فتجب الشفعۃ فیہا وعلیہ الفتوی اشباہ اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گھروں کی تو ان میں شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی الاشباہ ہم ملتقطات میں مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گھروں میں شفعہ نہیں وبہ یفتی تو فتوی مختلف ہے چنانچہ ابو السعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ میں تجنیس اور
مزید سے مذکور ہے کہ وہاں کے وجوب شفعہ میں دو روایتیں ہیں اور جامع صغیر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہیں اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب
نہیں اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفادہ صحۃ اجارتہا
بالاولی وقد قدمناہ فلیحفظ لکنہ یکرہ وسنحققہ فی الحظر میں کہتا ہوں اور مکہ معظمہ کے گھروں کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہے کہ ان کا اجارہ بطریق اولی صحیح ہے اور مقرر ہم
اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں تو یاد رکھنا چاہیے لیکن ان کا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے کتاب الحظر والاباحۃ میں ہم شارح نے کتاب الحظر میں
اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں بیوت مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام فتوی دیتے تھے اہل مکہ کے واسطے کہ
گھروں کو حاجیوں کے واسطے خالی کر دیں بدلیل قول حق تعالی سواء ن العاکف فیہ والباد یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور امام نے اجارہ جائز کیا ہے
ایام حج کے سوائے میں تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ ہے اور غیر حج میں اجارہ صحیح ہے وفیہا ویصح
الطلب من وکیل الشراء ان لم یسلم الی موکلہ وان سلم لا وبطلت وہو المختار اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب کرنا شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر
مبیع اس نے اپنے موکل کو تسلیم نہ کر دی ہو اور اگر تسلیم کر دی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اس سے باطل ہے یہی قول مختار ہے ہم مصنف
اور شارح کا کلام اس کا موہم[1] ہے کہ وکیل مشتری جب کہ شفیع ہو تو اس کو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل ہے حالانکہ در ر اور

[1] موہم یعنی وہم میں ڈالنے والا ۱۲

Marfat.com

عزیمیں یوں ہے کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جب تک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اس میں بطلان شفعہ مذکور نہیں اور اسی طرح
زیلعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا لہ نوازل ولا بجوارہ شرح مجمع وخانیہ خلافا
للخلاصۃ والبزازیۃ ولعل لا ساقطۃ قالہ المصنف اور شفعہ نہیں وقف میں اور نہ وقف کے واسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے
کذا فی شرح المجمع والخانیۃ برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقط ہے خلاصہ اور بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم وقف میں اس واسطے شفعہ
نہیں کہ اس کی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اس کو وقف کرنے والا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
وقولہ لا لہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتصار لا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ کی روایت
یوں نقل کی وکذا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہوگی ولا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی بتصرف قلت وحمل شیخنا الرملی الاول علی
الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع ففی الفیض حق الشفعۃ مبنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول یعنی عدم شفعہ جوار
وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکتا ہو تو واقف اور متولی کو اس کا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں اور قول
ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جب کہ اس وقف کی بیع ہو سو فیض میں ہے
کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ ہم یعنی اگر شرعاً کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہووے تو اس کے جوار کے وقف کے متولی کو اس کا خرید کرنا حق
شفعہ درست ہے کذا فی الطحطاوی فمفادہ ان ما لا یملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک
نہ ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اس میں شفعہ نہیں اور جو وقف کہ مملوک ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اس میں شفعہ ہے ہم مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ
ایک شخص نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے
نے اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی واما اذا بیع بجوارہ وکان لبعض المبیع ملکا ولبعضہ وقفا وبیع الملک
فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جب کہ جوار وقف میں کوئی چیز بیع ہو یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کے واسطے شفعہ نہیں واللہ اعلم

باب طلب الشفعۃ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنے کے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اس کا بیان اور اس کی کیفیت اور
تقسیم کا بیان شروع کیا ویطلبہا الشفیع فی مجلس علمہ من مشتر او رسولہ او عدل او عدد بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع
دریافت ہونے کی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اس کے فرستادہ سے یا کسی اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس
کالمخیرۃ ہو الاصح درر وعلیہ المتون خلافا لما فی جواہر الفتاوی انہ علی الفور وعلیہ الفتوی مجلس علم بیع میں طلب لازم ہے اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول
اصح ہے کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں برخلاف روایت جواہر الفتاوی کہ طلب علی الفور لازم اور علی الفور پر فتوی ہے ہم طحطاوی نے کہا
جب کہ روایت علی الفور پر فتوی ہے تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور اسی روایت پر متفرع ہے نوازل کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہو گیا
یعنی اس واسطے کہ طلب پر اس نے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور زیلعی میں ہے اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط کے ہوئی اور شفعہ اول
یا اوسط خط میں لکھا تھا سو اس نے تمام خط پڑھا تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہو گیا ہو اس واسطے کہ سکوت اس وقت
رضا ہوتا ہے جب کہ مشتری اور ثمن معلوم ہو انتہی ما فی الطحطاوی بلفظ یفہم طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبہا او اطلبہا ایسے لفظ سے شفعہ طلب کرے
جس سے طلب شفعہ سمجھی جائے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے شفعہ طلب کیا اور مانند اس کے چنانچہ یوں کہنا کہ میں شفعہ کا طالب ہوں یا میں اس کو طلب کرتا ہوں
وہو یسمی طلب المواثبۃ ای المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہیں ہم مواثبت مفاعلت ہے وثوب بمعنی برجستن

Marfat.com

سے اور وہ استعارہ ہے سرعت سے اس واسطے کہ جو اچھل کود کر چلتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والاشہاد فیہ لیس بلازم بل لمخافۃ الجحد
اور طلب مواثبت میں گواہ کرنا لازم نہیں بلکہ اس میں اشہاد خوف انکار کے دفع کرنے کے واسطے ہے م گواہ کرنا اس وقت میں لازم نہیں جب کہ مجلس علم میں گواہ
نہ ہوں والا گواہ کرنا متعین اور لازم ہے کذا فی المنح خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس وقت گواہ ہوں تو ان کو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرے اور اگر کوئی وہاں نہ ہو تو اپنی زبان سے
طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہے تاکہ اس کا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جاوے اور اگر مشتری طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کھلاوے ثم
یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید لانہ مالک او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اس کے قبضہ میں ہو یا مشتری
پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض ہو اس واسطے کہ وہ مالک ہے اس کا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ہذہ الدار انا شفیعہا وقد کنت طلبت
الشفعۃ واطلبہا الآن فاشہدوا علیہ وہو طلب اشہاد ویسمی طلب تقریر تو شفیع یوں کہے کہ فلاں نے یہ گھر خرید کیا اور میں اس کا شفیع ہوں اور مقرر میں
مجلس علم میں شفعہ طلب کر چکا ہوں اور اب میں اس کو طلب کرتا ہوں سو تم گواہ رہو اس پر اور یہ طلب اشہاد ہے اور اس کو طلب تقریر بھی کہتے ہیں م اور اس کو
طلب استحقاق بھی بولتے ہیں اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہیں وہذا الطلب لابد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب او رسول ولم یشہد بطلت
شفعتہ اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو اس پر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اس کے گواہ نہ کرے تو اس کا شفعہ باطل ہو گا وان
لم یتمکن منہ لا یبطل اور اگر اشہد پر قادر نہ ہو تو شفعہ باطل نہ ہو گا م منح الغفار میں ذخیرہ سے ہے کہ اگر شفیع راہ مکہ میں ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ کرے
اور طلب اشہاد سے عاجز ہو گھر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک تو اس پر وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہو سکے
تو اس کا شفعہ قائم ہے پھر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نہ کرے گا تو شفعہ باطل ہو گا ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ہولاء کفاہ وقام
مقام الطلبین اور اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ میں کسی کے پاس ان تینوں میں سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کر لیا تو اس کو طلب ثانی
سے یہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہو گی ثم بعد ہذین الطلبین یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا
بدار کذا الی لو قال بسبب کذا کما فی الملتقی لیشمل الشریک فی نفس المبیع پھر ان دونوں طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یوں کہے کہ فلانے شخص نے
ایسی حویلی خرید کی ہے اور میں اس کا شفیع ہوں بسبب فلانے گھر کے جو میرا مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یوں کہتا کہ میں شفیع ہوں فلانے سبب سے
بسبب شرکت یا جوار کے جس طرح ملتقی میں ہے تو شریک نفس مبیع کو بھی شامل ہوتا م مصنف کی تعبیر میں حق مبیع کا شفعہ شامل ہے نہ شرکت نفس مبیع کا اور ملتقی
کی تعبیر میں دونوں شامل ہیں فمرہ بتسلیم الدار الیہ الا ولو قبضہا المشتری وطلب الخصومۃ لا یتوقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجیے اس کو کہ گھر مجھ کو دے شارح
نے کہا یہ اس صورت میں ہے جب کہ گھر کو مشتری قبض کر چکے اور حالانکہ طلب خصومت فقط مشتری پر موقوف نہیں وہو یسمی طلب تملیک وخصومۃ اور اس
طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں وبتاخیرہ مطلقا بعذر وبغیرہ شہرا وا کثر لا تبطل الشفعۃ حتی یسقطہا بلسانہ بہ یفتی وہو ظاہر المذہب وقیل یفتی
بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر قلنا دفعہ برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر
سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ باطل نہیں ہوتا جب تک شفیع اس کو اپنی زبان سے ساقط کر دے اسی قول کا فتویٰ ہے اور یہی ظاہر مذہب
ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتویٰ محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینہ تاخیر کرے گا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائے گا کذا فی الملتقی یعنی محمد
کے قول پر فتویٰ دفع ضرر مشتری کے واسطے ہے ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے تاکہ قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے
کا م سابق مذکور ہو چکا ہے کہ جب ظاہر مذہب پر فتویٰ ہو اور غیر ظاہر پر بھی فتویٰ ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واذا طلب الشفیع سال القاضی
الخصم ان مالکیۃ الشفیع لما شفع بہ اور جب کہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس چیز کا کہ جس کی

Marfat.com

ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے م زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل مدعا علیہ کے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ میں ہے اور اس کی حدیں کیا ہیں اس واسطے کہ اس نے حق کا دعویٰ کیا تو وہ معلوم چاہیے اس واسطے کہ دعویٰ مجہول صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں اس واسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعویٰ صحیح نہیں جب تک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اس کو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اس کے حدود سے سوال کرے اس واسطے کہ لوگ اس میں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ بسبب غیر صالح کے سبب سے دعویٰ کرتا ہو یا وہ اور شخص کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہ ہو تو اس سے سوال کرے کہ تجھ کو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سنا تھا اس لیے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اس کو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کس کے پاس اشہاد واقع ہوا اور جس کے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دے اور کسی شرط کو اس نے فوت نہ ہونے دیا ہو تو دعویٰ اس کا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اس گھر کا سوال کرے جس کے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی **فان اقر بہا ای بملکیۃ ما شفع بہ او نکل عن الحلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سالہ عن الشراء ہل اشتریت ام لا** سو اگر مشتری اس کا اقرار کرے یعنی اس گھر کی ملکیت کا جس کے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اس کا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے کہ آیا تو نے اس کو خرید کیا ہے یا نہیں م مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اس واسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے **فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعویٰ او برہن الشفیع قضی لہ بہا** پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے چنانچہ کتاب الدعویٰ میں مذکور ہو چکا یا شفیع گواہ لا دے اس کی خرید پر تو قاضی شفیع کے واسطے ثبوت شفعہ کا حکم کر دے م امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعویٰ ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اس طرح کہ واللہ یہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کھائے کہ واللہ میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا **ہذا اذا لم ینکر المشتری طلب ای الشفیع الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ** ابن کمال یہ یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد اس وقت ہے جب کہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنے کا انکار نہ کیا ہو سو اگر وہ منکر ہو اس کی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال **وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی** قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم کر دے اگرچہ شفیع نے دعویٰ کے وقت ثمن حاضر نہ کر دیا ہو یعنی اس واسطے کہ احضار ثمن قبل قضا واجب نہیں **واذا قضی لزمہ احضارہ وللمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ** اور جب کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہوگا اور مشتری کو گھر کا روک رکھنا ثمن لینے کے واسطے درست ہے **فلو قیل للشفیع ای بعد القضاء** واما قبلہ فتبطل عند محمد لعدم التاکد کذا ذکرہ الزیلعی **ادّ الثمن فاخر لم تبطل شفعتہ** پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اس نے تاخیر کی ادائے ثمن میں تو اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل از حکم تو شفعہ باطل ہوگا تاخیر سے محمد کے نزدیک اس کے موکد نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی **الخصم للشفیع المشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم** الاول بملکہ والثانی بیدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہ ہو اور بائع خصم ہے قبل تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اس کے مالک ہونے کے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال **ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری** لانہ المالک ولیکن گواہ نہ سنے جاویں گے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہ ہو اس واسطے کہ مالک تو مشتری ہے **ویفسخ بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع** لزوال الملک والید عنہ ابن کمال اور بیع فسخ کی جائے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کر دی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں بسبب زائل ہو جانے اس کی ملک اور قبض کے کذا ذکرہ ابن کمال **ویقضی القاضی بالشفعۃ والعہدۃ** لضمان الثمن عند الاستحقاق **علی البائع قبل**

Marfat.com

تسلیم المبیع الی المشتری والعھدۃ علی المشتری لو لعدہ لامر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل
تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور بعد عہدہ ضمان کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اس واسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اس کی
ملک اور قبض دونوں زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا للشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ منہ دون خیار الشرط والاجل اختیار شفیع کے واسطے
خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری نے برأت عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کے واسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری
کے واسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بھی نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو وفی الاشباہ والشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا فی ضمان الغرور للجبر اور اشباہ میں ہے کہ شفعہ بیع
ہے سب احکام میں فریب کے تاوان کے سوا جبر کے سبب سے صورت اس کی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اس میں عمارت بنائی یا درخت لگائے
پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سو مالک مستحق نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اس نے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پھیرے مشتری سے اس واسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری
کو ایسا دھوکا ہوگا تو بائع سے وہ نقصان پھیرے گا اس واسطے کہ بائع نے اس کو دھوکا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اس واسطے کہ شفیع
نے تو مشتری سے زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ لانہ
منکر ولا تحالف اور اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد دیا گیا ہے تو مشتری کے قول مع
قسم کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم مبیع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم نہ کھادیں گے اس واسطے کہ تحالف[1] وہاں ہوتا ہے جب کہ انکار
دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی طرفین سے ہو اور یہاں مشتری شفیع پر کچھ دعوی نہیں کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برھنا فالشفیع احق لان بینۃ ملزمۃ
اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لادیں اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ شفیع کے گواہ لازم ہیں مشتری کے اور مشتری کے گواہ شفیع کے
لازم نہیں اس واسطے کہ مشتری کی جانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک میں ادعی المشتری ثمنا وادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع
دعوی کیا مشتری نے ثمن کا اور اس کے بائع نے اس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اس کے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتائے
پرلے گا ومع قبضہ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو موجب اس کے شفیع لے گا ولو عکس فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ یتحالفان
اور اگر دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں پر
قسم کھانا لازم ہوگا وای نکل اعتبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی
اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو بیع فسخ کی جائے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لے گا کذا فی الملتقی وحط البعض یظھر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی ولذا ھبۃ البعض
لا اذا کانت بعد القبض اشباہ اور کم کرڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے حق شفعہ میں پس شفیع گھر لے گا باقی ثمن سے اور اسی طرح ہبہ بعض ثمن حق شفیع میں ظاہر
ہوتا ہے مگر جب کہ ہبہ بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق میں ظاہر نہ ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اس واسطے کہ وہ ہبہ جدا گانہ ہے از قبیل حط ثمن نہ ٹھہرے گا وحط
الکل والزیادۃ لا فیاخذہ بکل المسمی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن مسمی پر حق شفیع میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفیع اس کو لے گا تمام ثمن مسمی
سے ولو حط النصف ثم النصف یاخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اس کے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اس کو لے گا وعلم
انہ شراہ بالف فسلم ثم حط البائع مائۃ فلہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد البائع جاریۃ او متاعا قنیہ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اس کو ہزار سے خرید کیا تب
شفعہ سے دست بردار ہوا پھر بائع نے اس میں سے سو کم کر دیے تو اب شفیع کے واسطے شفعہ ثابت ہے یعنی نو سو دے کر وہ لے گا چنانچہ اگر اس کو بعوض ہزار کے
بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اس کے بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہے کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی

[1] دونوں کا قسم کھانا ۱۲ [2] اختیار دینا ۱۲

Marfat.com

قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائے گی م یہ دونوں مسئلے حط ثمن کے جزئیات سے ہیں و فی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یاخذ بمثلہ اور خرید میں مثلی چیز سے شفیع لے گا العوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکما ہو جیسے کہ شراب مسلم کے حق میں کذا ذکرہ ابن کمال م یہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ قیمی ہے حکما مسلم کے حق میں اور اس کا مقتضی ہے کہ مسلم اس کو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہیں اور ابن کمال کی عبارت میں کچھ غبار نہیں کذا فی الحلبی یعنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہو گیا نہ ابن کمال کی عبارت سے و فی الشراء بالقیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خرید میں قیمت والی سے شفیع لے گا قیمت سے یعنی جو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن فقی بیع عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمۃ الآخر تو عقار کی بیع میں بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض تو ہر شفیع دونوں عقار کو لے گا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اس کو اس کی قیمت سے لے گا اور اس گھر کا شفیع اس کو اس کی قیمت سے لے گا و فی الشراء بثمن موجل یاخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال و اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے میں شفیع لے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع شفعہ فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اس کو لے ولا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن موجل مشتری ہے وہ معجل نہ ہو گا اگر شفیع نے ثمن حال سے اس کو لیا یعنی اس واسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو تعجیل شفیع سے باطل نہ ہو گا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعتہ خلافا لابی یوسفؒ اور اگر شفیع ثمن موجل سن کر چپ رہا اس سے سو اس نے شفعہ فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہاں تک کہ طلب کیا مدت کے آنے کے وقت تو شفعہ باطل ہو گیا بر خلاف ابی یوسفؒ کہ ان کے نزدیک باطل نہ ہوا و یاخذ بمثل الخمر و قیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری و الشفیع ذمیا لا بدان یکون البائع ایضا ذمیا و لا لیفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی ہو یہ قید ضرور ہے کہ بائع بھی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہو گا تو بیع فاسد ہو گی شفعہ ثابت نہ ہو گا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مبسوط کی طرف نسبت کر کے و یاخذ بقیمتھا لا مر لو کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملیکھا و تملکھا اور شفعہ لے شراب اور سور کی قیمت دے کر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے م یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اس کے ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمی کی قیمت لینا اس کی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو بر خلاف قیمت شراب کے کہ اس کے مثل ہونے سے اس کی قیمت لینا اس کی ذات کے لینے کے مانند نہیں اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر ولذا لا یحرم تملیکھا بخلاف المرور علی العاشر بہ معلوم کر کہ خنزیر کی قیمت یہاں یعنی شفعہ لینے میں گھر کی قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسی واسطے اس کی تملیک مسلم پر حرام نہیں بخلاف وارد ہونے ذمی کے عاشر پر م یعنی قیمت خنزیر یہاں گھر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اس کی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لے کر عاشر پر گذر کرے تو وہ اس سے کچھ نہ لے گا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قیمت لینا اس کی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اس کی ذات کا لینا جائز نہیں تو اسی طرح اس کے قائم مقام کا لینا درست نہیں اور یہاں قیمت سوائے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی و طریق معرفۃ قیمۃ الخمر و الخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیہ فالقول للمشتری عنایۃ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہے اس ذمی کی طرف جو مسلمان ہو گیا یا اس مسلمان فاسق کی طرف جس نے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت میں مختلف ہوں تو مشتری کا قول مقبول ہو گا کذا فی العنایۃ و یاخذ الشفیع بالثمن و قیمۃ البناء و الغرس مستحقی القلع کما مر فی الغصب اور شفیع شفعہ لے ثمن سے اور اس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے چنانچہ غصب میں مذکور ہو چکا قلت و الموہ و بنہا بالوان کثیرۃ او طلاہا بجص کثیر خیر الشفیع بین ترکھا او اخذ ہا و اعطاء ما زاد الصبغ فیھا النقد لتقضہ ولا قیمۃ لنقضہ بخلاف البناء حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے بہت رنگوں کا روغن لگایا گھر میں یا بہت گچکاری کی اس میں تو شفیع مختار ہے اس گھر کے چھوڑ دینے

ش وہ بکی یعنے والا مال قابل زکوۃ ہے ۱۲

Marfat.com

میں یا اس کے لینے میں اور اس قدر کے دینے میں جس قدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی بسبب متعذر ہونے نقض رنگت کے اور حالانکہ اکھڑے رنگ کی کچھ قیمت نہیں بخلاف نقض عمارت کہ اس کی قیمت کچھ باقی رہتی ہے کذافی حاوی الزاہدی ولو بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعهما شفیع ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دے کرے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع لہ ان یاخذ ما مع قیمۃ البناء والغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ قہستانی مگر جب کہ اکھاڑنے میں زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اس کا لینا کھودی عمارت اور اکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ کذافی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن وقیمۃ البناء والغرس او ترک وبہ قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما لغیرہ فیہ حق اقوی ولذا تقدم علیہ فینقضہ اور ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اس کو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہیں دے سکتا یہی کہا ہے امام شافعی اور مالکؒ نے ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مشتری نے اس میں عمارت بنائی جس میں غیر مشتری کا قوی تر حق ہے ولہذا وہ مقدم ہو گیا اس کے لینے میں مشتری پر تو اس کو نقض[1] عمارت اور درخت میں بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع جمیع تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والہبۃ زیلعی وزاہدی جس طرح منقوض کر دیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہاں تک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذافی الزیلعی والزاہدی م یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد اس کو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم میں ہے کہ نقض مسجد اور نبش[2] موتی جائز نہیں اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر اور زراعت تو نہ اکھاڑی جاوے گی اس واسطے کہ اس کی نہایت معلوم ہے اور اس کا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین میں تو وہ قائم رہے گی پختگی تک اور مشتری پر اس کی اجرت لازم ہوگی ویرجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم استحقت لا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پھیرے اگر اس نے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اس میں عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لے گا اس واسطے کہ اس کو کسی نے فریب نہیں دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان خربت الدار او جف الشجر بلا فعل احد والاصل ان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہو گیا یا درخت خشک ہو گیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اس کے وصف کے م عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہیں بلکہ تابع ہیں تو یوں کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے کذافی الطحطاوی وہذا اذا لم یبق شیء من نقضہ او خشبہ اور یہ یعنی در صورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اس وقت ہے جب کہ بنا منقوض یا درختوں کی لکڑی سے کچھ باقی نہ رہا ہو فلو بقی واخذہ المشتری لانفصالہ من الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی قیمۃ الدار یوم العقد و علی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالح اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اس کو لیا بسبب اس کے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی نہ رہا تو بقدر اس کے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جائے گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہے کذا فی الزیلعی قلت فلو لم یاخذہ المشتری کان ہلک بعد الانفصال لم یسقط شیء من الثمن لعدم حبس اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شیء من الثمن وبالاخذ بالشفعۃ تحول الصفقۃ الی الشفیع فقد ہلک ما دخل تبعا قبل القبض ولا یسقط بمثلہ شیء من الثمن قالہ شیخنا میں کہتا ہوں سو اگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ نہ لے اس طرح پر کہ وہ تلف ہو جائے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے اس واسطے کہ مصالحہ اور لکڑی توابع سے ہے اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد گھوم کر شفیع کی طرف ہو گیا تو جو چیز تبعا داخل بیع تھی وہ قبل القبض

[1] توڑنا ۱۲ [2] اکھاڑنا مردوں کا ۱۲

Marfat.com

ہلاک ہوگئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط ہوتا یہ کہا ہے ہمارے استاذ خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن بحصتہ
لان الفائت بعض الاصل زیلعی بخلاف اس صورت کے جب کہ کچھ زمین تلف ہوگئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اس کے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا اس
واسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی و یاخذ بحصۃ العرصۃ من الثمن ان نقض المشتری البناء و لانہ قصد الاتلاف و فی الاول الآفۃ سماویۃ
و یقسم الثمن علی قیمۃ الارض و البناء یوم العقد بخلاف انہدامہ کما مر لتقومہ بالحبس اور شفیع لے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی ڈھائی
اس واسطے کہ اس نے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جب کہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت
کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اس کے منہدم ہو جانے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا حصہ منقوض اس واسطے ساقط ہوگا کہ منقوض
مال متقوم ہے حبس مشتری کے سبب سے و نقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند ہے حکم میں یعنی
بقدر اس کے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا و النقض بالکسر المنقوض لا ای للمشتری و لیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بالانفصال اور نقض بکسر اول بمعنی ملبہ مشتری
کا ہے اور شفیع کو اس کا لینا نہیں چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اس کا تابع نہ رہا و یاخذ ثمرہا استحسانا لاتصالہ ان ابتاع ارضا و نخلا و ثمر او اثمر بعد
الشراء فی یدہ اور شفیع لے اس کے پھلوں کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کیے یا کہ پھل لگے خرید
کے بعد مشتری کے قبض میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے و ان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل
لینے کا اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہیں نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہوگیا او ہلک بآفۃ سماویۃ و قد اشتراہا بثمرہا سقطت
بحصتہ من الثمن فی الاول ای شراہا بثمرہا و بکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہوگیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اس کو مشتری نے اس کے
پھلوں کے ساتھ خرید کیا تھا ساقط ہوگا اس کا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس باغ کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لے گا ثانی میں یعنی جہاں
پھل پیدا ہوا مشتری کے قبض میں بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اس کے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ
ترکہا شرح وہبانیۃ لتحول الصفقۃ الیہ بخلاف ما قبل القضاء و قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اس کو اس کا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ
بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف قضا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ
کرنا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کے وقت ہے بالاتفاق و فی ہبۃ بعوض مشروط و لا شیوع فیہا وقت التقابض اور اس ہبہ میں جو بعوض مشروط ہے
اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض البدلین کے وقت طلب شفعہ ہے م یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ
ہے کذا فی العالمگیریۃ و فی بیع فضولی او بخیار بائع وقت البیع عند الثانی و وقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور خیار بائع کی بیع میں شفعہ طلب
ہے وقت بیع کے ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اجازت بیع کے وقت ہے محمد کے نزدیک و بخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبیٰ اور خیار مشتری بیع میں بیع کے
وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبیٰ من لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہ یقول لہ ہل تعتقد وجوبہا ان قال نعم اعتقد
ذلک حکم لہ بہا و الا یقل لا لا یحکم منیۃ و بزازیۃ جو شخص شفعہ جوار کا معتقد نہ ہو چنانچہ شافعی مذہب مثلا اور وہ شفعہ طلب کرے اس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد
ہے تو حاکم اس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے کہ ہاں میں اس کا اعتقاد رکھتا ہوں تو اس کے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو
حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی المنیۃ و البزازیۃ م یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے اور یہ حلوانی کا قول احسن اقوال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ کرے کیونکہ
مدعی اس کا معتقد نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے اس واسطے کہ حاکم تو اس کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی المنح فروع مسائل ملحقہ
شارح کے اخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لا یراہا فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ میں تاخیر کی اس واسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد

Marfat.com

نہیں تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب مبطل شفعہ نہ ہوگی وکذا لو طلب من القاضی احضارہ فامتنع بخلاف سبت الیہود کما یاتی اور اسی طرح
شفیع تاخیر طلب میں معذور ہے اگر اس نے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نمانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابوالسعود بخلاف یہودی
کے سبت کے چنانچہ آگے آوے گا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کرے گا تو معذور
نہ ہوگا کذا فی شرح الحموی شری ارضا بمأتہ فرفع ترابہا وباعہ بمأتہ ثم اخذہا الشفیع بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان ثمنہا یقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی
قیمۃ التراب الذی باعہ وہما سواء ایک شخص نے زمین خرید کی سو درم کو پھر اس کی مٹی اٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اس
کو ۵۰ درم سے لے اس واسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درم بانٹا جائے زمین کی اس قیمت پر جو خرید کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اس مٹی کی قیمت پر جس کو
اس نے بیچ لیا اور سو دونوں قیمتیں برابر ہیں ط طحطاوی نے کہا یہ تعلیل ظاہر نہیں مگر جب کہ دونوں کی قیمتیں عند العقد برابر ہوں ولو کبسہا کما کانت فالجواب لایتفاوت
ویقال للمشتری ارفع ماکبست فیہا فہو ملک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شفیع اس
کو پچاس ہی درم سے لے گا اور مشتری سے کہا جاوے گا کہ نکال لے جو اس میں تو نے مٹی بھر دی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شری دارا الی
الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن ویاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت ویأتی انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء
ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی میں ہے کہ گھر خرید کیا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہیں کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اس واسطے کہ مشتری گھر
کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے انتہی ما فی الحاوی میں کہتا ہوں اور آگے آوے گا کہ اس میں شفعہ نہیں جس میں بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو
احتمال فسخ کے سبب سے ہاں جب کہ فسخ ساقط ہو جائے مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اس کے کوئی اور تعرف سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط
الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض الکل فلو وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو
حتی اذا قبض العوض الآخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور مبسوط میں ہے کہ ہبہ بشرط عوض میں تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جس وقت کل قبضہ
ہو یعنی دونوں عوضوں پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جائے تو اگر گھر ہبہ کیا ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ
سے دست بردار ہوا تو وہ باطل ہے یہاں تک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم۔

باب ماتثبت ہی فیہ او لا تثبت

یہ باب ہے اس کا جس میں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا لاتثبت قصدا الا فی عقار ملک
بعوض خرج الہبۃ ہو مال خرج المہر شفعہ ثابت نہیں ہوتا قصدا مگر اس عقار میں جو مملوک ہوئی
اس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہو گیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا اور قصدا کی قید اس واسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصدا
غیر عقار میں بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر میں شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسی طرح اشباہ میں ہے خانہ آسیا کے ساتھ اور اسی طرح نہر یا
کے ساتھ وان لم یمکن تقسیمہ خلافا للشافعی کرحی ای بیت الرحی مع الرحی نہایۃ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت پذیر
نہ ہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنواں اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جس کی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہایہ میں
کہ آسیا سے مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ تو ہم یعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہے ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک
نہیں دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرض بالسکون مالیس بعقار فیکون ما بعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض بفتح اول
ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہ ہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہیں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر م صحاح میں ہے عرض بالسکون عبارت ہے متاع
اور ہر چیز ہے وہ عرض ہے دینار اور درہم کے سوا فی الصحاح وفلک خلافا لمالک اور شفعہ ثابت نہیں ناؤ میں برخلاف مذہب مالک

Marfat.com

وبناء ونخل اذا بیعا قصدا ولو مع حق القرار خلافا لما فہمہ ابن الکمال لمخالفتہ المنقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہیں عمارت اور نخلستان میں جب کہ ان کی بیع
بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے اگرچہ مع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اس کے جو کہ ابن کمال سمجھا ہے بسبب اس کے مخالف ہونے کے منقول سے چنانچہ ہمارے
استاد خیر الدین رملی نے اس کو بیان کیا ہے ولا فی ارث وصدقۃ وہبۃ لا بعوض مشروط اور شفعہ ثابت نہیں موروث میں اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط میں
م اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے سبب سے ہے تو اس میں شفعہ نہیں کذا فی الدرر ودار قسمت او جعلت اجرۃ او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد
او مہر وان قوبل ببعضہا ای الدار مال لان معنی البیع تابع فیہ اور اس گھر میں شفعہ نہیں جس کی قسمت ہو گئی شریکوں میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق
یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہوا ہو اس واسطے شفعہ نہیں کہ بیع کے معنی اس میں تابع ہیں م بعض گھر
کے مقابلہ میں مال واقع ہونے کی صورت یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر بایں شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار درم پھیر دے طحطاوی نے کہا
کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجائے مہر بالجر کے مہرًا بالنصب لاتا تاکہ اجرۃ پر عطف ہوتا اس واسطے کہ جب کہ گھر بدل ہوگا مہر کا اس طرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے
تو اس میں شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہے اس واسطے کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اس واسطے کہ گھر بدلا ہے اس کا جو زوج کے ذمہ پر مال ہے
یعنی مہر واوجباہا فی حصۃ المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہے حصہ مال میں یعنی جس قدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اتنے میں صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب
ہے او دار بیعت بخیار البائع ولم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلبت عند سقوط الخیار فی الصحیح وقیل عند البیع وصحح یا اس گھر میں شفعہ نہیں جو بیع ہوا بائع
کے اختیار پر اور ہنوز اس کا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو شفعہ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں
نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے او بیعت الدار بیعا فاسدا ولم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیہا ثبتت الشفعۃ
کما مر یا اس گھر میں شفعہ نہیں جس کی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز اس کا فسخ ساقط نہیں ہوا پھر اگر اس کا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اس میں کچھ عمارت
بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہے اسی طرح ہبہ سے اور رہن میں دینے سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع قیمت دے کر شفعہ لے گا کذا فی الزیلعی
او رد بخیار رؤیۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالاخیر فقط خلافا لما زعمہ المصنف تبعا للدرر یا رد بیع ہوا خیار رؤیۃ یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد
بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہے برخلاف اس کے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہے اور درر کا
تابع ہو کر مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہے رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی متعلق ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زیلعی صریحًا اس کے مخالف
ہے کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای اذا بیع وسلمت الشفعۃ ثم رد البیع بخیار رؤیۃ او شرط کیف ما کان او بعیب بقضاء فلا شفعۃ لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفعہ
کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ سے شفیع نے انکار کیا پھر مبیع پھیر دیا گیا بسبب خیار الرؤیۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد مبیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے
حکم سے تو شفعہ نہیں اس واسطے کہ یہ فسخ ہے بیع نہیں ہے م یہ علت ہے مسائل ثلثہ کی یعنی شفعہ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد
بعیب بعد القبض بلا قضاء او باقالۃ فان لہ الشفعۃ لان الرد بعیب بلا قضاء والاقالۃ بمنزلۃ بیع جدید برخلاف رد مبیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم
قاضی کے یا اقالہ سے اس واسطے کہ شفیع کے واسطے اس میں شفعہ ثابت ہے اس واسطے کہ عیب سے پھیر دینا بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہے شرح
ہے اور اسی طرح اقالہ بیع جداگانہ ہے م اس واسطے کہ عیب سے بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہیں اور باوجود اس کے بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا
گویا اس نے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع ہے ثالث کے حق میں اور شفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وتثبت الشفعۃ للعبد الماذون المستغرق
بالدین احاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کے واسطے جو دین میں ڈوبا ہے اپنے مولی کی
بیع میں ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہیں کیا م یعنی اگر مولی نے گھر بیچا تو اس کا شفعہ اس کے غلام تاجر مدیون کو

Marfat.com

کے واسطے ثابت ہے اس واسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولیٰ کا مملوک نہیں ہے اور یہی علت ہے مولیٰ کے شفعہ لینے کی غلام کی
مبیع میں فتثبت لسیدہ فی مبیعہ بناء علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدہما من الآخر یجوز اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کے مالک کے واسطے غلام
کے بیچے گھر میں اس وجہ سے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور ان میں سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہے وتثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او
اشتری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہے اس شخص کے واسطے جس نے اصالۃً یا وکالۃً خرید کیا یا اس کے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہو یعنی ایک شخص
نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو اس کے واسطے شفعہ ثابت ہے صورت اس کی یہ ہے
کہ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے اور اس گھر کا ایک شخص جار ملاصق ہے پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اس کو خرید کیا تو مشتری کے واسطے شفعہ
ثابت ہے خواہ اس نے اصالۃً خرید کی ہو یا وکالۃً اور اسی طرح موکل کے واسطے شفعہ ثابت ہے جب کہ وکیل نے اسی کے واسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک
کے واسطے بھی شفعہ ثابت ہے کذا فی الدرر یہ توضیح ہے شارح کے قول آیندہ کی وفائدتہ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا فی الدار وشریک آخر فلہما
الشفعۃ ولو ہو شریکا فی الدار وجار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ میں یہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا
شریک بھی ہو تو دونوں کے واسطے شفعہ ثابت ہے اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کے واسطے شفعہ نہیں باوجود شریک کے یعنی اس
کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا الشفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک واالاصل ان الشفعۃ تبطل باظہار الرغبۃ عنہا لا
شفعہ نہیں اس کا جس نے بیع کی اصالۃً یا وکالۃً یا بیع ہوگی اس کی طرف سے یعنی دوسرے کو اس نے بیع کرنے کا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک
ثمن کا ضمان اس پر ہے اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے میں اور باطل نہیں ہوتا
خواہش سے اس میں ام چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہوگیا

باب مایبطلہا

یہ باب ہے اس کا جو شفعہ باطل کر دیتا ہے یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبرفیہ بالبیع ابن کمال وتق
ترجمہ شفعہ کو باطل کرتا ہے طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اس مجلس
جس میں اس کو بیع کی خبر پہنچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہو چکی یعنی طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہے اور یہی قول راجح ہے طلب علی ال
بیان او ترک طلب الاشہاد عند عقار او ذی ید الا اذا اشہد عند طلب المواثبۃ لانہ یجزی کما مر مع القدرۃ کما مر یا مبطل شفعہ ہے باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا
کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ مجزی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہو چکی کہ
یوں کہے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور میں اس کا شفیع ہوں اور میں قبل اس کے طلب مواثبہ کر چکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں سو تم شاہد رہو اس پر
قدرت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے شفیع کا منہ بند نہ کر لیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو و یبطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط اولا فقط لا قبلہ کما مر و بعد
کے تسلیم شفعہ مبطل ہے اس کی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اس کو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مبطل نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہے اسقاط
حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہیں ہو سکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہیں ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہیں اور بعد بیع کے صحیح ہے
تسلیمہا من اب ووصی خلافا لمحمد فیما بیع بقیمتہ او اقل ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم صغیر کے باپ یا وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمد کے اس بیع میں جس کی بیع
کی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی ام یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو یہ تسلیم صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی بعد بلوغ کے صغیر اس
نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ درصورت مساوات یا قلت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہیں الوکیل

سلہ درک بفتحتین وسکون کے معنے ضمن بعد استحقاق مبیع کے کذا فی المنتخب ۱۲

Marfat.com

ویبطلها اذا سلم الشفعة او اقر علی الموکل تسلیم الشفعة صح لو کان التسلیم او الاقرار عند القاضی والا لم یصح لکنہ یخرج من الخصومة طلب شفعہ کا وکیل جب کہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر یہ تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے وسکوت من یملک التسلیم تسلیم اور ساکت رہنا اس کا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے م مثلاً باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور انھوں نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کے واسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے ویبطلها صلحه منها علی عوض ای بغیر المشفوع لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض پر یعنی عوض غیر مشفوع پر بدلیل آئندہ م قول آئندہ یہ ہے دو سطر کے بعد ولو صالح علی اخذ نصف الدار وعلیہ ردہ لانہ رشوة اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے اس واسطے کہ وہ رشوت ہے م چونکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بلا ملک لہذا اس کا عوض لینا صحیح نہیں ویبطلها بیع شفعتہ بمال ولا یلزم المال اور شفعہ کو باطل کرتا ہے بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہ ہوگا یعنی اس واسطے کہ وہ رشوت ہے وکذا الکفالة بخلاف القود اور اسی طرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے م کفالت سے یہاں مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہوں اتنے مال پر تو ضامنی ساقط ہو جاوے گی اور مال واجب نہ ہوگا بخلاف قصاص کے کہ اس کا عوض لینا درست ہے اور اسی طرح ملک نکاح اور اسقاط رق کا اعتیاض درست ہے اس واسطے کہ ان چیزوں میں ملک ثابت ہے ولو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر بعوض بعض ثمن کے تو صحیح ہے ولو صالح علی اخذ بیت معین من الثمن لا لجهالة الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعته اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اس کے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہ ہوگا م نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول نہیں اس واسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن کل کی ہے اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ میں صلح صحیح اور شفعہ باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہے ویبطلها موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبله ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ کو باطل کرتا ہے شفیع کا مرنا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہیں ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مرے گا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو شفعہ باطل نہ ہوگا م وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہے مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجانے کے بعد تو اس میں کیونکر میراث جاری ہو کذا فی الدرر ولا یبطلها موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے ویبطلها وبیع ما یشفع به قبل القضاء بالشفعة مطلقا علم بیعها ام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے اس کا بیچ ڈالنا قبل اس کے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر حال میں مبطل ہے شفعہ کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا جس کا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہ ہو وکذا لو جعل ما یشفع به مسجدا او مقبرة او وقفا مسجلا درر اور اسی طرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اس مقام کو جس کے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اس واسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہیں ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو والا فالشفعة ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو باع بشرط الخیار لنفسه لا تبطل لبقاء السبب اور جس کے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اس کو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہے اس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہیں ہوتی ویبطلها شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراض ہوا طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ ہے فلمن دونه او مثله اخذه منه بالشفعة بالعقد الاول او الثانی تو جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ میں یا اس کی برابر ہے تو اس کو دار مشفوعہ لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہے خواہ بعقد اول ہے یا بعقد ثانی م اس واسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہو گیا تو شفیع ما دون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہو جاوے گا بخلاف ما لو اشتراها ابتداء حیث لا شفعة لمن دونه برخلاف اس کے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا ابتداءً سے یعنی بائع سے اس واسطے

کہ وہاں شفیع مادون کا شفعہ ثابت نہ ہوگا م سابق مذکور ہوچکا کہ اگر شریک خرید کرے تو ہمارا ملاصق کے واسطے شفعہ نہیں ہے **وکذا یبطلہا ان استاجر او ساوم ہا بیعا او اجارۃ** ملتقی اور اسی طرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری سے گھر کرایہ لیا یا اس کی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی **کذا فی الملتقی** یعنی بعد علم بیع کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا **او طلب منہ ان یولیہ عقد الشراء** یا شفیع مشتری سے یہ طلب کرے کہ اس کو عقد خرید کا متولی کرے م اس واسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مبطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے اور یہ مراد نہیں کہ اس کو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے اس واسطے کہ اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب اس کے ہونے کے قبل عقد کے **واللہ اعلم او ضمن الدرک** مستدرک بما مر انفا **فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض** زیلعی یا شفیع ثمن کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد حاجت ہے بسبب اس کے کہ عنقریب مذکور ہوچکا یعنی باب سابق میں تو سب تینوں صورتوں میں شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے **کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او ببر او شعیر او عددی متقارب قیمتہ الف او اکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعرض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ہذا قیمی وذاک مثلی** فرمایا مسئلہ اور اگر شفیع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اس نے بیع مسلم رکھی پھر اس کو معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہوں یا جو عددی متقارب سے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بکا ان دیناروں یا اسباب کی عوض جن کی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونوں میں یعنی متاع میں اور گیہوں جو میں یہ ہے کہ یہ یعنی اسباب متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہوں اور جو اور عددی متقارب مثلی ہے تو گا ہے مثلی چیز شفیع پر آسان ہو سکتی ہے اگرچہ زیادہ ہو م مسئلہ اولیٰ میں شفعہ اس واسطے ثابت ہوا کہ تسلیم تھی کثرت ثمن سے یا تعذر جنس سے پھر جب اس کے خلاف ظاہر ہوا تو اس کو شفعہ لینا جائز ہوا اس واسطے کہ رغبت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف دینار اور درم ہے اس واسطے شفعہ ثابت نہ ہوا کہ دونوں جنس واحد ہیں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت واجب ہے اور وہ درم یا دینار ہیں تو آسانی اس میں ظاہر نہیں **کذا فی الطحطاوی ولو علم ان المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ** اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اس نے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفیع کے واسطے شفعہ ثابت ہے م اس واسطے کہ آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں سو بعض کی ہمسائگی قبول ہوتی ہے اور بعض کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اس کے غیر کے حق میں تسلیم کرنے کا مستلزم نہیں **ولو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ** اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اس کو دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اس واسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں م حلبی نے کہا اگر مصنف بجائے لو علم کے لو ظہر کہتا تو مناسب تر ہوتا **ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل وفی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی کل ابعاضہ بخلاف عکسہ** اور اگر شفیع کو نصف کے خرید کی خبر پہنچی سو اس نے بیع تسلیم کی پھر اس کو خبر پہنچی تمام گھر کے خرید کی تو اس کے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر میں اور اس کے بالعکس میں اس طرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اس نے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید کرنا تو اس کے واسطے شفعہ نہیں ظاہر الروایۃ میں اس واسطے کہ کل میں تسلیم کرنا جمیع اجزاء میں تسلیم کرنا ہے برخلاف اس کے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں **ثم شرع فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال** پھر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا سو یوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مگر مثلاً ایک گز نہیں بیچا حد شفیع کی میں تو شفیع کو شفعہ نہ ملے گا بسبب عدم اتصال کے م شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تھا سو اگر اس نے گز بھر یا ہاتھ بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفیع کی جانب کی بیع نہ کی تو اب شفیع اس میں شفعہ کا دعوی نہیں کر سکتا بشرطیکہ طول مستثنیٰ شفیع کے تمام گھر کو ملاصق ہو اور یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا **والقول بان ذراعا سہو** اور یہ قول کہ ذراعا کا نصب سہو ہے سہو ہے م یہ تعریض ہے صاحب درر کی طرف اس واسطے کہ صاحب درر نے یوں کہا ہے کہ وقایہ میں جو یہ عبارت

Marfat.com

ولا فیما بیع الاذرع انما بنصب ہے سو کاتب کی سہو سے ہے شارح نے کہا کہ اس کو سہو کہنا سہو ہے اس واسطے کہ کلام تام موجب ہیں مستثنیٰ کا نصب واجب ہے وکذا لا شفعة بالموہب بہذا القدر للمشتری وقبضہ اور اسی طرح شفعہ نہیں اگر اس قدر یعنی بقدر ایک گز طول میں بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ بھی کر لیا عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ جو متصل شفیع تھا وہ موہوب ہو گیا اور موہوب میں شفعہ نہیں طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہ بثمن ثم ابتاع بقیتہا فالشفعة للجار فی سہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے اس کا ایک حصہ مثلاً دسواں حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر خرید کیا تو ہمسایہ کے واسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ میں اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اس واسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک متقدم ہے جار پر مگر سہم اول میں اس واسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلے بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی شفعہ لینے سے پہلے اور مراد یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونوں عقد کے بعد وحیلة کلاان لیشتری الذراع والسہم بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے اسقاط کا یہ حیلہ ہے کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولیٰ میں یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ میں تمام ثمن سے سوائے ایک درم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درم سے خرید کرے مثلاً ہزار درم پر خرید کرنا منظور ہے تو اس گھر کا ہزارواں حصہ ۹۹۹ درم سے خریدا اور باقی گھر ایک درم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزارویں حصہ میں ثابت ہوگا ۹۹۹ درم کی ثمن سے اور باقی گھر میں شفعہ نہیں اس واسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ احق ہے جار سے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اردت بہ ابطال شفعتی اور جائز نہیں شفیع کو قسم دینا مشتری کو اس طرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہیں کیا ولہ تحلیفہ باللہ ان البیع الاول ما کان تلجیۃ مؤید زادہ معزیا للوجیز اور شفیع کو قسم دینے کا اختیار ہے کہ واللہ کہ بیع اول تلجیہ نہ تھی کذا ذکرہ مؤید زادہ عن الوجیز م تلجیہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری بیع ظاہر کریں دشمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت میں بیع نہیں بلکہ وہ ہزل ہے اس کی تحلیف کا اس واسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کرے گا تو بائع کی ملک ثابت رہے گی اور شفعہ جوار قائم رہے گا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعہ بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعة بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیہ اور اگر بیع خرید کیا ثمن کثیر سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو اس میں خواہش نہ ہوگی م مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درم ہے اس کو ہزار درم ثمن سے خرید کیا پھر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفیع دعوی کرے گا تو اس کو شفعہ ہزار درم کی عوض ملے گا نہ تھان کی عوض اس واسطے کہ ہزار درم کی عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہے وہذہ حیلة تعم الشریک والجار لکنہا تضر للبائع اذ یلزمہ کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہ حیلہ شریک اور جار دونوں کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہے اس واسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جب کہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاولی بیعہ دراہم الثمن بدینار لیبطل الصرف اذا استحق تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جائے جب کہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو م ثمن کے دراہم مثلاً سو تھے مشتری کے ذمہ پر پھر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پھر جب کہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہو گی اس واسطے کہ اب ناحق ہو گیا کہ مشتری کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھیرنا پڑے گا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلة اخری احسن واسہل وہی المتعارفة فی الامصار ذکرہ بقولہ وکذا لو اشتری بدراہم معلومة بوزن او اشارة مع قبضة فلوس اشیر الیہا وجہل قدرہا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالة الثمن تمنع الشفعة درر قلت ونحوہ فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہروں میں اس کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسی طرح شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور ان کے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جن کی طرف اشارہ کر دیا گیا اور ان کی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اس واسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر میں کہتا ہوں اور اسی کے مانند مضمرات میں ہے م جب فلوس مشار الیہ پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت معلوم اور متعین تھے لہذا بیع صحیح ہو گئی اور فلوس تلف ہو جانے کے بعد جہالت مقدار سے شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہو گیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا

Marfat.com

فی المجلس کی قید نہ منح الغفار میں مذکور ہے نہ درر میں اور اس کا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اس واسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور
یہ برابر ہے خواہ مجلس میں ہو خواہ بعد مجلس کے وینبغی ان الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس دبی کذا ان یاخذہا بالدراہم وقیمتہا کما لو اشتری دارا بعرض او عقار للشفیع اخذہا بالقیمۃ
کما مر قال المصنف ثم نقل عن مقطعات الظہیریۃ ما یوافقہ قلت ووافقہ فی تنویر البصائر واقرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواہر الجواہر بانہ مخالف للاول وما فی المتون والشروح
مقدم علی الفتاوی کما مر مرارا انتہی اور لائق لفظ لبعد فقہ یہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہوں اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم سے اور فلوس
کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے شرح میں
پھر مصنف نے مقطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کے موافق کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں اور ہمارے
استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں اس طرح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کے
جو متن میں مذکور ہے اور جو متون اور شروح میں ہے وہ فتاوون پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ چندبار مذکور ہو چکا انتہی ما فی زواہر الجواہر متون اور شروح میں جو مذکور
ہے وہ اس کا مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعیین مقدار میں مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس حیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نہ رہے مگر جب کہ شفیع
ساکت رہے کذا فی الطحاوی وقد مناانہ لا شفعۃ فی بیع فاسد ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوہ وجبت واللہ اعلم اور ہم مقدم کر چکے ہیں کہ شفعہ نہیں اس
میں جس کی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہو جانے بیع فاسد کے ہاں جب کہ فسخ ساقط ہو جائے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو
شفعہ واجب ہوگا واللہ اعلم تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی مکروہ ہے حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کے واسطے بعد ثابت
ہو جانے شفعہ کے بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یوں کہنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھ سے خرید کر لے ذکر کیا ہے اس کو بزازی نے نعم شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے
پھر جب مشتری نے شفیع سے کہا کہ مجھ سے خرید کر لے تو اگر وہ خریدکا ارادہ کرے گا تو شفعہ باطل ہوگا تو یہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہ ابو یوسف اور محمد دونوں
کے نزدیک مکروہ ہے واما الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار
غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ اور ابتداء سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہ ہو سکے سو ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں یعنی اس واسطے کہ
وہ منع ہے حق واجب ہونے سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابی یوسف کے قول کا فتوی ہے شفعہ میں سراجیہ میں جواز حیلہ کی یہ قید لگائی
ہے جب کہ ہمسائے کو اس گھر کی حاجت نہ ہو اور محشی اشباہ نے اس کو خوب کہا ہے محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا
چاہیے اس کے حسن اور خوبی کے سبب سے شرح وقایہ میں ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کے واسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑ‌وسیوں کو اس سے ضرر ہو
تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہیں اور اگر مشتری نیک مرد ہو اور شفیع متعنت ہو جس کی ہمسائگی پسند نہ ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے ولضدہ ہو الکراہۃ
فی الزکوۃ والحج وآیۃ السجدۃ جوہرہ اور اس کے مخالف یعنی کراہت ہے حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوہرہ منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ جس مال میں زکوۃ
واجب ہو وہ سال بھر کے گذرنے سے پہلے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اس قدر خیرات کر دے جس سے نصاب پوری باقی نہ رہے شرح وقایہ میں کہا
کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے بخیلی اختیار کرنا ہے اور فقیروں کا رزق قطع کرنا ہے اور وعید عدم انفاق میں داخل ہونا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاقی داخل مواقیت[1] کسی محل
میں داخل ہو پھر مکہ معظمہ میں بلا احرام داخل ہو اور یہ حیلہ اسقاط احرام کا ہے نہ اسقاط حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتیں پڑھے

[1] جمیع میقات وہ مقام جہاں سے بدون احرام کے آفاقی کو مکہ کی طرف جانا حرام ہے ۱۲ اصل ترجمہ میں یہی عبارت ہے مگر کتاب الحج میں اس کی صورت یوں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص
ایسے مقام کی نیت سے جاوے جو میقات کے اندر اور حرم سے خارج ہو اور اس کا ارادہ مکہ میں جانے کا نہ ہو مثلاً جدہ میں جانا چاہے تو اس کو میقات پر احرام کی کچھ ضرورت نہیں جدہ میں بلا
احرام چلا جاوے اور جب جدہ میں پہنچ جاوے گا تو وہاں کے باشندوں کا حکم پیدا کرے گا یعنی اب مکہ معظمہ میں بدون احرام جا سکتا ہے ۱۲ بلکہ اسقاط حج کا حیلہ وہی ہے جو زکوۃ میں گذرا یعنی اعطاء کل

وجوب سجدہ کے خوف سے **والحیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیۃ قال وطلبنا ہ کثیرا فلم نجدہ** اور کوئی حیلہ موجود نہیں فقہا کے کلام میں حیلہ ساقط کرنے کے واسطے کذا فی البزازیۃ کہا بزازی نے اور ہم نے اس کو بہت تلاش کیا سو اس کو نہ پایا **اذا اشتری جماعۃ عقارا والبائع واحد تتعدد والاخذ بالشفعۃ بتعدد ہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم ویترک الباقی وبعکسہ وہو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لا یتعدد والاخذ بہا بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض او بعدہ سمی لکل بعض ثمنا او سمی لکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا لاتحاد الثمن** جب کہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہے تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتری کے شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اس کے یعنی جب کہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد نہ ہوگا بلکہ شفیع یا سب مبیع کو لے یا سب کو چھوڑ دے اس واسطے کہ اس میں مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اس واسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد متفرق نہ ہوا اس میں کچھ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اس کے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملاً مذکور ہوا ہو اس واسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا **واعلم انہ لو طلب الحصۃ فہو علی شفعتہ** اور معلوم کر اس کو کہ اگر شفیع در صورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصوں میں وہ اپنے شفعہ پر قادر ہے م اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہو گیا کذا فی در المنتقی **ولو اشتری دارین او قریتین او مصرین صفقۃ اخذہما شفیعہما معا اذ کہما لاحد ہما ولو احدہما بالشرق والاخری بالمغرب** شرح مجمع وباقانی اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گاؤں خرید کیے دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول سے تو ان دونوں گھروں کا شفیع ان کو ساتھ ہی لے یا دونوں چھوڑے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح المجمع اور اس کا ذکر آگے آوے گا م اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں پہنچتا مگر اسی گھر کا جو اس کے پاس ہے اور ایسا کہا ہے محمد نے ان دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریہ **والمعتبر فی ہذا ای العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل احد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب بعضہم** اور اس تعدد اور اتحاد عقد میں عاقد معتبر ہے نہ مالک اس واسطے کہ حقوق عقد کے عاقد کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے م یہ اس صورت میں ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہیں مگر تمام میں کذا فی الطحطاوی **اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح** اور جو گھر غیر مقسوم نصف خرید کیا سو مشتری نے بائع سے بانٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اس کو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو بموجب اصح قول کے م غیر اصح قدوری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لے گا جو اس کی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا **ولیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانہا من تمام القبض** اور شفیع کو نقض قسمت مطلقاً جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اس واسطے کہ قسمت قبض کی تمامی ہے یعنی بدون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع القبض کما ذکرہ بقولہ **بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ وہبتہ** تو اگر مشتری نے قسمت کر لی بائع کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اس کو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اس کے جب کہ دو شریکوں میں کہ ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اس شریک سے جس نے بیع نہیں کی قسمت کر لی کہ وہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جس طرح اس کی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے م یہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہ ہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اس واسطے کہ عقد

Marfat.com

اس شخص سے واقع ہوا جس سے قسمت کر لی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہ ہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اس کو توڑ سکتا ہے کالو اشتری اثنان دارا وہما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع ان ینقض القسمۃ ضرورۃ عیر ورۃ النصف ثلثا شرح وہبانیۃ چنانچہ اگر دو شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے پھر تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کر لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوائے اس کے مثلاً رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی ہو جانے کی ضرورت سے کذا فی شرح الوہبانیہ م تنبیہ ہے نقض قسمت کی صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاصق ہیں مثلاً ان میں سے دو نے وہ گھر خرید کر کے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونوں مشتریوں میں سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور نہ باقی نہیں رہ سکتا اختلاف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یسکن فیہا الشفیع الذی ہو الجار فالقول للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی ملکیت میں جس میں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے وللجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اس کی دانست پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہے م یعنی مشتری یوں قسم کھائے کہ واللہ یہ گھر میرے علم میں شفیع کا مملوک نہیں علم پر اس واسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لی جائے گی یعنی اس واسطے کہ یہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر المشتری طلب الاشہاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لانہ محیط بہما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اس واسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی الزاہدی م اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اس وقت ہے جب کہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی ہو اور گواہوں سے اس کو ثابت نہ کر سکے ولو برہنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابو یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لا دیں تو شفیع کے گواہ احق اور مقدم ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے باب مانی اجارۃ الغیر وہو شفیعہا فان اجاز البیع اخذہا بالشفعۃ والا بطلت الاجارۃ وان ردہا مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اس کا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اس کی جائز رکھی تو اس کو لے گا بدلائی شفعہ کے یعنی اور اجارہ باطل ہو جاوے گا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کر دے م یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اس واسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیۃ شری لطفلہ والاب شفیع کہ الشفعۃ والوصی کالاب قلت لکن فی شرح المجمع ما یخالفہ فتنبہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اس کا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے میں کہتا ہوں لیکن شرح مجمع میں اس کے مخالف ہے سو خبردار رہنا م شرح مجمع میں یوں ہے کہ باپ کی قید اس واسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقاً اس واسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال خرید کرنا جائز نہیں اپنی ذات کے واسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لاصقہ فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض مبیع سے تو اس کا شفعہ فقط اسی قدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اس میں تفریق صفقہ ہوتی ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے جار ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیواروں میں راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلہا قضاء مطلقا لا دیانۃ ان لم یعلم بہا شفیع کی جانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور دیانۃً مبطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہم کو بری الذمہ کر دے ہر خصومت سے جو تیری خصومت کہ ہماری جانب ہو سو اس نے ابراء عام کر دیا اور حالانکہ شفیع جانتا

Marfat.com

نہیں ہے کہ ان کی جانب اس کا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابرا عام سے قاضی کے نزدیک اس کا شفعہ باطل ہوگا لیکن فیما بینہ وبین اللہ شفعہ باقی رہے گا اس واسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نہ چھوڑتا نازدا ہر الجواہر میں ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر برأت من المجہول سے برأت ثابت ہو جاتی ہے قضاءً بھی اور دیانتاً بھی وعلیہ الفتویٰ چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاویٰ میں ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا صبغ المشتری البناء فجاء الشفیع خیران شاء اعطاہ مازاد الصبغ او ترک جب کہ مشتری نے عمارت میں رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہے چاہے اس کو اتنا دے جس قدر اس کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخر الجار طلبہ لکون القاضی لایراہ فہو معذور شفیع جار نے طلب شفعہ میں تاخیر کی اس واسطے کہ قاضی شفعہ جوار کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ معذور ہے یہودی سمع بالبیع یوم السبت فلم یطلب لم یکن عذرا یہودی نے سنیچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا یہ تینوں مسئلے مکرر ہو گئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہیں قلت یوخذ منہ ان الیہودی اذا طلب خصمہ من القاضی احضارہ یوم سبتہ فانہ یکلفہ الحضور ولا یکون سبتہ عذرا وہی واقعۃ الفتویٰ قالہ المصنف قلت وہی فی واقعات الحسامی میں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر نہ ہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی کے مدعا علیہ کا احضار چاہے قاضی سے اس کے یوم السبت میں تو قاضی اس کو حاضر کردا دے اور اس کا یوم السبت عذر نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فتویٰ طلب ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے میں کہتا ہوں اور یہی مسئلہ واقعات حسامی میں مذکور ہے ادعی الشفیع علی المشتری انہ احتال لابطالہا یحلف وفی الوہبانیۃ خلافہ قلت وسنذکرہ لان ابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ ایدہ بمالا مزید علیہ فلیحفظ شفیع نے مشتری پر یہ دعویٰ کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنے کا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لی جائے اس پر اور وہبانیہ میں اس کے مخالف عدم تحلیف مذکور ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب ہم وہبانیہ کا قول مذکور کرتے ہیں اس واسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے اپنے حاشیہ میں کلام وہبانیہ کی اس طرح تائید کی ہے کہ اس پر تائید زیادہ نہیں ہو سکتی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ تائید مذکور یہ ہے کہ قاضی خاں اور ولوالجی کے کلام مدلل سے مصرح ہے کہ مشتری پر قسم لازم نہیں تعلیق ابطالہا بالشرط جائز ابطال شفعہ کا تعلیق کرنا شرط سے جائز ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ میں نے شفعہ تیرے واسطے مسلم رکھا اگر تو نے اپنی ذات کے واسطے خرید کی ہو سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کے واسطے خرید کی تو اس کا شفعہ ثابت ہے کذا فی الطحطاوی عن منیۃ المفتی والمجتبی لہ دعوی فی رقبۃ الدار وشفعۃ فیہا یقول ہذہ الدار داری وانا ادعیہا فان وصلت الی والا فانا علی شفعتی فیہا ایک شخص کا دعویٰ ملک ہے گھر کے رقبہ میں اور شفعہ کا بھی اس میں دعویٰ ہے تو یوں دعویٰ کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اس کا دعویٰ کرتا ہوں سو اگر یہ گھر مجھ کو پہنچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پہنچا تو میں اس میں اپنے شفعہ کے دعویٰ پر ہوں م یہ مسئلہ ظہیریہ میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس بکا اور صاحب خانہ اس کا شفیع ہے اور اس کا زعم یہ ہے کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہے سو وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں اس کی ملک کا دعویٰ کروں تو شفعہ باطل ہوتا ہے اور اگر شفعہ کا دعویٰ کروں تو ملک رقبہ کا دعویٰ باطل ہوتا ہے تو وہ شخص یوں دعویٰ کرے کہ یہ میرا گھر ہے اور میں اس کے رقبہ کا دعویٰ کرتا ہوں سو اگر وہ مجھ کو پہنچا تو بہتر ہے اور نہیں تو میں اپنے شفعہ کے دعویٰ پر ہوں اس واسطے کہ یہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی استولی الشفیع علیہا بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لایکون ظالما والا کان ظالما شفیع نے غلبہ کرکے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا ہے تو وہ ظالم نہ ہوگا اور نہیں تو وہ ظالم ٹھہرے گا م شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ مجھ کو اس مسئلہ میں اعتراض ہے اس واسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ میں یہ مصرح ہے کہ شفیع کی ملک ثابت نہیں مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پھر جب کہ بدون اس کے بمجرد قول عالم کے اس نے استیلا کیا تو یہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہ صریح ظلم ہے اور اگر مجرد استقرار شفعہ کو اعتبار کیجیے تو وہ فقط گواہ کرنے سے موجود ہو جاتا ہے تو عالم کے قول کی بھی کچھ حاجت نہیں اور نہ تراضی اور قضاء قاضی کی حلبی نے کہا جب ظالم ٹھہرے گا تو اس پر تعزیر ہوگی اشیاء علی عدد الرؤس النفل والشفعۃ واجرۃ القسام والطریق اذا اختلفوا فیہ الکل فی الاشباہ چند چیزیں عدد اشخاص پر ہیں ایک تو دیت دوسرے شفعہ تیسرے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جب کہ اس میں لوگ اختلاف کریں یہ سب مسائل مذکورہ

Marfat.com

اشباہ میں ہیں مدیت کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول پایا گیا مکان مملوک میں تو اس کی دیت اس مکان کے سب مالکوں پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ اور شفعہ کی برابری ہو مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کردی شریکوں میں تو اس کی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا حصہ قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہے اور راہ سے کوچہ غیر نافذہ مراد ہے اس واسطے کہ شارع عام کسی کا مملوک نہیں اور طریق کے مانند گھر کا صحن ہے جب کہ ارباب بیوت اس میں اختلاف کریں اس واسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکھنے میں سب برابر ہیں یعنی اگرچہ ایک شخص کا دالان طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی المسعود ولا شفعۃ لمرتد مثلاً یعنی شفعہ کا حق ثابت نہیں مرتد کے واسطے کذا فی العنایۃ صبی شفیع لا ولی لہ لا تبطل شفعتہ وان نصب القاضی قیما لطلبہا جاز جوہرہ ایک لڑکا شفیع ہے جس کا کوئی والی نہیں تو اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اور اگر قاضی اس کی طرف سے کوئی کارپرداز قائم کرے اور وہ شفعہ لڑکے کے واسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی الجوہرۃ شری کرما ولہ شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم اتی الشفیع واخذہ ان الاشجار وقت القبض مثمرۃ سقط بقدرہ والا لا لانہ لا حصۃ لہ من الثمن عینیہ مؤید زادہ معزیا لواقعات الحسامی انگور کا باغ خرید کیا اور اس کا شفیع غائب ہے سو درخت پھل لائے اور مشتری نے ان کو کھایا پھر شفیع آیا اور اس نے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہو تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پھلے نہ ہوں گے قبض کے وقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اس وقت کذا ذکرہ مؤید زادہ من واقعات الحسامی وفی الوہبانیۃ ۔ یاخذ فیما اشتری لصغیرہ واب ووصی للبلوغ لا یؤخر ۔ اور وہبانیہ میں ہے اور باپ شفعہ لے اس میں جو اس نے اپنے صغیر فرزند کے واسطے خرید کیا اور وصی مخاصمت میں تاخیر کرے یتیم کے بلوغ تک ہم اگرچہ خصومت میں تاخیر چاہیے لیکن وصی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کر رکھے چنانچہ خزانۃ الاکمل میں ہے یعنی اس واسطے کہ تا خیر طلب سے شفعہ باطل نہ ہو جائے ۔ ولیس لہ تفریق دارین بیعتا ۔ ولو بجوار فالتفریق اجدر ۔ اور شفیع کو جائز نہیں تفریق کرنا ان دو گھروں کا جو ساتھ ہی بیچے اور وہ دونوں کا شفیع ہے اور اگر شفیع ہمسایہ نہیں دوسرے گھر کا تو تفریق لائق تر ہے تفریق اس واسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ہے اور ایک گھر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہیں تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا ۔ وما مر اسقاط التحیل مسقطا ۔ وتحلیفہ فی النکر لاشک انکر ۔ اور مضر نہیں کرنا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے درانحالیکہ وہ قاصد ہے اسقاط کا یعنی کچھ مضائقہ نہیں قصداً شفعہ ساقط کرنے میں حیلے سے اور تحلیف احد العاقدین کی حالت انکار میں بلاشک منکر اور معیوب ہے شرعاً یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہم نے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفیع کو ان سے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی قاضی خان واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم ۔

Marfat.com
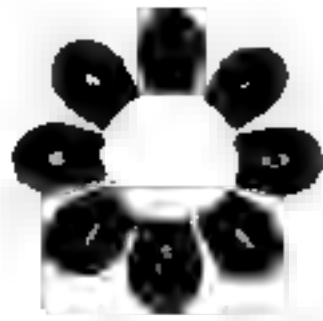
کتاب القسمۃ

یہ کتاب ہے قسمت کے بیان میں یعنی ساجھے کی چیز بانٹنا مناسبتہا ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق باع فتجب الشفعۃ او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہ ہے کہ احد الشریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کرے گا تو شفعہ واجب ہوگا یا قسمت کرے گا بدون بیع کے ہی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء قسمت لغت میں اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوۃ اسم ہے اقتداء کا وشرعا جمع نصیب شائع فی مکان معین اور شرع میں قسمت عبارت ہے ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کر دینے سے ایک معین مکان میں ہم مثلا ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اس گھر میں شائع ہے بلا تعین پھر جب اس کے تین حصے ہوگئے تو ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہوگیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے وسببہا طلب الشرکاء او بعضہم الانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم یوجد طلبہم لا تصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کے واسطے بر وجہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جائے تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہم مشترک چیز میں ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہے کہ اس کو اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کر دے اور غیر کو اس کے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اس کی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی ورکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتعیین بین الانصباء ککیل ووزن وذرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو جائے حصوں کے درمیان جیسا کہ پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا ہم یعنی جیسا کہ کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اس کے قسمت کا وجود نہیں وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم حائط وحمام اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہ ہو جاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کی جاتی دیوار اور حمام اور مانند اس کے ہم عدم فوت منفعت یہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اس واسطے کہ قسمت سے غرض مقصود توفیر منفعت ہے پھر جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ایک شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا وحکمہا تعیین نصیب کل من الشرکاء علیحدۃ اور حکم یعنی قسمت کا اثر مترتب معین کر دینا ہے ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ وتشتمل مطلقا علی معنی الافراز وہو اخذ عین حقہ وعلی معنی المبادلۃ وہی اخذ عوض حقہ اور مطلقا یعنی مثلی اور قیمتی دونوں میں قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہے اپنے حق کا بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلہ لینا ہے اپنے حق کا ہم بیان اشتمال یہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اس کے اجزاء میں ہر جز وشامل ہے نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہے تو اس کا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اس کے شریک کا تھا اس کو لیا اس کے عوض جو اس نے حصہ میں سے شریک ثانی کے قبضہ میں ہے تو اس کا لین بھی مبادلہ ہوا کذا فی الشمنی والافراز ہو الغالب فی المثلی وما فی حکمہ کالعددی المتقارب فان معنی الافراز غالب فیہ ایضا ابن کمال عن الکافی اور افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم میں ہے جیسا کہ عددی متقارب جیسے بیضہ اور جوز اسی واسطے کہ افراز کے معنی اس میں بھی مثلی کے مانند غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ابن کمال نے کافی سے ہم مثلی میں معنی افراز اس واسطے غالب ہیں کہ اس کی ابعاض اور افراد میں تفاوت نہیں اس واسطے کہ مثلا گیہوں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اس کی مثل ہے

Marfat.com

ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اس کو بعینہ اس کا قرار دینا ممکن ہے والمبادلۃ غالبۃ فی غیرہ ای غیر المثلی وہو القیمی اور مبادلہ غالب ہے مثلی کے سوا یعنی قیمی میں ہم قیمت والی چیز چناں چہ حیوانات اور اسباب اور زمین میں اس واسطے مبادلہ غالب ہوا کہ ان میں بہت تفاوت ہوتا ہے چناں چہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اس کو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیوں کہ دونوں حصوں میں بالیقین معادلہ اور مساوات ثابت نہیں اذا تقرر ہذا الاصل فیاخذ الشریک حصتہ لغیبۃ صاحبہ فی الاول ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لتفاوتہ جب کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا کہ مثلی میں افراز غالب ہے اور قیمی میں مبادلہ تو شریک اپنا حصہ لے اپنے ساتھی شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثلی میں عدم تفاوت افراد کے سبب سے نہ حصہ لے اس کی غیبت سے ثانی میں یعنی قیمی میں اس کے تفاوت افراد کے سبب سے فی الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر و غائب او بالغ و صغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخرین والا لا خانیۃ یعنی فتاویٰ قاضی خان میں کیلی یا وزنی چیز مشترک ہے درمیان حاضر اور غائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اور اگر تسلیم نہیں کیا تو قسمت نافذ نہ ہوگی اور اگر باقی تلف ہوگیا غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب اور صغیر کا کصبرۃ بین دہقان وزارع امر الدہقان بقسمتہا ان ذہب بما افرزہ الدہقان اولاً فہلاک الباقی علیہما وان بحظ نفسہ اولاً فالہلاک علی الدہقان خاصۃ کذا قالہ بعض المشائخ انتہی ملخصاً چناں چہ اناج کا ڈھیر مشترک ہے درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اس کے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جس کو زمیندار کے واسطے جدا کیا تھا زمیندار کی طرف لے گیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جانا دونوں پر پڑے گا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لے گیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہ کہا ہے بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضیخان ملخصاً عالمگیری میں یہ مسئلہ ذخیرہ سے یوں منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکیل اور موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہوگیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا حال ہو جاویگا جیسا کہ قسمت سے پہلے تھا اور اگر اس کا حصہ تلف ہوگیا جس نے خود کیل اور وزن کیا نہ دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار ہے اسی قاعدہ سے ہم نے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کہ سو اس نے ایسا ہی کیا تو اگر زمین دار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہوگیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لے گا اس واسطے کہ زمیندار کا حصہ قبل از قبض تلف ہوگیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہوگیا تو قسمت برقرار ہے انتہی اور جو شارح نے قاضی خان سے نقل کیا وہ اس کے مخالف ہے اور ظاہر الروایت عالمگیری کے ذخیرہ سے معتمد علیہ ہے ولہذا قاضی خان نے اس قول کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے تو یہ وجہ اختلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان اجبر علیہا ای علی قسمۃ غیر المثلی فی متحد الجنس منہ فقط سوی رقیق غیر مغنم عند طلب الخصم فیجبر لما فیہا من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قیمی میں اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں ماسوائے اس غلام کے جو غنیمت کا نہیں جب کہ خصم قسمت طلب کرے تو قیمی میں جبر اس واسطے ہے کہ اس میں معنی افراز ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالاں کہ مبادلہ میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمۃ باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اس میں تکمیل منفعت ہے اور متحد الجنس میں مقاصد متقارب ہیں تو جبر اس پر جائز ہوا کہ ضرر دفع ہو اس واسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اس کی ملک میں غیر کا تصرف نہ رہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علی ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ و بیع ملک المدیون لوفاء دینہ اس کے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں گاہے جبر جاری ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونے کے نزدیک چناں چہ شفعہ میں اور مدیون کی ملک بیچنے میں اس کے دین کے ادا کرنے کے واسطے وینصب قاسم برزق من بیت المال لیقسم بلا اجر منہم وہو احب و ما فی بعض النسخ واجب غلط اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جس کو روزی دی جائے بیت المال سے تو وہ قسمت کر دیا کرے

Marfat.com

بدون لینے اجرت کے شریکوں سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخ رد المختار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے وان نصب باجر المثل صح لانہا لیست بقضاء حقیقۃ فجاز لہ اخذ الاجرۃ علیہا وان لم یجز علی القضاء ذکرہ اخی زادہ اور اگر قسمت کرنے والا اجرت مثل پر مقرر کیا جائے تو صحیح ہے اس لیے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ اخی زادہ م اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی الغرر وہو علی عدد الرؤس مطلقا لا الانصباء خلافا لہما اور وہ یعنی اجر مثل شریکوں کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہوں یا بعض نہ حصوں پر برخلاف صاحبین کے م صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصوں کے موافق ہے تو زیادہ حصہ والا زیادہ اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قیدنا بالقاسم لان اجرۃ الکیال والوزان لقدر الانصباء اجماعا وکذا سائر المؤن کاجرۃ الراعی والحمل والحفظ وغیرہا شرح مجمع زاد فی الملتقی ان لم یکن للقسمۃ والا فعلی الخلاف لکن ذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قیل وتمامہ فیما علقتہ علیہ اختلاف اجرت میں ہم نے قاسم کی قید لگائی اس واسطے کہ کیل کرنے والے اور وزن کرنے والے کی اجرت بقدر حصوں کے ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح باقی مصارف شرکت میں اجرت بقدر حصوں کے ہے جیسے چرانے والے کی اجرت اور بار برداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیرہ ذلک کذا فی شرح المجمع ملتقی میں اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اس وقت ہے جب کہ وہ چیز قسمت کے واسطے نہ ہو اس طرح کہ دو شریکوں نے مکیل یا موزون خرید کیا اور ایک آدمی سے اس کے کیل یا وزن کا امر کیا تا اس کی مقدار معلوم ہو تو اس کی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی در المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت کے واسطے ہو تو اس میں وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اس کا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے ویجب کونہ عدلا امینا عالما بہا اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا واقف کار م تو فاسق اور خائن اور اس جاہل کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لہا لئلا یتحکم بالزیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنے کے واسطے متعین نہ کیا جاوے تا کہ وہ زیادت اجرت مثل پر تحکم نہ کرے ولا یشترک القسام خوف تواطئہم اور قسمت کرنے والے لوگ باہم شرکت نہ کرلیں ان کے اتفاق کے خوف سے م یعنی اگر ان میں اشتراک ہوگا تو اس کا خوف ہے کہ اتفاق کر کے اجرت گراں کر دیں تو اس میں لوگوں کا ضرر ہوگا طحطاوی نے کہا اقسام جمع ہے قاسم کی وصحت برضی الشرکاء الا اذا کان فیہم صغیر او مجنون لا نائب عنہ او غائب لا وکیل عنہ لعدم لزومہا حینئذ الا باجازۃ القاضی او الغائب او الصبی اذا بلغ او ولیہ ہذا لو ورثۃ ولو شرکاء بطلت ملتقی الملتقی وغیرہا اور قسمت صحیح ہے سب شریکوں کی رضامندی سے مگر جب کہ ان میں کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جس کی طرف سے کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہے جس کی طرف سے کوئی وکیل نہیں قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوگی اس کے نہ لازم ہونے کے سبب سے اس وقت میں مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جب کہ وہ بالغ ہو جائے یا اس کے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہ یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اس وقت ہے جب کہ شرکا وارث ہوں اور اگر شریک ہوں یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے ان میں شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی ملیۃ المفتی وغیرہا م طحطاوی میں عالمگیری سے یوں منقول ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہ ہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تا حضور غائب اگرچہ شرکاء حاضرین گواہ لاویں خریداری پر وقسم نقلی یدعون ارثہ بینہم او ملکہ مطلقا او شراہ صدر الشریعۃ فلا فرق فی النقلی بین شراء وارث وملک مطلق اور قسمت کیا جائے وہ مال منقول جس کی میراث کا نیما بینہم شرکا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی ملک مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی خریداری کا دعوی کرتے ہیں کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ تو کچھ فرق نہیں نقلی یعنی مال منقول میں درمیان خریدار اور میراث اور ملک مطلق کے م منقول کی قسمت بلا مزید تحقیق اس واسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف میں ہے تو قسمت میں اس کا حفظ ہے اور حق دار کا حق پہنچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے

Marfat.com

صدق کی اور کوئی ان کے ساتھ منازع نہیں قلت ومن المنقول البناء والاشجار حیث لم تتبدل المنفعۃ بالقسمۃ وان تبدلت فلا جبر قالہ شیخنا میں کہتا ہوں
اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہیں جہاں منفعت بتبدل نہ ہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہاں قسمت پر جبر نہیں یہ
کہا ہے ہمارے استاد نے وعقار ید عون شراءہ او ملکہ مطلقا اور قسمت کیا جائے وہ مال غیر منقول جس کی خرید کا یا اس کی ملک مطلق کا شرکا دعویٰ
کرتے ہیں فان ادعوا انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یبرہنوا علی موتہ وعدد ورثتہ پھر اگر شریک دعویٰ کریں کہ غیر منقول میراث ہے زید سے
تو اس کی قسمت نہ کی جائے یہاں تک کہ گواہ لاویں زید کی موت پر اور اس کے وارثوں کے شمار پر وقالا یقسم باعترافہم کما فی الصورتین الاخریین اور صاحبین
نے کہا کہ غیر منقول کی بھی تقسیم کی جائے گی محض ان کے اقرار سے جیسا کہ اور صورتوں میں قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کی صورت میں ولو ان برہنا
ان العقار معہما حتی یبرہنا انہ لہما اتفاقا فی الاصح لانہ یحتمل انہ معہما باجازۃ او اعارۃ فتکون قسمۃ حفظ والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو
شخصوں نے دعویٰ کیا کہ غیر منقول ان کے ساتھ ہے یعنی ان کے قبضہ میں ہے یہاں تک کہ گواہ لاویں اس پر کہ غیر منقول انھیں دونوں کا مملوک ہے باتفاق
امام اور صاحبین کے قول اصح میں اس لیے کہ احتمال رکھتا ہے کہ غیر منقول ان کے قبضہ میں بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اس صورت میں قسمت حفاظت
کی ٹھہرے گی اور حالاں کہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے ولو برہنا علی الموت وعدد الورثۃ وہو ای العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی
وفیہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قابض لہما نظر للغائب والصغیر اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثوں کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر
منقول ان کے قبضہ میں ہے اور وارثوں میں صغیر حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب ہے تو ورثہ حاضرین میں قسمت کی جائے اور صغیر کے واسطے ایک
شخص ان کے حصہ کا قبض کرنے والا مقرر کیا جائے تاکہ ان کی حق تلفی نہ ہو ولا بد من البینۃ علی اصل المیراث عندہ ایضا خلافا لہما کما مر اور ضرور ہے
شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے اصل میراث کی گواہی یہ کہ یہ گھر ان کی میراث ہے ان کے
باپ کی جانب سے مثلا کذا فی الطحطاوی فان برہن وارث واحد لا یقسم اذ لا بد من حضور اثنین ولو احدہما صغیرا او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت
اور عدد ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ دو وارثوں کا حاضر ہونا ضروری ہے اگرچہ ان میں سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کانوا ای الشرکاء
مشترین ای شرکاء بغیر الارث وغاب احدہم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہوں یعنی شریک ہوں
بدون میراث کے اور ایک شریک ان میں سے غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ خریداری کی شرکت میں شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے
خصم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا برخلاف میراث کے کہ اس میں ایک وارث اور وارثوں کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے او کان فی صورۃ ارث العقار
او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیئ منہ لا یقسم للزوم القضاء علی الطفل او الغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار کی
میراث کی صورتوں میں وارث صغیر یا غائب وارث کے قبضے میں ہو یا عقار سے کچھ ہو تو اس کی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب
پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونوں کی طرف سے ہم صغیر کی مانند اس کی ماں ہے اور غائب کے مانند اس کا مودع ہے حلبی نے کہا شارح کا
قول او بعضہ مکرر ہو گیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیئ منہ وقسم المال المشترک بطلب احدہم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمۃ اور مال مشترک قسمت
کیا جائے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے بعد وبطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الآخر لقلۃ
حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کی جائے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو
نفع حاصل ہوتا ہو کثرت حصوں کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت
ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ خصاف نے ذکر کیا ہے کافی میں کہا یہ قول اصح ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ

Marfat.com

کذا فی الدرر وفی الخانیۃ یقسم بطلب کل وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول اور خانیہ میں ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جائے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے اور اسی پر فتوی ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہیں یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت پر اعتماد کے ہیں وان تضرر الکل لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکوں کو ضرر ہوتا ہے تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شریکوں کی رضامندی سے تاکہ قسمت عود نہ کرے اپنے موضوع پر منقوض ہو کر ۔ھ یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہ امر مفقود ہے کذا فی الحلبی ہاں اگر سب راضی ہوں تو قسمت درست ہے کہ حق ان کا ہے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ تر واقف ہیں لیکن قاضی اس کا مباشر نہ ہو اگرچہ وہ طلب کریں اور نہ اس کو منع کرے کذا فی الزیلعی ۔ فی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان امکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ قبلہا قسم والا لا مجتبی میں ہے کہ ایک دکان ہے شریکوں کی جس میں وہ اپنا کام کرتے ہیں سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اس میں کام کرے قسمت کے بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کی جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کی جائے وقسم عروض اتحد جنسہا لا الجنسان بعضہما فی بعض لو قوعہا معاوضۃ لا تمیزا فیعتمد التراضی دون جبر القاضی اور قسمت کی جائے ان عروض اور اسباب کی جن کی جنس متحد ہے نہ قسمت کی جاویں دو جنسیں اس طرح کہ بعض جنس بعضہ شریک کو دی جائے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کر نہ تمیز ہو کر تو اختلاف جنس پر تراضی شرکا ہی پر اعتماد کیا جائے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ۔ھ یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس ہے چنانچہ مکیل یا موزون یا عددی متقارب یا چاندی سونا تو اس میں ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کرے گا قسمت پر اس طرح کہ کچھ اس شریک کو دے گا اور کچھ دوسرے کو اس واسطے کہ مقصود دونوں میں برابر ہے تو قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو اس میں جبر کا اختیار ہوگا اور درر میں ہے کہ جنسین کی قسمت میں ادخال بعض کا بعض میں اس طرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کو اونٹ دیجئے اور دوسرے کو دو بکریاں مثلاً اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کر کے اس واسطے کہ دونوں جنسوں میں اختلاط اور اتحاد نہیں تو یہاں قسمت تمیز واقع نہ ہوئی بلکہ معاوضہ ہو گئی تو یہاں تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اس واسطے کہ قاضی کو جبر کا وہاں اختیار ہے جہاں قسمت بمعنی تمیز ہو نہ بمعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق وحدہ لفحش التفاوت فی الآدمی اور نہ قسمت کیا جائے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اس واسطے کہ آدمی میں تفاوت بہت ہوتا ہے ۔ھ آدمی میں تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ ان میں تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کی صورت میں فقط کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو اس وقت مملوک کی بھی اس کے ساتھ مل کر قسمت ہو جاویگی باتفاق امام اور صاحبین کے وقالا یقسم لو ذکورا فقط او اناثا فقط کما یقسم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہو یا فقط لونڈیاں ہوں تو قسمت ہوگی جیسے اونٹ اور بھیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیے جاویں جواہرات ان کی کثرت تفاوت کے سبب سے ۔ھ اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہوں تو بھی قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ ان کی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہیں ہو سکتی ولا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما فی قسمتہ ضرر اور نہ کیا جائے قسمت حمام اور کنواں اور چکی اور کتابیں اور جس چیز کی قسمت میں ضرر ہو ۔ھ شارح نے عدم قسمت کی چند مثالیں دے کر بطور عطف عام کے علت عدم قسمت پر اشارہ کر دیا کہ جس چیز کی قسمت میں ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہیں اس واسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کے واسطے ہے پھر جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے لائق نہ رہا تو معنی قسمت مستحق نہ ہوئے الا برضاہم لما مر مگر شریکوں کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گذشتہ ۔ھ یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت میں باوجود ضرر کے شرکاء راضی ہوں قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انہیں کا ہے ولو اراد احدہما البیع وابی الآخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو اس کے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جاوے گا برخلاف مذہب امام مالک رح وفی الجواہر لا تقسم الکتب

بین الورثۃ ولکن ینتفع کل بالمهایاۃ ولا تقسم بالاوراق ولو برضاهم اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ کتابیں قسمت نہ ہوں گی وارثوں میں ولیکن ہر وارث ان سے
نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابوں کی ورقوں کے شمار سے نہ ہوگی اگرچہ وہ اس پر راضی ہوں وکذا لو کان کتاباذا مجلدات کثیرۃ اور اسی
طرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہوں ہم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی مجلدات میں تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلاً جس کی پانچ
چھ مجلد جلد ہوتی ہیں تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلاً اور کوئی کتاب الحج اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا
ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضها بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہو جائیں اس پر کہ کتاب کی قیمت معین کی جائے اور ہر شریک
بعض کتب لے قیمت سے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہیں وفی التتارخانیۃ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتها
تشاجرا فیه فقال احدهما لا اکری ولا انتفع وقال الآخر ارید ذلک امر القاضی بالمهایات ثم یقال لمن لا یرید الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب
اور تاتارخانیہ میں ہے ایک ایسا گھر یا دکان مشترک ہے دو شریکوں میں جس کی قسمت ممکن نہیں ہے دونوں نے اس میں جھگڑا کیا سو ایک شریک
کہتا ہے کہ میں اس کو کرایہ نہ دوں گا اور نہ اس سے نفع لوں گا سکنے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ میں اس کا ارادہ رکھتا ہوں یعنی کرایہ دینے
کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اس شریک سے کہا جائے جو انتفاع کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اس گھر سے
فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر ہم یعنی اپنی باری میں اس کو انتفاع اور عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری میں دوسرے کو انتفاع
کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے دور مشترکۃ او دار وضیعۃ او دار وحانوت قسم کل وحدها منفردۃ مطلقا ولو متلازقۃ او فی
محلتین او مصرین مسکین چند گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دوکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی
ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہا باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین ہم یعنی مشترک گھروں میں اس طرح
قسمت نہ ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اس لیے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلوں اور پڑوسیوں اور مسجد
اور پانی کے نزدیک ہونے کے تو ان کی قسمت میں برابری ممکن نہیں تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا ممکن نہیں بدون آپس کی رضامندی کے
اور گھر اور زمین اور گھر اور دکان کی قسمت اختلاف جنس سے جائز نہیں کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت پذیر ہیں مطلقاً اور منازل اگر مجتمع ہوں ایک گھر میں
تو قسمت پذیر ہیں اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت پذیر نہیں اس واسطے کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق
ہوئی اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلها فی مصر واحد او لا دور مشترک وغیرہا کی قسمت مجتمعہ نہ ہوگی جب کہ وہ سب ایک شہر میں ہوں
یا نہ ہوں ہم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہو گیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہو گیا وقالا ان الکل فی مصر واحد فالرای فیه
للقاضی وان فی مصرین فقولهما کقوله اور صاحبین نے کہا کہ سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر میں واقع ہوں تو اس میں قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیاء
مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہے یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہیں دو شہروں میں اور ایک شہر میں جائز ہے اگر قاضی
اس کو بہتر سمجھے والا جائز نہیں ولیصور القاسم ما یقسمه علی قرطاس لیرفعه للقاضی ویعدله علی سهام القسمۃ اور قاسم نقشہ بنا دے کاغذ پر اس
کا جس کی قسمت کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں پر تعدیل اور تسویہ کرے ہم تسویہ سہام قسمت کی
یہ صورت ہے کہ کم تر سہام کو تامل کرے تو مقسوم کو اسی پر جاری کرے تو اگر اقل سہام ثلث ہو تو اس کو اثلاث کرے اور اگر سدس ہو تو اسداس کرے
کذا فی الطحطاوی عن الشمنی ویذرعه اور گز سے اس کو پیمائش کرے اس واسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے ویقوم البناء اور عمارت
قیمت مقرر کرے ہم تقویم عمارت اس واسطے ہے کہ عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قسمت پیمائش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک کے حصے

واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اس کی قیمت دے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقہ وشربہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اس کے راہ اور پانی کی آمد کے ساتھ ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہوں ویلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث وہلم جرا اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول اور ثانی اور ثالث کے ساتھ وعلی ہذا القیاس رابع اور خامس بقدر حاجت کے ہم ترتیب حصص جس طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پہ قادر ہو قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی ویکتب اسامیہم ویقرع لتطییب النفوس اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کے واسطے ہم ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پہ لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھ کر گولی بنا دے جوہرہ میں ہے کہ قرعہ واجب نہیں غرض اس سے تسکین قلوب ہے تاکہ کسی کو جانب داری معلوم نہ ہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو جائز ہے فمن خرج اسمہ اولا فلہ السہم الاول ومن خرج ثانیا فلہ السہم الثانی الی ان ینتہی الی الاخیر سو جس کا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اس کے لیے پہلا حصہ ہے اور جس کا نام کہ دوسری بار نکلے اس کا دوسرا حصہ ہے یہاں تک کہ آخر تک پہنچ جاوے ہم شرح وقایہ میں ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت خام کے خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گزوں سے پیمائش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اس کے متصل کو ثانی ٹھہرا دے اور اس کے متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس تو جس کا نام قرعہ میں اول نکلے تو اس کا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اس کا حصہ پورا ہو جائے پھر جس کا نام دوسری بار نکلے اس کا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص متساوی ہوں خواہ متفاوت ہی طحطاوی میں ہے کہ اگر عقار مشترک میں تین شریک ہوں ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہرا دے اور اول کو ملقب بہ سہم اول کرے اور اس کے پاس والے کو ملقب بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس سادس تک کرے اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جس کا نام پہلے نکلے تو اس کو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اس کے پاس والا دوسرا سہم لے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اس کے پاس کے دو سہم اور لے واعلم ان الدراہم لا تدخل فی القسمۃ للعقار الا برضاہم فلو کان ارض وبناء او منقول قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویۃ رد الفضل دراہم للضرورۃ واستحسنہ فی الاختیار اور یہ جان رکھ کہ نقد درم زمین اور گھر کی قسمت میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو اس کی قسمت قیمت کر کے ہو گی ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک زمین پھیر دی جائے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دے کر اور برابری دونوں حصوں میں ممکن نہ ہو تو بقدر زیادت درم پھیر دیے جائیں ضرورت کے سبب سے اور اختیار میں اس قول کو پسند کیا ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سو انھوں نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب میں زیادہ عمارت ہے سو ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درہم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اس کے عوض زمین لے تو عوض زمین ہی دی جائے گی اور صاحب عمارت سے درم نہ دلائے جاویں گے مگر جب کہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درہم دلانا اس واسطے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہے نہ درموں میں تو اس کی قسمت جائز نہ ہو گی جو مشترک نہیں کذا فی الدرر قسم ولاحدہم مسیل ماء او طریق فی ملک الآخر والحال انہ لم یشترط فی القسمۃ صرف عنہ ان امکن والا فسخت القسمۃ اجماعا واستونفت مشترک گھر کی قسمت ہو گئی اور ایک شریک کا نابدان اور راہ آمد و رفت کی دوسرے شریک کی ملک میں ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت میں مشروط نہیں ہوا تو نابدان اور راہ اس کی طرف سے دوسری طرف پھیری جائے اگر ممکن ہو اور اگر نہ ہو تو قسمت فسخ کی جائے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کی جائے اس طرح کہ ہر

Marfat.com

شریک کا نابدان اور راہ جدا ہو ھ اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت میں مشروط ہو گیا تو قسمت برقرار رہے گی کذا فی الجوہرۃ ولو اختلفوا فقال بعضھم ابقینا مشترکا کما کان ان امکن افراز کل فعل کما لبسط الزیلعی اور اگر شریکوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ ہم نے اس کو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کے واسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے ھ زیلعی میں یوں ہے کہ اگر قسمت کے اندر اخال طریق میں اختلاف ہوا اس طرح کہ بعضوں نے کہا کہ راہ کی قسمت نہ ہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہے گی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اس میں حاکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کی راہ کے سوا اور راہ قسمت کر دے تکمیل منفعت کے واسطے تاکہ ہر طرح سے جدائی ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحطاوی مختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہا قدر عرض باب الدار واما فی الارض فبقدر ممر الثور زیلعی شریکوں نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جائے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے کیا جائے گا و صورت اختلاف کذا فی الزیلعی ھ یعنی جب گھر کی قسمت ہو گئی شریکوں میں اور ہر حصہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کی جائے گی اس واسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی طرف پھیرا جائے گا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شریکوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ ان کو قسمت سے منع کرے تو اس کو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کے واسطے اتنی چوڑی راہ چھوڑی جاوے گی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہو گی اور مسیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحطاوی بطولہ ای ارتفاعہ حتی یخرج کل واحد منہم جناحا فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونہ لان قدر طول الباب من الھواء مشترک والبناء علی الھواء المشترک لا یجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ طریق کے اختلاف میں عرض اس کا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جائے اس کے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کے چوڑائی اور بلندی کر نا چاہیے تا ہر شخص شریکوں میں سے حجرو کا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کم تر میں اس واسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی دروازے کی مشترک ہے اور ہوائے مشترک پر بنا ناجائز نہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ ھ یعنی گھر کی راہ مشترک میں جب کا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ حجرو کا یا کھڑکی یا روشن دان اپنے مکان میں راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی بلندی سے اوپر بناوے تو درست ہے اور اس سے نیچے میں بنا درست نہیں ولو شرطوا ان یکون الطریق فی قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان وصلیۃ کان سہامہم فی الدار متساویۃ وذلک لان القسمۃ علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائزۃ فجاز قسمۃ التبن بالکرام لانہ لیس بوزنی لا العنب بالشریجۃ علی الصحیح بل بالقبان او المیزان لانہ وزنی اور اگر شریکوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں راہ متفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ ان کے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اس واسطے ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوائے ان مالوں کے جن میں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے بھس کا باٹنا رسیوں سے یعنی جالی جو بھس وغیرہ کے اٹھانے کے واسطے رسیوں سے بنائی جاتی ہے اس واسطے کہ بھس وزنی چیز نہیں ہے جس میں بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہیں انگور کا باٹنا کھجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قبان یا ترازو سے اس واسطے کہ وہ وزنی ہے ھ فتاوی قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمۃ التبن[۱] بالجبال ذکر فی النوازل انہ یجوز لقلۃ التفاوت لانہ لیس بوزنی انتہی تو بمناسبت اس عبارت کے اکار کا ترجمہ رسی

[۱] یعنی بھس کا باٹنا رسیوں سے نوازل میں مذکور ہے کہ قلت تفاوت کی جہت سے درست ہے کیونکہ وہ وزنی نہیں ۱۲ منہ

Marfat.com

کیا اس واسطے کہ اکار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکار جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ
عراق سے قاموس میں قبان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازوئے بزرگ سے تو تردید کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ انگور کی قسمت
بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم سفل له ای فوقه علو مشترکان وسفل مجرد ومشترک والعلو لآخر وعلو مجرد ومشترک والسفل لآخر قوم کل
واحد من ذلک علیحدة وقسم بالقیمة عند محمد وبه یفتی نیچے اوپر کا مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص
کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اس کے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکوں
میں قسمت کی جائے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے م امام اعظم کے نزدیک قسمت قیمت سے نہ ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک
گز بمقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اس واسطے فتوی ہوا کہ نیچے کا مکان
اس کی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اس میں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیر ذلک تو وہ دونوں
مکان بمنزلہ دو جنسوں کے ہوگئے تو تعدیل اور برابری شریکوں کے حصوں کی ممکن نہیں ہو سکتی مگر قیمت سے انکر بعض الشرکاء بعد القسمة استیفاء
نصیبه وشهد القاسمان بالاستیفاء لحقه تقبل وان قسما باجر فی الاصح ابن ملک بعض شرکاء نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار
کیا اور دو قسمت کرنے والوں نے پورا ملنے سے اس کے حق کی گواہی دی تو گواہی ان کی مقبول ہوگی اگرچہ انھوں نے اجرت لے کر قسمت کی ہو کذا ذکرہ
ابن ملک ولو شهد قاسم واحد لا لانه فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر
نہیں ولو ادعی احدهم ان من نصیبه شیئا وقع فی ید صاحبه غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء او لم یقر به ذکره البرجندی لم یصدق الا ببرهان
او اقرار الخصم او نکوله فلو قال الا بحجة لعمت ولا تناقض لانه اعتمد علی فعل الامین ثم ظهر غلطه اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصہ میں سے
بطور غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ میں پڑ گیا ہے اور حالانکہ اس نے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ
البرجندی تو اس کی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار سے یا اس کے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجائے الا ببرهان کے الا بحجة
کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفا اور ادعائے غلط سے تناقض دعوی مدعی کا ثابت نہ ہوگا اس واسطے
کہ اس نے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے استیفا کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اس کی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اپنے اقرار پر بعد
ظاہر ہو جانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضته فاخذ شریکی بعضه وانکر شریکه ذلک حلف لانه منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں
نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر شریک نے اس میں سے کچھ لے لیا اور شریک اس کا منکر ہے تو اس سے قسم لی جائے اس واسطے کہ وہ منکر ہے وان
قال قبل اقراره بالاستیفاء اصابنی من ذلک کذا الی کذا ولم یسلمه الی وکذبه شریکه تحالفا وتفسخ القسمة کالاختلاف فی قدر المبیع اور
اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفاء حق کے کہا کہ مجھ کو پہنچا ہے اس میرے حصے سے یہاں سے یہاں تک اور شریک نے تمام حصہ مجھ کو
تسلیم نہیں کیا اور شریک اس کا اس کی تکذیب کرتا ہے تو دونوں قسم کھاویں اور قسمت فسخ کر ڈالی جائے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف میں طرفین
پر قسم لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب کلا طائفة فادعی احدهما بیتا فی ید الآخر من نصیبه وانکر الآخر
فعلیه البینة لانه مدع اور اگر دو شریکوں نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہنچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک
کے تصرف میں آگئی میرے حصے سے اور دوسرا شریک اس کا منکر ہے تو اس پر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاما فالعبرة لبینة

حاشیہ ولقیہ

Marfat.com

المدعی لانہ خارج وان کان قبل الاشہاد علی القبض تحالفا وفسخت وکذا لو اختلفا فی الحدود اور اگر دونوں شریکوں نے گواہ قائم کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اس واسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی لانے سے پہلے ہو تو دونوں شریک قسم کھا دیں اور قسمت فسخ کر ڈالی جائے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر دونوں حدود میں اختلاف کریں وان استحق لبعض معین من نصیبہ لا تفسخ القسمۃ اتفاقا علی الصحیح اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین میں استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہ ہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے بر قول صحیح م اس لیے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اس میں غیر کا حق نہیں کذا فی الطحطاوی وفی استحقاق لبعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا اور بعض شائع غیر معین کے استحقاق میں سب حصوں کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکور م اس واسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اس کے صحیح نہیں وفی استحقاق لبعض شائع من نصیبہ لا تفسخ جبرا خلافا للثانی بل المستحق منہ یرجع بحصۃ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او نقض القسمۃ دفعا لضرر التشقیص اور بعض شائع کے استحقاق میں ایک شریک کے حصہ سے قسمت زبردستی سے فسخ نہ ہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اس قدر پھیر لے اپنے شریک کے حصہ سے اگر وہ چاہے یا قسمت توڑ دے تاکہ حصص سازی مندفع ہو جائے قلت قد لقی ہہنا احتمال آخر وہو ان یستحق بعض من نصیب کل واحد فان کان شائعا فسخت وان کان معینا فان تساویا فظاہر والا فالعبرۃ لذلک الزائد کما مر فلذا لم یفردہ بالذکر میں کہتا ہوں یہاں ایک اور احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصہ میں تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونوں حصوں میں برابر ہو تو ظاہر ہے صحت قسمت کی اور اگر کم وبیش ہو تو اسی زائد کا اعتبار ہے چنانچہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اس کو علیحدہ ذکر نہیں کیا م کمی بیشی کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک کے حصہ میں چار گز کا استحقاق ہے اور دوسرے کے حصہ میں چھ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیر دینے ٹھہرین فی الترکۃ المقسومۃ تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین او ابرأ الغرماء ذمم الورثۃ او یبقی منہا ای من الترکۃ ما یفی بہ لزوال المانع ترکہ مقسومہ میں دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کی جائے گی یعنی اس واسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جب کہ وارث دین کو ادا کر دیں یا ارباب دین وارثوں کو بری الذمہ کر دیں یا ترکہ سے اتنا باقی رہ گیا ہو جو ادائے دین کے واسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہ ہوگی مانع کے دور ہو جانے کے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لا یدخل تحت التقویم فی القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت میں ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت کرنے والوں کی تجویز میں داخل نہیں ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اس واسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ولو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جوازہا المعادلۃ ولم توجد فوجب نقضہا خلافا لتصحیح الخلاصۃ قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولی اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح میں اس واسطے کہ جواز قسمت میں برابری حصوں کی شرط ہے اور وہ نہیں پائی گئی تو اس کا توڑنا واجب ہو گیا برخلاف تصحیح خلاصہ کے میں کہتا ہوں تو اگر مصنف کنز کے مانند بجائے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا م کنز میں یوں ہے ولو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنی اگر غبن فاحش قسمت میں ظاہر ہو تو قسمت فسخ کی جائے گی چونکہ یہ عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونوں کو شامل ہے لہذا شارح نے اس کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی وتسمع دعواہ ذلک ای ما ذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء وان اقر بہ لا تسمع دعوی الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ وتمامہ فی الخانیۃ اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اس نے حصہ پانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اس کا اقرار کر چکا ہو تو سماعت نہ ہوگی دعوی غلط اور غبن فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جب کہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یوں کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اس نے غصب کر لیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا اس کا

Marfat.com

خانیہ میں ہے ادعی احد المتقاسمین للترکۃ دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لاتناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورۃ متروکہ بانٹ لینے والوں میں سے ایک شخص نے دین کا دعوی کیا متروکہ میں تو اس کا دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ قسمت کر لینے اور دعوی دین میں تناقض نہیں بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت کی صورت متروکہ سے م دین معنی سے متعلق ہے یعنی متروکہ کی مالیت سے اس کا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہوں تو ان کو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کر لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا بای سبب کان لا تسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمۃ اعتراف بالشرکۃ اور اگر دین کے سوا کسی عین کا دعوی کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوی مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے اس واسطے کہ قسمت پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے شرکت کا د فی الخانیہ اقتسموا دارا او ارضا ثم ادعی احدہم فی قسم الآخر بناء او نخلا زعم انہ بناہ او غرسہ لم تقبل بینتہ اور خانیہ میں ہے کہ شریکوں نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر ایک نے دوسرے کے حصہ میں عمارت یا درخت کا مطالبہ کیا یعنی یہ کہا کہ مدعی نے اس کو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے یعنی بسبب تناقض کے وقعت شجرۃ فی نصیب احدہما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا بہ یفتی لانہ استحق الشجرۃ باغصانہا اختیار درخت ایک شریک کے حصہ میں پڑا اس کی شاخیں لٹک رہی ہیں دوسرے شریک کے حصہ میں تو اس کو نہیں پہنچتا ہے کہ اس پر زبردستی کرے شاخوں کے کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے اس واسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہو گیا ہے اس کی شاخوں کے سمیت کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کونسی وجہ ہے بنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن الآخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب الباني فبہا ونعمت والا ہدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیہ ایک شریک نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین میں جو دونوں میں مشترک ہے سو اس کے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کی جائے سو اگر عمارت مذکورہ بنانے والے کے حصہ میں پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈھائی جائے اور اسی طرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیہ ہم ہاں اگر وہ شریک کو راضی کر لے تو ہدم نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ القسمۃ تقبل النقض فلو اقتسموا واخذوا حصتہم ثم تراضوا علی الاشتراک بینہم صح وعادت الشرکۃ فی عقار او غیرہ لان قسمۃ التراضی مبادلۃ ویصح فسخہا ومبادلتہا بالتراضی بزازیہ قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لے چکے پھر وہ راضی ہو گئے آپس کے ساجھے سے تو یہ قسمت کا توڑ دینا صحیح ہے اور شرکت پھر آ دے گی زمین یا اس کے غیر میں اس واسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اس کا فسخ کرنا اور بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کقسمۃ علی شرط ہبۃ او صدقۃ او بیع من المقسوم او غیرہ یثبت الملک فیہ ویفید جواز التصرف فیہ لقابضہ ویضمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہونا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچ ڈالنے کی شرط پر یا سوائے اس کے تو قبض کرنا اس کا ملکیت کو اس میں ثابت کر دیتا ہے اور قابض کے واسطے اس میں جواز تصرف کا مفید ہے اور اس کا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سے کالمقبوض بالشراء الفاسد فانہ یفید الملک کما مر فی بابہ جس طرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب میں گذر گیا وقیل لا یثبتہ جزم بالقیل فی الاشباہ وبالاول فی البزازیہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہیں کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور قول اول پر یقین کیا ہے بزازیہ میں ولو تہایا فی سکنی دار واحدۃ یسکن ہذا بعضا وہذا بعضا او ہذا شہرا وذا شہرا او دارین یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما وذا یوما او عبدین یخدم ہذا ہذا والآخر الآخر او فی غلۃ دار او دارین کذلک صح التہایؤ فی الوجوہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری

Marfat.com

مقرر کریں ایک گھر مشترک کے رہنے میں اس طرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان میں اور وہ شریک بعضے میں یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھروں میں باری مقرر کریں کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری معین کریں غلام مشترک کی خدمت میں کہ ایک روز اس کی خدمت کرے اور ایک روز دوسرے کی یا دو غلاموں مشترک کی خدمت میں کہ یہ غلام اس کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا وجوہ ستہ میں بطریق استحسان بالاتفاق صحیح ہے م مہایاۃ اور تہایو مفاعلۃ اور تفاعل ہے ہیئت سے اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہرہ سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہے اور تحقیق اس کی عنایہ میں یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہے اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جس طرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح میں مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہ جائز نہیں کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اس کے ہم جنس سے لیکن استحساناً یہ جائز ہے بدلیل آیہ کریمہ لہا شرب[1] ولکم شرب یوم معلوم والاصح ان القاضی یہائی بینہما جبرا بطلب احدہما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کر دے دو شریکوں میں زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ فیما یقسم بطلت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک میں جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاوے گی م ذخیرہ میں ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے و بلا عذر جائز ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر حکم حاکم ہو تو جب تک کہ دونوں نقض پر راضی نہ ہوں گے تو نقض جائز نہ ہوگی اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر توڑ دی تو اب اس کا اعادہ نہ ہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کی جاوے گی اور باری میں عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ پھوڑنا جائز نہیں کذا فی العالمگیریۃ ولو اتفقا علی ان نفقۃ کل عبد علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوئے اس پر کہ خوراک ہر غلام کی اس شریک پر ہے جس کی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحساناً بخلاف لباس کے کہ اس میں تفصیل ہے م جب کہ لباس کی مقدار معین دونوں نے مذکور نہ کی ہو تو نہ قیاساً جائز ہے نہ استحساناً اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاساً جائز نہیں اور استحساناً جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وما زاد فی نوبۃ احدہما فی الدار الواحدۃ مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر میں تو وہ مشترک ہے دونوں میں نہ دو گھر کی حاصلات میں م اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت میں کرایہ گراں ہو گیا دوسرے کی نوبت سے تو زیادت میں دونوں شریک ہوں گے اور اگر دو گھروں میں ایک گھر کا کرایہ گراں ہو گیا تو زائد میں شرکت نہ ہوگی کذا فی الکافیۃ مختصرا تجوز فی عبد و دار علی السکنی والخدمۃ وکذا فی کل مختلف المنفعۃ ملتقی و تمامہ فیما علقتہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت میں جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے تو یہ درست ہے اور اسی طرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعۃ میں نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اس کا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے م شارح کی شرح ملتقی میں ہے کہ جب باری متحد المنفعۃ میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعۃ میں بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر ولو تہایئا فی غلۃ عبد او فی غلۃ عبدین او تہایئا فی غلۃ بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرۃ شجرۃ او فی لبن شاۃ لا یصح فی المسائل الثمان اور اگر دو شریکوں نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی اجرت میں یا دو غلام کی اجرت میں یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ میں یا دو خچر کے کرایہ میں یا ایک خچر کی سواری میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک درخت کے پھل میں یا بکری کے دودھ میں تو ان آٹھوں

---

[1] یعنی اس کی ایک باری اور تم کو باری ایک دن کی مقرر یہ ذکر حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ کا ہے کہ ایک دن وہ پانی پیتی تھی اور ایک دن دوسرے مواشی ۱۲

مسئلوں میں باری معین کرنا درست نہیں ہم اجرت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں اس واسطے کہ باری نہیں ہو سکتی مگر دو زمانے میں تو احتمال ہے حاصلات کی کمی بیشی کا برخلاف خدمت کہ اس میں مسامحہ مروج ہے اور دو غلاموں کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں اس واسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت میں کچھ ضرورت نہیں اس لیے کہ اجرت میں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے وعلی ہذا القیاس سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہیں اس واسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری کی کیا حاجت ہوئی کذا فی الطحطاوی وحیلۃ الثمار ونحوہا ان یشتری حظ شریکہ ثم یبیع کلہا بعد مضی نوبتہ او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیب صاحبہ اذ قرض المشاع جائز اور یہ پھل اور اس کے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب پھلوں کو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لے کر اس واسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے فروع مسائل لحقہ شارح کے الغرامات ان کانت لحفظ الاملاک فالقسمۃ علی قدر الملک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس ولا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریۃ تقسم علی ہذا الغرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانے کے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کے واسطے ہو تو اس کی قسمت لوگوں پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانوں کی حفاظت کے واسطے ہو تو لوگوں کے شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار میں داخل نہ ہوں گے تو اگر بادشاہ ایک گاؤں سے ڈانڈ لے تو اس کی قسمت اہل قریہ پر اسی طرح ہوگی ولو خیف الغرق فاتفقوا علی القاء امتعۃ فالغرم بعدد الرؤس لانہا لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہو اور سو لوگوں نے اس کو ہلکا کرنے کے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیوں کے شمار پر ہے اس واسطے کہ یہ جانوں کی حفاظت کے واسطے ہے ہم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اس پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اس غائب پر کچھ مال لازم نہ ہوگا جس کا مال کشتی میں ہے اور اس نے گرانے کی اجازت نہیں دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہ ہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونوں کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو دونوں طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرًا المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ ان احتمل القسمۃ لا جبر وقسم والا بنی ثم اجرہ لیرجع بما انفق لو بامر القاضی والا فبقیمۃ البناء وقت البناء اور مکان مشترک جب کہ منہدم ہو گیا سو ایک شریک اس کی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہیں اور بانٹ ڈالا جائے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہیں ہے تو ایک شریک اس کی تعمیر کرے پھر اس کو کرایہ پر چلا دے تاکہ جو اس نے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھر لے اور اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نہ کی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانے کے وقت ہو ولہ التصرف فی ملکہ وان تضرر جارہ فی ظاہر الروایۃ الکل فی الاشباہ اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ اس تصرف میں اس کے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو ظاہر الروایۃ میں یہ سب مسائل مذکور ہیں اشباہ میں ہم صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہے اور نہیں تو جائز ہے اور اسی پر فتویٰ منقول ہے شرح وہبانیہ میں اور اسی قول کو صحیح کہا ہے نسفی میں اور حاویہ میں ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی عن الزاہدی وفی المجتبی وبہ یفتی وفی السراجیۃ الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ اور مجتبی میں ہے کہ جواز تصرف پر فتویٰ ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ میں ہے کہ فتویٰ منع تصرف پر یعنی در صورت ضرر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز

Marfat.com

اور عدم جواز کے فتوی میں اختلاف پڑا اور ایسی صورت میں لائق یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے یعنی جواز تصرف پر گو ہمسایہ ضرر پائے قلت ومرّ فی متفرقات القضاء میں کہتا ہوں اور یہ مسئلہ مذکور ہو چکا متفرقات قضا میں وفی الوہبانیۃ وشرحہا ۵ ولو زرع الانسان ارضا بداره ٭ فلیس بجار منعہ لم یعزر ٭ اور وہبانیہ اور اس کی شرح میں ہے اور اگر آدمی کچھ بودے اپنے گھر میں تو اس کے پڑوسی کو اس کے منع کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ اس کو ضرر ہوئے م یہ وہی مسئلہ ہے جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو ۵ وحیط لہ اہل فحمل واحد ٭ ولا حمل فیہ قبل لیس یغیر ٭ اور ایک دیوار ہے جس کے اہل یعنی شریک ہیں سو ایک شریک نے اس پر دھنیاں رکھیں اور حالانکہ قبل اس کے اس پر دھنیوں کا بوجھ نہیں تو اس کو دوسرا شریک تغیر نہ کرے گا م یعنی ایک مشترک دیوار جس پر دھنیاں نہیں ہیں سو اگر ایک شریک اس پر دھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اس کو رفع نہیں کر سکتا اور اگر دوسرا شریک دھنیوں پر اور دھنیاں رکھے یا اس پر پردہ بنا دے یا دروازہ وغیرہ لگا دے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ ۵ وما لشریک ان یعلی حیطہ ٭ وقبل التعلی جائز فیعمر ٭ اور شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کر لے م عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یوں ہے کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہے ۵ وممنوع قسم عند منع مشارک ٭ من الرم قاض موجر فیعمر ٭ اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہے چنانچہ حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اس کو کرایہ دے پھر کرایہ سے اس کی تعمیر کرے م مثلاً ایک مشترک حمام منہدم ہو جاتا ہے اور ایک شریک اس کی مرمت پر مستعد ہے اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلا دے اور جو کرایہ حاصل ہو اس سے اس کی مرمت کرے لیکن یہ قول غیر مختار ہے اور قول مختار اگلی بیت میں مذکور ہے ۵ وینفق فی المختار راض باذنہ ٭ ویمنع نفعا من ابی قبل یخسر ٭ اور قول مختار میں جو شریک راضی ہے مرمت کا وہ اس کی مرمت میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جائے اس کے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہے جب تک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لے گا تب تک دوسرا شریک اس کا کرایہ نہیں لے سکتا ہے ۵ وخذ منفقا بالاذن منہ لحاکم ٭ وخذ قیمۃ ان لا وہذا المحرر ٭ اور لے مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہو اور یہی قول منقح۔ اور محقق ہے م طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتیں وہبانیہ کی ہیں اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے مسئلہ ملحقہ مترجم ایک شخص مر گیا اس نے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ مٹھلیاں چھوڑیں پانچ مٹھلیاں سرکہ سے مملو ہیں اور پانچ میں نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہیں اور سب برابر ہیں تو بیٹوں نے چاہا کہ بدون اٹھانے کے برابر بانٹ لیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری مٹھلیاں اور ایک آدھی بھری اور دو خالی دی جاویں اور دوسرے فرزند کو بھی اسی طرح دی جاوے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدھ بھری تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دی جائیں تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم ٭

Marfat.com

کتاب المزارعة

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق قراح بولتے ہیں مناسبتہا ظاہرۃ مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمۃ سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اس میں قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی لغۃ مفاعلۃ من الزرع مزارعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وشرعا عقد علی الزرع ببعض الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بتقرر بعض خارج یعنی تہائی یا چوتھائی اناج پیدا ہوئے زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا یہ حقیقت ہے مزارعت کی وارکانہا اربعۃ ارض وبذر وعمل وبقر اور مزارعت کے ارکان چار ہیں زمین اور بیج اور محنت اور بیل ولا تصح عند الامام لانہا کقفیز الطحان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک اس واسطے کہ وہ قفیز الطحان کے مانند ہے ہم امام کی حدیث وہ دلیل ہے جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی وعندہما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسا علی المضاربۃ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے اور اسی قول پر فتوٰی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے ہم درر میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوٰی ہے اس واسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان وہاں کے لوگوں کو دیے بطریق معاملہ کے اور اس کی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین میں جاری ہے اور ایسی صورت میں خبر واحد اور قیاس متروک ہو جاتا ہے بشروط ثمانیۃ صلاحیۃ الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطوں سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کاشت کاری کے واسطے ہم تو اگر زمین شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں واہلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وذکر المدۃ ای مدت متعارفۃ فتفسد بما لا یمکن فیہا منہا وبما لا یعیش الیہا احدہما غالبا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو مزارعین میں معروف اور مروج ہے یعنی ایک سال یا دو سال تو عقد فاسد ہوگا اس کم تر مدت سے جس میں زراعت نہیں ہوسکتی اس مدت طویل سے کہ وہاں تک احد العاقدین غالبا نہیں جیتا وقیل فی بلادنا تصح بلا بیان مدۃ وتقع علی اول زرع واحد وعلیہ الفتوی مجتبی وبزازیہ واقرہ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی والبزازیۃ اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے وذکر رب البذر اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ہم اس واسطے کہ اگر بیج مالک کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہرے گی تو بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونوں کے احکام بھی مختلف ہیں اس واسطے کہ جس کا بیج نہیں تو اس کے حق میں عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تخم کو بدون تخم ریزی کے عقد لازم نہیں وقیل یحکم العرف اور بعضوں نے کہا بیج میں عرف حاکم ہے یہ قول ہے ابوبکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہاں ہو جہاں بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی

Marfat.com

معتبر ہے اگر وہاں ہو جہاں مالک زمین کا بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں
وذکر جنسہ اور پانچویں شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنی گیہوں یا جو یا باجرہ یا جوار م بیان جنس تخم اس واسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت
اسی سے ہو گی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض وشرطہ فی الاختیار اور مقدار تخم ذکر کرنا شرط نہیں
بسبب اس کے معلوم ہونے کے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑے گا اور اختیار شرح
مختار میں مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے وذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ م مراد اس شخص کا حصہ ہے
جس کی طرف سے بیج نہیں ہے اس واسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اس کا معین ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بینا حظ رب البذر
وسکتا عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز ہے
م اور اگر عاقدین نے اس کا حصہ بیان کر دیا جس کا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا واستحسانا کذا فی الخلاصۃ وبشرط التخلیۃ بین
الارض ولو مع البذر والعامل اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے
ساتھ ہو م تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ
زمین کا مالک کہے کہ میں نے زمین تجھ کو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی وبشرط الشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی شرط
سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اس میں دونوں کی شراکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ثم فرع علی الاخیر بقولہ
فتبطل ان شرط لاحدہما قفیز ان مسماۃ پھر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہو گی
اگر احد العاقدین کے واسطے چند قفیز معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک شخص لے اور باقی دونوں میں نصفا نصف ہو او ما یخرج من موضع معین
یا ایک کے واسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہو اور باقی نصفا نصف او رفع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج
اٹھا لے یعنی جس قدر اس نے بیج ڈالا اس کو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او رفع الخراج الموظف وتنصیف الباقی بعد رفعہ
یا خراج موظف کا نکال لینا اور اس کے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کر لینا شرط ہو م تنصیف الباقی چاروں مسئلوں سے متعلق ہے
اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تا کہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان صورتوں میں مزارعت اس واسطے باطل
ہوئی کہ غلہ میں گاہے قطع شرکت ہو سکتی ہے اس واسطے کہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف
کذا فی الطحطاوی بخلاف شرط رفع خراج المقاسمۃ کثلث اور بع او شرط رفع العشر للارض او لاحدہما لانہ مشاع فلا یؤدی الی قطع الشرکۃ
برخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمت نکال لیا جائے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں حصہ زمین کا نکال لیا جائے
یا دسواں حصہ احد العاقدین لے تو مزارعت باطل نہیں اس واسطے کہ تہائی کا خراج اور عشر مشاع ہے یعنی غیر معین ہے تو یہ قطع شرکت
کی طرف نہیں پہنچاتا ہے او شرط التبن لاحدہما والحب للآخر ای تبطل لقطع الشرکۃ فیما ہو المقصود یا بھوسا شرط ہو ایک کے واسطے
اور دانہ دوسرے کے واسطے یعنی اس شرط سے مزارعت باطل ہو گی بسبب قطع ہو جانے شرکت کے اس میں جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج
او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسے کی تنصیف شرط ہو صاحب تخم کے سوا اور شخص کے واسطے
تو مزارعت باطل ہے اس واسطے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التبن والحب لاحدہما لقطع الشرکۃ فی المقصود
یا بھوسا نصفا نصف شرط ہو دونوں میں اور دانہ شرط ہو ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصود

Marfat.com

میں وان شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما ھو مقتضی العقد او لم یتعرض التبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں
میں نصفا نصف ہو اور بھوسا فقط صاحب تخم کا ہو چنانچہ یہی مقتضائے عقد ہے یا بھوسہ کا کچھ تعرض نہ ہوا تو مزارعت صحیح ہے ھم عدم تعرض
بھوسہ کا اس واسطے مبطل عقد نہ ہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور بھوسا اس کے تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا
کذا فی الدرر وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینھما تبعا للحب کذا قال المصنف تبعا للصدر وغیرہ لکن اعتمد صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال والتبن
بینھما وقیل لرب البذر اور اس وقت میں یعنی جب بھوسہ کا تعرض نہ ہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں نصفا
نصف ہوگا دانہ کے تابع ہوکر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعۃ وغیرہ کا تابع ہوکر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ
اسی کو مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اس نے کہا ہے اور بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت وفی
شرح الوھبانیۃ عن القنیۃ المزارع بالربع لا یستحق من التبن شیئا وبالثلث یستحق النصف میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے
کہ چوتھائی کا مزارع مستحق بھوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسے کا مستحق ہوتا ہے ھم مقتضائے فقہ یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں
مشترک ہو بقدر ان کے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اس کے مخالف ہو چنانچہ عنایہ میں مذکور ہے کہ جہاں عاقدین کی شرط منصوص نہ ہو وہاں عرف کا
اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا
ہے شرط اور عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہوگیا اور اس پر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانہ میں نجم الائمہ بخاری کا
جواب مختار ہے کہ مزارع بالربع کے واسطے کچھ بھوسا نہیں عرف اور رواج کے سبب سے کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا وکذا صحت لو
کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر او الارض لہ والباقی للآخر او العمل لہ والباقی للآخر فھذہ الثلثۃ جائزۃ اور اسی طرح
مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے
کا ہو یا عمل زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تین صورتیں جائز ہیں وبطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان
الارض والبقر لزید والبقر والبذر لہ والآخران للآخر او البقر او البذر لہ والباقی للآخر فھی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من
احدھما واحد والثلثۃ من الآخر فھی اربعۃ واذا کان من احدھما اثنان واثنان من الآخر فھی ثلثۃ اور مزارعت باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین
اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اس کا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار
تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہیں اس واسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل میں سے احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی
تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جب کہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں
ومتی دخل ثالث فاکثر بحصۃ فسدت اور جب کہ داخل ہو تیسرا شخص زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت فاسد ہوگی ھم اور اگر چار شخص شریک ہوں
مزارعت میں اس طرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے منع فرمایا ہے کذا فی الطحطاوی عن الوھبانیۃ وشرحھا واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جب کہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ
شرط کے موافق قسمت ہو ولا شئ للعامل ان لم تخرج شئ فی الصحیحۃ اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں
ھم اس واسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں برخلاف مزارعت فاسدہ چنانچہ اس کا بیان آگے آوے
گا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر درر اور زبردستی کی جائے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر جو انکار

Marfat.com

کرتا ہے مگر صاحب تخم کو اس پر جبر نہ ہوگا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء ملکہ اور جب کہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کی افزائش اور بڑھوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا ویکون للآخر اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی الشرط بالغا ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اس کے عمل یا اس کی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہے تو عامل کو اس کے عمل کی مزدوری دی جاوے گی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کی جاوے گی شرط پر پہنچے جہاں تک پہنچے محمد کے نزدیک وان لم یخرج شیئ فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہ ہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہووے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اس پر واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اس پر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل فی الارض فلا شیئ لہ بکرابہ حکما ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع ولیسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لغررہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جو تائی کی ہے تو قاضی کے حکم میں اس کے واسطے کچھ نہیں اجرت اس کے جوتنے کی اس واسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ اس کو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتوی دیا جائے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزارعت سے اس نے فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی المزارع دیانۃ اذا عمل کما مر اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جائے بسبب اس دین کے جو مضطر کر دے زمین کی بیع کرنے کی طرف جب کہ کھیت نہ اگا ہو لیکن دیانۃً واجب یہ ہے کہ مزارع کو راضی کیا جائے جب کہ وہ کچھ محنت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جو تائی کی اجرت اس کو دینا چاہیے ہم دین محوج[1] الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائیداد نہ ہو اس کے ادا کرنے کی ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کھیت اگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جائے تو زمین کی بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کر دے تو بیع جائز نہ ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پھر اگر مزارعت کی مدت گذر جائے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت واجب ہے بقدر اس کے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ہم یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تہائی ہو تو زمین کی اجرت کی تہائی اس پر واجب ہے والنفقۃ علیہما بقدر الحصص اور نفقہ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف مالو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی العامل اولوارثہ لبقاء العقد استحسانا کما سیجیئ برخلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مر گیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور نگہبانی کی اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اس کے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ آگے آوے گا ہم طحطاوی نے کہا یہ دوسرے محل کی گفتگو ہے اس کا ذکر آگے آوے دفع رجل ارضہ الی آخر علی ان یزرعہا بنفسہ وبقرہ والبذر بینہما نصفان والخارج بینہما کذلک فعملا علی ہذا فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون الخارج بینہما نصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکتہ فیہ والعامل یجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد ایک مرد نے اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود

---

[1] قرض جیسے حاجت مند کرنے والا ۱۲

Marfat.com

اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں اسی طرح نصفا نصف ہے سو مزارع اور اس کے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اس کے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کے واسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے وکذا لو کان البذر ثلثین من احدہما وثلثہ من الآخر والربع بینہما نصفین او علی قدر بذرہما فہو فاسد ایضا لاشتراطہ الاعارۃ فی المزارعۃ عمادیۃ اور اسی طرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور حاصل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا غلہ بقدر ان کے بیج کے تو وہ بھی فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت میں کذا فی العمادیۃ یعنی اس واسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی الطحطاوی واعلم ان نفقۃ الزرع مطلقا بعد مضی مدۃ المزارعۃ علیہما بقدر الحصص اور معلوم کر کہ کھیت کا خرچ مطلقاً بعد گذر جانے مدت مزارعت کے دونوں پر ہے بقدر ان کے حصوں کے ہم مطلقاً یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اس کے کذا فی الحلبی واما قبل مضیہا فکل عمل قبل انتہاء الزرع کنفقۃ بذر ومؤنۃ حفظ وکری نہر علی العامل ولو بلا شرط فاذا تناہی لبقی مالا مشترکا بینہما فتجب علیہما مؤنتہ کحصاد ودیاس کذا حررہ المصنف وحمل علیہ اصل صدر الشریعۃ فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت سے وہ عامل پر ہے اگرچہ اس کی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہنچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہے گا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اس کا واجب ہوگا چنانچہ کھیت کے کٹنے اور دائیں چلانے[ع] کی اجرت اسی طرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی ما قبل مضی مدت پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم صدر الشریعۃ نے یوں کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کھیت کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ محمول قبل انقضائے مدت مزارعت پر تا بقاء عقد اور استحقاق عمل عامل پر مقصود کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق فان شرطاہ علی العامل فسدت کما لو شرطاہ علی رب الارض پھر اگر عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے جیسے کہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی بخلاف مالو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل فیہ جمیعا علی العامل او وارثہ لبقاء مدت العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج علیہ الی انتہاء الزرع کما مر بر خلاف سابق یہ صورت ہے کہ اگر صاحب زمین مر گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اس میں تمام عمل عامل پر ہے یا اس کے وارث پر بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جس کی طرف حاجت ہے تا انتہاء زرع چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حلبی نے کہا قولہ بخلاف مرتبط ہے قولہ ونفقۃ الزرع علیہما بالحصص سے ولو مات قبل البذر بطلت ولا شیٔ لکرابہ کما مر وکذا لو فسخت بدین محوج مجتبی اور اگر زمین کا مالک مر گیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد باطل ہو گیا اور مزارع کی جوتائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسی طرح جوتائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو مضطر کر دے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس ونسف علی العامل عند الثانی للتعامل وہو الاصح وعلیہ الفتوی ملتقی اور صحیح ہے شرط کر لینا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور مانڈنا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا (بیلوں سے روندنا) ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقی ہم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ

[ع] دائیں چلانا یعنی بیلوں کو کھلیان پر چلانا ۱۲

الغلۃ فی المزارعۃ مطلقا ولو فاسدۃ امانۃ فی ید المزارع ثم فرع علیہ بقولہ مزارعت میں مطلقاً اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہے مزارع
کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقول آئندہ فلا ضمان علیہ لو ہلکت الغلۃ فی یدہ بلا صنعۃ فلا تصح بہا الکفالۃ تو مزارع پر تاوان
نہیں اگر غلہ تلف ہوگیا اس کے پاس بدون اس کے کرتب کے تو غلہ کی ضامنی صحیح نہیں ثم لو کفل بحصۃ ان استہلکہا صحت المزارعۃ والکفالۃ
ان لم تکن علی وجہ الشرط والا فسدت المزارعۃ خانیۃ لیکن اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے حصہ کا اگر مزارع اس کو تلف کر ڈالے تو مزارعت
اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو مزارعت فاسد ہو جاوے گی کذا فی الخانیۃ
ھ کفالت مذکورہ اس واسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف ومثلہ فی الحکم المعاملۃ ای المساقاۃ
فان حصۃ الدہقان فی ید العامل امانۃ اور مزارعت کے مانند حکم میں معاملت یعنی مساقاۃ ہے اس واسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے ہاتھ میں
امانت ہے واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بہذا السبب لم یضمن فی المزارعۃ الفاسدۃ ویضمن فی الصحیحۃ لوجوب العمل
علیہ فیہا کما مر وہی فی یدہ امانۃ فیضمن بالتقصیر اور جب کہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہاں تک کہ کھیت خشک ہوگیا اس سبب سے
تو مزارع تاوان نہ دے مزارعت فاسدہ میں اور مزارعت صحیحہ میں تاوان دے بسبب واجب ہونے عمل کے مزارع پر صحیحہ میں نہ فاسدہ میں چنانچہ
مذکور ہو چکا اور غلہ اس کے پاس امانت ہے تو ضمان دے گا بسبب تقصیر کے فی السراجیۃ اکار ترک السقی عمدا حتی یبس ضمن وقت ما ترک السقی قیمۃ
نابتا فی الارض وان لم یکن للزرع قیمۃ قومت الارض مزروعۃ وغیر مزروعۃ فیضمن فضل ما بینہما سراجیہ میں ہے ایک مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ
دیا یہاں تک کہ کھیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں جمے کھیت کی قیمت ہو اس کا تاوان دے اور اگر کھیت کی کچھ قیمت
نہ ہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کی جائے تو جس قدر دونوں میں زیادتی ہو اتنا ضمان دے ھ یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس
ہو اور غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخر الاکار السقی ان تاخیرا معتادا لا یضمن والا ضمن مزارع نے سینچائی
میں تاخیر کی تو اگر ویسی تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہو جائے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے
شرط علیہ الحصاد فتغافل حتی ہلک ضمن الا ان یؤخر تاخیرا معتادا مزارع پر کھیت کاٹنا مشروط ہوا سو اس نے یہاں تک غفلت کی کہ وہ
تلف ہوگیا تو تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جس کی عادت ہے تو تاوان نہیں۔ ترک حفظ الزرع حتی اکلہ الدواب ضمن وان لم یرد الجراد
حتی اکل کلہ ان امکن طردہ ضمن والا لا بزازیۃ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہاں تک چھوڑی کہ اس کو چوپائے جانور کھا گئے تو تاوان دے
اور اگر اس نے ٹڈی نہ ہانکی یہاں تک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اس کا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا
فی البزازیۃ زرع ارض رجل بلا امرہ طالبہ بحصۃ الارض فان کان العرف جری فی تلک القریۃ بالنصف او بالثلث ونحوہ وجب ذلک ایک مرد
نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اس کے امر کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اس کا گاؤں میں
عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور مانند اس کے تو وہی واجب ہوگا حرث بین رجلین الی احدہما ان یسقیہ اجبر فلو فسدت قبل رفعہ للحاکم لا ضمان
علیہ وان رفع الی القاضی وامرہ بذلک ثم امتنع ضمن جواہر الفتاوی ایک کھیت ہے دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اس کے سینچنے
سے انکار کیا تو اس پر زبردستی کی جائے سینچنے میں اور اگر کھیت بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اس پر تاوان نہیں اور اگر اس
نے قاضی سے نالش کی اور اس نے اس کو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اس نے نہ مانا تو اس پر تاوان لازم ہوگا کذا فی جواہر الفتاوی ھ ظاہرا
اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت شترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اس واسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کر چکا

Marfat.com

رط البذر على المزارع ثم زرعها رب الارض ان على وجه الاعانة فمزارعة والا فنقض لها یعنی شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بویا صاحب زمین نے تو
یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے ودفع الارض المستاجرة من الاجير مزارعة جاز ان البذر من
ستاجر ومعاملة لم یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاۃ کے
تو جائز نہیں استاجر ارضا ثم استاجر صاحبها لیعمل فیها جاز الکل من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک
نے زمین اجارہ لی تا اس میں عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں ہم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد
سوائے مساقاۃ کے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں قلت وفی آخر باب جنایة البهيمة معزیا
اعة لبستانی ضیع امر البستان وغفل حتی دخل الماء وتلفت الكروم والحیطان قال یضمن الكروم لا الحيطان ولو فيه حصرم ضمن الحصرم لا العنب النهاية
ار حفظه علیها قلت ویضمن العنب فی عرفنا انتهى میں کہتا ہوں اور منح الغفار میں جنایة البهيمة کے آخر باب میں خلاصہ سے منقول ہے کہ بستانی
مساقی نے ضائع کر دیا کام باغ کا اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ پانی باغ میں داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیواریں تلف ہو گئیں
ب خلاصہ نے کہا کہ تاوان دے درختوں کا نہ دیواروں کا اور اگر درختوں میں خام انگور ہو تو اس کا بھی تاوان دے نہ پختہ انگور کا اس واسطے
اپنے کمال کو پہنچ گیا تو اس کی نگہبانی مساقی اور مالک دونوں پر واجب ہو گی میں کہتا ہوں اور ہمارے عرف میں انگور کا بھی تاوان
انتہی ما فی المنح انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فهو متبرع کمرمة دار مشترکة خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ
رع ہے یعنی اس نے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہیں کر سکتا جیسے مشترک گھر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک موجب رجوع نہیں
صورت اس کی یہ ہے کہ مزارع غائب ہے انقضائے مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لے کر اور صرف کیا غائب
پھیر لے خواہ کھیت باقی رہے یا تلف ہو جائے اور اسی طرح اگر مزارع محتاج ہو جس کا کچھ مال نہیں تو یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم
ی صرف کرے گا تو متبرع ہو گا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہو گئی اور مالک زمین غائب ہو گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے
اضی مزارع کو صرف کرنے کا حکم نہ دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت اس میں اور غائب میں مشترک ہے اور اگر بدون
قاضی خرچ کرے گا تو متطوع ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی مختصرا مات العامل فقال وارثه انا اعمل الى ان یستحصد فله ذلك وان ابى رب الارض
ی مزارع مر گیا سو اس کے وارث نے کہا کہ میں عمل کروں کھیت کاٹنے تک تو وہ اس کو درست ہے اگرچہ صاحب زمین نہ مانے کذا فی
تقی وفی الوہبانیة سے ویاخذ ارضا للیتیم وصیه مزارعة ان کان ما هو یبذر ۞ اور یتیم کا وصی یتیم کی زمین لے بطریق مزارعت اگر یتیم نہ ہو بیج
لے والا هم اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی سے ولو قال بذر الارض
ی مزارع ۞ له القول بعد الحصد والخصم منکر ۞ اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اسی کا قول مقبول ہو گا کھیت کاٹنے کے بعد اور
الا که طرف ثانی اس کا منکر ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم ۞

Marfat.com

کتاب المساقاۃ

یہ کتاب ہے مساقاۃ کے احکام میں لاتخفی مناسبتہا پوشیدہ نہیں مناسبت مساقاۃ کی مزارعت سے ہم اس واسطے کہ دونوں عقد شرعی ہیں تحصیل منفعت کے واسطے فرق اتنا ہے کہ مزارعت میں کھیت کی خبرگیری ہے سینچنے وغیرہ سے اور مساقاۃ میں باغ اور درختوں کی اصلاح ہے سنچائی وغیرہ سے ہی المعاملۃ بلغۃ اہل المدینۃ مساقاۃ اہل مدینہ کی زبان میں معاملت ہے یعنی اہل مدینہ مساقاۃ کو معاملہ کہتے ہیں فہی لغۃ وشرعا معاقدۃ دفع الشجر والکروم وہل المراد بالشجر مایعم غیر المثمر کالجوز والصفصاف لم ارہ الی من یصلحہ بجزء معلوم من ثمرہ تو مساقاۃ باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچھ اس کے معین پھلوں پر اور کیا شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو چنانچہ جوز اور صفصاف[1] کا درخت میں نے اس کو نہیں دیکھا کتب فقہ میں ہم یعنی مساقاۃ کے معنی لغوی اور شرعی میں کچھ فرق نہیں اور یہی قول نہایہ میں ہے اور ظاہر کلام زیلعی اور عینی اور مسکین اور درمختار پر دلالت کرتا ہے زیلعی نے اور اسی طرح صاحب درر نے کہا مساقاۃ معاملت ہے سقی سے حلبی نے کہا تعریف مساقاۃ میں ثمر مصرح ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکہ شامل ہوگی مگر یوں جواب دیا جائے کہ ذکر اس کا بنابر عادت حال کے ہے وہی کالمزارعۃ حکما وخلافا اور مساقاۃ مزارعت کے مانند ہے از راہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقاۃ صحیح نہیں برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقاۃ یہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے وکذا شروطا تمکن ہنا لیخرج بیان البذر ونحوہ اور اسی طرح مساقاۃ مزارعت کے مانند ہے ان شروط میں جو یہاں ممکن ہیں امکان کی قید اس لیے لگائی تا بیج وغیرہ کا جیساکہ اس کی جنس اور مقدار کا بیان کرنا نکل جاوے ہم شروط ممکنہ مساقاۃ چنانچہ اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کر دینا عامل اور اشجار میں اور شرکت پھل میں جو پیدا ہوا الافی اربعۃ اشیاء فلا تشترط ہنا اذا امتنع احدہما یجبر علیہ اذ لا ضرر بخلاف المزارعۃ کما مر مگر چار چیزوں میں سو وہ یہاں شرط نہیں ہوتی ایک یہ کہ جب کہ احد العاقدین انکار کرے تو اس پر مساقاۃ میں جبر کیا جاوے گا اس واسطے کہ کوئی ضرر نہیں برخلاف مزارعت چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت میں انکار کرے تو اس پر جبر نہیں واذا انقضت المدۃ ترک بلا اجر ویعمل بلا اجر وفی المزارعۃ باجر اور جب کہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہو جائے تو چھوڑ دیا بدون اجر کے اور اس میں عمل کیا جائے بدون اجر کے اور مزارعت میں اجرت کے ساتھ ہم یعنی مدت مساقاۃ اگر منقضی ہو جائے اور پھل خام ہوں تو عامل کو جائز ہے کہ خبرگیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک جس طرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت میں مزارع پر اجرت زمین کی بقدر اس کے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات میں بقدر اس کے حصہ کے اجرت واجب نہیں اس واسطے کہ اشجار کا اجارہ درست نہیں برخلاف مزارعت کے کہ وہاں زمین کا اجارہ ہوگا اور وہ درست ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واذا استحق النخیل یرجع العامل باجر مثلہ وفی المزارعۃ بقیمۃ الزرع اور جب کہ نخلستان میں استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی اجرت مثل بھر لے اور مزارعت میں کھیت کی قیمت

---

[1] صفصاف بالفتح درخت بید کو کہتے ہیں اور جوز کی جگہ سرو یعنی سرو ہوتا تو اچھا ہوتا ۱۲ ⁂

Marfat.com

ھم عامل اس وقت اجر مثل لے گا جب کہ کھجور مثمرہ ہو اور اگر پھل نہ ہوں تو کچھ اجر نہیں کذا فی الطحطاوی عن تاتارخانیہ والرابع بیان المدۃ لیس بشرط ھنا استحسانا للعلم بوقتہ عادۃ اور چوتھی چیز جو مزارعت میں شرط ہے اور مساقاۃ میں نہیں بیان کرنا ہے مدت کا بیان مدت یہاں استحسانا شرط نہیں بسبب معلوم ہونے اس کے وقت کے بطریق عادت کے ھم یعنی پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اس میں کم تفاوت پڑتا ہے وحینئذ تقع علی اول ثمر تخرج فی اول السنۃ اور اس وقت یعنی در صورت عدم ذکر مدت مساقاۃ واقع ہوگی پہلے پھل پر اور جو پیدا ہوا اول سال میں ھم یعنی مساقاۃ منعقد ہوگی اول ثمر پر جو اس سال میں خارج ہوا اس واسطے کہ وہ متیقن ہے اور مابعد اس کا مشکوک ہے وفی الرطبۃ علی ادراک بذرھا اذا الرغبۃ فیہ وحدہ اور در صورت عدم بیان مدت رطبہ میں مساقاۃ منعقد ہوگی اس کے بیج کے پکنے پر اس واسطے کہ اس کی فقط بیج ہی میں رغبت ہوتی ہے ھم رطبہ بفتح اول ولایت میں عمدہ چارہ ہے ایک بار کا بویا سالہا سال رہتا ہے اس کے بیج کی زیادہ قدر ہوتی ہے طحطاوی نے کہا رطبہ جب تک تر رہتا ہے اس کو قضب کہتے ہیں اور اہل مصر برسیم کہتے ہیں اور خشک کو درلیس بولتے ہیں اور بعضوں نے کہا رطبہ سے بقول مراد ہیں چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے اگلی عبارت میں انتہی اور فارسی میں رطبہ کو سپست[۱] کہتے ہیں

فان لم تخرج فی تلک السنۃ ثمرۃ فسدت اور اگر اس سال میں پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدۃ لا تخرج الثمرۃ فیھا فسدت اور اگر ایسی کم مدت ذکر کرے جس میں پھل ہو پیدا تو مساقاۃ فاسد ہے ولو تبلغ الثمرۃ فیھا اولا تبلغ صح لعدم التیقن بفوات المقصود اور اگر اتنی مدت مذکور ہو کہ گاہے اس میں پھل پختہ ہو اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے ھم بلکہ اس مدت میں مقصود کا احتمال ہے اور بسبب حدوث آفت کے احتمال موجود ہے ہر مساقاۃ اور مزارعت میں فلو خروج فی الوقت المسمی فعلی الشرط لصحۃ العقد والا فسدت فللعامل اجر المثل لعدم عملہ الی ادراک الثمر تو اگر پھل پیدا ہوا وقت مسمے میں تو مساقاۃ اپنے مشروط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہو جانے عقد کے اور اگر پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہے سو عامل کے واسطے اجرت مثل ہے تا کہ اس کا عمل ہمیشہ جاری ہے پھل پکنے تک ولو دفع غراسا فی ارض لم تبلغ الثمرۃ علی ان یصلحا فما خرج کان بینھما تفسد ھذہ المساقاۃ ان لم یذکر اعواما معلومۃ وان ذکر ذلک صح اور اگر ایسے پودے درخت کے جو زمین میں قائم ہیں اور ہنوز ان کے پھلنے کی نوبت نہیں پہنچی مالک نے باغبان کو دیے اس شرط پر کہ ان کی خبرگیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہوا وہ دونوں میں نصفا نصف ہو تو یہ مساقاۃ فاسد ہے اگر وہ چند سال معین کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے اس کو تو عقد صحیح ہے ھم بیان مدت اس صورت میں اس لیے ضرور ہوا کہ نئے درختوں کا پھل لانا نہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اس کا اول ثمر پر محمول کرنا ممکن نہیں کذا فی الزیلعی وکذا لو دفع اصول رطبۃ فی ارض مساقاۃ ولم یسم المدۃ اور اسی طرح مساقاۃ فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑیں جو زمین کے اندر ہیں بطور مساقات کے دیں ھم یعنی بقاء اصول تک مساقاۃ فاسد ہے اس واسطے کہ اس کی انقطاع کی حد مقرر نہیں کیونکہ رطبہ کی جڑیں بڑھا کرتی ہیں جب تک زمین میں قائم ہیں تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز وان لم یسم المدۃ ویقع علی اول جزہ یکون برخلاف رطبہ کے کہ اس کی مساقاۃ جائز ہے اگرچہ مدت مذکور نہ ہو اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ھم اس واسطے کہ اس کی نہایت کی حد ہے چنانچہ چھ مہینے کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ انتھی جذاذھا علی ان یقوم علیھا حتی یخرج بذرھا ویکون بینھما نصفین جاز بلا بیان المدۃ والرطبۃ لصاحبھا اور اگر مالک وہ رطبہ دے جس کے قطع کا وقت منتہی ہو گیا اس شرط پر کہ عامل اس کی خبرگیری کیا کرے یہاں تک کہ اس کا بیج پیدا ہو اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہو تو مساقاۃ جائز ہے بدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ اس کے مالک کی ہے ھم اس واسطے کہ بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے

---

[۱] بفتح سین مہملہ وکسر بار فارسی وسکون سین مہملہ ساگ نرم اور چکنا ہے جس کے کھانے سے مواشی فربہ ہو جاتے ہیں ۱۲

Marfat.com

اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو مناصفہ شرط کرنا صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اس واسطے کہ عامل کی محنت کا اسمیں کچھ اثر نہیں کذا فی الدرر ولو شرطا الشرکۃ فیہما ای فی الرطبۃ فسدت لشرطہما الشرکۃ فیما لم ینمو بعملہ اور اگر دونوں نے رطب میں بھی شرکت شرط کی تو مساقاۃ فاسد ہے اس واسطے کہ انھوں نے اس میں شرکت شرط کی جو نہیں بڑھا عامل کی محنت سے یعنی رطبہ تو موجود تھا اس کی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم والشجر والرطاب المراد منہا جمیع البقول واصول الباذنجان والنخل وخصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقاۃ صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب میں اس سے مراد جمیع بقول ہیں اور مساقاۃ صحیح ہے بیگن کی جڑوں میں اور کھجور میں اور امام شافعی نے مساقاۃ کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور میں لو فیہ ای الشجر المذکور ثمرۃ غیر مدرکۃ یعنی تزید بالعمل وان مدرکۃ قد انتہت لا تصح کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہے اگر درخت مذکور میں کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہنچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مزارعت کے مانند عدم حاجت کے سبب سے ودفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ لیغرس وتکون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشتراط الشرکۃ فیما ہو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان فتفسد زمین سفید یعنی خالی صاف زمین دی مدت معین پر تاکہ عامل اس میں درخت لگا دے اور زمین اور درخت دونوں میں نصفا نصف ہو تو مساقاۃ صحیح نہیں بسبب مشروط ہونے شرکت کے اس چیز میں جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیز الطحان کے مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللآخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ میں پھل اور درخت صاحب زمین کا ہے اس کی زمین کا تابع ہو کر اور دوسرے شخص یعنی عامل کے واسطے اس کے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانے کے دن تھی اور اس کے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف الارض ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلا بشئ قلیل لیعمل فی نصیبہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہ حیلہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعوض آدھی زمین کے بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا تین سال کے واسطے نوکر رکھ لے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کر کے درخت تیار کر دے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ تو اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہوگا اور اسی طرح عامل نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ٹھہرے گا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے جس میں درخت پھلنے کے لائق ہو جاویں ذہبت الریح بنواۃ رجل والقتہا فی کرم آخر فنبت منہا شجرۃ فہی لصاحب الکرم اذ لا قیمۃ للنواۃ ایک مرد کی گٹھلی کو ہوا اڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں اس کو ڈالا سو اس سے درخت جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اس واسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وکذا لو وقعت خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ لا تنبت الا بعد ذہاب لحمہا اور اسی طرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین میں گرا پھر وہاں جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اس واسطے کہ شفتالو نہیں جمتا مگر اس کے گوشت کے جانے کے بعد یعنی جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احدہما ومضی مدتہا والثمر فی ہذا قید لصورتی الموت ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہو جاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقاۃ کی مدت منقضی ہو جانے سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یہ یعنی خامی ثمر موت اور انقضائے مدت دونوں کی قید ہے فان مات العامل تقوم ورثتہ علیہ ان شاء وا حتی یدرک الثمر وان کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مرگیا تو اس کے وارث اس پر قائم رہیں اگر چاہیں یہاں تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی زمین کا مالک اس کو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر ان پر جبر نہ ہوگا اور مالک زمین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہے چاہے وارثوں کے ساتھ وہ بھی

بقیہ حاشیہ ٭ (دیکھئے سطر کا حاشیہ)

Marfat.com

کچا پھل توڑ لے اور قسمت کر لے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے خرچ کرے پھلوں کی خبر گیری کرا دے
ان کی پختگی تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ سے جو پھلوں میں ہے مجرا کر لے کذا فی الطحاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان
وان کرہ ورثۃ الدافع دفعا للضرر اور اگر دینے والا یعنی مالک زمین مرجائے تو قائم رہے عامل عمل پر جس طرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث
راضی نہ ہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ھم اور اگر عامل کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اس کو اختیار ہے اس واسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اس کے
ضرر دفع کرنے کے واسطے تھا اور اگر وہ راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہو گا اور مالک زمین کے وارثوں کو خیارات ثلثہ متقدمہ ہیں کذا فی الطحاوی
وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل کما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مرگئے تو اس میں عامل کے وارثوں کا اختیار ہے چنانچہ
مذکور ہو چکا وان لم یمت احدہما بل انقضت مدتہا ای المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین سے کوئی
نہ مرگیا بلکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہو گئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جس طرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے
نہ عمل کرے وتفسخ بالعذر کالمزارعۃ کما فی الاجارۃ اور مساقاۃ فسخ کی جاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند چنانچہ اجارات میں فسخ ہوتا
ہے عذر سے ومنہ کون العامل عاجزا عن العمل وکونہ سارقا یخاف علی ثمرہ وسعفہ دفعا للضرر اور منجملہ عذرات عامل کا عاجز ہونا
عمل سے اور اس کا چور ہونا کہ اس کی طرف سے خوف ہو اس کے پھل اور شاخوں پر فسخ جائز ہوا دفع ضرر کے واسطے فروع مسائل ملحقہ شارح
کے ما قبل الادراک کسقی وتلقیح وحفظ فعلی العامل وما بعدہ کجذاذ وحفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقا ملتقی والاصل ان ما کان من
عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وبعدہ کحصاد علیہما کما بعد القسمۃ فلیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہے چنانچہ سینچنا اور تلقیح خرما اور نگہبانی سو
وہ عمل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہے جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونوں پر لازم ہے اور اگر عمل بعد از پختگی بھی عامل
پر شرط کیا جائے تو مساقاۃ فاسد ہو گی بالاتفاق کذا فی الملتقی اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے
اور جو بعد پختگی ہو چنانچہ قطع کرنا وہ دونوں پر ہے چنانچہ قسمت کے بعد دونوں پر ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے دفع کرمۃ معاملۃ بالنصف
ثم زاد احدہما علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم وان زاد العامل جاز لانہ اسقاط مالک نے انگور کی بیل نصفا نصف
پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ یہ ہبہ
ہے اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہے اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر
لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ لانہ شریک فیقع العمل لنفسہ درخت دے اپنے شریک کو بطور مساقاۃ کے تو جائز نہیں اور اس کے واسطے اجرت
بھی نہیں اس واسطے کہ وہ شریک ہے تو عمل اس کی ذات کے واسطے واقع ہو گا ھم یعنی عمل اصالتاً اپنی ذات کے واسطے ہو گا اور بقاعیر
کے واسطے وفی الوہبانیۃ ہے وما للمساقی ان یساقی غیرہ ❊ وان اذن المولی لہ لیس ینکر ❊ اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہیں
یہ کہ اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اس کو تو معیوب نہیں ھم یعنی اگر مالک یوں کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے
سے عامل کو مساقاۃ کرنا درست ہے جیسے شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر ناظم بجائے اذن اطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا
فی الطحاوی وفی معایاتہا ہے وای شیاہ دون ذبح یحلہا ❊ وای المساقی والمزارع یکفر ❊ اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں سے یہ پہیلی ہے اور
کس بکری کو ذبح کرنے کے شارع حلال رکھتا ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہیں ھم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ بکری مراد

ھ زکی شگوفہ کا پانی مادہ میں پہنچانا تا کہ مور لا دے ۱۲ ❊

Marfat.com

ہے جو جنگل میں وحشی ہوگئی کسی طرح اس کے مالک کو نہیں ملتی ہے کہ اس کو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہوجاتی ہے خواہ زخم ہاتھ پاؤں میں لگے خواہ پیٹ یا پیٹھ میں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہے اس واسطے کہ کفر لغت میں بمعنی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کاشت کار تخم بوتا ہے تو اس کو خاک میں چھپاتا ہے تو یہاں کافر لغوی مراد ہے نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منح الغفار میں ہے کہ محمد بن فضل کے فتاوی میں کہا کہ قولہ تعالیٰ (یا ایہا الذین آمنوا کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً) میں حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین لے بطریق مزارعت یا مساقاۃ کے یا اپنی زمین میں زراعت کرے اس طرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ میں ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کرے گا وقت مستحب سے تو اس کی زراعت طیب نہ رہے گی اور اسی طرح اگر بیج بو دے گا یا درخت لگا دے گا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دے گا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کرے گا کہ پسینہ مزدور کا خشک ہوگیا یا ادائے ثمن میں مدت معین کے ہو جانے کے بعد تاخیر کرے گا یا ثمن متفرق دے گا بدون رضامندی بائع کے تو اس کی کھیتی طیب نہ رہے گی اور مستحب یہ ہے کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کر کے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتیں نماز پڑھے اور یہ دعا کرے (اللہم[1] انی عبد ضعیف سلمت ہذا الیک فسلمہ لی وبارک لی فیہ) پھر درود پڑھے حق سبحانہ تعالیٰ اس کھیت کو آفات سے بچا دے گا اور اس میں برکت کرے گا اور جب کھیت پختہ ہو تو مستحب مؤکد یہ ہے کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کر کے قبلہ رخ بیٹھے اور نہیں تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے (یارب[2] القیت بذراً قلیلاً واعطیتنی شیئاً کثیراً فاجعلہا قوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین) اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی بتصرف واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ؂

---
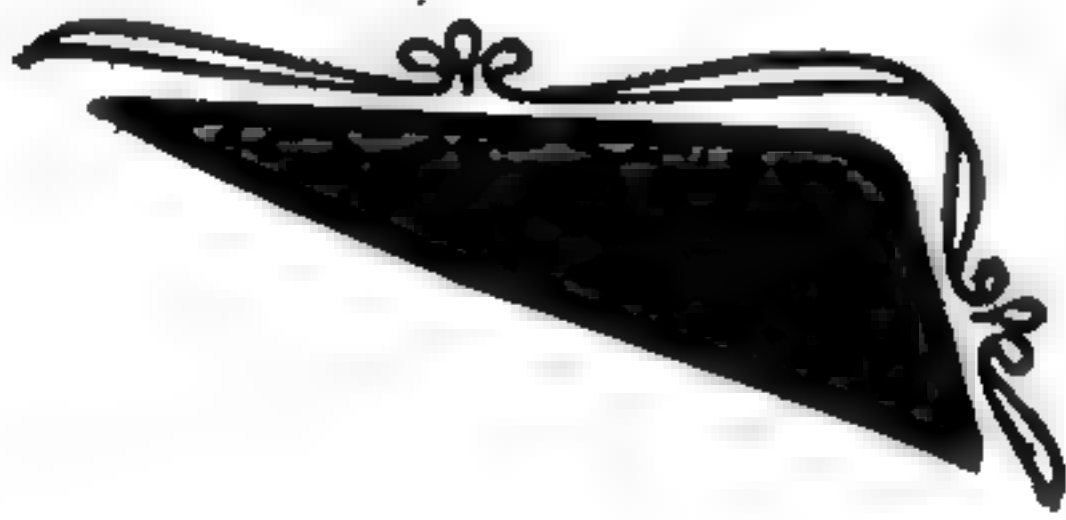
[1] الٰہی میں بندہ ضعیف ہوں اس کو میں نے تیرے حوالہ کیا تو اس کو میرے حوالے کرنا اور مجھ کو اس میں برکت دینا ۱۲ ؂

[2] الٰہی میں نے تھوڑا بیج ڈالا اور تو نے مجھ کو بہت کچھ دیا پس اس کو غذائے طاعت کر اور غذائے معصیت مت کر، اور مجھ کو شکر گذاروں میں سے کر ۱۲ ؂

Marfat.com

کتاب الذبائح

یہ کتاب ہے حیوانات مذبوحہ کے احکام میں ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہا اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات واللحم فی المآل مناسبت کتاب الذبائح کی کتاب المزارعت سے ہونا دونوں کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار میں مترجم مناسب یہ تھا کہ شارح ذبائح اور مساقاۃ میں مناسبت مذکور کرتا اس واسطے کہ ذبائح مساقاۃ کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت میں یوں کہنا حق ہے ہر ایک میں خورش انسانی مذکور ہے مساقاۃ میں پھل اور ذبائح میں گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر واما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جائے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ الذبح خرج السمک والجراد فیحلان بلا ذکاۃ ودخل المتردیۃ والنطیحۃ وکل مالم یذک ذکاۃ شرعیا اختیار یاکان او اضطراریا جو جانور کہ شرعاً لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نہ کیا جائے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارح نے کہا یا قت ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونوں حلال ہیں بدون ذبح کے اور حرمت میں داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے مر گیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو حیوان کہ ذبح نہ کیا گیا مترجم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو متن کی عبارت میں تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قید نہ رہا تعریف میں انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا وذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن میں سے جہاں کہیں زخم واقع ہو مترجم کوچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہیں ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام وتشدید باء نحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے مترجم دامنح تر زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے اتقانی نے کہا کہ لبہ سر سینہ ہے اور لحیان ذقن ہے اور مصباح میں ہے لبہ فتحتر موضع ہے اس کے نحر کرنے کا فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر سے کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ؟ او اسفلہ وہو مجری النفس علی الصحیح اور ذبح کے عروق میں سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اس کے اوپر یا اس کے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے بر قول صحیح جس کو اہل ہند نرخرا کہتے ہیں مترجم ہدایہ میں کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال باشا نے کہا کہ ذبح جائز نہیں فوق العقدۃ یعنی گرہ کے اوپر اور بعضوں نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علماء نے اگرچہ عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری میں سے ایک کا قطع سب کے نزدیک ضروری ہے اور جب کہ عقدہ حلقوم میں سے جانب سر کچھ باقی نہ رہے گا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہو گا تو وہ ماکول نہ ہو گا بالاجماع اور اسی طرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے کہا ہے اور فتاویٰ عالمگیری اور تجنیس اور مزید میں واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر اد زیلعی اور اس کے ساتھیوں کا قول حق ہے بالجملہ احتیاطا

Marfat.com

یہ ہے کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصرا **والمری ہو مجری الطعام والشراب** اور منجملہ عروق اربعہ مری ہم وزن امیر ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطبا نے تصریح کی ہے کہ اقتضائے فم میں دو منفذ ہیں ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کی طرف اس کو قصبہ ریہ کہتے ہیں اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کی طرف اس کو مری بولتے ہیں اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے ہے اور مری اس کے پیچھے ہے پشت کی طرف **والودجان مجری الدم** اور منجملہ عروق اربعہ ودجان ہیں جن میں خون پھرتا ہے جن کو شاہ رگ بولتے ہیں ہم دونوں رگیں حلقوم اور مری کے چپ و راست واقع ہیں یہ چاروں عروق ذبح کے واسطے اس لیے متعین ہوئیں کہ دونوں شاہ رگ کا قطع خون نکل جانے کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکل جاوے کذا فی الطحطاوی **وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا** اذ للاکثر حکم الکل اور حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ میں سے تین رگوں کے کٹ جانے سے کوئی کیوں نہ ہو اس واسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہے ہم تین رگوں کا قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ خواہ حلقوم اور دو شہ رگ خواہ مری اور دو شہ رگ **وہل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف**[۱] اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق اربعہ میں سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اس میں خلاف ہے ہم شبلی نے حاشیہ میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ میں سے کوئی تین رگیں جب کہ قطع ہو جاویں تو ذبیحہ حلال ہے اور ابو یوسف سے تین روایتیں ہیں ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہو چکی دوسری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگوں کا قطع کرنا شرط ہے تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا ضروری ہے یعنی اگر ہر رگ دو حصہ قطع ہو جائے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی **وحل الذبح بکل ما افری الاوداج** اراد بالاوداج کل اربعۃ تغلیبا **وانہر الدم** ای اسالہ **ولو بنار او بلیطۃ** ای قشر قصب **او مروۃ** ہی حجر ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا باڑھ دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کے مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہیں ہم شبلی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ رکھی جائے موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونوں شہ رگ کو قطع کر دے تو اس کا کھانا حلال ہے اس کو قدوری نے اپنی شرح میں مذکور کیا ہے انتہی اور اس کے خط سے حاشیہ پر یوں مذکور ہے کہ یہ روایت اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی **الا سنا وظفرا قائمین** مگر جمے ہوئے دانت اور جمے ناخن سے ذبح کرنا حلال نہیں **ولو کانا منزوعین حل عندنا مع الکراہۃ** لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت اور ناخن منزوع ہوں یعنی علیحدہ اور جدا ہوں منہ اور انگلی سے تو ہم حنفیوں کے نزدیک ان سے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اس واسطے کہ اس میں ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کند چھری سے مکروہ ہے ہم امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث میں منع وارد ہے کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانتوں اور ناخن سے ذبح کرتے تھے اور حنفیوں کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیوں سے یہی صادر ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اکراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت

---

[۱] بعضے نسخوں میں اس کے بعد یہ بھی مذکور ہے وصحح البزازی قطع حلقوم ومری واکثر ودج یعنی بزازی نے تصحیح کی ہے کل حلقوم اور مری کی اور ایک شہ رگ میں سے اکثر کے کٹنے کی اور بعضے نسخوں میں یہ عبارت بھی ہے وصحح انہ یکفی من الحیوۃ قدر ما یبقی فی المذبوح ۱۲

اس پر دلالت کرتی ہے **وندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا الی المذبح** اور مستحب ہے تیز کر لینا چھری کا ذبح کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جس طرح اس کا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے ھم حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کرنا ہر چیز پر فرض کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح کرو اور چاہیے کہ تیز کر لے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو **وذبحہا من قفاہا** ان بقیت حیۃ حتی تقطع العروق والا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اس کی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک اور اگر اس قدر زندہ نہ رہے تو اس کا کھانا حلال نہیں بدون مذبوح کے مر جانے سے ھم وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اس واسطے کہ اس میں بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے **والنخع** بفتح فسکون بلوغ السکین النخاع وھو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح شدید یہاں تک کہ حرام مغز تک چھری پہنچ جائے شارح نے کہا نخع بفتح نون وسکون خائے معجمہ پہنچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر ھم نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی گریوں میں دنبالہ کے مانند واقع ہے طحطاوی نے کہا بعضوں نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈے ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہے جیسا کہ زیلعی میں ہے **وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد** ای تسکن من الاضطراب وھو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے یعنی سکون من الاضطراب کے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہیں یعنی برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اس واسطے کہ گاہے سکون عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بے فائدہ یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی **وکرہ ترک التوجہ الی القبلۃ** لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے **وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان کان صیدا** فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محرم نہ ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم ہونا اس وقت شرط ہے جب کہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا حلال نہیں مطلقا خواہ ذابح محرم ہو یا حلال ھم پس اگر محرم ہو اور شکار کو حلال کرنے تو وہ حلال ہے **او کتابیا ذمیا او حربیا** الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی مگر جب کہ اس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جائے تو ذبیحہ حلال نہیں ھم یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ اس واسطے حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور اصل اس میں یہ آیت قرآنی ہے (وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم) یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جس کو وہ ذبح کریں اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اس میں اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ مجمل کذا فی الدر رفتاویٰ عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اس وقت کھایا جائے جس وقت ذبح کے وقت مسلم وہاں موجود نہ ہو اور کتابی سے کچھ سنا نہ ہو یا ذبح کے وقت اس سے فقط اللہ تعالیٰ کا نام سنا ہو اور جب کہ کچھ نہ سنا ہو تو اس پر محمول ہے کہ اس نے خدا کا نام لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جب کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علماء نے کہا ہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جب کہ وہ تصریح کرے اس طرح بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثۃ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہیں انتہی **فتحل ذبیحتہما ولو الذابح مجنونا او امرأۃ او صبیا یعقل التسمیۃ والذبح** ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالیٰ کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجھتا سمجھتا ہو اور ذبح کر سکتا ہو

Marfat.com

م یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ اس وقت حلال ہوتا ہے جب کہ اس پر خدا کا نام لیا جائے اور دیوانہ او رصغیر جب کہ نام خدا کو سمجھتے ہوں اور ذبح کرنا جانتے
ہوں اور اس پر قادر ہوں تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہیں کذا فی الدر رمنح الغفار میں ہے کہ اگر مجنون او رصغیر ایسے ہوں کہ تعقل اور ضبط التسمیہ نہ کریں تو ان کا
ذبیحہ حلال نہیں طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اس وقت وہ حائض ہو یا نفاس دال یا جنب **او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم**
اور کتابی کا حلال ہے اگرچہ اس کا ختنہ نہ ہوا ہو کہ وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اس کا دین قائم مقام
نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کے مانند ہے یعنی جو ذابح کہ ذبح کے وقت نام خدا لینے سے بھول جائے بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی
المنح لا تحل ذبیحہ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی حلال نہیں ذبیحہ غیر کتابی کا منجملہ بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی
کے یعنی دیو پری م جن کا ذبیحہ اس واسطے حلال نہ ہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح الجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے
چنانچہ اشباہ میں ہے ملتقط سے اور ظاہر اَحل اس کا وہ ہے جب کہ جن آدمی کی صورت پکڑ کے ذبح نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت پر ہو کر ذبح کرے
تو بنظر ظاہر صورت کے اس کا ذبیحہ حلال ہو اس کی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجبری لو ابوہ سنیا ولو ابوہ جبریا حلت اشباہ لانہ صار کمرتد قنیۃ
اور حلال نہیں ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اس کا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ اس واسطے کہ سنی کے فرزند نے جب جبری مذہب
اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تو وہ مرتد کے مانند ہو گیا کذا فی القنیۃ م مصنف نے منح الغفار میں کہا اور فوائد زینیہ میں ہے کہ جائز نہیں
ذبیحہ جبری کا اگر اس کا باپ سنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلت ہے میں کہتا ہوں اور ظاہر اصاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشباہ کا یہ قول قنیہ سے
لیا ہے اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابوعلی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اس کے آباء اور اجداد مجبرہ ہوں تو وہ ذمیوں کے مانند ہیں
اور اگر ان کے باپ اہل عدل سے ہوں تو حلال نہیں اس واسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہیں انتہی ما فی القنیۃ میں کہتا ہوں اور صاحب قنیہ کی
مراد ابوعلی سے ابوعلی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد ہیں اس واسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ
کہتے ہیں چنانچہ بیہقی جیشمی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہیں ان کے گمان میں چنانچہ علم کلام میں مذکور ہے
تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبرہ سے بدل ڈالا انتہی ما فی المنح اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں ہے اور ظاہر اً مصنف یعنی صاحب اشباہ
نے جبریہ اور مجبرہ کے فرق کی طرف التفات نہیں کیا اور جبریہ اہل ہوائے اور اہل بدعت ہیں اور عقیدہ ان کا یہ ہے کہ بدون استطاعت اور قدرت
افعال کی اصلا نہیں اور تمام خلق اپنے افعال میں مجبور ہیں انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر میں علماء سلف اور خلف میں اس کا اختلاف ہے اور اس
میں شک نہیں کہ جس کا مذہب اور موتوی بدعت الی الکفر ہو اور وہ تاویل نہ کرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جس کا مذہب بطریق تاویل کے ہو
اور اجتہاد او رخطا باعث بدعت کی ہو تو اس کے تکفیر میں اختلاف ہے بعضے علماء تمام بدعت اہل کو کافر کہتے ہیں اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہاء اور
متکلمین سے اور بعض نے ان کو جماعت مسلمین سے نہیں نکالا ہے اور وہ اکثر فقہاء اور متکلمین ہیں سو انھوں نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہیں ان پر
احکام اسلام کے جاری ہیں اور مسلمین سے میراث پاویں گے ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں کہا ہاں اکثر اہل مذہب ان کو کافر کہتے ہیں لیکن یہ کلام
فقہاء مجتہدین کا نہیں اور غیر فقہاء کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہی ما فی تبئین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ
مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ اس کا باپ سنی ہو یا جبری شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنے
کے اس کو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً بخلاف یہودی او مجوسی تنصر لانہ یقر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ملک
عند الذبح حتی لو تمجس یہودی لا یحل ذکاتہ برخلاف اس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ وہ ثابت رکھا

Marfat.com

جاوے گا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جس کی طرف اس نے انتقال کیا یعنی اس واسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہو گی ذبح کے وقت تو اگر یہودی مجوسی ہو جائے تو اس کا ذبح حلال نہ ہو گا والمتولد بین مشرک وکتابی کتابی لانہ اخف اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی تو کے مانند ہے یعنی اس کا ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ کتابی سبکتر ہے یعنی مشرک سے اس کی بدی کمتر ہے **وتارک تسمیۃ عمدا خلافا للشافعی** اور حلال نہیں ذبیحہ اس کا جو نام خدا قصداً ترک کرے ذبح کے وقت برخلاف امام شافعی کے **ھم** بقولہ تعالیٰ (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اس کو جس پر اللہ کا نام مذکور نہ ہو اور امام شافعی سے پہلے اس کی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اس کا نافذ نہ ہو گا اس واسطے کہ مخالفت اجماع کے ہے **فان ترکہا ناسیا حل خلافا لمالک** پھر اگر نام خدا بھول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنی ان کے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ سے حلت نہیں ہوتی **ھم** ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہے عذر سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کر دیا چنانچہ اکل ناسیا کو قائم مقام امساک کے کر دیا صوم میں اسی سبب سے **وان ذکر مع اسمہ تعالیٰ غیرہ فان وصل** بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع لعدم العطف فیکون مبتدئا لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم درر اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملا دے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان اور منی یعنی قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے یہ ہے یوں کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ بر فتح دال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ مبتدا ہوا یعنی تو جدا کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہو گا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان **ھم** حموی میں نوازل سے منقول ہے کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہو گا اور فتاویٰ عالمگیری میں نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا اذا عرف النحو بعضوں نے کہا یہ یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے حرام ہونا اس وقت ہے جب کہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہو گا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی چنانچہ مصنف نے اس کو قول آئندہ میں بیان کیا ہے **ھم** شبلی نے حاشیہ زیلعی میں کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخوں میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ یہاں عدم عطف میں کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقا دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقاً بدون عطف کے اور مؤید اس کلام کا وہ ہے جو ہم نے فتاویٰ عالمگیری سے من النہایۃ نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی **وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او وفلان** اور اگر ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہو گا چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یوں کہنا بسم اللہ وفلان یعنی خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونوں صورتوں میں حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اس واسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنی اور حالانکہ قرآن مجید میں اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہیں جن میں مجھ کو ذکر نہ کرنا چاہیے ایک تو چھینکنے کے وقت اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت **فان فصل صورۃ ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ او بعد الذبح لا باس بہ** لعدم القران اصلا پھر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ

Marfat.com

اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ اس میں غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں ھم بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اس واسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو ان کو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا کی (انی[1] وجہت وجہی للذی فطر السموٰت والارض علی ملۃ ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک والیک اللہم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر) پھر حضرتؐ نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابرؓ سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا (بسم اللہ واللہ[2] اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی) **والشرط فی التسمیۃ ہو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیرہ فلا یحل بقولہ اللہم اغفرلی** لانہ دعاء وسوال **بخلاف الحمدللہ او سبحان اللہ مریدا بہ التسمیۃ** فانہ یحل اور تسمیہ یعنی نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللہم اغفرلی یعنی الٰہی مجھ کو بخش اس واسطے کہ یہ تو دعا اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہوا برخلاف الحمدللہ اور سبحان اللہ کہنے کے جب کہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا **ولو عطس عند الذبح فقال الحمدللہ لا یحل فی الاصح** لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اس نے الحمدللہ کہا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا قول صحیح تر میں بسبب عدم قصد تسمیہ کے ھم اس واسطے کہ عاطس الحمدللہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا **بخلاف الخطبۃ** حیث یجزیہ قلت ینبغی حملہ علی ما اذا نوی والا لا لیوفق بینہ وبین ما مر فی الجمعۃ فتامل برخلاف خطبہ کے کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمدللہ کہے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کے واسطے کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں اور اس کا حمل کرنا اس صورت پر لائق ہے جب کہ خطیب الحمدللہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نہ کرے گا تو خطبہ ادا نہ ہوگا یہ اس واسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہو جائے اس میں جو مذکور ہو چکا جمعہ میں سو تامل کر ھم مصنف نے جمعہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کے واسطے الحمدللہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہ ہوگا انتہی ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمدللہ یا سبحان اللہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نہ کیا اس واسطے کہ یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی **والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو وکرہ بہا** لانہ یقطع فور التسمیۃ کما عزاہ الزیلعی للحلوانی وقال قبلہ والمتداول المنقول من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واؤ کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر۔ مکروہ ہے اس لیے کہ فوریت تسمیہ کا قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کی طرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واؤ کے ساتھ ہے ھم اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہو جائے اور وہ وجوب حذف واؤ کا مقتضی ہے نہ استحباب کا مگر یہ کہ فور متقارب پر حمل کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادت واؤ قاطع فوریت نہیں فتاویٰ عالمگیری میں بدائع سے

---

[1] میں نے پھیرا منہ اپنا اس شخص کی طرف جس نے بنایا آسمانوں اور زمینوں کو ملت ابراہیم پہ ایک طرف ہو کر اور میں نہیں ہوں مشرکوں سے میری نماز اور حج کے افعال اور جینا اور مرنا اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھ کو حکم ہوا اور میں مسلمانوں سے ہوں الٰہی یہ تجھ سے ہے اور تیرے لیے اور تیری طرف الٰہی یہ محمد کی اور اس کی امت کی طرف سے ہے بسم اللہ واللہ اکبر ۱۲

[2] الٰہی یہ میری جانب سے ہے اور اس شخص کی طرف سے جس نے میری امت میں سے قربانی نہ کی منہ ۱۲

منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر بزمان قلیل جس سے بچنا ممکن نہیں اور جس طرح حدیث میں وارد منقول ہے اسی طرح ذبح علی مرتضی اور ابن عباس سے بھی وارد منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے ساتھ کذا فی الطحاوی **ولو سمی ولم تحضرہ النیۃ صح بخلاف مالو قصد بھا التبرک فی ابتداء الفعل** او نوی بھا امرا آخر فانہ لا یصح فلا تحل اور اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اس کے اگر اس نے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سوائے ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا ھ درصورت عدم نیت اس واسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جس کا امر ہوا تھا اس کو صریحا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج نہیں درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اس واسطے حلت نہیں کہ اس نے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ میں ہے **تنبیہ** اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اس نے ہائے ہوز کو ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اس کو ترک کیا قصدا تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی **کما لو قال اللہ اکبر واراد بہ متابعۃ المؤذن فانہ لا یصیر شارعا فی الصلوۃ** بزازیہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے مؤذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع کرنے والا نماز کا نہ ہوگا کذا فی البزازیہ وفیہا **وتشترط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح** او الرمی لصید والارسال او حال وضع الحدید لحمار الوحش اذا لم یقعد عن طلبہ کما سیجئ اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت میں یا لوہا رکھنے کی حالت میں گورخر کے شکار کے واسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا نہ بیٹھ رہا ہو اس کی تلاش سے چنانچہ آگے آوے گا **والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس** حتی لو اضجع شاتین احداھما فوق الاخری فذبحھما ذبحۃ واحدۃ بتسمیۃ واحدۃ حلا بخلاف مالو ذبحھما علی التعاقب لان الفعل یتعدد فتتعدد التسمیۃ ذکرہ الزیلعی فی الصید اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹا یا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونوں حلال ہیں برخلاف اس کے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہ ہوگی اس واسطے کہ فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اس کو زیلعی نے کتاب الصید میں **ولو سمی الذابح** ثم اشتغل باکل او شرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا وحد الطول مایستکثرہ الناظر واذا احد الشفرۃ ینقطع الفور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہوگیا پھر اس نے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت قطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جس کو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جب کہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہو گئی کذا فی البزازیہ ھم طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر کا فرق چاہیے **وحب بالحاء نحر الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحھا والحکم فی غنم وبقر عکسہ** فندب ذبحھا وکرہ نحرھا لترک السنۃ ومنعہ مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اس کا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اس کے حکم ہے یعنی ان کا ذبح کرنا مستحب ہے اور ان کا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اس کو منع کیا ہے ھم زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق میں صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلائے عنق میں تحت اللحیین انتہی استحباب سے مراد یہاں سنت ہے اس واسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کنز کی عبارت سے کہ اس نے اس کو سنت کہا ہے فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا جس میں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جس میں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے

Marfat.com

اور آبیاری کی شرح کنز میں ہے کہ شتر مرغ اور بط اونٹ کے مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے کہ جس کی گردن طویل ہے اس کو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی
میں نتف سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھے اور داہنے
ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کرلے اور چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی **ولا یحل ذبح صید**
مستانس لان ذکاۃ الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز من ذکاۃ الاختیار اور ضروری ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اس واسطے کہ ذکاۃ
اضطراری کی طرف تو اس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو **وکفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فیجرح کصید**
او تعذر ذبحہ کان تردی فی بئر اوند او صال حتی لو قتلہ المصول علیہ مرید ذکاتہ حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ
گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کی جائے شکاری جانور کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئیں میں یا سرکش ہوگیا
یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اس نے اس کو قتل کیا جس پر اس نے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت سے تو وہ حلال ہے **وفی النہایۃ بقرۃ تعسرت ولادتہا فادخل**
ربہا یدہ وذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان قدر لا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہوگیا سو اس کے مالک
نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہوگیا اور اگر اس کو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہ ہوسکا اس کے ذبح کرنے
پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں **قلت ونقل المصنف ان من التعذر مالو ادرک صیدہ حیا او اشرف ثورہ علی الہلاک وضاق الوقت**
علی الذبح او لم یجد آلۃ الذبح فجرحہ حل فی روایۃ میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں میں سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنے
شکار کو زندہ پایا یا اس کا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اس نے ذبح کرنے کا ہتھیار نہ پایا سو اس کو زخمی کردیا تو ایک
روایت میں وہ حلال ہوگیا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی روایۃ قول کہتا اس واسطے کہ یہ قول ہے بعض مشائخ کا اور بعضوں نے کہا کہ اس کا کھانا
حلال نہیں بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اس کا مالک اس تک نہیں پہنچ سکتا
تو اگر اس کی فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اس کو تیر سے مارے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور اگر فوت ہوجانے کا ڈر ہو تو اس کا کھانا جائز ہے
اور کبوتر جب کہ مالک کے پاس سے اڑ گیا پھر اس کے مالک یا کسی اور شخص نے اسکو تیر مارا تو فقہاء نے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اس
کا کھانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہیں اس واسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پہ
آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگے تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو اس میں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں **وفی**
منظومۃ النسفی ؎ **ان الجنین مفرد بحکمہ ٭ لم یتذک بذکاۃ امہ ٭ فحذف المصنف ان** اور منظومہ نسفی میں ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے
حکم میں حلال نہیں ہوجاتا اپنی ماں کے حلال ہوجانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا ہم یعنی اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے
ورنہ حلال نہیں اور وہ اپنی ماں کا تابع نہیں کہ اس کے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہوجائے **وقالا ان تم خلقہ اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم**
ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت
پوری ہوچکی ہے تو کھایا جائے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ ہے اور امام اعظم نے اس حدیث
کو تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی جنین کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اس کی روایت نصب سے بھی آئی ہے ہم اکمل
نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ذکاۃ امہ برفع ونصب دونوں طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہیں اس کی تشبیہ ہونے میں اور
اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہیں اس واسطے کہ وہ قوی تر ہے تشبیہ میں اول سے کقول الشاعر ؎ ع **وعیناک[1] عیناہا وجیدک جیدہا** کذافی

---

[1] اور تیری آنکھیں اسی کی آنکھیں ہیں اور تیری گردن اسی کی گردن یعنی اسی کی سی ۱۲ ٭

Marfat.com

الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بموتہ اور ماں کے ذبح کرنے میں بچہ کا ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اس کی موت کا تیقن نہیں ہے یعنی جنین تام الخلقۃ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اس کی موت یقینی نہ ہوئی ھ یہ بقیہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کا کھانا اس کی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہ ہو تو اس کی ماں کا ذبح کرنا جائز نہ ہوا اس واسطے کہ اس میں مال کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث میں ممنوع ہے چنانچہ زیلعی میں ہے کذا فی العینی ولا یحل ذو ناب یصید بنابہ فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتھب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب اور حلال نہیں نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اس واسطے کہ اگرچہ وہ نیش دار ہے لیکن نیش سے شکار نہیں کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اس واسطے کہ ہر چند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہیں کرتا ہے شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لے جانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل بنابر عادت کے ھ حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار پرندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوئی ہے شرعاً تو خوف یہ تھا کہ ان کے گوشت کھانے سے انھیں کی خوئے بد انسان میں بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات مذکورہ حرام ہو گئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ہی صغار دواب الارض واحدھا حشرۃ اور حلال نہیں حشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور رینگنے والے جو زمین میں رہتے ہیں حشرات جمع ہے حشرۃ بالتحرک کی کذا فی القاموس ھ ہوام اور حشرات الارض چنانچہ چوہا اور گھوس اور نیولا اور ایسی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اس واسطے کہ مستخبث ہیں قال اللہ تعالیٰ ویحرم علیھم الخبائث[1] اور اس واسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہیں کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی والحمر الاھلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانھا ولبنھا حلال اور حلال نہیں پالو گدھے برخلاف وحشی گدھوں یعنی گورخر کے کہ وہ اور ان کا دودھ حلال ہے ھ پالو گدھا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہو جائے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہو جائے اور اس پر پالان باندھا جائے کذا فی العالمگیریۃ والبغل الذی امہ حمارۃ فلو امہ بقرۃ اکل اتفاقا ولو فرسا فکامہ اور وہ خچر حلال نہیں جس کی ماں گدھی ہو تو اگر خچر کی ماں گائے ہو اور باپ اس کا گدھا تو وہ حلال اور ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ھ قاعدہ کلیہ اس میں یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اس کی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اس کا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ باپ اس کا حلال ہو والخیل وعندھما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوی عمادیۃ اور حلال نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے تین دن اپنی موت سے پہلے اس کی حرمت سے رجوع کی اور اس کے حلال ہونے کے قائل ہوئے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی العمادیۃ ھ ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے اور درر میں بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو در صورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نہ رہے گا اس واسطے کہ صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولا باس بلبنھا علی الاوجہ اور گھوڑی کے دودھ

[1] اور حرام کرتا ہے ان پر خبیث چیزیں ۱۲

Marfat.com

ہیں کچھ مضائقہ نہیں برقول وجیہ تر ہم اس واسطے کہ اس کے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھا جانے کے کذا فی المنح **والضبع والثعلب** لان لهما نابا وعند الثلثة یحل اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اس واسطے کہ دونوں نیش دار ہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں **والسلحفاة** بریة او بحریة اور حلال نہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی **والغراب الابقع** الذی یاکل الجیف لانه ملحق بالخبائث قاله المصنف ثم قال والخبیث ماتستخبثه الطباع السلیمة اور حلال نہیں ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے اس واسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے جس سے طبائع سلیمہ گھنائیں اور اس کو مکروہ اور خبیث جانیں ہم غراب البقع وہ ہے جس میں سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف **والغداف** بوزن غراب النسر جمعہ غدفان قاموس اور حلال نہیں غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہے اور جمع اس کی غدفان ہے کذا فی القاموس ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں غداف کا ترجمہ غراب گرما اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف[1] کغراب غراب القیظ والنسر کثیر الریش جمعہ غدفان **والفیل والضب** وماروی من اکله محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتدائے اسلام میں حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے **والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث** وہو طائر دون الرخمة یشبه الرخم وکلها من سباع البهائم اور حلال نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہ تمام سباع بہائم سے ہیں ہم یربوع جانور ہے چوہے کے مانند لیکن اس کی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے دراز تر ہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو غالبا یربوع کا ترجمہ اردو میں گھوس ہوا اور مخزن الادویہ میں یربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور ہندی میں گھوس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانه ذو ناب اور بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں چمگادڑ اس واسطے کہ وہ نیش دار ہے ہم اتقانی نے کہا کہ دلیل میں خلل ہے اس واسطے کہ ہر نیش دار حرام نہیں بلکہ وہ نیش دار جانور حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوی عالمگیری میں چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی **ولا یحل حیوان مائی** اور حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ہم حیوان مائی سے مراد وہ ہے جس کا ماوی اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنح **الا السمک** الذی مات بآفة ولو متولدا فی ماء نجس ولو طافیة مجروحة وہبانیة سب دریائی جانور حرام ہیں مگر وہ مچھلی حرام نہیں جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی میں پیدا ہوئی ہو اور گو زخمی مچھلی پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیہ ہم قاعدہ کلیہ مچھلی میں حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب مرگئی تو وہ حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی اتری ہوئی مچھلی کذا فی الدرر **غیر الطافی** علی وجه الماء الذی مات حتف انفه وہو مابطنه من فوق مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہیں جو پانی پر اچھل آئی ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور مچھلی طافی وہ ہے جس کا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف ہے فلو ظهره من فوق فلیس بطاف فیوکل کمایوکل مافی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہیں اس کا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھلی کا کھانا حلال ہے جو طافی مچھلی کے پیٹ میں ہے ہم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ میں ہو تو اس کی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان کے سبب سے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور منح الغفار میں ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونوں کا کھانا حلال ہے یعنی اس واسطے کہ دونوں کی موت آفت سے ہوئی۔

---

[1] غداف بروزن غراب گرمی کا کوا اور گدھ بہت پروں والا اس کی جمع غرفان ہے ۱۲ ❖

Marfat.com

وما مات بحر الماء او برده او بربطه فيه او القاه شيء فموته بآفة وهبانية اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں باندھنے کے سبب سے یا جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی میں ڈالی اور مچھلی اس کو کھا کر مرگئی تو اس کی موت آفت کے سبب سے ہوئی یعنی تو حلال ہوگی کذا فی الوہبانیۃ ھ اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے میں یا ایک شخص نے مچھلی گھیری حظیرہ میں کہ اس سے نکل نہیں سکتی اور وہ شخص اس کو پکڑ سکتا ہے سو اس میں وہ مرگئی یا جال میں مچھلی مرگئی اور وہ اس حال میں تھی کہ جال سے نکل نہ سکتی تھی یا مچھلی کو پانی میں بستہ کیا سو وہ برف میں باقی رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہے ایک روایت میں کیونکہ اس کی موت کا سبب پایا گیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہیں اس واسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی میں ہے کذا فی الدر والجریث سمک اسود والمار ماہی سمک فی صورۃ الحیۃ وافردہما بالذکر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہیں دریائی جانور مگر جریث اور مار ماہی حلال ہے جریث سیاہ مچھلی ہے اور مار ماہی سانپ کی صورت پر مچھلی ہے مصنف نے دونوں کو جدا اس واسطے ذکر کیا کہ ان کے مچھلی ہونے میں پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ھ عینی نے کہا جریث بکسر جیم وتشدید رائے مکسورہ ایک ہی قسم ہے مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مغرب میں منقول ہے کہ سب مچھلیاں حلال ہیں سوائے جریث اور مار ماہی کے سو ضعیف قول ہے غایۃ البیان میں ہے کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دیوث تھا وہ لوگوں کو اپنی جورو کے پاس بلالاتا تھا سو مسخ ہو کر جریث ہو گیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مرگیا اس کی نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحاوی والدر مار ماہی کو اہل ہند بام کہتے ہیں اور جریث کو بعض اہل ہند سینگی بولتے ہیں وحل الجراد وان مات حتف انفه بخلاف السمك اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بر خلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہیں وانواع السمك بلا ذكاة لحديث احلت لنا ميتتان السمك والجراد ودمان الكبد والطحال بكسر الطاء اور سب اقسام مچھلی کے حلال ہیں بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوئے ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر الاول ہے وحل غراب الزرع الذي ياكل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے ھ یعنی نجاست خور نہیں ہے شہر میں نہیں آتا ہے صغیر الجثہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے واللہ اعلم والارنب والعقعق هو غراب يجمع بين اكل جيف وحب والاصح حله اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہے اور اس کا حلال ہونا اصح قول ہے ھ عقعق بروزن قنفذ پرندہ ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آواز میں عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس بعضے لوگ اس کو مہوکھا کہتے ہیں طحاوی نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا اس میں سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے بدشگونی اس سے لیتے ہیں انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا لا باس یعنی اس کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں تو میں نے کہا وہ نجاست کھاتا ہے تو امام نے فرمایا کہ نجاست کو ملاتا ہے دوسری چیز سے پھر کھاتا ہے تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کھاوے چنانچہ مرغی تو اس کا مضائقہ نہیں ابو یوسف نے کہا کہ عقعق مکروہ ہے جیسے مرغی مخلات مکروہ ہے کذا فی فتاوی قاضی خان معنا ای مع الذکاۃ کھیت کا کوا اور خرگوش اور عقعق حلال ہیں ذبح کرنے کے ساتھ ھ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جن کی حلت اور حرمت کتب معتمدہ میں مذکور ہے فتاوی قاضی خان میں مذکور ہے کہ انعام ماکولہ بالکل چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہیں اور اسی طرح ماسوائے انعام جو درندہ نہیں ہیں چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاؤ اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہیں کرتے چنانچہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بط اور غراب الزرع جو فقط دانہ کھاتا ہے اور ابابیل

Marfat.com

اور قمری اور سودانی[1] اور زرد زور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام گنجشک کی اور زاغ اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہیں اور حرام ہے ہر نیش دار درندہ چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور نیولا اور گیدڑ اور ہاتھی اور سور اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور میں کہ خون نہیں چنانچہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جوں اور چیونٹی اور ہر پنجہ گیر پرندہ جو شکار کرتا ہے چنانچہ سقر یعنی بحرہ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث[2] اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ غراب البقع یعنی ابلق کوا یہ سب حرام ہیں انتہی ما فی الکفایۃ **فائدہ** جو جانور خشکی میں رہتے ہیں تین قسم ہیں ایک وہ جن میں اصلا خون نہیں دوسری قسم وہ جن میں خون ہے مگر خون رواں نہیں اور تیسری قسم وہ جن میں خون سائل اور رواں ہے سو جن میں خون نہیں چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور بچھو اور مانند اس کے تو ان کا کھانا سوا حلال نہیں سوائے ٹڈی کے اور اسی طرح جن میں خون سائل نہیں چنانچہ سانپ اور چھپکلی جس کو گلکٹی بھی کہتے ہیں اور سام ابرص[3] اور جمیع حیوانات حشرات اور ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھوس اور نیولا اور مانند ان کے اور ان کی حرمت میں اختلاف نہیں مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور جن میں خون سائل ہے وہ دو قسم ہیں مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہیں اور وحشی چنانچہ ہرن اور بیل گاؤ اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہیں اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی یہ حلال نہیں اور اسی طرح وحشی درندے جن کو سباع عقور کہتے ہیں چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق[4] اور ریچھ اور بندر اور مانند ان کے سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور چرغ اور شاہین اور چیل اور بغاث اور گدھ اور عقاب اور جو ان کے مانند ہو یہ سب حرام ہیں کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان **وذبح مالا یوکل یطہر لحمہ وشحمہ وجلدہ** تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہیں اس کا ذبح کرنا اس کے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ میں اس کے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی **م** طہارۃ میں اس کی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہیں ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہے طہارۃ سے مطلب یہ ہے کہ اگر مائعات یعنی رقیق چیزوں میں چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جائے تو وہ چیز رقیق نجس نہیں ہو جاتی اس واسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ میں دباغت کے مانند ہے اور اس کے حامل کی نماز باطل نہیں ہوتی اور کھانے کے سوا اس کی چربی سے فائدہ لینا درست ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ جائز نہیں اور بعضوں نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **الا الآدمی والخنزیر** کما مر سوائے آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا **ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیوتہ عند الذبح** بیمار بکری ذبح کی پھر اس نے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر حرکت نہ کی یا اس کا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہیں اگر اس کی زندگی ذبح کے وقت معلوم نہ ہوئی ہو **م** حرکت اور خروج خون نہیں ہوتا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہیں کرتا اور اس سے خون نہیں بہتا شرح طحطاوی میں ہے کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا مگر اس صورت میں جب کہ زندہ کے مانند خون نکلے **وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم** وہذا یاتی فی منخنقۃ ومتردیۃ ونطیحۃ والتی بقر الذئب بطنہا فذکاۃ ہذہ الاشیاء تحلل وان کان حیوتہا خفیۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی (الا ما ذکیتم) من غیر فصل وسیجیء فی الصید اور اگر مذبوح کی حیات معلوم ہو گئی تو وہ ہر طرح حلال ہے اگرچہ اس نے جنبش اور حرکت نہ کی ہو اور خون بھی نہ نکلا ہو اور اس کا بیان آگے آوے گا اس جانور میں جس کا گلا دبایا گیا اور جو نیچے گر پڑا اور جس کو دوسرے جانور نے سینگ سے

---

[1] سودانی اور زرزور دو پرندوں کے نام ہیں مثل مولے کے ۱۲ [2] ایک پرندہ ہے مردار خور ۱۲ ؏ [3] فارسی میں کرلیہ کہتے ہیں چھپکلی کی قسم ہے ۱۲

[4] معرب دلہ اور اس کو قاقم کہتے ہیں اور جنگلی بلی کو کہتے ہیں ۱۲ ؏

Marfat.com

مارا اور جس کا پیٹ بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تو ان چیزوں کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ غیر جانبر ہو اور اسی پر فتویٰ ہے بدلیل قول حق تعالیٰ کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے جس کو تم نے ذبح اور حق تعالیٰ نے اس میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اس کا ذکر آگے آوے گا کتاب الصید میں **وذبح شاۃ لم تدر حیوتہا وقت الذبح ولم تحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاہا لا تؤکل وان ضمت اکلت وان فتحت عینہا لا تؤکل وان ضمتہا اکلت وان مدت رجلہا لا تؤکل وان قبضتہا اکلت وان نام شعرہا لا تؤکل وان قام اکلت** لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم وعین ومد رجل ونوم شعر علامۃ الموت لانہا استرخاء ومقابلہا حرکات تختص بالحی فدل علی حیوتہ وہذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ **وان علمت حیوتہا وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا** بکل حال زیلعی بکری ذبح کی اور اس کا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہ ہوا اور اس نے جنبش نہ کی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اس نے منہ کھول دیا تو اس کا کھانا حلال نہیں اور اگر اس نے منہ بند کر لیا تو کھانا حلال ہے اور اگر اس نے آنکھ کھول دی تو اس کا کھانا حلال نہیں اور اگر آنکھ اس نے بند کر لی تو کھانا حلال ہے اور اگر اس نے پاؤں پھیلا دیا تو کھانا درست نہیں اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اس کے بال سو گئے یعنی گر پڑے تو اس کا کھانا حلال نہیں اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اس واسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤں کا پھیلانا اور بال کا گر پڑنا علامت ہے موت کی اس واسطے کہ یہ افعال استرخا ہیں یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہیں اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤں کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات سب زندے کے ساتھ مخصوص ہیں تو اس کی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اس وقت معتبر ہیں جب کہ زندگی معلوم نہ ہو اور اگر اس کی زندگی معلوم ہو ذبح کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اس کا کھانا مطلقاً حلال ہے ہر حال میں خواہ علامات مذکورہ پائی جاویں یا نہ پائی جاویں کذا فی الزیلعی **سمکۃ فی سمکۃ فان کانت المظروفۃ صحیحۃ حلتا** یعنی المظروفۃ والظرف لموت المبلوعۃ بسبب حادث ایک مچھلی نکل دوسری مچھلی کے پیٹ میں تو اگر مظروفہ یعنی وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہے تو دونوں حلال ہیں یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت سبب حادث سے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت اسیر جانے سے **والا تکن صحیحۃ حل الظرف لا المظروف** کما لو خرجت من دبرہا لاستحالتہا عذرۃ جوہرۃ وقد غیر المصنف عبارۃ متنہ الی ما سمعتہ اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہ ہو سڑ گل گئی ہو تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہے نہ نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اس کی مقعد سے نکل تو حلال نہیں اس واسطے کہ مستحیل اور متغیر ہو کر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرۃ اور البتہ مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈالی جو تو نے سنی ہم اشباہ کی عبارت یوں تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت صحیحۃ حلا والا لا یعنی مچھلی کے اندر کی مچھلی ہے تو اگر مظروفہ صحیح اور سالم ہے تو دونوں حلال ہیں اور نہیں تو حلال نہیں یہ عبارت اس کے موہم ہے کہ در صورت عدم تندرستی مظروفہ دونوں حلال نہیں اور حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغییر عبارت سے یہ خلل دفع ہو گیا ولو وجد فیہا درۃ ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مضروبا لا وہو لقطۃ اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا تو پانے والے کو اس کی ملک حلال ہے اور اگر اس کے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اس کا مالک نہیں اور وہ لقطہ ہے ہم اس مسئلہ میں تفصیل ہے جو ولوالجیہ میں یوں مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ میں پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانے والے کا ہے اور اگر مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف میں نہیں ہے تو وہ پانے والے کا ہے اور اگر مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف نہیں ہے تو وہ پانے والے کا... مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اس واسطے کہ ظاہر وہ صیاد کے ہاتھ سے اس کو پہنچا کذا فی الطحاوی **ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم** لانہ اہل بہ لغیر اللہ **ولو وصلیۃ ذکر اسم اللہ تعالیٰ** ذبح کیا حاکم کے آنے کے واسطے یا حاکم کے مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابح نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اس واسطے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہم دستور عوام میں یوں ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی تعظیم کے واسطے یا دیو بھوت کے بھوگ دینے کے واسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہیں اور حاکم کو اس کا گوشت نہیں کھلاتے ہیں

Marfat.com

کر دے تو قرار دی جائے طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکور مردار ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا خالص نام اس پر لیا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جاوے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان میں جاہلوں میں رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہیں وہ گائے اور بکرا مردار ہے اس واسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ جو بعضے لوگ کہتے ہیں کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت عوام کی خراب ہو ان کی غلط فہمی ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ در صورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا خالص نام لیا جائے صحیح مسلم میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی خدا لعنت کرے اس پر جو خدا کے غیر کے واسطے ذبح کرے ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ اور اگر مہمان کے واسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اس واسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور تکریم مہمان کی اللہ تعالیٰ کی تکریم ہے ھم منح الغفار میں ہے کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کے واسطے ذبح کرنا حلال نہیں اس واسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کے واسطے ہے تو گویا رفع صوت ہوا غیر خدا کے واسطے تو اس شخص نے قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اس واسطے کہ اس میں شک نہیں کہ قصاب منفعت کے واسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ اس واسطے ذبح نہ کرے تو اس جاہل پر لازم ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کھاوے اور نہ اس کو کھانے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ میں ذبح ہو والفارق انہ ان قدمہا لیاکل منہا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت ذبیحہ وغیرہ کی یہ ہے کہ اگر ذبیحہ اس واسطے پیش کیا تاکہ اس میں سے آپ یا مہمان کھائے تو ذبح اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کے واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ حرام ہو گا حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے ضیافت کے واسطے یا اس کے آنے کے بعد تھوڑی دیر میں اس کی ضیافت کے واسطے ہو تو اس کے جائز ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر آنے کے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہے تو اسی طرح درست ہے بلاشبہ اور اگر مجرد تعظیم ہو تو حرام اور مذبوح مردار ہے پھر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اس لیے کہ گاہے تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اس کو کھاتا ہے اور اس کے عیال بھی تو بہتر یہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم کے قصد پر ہو کذا فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہے والا حلال ہے وہل یکفر قولان بزازیۃ وشرح وہبانیۃ اور کیا ذابح لغیر اللہ کافر ہے اس میں دو قول ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک کافر ہے اور بعضوں کے نزدیک کافر نہیں گنہگار ہے کذا فی البزازیۃ وشرح الوہبانیۃ قلت وفی صید المنیۃ انہ یکرہ ولا یکفر لانا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحر ونحوہ فی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ ونظمہ فقال ؎ وفاعلہ جمہورہم قال کافر ۔۔ وفضلی واسمٰعیل لیس یکفر ؎ میں کہتا ہوں اور منیہ کی کتاب الصید میں یہ ہے کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہیں ہے اس واسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہ گمان بد نہیں کرتے ہیں کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہے اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ میں ہے اور شارح وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کر کے یوں کہا ہے اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمٰعیل اس کو کافر نہیں کہتے ہیں ھم ہر چند تکفیر اختلافی میں عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا چاہیے واللہ ہو الموفق والمبین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ وحکما لانہ مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء فتامل کمیتۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اشباہ من الطہارۃ وہو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو چیز کہ جدا ہو گیا جاندار حی یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہے

Marfat.com

چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والے کے حق میں دانت طاہر ہے اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہے کتاب الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر میں ہے شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقتاً اور حکماً زندہ ہو اس واسطے کہ حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اس کی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر میں مذکور ہے میں کہتا ہوں لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اس کو تامل کر ھم اگر زندہ حقیقۃً یعنی صورۃً اور حکماً مراد لیجیے تو جزکہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اس کی موت کے تو وہ منفصل ہے زندہ صورۃً سے نہ زندہ حکماً سے تو اس وقت میں استثنار آیندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہے تعمیم سے مراد یہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقۃً یعنی صورۃً زندہ ہو تو در صورت تعمیم کے استثنار کی البتہ حاجت ہوگی تو یہاں گفتگو اس میں ہے کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہیں ہے دونوں صورتوں میں اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہے جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو جائے اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے وہ ماکول ہے اور کلام ہے مچھلی اور ٹڈی کے غیر میں اس واسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی ہے الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان الماکول لان مابقی من الحیوٰۃ غیر معتبر اصلاً بزازیہ قلت لکن یکرہ کما مر مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہو اس کی موت سے پہلے تو اس کا کھانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اس واسطے کہ جس قدر زندگی حیوان مذبوح میں باقی ہے وہ اصلاً معتبر نہیں کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ ہے چنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہو چکا و حررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہم نے قول آیندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ میں قبل تیمم کے ھم کتاب الطہارۃ میں شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہیں اس واسطے کہ فقہائے نے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری سے پیدا ہوا اپنی ماں کے اعتبار سے ۵ و قد حللا لحم البغال و امہا من الخیل قطعا و الکراہۃ اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہے قطعاً خچروں کا گوشت حالانکہ ماں ان کی گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنے جس خچر کی ماں گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت بھی مذکور ہے ۵ و ان ینز کلب فوق عنز فجاء لہا نتاج لہ راس ککلب فینظر ؛ اور اگر جست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اس کے بچہ پیدا ہوا جس کا سر کتے کے مانند ہے تو اس کو دیکھنا چاہیے ۵ فان اکلت لحما فکلب جمیعھا ؛ و ان اکلت نبتا فذا الراس یبتر ؛ سو اگر اس نے گوشت کھایا تو وہ بالکل کتا ہے اور اگر اس نے گھاس کھائی تو اس کا سر کاٹا جائے یعنی اس کا کھانا نہ چاہیے ۵ و یو کل باقیہا و ان اکلت لذا ؛ وذا فاضربنھا و الصیاح یخبر ؛ اور سوائے سر کے باقی گوشت کھایا جائے اور اگر گوشت اور گھاس دونوں کھائے تو اس کو مارنا اور اس کا چلانا خبردار کرے گا ھم یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند بھونکے تو نہ کھانا چاہیے اور اگر بکری کی مانند چلائے تو حلال کرنے کے بعد سر پھینکا جائے اور باقی کھایا جائے کذا فی الطحطاوی ۵ و ان اشکلت فاذبح فان کرشھا بدا ؛ فعنز والا فھو کلب فیطمر ؛ اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونوں کی طرح آواز کرے تو اس کو ذبح کر تو اگر اس کی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اس کا دور کیا جائے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہے دفن کیا جائے یعنی اس کا کھانا نہ چاہیے دفی معایاتھا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ ہے ۵ دای شباہ دون

Marfat.com

ذبح یحلھا ﴿ ومن ذا الذی ضحی ولادم یھر ﴾ اور کون بکری ہے جس کو بدون ذبح کے شارع حلال رکھتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں رہا یہاں تک کہ وقت ضحی داخل ہوا اور اس نے خون نہیں جاری کیا ہم مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر میں مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ میں مذکور ہو گیا حل سوال فقط لفظ ہے ضحی کا تو ظاہرا اس کا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جس نے قربانی کی اور حالانکہ خون نہیں بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی میں منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ چیزیں ہیں مردار سے جن سے انتفاع درست ہے سینگ اور کھر اور عصب اور صوف اور وبر یعنی روئیں اور بال اور پر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہے کذا فی الطحطاوی عن زواہر الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ الحلیم ﴿

Marfat.com

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل میں من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے
بعد یعنی ذبیحہ عام ہے اور قربانی خاص ہے ہی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحیٰ من تسمیۃ الشئ باسم وقتہ اضحیہ لغت میں اس حیوان کا نام ہے جو ایام
اضحیٰ میں ذبح کیا جائے من قبیل نام رکھنے شے کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ ھم جو حیوان مذبوح ہوا ایام نحر میں اس کو اضحیہ اس واسطے کہتے
ہیں کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اس کو ذبح کرتے ہیں کذا فی الدرر تو اس کا نام ماخوذ ہوا اس کے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی
میں ہے تقربات مالیہ دو قسم ہیں ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ اور دوسری قسم اتلاف ہے چنانچہ اعتاق اور اضحیہ میں دونوں معنی مجتمع ہوئے کہ
خونریزی سے وہ اتلاف ہے پھر گوشت میں تصرف کرنے سے تملیک اور اباحت ہے انتہی واقعات میں ہے کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر
ہے ہزار درم کی خیرات سے اس واسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے نہیں ہوتی وشرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ
القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع میں اضحیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبادت کی نیت سے مخصوص وقت میں
م حیوان مخصوص یعنی گائے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر وشرائطھا الاسلام والاقامۃ والیسار الذی یتعلق بہ
وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرائط قربانی کی الام اور مقیم ہونا اور اس قدر تونگری اور مالداری جس قدر سے وجوب صدقۃ فطر متعلق ہے چنانچہ
آخر کتاب الزکاۃ میں مذکور ہو چکا ھم اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول نحر میں کافر تھا اور آخر میں مسلمان ہوا یا اول
میں مسافر تھا اور آخر میں مقیم ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے ظاہر الروایۃ میں تونگر اور مالدار وہ ہے جس کے پاس ۲۰۰
درم یعنی ۵۶ روپے یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اس قدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے
سوا اور گھر یا باغ یا چار پائے جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۰ روپے کا تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف
ہو اس قدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اس پر قربانی نہیں خواہ بالفعل اس میں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہ ہو
قرات پر تو قربانی واجب ہے اور کتابوں سے آدمی غنی نہیں ٹھہرتا مگر اس وقت جب . . . . . . ایک کتاب کے دو نسخے ہوں اور احادیث اور
تفسیر کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہوں اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے جب ان کی قیمت بقدر نصاب کے
ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف لا الذکورۃ فتجب علی الانثی خانیۃ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہیں تو قربانی واجب ہے عورت پر کذا فی الخانیۃ
وسببھا الوقت وھو ایام النحر وقیل الراس وقدمہ فی التتارخانیۃ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے نحر کے دن مراد ہیں اور بعضوں
نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام نحر ہے نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے ورکنھا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم
لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ ودیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیۃ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اس کا جس کا ذبح کرنا جائز ہے منجملہ چوپایوں کے نہ سوائے
اس کے تو مکروہ ہے ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اس واسطے کہ وہ تشبہ ہے مجوسیوں کے ساتھ کذا فی البزازیۃ وحکمھا

Marfat.com

الخروج عن عھدۃ الواجب فی الدنیا والوصول الی الثواب بفضل اللہ تعالٰی فی العقبٰی مع صحۃ النیۃ اذ لا ثواب بدونھا
اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا میں نکل جانا واجب کے عہدہ[۵] سے اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت میں نیت صحیح ہونے کے ساتھ اس واسطے کہ ثواب نہیں ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنی چوپایوں کا خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجوب خون ریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کردے تو واجب ادا نہ ہوگا اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہ ہے کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ مضمرات میں ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ یمین اور صدقہ فطر سے کم تر ہے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم میں سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن روک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا کہ جو کشائش پاوے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نہ جاوے اور اس طرح کی وعید نہیں ہوتی مگر ترک واجب میں اور حدیث اول میں ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ اس حدیث میں کہ من اراد الحج فلیستعجل یعنی جو حج کا ارادہ کرے وہ شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اس کا منکر کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرۃ ممکنۃ قربانی کرنا واجب ہے قدرت ممکنہ سے ہم یعنی قادر کر دینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے ہی مایجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاؤھا لبقاء الوجوب لانھا شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو بمجرد قادر ہونے کے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہیں بقائے وجوب کے واسطے اس لیے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اس میں معنی علت نہیں اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہے مشروط کے پائے جانے کے واسطے لا میسرۃ ہی مایجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاؤھا لانھا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہیں اور قدرت میسرہ وہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونے کے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتھ تو قدرت میسرہ نے وجوب کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اس واسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہے چنانچہ مذکور ہو گیا فطرہ کے بیان میں ہم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہے دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینھا او بقیمتھا لو مضت ایامھا قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہے وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے اگر قربانی کے ایام گذر جاویں ہم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونے کے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ ان کا وجوب قدرت ممکنہ سے ہے نہ میسرہ سے برخلاف زکوٰۃ اور عشر اور خراج کے اس واسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علی حر مسلم مقیم بمصر او قریۃ او بادیۃ عینی فلا تجب علی حاج مسافر فاما اہل مکۃ فتلزمھم وان حجوا وقیل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گاؤں یا جنگل میں کذا فی العینی تو قربانی واجب نہیں حاجی مسافر پر اور مکہ والوں پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرتے ہوں اور بعضوں نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہیں اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کے مانند شرح طحطاوی میں ہے موسر یسار الفطرۃ عن نفسہ لا عن طفلہ علی الظاہر بخلاف الفطرۃ اس مقدور والے پر جس کو فطرہ کا سا مقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے بخلاف

ل۵ یعنی واجب کا ذمہ پر سے ساقط ہونا ۱۲

Marfat.com

فنزاہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب ہے ھم اور ظاہر الروایۃ پر فتویٰ ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی
اپنے اس ولد صغیر اور اپنے اس پوتے کی طرف سے جس کا باپ نہیں اور ممالیک کی طرف سے مستحب ہے کذا فی الطحطاوی شاۃ بالرفع بدل
من ضمیر تجب او فاعلہ او سبع بدنۃ ہی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتہا اور جو جانور قربانی کیا جائے وہ دنبہ بھیڑ بکری ہے یا ساتواں حصہ بدنہ کا اور
بدنہ عبارت ہے شتر اور گاؤ سے شتر اور گاؤ کو بدنہ نام رکھا ان کی ضخامت یعنی تنداری اور بڑاپے کے سبب سے شارح نے کہا شاۃ بالرفع بدل
ہے تجب کی ضمیر سے یا اس کا فاعل ہے ھم فاعل تجب کا تو تصریہ مصرح ہے تو شاۃ نہ اس سے بدل پڑ سکتا ہے نہ اس کا فاعل ہو سکتا ہے
بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف کی تقدیر اس کی یوں ہے والمضحی بہ شاۃ کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ نہ کیا الحاصل بھیڑ بکری
ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاؤ سات شخصوں کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گائے ایک ہی کی طرف سے قربانی ہوتی
اس واسطے کہ خون ریزی قربت واحدہ ہے اور وہ متجزی نہیں مگر یہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ گاؤ قربانی کیا سات کی طرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری میں نص موجود نہ تھی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولو لاحدہم اقل
من سبع لم یجز عن احد اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاؤ سے ساتویں حصہ کم تر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی ھم یعنی شتر اور
گاؤ کی قربانی سات شخصوں کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو صورت اس کی یہ ہے کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور
گائے یا بیل میراث چھوڑ کر مر گئی پھر بیٹے اور زوجہ نے گائے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ میں قربانی جائز نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے
بعض میں اور بسبب عدم تجزی اس فعل کے قربت ہونے میں کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھواں تھا اس گائے میں تو ساتویں سے کمتر ہوا لہذا کسی
کی طرف سے قربانی نہ ہوئی اس واسطے کہ جب بعض قربت نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہ ہوا او تجزی عما دون سبعۃ بالاولی اور شتر اور گاؤ کی قربانی کم تر
سات سے بطریق اولیٰ جائز ہے یعنی چھ یا پانچ شخصوں کی طرف سے بطریق اولیٰ درست ہے بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتواں ہو یا زیادہ کذا فی
البرجندی وھو نصب علی الظرفیۃ یوم النحر الی آخر ایامہ وہی ثلثۃ افضلہا اولہا واجب ہے قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام النحر کے پچھلے دن تک
اور ایام نحر تین دن ہیں یعنی دسویں اور گیارھویں اور بارھویں تاریخ ذی الحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا فجر کا لفظ
منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ھم اور ایام مذکورہ کی راتوں میں قربانی جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب خوف غلطی کے تاریکی
میں کذا فی الحموی ویضحی عن ولدہ الصغیر من مالہ صححہ فی الہدایۃ وقیل لا صححہ فی الکافی قال ولیس للاب ان یفعلہ من مال طفلہ ورجحہ
ابن الشحنۃ قلت وہو المعتمد لما فی متن مواہب الرحمن من انہ اصح ما یفتی بہ وعللہ فی البرہان بانہ ان کان المقصود الاتلاف فالاب لا یملکہ فی
مال ولدہ کالعتق او التصدق باللحم فمال الصبی لا یحتمل صدقۃ التطوع وعزاہ للمبسوط فلیحفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے
صغیر کے مال سے صحیح کہا ہے اس قول کو ہدایہ میں اور بعضوں نے کہا کہ قربانی نہ کرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہے کافی میں
صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہیں اور ترجیح دی ہے اس قول کو ابن شحنہ نے میں کہتا ہوں اور یہی قول
معتمد ہے اس واسطے کہ مواہب الرحمن کے متن میں یہ مذکور ہے کہ فتویٰ دینے میں یہی قول صحیح تر ہے اور برہان میں اس کی وجہ یوں بیان کی
ہے کہ اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہے تو باپ اس کا مالک نہیں اپنے فرزند کے مال میں چنانچہ اس کے غلام کے آزاد کرنے کا مالک نہیں اور اگر گوشت
کا تصدق مقصود ہے تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ثم
فرع علی قول الاول بقولہ واکل منہ الطفل وادخر لہ قدر حاجتہ وما بقی یبدل بما ینتفع الصغیر بعینہ کثوب وخف لا بما یستہلک کخبز ونحوہ

ابن کمال وکذا الجد والوصی پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور طفل کھائے اپنے قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جائے بقدر
اس کی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جائے اس چیز سے جس کے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اس
چیز سے بدلنا چاہیے جس کے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اس کے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسی طرح یعنی باپ کے مانند
اور وصی ہے وصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لاضحیۃ ای ان نوی وقت الشراء لاشراک صح استحسانا والا لا استحسانا اور ایک شخص
کے ساتھ صحیح ہے شریک ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گاؤ میں جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے یعنی اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک
کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روئے استحسان کے اور اگر شریک کی نہیں نیت کی خرید کے وقت تو صحیح نہیں از روئے استحسان کے م صورت مسئلہ
یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کے واسطے پھر اس میں شریک کر لیا عالمگیریہ میں ہے اگر قربانی نے ارادہ سے خرید کی پھر اس میں چھ شخصوں کو شریک
کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کرے گی اور اگر خرید کے وقت شریک کر لینے کا ارادہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر قبل
از خرید اس کا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی میں ہے کہ گائے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اس کے ساتھ
شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روئے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو اس لیے کہ مہیا کر چکا اس کو قربت کے واسطے تو بیع
اس کی ممنوع ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ کبھی آدمی موٹی گائے پاتا ہے اور شریکوں کو نہیں پاتا ہے خرید کے وقت سو اس کو خرید کر لیتا ہے
پھر شریکوں کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہ ہو تو لوگ حرج میں پڑیں اور حرج شرعاً مدفوع ہے انتہی اور سیاق کلام شارح اس کا مفید ہے
کہ گائے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا نیت شرکت خرید کی پھر اس نے شریک کو پایا اس واسطے
کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کرے گا تو مخالف قیاس نہ ہوگا کما ذکرہ الوالی کذا فی الطحطاوی ملخصا وذا ای الاشتراک قبل الشراء احب اور
یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے ویقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی کا گوشت قسمت کیا جائے تول کر نہ اٹکل کر
م فتاوی خلاصہ اور فیض میں ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکوں کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معہ من الاکارع او الجلد
صرفا للجنس بخلاف جنسہ مگر جب کہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیرنے
کے سبب سے م یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ پائے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پائے
ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو تو اب جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر واول وقتہا بعد
الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عید ولو قبل الخطبۃ لکن بعدہا احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر
میں ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن
خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے م اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بد کار ٹھہرے گا کذا فی العینی وبعد مضی وقتہا لو لم یصلوا لعذر ویجوز
فی الغد وبعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی الغد تقع قضاء لا اداء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد ہے
اگر لوگوں نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اس واسطے کہ گیارہویں
بارہویں کی نماز قضاء واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی م عذر سے مراد غیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر یوم النحر
ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گاؤں یا جنگل میں
واخرہ قبیل غروب الشمس الثالث وجوزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہویں تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی

Marfat.com

تیرھویں تاریخ میں بھی قربانی جائز رکھی ہے ھم ایام نحر کے تین ہیں اور ایام تشریق[1] کے بھی تین ہیں اور دونوں ایام گذر جاتے ہیں چار دن میں اول روز نحر ہے تشریق نہیں اور پچھلا دن تشریق ہے نحر نہیں اور تشریق ہیں ایام نحر دسویں گیارھویں اور بارھویں اور ایام تشریق گیارھویں بارھویں تیرھویں والمعتبر مکان الاضحیۃ لامکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اس شخص کا مکان جس پہ قربانی واجب ہے ھم تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو بعد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے برخلاف صدقہ فطر کہ اس میں مکان فاعل معتبر ہے فحیلۃ مصری ارادالتعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی تو اس شہری کا حیلہ جو شتابی قربانی کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی نکال دے شہر سے باہر یعنی اس مکان میں جہاں مسافر کو قصر صلوٰۃ جائز ہے پھر وہاں فجر کے طلوع ہوتے قربانی کرے کذا فی المجتبی والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا لایجب علیہ وان ولد فی الیوم الآخر یجب علیہ وان مات فیہ لا یجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو ان کے پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن میں تو اس پہ قربانی واجب نہیں ھم صغیر کے مال میں قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبیین ان الامام صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوٰۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من قال لا یعید الصلوٰۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغا زیلعی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پھیری جائے نہ قربانی اس واسطے کہ علماء میں سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تنہا تو اس میں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ٹھہری کذا فی الزیلعی یعنی جب مقتدیوں پر اعادہ واجب نہ ہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا تاکہ قربانیاں فساد سے محفوظ رہیں وفی المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی میں ہے کہ نماز اعادہ نہ کی جائے گی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے ھم یہ تقیید ہے اطلاق متن کی اس واسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر ہے جس میں فتنہ ہے یعنی وہاں کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز نہ پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کے بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول مختار میں ھم اس واسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زیلعی حلبی نے کہا اور یہ معارض ہوا اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہ رہا لکن فی الینابیع لو تعمد الترک فسن اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس انتہی لیکن ینابیع میں ہے اور اگر حاکم نے عمداً نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہیں جب تک زوال شمس نہ ہوا انتہی ما فی الینابیع ھم قربانی قبل زوال اس واسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا اس استدراک کی کوئی وجہ نہیں اس واسطے کہ قبل اس کے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول ویجوز فی بقیۃ الایام قلت وقدمنا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب فتنبہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے باقی دنوں میں میں کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمٰن میں تو خبردار رہنا کما لو شہدوا انہ یوم العید عند الامام فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزاتہم الصلوٰۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا

---

[1] تشریق کے معنی گوشت کے قیمہ کرنے کے ہیں چونکہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت ہوتا ہے اس لیے ایام تشریق نام ہوا ۱۲ ❖

Marfat.com

الخطاء فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی گواہوں نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی
کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو ان کو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اس واسطے کہ ایسی خطا کا بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوۃ اور قربانی کا
حکم کیا جاوے گا جمیع مسلمین کے بچاؤ کے واسطے یعنی تا کہ ان کی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے وکرہ تنزیہا الذبح لیلا لاحتمال الغلط اور مکروہ
تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانے کے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر فاعل
تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنے والے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنے والا اس کو زندہ خیرات
کر دے اگرچہ نذر کرنے والا فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا یعنی جس کے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یوں نذر کرے کہ خدا کے
واسطے مجھ پر واجب ہے یہ کہ میں اس کو قربانی کروں گا کذا فی الدرر ولو ذبحہا تصدق بلحمہا اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اس کا گوشت خیرات
کر دے ولو نقصہا تصدق بقیمۃ النقصان ایضا اور اگر اس کو ناقص کر دیا بسبب عیب دار کر دینے کے تو اس کے نقصان کی قیمت بھی خیرات کر
دے ولا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور نذر کرنے والا نذر کی قربانی سے نہ کھائے اور اگر کھائے تو جس قدر گوشت کھایا اس کی قیمت
خیرات کرے وفقیر عطف علیہ شراہا لہا لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمتنع علیہ بیعہا اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنے کے واسطے اور قربانی کے دن
گذر گئے تو اس کو زندہ تصدق کر دے بسبب واجب ہو جانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنے کے تو اس پر ممنوع ہو گا اس کا بیچنا شارح نے
کہا فقیر کا لفظ عطف ہے ناذر پر م یعنی ہر چند محتاج پر قربانی واجب نہیں لیکن جب کہ قربانی کی نیت سے خرید کرے گا تو اس پر واجب ہو جاوے
گی ہمارے نزدیک کذا فی الدرر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر قربانی خرید کی پھر اس کی بیع کی تو اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قربانی کی نیت سے
خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بلا نیت خرید کی پھر اس کا قربانی کرنا زبان سے واجب کر لیا اس طرح کہ خدا کے
واسطے مجھ پر لازم ہے اس کا قربانی کرنا اسی سال میں تو پہلی صورت میں قربانی نہ ہو جاوے گی جب تک زبان سے اس کو واجب نہ کرے گا ظاہر
الروایۃ میں اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جاوے گی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے
کہ وہ قربانی نہ ہو گی تو اگر اس کو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت میں بالاتفاق قربانی ہو جاوے گی کذا فی الطحطاوی
وتصدق بقیمتہا غنی شراہا اولا لتعلقہا بذمتہ بشراہا اولا فالمراد بالقیمۃ قیمۃ شاۃ تجزی فیہا اور بعد گذر جانے ایام نحر کے اس کی قیمت کو مالدار تصدق کرے
خواہ اس نے قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نہ کرے تو قیمت سے مراد اس بھیڑ بکری کی قیمت ہے
جو قربانی کرنے میں کافی ہے م در صورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جب کہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اس کی قیمت تصدق
کرے چاہے اس کو زندہ خیرات کر دے تاکہ اس کے عہدہ سے خارج ہو جیسے جمعہ کی قضا فوت ہو جانے کے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے
بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستۃ اشہر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعد اور قربانی کے واسطے صحیح ہے جذع یعنی
چھ مہینے کا بچہ دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں ملایا جاوے تو اس کی تمیز دور سے ممکن نہ ہو م ضان سے مراد وہ ہے
جس کے الیہ ہو یعنی چکتی کذا فی صدر الشریعۃ والدر روالمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے
کہ یجوز الجذع من الضان اضحیۃ یعنی جائز ہے چھ مہینے کا بچہ دنبہ سے قربانی کے واسطے اتقانی نے کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہیں جب تک
ایک سال پورا نہ ہوا اور دوسرا سال شروع نہ ہوا ہو وصح الثنی فصاعدا من الثلثۃ اور ثنی اور اس سے زیادہ صحیح ہے تینوں قسموں سے
یعنی غنم اور بقر اور ابل سے والثنی ہو ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاۃ والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ

سال کا ہوتا ہے اور گائے بیل اور بھینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہوتا ہے ھم تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر ان سے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہ ہوگا اور اگر ان سے زیادہ عمر کا ذبح ہوگا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ والمتولد بین الاہلی والوحشی یتبع الام قالہ المصنف اور جو جانور پیدا ہوا اہلی اور وحشی سے وہ اپنی ماں کا تابع ہے ایسا کہا ہے معنف نے ھم یعنی اگر اس کی ماں کی قربانی جائز ہے تو اس کی بھی جائز ہے اور اگر اس کی ماں کی قربانی جائز نہیں تو اس کی بھی جائز نہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے الشاۃ افضل من سبع البقرۃ اذا استویا فی القیمۃ واللحم بھیڑ بکری بہتر ہے گائے بیل کے ساتویں حصہ سے اگر قیمت اور گوشت میں دونوں برابر ہوں والکبش افضل من النعجۃ اذا استویا قیمتہا اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جب کہ دونوں کی قیمت برابر ہو ھم اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اس کا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہے کذا فی الذخیرۃ والانثی من المعز افضل من التیس اذا استویا قیمۃ اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکری سے جب دونوں قیمت میں برابر ہوں والانثی من الابل والبقر افضل حاوی اور اونٹنی اور گائے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوہبانیۃ ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمۃ واللہ اعلم اور وہبانیہ میں ہے کہ مادہ بہتر ہے نر سے جب کہ دونوں کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر میں مادہ افضل ہے نر سے اس واسطے کہ ان دونوں قسموں میں مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے ولدت الاضحیۃ ولدا قبل الذبح یذبح الولد معہا وعند بعضہم یتصدق بہ بلا ذبح قربانی بچہ جنی ذبح ہونے سے پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جائے اس کے ساتھ اور بعضوں کے نزدیک بچہ خیرات کیا جائے بدون ذبح کرنے کے ضلت او سرقت فاشتری اخری ثم وجدہا فالافضل ذبحہما وان ذبح الاولی جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتہا کالاولی او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال بعضہم ان وجبت عن یسار فکذا الجواب وان عن اعسار ذبحہما بینابیع قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خرید کی پھر پہلی مل گئی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح کرے گا تو بھی درست ہے اور اسی طرح اگر دوسرے کو ذبح کرے گا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلی کی قیمت سے کم تر ہو تو زائد کا ضمان دے اور اس کو خیرات کر دے اس میں کچھ فرق نہیں مالدار اور محتاج کا اور بعضوں نے کہا اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو اسی طرح کا جواب ہے جو مذکور ہو چکا اور اگر محتاجی میں خرید کرنے کی سبب سے واجب ہوئی تو دونوں قربانیوں کو ذبح کرے کذا فی الینابیع یعنی دونوں قربانیوں کا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن الغایۃ ویضحی بالجماء والخصی والثولاء ای المجنونۃ اذا لم یمنعہا من السوم والرعی اور قربانی کرے منڈے کو یعنی جس کے سر پر سینگ نہ ہوں اور خصی یعنی بدھیا کو اور قربانی کرے اس دیوانے کو جس کو دیوانگی چرنے چگنے سے نہ روکے وان منعہا لا یجوز التضحیۃ بہا اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانے کو ذبح کرنا جائز نہیں والجرباء السمینۃ فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دبلا ہو تو درست نہیں اس واسطے کہ گوشت میں خارش ہونا نقصان ہے ھم یعنی کھال کی خارش سے گوشت میں نقصان نہیں لہذا اس کی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ خارش گوشت تک پہنچ گئی اس واسطے درست نہیں لا بالعمیاء والعوراء والعجفاء التی لا مخ فی عظامہا جائز نہیں قربانی اندھے اور کانے اور ایسی نہایت دبلے جانور کی جس کی ہڈیوں میں گودا نہیں والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح اور اس لنگڑے کی قربانی جائز نہیں جو ذبح کرنے کے مقام تک نہ چل سکے ھم بزازیہ میں ہے کہ اگر ایسا جانور ہو جو تین پاؤں سے چلے اور چوتھا پاؤں زمین پہ نہ رکھے تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر چوتھے پاؤں کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور جھکا ہو تاہم تو اس کی قربانی درست ہے والمریضۃ البین مرضہا اور اس بیمار کی قربانی جس کی بیماری صاف ظاہر ہے ومقطوع اکثر الاذن او

Marfat.com

الذنب او العین ای التی ذہب اکثر نور عینیہا فاطلق القطع علی الذہاب مجازا وانما یعرف بتقریب العلف اور اس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کا اکثر کان یا دم یا آنکھ قطع ہوگئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارہ نزدیک رکھنے سے معلوم ہوتا ہے ھ صورت اس کی یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اس کے سامنے چارہ رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اس نے چارے کو دیکھا اور اس کی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارہ سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اس نے چارہ دیکھا پھر دونوں مکانوں کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسی طرح آدھی یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابواللیث کا قول ہے اور مجتبی میں اسی قول پر فتوی مذکور ہے اور شرنبلالی میں قاضی خان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اس سے کم قلیل میں داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اس پر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں فتوی مختلف ہے او اکثر الالیۃ لان للاکثر حکم الکل بقاء وذہابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی مجتبی اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹی ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے اس لیے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے میں تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کے واسطے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی ولا بالہتماء التی لا اسنان لہا ویکفی بقاء الاکثر وقیل ما تعتلف بہ اور قربانی جائز نہیں پوپلے جانور کی جس کے دانت نہیں اور اکثر دانتوں کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس قدر دانتوں کا باقی رہنا کافی ہے جس قدر سے چارہ کھا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہوں والسکاء التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ اجزأت زیلعی اور جائز نہیں قربانی بوچے کی جس کے پیدائشی کان نہیں اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہوں تو اس کی قربانی کافی ہے کذا فی الزیلعی ھ اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اس کی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ والجذاء مقطوعۃ رؤس ضرعہا او یابسہا اور اس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوں یا وہ خشک ہوں ولا الجدعاء مقطوعۃ الانف اور قربانی درست نہیں نکٹے جانور کی جس کی ناک کٹی ہو ولا المصرمۃ اطباؤہا وہی التی عولجت حتی انقطع لبنہا اور نہ وہ جانور جس کے تھنوں کی نوکیں مقطوع ہوں یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع ہو گیا ولا التی لا الیۃ لہا خلقۃ مجتبی اور درست نہیں قربانی اس دنبہ کی جس کے پیدائشی چکتی نہ ہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمہا لا ینضج شرح وہبانیۃ وتمامہ فیہ اور جائز نہیں قربانی خنثی کی اس واسطے کہ اس کا گوشت پختہ نہیں ہوتا کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اس کا پورا بیان اسی کتاب میں ہے ولا الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولا تاکل غیرہا اور جائز نہیں قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں کھاتا ھ اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی کھاتا ہو اور چارہ بھی کھاتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جس کو کھانسی آتی ہے اور اس کی جو بڑھاپے سے جن نہیں سکتی اور اس کی جو داغا گیا ہے اور اس کے دودھ نہیں اترتا بلا مرض اور جس کی چھوٹی چکتی ہے دم کے برابر اور جس کی زبان کٹی ہے بشرطیکہ چارہ کھا سکتا ہو کذا فی الطحطاوی ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزاہ ذلک اور اگر قربانی تندرست خرید کی پھر اس میں وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اس پر واجب ہے کہ اور قربانی اس کے قائم مقام کرے اگر خرید کرنے والا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی اس کے واسطے کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب علیہ بخلاف الغنی اور اسی طرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی میں عیب موجود ہو خریداری کے وقت اس واسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہیں برخلاف مالدار کے کہ اس پر واجب ہے تو اس کے حق میں کافی نہ ہوگی ولا یضر تعیبہا من اضطرابہا عند الذبح اور ضرر نہیں کرتا عیب دار

Marfat.com

جانا قربانی کا اس کے تڑپنے کے سبب سے ذبح کے وقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرھا لا الفقیر اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پہ دوسری قربانی
ں کے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت فشری اخری فظہرت فعلی الغنی احدہما وعلی الفقیر کلاہما شمنی اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی
اس نے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج پر دونوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی ھم یہ مسئلہ
ہوگی وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوہا بلا اذن
ثۃ لم یجزہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکوں میں سے ایک شریک مرگیا اور میت کے وارثوں نے کہا کہ ذبح کرو
ت کی طرف سے اور اپنی طرف سے تو سب کی طرف کی قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے اس واسطے کہ عبادت کا قصد سب کی طرف سے
ل ہوا اور اگر شریکوں نے میت کے وارثوں کے بلا اذن اس کو ذبح کیا تو شریکوں کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہوگی اس واسطے کہ ساتواں حصہ
دت واقع نہ ہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل بھی عبادت نہ ہوا عدم تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک الستۃ نصرانیا او مریدا
م لم یجز عن واحد منہم لان الاراقۃ لا تتجزی ہدایۃ لما مر اور اگرچہ شریکوں کے ساتھ ساتواں شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا تو ان میں
کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی اس واسطے کہ خون ریزی متجزی نہیں ہوتی کذا فی الہدایۃ بدلیل گذشتہ ھم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر میں
جب متقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہیں رکھتا ہے تو عبادت ادا نہ ہوگی اور در صورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت
جہت مختلف ہو اس طرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید[51] اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی تطوع اور
دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسی طرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے فوائد ضحایا میں اور اس
ب سے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اس کے مفید ہے کہ نسخ
انتفاء وجوب کی راہ سے ہے وال عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اس بحث کے جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی
اصہ یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ
دیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہیں رہا ہے تو اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہیں اور اس کو مکروہ کہنا تو قول بے دلیل ہے اس
سطے کہ عقیقہ احادیث متعددہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام میں جاری ہے فروع[52] مسائل ملحقہ شارح ولو ان ثلثۃ نفر اشتری کل واحد منہم شاۃ
یۃ احدہم بعشرۃ والآخر بعشرین والآخر بثلثین وقیمۃ کل واحد مثل ثمنہا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاتہ بعینہا واصطلحوا علی ان یاخذ کل واحد
اۃ فیضحی بہا اجزاتہم ویتصدق صاحب الثلثین بعشرۃ وصاحب العشرین بعشرۃ ولا یتصدق صاحب العشرۃ بشیء وان اذن کل واحد منہم ان
حہا عنہ اجزاتہ ولا شیء علیہ کما لو ضحی اضحیۃ غیرہ بغیر امرہ ینابیع اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خرید کی ایک شخص
ے دس درم کو خرید کی اور دوسرے نے بیس درم کو خرید کی اور تیسرے نے تیس درم کو خرید کی اور ہر بکری کی قیمت اس کے ثمن کی برابر ہے پھر تینوں
ریاں اس طرح مختلط ہوگئیں کہ تینوں شخصوں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہے اور تینوں نے اس پر اتفاق کر لیا ہے
ہر ایک شخص ایک ایک بکری لے کر قربانی کرے تو اس طرح قربانی کرنا کفایت کرے گا اور تیس ۳۰ درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم
الا ۱۰ درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نہ کرے اور ہر شخص اگر دوسرے کو اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کر دے تو اس کے
واسطے قربانی کافی ہوگی اور اس پر کچھ خیرات کرنا واجب نہ ہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اس کے حکم کے تو اس پر

---

[51] یعنی حرم کے شکار کا بدلہ اور ہدی احصار یعنی حج سے رک جانے کا۔ [52] اور ایک نسخے میں فروع کی جگہ تتمہ ہے ۱۲۔

Marfat.com

تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیع ھ ۲۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اس نے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے خرید ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اس پر کچھ تصدق بھی نہیں ویاکل من لحم الاضحیۃ ولو کل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیہم اور قربانی کرنے والا کھاوے اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کھلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جائے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے ان پر کشایش کرنے کے لیے ھ مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھائے اور غیر کو کھلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرنے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنے والے کو کھانا اس قربانی میں ہے جو منذور نہ ہو اور اگر قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی کرنے والے کو اس کا کھانا اور مالداروں کو کھلانا حلال نہیں خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر اس واسطے کہ نذر میں تو تصدق کرنا لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریۃ وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا یعلمہ یشھدہا بنفسہ ویامر غیرہ بالذبح کیلا یجعلہا میتۃ اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اس کا ذبح کرنے کا امر کرے تا ناواقف قربانی کو مردار نہ کر ڈالے ھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اس واسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یوں کہہ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ[1] جان رکھ کہ اس کا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جائے گا ستر گنا ہو کر کذا فی الطحطاوی وکرہ ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانہ لیس من اہلہ درر اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اس لیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہے کذا فی الدرر ویتصدق بجلدہا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اس سے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور دستارخوان اور ڈول بنا دے او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اس کو باقی رکھ کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے لا بمستہلک کخل ولحم ونحوہ کدراہم نہ بدلے کھال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہ ہو سکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اس کے چنانچہ روپے یا پیسے یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستہلک او بدراہم تصدق بثمنہ ومفادہ صحۃ البیع مع الکراہۃ وعن الثانی باطل لانہ کالوقف مجتبی پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑہ بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپوں سے تو اس کے ثمن کو تصدق کر دے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کراہت کے ساتھ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اس واسطے کہ وہ وقف کے مانند ہے کذا فی المجتبی ولا یعطی اجر الجزار منہا لانہ کبیع واستفیدت من قولہ علیہ الصلوۃ والسلام من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ہدایۃ اور نہ دے قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اس واسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اس کی بیع کے مانند ہے اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جس نے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اس کی قربانی نہ ہوئی کذا فی الہدایۃ وکرہ جز صوفہا قبل الذبح لینتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولا یرکبہا ولا یحمل علیہا شیئا ولا یؤجرہا فان فعل تصدق بالاجرۃ حاوی الفتاوی لانہ التزم اقامۃ القربۃ بجمیع اجزائہا اور قربانی کے رونگٹے اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تاکہ اس سے فائدہ حاصل کر لے

[1] البتہ میری نماز اور افعال حج اور زندگی اور موت اللہ کے واسطے ہے جو پروردگار ہے جہانوں کا اس کا کوئی شریک نہیں ۱۲

پھر اگر کترے تو اس کو خیرات کر دے اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اس چیز پر کوئی لادے اور نہ اس کو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کر دے کذا فی حاوی الفتاوی امور مذکورہ اس واسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم کرنا اس کے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے **بخلاف ما بعد** **حصول المقصود** مجتبی برخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا کترنا درست ہے بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے کذا فی المجتبی یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کے واسطے صوف کترنا اور دودھ کا دہنا درست ہے **ویکرہ الانتفاع بلبنہا قبلہ کما** **فی الصوف** ومنہم من اجازہما للغنی لوجوبہا فی الذمۃ فلا تتعین زیلعی اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقیہوں میں سے بعضا فقیہ وہ ہے جس نے صوف کترنا اور دودھ دہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہے مالدار کے واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اس پر مخصوص قربانی متعین نہیں ہے کذا فی الزیلعی **ولو غلطا اثنان** **وذبح کل شاۃ صاحبہ** یعنی عن نفسہ علی ما ول علیہ قولہ غلطا او لم یغلطا فیکون کل واحد وکیلا عن الآخر دلالۃ ہدایۃ قالہ ابن الکمال وظاہر کلام صدر الشریعۃ وغیرہ وقوعہ **عن صاحبہ صح استحسانا بلا غرم** اور اگر دو شخص غلط کار ہوئے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری از راہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہر جاوے گا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو قربانی منظور تھا سو اس طرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہے ابن کمال شارح ایضاح نے اور صدر الشریعۃ وغیرہ کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اس کے مالک کی طرف سے **م** طحطاوی نے کہا کہ صدر الشریعۃ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اس واسطے کہ سوائے زفرؒ کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کی طرف سے ہے بقرینہ اذن حالی **ویتحالان ولو اکلا ولم یعرفا ثم عرفا ہدایۃ** اور دونوں شخص باہم حلت کی درخواست کریں یعنی معاف کر والیں اگر قربانی کا گوشت کھایا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اس کے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ **وان تشاحا ضمن کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ وتصدق بہا** اور اگر دونوں نے باہم بخل کیا اور معاف نہ کر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے قلت وفی اوائل القاعدۃ الاولی من الاشباہ لو شراہا بنیۃ الاضحیۃ فذبحہا غیرہ بلا اذن فان اخذہا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزأتہ وان ضمنہ لا تجزیہ وہذا اذا ذبحہا عن نفسہ اما اذا ذبحہا عن مالکہا فلا ضمان علیہ انتہی فراجعہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے پہلے قاعدے اوائل میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے جانور خریدا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اس کو ذبح کر ڈالا بدون اس کے اذن کے سو اگر مالک نے اس مذبوح کو لیا اور اس سے تاوان نہ لیا تو اس کے حق میں قربانی کفایت کر گئی اور اگر اس کا تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی یہ اس صورت میں ہے جب کہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہو گا تو اس پر تاوان نہیں ہے انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف سے مراجعت کر **کما صح لو ضحی بشاۃ الغصب** ان ضمنہ قیمتہا حیۃ جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو **م** زندہ بکری کا ضمان اس واسطے لازم آیا کہ غاصب اسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے تو اس پر توبہ اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہے اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر لازم نہیں آتا ہے جب تک کہ غصب کرنے کو حلال نہ جانے گا کذا فی الطحطاوی **کما اذا باعہا** جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اسکی قیمت کا تاوان دیگا **وکذا لو اتلفہا ضمن لصاحبہا قیمتہا بدایۃ لظہور ملکہا بالضمان من وقت الغصب** اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کر دے تو تاوان دے اس کی

قیمت کا اس کے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاۃ مغصوبہ کی قربانی صحیح ہو گئی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت
سے لا الودیعۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہ ہہنا بالذبح والملک یثبت بعد تمام السبب و ہو الذبح فیقع فی غیر ملکہ قربانی صحیح نہیں امانت کی بکری کی اگرچہ
اس کے مالک کو تاوان بھی دے اس واسطے کہ تاوان کا سبب یہاں ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونیکے بعد اور وہ سبب ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا
اسکے غیر ملک میں قلت ونظیرہا العاریۃ کالودیعۃ والمرہونۃ کالمغصوبۃ لکونہا مضمونۃ بالدین وکذا المشترکۃ فلیراجع میں کہتا ہوں اور مسئلہ امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ
عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہیں ہے اور مرہون بکری مغصوب بکری کے برابر ہے اس واسطے کہ وہ مضمون بالدین ہے اور
اسی طرح مشترک بکری مغصوب بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جائے ہم بدائع میں عاریت کو ودیعت کے مانند مصرح
بیان کیا ہے عدم صحت قربانی میں اور خانیہ اور خلاصہ میں مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور کی قربانی صحیح نہیں باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل
میں شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہ رہی خزانہ میں مذکور ہے کہ دو بکریاں مشترک میں دو شخصوں نے سو دونوں نے ان کو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے
مشترک کی قربانی کی تو اس میں تجویز علماء مختلف ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا فروع مسائل ملحقہ شارح کے لون اضحیتہ علیہ الصلوۃ والسلام سود اور رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام
کی قربانی کی رنگت سیاہ بھی ہم طحطاوی نے کہا شاید کسی سال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی قربانی کی ہو حدیث میں تو تصریح ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو
خصی مینڈھے شاندار سفید رنگ جن میں کچھ سیاہ بال بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان لمجیئی الاثر بہما خانیۃ والاصح وجوب الکل لایجابہ باللہ من جنسہ ایجاب شرعا [illegible]
ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اس پر دو قربانی لازم آویں گی اس واسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ہے
چنانچہ ابھی اس کا مذکور ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کر لینے ناذر کے اس چیز کو جس کی ہم جنس ایجاب
ربانی موجود ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ قلت مفادہ لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی قالہ المصنف فلیحفظ میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ
سے ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اس نذر کا جس کے ہم جنس شرع میں وجوب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کلیہ کو
یاد رکھنا چاہیے ضحی بین حلیتین ضمیا بہا جاز بخلاف العتق لصحۃ قسمۃ الغنم لا الرقیق بھیڑ بکریاں دو شخصوں میں شرکت میں سو دونوں نے ان کو قربانی کیا تو جائز ہے بخلاف آزاد کرنے مرک
مملوک کے بسبب صحیح ہونے قسمت غنم کے نہ رقیق کے ضحی بشاتین فالاضحیۃ کلاہما وقیل الاولی ثم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونوں قربانی ٹھہریں گے اور بعضوں نے کہا کہ
زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہرے گا والافضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استویا فاطیبہما لو ضحی بالکل فالکل فرض کارکان الصلوۃ فان الفرض منہا ما ینطلق
الاسم علیہ فاذا طولہا یقع الکل فرضا مجتبی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت میں برابر ہوں
تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہوں گے جیسے نماز کے ارکان کہ ان میں سے فرض تو اسی قدر ہے جس پر رکن کا نام بولا جا[illegible]
پھر جب نمازی نے اس کو طویل کر دیا مثلا تین آیت سے زیادہ قرأت کی یا پانچ پانچ بار رکوع اور سجود میں تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہو گا کذا فی المجتبی ہم فرض سے مراد فرض [illegible]
ہے کذا فی الطحطاوی شری اضحیۃ وامر رجلا بذبحہا فقال ترکت التسمیۃ عمدا لزمہ قیمتہا لیشتری الآمر بہا اخری ویضحی ویتصدق ولا یاکل لو ایام النحر باقیۃ والا تصدق بقیمتہا علی الفقراء خانیۃ
قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایک مرد کو اس کے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ میں نے بسم اللہ کہنا قصدا ترک کیا تو مامور پر اس کی قیمت دینا لازم ہو گا تاکہ امر کرنے والا اس قیمت
سے اور قربانی خرید کرے اور اس کو قربانی کرے اور خیرات کر دے اور آپ نہ کھاوے یہ اس وقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہوں اور اگر باقی نہ رہے ہوں تو اس کی قیمت فقیروں
پر تصدق کرے کذا فی الخانیۃ وفیہا اراد التضحیۃ فوضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوبا فلو ترکہا احدہما او ظن ان تسمیۃ احدہما تکفی حرمت [illegible]
تصلح للانفصال ای شاۃ لا تحل بالتسمیۃ مرۃ بل لا بد ان یسمی علیہما معین اور خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے سا[illegible]
ساتھ رکھا ذبح کرنے میں اور اس کی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو ایک شخص بھی ترک کرے گا یا گمان کرے گا کہ ایک شخص کا بسم[illegible]

Marfat.com

سنا کفایت کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور یہ مسئلہ چیستان ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو یوں سوال کیا جائے کہ کون بھیڑ بکری ہے جو ایک بار بسم اللہ
لینے سے حلال نہیں ہوتی بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس پر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ ای ذبح لابد للحل فیہ ٭ ان یثنی بذکر ذی التنزیہ
٭ فاجب عنہ بالقریض فانا لانراہ نثرا ولا نرتضیہ اور البتہ اس کو نظم کیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہ ہے کون ذبح ہے جس کی حلت میں یہ ضرور ہے کہ
دو بار ذکر کی جائے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے سو اس کا جواب دے نظم سے اس واسطے کہ ہم نثر کو نہیں دیکھتے اور پسند نہیں کرتے فقلت
الجواب ؎ خذ جوابا نظمکما تبتغیہ ٭ من فقیہ مرویہ عن فقیہ ٭ خیر الدین رملی نے کہا تو میں نے جواب سوال مذکور میں یوں کہا کہ لے جواب نظم میں جیسا کہ تو
چاہتا ہے اس فقیہ سے جس کی روایت ثابت ہے فقیہ سے ؎ ہی شاۃ فی ذبحہا اشترک اثنان ٭ فتکرار الذکر شرط کما نرویہ ٭ ذاک ذبح قصاب وضع الید
مع الصاحب الذی یکفیہ ٭ وہ بھیڑ بکری ہے جس کے ذبح کرنے میں دو شخص شریک ہوئے تو دو بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت کرتے ہیں
وہ ذبح کرنا اس قصاب کا ہے جس نے ہاتھ رکھا تو اس صاحب کے ساتھ جو اس کی امید رکھتا ہے یا خوف کرتا ہے کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح
ہو سکے ؎ فعلی کل واجد منہما ان ٭ یذکر اللہ جل عن تشبیہ ٭ تو ان دو شخصوں میں سے ہر شخص پر واجب ہے یہ کہ ذکر کرے اللہ کو در آنحالیکہ وہ پاک
تشبیہ اور تمثیل سے وفی الوہبانیۃ وشرحہا قال ؎ ولو ذبحا شاۃ معا کل واحد ٭ اخل ببسم اللہ فالشاۃ تہجر اور وہبانیہ اور اس کی شرح میں کہا اور اگر
دو شخصوں نے بکری کو ساتھ ہی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری متروک ہو گئی یعنی حرام واجب الترک ہے ؎ وان یشتری منہا ثلاثا ثلاثۃ
فاشکل فالتوکیل بالذبح یحضر ٭ اور اگر تین شخص تین بکریاں خرید کریں اور اشکال واقع ہو یعنی تینوں شخص اپنی اپنی بکریوں کی شناخت میں حیران
ہوں تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہے ۵ شرح وہبانیہ میں صورت مذکورہ میں یوں چاہیے کہ تینوں شخص ہر ایک کو ذبح کرنے میں وکیل
کریں سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اس کے اذن سے تو بھی جائز ہے ؎ وکیل شراء الشاۃ للمعز ان شری ٭ یصح خلاف
العکس والقود یحضر ٭ خرید شاۃ کا وکیل اگر معز یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو
صحیح نہیں اور ہانکنے کی اجرت میں وکیل نقصان اٹھا دے گا ۵ وجہ صحت یہ ہے کہ شاۃ اسم جنس ہے ضان اور معز یعنی بھیڑ اور بکری دونوں
کو شامل ہے برخلاف عکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اس نے شاۃ من الضان یعنی بھیڑ خرید کی تو موکل کو اس کا لینا لازم نہیں چنانچہ
ہندیہ میں ہے فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے خرید کی اور اس کے ہانکنے کے واسطے ایک
آدم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہیں یعنی وکیل کو دینا پڑے گا ؎ ولو قال سوداء فغیر یصح لا ٭ اذا کان فی قرنا عینا بغیر ٭
اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گائے یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اس کے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاخدار سیاہ
چشم قربانی کی خرید میں تغیر کی تو صحیح نہیں ۵ اس واسطے کہ شاخ دار سیاہ چشم کی خرید میں لوگ رغبت کرتے ہیں تو مخالف وکیل مضر ہوگی برخلاف
اول صورت کے ؎ بثنتین من ینذر العشر الزموا ٭ وتصحیح ایجاب الجمیع محرر ٭ علماء نے دو قربانیوں کو لازم کیا ہے اس شخص
کے حق میں جس نے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہ ہے کہ تمام نذر
واجب اور لازم ہو گی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ؎ ومن میت بالامر الزم تصدقا ٭ وان فعل منہا بلا المخبر ٭ اور اگر قربانی
کی میت کی طرف سے اس کے امر سے تو لازم جان اس کا خیرات کرنا ۱۲ اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کی طرف سے تو
اس کے گوشت کو اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہے ؎ ومن مال طفل فالصحیح سقوطہا ٭ وعن ابہ فی حقہ وہو الظہر ٭ اور صغیر کے مال سے تو
سقوط قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق میں قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ میں ہے چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الاضحیۃ

۵ وفی نسخۃ بذکر ۱۲ ٭

Marfat.com

میں مذکور ہو چکا ہے ۵ وواہب شاۃ راجع بعد ذبحہا یجزئ من ضحی علیہا ولو جبر ؛ اور بکری کا ہبہ کرنے والا اس کے ذبح ہو جانے کے بعد رجوع کرسکتا ہے تو کفایت ہوگی اس کی طرف سے جس نے اس پر قربانی کی اور اس کو ثواب ملے گا ۵ یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اس کو ایک بکری ہبہ کی سو اس نے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ میں رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اس کو قربانی کا ثواب ملے گا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ؛

Marfat.com

کتاب الحظر والاباحۃ
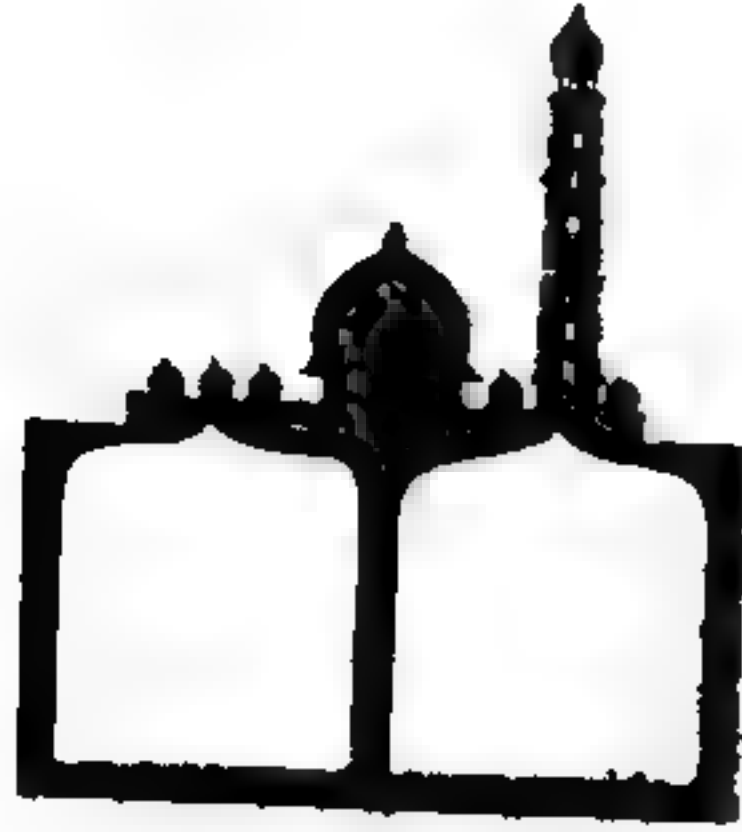
یہ کتاب ہے حظر اور اباحت کی یعنے اس میں فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے م مباح کا ذکر اس واسطے ہے کہ کوئی اس کو مکروہ گمان نہ کرے
...اس میں فرض بھی مذکور ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس کا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضی کتابوں میں کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہیۃ کہا
ہے اس واسطے کہ اس میں افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہیں اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتاب میں کتاب الزہد والورع مذکور ہے اس
واسطے کہ اس میں اکثر مسائل مباح مذکور ہیں اور ان سے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتاب میں اس کو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اس
واسطے کہ اس میں وہ افعال مذکور ہیں جن کو شرع نے نیک یا بد کہا ہے مناسبۃ ظاہرۃ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے
اس واسطے کہ اضحیہ میں اکثر محظورات اور مباحات داخل ہیں بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس
...بفتح حا مہملہ وظا معجمہ لغت میں عبارت ہے منع اور حبس سے وشرعا ما منع من استعمالہ شرعا اور اصطلاح شرع میں حظر وہ ہے جس کا استعمال شرعاً
...نا ہے م یہ تعریف ہے محظور کی نہ حظر کی والمحظور ضد المباح اور محظور ضد ہے مباح کی م یہ تعریف بالاعم ہے اس واسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ
...ضد مباح ہیں تو محظور کی تعریف خاص یہ ہے کہ جس کا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جس کا
...ج دلائل ثلثہ مذکورہ ہوں کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب نعم یحاسب علیہ حسابا یسیرا اختیار اور مباح و
...ل ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے کی مکلف لوگوں کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتب عقاب ہاں البتہ یہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب
...کذا فی الاختیار م عدم ثواب اور عذاب درصورت عدم نیت کے ہے[1] اور اگر مباح میں عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت
...رے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراہۃ
...زیہ فالی الحل اقرب اتفاقا جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کے مانند ہے دوزخ کے عذاب میں محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر
ہے باتفاق امام اور شیخین کے م حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہوا اور اس کا ترک فرض ہے چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو
...یل ظنی ممنوع ہوا اور اس کا ترک کرنا واجب ہے جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کا کھیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابوں میں کراہت بولتے ہیں تو اس
...ے حرام مراد رکھتے ہیں اور مکروہ تحریمی کو حرام نہیں کہتے ہیں اس واسطے کہ اس کی دلیل قطعی نہیں جو حرمت پر دلالت کرے تو جس کی حرمت دلیل غیر قطعی
...نی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہے اس کو مکروہ کہتے ہیں اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنے اس کے کرنے والے پر
...عذاب نہیں لیکن اس کا تارک کچھ تھوڑا ثواب پاوے گا کذا فی الطحطاوی وعندہما وہو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب[2] اور
...اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہ مکروہ تحریمی کے مانند ہے
...شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی میں حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہیں لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فالمکروہ تحریما بالنسبۃ الی

[1] یعنے اعمال کے ثواب کا مدار نیتوں پر ہے ۱۲

[2] یعنے قریب بہ حرام ۱۲

Marfat.com

الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی بظنی الثبوت ویأثم بارتکابہ کما یأثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ
تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اس دلیل سے جس سے واجب ثابت
ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی
گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کے مانند سنت موکدہ ہے م دلائل شرعی چار قسم ہیں اول وہ دلیل
جس کا ثبوت اور دلالت مطلب دونوں قطعی اور یقینی ہیں چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جس میں کسی طرح تاویل کا احتمال نہیں یہ مفید یقین
ہے اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہے ثانی وہ دلیل ہے جس کا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث جن
میں تاویل کا احتمال ہے اور یہ مفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہے ثالث وہ دلیل ہے جس کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت مقصود قطعی
چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے رابع وہ دلیل ہے جس کا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں جیسے اخبار آحاد
محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنت اور استحباب ہے اور گاہے فرض بولتے ہیں اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہیں اور کبھی واجب کہتے ہیں اور اس سے فرض
عملی کا ارادہ کرتے ہیں کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمۃ الخیل القریب من الحرام ما تعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کترک
السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ
المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتہی اور زیلعی میں گھوڑوں کی حرمت کی بحث میں یہ مطلب ہے کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہے جس سے محذور
متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت موکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہیں ولیکن اس کے ترک
سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کرے گا وہ میری شفاعت کو نہ
پاوے گا تو ترک سنت موکدہ قریب ہے حرام سے اور وہ خود حرام نہیں ہے انتہی ما فی الزیلعی م حرمان شفاعت سے یہاں شفاعت مخصوصہ مراد ہے
چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہیں کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہو گی اس واسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہے گا
بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی[1] لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت موکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی
پر حرام کا اطلاق کیا ہے اور اس کو حلال نہیں کہا ہے کیونکہ اس کی حلت پر دلیل قاطع نہیں اور شیخین نے اس کو حلال میں داخل کیا ہے اس واسطے
کہ اصل اشیاء کی حلت ہے اور اس کی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہیں انتہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ ان
کے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی اور دونوں کا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال
غیر قطعی میں داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد
اور شیخین کے لفظی نہیں ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث
کھانا غذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہے اس پر ثواب ملے گا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر
کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اس پر لازم ہو م حدیث مذکور یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی یوجر فی کل شئی حتی اللقمۃ یرفعها العبد
الی فیہ کذا فی شرنبلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز میں ثواب دیتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں ثواب دیتا ہے جس کو بندہ اپنے منہ تک اٹھاتا ہے ح
اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار میں ہے اور منتقی میں ہے کہ جو شخص مردار نہ کھائے مخمصہ میں یا روزہ رکھتا جائے اور نہ کھائے پیا

[1] یعنی میری شفاعت میری امت میں کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے ۱۲

Marfat.com

تک کہ مر جائے تو وہ گنہگار ہے اور اضطرار کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ فرض نہ ادا کر سکے اور بعضوں نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہے کہ غیر موقت ہے اس واسطے کہ طبائع آدمیوں کی مختلف ہوتی ہیں کذا فی الطحطاوی **ولکن مقدار ما یدفع الانسان الھلاک عن نفسہ** کھانا فرض ہے لیکن اتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے **وما جور علیہ وھو مقدار ما تمکن بہ من الصلوٰۃ قائما ومن صومہ** مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یجز کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کھانا وہ ہے جس پر ثواب ہوتا ہے اور وہ اس قدر کھانا ہے جس سے آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اس قدر تقلیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہے جس سے آدمی ادائے فرض سے ضعیف ہو جائے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہیں ہے چنانچہ ملتقی وغیرہ میں مصرح ہے قلت وفی المبتغی[1] بالغین الفرض بقدر ما یندفع بہ الھلاک ویمکن معہ الصلوٰۃ قائما انتہی فتنبہ میں کہتا ہوں اور مبتغی بغین معجمہ میں یوں مذکور ہے کہ اس قدر کھانا فرض ہے جس قدر سے ہلاکی دور ہو اور اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ممکن ہو انتہی کلام المبتغی تو خبردار ہو جاؤ اس قدر کھانا اس واسطے فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہیں ہو سکتی بدون اس کے **ومباح الی الشبع لتزید قوتہ** اور کھانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تاکہ آدمی کی قوت زیادہ ہو **وحرام عبر فی الخانیۃ بیکرہ وھو ما فوقہ** ای الشبع وھو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ یفسد معدتہ وکذا فی الشرب قہستانی اور وہ کھانا حرام ہے جو سیری اور آسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کھانا کہ کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اس کے پیٹ میں فساد کرے گا یعنے بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ میں اس کو مکروہ کہا ہے یعنے مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی میں کہا کہ اسی طرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو م زیادہ کھانا اس واسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے حق میں کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہیں جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تہائی کھانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت عذاب ان پر ہے جو بہت پیٹ کو بھرتے ہیں ابوداؤد نے روایت کی جو حمد اور شکر کرے کھانے اور پہننے کے بعد اس کی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی **الا ان یقصد قوۃ صوم الغد او لئلا یستحی ضیفہ او نحو ذلک** آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہیں ہے کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اس کا مہمان نہ شرماوے یا مانند اس کے کسی اور عذر سے کھانا درست ہے حرام نہیں ہے م عذر مذکور چنانچہ زیادہ کھانا قے کرنے کے واسطے حرام نہیں انس بن مالک صحابی طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے اور قے کر ڈالتے تھے سوا ان کو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیۃ والخانیۃ **ولا تجوز الریاضۃ بتقلیل الاکل حتے یضعف عن اداء العبادۃ** اور جائز نہیں تھوڑے کھانے کی اس قدر ریاضت کہ ادائے عبادت سے ضعیف ہو جائے **ولا باس بانواع الفواکہ** و ترکہ افضل اور طرح طرح کے میووں کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اس کا ترک افضل اور بہتر ہے **واتخاذ الاطعمۃ سرف** اور طرح طرح کے کھانے پکوانا سرف ہے یعنے فضول خرچی ہے م مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ سرف نہیں ہے چنانچہ اگر ایک کھانے کو نہیں کھا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے تا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کھا لے جس قدر سے ادائے عبادت پر قادر ہو یا مہمانوں کی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصۃ **وکذا وضع الخبز فوق الحاجۃ** اور اسی طرح روٹیاں رکھنا حاجت سے زیادہ بیہودہ صرف ہے م مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریۃ **وسنۃ الاکل البسملۃ اولہ والحمدلۃ آخرہ وغسل الیدین قبلہ وبعدہ وبدأ بالشاب قبلہ وبالشیوخ بعدہ** ملتقی اور کھانے کے وقت سنت ہے کھانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اس کے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونوں ہاتھ دھونا اور کھانے سے پہلے جوانوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کی جائے اور کھانے کے بعد بڈھوں کے

[1] ایک نسخہ میں وفی کی جگہ لفظ مہ ہے ۱۲

Marfat.com

ہاتھ دھلانے سے ابتدا کی جائے کذا فی المنتقی م اور اگر اول میں بسم اللہ کہنا بھولے تو یوں کہے بسم اللہ[1] علی اولہ و آخرہ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے تاکہ اس کے ساتھی بھی بسم اللہ کہیں اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو ہر حال میں آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نہ کہے مگر جب کہ سب لوگ کھانے سے فراغت کریں اور اس کی سنت میں ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دھونا کفایت نہیں کرتا بلکہ دونوں ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پوچھنا نہ چاہیے اور بعد از طعام پوچھنا چاہیے تاکہ اثر طعام کا زائل ہو جائے سبوس سے ہاتھ دھونا اگر آٹا اس میں باقی نہ رہا ہو تو فتاوی قاضی خاں میں لا باس[2] یہ مذکور ہے اور نوادر ہشام میں آٹے اور ستو سے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تطہیر[3] فم جمیع مواضع میں مستحب ہے اور لائق یوں ہے کہ برتن لے کر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اس میں استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت یہ ہے کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نہ کھائے اور نہ اس کو سونگھے اور نہ اس کو اور پانی کو پھونکے ہاں اگر پھونکنے میں مانند اف کے آواز نہ نکلے تو پھونکنا درست ہے اور ہاتھ پوچھنے سے پہلے انگلیوں کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دستر خوان پر گر پڑا ہو اس کو کھانا یہ سب امور مذکورہ سنت ہیں راہ میں کھانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور کھانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایاں ہاتھ زمین پر رکھ کر یا کسی چیز پر ٹیک دے کر مکروہ ہے الکل من العالمگیریۃ تتمہ اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اس طرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ ان کے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشتہیات کو روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نہ کھائے اس واسطے کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کھائے اس واسطے کہ طعام یکساں ہے ہاں اگر طبق میں رنگ برنگ میوے ہوں تو جدھر سے چاہے کھائے اسی طرح اگر طبق میں الوان اطعمہ ہوں تو ہر طرف سے کھانا درست ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹے کھانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجھ کو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھ کو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت یوں ہے کہ رکابی اس کے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث میں وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالیٰ ان کو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہے اور اس کے اکرام سے یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نہ کرے یعنی رو رکھے کھانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگوں پر محتاج کا کھانا دینا اس وقت میں جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اس کا حال جانتا ہو اس کو اتنا کھانا دینا فرض ہے جس قدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر نہ تھا سو وہ مر گیا اور کسی نے اس کو کھانا نہ دیا تو جو لوگ اس کا حال جانتے ہوں گے سب گناہ میں شریک ہوں گے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اس پر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اس کو حلال نہیں کذا فی الطحاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک ولبنہا اور مکروہ ہے گدھی کا گوشت اور اس کا دودھ یعنی پالو گدھے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے برخلاف مالک کے م کراہت بجاے وغیرہ سب کے حق میں ہے اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودھ حلال ہے کذا فی الطحاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابویوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودھ جلالہ وہ گائے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کھاتی ہو اور مکروہ ہے گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب اور ابویوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہے م ہدایہ میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گھوڑی کا دودھ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ میں آوے گا وکرہ لحمہا ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گھوڑی کا گوشت مکروہ ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب

[1] یعنی شروع ہے نام خدا سے اول میں اور آخر میں ۱۲ [2] یعنی کچھ مضائقہ نہیں ۱۲ [3] یعنی منہ کا پاک کرنا ۱۲ ق

Marfat.com

نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کھانے والا جانور بند رکھا جائے یہاں تک کہ اس کے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جائے اور حبس کی مدت ٹھہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بھیڑ بکری کے واسطے چار دن اور اونٹ اور گائے کے واسطے دس دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونوں کھاتا ہو اس طرح کہ اس کا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہے جیسے وہ حیوان حلال ہے جو پالا گیا سور کے دودھ سے اس واسطے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور جو دودھ اس کا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا ہے م اور اسی طرح جو کھیت نجاسات سے سینچے جاویں تو اس کا کھانا مکروہ نہیں ولو سقی مایوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصید شرح وہبانیۃ اور اگر ماکول اللحم جانور کو شراب پلائی گئی پھر وہ اسی وقت ذبح کیا گیا تو اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب الصید من شرح الوہبانیۃ وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمرأۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونوں کے حق میں اطلاق حدیث کی دلیل سے م حدیث مذکور بخاری اور مسلم میں حذیفہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنوں میں اور نہ کھاؤ ان کی رکابیوں میں اس واسطے کہ یہ برتن کافروں کے واسطے ہیں دنیا میں اور تمہارے واسطے ہیں آخرت میں انتہے پھر جب کھانا پینا ان میں منع ہوا تو اسی طرح ان برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال کمکحلۃ ومرأۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہے کھانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا ان کی سلائیوں سے اور جو استعمال اس کے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اس کے مکروہ ہے م ظروف مذکورہ کے مانند ہے چاندی سونے کی چلمچی اور سلفچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہیں کذا فی الطحطاوی یعنے اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتے لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر او صب الماء او الدہن فی کفہ لا علی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ وبہا حررہ فی الدرر فلیحفظ یعنے ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت اس وقت ہے جب کہ ان کو ابتداءً استعمال کیجیے ان کاموں میں جن کے واسطے وہ بنائے گئے ہیں لوگوں کے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہ ہو تو کراہت نہیں تو اگر کھانا نقل کیا جائے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی یا تیل کف دست میں ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پھر اس کو استعمال کرے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درر میں تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے م درر میں یوں مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہیں ان کا استعمال اس وقت حرام ہے جب کہ ان میں ظروف سے تیل سر پر ڈالا جائے اس واسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوئے ہیں کہ اسی طرح مستعمل ہوں اور اگر ان میں ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ میں لے کر سر پر ڈالے تو کراہت نہیں اس واسطے کہ ان سے ابتداءً استعمال نہ ہوا انتہی لیکن محشی درر میں یعنی علامہ وانی اور نوح نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اس طرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اس واسطے کہ اصل اسباب میں یہ حدیث ہے کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم[1] اور جب کہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتوں کو فقط زیور حلال ہے تو ورائے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہیں کذا فی الطحطاوی م ہر چند

[1] یعنے یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر حلال ہیں ان کی عورتوں پر ۱۲ م

Marfat.com

درر کے موافق فتاوی عالمگیری میں محیط سے بھی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدان منہمافی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ میں چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے کراہت سے وہذا فیمایرجع للبدن واما للغیرہ تجملا باوانی متخذۃ من ذہب وفضۃ وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلاباس بہ بل فعلہ السلف خلاصۃ حتے اباح ابوحنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یاتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اس صورت میں ہے جب کہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور اس کے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے اور اسی طرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اس پر دیبا اور مانند اس کے فرش کرنا تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اس کو سلف نے کیا ہے کذافی الخلاصۃ یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اس پر سونا مباح کیا ہے چنانچہ آگے آوے گا ویکرہ الاکل فی نحاس اوصفر والافضل الخزف قال صلے اللہ علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملئکۃ اختیار اور مکروہ ہے کھانا تانبے اور پیتل کے برتن میں اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں مٹی کے برتن رکھے اس کی زیارت فرشتے کرتے ہیں کذافی الاختیار م ظاہر اکراہت اس وقت ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی میں تو نفاست اور تجمل اور ادائے سنت دونوں موجود ہیں اس واسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہیں لاکیسہ ماذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافاللشافعی اور مکروہ نہیں کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کہ ان کے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی میں اس کو سیم کوب کہتے ہیں ہندی میں بدرا اور جڑاؤ م منح الغفار میں مفضض کی تفسیر مزوق ہے اور شمنی میں مرصع ہے اور قہستانی میں مزین لبعضۃ ہے اور ابویوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہیں زیلعی نے کہا یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہ ہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اس واسطے کہ وہ مستہلک ہے اس کے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ شارح اس کو بیان کرے گا کذافی الطحطاوی والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشرط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم قیل ویدوجلوس سرج ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹھنا کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن میں پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاتھ بھی جدا رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اس کے مانند میں بھی بدن جدا رکھے م اجتناب فم کا اعتبار ہے نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ میں مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اس کا استعمال تو کسی طرح جائز نہیں کذافی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب بذہب اوفضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مرآۃ ومصحف بہما اور اسی طرح حلال ہے ظرف مضبب یعنے برتن میں چاندی سونے کے پتر جڑے ہیں اس کے استحکام کے واسطے اور اسی طرح پر چاندی سونے کے پتر جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے م فتاوی عالمگیری میں ہے کچھ مضائقہ نہیں کھانے پینے کا ظرف مذہب[1] اور مفضض[2] میں جب کہ سونے چاندی پر منہ نہ رکھے اور اسی طرح ظرف مضبب[3] اور کرسی اور سرج جب کہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور اسی طرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسی طرح مجمر اور لگام اور زین اور دمچی اور رکاب مفضض یا مضبب درست ہے بشرطیکہ اس پر قعود نہ واقع ہو اور ابویوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کما لو جعلہ ای التفضیض فی نصل سیف وسکین اوفی قبضتہما اولجام اورکاب ولم یضع یدہ موضع الذہب والفضۃ چنانچہ

---

[1] سونا جڑا ہوا ۱۲ [2] چاندی جڑا ہوا ۱۲ [3] سونے یا چاندی کے پتر لگا ہوا ۱۲

Marfat.com

چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلوار اور چھری کی کوٹھی میں یا ان دونوں کے قبضے میں یا لگام یا رکاب میں کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ ہم کافی میں ہے جب کہ چھری کو کوٹھی میں اور تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ پکڑے گا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی الطحطاوی وکذا کتابۃ الثوب بذہب اوفضۃ وفی المجتبی لاباس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب وعن الثانی یکرہ الکل والسی طرح درست ہے کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی میں ہے کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہیں م امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑا گیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اس پر چاندی کا پتر چڑھا تھا والخلاف فی المفضض اما المطلی فلاباس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرہما لان الطلاء مستھلک لایخلص فلاعبرۃ للونہ عینی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنے جس چیز میں چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنی جس پر سونے چاندی کا پانی پھرا ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہے بدوں فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہما اس واسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستھلک ہے جدا نہیں ہو سکتا تو اس کی فقط رنگت کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی العینی وغیرہ **ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم** ولا یردہ بخبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ میں نے یہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اس گوشت کا کھانا حلال ہو گا یا کافر نے کہا کہ میں نے مجوسی سے گوشت خریدا کیا تو گوشت حرام ہو گا اور اس کے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے

واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لافی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لامطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات میں نہ دیانات میں اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت میں یعنی وہ حلت اور حرمت کہ ضمن معاملات کے حاصل ہے نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے وہم کیا ہے م ایک شخص کا قول مقبول ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی الہدایہ اور اذن تجارت ہے لیکن بایں ہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اس کے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اس پر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہ ہو اس کے صدق کا یا شک ہو تو اس پر عمل نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہیں جو فیما بین الناس جاری رہتے ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہیں چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت **ویقبل قول المملوک ولو انثی والصبی فی الھدیۃ** سواء اخبر باہداء المولی غیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ پہونچانے میں خواہ غلام نے یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یوں کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو **والاذن** سواء کان بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن م سراج میں ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یوں ہے کہ اس سے لوگ باز نہیں رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رایہ صدقہ فلو شری صغیر نحو صابون واشنان لاباس ببیعہ ولو نحو زبیب وحلوی لاینبغی بیعہ لان الظاہر کذبہ وتمامہ فیہ اور اذن تجارت میں سراج میں اس کی قید لگائی ہے جب کہ اس کی رائے میں ان کا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر منقے اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا لائق نہیں اس واسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اس کا پورا بیان سراج میں ہے م مٹھائی وغیرہ کی

Marfat.com

طرف اطفال مشتاق رہتے ہیں تو ظاہر حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چرا لایا ہوگا تو اس کا یہ قول کہ میرے ماں باپ نے منگوایا ہے مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن اغنیاء کے اطفال پہ یہ اشتباہ نہیں ہو سکتا ہے **ویقبل قول الفاسق و الکافر والعبد فی المعاملات** لکثرۃ وقوعہا اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات میں بوجہ وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے م اصل یہ ہے کہ معاملات میں ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات میں عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اس واسطے کہ عدالت کی شرائط مستجمع کمیاب ہے کہاں اس کو آدمی پا دے کہ اس سے معاملہ کرے یا اس کو نوکر رکھے اور لوگوں کے پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہیں سوا خبر کے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہ ہو تو معاملات کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور اس واسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہیں تو اس میں عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اس میں فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی **کما اذا اخبر انہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان غلب علی الرای صدقہ** کما سیجیٔ آخر الحظر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے میں تو اس سے اس کا خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنے والے گمان میں اس کی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے آخیر میں بھی اس کا ذکر آدے گا **وشرط العدالۃ فی الدیانات** ہی التی بین العبد والرب اور مشروط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات میں دیانات وہ امور ہیں جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہیں م چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہیں تو اس میں عدالت کی شرط کرنی حرج نہیں اور قول فاسق اور کافر اور صغیر کے قبول کرنے کی اس میں کچھ ضرورت اور حاجت نہیں **کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بہا مسلم عدل** منزجر عما یعتقد حرمتہ **ولو عبدا او امۃ** جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اس چیز سے جس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی م عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہیں کہ پانی گرا کر تیمم کرے **ویتحری فی خبر الفاسق** بنجاسۃ الماء **وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنہ** اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر میں پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جس کا فسق اور عدالت معلوم نہیں وہ کہیں کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہاں اٹکل کر کے ظن غالب پر عمل کرے نہ ان کے قول پہ **ولو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی رایہ صدقہ وتوضأ وتیمم فیما اذا غلب علی رایہ کذبہ کان احوط** اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اس صورت میں جب کہ اس کو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر میں اور وضو اور تیمم کرے اس صورت میں جب کہ اس کو گمان غالب ہو اس کے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اس میں زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوہرۃ وتیممہ بعد الوضوء احوط اور جوہرہ میں ہے اور اس کا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے م اس میں اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی **واما الکافر فاذا غلب صدقہ علی کذبہ فاراقتہ احب** قہستانی وخلاصۃ وخانیۃ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جب اس کے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القہستانی والخلاصۃ والخانیۃ م یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور اس کے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اس واسطے کہ کافر متہم ہے اس کی خبر ملزم نہیں لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے **قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر** میں کہتا ہوں درصورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اس کا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہاں تیمم مذکورہ جائز ہوگا اس واسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونے کے لائق نہیں م فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کر کے حکم دے تو اس کا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اس کی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پہ

Marfat.com

حکم دے گا یعنی مسلم کی خصومت میں تو حکم اس کا نافذ نہ ہوگا ولو اخبر عدل بالطہارۃ وعدل بنجاستہ حکم بالطہارۃ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم متقی نے
پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اس کو نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں
درصورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا م پانی کی طہارت کا اس واسطے حکم ہوا کہ دونوں خبریں بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئیں تو اصل
پر یعنی طہارت پر حکم ہوا وتعتبر الغلبۃ فی اوان طاہرۃ ونجسۃ وذکیۃ ومیتۃ فان الاغلب طاہرا تحری وبالعکس والسواء لا الا العطش اور غلبہ معتبر
ہے ظروف پاک اور ناپاک میں جو باہم مل گئے اور مذبوح جانور اور مردار میں جو باہم مخلوط ہوگئے تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہوں تو
طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اقل دور کرا دے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہوں یا دونوں پاک اور ناپاک
برابر ہوں تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہیں مگر دفع عطش کے واسطے البتہ ظروف میں گمان غالب معتبر ہوگا وفی الثیاب یتحری مطلقا اور کپڑوں میں
ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے م خواہ اکثر کپڑے طاہر ہوں یا نجس اس واسطے کہ ستر عورت میں کپڑے کا کچھ بدلا نہیں اور پانی کا بدلا مٹی ہے
تیمم کے واسطے **دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل** لو المنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لا ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا
لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین کوئی شخص شادی کی دعوت میں بلایا گیا اور وہاں لہو ولعب یا راگ ہے تو بیٹھے اور کھائے
بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان میں ہو اور دستار خوان پر نہ ہو اور اگر غیر مشروع دستار خوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہیں وجوباً بلکہ نکل جاے
ناخوش ہو کر اس واسطے کہ قرآن مجید میں حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھ نہی کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ م ولیمہ شادی کے کھانے
کا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہو اور بعضوں نے کہا دونوں طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث میں آیا ہے کہ ولیمہ کر
اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت دعوت میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے
کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہیں تو وہ مختار ہے لیکن اجابت افضل ہے اس واسطے کہ اس میں دل مومن
کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تا کہ معلوم ہو کہ تو اس کے فسق سے راضی نہیں اور اسی طرح اس کی دعوت قبول
نہ کرے جس کا اکثر مال حرام ہے ہاں اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کھائے اور اگر
اس کا غالب مال حلال ہے تو اس کا تحفہ قبول کرنا درست ہے جب کہ دعوت قبول کی اور اس کے مکان پر گیا تو جو اس کے ذمہ پر تھا ساقط
ہو گیا اختیار ہے کھائے یا نہ کھائے نہ کھانے سے کچھ حرج نہیں اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہ ہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی
اپنی شیخی اور نام آوری اور شکر گزاری چاہے تو خصوصا اہل علم کو اس کی دعوت قبول کرنا نہ چاہیے اس واسطے کہ اجابت میں آپ کو ذلیل
کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا **فان قدر علی المنع فعل** پھر اگر دعوت میں گیا اور وہاں ناچ رنگ ہے
تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے م یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا اس واسطے کہ حدیث صحیح میں
وارد ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے سو اگر قادر نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کر دے اور یہ بھی
اگر نہ ہو سکے تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ اضعف الایمان ہے **والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ** اور اگر منع کرنے پر قادر نہ ہو
تو صبر کرے اگر ان لوگوں میں نہ ہو جن کے قول اور فعل کے لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہوں یعنی اگر مقتدائے خلق نہ ہو تو صبر کرے دل سے
ناخوش ہو کر **فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد** لان فیہ شین الدین سو اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہ ہو
تو وہاں سے نکل جائے اور نہ بیٹھے اس واسطے کہ اس کے ٹھہرنے میں عیب لگتا ہے دین میں م اور اس میں معصیت کا دروازہ کھولنا ہے

Marfat.com

مسلمین پر کہ وہ اس بزرگ کی پیروی کریں گے والمحکی عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ اور جو قول امام سے منقول ہے کہ میں ایک بار لہو کی دعوت میں مبتلا ہوا تھا سو میں نے صبر کیا تو یہ ان کے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی بہ اولا لان حق الدعوۃ نما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کر جائے تو اصلا وہاں نہ جائے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اس واسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونے کے بعد نہ قبل اس کے کذا ذکرہ ابن کمال م نہ جانے کی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اس وقت ہے جب کہ وہاں امر غیر مشروع نہ ہو کذا فی الزیلعی وفی السراج ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج میں ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہیں م ملاہی سے تین مستثنیٰ ہیں بموجب حدیث کے مرد کی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیر اندازی ویدخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر میں گھس جائے بدوں ان کے اذن خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے م یعنی ہر چند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب ان لوگوں نے خلاف شرع کے ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کر دی تو ان کی ہتک حرمت جائز ہوگی کذا فی المنح قال ابن مسعودؓ صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اگاتا ہے م نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جو کفر ہے قلت وفی البزازیۃ استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ و الجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ واشعار العرب لو فیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجوں کی آواز جیسے بانسری بجانے کی آواز اور ماننداس کے حرام ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اس پر بیٹھنا فسق ہے یعنے طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اس سے لذت لینا کفر ہے یعنے کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جس کے واسطے وہ بنائے نہیں گئے نعمت کا کفران ہے نہ شکر اس نعمت کا تو واجب کمال واجب یہ ہے کہ کنارہ گیر ہو جائے تا کہ آواز کو نہ سنے اس واسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس میں داخل کر لیا تھا اس کی سماعت کے وقت اور عرب کے اشعار اگر ان میں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتہی ما فی البزازیۃ او لتغلیظ الذنب کما فی الاختیار او للاستحلال کما فی النہایۃ یا تلذذ سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اس کو حلال سمجھنے کے سبب سے کما فی النہایۃ فائدۃ ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء الی نفخۃ الموت وبعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور منجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کے واسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اس کا مضائقہ نہیں چنانچہ جب کہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھونکے جانے کی یاد دہانی کے واسطے اس لئے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخۂ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخۂ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخۂ بعث کا یعنی قبروں سے اٹھنے کا اور پورا اس کا بیان اس شرح میں ہے جو ہم نے ملتقی الابحر پر معلق کی ہے م شرح ملتقی میں شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف بجانا جائز ہے شہرت نکاح کے واسطے اور سراجیہ میں ہے دف اس وقت درست ہے جب کہ اس میں جلاجل یعنی جھانجیں نہ ہوں اور اس کا بجانا بر ہیئت تطرب نہ ہو تتمہ پہلا گانے والا ابلیس ہے کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جب کہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست

Marfat.com

اس کے سامنے ناچے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالی وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا یعنے مت چل زمین اتراتے اور تبختر کی راہ سے اور رقص میں نہایت تبختر اور سجادٹ اور اتراؤ ہوتا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اس پر اجماع ہے اور بعضے فقیہوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تاتارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اس مغلوب الحال کے واسطے جس کی حرکات مرتعش کے مانند ہیں اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز گا ہے حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہوجاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابوالسعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند کرکے نعرے مارتے ہیں حرام ہے وہاں بیٹھنا جائز نہیں اور صوفیہ سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث تواجد نبوی صحیح نہیں سری سقطی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اس کا وجد پہونچ جائے کہ اگر اس کے چہرہ پر تلوار پڑے تو اس کو کچھ خبر نہ ہو ورد اور الم کی انتہی مافی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنائے مجرد کا کتاب الشہادت میں مفصل مذکور ہوچکا فلینظر ثمہ

فصل فی اللبس

یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں م فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنے اس کا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ منتف میں مصرح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس اس واسطے کہ خیر الامور اوساطہا اور اس واسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرتی سے یعنے جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرائش اور نعمت الہی کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق میں نہ جمیع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تبختر اور تکبر کے واسطے ہو اور سپید لباس مستحب لباس ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنے ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اس وقت حرام ہے جب کہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے وہاں جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہو م جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح میں ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہیں طحطاوی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کتاب ابوداؤد اور نسائی میں علی مرتضے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر وہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ میں پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے م صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی

له بہتر کام درمیانی ہوتے ہیں ۱۲

درست ہے جو سلاح کی مضرت سے بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ
قیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں کی
ملی ہوئیں مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئیں اور بعضوں نے کہا نہ ملیں نہ کھلیں مراد ہیں م نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار
انگلیاں ہیں نہ بہایت ملیں اور نہ نہایت کھلیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ اور ریشمی
بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیہ میں مشرح بیان ہے م اس کی توضیح قنیہ میں یوں مذکور ہے
کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں اختلاف ہے نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہے مگر جب کہ ایک خط
ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اس طرح پر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ
تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجیے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائیں
تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبرنا
یرخص فیہ اور قنیہ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جس کا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار
انگلیاں ہمارے بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اس قدر نقش و نگار میں رخصت ہے م عالمگیری میں قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور آنچل
پگڑی کا مذکور ہے نہ طراز ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی العالمگیریۃ
عن القنیۃ طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نہ کرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان
ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی اور اسی طرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جب کہ اس مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار
انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی العلم فی العمامۃ فی موضعین او اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار
اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہے یا زیادہ تر تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا کہ متفرق کا جمع کرنا ضروری
نہیں م عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا وفیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالے عمامۃ علیہا
علم من فضۃ قدر ثلث اصابع لا باس ومن ذہب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبے میں امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہے
چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں وفیہ تکرہ
الجبۃ المکفوفۃ بالحریر قلت بہذا ثبت کراہۃ ما اعتادہ اہل زماننا من القمص البصریۃ اور مجتبے میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پیراہن
کے اطراف میں ریشمی کپڑا سیا ہو میں کہتا ہوں اس روایت سے ثابت ہو گئی کراہت اس کی جو ہمارے اہل زمانے کی عادت ہے بصری پیراہنوں کے
پہننے کی م طحطاوی نے کہا یہ روایت مخالف ہے جمہور فقہاء کے اس واسطے کہ عالمگیری میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ مکفوف بالحریر عامہ علماء فقہاء کے
نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحریر پہنتے تھے عینی محشی ہدایہ نے کہا کہ یہ حدیث صحیحین میں
اس طرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے سو اس میں دیبا کا گریبان سیا تھا اور اس کے دونوں
چاک دیبا سے سیے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مر گئیں تو میں نے اس کو لیا سو آنحضرت اس کو پہنتے تھے سو ہم اس کو
دھو لیتے ہیں بیماروں کے واسطے سو اس کی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب اور دونوں آستین
اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں یوں روایت ہے کہ اس جبہ کا گریبان دیبا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا
سے سیے تھے حضرت اس کو مہمانوں کے آنے کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی ای العینی مختصرا وفیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت

Marfat.com

...ادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف وبہ جزم ملا خسرو وصدر الشریعۃ لکن اطلاق الہدایۃ وغیرہا یخالفہ اور مجتبے میں ہے کہ کپڑے کے
...میں حکم مرخص ہے میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح
...اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب درر وغرر نے اور صدر الشریعۃ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم قید
...عرض مجتبے کے مخالف ہے وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالی وہو مخالف لما مر من التقیید
...اصابع وفیہ رخصۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی زماننا انتہی قلت قال شیخنا واظن ان الرایۃ وما یعقد علی الرمح فانہ حلال ولو کبیرا لانہ لیس بلبس وبہ
...التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اس قول کے جس
...انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں رخصت عظیم ہے اس شخص کے لئے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہے ہمارے
...انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں ہمارے استاد نے کہا اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر
...باتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اس واسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا یعنی اربع
...کی قید لباس میں ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے م روایت کی بشر نے عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے
...نہیں جب کہ علم چار انگل ہو یا اس سے کم اور اس میں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اس
...تابع ہے اور اس کی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم
...اس واسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہرا یہ اختلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں
...کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کے قول سے توفیق بین القولین حاصل نہ ہوئی ولا باس بکلۃ الدیباج ہو ما سداہ ولحمتہ ابریسم
...وہبانیۃ للرجال مردوں کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے چھپر کھٹ اور مسہری میں دیبا وہ کپڑا ہے جس کا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو
...شرح الوہبانیۃ الکلۃ بالکسر پشخانۃ والناموسیۃ لانہ لیس بلبس کلہ بکسر کاف وتشدید لام پشخانہ اور ناموسیہ ہے اس واسطے وہ جائز ہے کہ وہ
...نہیں بدن سے علیحدہ رہتا ہے م قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گھٹا ٹوپ ہے مچھروں سے بچنے کے واسطے یعنے چھپر کھٹ اور
...اور پشخانہ معرب پشہ خانہ ونظمہ شارح الوہبانیۃ فقال ۔ وفی کلۃ الدیباج فالنوم جائز ۔ وفی القنیۃ والملتقی ذا مسطر ۔ اور شارح
...ہبانیہ نے اس کو نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے اور ریشمی چھپر کھٹ میں سو رہنا جائز ہے اور قنیہ اور ملتقی میں یہ جواز مرقوم ہے وتکرہ التکۃ منہ اسے
...دیباج وہو الصحیح وقیل لا باس بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازار بندیہی قول صحیح ہے اور اس کے جواز کا قول ضعیف ہے م ریشمی ازار بند اگرچہ
...ہو درست نہیں اس واسطے کہ وہ مستقل اور جداگانہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ
...قلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے چھپی ہو م مرد کو ریشمی یا چاندی سونے
...یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو
...اگر گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو تو ٹوپی پر تو درست ہے والکیس الذی یعلق قنیۃ اور اسی طرح ریشم کی وہ
...مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جاوے کذا فی القنیۃ اس واسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے واختلف فی عصابۃ الجراحۃ بہ اے بالحریر
...فی المجتبے اور اختلاف ہے زخم کی ریشمی پٹی میں کذا فی المجتبے م طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازار بند کے مانند وفیہا ان
...تزیین بیتہ بالدیباج وتجمل باوانی ذہب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبے میں ہے کہ مسلمان کو اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے
...چاندی کے برتنوں سے درست ہے بشرط عدم تفاخر وتکبر یعنے مکان میں اطلس وغیرہ کا چھت پردہ لگانا درست ہے بشرط عدم تبختر وفی القنیۃ

Marfat.com

یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ میں ہے کہ فقیہوں کے واسطے عمامہ طویلہ باندھنا اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا
لاباس لبشد خمار اسود علی عینیہ من ابریشم لعذر قلت ومنہ الرمد اور قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونوں آنکھوں پر عذر
کے سبب سے میں کہتا ہوں اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا وفی شرح الوہبانیۃ عن المنتقی لاباس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع
اور شرح وہبانیہ میں ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہیں پیراہن میں ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا اس واسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنے خود لباس مستقل
نہیں وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لاباس بازرار الدیباج والذہب اور تاتارخانیہ میں سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ریشمی اور سونے
کی گھنڈیوں میں وفیہا عن مختصر الطحاوی لایکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذہب قالوا وہذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف
قد یکون من الذہب انتہی اور تاتارخانیہ میں مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہیں نقش ونگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے
علما نے کہا اور یہ یعنے عدم جواز علم زر مشکل ہے اس واسطے کہ شرع نے کفاف یعنے حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا
ہے انتہی مافی التتارخانیۃ ثم قنیہ میں ہے علم یعنے نقش ونگار سونے سے ذہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کے واسطے جائز ہے اور اسی
طرح ٹوپی میں ظاہر مذہب میں جائز ہے چار انگل اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں جیسے حریر کی جائز نہیں انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے
ظاہر اس عبارت میں بمعنی خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس میں کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت
کف سے نہ کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا ثابت ہے اس میں چاندی سونا مذکور نہیں تو اس کی تحریر کرنا چاہیے تامل
سے مجھ کو غلبہ تشویشات سے فرصت نہیں انتہی مختصرا ثم وباللہ التوفیق قاموس میں مذکور ہے کہ کفہ قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لنبا ہو چنانچہ
حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اس کا اور جو اس کے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زریں اور دامن کا کنارہ مراد ہے
اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زریں ظاہر مذہب میں جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہو گئی واللہ اعلم ویحل توسدہ وافتراشہ والنوم
علیہ وقالا والشافعی ومالک حرام وہو الصحیح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اس کا فرش بچھانا
اور اس پر سو رہنا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب میں کہتا ہوں
تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے ثم شرنبلالیہ میں ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے
اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہیں حلت کے قول میں کذا فی الطحاوی وادا جعلہ دثارا او ازارا فانہ یکرہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے
اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج ثم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہو اور دثار وہ ہے
جو بدن سے متصل نہ ہو واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع اور چاندی کی چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع ویحل لبس
ماسداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان الثوب انما یصیر ثوبا بالنسج والنسج باللحمۃ فکانت ہی المعتبرۃ دون السدی اور حلال ہے پہننا اس کپڑے کا
جس کا تانا ریشم ہے اور اس کا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہے چنانچہ کتان یا السی کی چھال کا یا روئی کا یا خز یعنے دریائی جانور کے روئیں کا اس واسطے
کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ سے اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا نہ تانا قلت وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب
یکرہ ماسداہ ظاہر کالعتابی وقیل لایکرہ ونحوہ فی الاختیار قلت ولایخفے ان المرجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من العزمیۃ بل فی المجتبی ان اکثر المشائخ افتوا
بخلافہ میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جس کا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عتابی کپڑے میں بانے سے زیادہ
تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسی کے مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں بانے کے اعتبار کرنے کا قول

Marfat.com

رجح ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبے میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ نے یہ خلاف اس کے فتوی دیا ہے یعنے برخلاف کراہت کے
م کراہت پر فتوے دیا ہے م ملتقی اور اس کی شرح میں ہے جس کا تانا ریشم ہے اور بانا روئی وغیرہ کا ہے تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ
پر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح
ع الخز صوف غنم البحر انتہی قلت وہذا کان فی زمانہم واما الان فمن الحریر وحینئذ فیحرم برجندی وتتارخانیۃ فلیحفظ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز بفتح خاء
وزاء منقوطہ مشددہ دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی میں کہتا ہوں اور یہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقط سابقین کے زمانے میں تھا اور اب تو
حریر سے ہوتا ہے اور اس وقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی والتتارخانیۃ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو
تدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے وحل عکسہ فی الحرب فقط لو صفیقا یحصل بہ اتقاء العدو فلو رقیقا حرم بالاجماع لعدم الفائدۃ سراج اور
سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جس کا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جس کے سبب
صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں باتفاق حرام ہے بے فائدہ ہونے کے سبب سے کذا فی السراج م لفظ
ح کا خلل عنقریب معلوم ہوگا واما خالصہ فیکرہ وفیہا عندہ خلافا لہما ملتقی اور خالص حریر یعنی جس کا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امامؒ کے نزدیک
ائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی م جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اس کا پہننا جنگ میں باتفاق امام اور
ین حلال نہیں اس واسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اس میں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اس کے مخالف ہے اس واسطے کہ اس میں یوں
کہ حریر اور دیبا جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ اس میں ضرورت ہے اور حریر خالص اذیت سلاح کا دافع ہے اور دشمن
نکھ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے انتہی تو جب حریر خالص مطلقاً صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ میں تو جس کا فقط بانا ریشم ہے کیونکر
نہ ہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار مالو خلطت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب میں کہتا ہوں
ں نے اس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جس کا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہرا غالب کا اعتبار ہے یعنے اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر
ریشم غالب ہے تو حلال وفی الحاوی الزاہدی یکرہ ماکان ظاہرہ قز اوخطا منہ خز وخطا منہ قز وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قز و
منہ غیرہ بحیث یری کلہ قزا فاما اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لایجمع انتہی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ
للظاہر علی الظاہر فافہم اور حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جس کے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اس کی ایک دھاری اون کی
ور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کئے جاویں گے جب کہ اس میں ایک دھاری
کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اس طرح پر کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش ونگار تو ظاہر مذہب
ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کریں گے انتہی ما فی الحاوی اور ہمارے استاد نے اس قول کو مان لیا ہے میں کہتا ہوں اور مقرر تو عنقریب معلوم کر
ہے کہ حلت اور حرمت میں بانے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نموداری کا بنا بر قول ظاہر المذہب کے تو اس کو سمجھ لے یعنے اگر اس کپڑے کا
ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ریشم ہی نمودار ہو وکرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال اور مردوں کو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا
ور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد م یعنے دونوں قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ
ں کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور دھاسپال اور ہار سنگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مرد کو ہاں مگر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ
ری قاضی خاں میں ہے ورس ایک گھاس ہے اس کا رنگ زرد ہوتا ہے مفادہ انہ لایکرہ للنساء مرد کی قید اس کی مفید ہے کہ کسم اور زعفران

Marfat.com

کا رنگ عورتوں کے واسطے مکروہ نہیں ہے ولاباس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہیں کسم اور زعفران کے باقی رنگوں میں مرد کے واسطے دفی المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لاباس بلبس الثوب الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبے اور قہستانی اور ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے م اس واسطے کہ لاباس کا کلمہ اکثر ترک اولی میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی المنح یہ گفتگو ہے اس سرخی میں جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ اور مجیٹھ اور آل اور کرمدانہ کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ میں ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہے تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل اطلاق کے وقت یعنے جب مطلق کراہت بولتے ہیں بلا قید تنزیہ اور تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام میں ایک رسالہ ہے اس میں آٹھ قول مذکور ہیں از انجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے م امام اعظم سے روایت ہے کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ میں کذا فی العالمگیریۃ عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اس کے سوا میں الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منہما ای الفضۃ اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد نہ کرے یعنے وہ آرائش جو منجر بہ تجبر اور تکبر ہو م قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمر بند کا جس کے دونوں کناروں پر چاندی کے دو حلقے ہوں انتہی ظہیریہ میں ہے کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگا دے اور حمائل سیف منجملہ حلیہ سیف ہے ہر چند کمر بند اور حلیہ سیف سونے کا درست نہیں لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہے اس واسطے کہ طلا مستہلک ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لایحل استعمال منطقۃ وسطہا من دیباج وقیل یحل اذا لم یبلغ عرضہا اربع اصابع وفیہ بعد سبع ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیجیء حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبے میں ہے کہ استعمال ایسی پیٹی کا حلال نہیں جس کا بیچ دیبا ہو اور بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اس کا چار انگل کا نہ ہو اور اس میں سات ورق کے بعد لوں ہے کہ پیٹی میں حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیوں کے پہننے کا حکم آگے آوے گا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے یعنے چاندی سے حاجت رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہا کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم منلا خسرو وذہب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرہا فلم تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور سیسے وغیرہا بدلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت باقی نہ رکھی اور سرخسی نے جواز یشب اور عقیق کی تصحیح کی ہے اور ملا خسرو نے دُرر و غرر میں سب پتھروں کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے م یہ گفتگو حلقہ انگشتری میں ہے اور نگین تو بالاتفاق درست ہے چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتوں کی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ دوزخیوں کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہے بہشتیوں کا کذا فی العینی شرح الہدایہ عن ابی داؤد والترمذی والنسائی لبعض اشخاص یشب میں کشف اور یشم درست کہتے ہیں فاذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصوغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر جب سونے وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہو گئی تو اس کو بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہو گئی اس لئے کہ اس میں اعانت ناجائز ہے اور جو فعل کہ ناجائز کی طرف مودی ہو وہ بھی ناجائز ہے اور اس کا تمام بیان شرح وہبانیہ میں ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرہا اور چاندی کی انگشتری میں حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگین کا

Marfat.com

سو اگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہا کا جائز ہے م یہ جو مذکور ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہیں تو مراد یہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری کا درست نہیں پتھر کا نگینہ درست ہے وحل مسمار الذہب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین میں م کیل ٹھونکی جاتی ہے استحکام کے واسطے تاکہ نگینہ مضبوط سے جدا نہ ہو وجہ جواز یہ ہے کہ سونا یہاں چاندی کا تابع ہے حریر کے نقش ونگار کے مانند ویجعلہ ببطن کفہ فی یدہ الیسرے وقیل الیمنی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہ قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھی کو کف دست کے اندر رکھے بائیں ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا داہنے ہاتھ میں مگر یہ طریقہ ہے رافضیوں کا تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی القہستانی وغیرہ میں کہتا ہوں اور شاید کہ یہ کبھی رافضیوں کا طریقہ ہوگا سو منفصل اور منقرض ہو گیا سو دیکھ لے م عورتیں انگوٹھی ظاہر کف دست کی طرف رکھیں برخلاف مردوں کے اس واسطے کہ عورت زینت کے واسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کے واسطے کذا فی محیط السرخسی وینقش اسمہ او اسم اللہ تعالے لا لتمثال طیر او انسان ولا محمد رسول اللہ ولا یزیدہ علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالے کا نام نقش کرے چڑیا یا آدمی کی صورت نقش نہ کرے اور نہ محمد رسول اللہ کندہ کرے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے زیادہ کرے م اگر اللہ تعالیٰ کا نام ہو تو انگوٹھی پہنیں یا داہنے ہاتھ میں کرے اگر بائیں ہاتھ میں ہو محمد رسول اللہ کا کندہ اس واسطے درست نہ ہوا کہ خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا نقش خاتم تھا اس طرح کہ ایک سطر میں محمد منقوش تھا اور دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر نعم القادر اللہ[1] تھا اور عمر فاروق کا نقش نگین کفی بالموت واعظا[2] اور ذی النورین کا نقش لتصبرن او لتندمن[3] اور علی مرتضی کا نقش الملک للہ[4] اور امام ابو حنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت[5] اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندم[6] اور محمد بن حسن کا نقش من صبر ظفر[7] تھا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی عن البستان مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے وترک التختم لغیر السلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتولی افضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسے متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے م یعنے بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ خلائق ہیں تو ان کو مہر رکھنا ضروری ہے ان کے سوا اور شخصوں کو حاجت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ترک تختم کریں یہ قول ہے تمرتاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بعضوں نے غیر سلطان کے واسطے انگوٹھی رکھنا مکروہ کہا ہے لیکن جمہور علما نے اس کی اجازت دی ہے چنانچہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے کذا فی العالمگیریۃ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضۃ وجوزہما محمد اور اپنے ہلتے دانت کو سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونوں سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بنا دے یعنی در صورت قطع اس واسطے کہ چاندی گندہ کر دیتی ہے اس کو وکرہ الباس الصبی ذہبا وحریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ واشرابہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اس لئے کہ جس کا پہننا اور پینا حرام ہے اس کا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے م حدیث میں سونا اور ریشمی کپڑا امر پر حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لا یکرہ خرقۃ لوضوء بالفتح بقیۃ بلہ او مخاط او عرق لو لحاجۃ ولو للتکبر تکرہ مکروہ نہیں رومال رکھنا وضو کا پانی پونچھنے کے واسطے یا رینٹ یا پسینہ پونچھنے کے واسطے بشرطیکہ رفع حاجت کے واسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تجبر کے واسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضوء بفتح واو عبارت ہے اس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اس اعضا پر باقی ہو ولا الرتیمۃ ہی خیط یربط بالاصبع او خاتم للتذکر لشئی والحاصل ان کل ما فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور رتیمہ مکروہ نہیں رتیمہ وہ تاگا ہے جو انگلی یا انگوٹھے پر باندھا جاوے بات یاد رکھنے کے واسطے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز تکبر کے واسطے کرے وہ مکروہ اور جو ضرورت اور حاجت کے واسطے کرے وہ مکروہ نہیں کذا فی العنایۃ

ف نقوش نگین اکابر [1] اچھا قادر اللہ تعالے رب ہے ۱۲ [2] کافی ہے موت نصیحت کو ۱۲ [3] صبر کر ورنہ ندامت اٹھائے گا ۱۲ [4] ملک اللہ کا ہے ۱۲ [5] بہتر کہہ ورنہ چپ رہ ۱۲ [6] جس نے اپنی رائے پر عمل کیا وہ شرمندہ ہوا ۱۲ [7] جس نے صبر کیا وہ جیت گیا ۱۲

Marfat.com

فرع مسئلہ ملحقہ شارح فی المجتبے التمیمۃ المکروہ ما کان بغیر العربیۃ مجتبے میں ہے کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان میں ہو تعلیق تعویذ میں مضائقہ نہیں لیکن بیت الخلا جاتے ہیں اور قربت کے وقت میں اتار ڈالے کذافی العالمگیریۃ
لٹکانا ۱۲

فصل فی النظر والمس

اس فصل میں دیکھنے اور چھونے کے احکام مذکور ہیں **وینظر الرجل من الرجل** ومن غلام بلغ حد الشہوۃ مجتبے ولو امرد صبیح الوجہ وقدمر فی الصلوۃ اور دیکھے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اس گبرو کے بدن کو جو حد شہوت کو پہونچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ کو کذافی المجتبے اگرچہ وہ بے ریش خوبصورت ہو اور اس کا ذکر کتاب الصلوۃ میں گذر گیا امرد صبیح کا دیکھنا اس وقت حلال ہے جب کہ شہوت کی راہ سے اس کو نہ دیکھے والا وہ بمنزلہ عورت کے ہے از سرتا قدم اس کو دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ والاولی تنکیر الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی قلت وقرینۃ المقام تکفی فتدبر اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف ولام تاکہ اس کا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اس واسطے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور اسی طرح کا کلام ہے اس کے مابعد میں یعنی تنظر المرأۃ من المرأۃ کذافی القہستانی میں کہتا ہوں اور قرینہ مقام مغائرت کے واسطے کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یاثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی نظر لعورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یاثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے زاہدی سے یہ نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اس کے اذن سے تو گنہگار نہ ہوگا میں کہتا ہوں اس میں تو صریحاً اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یوں ہے کہ ایک مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کی طرف نظر کی اور حالانکہ اس کی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنی کپڑے سے ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہ ہوگا انتہی کلام البزازی تو قہستانی کی غلط فہمی کو یاد رکھنا چاہیے م زیلعی میں ہے عورت کے بدن میں تامل کرنے کا مضائقہ نہیں اگر اس پر کپڑے ہوں بشرطیکہ کپڑے سے اس کا حجم معلوم نہ ہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو شخص عورت کو تامل کرے اور اس کے کپڑے دیکھے یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم ظاہر ہو جائے تو وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگھے گا کذافی الطحاوی **سوی ما بین سرتہ الی ما تحت رکبتہ** فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوائے اس بدن کے جو مابین اس کی ناف کے ہے اس کے گھٹنوں کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت اور واجب الستر ہے اور ناف عورت نہیں م عورت غلیظہ[1] مبالغ اور مبرز[2] ہے اس کے بعد ران اس کے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اس پر نرمی سے انکار کرے نزاع نہ کرے اور اگر ران کھلی دیکھے تو اس پر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نہ مانے تو مارے کذافی العالمگیریۃ **ومن عرسہ وامتہ الحلال لہ وطیہا** تخرج المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبے ویشکل بالمفضاۃ فانہ لایحل لہ وطیہا وینظر الیہا قہستانی قلت وقد یجاب بانہ اعلی الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اس لونڈی کی جس کی قربت اس کو حلال ہے فرج کی طرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی کی قید سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیر خوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکل گئی اس واسطے کہ ان لونڈیوں کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذافی المجتبے اور اس قاعدہ پر کہ جس کی وطی درست ہے اس کی شرمگاہ دیکھنا درست ہے یہ وارد ہوتا ہے اس عورت کا جس کا پیشاب اور پاخانے کا مقام ایک ہو گیا ہے پردہ پھٹ کر کہ اس کی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذافی القہستانی

[1] پیشاب کی جگہ ۱۲ [2] پاخانے کی جگہ ۱۲

Marfat.com

کہتا ہوں اور لگا ہے یوں جواب دیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثری ہے نہ کلی اور لونڈی کی حرمت بالمصاہرۃ کی صورت یہ ہے کہ مدخولہ وہ ماں ہو یا بیٹی زیلعی میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونوں برہنہ نہ ہو جاویں گدھوں کے مانند کذا فی الطحطاوی **ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنی الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال** اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بے خوف ہو اور اس کی شہوت سے بھی ایسا ذکر کیا ہے ہدایہ میں سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا سو اس نے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جس کے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی حلال نہیں بسبب نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرامکاری سے ہو محرمات نسبی چنانچہ ماں بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اس کے اصول اور فروع اور خوشدامن والا لا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکور کی طرف نظر کرنا حلال نہیں **لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ** نہ دیکھے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ میں امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الایۃ وتلک المذکورات مواضع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور نظر محارم میں اصل اللہ تعالے کا یہ قول ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آباء اور اجداد کو یا اپنی ازواج کے آباء اور اجداد کو یا اپنے فرزندوں کو یا اپنی ازواج کے فرزندوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا بھتیجوں کو یا بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو یا مملوک کو اور یہ اعضاء مذکورہ مواضع ہیں زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان نہیں اور آیۂ شریف میں نفس زینت اور زیور مراد نہیں اس واسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہے لیکن مواضع زینت کے مراد ہیں تو سر تاج کا مکان ہے اور چہرہ سرمہ کا مکان ہے اور گردن اور سینہ ہار اور جگنو وغیرہ کا موضع ہے اور کان بالیوں کی جگہ ہے اور بازو موضع ہے بازوبند کا اور کلائی کنگن اور چوڑیوں کی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنابندی ہے اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور قدم محل حنابندی ہے کذا فی الزیلعی اور بال موضع ہے موباف کا کذا فی العینی **وحکم امتہ غیرہ ولو مدبرۃ او ام ولد کذلک فینظر الیہا کمحرمہ** اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو اسی طرح ہے تو مرد اس کو دیکھے اپنی محرم عورت کے مانند اور لونڈیاں گھر باہر کے کام کے واسطے ہوتی ہیں تو اگر ان کے اعضاء مذکورہ کا دیکھنا جائز نہ ہوتا غیروں سے تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور لمس کی موجب ہوئی **وما حل نظرہ مما مر من ذکر او انثی حل لمسہ**[1] اذا امن الشہوۃ علی نفسہ وعلیہا لانہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یقبل راس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتبۃ الجنۃ وان لم یامن ذلک او شک فلا یحل لہ النظر واللمس کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبے اور جس کا دیکھنا حلال ہے منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہو چکا تو اس کا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہ ہو اس واسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو اس نے گویا آستانۂ بہشت کو چوما اور اگر شہوت کا خوف ہو یقیناً یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت میں تو اس کو حلال نہیں نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی **الا من اجنبیۃ فلا یحل مس وجہہا وکفہا وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا تثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ** جس کا دیکھنا حلال اس کا چھونا حلال ہے اجنبی عورت کے سوا کہ اس کا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال مگر ان کا چھونا حلال نہیں اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہ ہو اس واسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور اسی واسطے چھونے سے حرمت

[1] ایک نسخہ میں مسہ ہے بجائے لمسہ کے ۱۲

Marfat.com

مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہے وہذا فی الشابۃ واما العجوز التی لا تشتہی فلا باس بمصافحتہا ومس یدہا اذا امن اور یہ یعنی چہرہ اور کف دست کا نہ چھونا اجنبی جوان عورت کے حق میں ہے اور ایسی بڈھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہیں رہی تو اس کے مصافحہ کرنے اور اس کے چھونے کا مضائقہ نہیں جب کہ شہوت سے نڈر ہو ومتی جاز المس جاز سفرہ بہا ویخلو اذا امن علیہ وعلیہا والا لا اور جب کہ بڈھی کا ہاتھ چھونا درست ہوا تو مرد کو اس کے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان میں اس کے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے شہوت کا خوف نہ ہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اس کے ساتھ بھی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الا بالملازمۃ مدیونۃ ہربت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوہاء او بحائل اور اشباہ میں ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان میں مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے ساتھ حرام ہے مگر اس عورت مدیونہ کی ملازمت کے واسطے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگی اور ویرانے گھر میں گھس گئی یا خلوت درست ہے اس بڈھی عورت سے جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہے کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد عورت اجنبی کے درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونوں ایک مکان میں ہوں کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر رضاعی بہن اور خوش دامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہیں کما فی الشرنبلالیۃ معزیا للجوہرۃ ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست او سلمت فیشمتہا ویرد السلام علیہا والا لا اور شرنبلالیہ میں جوہرۃ سے منقول ہے اور مرد نہ بولے اجنبی عورت سے مگر جب کہ بڈھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اس کو یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنے بلند آواز سے م خانیہ میں ہے کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڈھی ہے تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل میں کہے اور مرد اگر اجنبی عورت کو سلام کرے تو اس میں بالعکس حکم ہے خانیہ میں ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہے تو اپنے دل میں جواب دے غرائب میں ہے کہ اگر جوان خوبصورت عورت چھینکے تو غیر محرم مرد پکار کے یرحمک اللہ نہ کہے کذا فی الطحطاوی وبہ بان ان لفظۃ لا فی نقل القہستانی ویکلمہا بما لا یحتاج الیہ زائدۃ فتنبہ اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنے ویکلمہا بما لا یحتاج الیہ تو آگاہ رہنا م یعنے اگر لا کا لفظ زائد نہ ہو تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت ہوا اور حالانکہ جوہرہ سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام نہ کرے ولہ مس ذلک اے ما حل نظرہ اذا اراد الشراء وان خاف شہوتہ للضرورۃ وقیل لا فی زماننا وبہ جزم فی الاختیار اور اس کا چھونا یعنے جس کا دیکھنا حلال ہے اس کا چھونا مرد کو درست ہے جب کہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا خوف ہو چھونا درست ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں م یعنی اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت وامۃ بلغت حد الشہوۃ لا تعرض علی البیع فی ازار واحد یستر ما بین السرۃ والرکبۃ لان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا نہ چاہیے ایک تہ بند میں جو ناف سے زانو تک چھپا دے اس واسطے کہ اس کی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ مجتبے الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا للخبز تاتارخانیۃ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اس کے چہرہ اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جب کہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیۃ م قدم اجنبیہ کی عورت

مثلا کلام کرے اس کے ساتھ جس کی حاجت نہ ہو ۱۲

ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف ہے ہدایہ اور قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں اس کی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسی کو اختیار کیا ہے اور اقطع اور قاضی خاں نے اپنے فتاوی میں اس کے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اس کی تصحیح کی ہے کہ نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدہا کالاجنبی معہا فینظر لوجہہا وکفیہا فقط نعم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعا ولایسافر بہا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی ومالک ینظر کمحرم اور عورت کا غلام اس کے ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو فقط اس کا چہرہ اور کف دست پر نظر کرے ہاں اس کے پاس جایا کرے بدوں اس کے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اس کے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اس کے محرم کے مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ والا فحرام وہذا فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی حلت نظر درصورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنے فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کقاض وشاہد یحکم ویشہد علیہا لف ونشر مرتب لا لتحمل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضروریات کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اس شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور یشہد میں لف نشر مرتب ہے م یعنے اگر عورت اپنے دعوے کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کرتی ہو تو اس کو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوے کیا ہو تو اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضاء شہوت کے واسطے تا بقدر امکان امر قبیح سے بچیں وکذا مرید نکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسی طرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ دیکھنا درست ہے گو بشہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضائے شہوت کے قصد سے م ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو دیکھ تاکہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وشرائہا ومداواتہا اور اسی طرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اس کے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے ینظر الطبیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورۃ اذ الضرورات تتقدر بقدرہا علاج کرنے والا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے اس واسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں م شمس الائمہ حلوانی نے کتاب العصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہ ہو ولیکن اس میں ظاہر منفعت ہو اس طرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب میں حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور نحافت لاغری ایسی غالب ہو جس سے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو حلال ہے اور نہیں تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا نظر قابلۃ وختان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال ہے م سراجیہ میں ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدوں نظر کے مطلب نہ ہو سکے تو فقط ایک دو بار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام نہ سمجھے وینبغی ان یعلم امرأۃ تداویہا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورت اس کا علاج کیا کرے اس واسطے کہ ہم جنس کی نظر سبک تر ہے غیر جنس سے م عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خاں

Marfat.com

کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قرحہ ہے وہاں جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اس کا علاج عورت کو سکھا دے اور اگر عورت نہ ملے
یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نہ کر سکے اور خوف ہو شدت درد اور ہلاکی کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہ مرد دیکھے پھر اس کی دوا کرے اور
اپنی آنکھ بچائے رہے سوا اس جگہ کے اور اس میں محرم اور غیر محرم عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اس واسطے کہ اعضاء واجب الستر کا دیکھنا حلال نہیں محرمیت
کے سبب سے بھی وتنظر المرأة المسلمة من المرأة كالرجل من الرجل عورت مسلمان دیکھے عورت کو جس قدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو
م یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اس کے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہے اس واسطے کہ ضرورت دائمی انکشاف ہے
آپس میں مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالباً سراجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت سے درست نہیں
وقیل كالرجل لمحرمه والاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جس قدر مرد دیکھتا ہے اپنے محرم کو یعنی پیٹھ اور پیٹ کو
نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح تر ہے كذا في السراج وكذا تنظر المرأة من الرجل كنظر الرجل من الرجل ان امنت شهوتها اور اسی طرح عورت مرد کو
دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اس کو شہوت ہونے کا خوف نہ ہو فلو لم تأمن او خافت او شكت حرم استحسانا كالرجل هو الصحيح في الفصلين تتارخانية
معزيا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن ہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے بدلیل استحسان
کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا بصورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے اور یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنی عورت کی نظر میں مرد کی طرف
یا مرد کی نظر میں عورت کی طرف كذا في تتارخانية منسوبا الى المضمرات والذمية كالرجل الاجنبي في الاصح فلا تنظر الى بدن المسلمة مجتبى اور ذمیہ یعنے کافرہ مطیع الاسلام
اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیہ عورت مسلمان عورت کی طرف نظر نہ کرے سوائے چہرہ اور کف دست کے كذا في المجتبى م اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت
کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اس واسطے کہ وہ اس کی صورت کو مردوں سے بیان کرے گی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اس کے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں
عورت مومنہ کو کہ اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے كذا في السراج وكل عضو لا يجوز النظر اليه قبل الانفصال لا يجوز بعده ولو بعد الموت
كشعر عانته وشعر رأسها وعظم ذراع حرة ميتة وساقها وقلامة ظفر رجلها دون يدها مجتبى اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں قبل از انفصال بدن کے تو اس کا
نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موئے زہار عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت
کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پاؤں کا ناخن تراشا ہوا نہ اس کے ہاتھ کا كذا في المجتبى وفيه النظر الى ملاءة الاجنبية بشهوة حرام اور مجتبے میں ہے
کہ عورت اجنبی کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفي الاختيار وصل الشعر بشعر الآدمي حرام سواء كان شعرها او شعر غيرها لقوله صلى الله عليه وسلم
لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة والواشرة والمستوشرة والنامصة والمتنمصة النامصة التي تنتف الشعر من الوجه والمتنمصة التي يفعل
بها ذلك اور اختیار شرح مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جوڑوا دے اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گود دے
اور جو گودوائے اور جو عورت دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک بنا دے اور جو دانت باریک کرا دے اور جو عورت دوسری عورت کے منہ کے
بال موچنے سے چنے اور جو چنا دے والخصي والمجبوب والمخنث في النظر الى الاجنبية كالفحل اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف
نظر کرنے میں مرد مجامع کے برابر ہیں م خصی وہ جس کے فوطے نکل گئے اور مجبوب وہ جس کا آلہ تناسل اور فوطے کاٹے گئے اور مخنث وہ ہے جو مرد کو اپنے
اوپر قادر کرے ان تینوں شخصوں سے عورت کو پردہ کرنا چاہیئے اس واسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ وہ
قوی الجماع ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کا نانزوست نہیں ہوتا اور اسی طرح مقطوع الذکر والخنثين کو بھی شہوت ہوتی ہے اور سحاق کرتا ہے

Marfat.com

اور اس کو انزال بھی ہوتا ہے اور لوطی تو مرد صریح ہے اور مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہیں جس کے اعضا اور زبان میں عورتوں کے مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اس کو مطلق خواہش نہ ہو تو بعضے فقہا نے کہا کہ ایسے نامرد کا اختلاط عورتوں ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اس کا بھی اختلاط جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وقیل لاباس بالمجبوب جف ماءہ لکن فی الکبری ان من جوزہ فمن قلۃ التجربۃ والدیانۃ اور بعضوں نے کہا کہ اس مقطوع الذکر والخصیتین کے نظر کرنے کا مضائقہ نہیں جس کی منی خشک ہو گئی لیکن فتاوی کبری میں ہے کہ جس نے اس کو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہے م اصح یہ ہے کہ حلال نہیں بدلیل عموم النص کذا فی الزیلعی نص یہ ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ اے رسول کہہ دے ایماندار مردوں سے کہ اپنی نظروں کو روکیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مومنین میں داخل ہیں تو ان کا نظر کرنا اجنبی عورتوں کی طرف حلال نہیں وجاز عزلہ عن امتہ بغیر اذنہا وعن عرسہ بہ اے باذن حرۃ او مولے امۃ وقیل یجوز بدونہ لفساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنے انزال کے وقت عورت سے جدا ہو کر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدوں اس کے اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنے اگر منکوحہ آزاد ہے تو اس کے اذن سے اور غیر کی لونڈی ہے تو اس کے مالک کے اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدوں اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانہ کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں م استبراء لغت میں عبارت ہے طلب برأت سے مطلقاً اور شرع میں رحم جاریہ کی طلب برأت حمل سے عبارت ہے یعنی ملک جاریہ کے بعد حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اسی وقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع حمل کے بعد من ملک استمتاع امۃ بنوع من انواع الملک کشراء وارث وسبی ورفع جنایۃ وفسخ بیع بعد القبض ونحوہا جو شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنے اس سے انتفاع کا بوجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خرید سے یا میراث میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا رفع جنایت سے یا فسخ ہو جانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند ان کے چنانچہ ہبہ یا رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اس طرح پر کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراء الزوجۃ کما سیجیٔ اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تاکہ خرید زوجہ کا مسئلہ نکل جائے چنانچہ آگے آوے گا ولو بکرا او مشتراۃ من عبد او امراۃ ولو عبدہ کمکاتبہ ومأذونہ لو مستغرقا بالدین والا لا استبراء استبراء واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو جیسے اپنے مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبراء کی کچھ حاجت نہیں م باکرہ میں سبب معتبر ہے یعنی حدوث ملک وتصرف وحکمت یعنی تعرف برأت رحم اور چونکہ مکاسب مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مولی کی ملک نہیں امام کے نزدیک لہذا صحیح ہو گی تو استبراء بھی واجب ہو گا بخلاف مکاسب غیر مستغرق او من محرمہا غیر رحمہا کیلا تعتق علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہ ہو جائے محرم پر م محرم غیر نسبی چنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اس کی رضاعی بہن سے یا ابن وطی سے کذا فی الطحطاوی والحسن الچلپی علی شرح الوقایۃ او من مال صبی ولو طفلہ یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو حرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر ملکہ لظہور حبلہا جو مالک ہوا جاری مذکور کا تو اس پر جماع ان کا اور اسی طرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اس کی غیر ملک میں اس کے حاملہ ہونے کے ظہور کے سبب سے م دواعی جماع

سلہ یعنے اگر کسی نے دوسرے کا قصور ایسا کیا جس کے عوض میں لونڈی دینی پڑے اور ایک نسخہ میں رفع جنایہ کے بدلے دفع بجنایۃ ہے اور مترجم اول نے رفع خیانت لکھا تھا ۱۲

Marfat.com

چنانچہ مساس اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اس کا حمل ظاہر ہو گیا اور بائع نے اس کے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اس کی ام ولد ہو گئی اور بیع اس کی باطل ہو گئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک میں واقع ہوا حتی یستبرئہا بحیضۃ فیمن تحیض وبشہر فی ذوات الاشہر ای صغیرۃ وآئسۃ ومنقطعۃ حیض جو لونڈی کا مالک ہوا تو اس پر اس کا جماع اور دواعی جماع حرام ہے یہاں تک کہ اس کے رحم کی صفائی معلوم ہو جائے ایک بار حیض ہونے سے حیض ہونے والی عورت میں اور مہینہ گذرنے سے مہینوں والی عورت میں اور وہ صغیرہ ہے اور کبیرہ جس کا حیض بند ہو گیا پیری سے اور جس کا حیض منقطع ہے یعنی اس کو کبھی حیض نہیں آتا کذا فی الطحاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایک بار حیض آنے سے برأت رحم کی معلوم ہو گی اور اگر نابالغہ یا بڈھی ہے یا وہ جوان جس کو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینہ گزر جانے سے م وجوب استبراء میں وہ حدیث اصل ہے جو ابوداؤد میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ جنگ اوطاس کی گرفتار ہوئی لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نہ کیا جائے وضع حمل تک اور نہ غیر حاملہ کا یہاں تک کہ ایک بار حیض اس کو آجاوے کذا فی العینی ولو حاضت فیہ بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینہ کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبراء باطل ہو گیا یعنی استبراء میں اصل حیض ہے اور مہینہ اس کا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہ رہی ولو ارتفع حیضہا بان صارت ممتدۃ الطہر وہی ممن تحیض استبرأہا بشہرین وخمسۃ ایام عند محمد وبہ یفتی اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہو گیا اس طرح پر کہ اس کا طہر دراز ہو گیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونے والی عورتوں میں سے ہے تو اس کا استبراء دو مہینے اور پانچ دن کا ہے محمدؒ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے والمستحاضۃ یدعہا من اول الشہر عشرۃ ایام برجندی وغیرہ فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبراء یہ ہے کہ اول مہینہ سے دس دن تک اس کی قربت کو چھوڑ دے کذا فی البرجندی وغیرہ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولو بوضع الحمل فی الحامل اور استبراء کرے حاملہ میں بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتد بحیضۃ ملکہا فیہا ولا التی بعد الملک قبل قبضہا ولا بولادۃ حصلت کذلک اے بعد ملکہا قبل قبضہا اور استبراء میں شمار نہ کرے اس حیض کو جس میں مشتری اس کا مالک ہوا اور نہ اس حیض کو جو حاصل ہو ملک کے بعد اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اس ولادت کو جو اسی طرح حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبض کے کما لا یعتد بالحاصل من ذلک اے من حیضۃ ونحوہا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتری جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع قبل اجازت فضولی کے اگر جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنی اس واسطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد ایضا بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لانتفاء الملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض کے بعد شراء فاسد میں قبل اس بات کے کہ اس کو بشراء صحیح خرید کرے بسبب نہ ہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد میں نہیں جو حیض استبراء میں شمار کیا جاوے ویجب لشراء نصیب شریکہ من امۃ مشترکۃ بینہما لتمام ملکہ الآن اور واجب ہے استبراء بسبب خرید کرنے حصے اپنے شریک کے اس لونڈی سے جو مشترک ہے دونوں میں بسبب پوری ہو جانے اس کی ملکیت کے اب یعنی ایک لونڈی دو شخصوں میں مشترک ہے سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اس پر استبراء واجب ہے اس واسطے کہ شریک مشتری اب اس کا پورا مالک ہوا وتجزی بحیضۃ حاضتہا وہی مجوسیۃ او مکاتبۃ بان شتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ وکاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فحاضت ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودہا بعد الملک اور استبراء کے واسطے کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خرید کی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید قبل استبراء کے پھر ان کو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہو گئی یا مکاتب لونڈی ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے حیض کے مالک ہونے کے بعد یعنی حیض مذکور اس واسطے استبراء میں کفایت کر گیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا یجب عند عود الآبقۃ اے فی دار الاسلام خانیۃ اور استبراء واجب نہیں جاریہ گریختہ کے پھر آنے کے وقت دار الاسلام میں کذا فی الخانیۃ م اتقانی نے کہا اس

Marfat.com

مسئلہ میں تفصیل ہے شرح طحطاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر پلٹ آئے اپنے مالک کے پاس کسی وجہ سے تو اس پر استبرا نہیں امام کے نزدیک اس واسطے کہ کفار اس کے مالک نہیں ہو گئے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اس پر استبرا ہے کیونکہ کفار اس کے مالک ہو گئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ گریختہ تھی اور اس کو پکڑ کے دار الحرب میں لے گئے تو امام اور صاحبین سب کے نزدیک مالک ہو گئے سو اگر اب وہ اپنے مالک کے پاس پلٹ آوے گی تو سب کے نزدیک اس پر استبرا واجب ہو گا انتہی تو بموجب اس تفصیل کے گریختہ سے وہ جاریہ مراد ہے جو دار الحرب میں بھاگ گئی اور کفار اس کو نہیں لے گئے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئے انتہی اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ ماتن اور شارح کے کلام میں کتنا خلل ہے کذا فی الطحطاوی ورد المغصوبۃ ای اذالم یبعہا الغاصب خانیۃ اور جاریہ مغصوبہ کے پھیر دینے سے استبرا واجب نہیں بشرطیکہ اس کو غاصب نے نہ بیچ ڈالا ہو کذا فی الخانیۃ م اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پھر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نہ جانتا ہو گا تو مالک پر استبرا واجب نہیں اور اگر جانتا ہو گا تو در صورت عدم جماع کے استبرا نہیں اور بعد جماع مشتری استبرا واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستاجرۃ وفک المرہونۃ لعدم استحداث الملک اور رد مستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبرا واجب نہیں ملکیت کے حادث نہ ہونے کے سبب سے یعنے اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہ ہو گئی تھی جو استبرا واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض لا استبراء علی البائع کما لو باعہا بخیار وقبضت ثم ابطلہ بخیارہ لعدم خروجہا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبرا واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار لینے بائع کے اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبرا واجب نہیں اس واسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ او ام ولدہ وقبضت ان لم یطاہا المشتری اور اسی طرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اس پر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبرا واجب نہیں اگر مشتری نے اس کی قربت نہ کی ہو م اس میں اعتراض یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوک نہ ہو گی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا اس میں استبرا کیونکر واجب ہو گا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وکذا لو طلقہا الزوج قبل الدخول ان کان زوجہا بعد الاستبراء وان قبلہ فالمختار وجوبہ زیلعی اور اسی طرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبرا نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبرا کے اور اگر قبل استبرا کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبرا مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیۃ شری معتدۃ الغیر وقبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرئہا لعدم حل وطیہا للبائع وقت وجود السبب میں کہتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور اس پر قبضہ کیا پھر اس کی عدت منقضی ہو گئی تو اس کا استبرا نہ کرے اس واسطے کہ اس کی وطی حلال نہیں بائع کو وجود سبب کے وقت یعنے ملک اور قبض مشتری کے وقت م صواب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اس کی وطی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحطاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خریدی اور وہ عدت میں تھی خواہ عدت وفات ہو یا طلاق اور اس کی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہو گئی تو اس پر استبرا واجب نہیں پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہو گئی تو مشتری کو حلال نہیں بدون استبرا کے کذا فی الطحطاوی ولا باس بحیلۃ اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہرہا ذلک والا لا یفعلہا بہ یفتی اور کچھ مضائقہ نہیں اسقاط استبرا کے حیلہ میں جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو استبرا کے ساقط کرنے کا حیلہ نہ کرے اسی قول پر فتوی ہے م ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوے ہے اور در صورت قربت محمد کے قول پر فتوی ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں ان کو حلال نہیں کہ ایک عورت پر

ف ایک نسخہ میں لم یبعہا کی جگہ لم یعصہا ہے یعنی بشرطیکہ غاصب نے اس سے جماع کیا ہو یعنے مطلق غصب موجب استبرا نہیں ۱۲

Marfat.com

اجتماع کریں ایک طہر میں تو جب بائع نے اس طہر میں قربت نہ کی تو یہ بھی متحقق نہ ہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہ ہوں تو عدم جواز ظاہر ہے
توہم شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وہی اذا لم تکن تحتہ حرۃ او اربع اما ان ینکحھا ویقبضھا ثم یشتریھا فتحل للحال لانہ بالنکاح لایجب ثم اذا اشتری
زوجتہ لایجب ایضاً اور وہ یعنی اسقاط استبرا کا حیلہ جس وقت کہ اس کے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیاں نہ ہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کر لے
اور اس پر قبضہ کرے پھر اس کو خرید کرلے تو وہ جاریہ اسی وقت اس کو حلال ہو گی اس واسطے کہ نکاح سے استبرا واجب نہیں ہوتا پھر جب کہ اس نے اپنی زوجہ
کو خرید کیا تو بھی استبرا واجب نہ ہوگا مگر قبل خرید کے قبض اس واسطے شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبرا ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاوے
گا تو استبرا واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں اطلاق مختار ہے بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونوں شرط ہیں
چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور دوسرا قول حلوانی کا یہ ہے کہ قبض شرط ہے نہ دخول اور تیسرا قول سرخسی کا ہے کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور
یہ قول وسیع تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ونقل فی الدرر عن ظہیر الدین اشتراط وطیہ قبل الشراء وذکر وجہہ اور درر میں ظہیر الدین
سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اس کی وجہ بھی ذکر کی ہے م وجہ مذکور یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اس کا مالک ہوگا اور حالانکہ
جاریہ اس کی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو بمجرد خرید کے نکاح باطل ہو جاوے گا پھر جب ملک کے وقت نکاح نہ رہا تو استبرا واجب ہو گیا اس کے
سبب متحقق ہونے سے یعنی ل استحداث حلت وطی بملک یمین کذا فی الدرر وان کانت تحتہ حرۃ فالحیلۃ ان ینکحھا البائع اے یزوجہا ممن یثق بہ
کما سیجیٔ قبل الشراء او ان ینکحھا المشتری قبل قبضہ لما قلنا فبعدہ لم یسقط من موثوق بہ لیس تحتہ حرۃ اور اگر اس کی تحتی حرہ ہے یا منکوحہ چار لونڈیاں ہیں
کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جس پر اس کو اعتماد ہو طلاق دینے کا چنانچہ اس کا
ذکر قریب آوے گا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کر دے اس معتمد شخص سے جس کے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح
شرط ہے تو اگر بعد قبضہ کرنے کے نکاح کر دے گا تو استبرا ساقط نہ ہوگا او یزوجہا بشرط ان یکون امرہا بیدہا او بیدہ یطلقہا متی شاء ان خاف ان
لا یطلقہا یا جاریہ کا نکاح کر دے کسی شخص سے بایں شرط کہ جاریہ اپنے طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اس کو طلاق
دے یہ اس وقت ہے جب کہ بائع یا مشتری اس سے ڈرے کہ جاریہ کا زوج اس کو طلاق نہ دے گا ثم یشتری الامۃ ویقبض او یقبض فیطلق الزوج
قبل الدخول بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اس پر قبضہ کرے درصورت تزویج بائع کے یا مشتری جاریہ
پر قبضہ کرے درصورت تزویج مشتری کے پھر زوج اس کو طلاق دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبرا ساقط ہوگا م الحاصل اگر اس کے تحت میں
حرہ ہو تو حیلہ اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے قبل خرید کرنے مشتری کے اس مرد سے جس پر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اس کو خرید کرے
پھر زوج اس کو طلاق دے تو استبرا واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے غیر کی منکوحہ خرید کی اور اس کی وطی مشتری کو حلال نہیں تو اس پر استبرا نہیں پھر جب
اس کے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہو گئی اور اس وقت میں حدوث ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبرا کا سبب ہے تو استبرا
واجب نہ ہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کر دیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اس پر قبضہ کیا پھر زوج نے قبل دخول اس کو طلاق
دی تو استبرا واجب ہوا بعد قبض کے اور اس وقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اس وقت
استبرا کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایۃ وقیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف رح علیہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ حلفت الرشید ان
لا یشتری علیہا جاریۃ ولا یستوہبہا فقال یشتری نصفہا ویوہب له نصفہا متفقۃ اور بعضوں نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درم لیے وہ یہ ہے

ل پیدا ہونا جماع کی حلت کا ملک یمین کے باعث سے ۱۲

Marfat.com

کہ زبیدہ خاتون نے ہارون الرشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اس پر خرید نہ کرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اس کو ہبہ کی جائے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طریق سے یہ بات صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہو گیا اولیکاتبہا المشتری بعد الشراء والقبض کما یفیدہ اطلاقہم وعلیہ فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بحثا کما سنذکرہ ولکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا قبل القبض فلیحرر قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن فلم ار التقیید المذکور فتدبر یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے کے چنانچہ اشتراط قبض کو فقہاء کا اطلاق مفید ہے اور بموجب اس کے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنے اگر مشتری جاریہ کا نکاح کر دے بعد خرید اور قبض کے تو استبرا ساقط ہوا اور اگر بعد قبض اس کا نکاح کر دے تو استبرا ساقط نہ ہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں اور البتہ مصنف نے اپنی شرح میں فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اُس فرق کو مذکور کریں گے یعنے اگلے قول میں یعنے شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن سے تصریح ہے تقیید کتابت کے قبل قبض کے ہونے سے یعنے مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کہتا ہوں پھر میں واقف ہوا برہان شرح مواہب الرحمن پر سو میں نے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو تامل کریں ہم بعضوں نے یوں جواب دیا ہے شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت اس کی مجموعہ ہے چند کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اس کی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم یفسخ برضاہا یجوز لہ الوطی بلا استبراء لزوال ملکہ بالکتابۃ ثم تجددہ بالتعجیز لکن لم یحدث ملک حقیقۃ فلم یوجد سبب الاستبراء وہذہ اسہل الحیل تاتارخانیہ پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کر دے جاریہ مکاتبہ کی رضا مندی سے تاکہ مشتری کو وطی اس کے بدون استبرا کے جائز ہو جائے بسبب زائل ہو جانے ملک مشتری کی کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے ادائے بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبرا کا سبب پایا نہ گیا اور یہ حیلہ سب حیلوں سے آسان تر ہے کذا فی التاتارخانیہ یہ وجہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جس کے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہے کہ کتابت سے جاریہ مولی کے قبضہ سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنے مکاسب کی مالک ٹھہری تو گویا مولی کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اس کی ملک جدید حاصل ہوئی تعجیز بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک رقبہ حادث نہیں ہوئی تو جو سبب کہ موجب استبرا تھا یعنی حدوث ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایہ میں ہے کہ جب جاریہ ملک مولی سے نہ نکلے ولیکن اس کے تصرف سے نکلے پھر اس کے تصرف میں آوے تو استبرا واجب نہ ہوگا اور اس کے خارج ہونے کی تصرف مولی سے یہ دلیل ہے کہ اگر مولی مکاتبہ کی وطی کرے تو اس پر عقر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی خلاصہ صورت اس حیلہ کی یہ ہے کہ جاریہ کو بعد خرید اور قبض کے مکاتب کر دے مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھ کو ہزار درہم پر مکاتب کیا کہ سو درہم کی قسط ہر مہینہ ادا کر پھر جب وہ عاجز ہو ادائے بدل کتابت سے تو اس کی رضا مندی سے کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور مولی پر حلال ہو جاوے گی استبرا واجب نہ ہوگا بدلیل گذشتہ تو یہ حیلہ سب حیلوں سے سہل تر ہے خصوصاً کہ کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد جلد اس کی قسط مقرر کرے تو وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاوے گی لہ امتان لا یجتمعان نکاحا اختان ام لا قبلہما فلو قبل او وطی احداہما حل لہ وطیہا وتقبیلہا دون الاخری الشہوۃ فی التقبیل لا تعتبر بل فی المس والنظر ابن کمال حرمتا علیہ ایک شخص کی ایسی دو لونڈیاں ہیں جو ساتھ ہی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بہنیں ہوں یا نہ ہوں یعنی خالہ بھانجی ہوں یا عمہ بھتیجی ہوں سو مالک نے دونوں کا بوسہ لیا شہوت سے تو دونوں اس پر حرام ہو گئیں سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اس سے قربت کی تو اسی لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت معتبر نہیں بلکہ مساس اور نظر میں شہوت شرط ہے

Marfat.com

یعنی بوسہ سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت ہو یا نہ ہو اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے م جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین بملک یمین جمہور صحابہ کرام کے نزدیک جائز نہیں زیلعی نے کہا اور اسی طرح جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں اس واسطے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں وکذلک یحرم علیہ الدواعی کالنظر والتقبیل حتے یحرم فرج احدہما علیہ ولو لغیرہ فعدہ کاستیلاء الکفار علیہا ابن کمال اور اسی طرح مولی پر حرام ہیں دواعی وطی کی چنانچہ نظر کرنا اور بوسہ لینا جب تک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اس پر حرام ہو جائے اگرچہ حرمت بدوں فعل مولی کے ہو چنانچہ کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال م شارح نے ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ یحرم حرمت سے ہے نہ تحریم سے بملک ولو لبعضہا بای سبب کان او نکاح صحیح لا فاسد الا بالدخول او عتق ولو لبعضہا او کتابۃ لانہا تحرم فرجہا بخلاف تدبیر ورہن واجارۃ حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب سے یعنے بیع یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اس واسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ مولی پر حرام نہیں ہوتی بدوں دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کے آزاد کر دینے سے اگرچہ بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اس واسطے کہ کتابت اس کی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے ان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی قلت والمستحب ان لا یمسہا حتے یمضے حیضۃ علی الحرمۃ کما بسطناہ فی شرح الملتقی میں کہتا ہوں اور مستحب یہ ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگاوے جب تک جاریہ محرمہ پر ایک بار حیض نہ گذر جائے چنانچہ ہم نے اس کو شرح ملتقی میں مشرح بیان کیا ہے وکرہ تحریما قہستانی تقبیل الرجل فم الرجل او یدہ او شیئا منہ کذا تقبیل المرأۃ المرأۃ عند لقاء او وداع قنیہ وہذا لو عن شہوۃ واما علی وجہ البر فجائز عند الکل خانیہ وفی الاختیار عن بعضہم لا باس بہ اذا قصد البر وامن الشہوۃ کتقبیل وجہ فقیہ ونحوہ اور قہستانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اس کے ہاتھ کا یا اس کے عضو کا اور اسی طرح مکروہ ہے بوسہ لینا عورت کا عورت کو ملاقات کے وقت یا رخصت کے وقت کذا فی القنیہ اور یہ یعنے کراہت بوسہ اس وقت ہے جب کہ شہوت کی راہ سے ہو ولیکن بوجہ نیکوکاری اور مزید احسان کے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علماء کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار میں ہے بعض فقہاء سے منقول کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ نیکوکاری کا قصد کرے اور شہوت سے بے خوف ہو جیسے چومنا فقیہ اور مانند اس کے اور بزرگ کے چہرے کا م فقیہ ابو جعفر نے کہا کچھ مضائقہ نہیں چومنے ایک مرد میں دوسرے مرد کے چہرہ کو جب کہ وہ فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہو اعزاز اور تکریم دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریۃ وکذا معانقتہ فی ازار واحد اور اسی طرح مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ یعنے گلے سے گلا لگا کر ملنا ایک تہمد میں یعنی کرتہ اور انگرکھا بدن پر نہ ہو فقط لنگی یا جامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہو ایسی حالت میں معانقہ مکروہ ہے کہ موجب شہوت ہے اور مراد یہ ہے کہ ہر شخص پر تہمد ہے اور یہ مراد نہیں کہ دونوں شخص ایک تہمد میں ہوں اس واسطے کہ یہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہے کہ انس رضہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کے واسطے انحنا کرے یعنے جھکے فرمایا کہ نہیں ہم نے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا کہ نہیں ہم نے عرض کیا کہ دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوتی کذا فی الطحاوی یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار میں اسناد کے ساتھ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ فقط تہمد بدن پر ہو اس واسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما سیجئ وقال ابو یوسف رح لا باس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کچھ مضائقہ نہیں چومنے اور معانقہ کرنے میں ایک تہمد میں ولو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلا کراہۃ بالاجماع وصححہ فی الہدایۃ وعلیہ المتون اور اگر مرد کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدوں کراہت کے باجماع شیخین اور ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہدایہ میں اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں م حدیث میں ثابت ہے کہ جب جعفر طیار رضہ فتح خیبر میں حبشہ سے آئے تو رسول خدا

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معانقہ کیا اور ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ
کرتے تھے اور کافی میں ہے کہ اعراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب
سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ شروع کیا وہ مکہ معظمہ میں تھے جب ذوالقرنین وہاں وارد ہوئے پھر جب ابطح میں پہونچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم
علیہ السلام ہیں تو ذوالقرنین نے کہا مجھ کو سوار ہونا لائق نہیں اس شہر میں جس میں خدا کا دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اترے اور چلے ابراہیم
علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سلام کیا اور ان سے معانقہ کیا کذا فی الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمر سے
بسند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ترمذی
میں ثابت ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق لو القبلۃ علی وجہ المبرۃ دون الشہوۃ جاز بالاجماع اور حقائق میں ہے کہ اگر چومنا بروجہ نکوکاری اور تکریم
کے ہے نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے **کالمصافحۃ** اے کما تجوز المصافحۃ لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من صافح اخاہ
المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنے معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اس واسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم
کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلادے تو اس کے گناہ جھڑ جاویں گے[م] یہ حدیث معجم طبرانی میں حذیفہ بن یمان سے یوں مروی
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ
جاتے ہیں جیسے درخت کی پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے
ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ترمذی میں عبداللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہے
تحیۃ کی یعنے سلام پورا نہیں ہوتا بدوں مصافحہ کے واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا یفید جوازہا مطلقا ولو بعد
العصر وقولہم انہ بدعۃ اے مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ وعلیہ یحمل مانقلہ عنہ شارح المجمع من انہا بعد الفجر والعصر لیس بشیء
توفیقا فتاملہ اور مصنف کا اطلاق یعنے بلا قید مصافحہ کا جواز رکھنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ اور مجمع اور ملتقی میں وغیرہا متون فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے
جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علماء کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی مباح اور بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے کہ
اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علماء نے بھی اور کتابوں میں مذکور کیا ہے اور اسی پر محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے
یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ محمل کرنا توفیق کے واسطے ہے سو تامل کر اس کو یعنی لیس بشئے کو اباحت اور بدعت حسنہ پر اس واسطے
کہ اذکار نووی کے مخالف تر[م] اذکار نووی میں یوں ہے کہ مصافحہ مستحب ہے ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگوں کی عادت ہے تو اس کی
شرع میں اس وجہ خاص سے کچھ اصل نہیں لیکن اس کا بھی کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت میں مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات
میں نہ کرنا بعضے وقت کے کرنے کو مصافحہ مشروعہ سے خارج نہیں کر دیتا کذا فی الطحاوی خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ
ہے وفی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قنیہ میں ہے کہ سنت مصافحہ میں ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا
اس کا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے[م] سنت یہ ہے کہ مصافحہ کرنے میں کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے
پر ابہام یعنے انگوٹھے کو پکڑے حدیث میں آیا ہے کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام پکڑو اس واسطے کہ اس میں ایک رگ ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے یہ مذکور
شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ میں ہے شرح ملتقی میں شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحۃ العاشق[۱] صفقۃ کف بکف۔ اور اقبال وجہ

[۱] شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں بیان کیا ہے کہ معانقہ اس طرح کرے کہ اپنی طرف سے داہنے ہاتھ کا انگوٹھا پکڑے اس طرح کہ ہتھیلی ملی جاویں اور داہنے ہاتھ کو دینے کا معاوضہ کر دیے [۲] ملا میتھلی کے رخ کا رخ

Marfat.com

بوجہ ب عبارت ہے تو انگلیوں کا پکڑنا سنت نہیں برخلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل واحد منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہیں مرد کو دوسرے مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ ٹھہرے اور نہ لپٹے ایک مرد دوسرے مرد سے ایک کپڑے میں اور نہ لپٹے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے میں م یعنے ایک کپڑے میں دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اتار کر جائز نہیں کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفریق بینہما وبین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جب کہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہونچے تو دونوں کی خواب گاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اس کے بھائی اور بہن اور اس کی ماں اور باپ کی جدائی کرنا بستر میں واجب ہے بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کرو ان کے بستروں میں جب کہ وہ دس برس کے ہوں اور نتف میں ہے کہ جب چھ برس کو پہونچے یعنے جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی م شاید کہ مراد اس سے ہم بستری مع التجرد ہے ایک لحاف میں والاجاعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا جدا ہو ممنوع نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبے میں ہے کہ پھر جب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کے مانند ہے نظر وغیرہ کے احکام میں والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہے جیسے مسلمہ کا بدن سوائے چہرہ اور کف دست دیکھنا درست نہیں ویسے ہی کافرہ کا درست نہیں عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ وجہۃ الختان امام اعظم رح سے روایت ہے کہ حمامی کو شرمگاہ دیکھنا درست ہے اور جہت اس کی ختان یعنی جیسے ختنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہے ویسا ہی حمامی کو م فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہ ضرورت کی حالت میں ہے نہ غیر ضرورت میں کذا فی العالمگیریۃ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختتن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضوں نے بالغ کے ختنہ میں کہا کہ جب اس کو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے مگر در صورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے م یعنے ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کر لے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اس کو خرید کر کے اس سے اپنا ختنہ کروائے اور اگر بڈھا مسلمان ہوا اور اذیت ختنہ کا متحمل نہ ہو اگر اہل بصارت کہیں کہ اس کو طاقت نہیں تو ترک کرے اس واسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولے جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کا لا یمکنہ سے صواب ہے اس واسطے کہ فتاوی عالمگیری میں یوں ہے والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ تختنہ والظاہر فی الکبیر انہ یختتن ویکفی قطع الاکثر اور ظاہر مذہب کبیر السن کے حق میں یہ ہے کہ مقررہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہے حصول سنت میں ولا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر اور کچھ مضائقہ نہیں مرد عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے میں بطریق تبرک کے کذا فی الدرر م بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت ہونا یا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ میں بعد گفتگوئے تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیۃ میں اول کراہت تقبیل مطلقاً اور یہ امام کا قول ہے ثانی قول صاحبین رح کہ لا باس بہ مطلقاً اور قول ثالث تفصیل یعنے اگر بوسہ تبرک کے واسطے ہے جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھ چومنا تو اس میں بعض متاخرین نے رخصت دی ہے اور احادیث سے اس کی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہے بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل غیر متبرک بے غرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اس کا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اس کی تقبیل ید جائز ہے ونقل المصنف عن الجامع انہ لا باس بتقبیل ید الحاکم المتدین

ؒ اور نہ کرے مگر در صورتیکہ نکاح کر سکتا ہو ختانہ عورت کو جو اس کی ختنہ کرے ۱۲

اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحطاوی نے کہا اس کی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہ تو قول آئندہ میں داخل ہے اس واسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبیٰ اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں مضائقہ نہیں اور بعضوں نے اس کو سنت کہا ہے کذا فی المجتبیٰ م تقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از آنجملہ عبداللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ہم لڑائی سے پلٹ کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے آپ کا دست مبارک چوما اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسی کو میں نے فاطمہ بنت رسولؐ سے زیادہ تر مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تھیں تو حضرتؐ ان کے واسطے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور ان کو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام ان پر جھکے اور ان کا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرۂ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید و رجل ثابت ہوئی اور سر اور کوکھ کی اور احادیث سے ثابت ہے اور تقبیل بین العینین وعلی الشفتین عبداللہ بن جعفر کی حدیث سے جس کو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم سے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں مگر زوجین کے حق میں کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصراً و تقبیل راسہ ای العالم اجود کما فی البزازیۃ اور چومنا اس کے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ م طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود بمعنی اکثر ثواب کے ہے ولا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرہما ای لغیر عالم وعادل ہو المختار مجتبیٰ وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہیں ہے سوائے عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبیٰ اور محیط میں ہے کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا فقط اس کے اسلام کی تعظیم اور اکرام کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاہد ان یدفع الیہ قدمہ ویمکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ وقیل لا یرخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری او خدہا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیۃ مقدما للقبیل ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اس کی درخواست کی کہ اپنا قدم اُس کی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اس کو چومنے دے تو اس کو عالم یا زاہد مان لے یعنے چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ نہ مانے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورت کو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کے وقت چنانچہ قنیہ میں ہے بتقدیم قول بعض یعنی صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر کیا اجابت پر قال وما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ فہو مکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنے ہاتھ منہ چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اس میں رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہے واما تقبیل یدصاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کے وقت تو بالاجماع مکروہ ہے م طحطاوی نے کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی اس میں کیا وجہ ہے وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن اور یہ لوگ جو زمین کو چومتے ہیں عالموں اور سلاطین اور امیروں کے سامنے سو حرام ہے اور کرنے والا اور جو اس فعل سے راضی ہو عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار ہیں اس واسطے کہ اس طرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اس واسطے کہ اس میں سجدۂ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وہل یکفران علے وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علے وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگر بوجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر بوجہ تحیۃ اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہ ہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاوے گا وفی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط میں ہے کہ غیر خدا یعنے مخلوق کے واسطے تواضع کرنا یعنے گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے م طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے

Marfat.com

کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کے واسطے اور شہوت پرستی کے لئے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کبر السن کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع در حقیقت خدا کی طرف ہی راجع ہے یعنے اس سے غرض دین ہے نہ غرض دنیا وفی الوہبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم وسیجیٔ نظما اور وہبانیہ میں ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہے کھڑا ہو جانا آنے والے مسافر کے تعظیم جیسے جائز ہے کھڑا ہو جانا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر میں یہ مسئلہ نظم میں آوے گا شرنبلالی نے کہا فقیہوں کا کلام قیام میں مختلف ہے سو بعضوں نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابو داؤد کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کھڑے ہو گئے تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعضوں نے قیام کو مباح کہا ہے باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ کے واسطے چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں مروی ہے اور بعضوں نے اس میں تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خاں نے کہا ہے چند لوگ قرآن پڑھتے ہیں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہے پھر اس کے پاس کوئی اشراف میں سے آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر مرد آنے والا عالم ہو یا قاری کا باپ یا استاد ہو تو اس کے واسطے اٹھنا جائز ہے اور اس کے سوا قیام جائز نہیں انتہی اور مجمع فتاوی الفاکی میں ہے قیام قاری کا جائز ہے جب کوئی اس سے زیادہ تر عالم یا اس کا استاد جس نے اس کو قرآن یا علم سکھایا آوے یا اس کے والدین آویں اور ان کے سوا اور کسی کے واسطے قیام جائز نہیں اگرچہ آنے والا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہے اس واسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا موجب ہوتا ہے خصوصاً جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہے وہ ان کے حق میں محمول ہے جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے تھا چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہے اور اصحاب کبار کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کراہت قیام پر دلالت نہیں کرتا اس واسطے کہ تعظیم کے واسطے کھڑا ہو جانا عرب کی عادت نہ تھی اور جب سعدؓ آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا قوموا لسیدکم یعنے اپنے سردار کے واسطے اٹھو کذا فی الطحطاوی فائدہ قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ لوالدیہ علی الرأس وقبلۃ الشفقۃ لاخیہ علی الجبہۃ وقبلۃ الشہوۃ لامرأتہ وامتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمؤمنین علی الید وزاد بعضہم قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوہرہ قلت تقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ فائدہ اقسام تقبیل میں بعضوں نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور پیار کا فرزند کے لئے گال پر اور دوسرا چومنا رحمت کا اپنے والدین کے واسطے سر پر اور تیسرا چومنا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور چوتھا چومنا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کو منہ پر اور پانچواں چومنا تحیۃ اور سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضوں نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہے حجر اسود کے واسطے کذا فی الجوہرۃ میں کہتا ہوں اور کتاب الحج میں آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہو چکا یعنے یہ بھی بوسہ دیانت ہے وفی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عہد ربی و منشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجہہ اور قنیہ میں ہے متعلقات مقابر کے باب میں کہ مصحف شریف کا چومنا بعضوں نے کہا بدعت ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا عہد ہے اور وصیت ہے اور کتاب اور فرمان ہے میرے رب عز وجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اس کو ملتے تھے واما تقبیل الخبز فحرر الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ و قواعدنا لا تاباہ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیوں نے کہا کہ بدعت مباح ہے اور بعضوں نے بدعت حسنہ کہا ہے اور شافعیوں نے کہا کہ روٹی کا پاؤں سے روندنا مکروہ ہے نہ اس کا چومنا یہ بیان کیا ہے ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج میں ہے ولیمہ کی بحث میں اور ہمارے قواعد بھی اس کو رد نہیں کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ تکریم اس کی حدیث میں مروی اور تقبیل منجملہ تکریم ہے

Marfat.com

واللہ اعلم وجاز لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور حدیث میں آیا ہے کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اس کی تعظیم و تکریم کرو کہ حق تعالیٰ نے اس کو بزرگی دی ہے یعنے انسان اشرف المخلوقات کا قوت اس کو مقرر کیا ہے

فصل فی البیع

یہ فصل ہے بیع وغیرہ کے بعضے احکام میں م مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیپار کرنا نہ چاہیے جب تک کہ خرید اور فروخت کے مسئلے دریافت نہ کرلے کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع میں جائز ہے اور کس کی نہیں زمانہ سابق میں سوال ہوا کہ قوم ترک بازاروں میں خرید فروخت کرتے ہیں اور ان کا اکثر مال حرام ہے اور ان میں بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہیں تو جواب ہوا کہ اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر بظن غالب معلوم ہو کہ یہ چیز انہوں نے غیر سے بظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہے اور بازار میں بیچی ہے تو اس کا خرید کرنا نہ چاہیے اگرچہ دست بدست کئی بار وہ بک گئی ہو ثانی یہ کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اس طرح مخلوط ہو گئی ہو کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اس کی ملک میں داخل ہو گئی مگر اس سے خرید کرنا نہ چاہیے جب تک کہ وہ مالک کو راضی نہ کرلے بدلا دے کر تو اگر بلا ادائے ضمان خرید کرے گا تو مشتری مالک ہو گا مع الکراہتہ ثالث یہ کہ جب معلوم ہو کہ غصب اور بیاج وغیرہ کی چیز اس کے پاس باقی نہیں اس نے بیچ ڈالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو ان سے خرید کرنا درست ہے اور یہ فتویٰ ہے اور بہتر یہ ہے کہ ان سے خرید نہ کرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد میں دشوار ہے جواہر الفتاوے میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک اپنے اوپر لازم جان اس واسطے کہ ایسی چیز نہ پاوے گا جس میں شبہ نہ ہو قنیہ میں ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے کنارہ کرے ولیکن باوجود اس کے اگر خرید کرے گا تو اس کے حق میں حلال ہو گی بشرطیکہ اخیر مشتری کی بیع صحیح ہو گی کذا فی العالمگیریۃ کرہ بیع العذرۃ رجیع الآدمی خالصتہ یعنے آدمی کے خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے م برجندی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اس پر مٹی غالب ہو تو جائز ہے لا یکرہ بل یصح بیع السرقین اے الزبل خلافا للشافعی مکروہ نہیں بلکہ صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت ہے زبل بالکسر سے یعنے فضلہ حیوانات م سرقین معرب ہے سرگین کا وہ عبارت ہے روث اور بعیر اور خثی سے کذا فی الحموی وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب اور ماد غلب علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جب کہ وہ مخلوط ہو گیا اس قدر مٹی اور راکھ سے جو گوہ پر غالب ہے قول صحیح میں م قہستانی نے کہا کہ خلط کی صورت یہ ہے کہ مٹی اور راکھ اٹھا کر گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اس واسطے کہ نجس کا اٹھانا ممنوع ہے محیط اور اختیار میں صحت بیع مخلوط بلا قید تراب مذکور ہے تو یا مطلق کو مقید پر حمل کیجئے یا رخصت اور استحباب پر کذا فی الطحطاوی کما صح الانتفاع بمخلوطہا اے العذرۃ بل بہا خالصۃ علی ما صححہ الزیلعی وغیرہ خلافا لتصحیح الہدایۃ فقد اختلف التصحیح بیع کے مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنے باغ اور کھیت میں ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہے زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا وفی الملتقی ان الانتفاع کالبیع اے فی الحکم فافہم اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع عذرہ بیع کے مانند ہے یعنے حکم میں برابر ہے تو اس کو سمجھ لے یعنے جیسے بیع میں خلط شرط ہے ویسے ہی انتفاع میں وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے یعنے شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اس سے دین لینا درست ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب اس کے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری ٹھہرے گا نہ بائع بخلاف دین علی المسلم لبطلانہ الا اذا وکل ذمیا ببیعہ فیجوز عندہ خلافا لہما وعلی ہذا لو مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی برخلاف اس دین کے جو مسلمان پر ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے مگر جب کہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے برخلاف صاحبین کے اور بنا بر اس کے یعنے بطلان بیع کے اگر مسلمان مرگیا اور اس نے ثمن اس شراب کا متروکہ چھوڑا جس کی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو اس کے وارثوں

Marfat.com

کو حلال نہیں چنانچہ اس کو زیلعی نے شرح بیان کیا ہے م زیلعی نے کہا فقہائنے کہا اگر مرد مرگیا اور اس کی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اس کے وارث اس کو نہ لیں اور اس مال کے مالکوں کو پھیر دیں اگر ان کو جانتے ہوں اور اگر نہ جانتے ہوں تو مال کو خیرات کر دیں یعنی مالکوں کے ثواب کی نیت سے اس واسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پہ رد نہ ہو سکے کذا فی الطحاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الاللوارث الااذا علم ربہ اور اشباہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جب کہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں بھی حرمت انتقال کرتی ہے قلت ومر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال لا ناخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ فتنبہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبی میں ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اس کا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر صاحب مجتبے نے رمز لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقاً وارثوں پر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو خبردار رہیو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے م ملتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ نوحہ گر عورت یا طبل یا مزمار بجانے والے نے مال کمایا اگر نوحہ اور بجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکوں کو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اس واسطے کہ یہ مال بمقابلہ گناہ کے ہے تو اس کا لینا گناہ ہے اس کو پھیر دینا چاہیے اور اگر صاحب مال معلوم نہ ہو تو خیرات کر دے مالکوں کی طرف سے تاکہ اگر عین مال ان کو نہیں ملا تو ثواب ان کو ملے اور اگر بلا شرط نوحہ گری اور سرود کے مال ملا تو یہ حلال ہے کذا فی الطحاوی ہندوستان میں رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانے والوں سے اجرت نہیں ٹھہراتے اور شرط نہیں کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہیں تو اگرچہ ظاہر میں یہ شرط نہیں لیکن درحقیقت یہ بھی شرط ہے اس واسطے کہ فقہ کا قاعدہ کہ المعروف کالمشروط یعنے معمولی اور مروج مشروط کے برابر ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وجاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیم کما فی نقش المسجد اور جائز ہے آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے اس واسطے کہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقش کاری اور آرائش میں تعظیم اور جلالت قدر ہے م خانیہ میں ہے کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ انتہی اور مسئلہ مسجد میں اختلاف ہے سراجیہ میں ہے مسجد میں نقش کاری چونہ اور ساگون اور سونے کے پانی سے لا باس بہ اور فقیروں کو دینا افضل ہے نقش کاری سے مضمرات میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اس واسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہو جاتا ہے تماشا میں نماز سے غافل ہو جاتا ہے اور چھت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اس کا لگانا مسجد میں مکروہ ہے برخلاف لید اور گوبر کے جب مٹی میں ملائی گئی تو اس کا مسجد میں لگانا درست ہے استحکام کی ضرورت کے سبب سے مسجد میں کھانا اور سونا مکروہ ہے مگر معتکف کو درست ہے اور جب کھانے اور سونے کا مسجد میں قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرے پھر مسجد میں جائے اور ذکر خدا کرے جس قدر مدت کی اعتکاف کی نیت ہو یعنے گھڑی یا دو گھڑی کی یا نماز پڑھے پھر اس کے بعد کھانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ میں ہے مسجد میں درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے بشرطیکہ مسجد میں تنگی نہ ہوتی ہو اور صف میں خلل نہ پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طرح پر ہے اوّل یہ کہ دخول مسجد کے وقت سلام کرے اگر لوگ بیٹھے ہوں اور ذکر وغیرہ میں مشغول نہ ہوں اور اگر نماز پڑھتے ہوں تو یوں کہے السلام علینا[1] من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳ خرید و فروخت نہ کرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی چیز وہاں تلاش نہ کرے ۶ سوائے ذکر خدا کے وہاں آواز بلند نہ کرے ۷ دنیا کی باتیں نہ کرے ۸ اندر جانے کے واسطے لوگوں کی گردنوں پر نہ پھاندے ۹ مکان کے واسطے نزاع نہ کرے کہ میں یہاں بیٹھوں گا تو وہاں بیٹھ ۱۰ کسی پر تنگی نہ کرے صف میں ۱۱ نمازی کے آگے نہ چلے ۱۲ مسجد میں نہ تھوکے ۱۳ وہاں انگلیاں نہ چٹکاوے ۱۴ نجاسات اور لڑکوں اور دیوانوں اور اقامت حدود سے مسجد کو پاک رکھے ۱۵ اللہ

ف احکام مسجد [1] یعنے ہم پر سلام ہو ہمارے پروردگار کی طرف سے اور اللہ تعالی کے نیک بندوں پر ۱۲

Marfat.com

کی یاد اس میں بت کرے کذافی العالمگیریۃ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب مسجد میں جائے تو اول داہنا پاؤں رکھے اور درود پڑھے اور یہ دعا کرے اللّٰھم افتح علی ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو اول بایاں پاؤں بڑھا دے اور درود پڑھے اور یوں دعا کرے اللّٰھم افتح علی ابواب فضلک وتعشیرہ اور قرآن مجید کی دس دس آیتوں پر علامت بنانا جائز ہے ونقطہ اے اظہار اعرابہ وبہ یحصل الرفق جدا خصوصا للعجم فیستحسن اور قرآن مجید کا نقطہ یعنی اس کے اعراب کو ظاہر کرنا لکھ کر جائز ہے اور اعراب کی تحریر سے یقیناً آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصاً عجمیوں کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والوں کو تو اعراب دینا مستحب ہے امام برہان میں ہے کہ اصل روایت یہ ہے کہ تعشیر اور نقط مصحف میں مکروہ ہے اس واسطے کہ اس میں ترک تجرید ہے اور عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ قرآن کو مجرد رکھو اور اس میں اس چیز کو نہ ملاؤ جو اس میں داخل نہیں اور تجرید دو معنی کی محتمل ہے ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قرآن کے ساتھ غیر قرآن کو نہ پڑھنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قرآن کے لکھنے میں نقط اور تعشیر نہ کرنا کذافی الطحاوی لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کے واسطے درست ہے وعلی ہذا لاباس بکتابۃ اسامی السور وعدالآی وعلامات الوقف ونحوہا فہی بدعۃ حسنۃ درر وقنیۃ اور بنا بر اس کے نظر بہ تسہیل کچھ مضائقہ نہیں سورتوں کے نام اور آیتوں کی شمار اور وقف کی نشانیوں کے اور ان کے مانند چنانچہ لفظ سجدہ علامت آیات سجود کے لکھنے میں تو وہ بدعت حسنہ ہے کذافی الدرر والقنیۃ وفیہا لاباس بلف اغذا اخبار ونحوہا فی مصحف وتفسیر وفقہ وتکرہ فی کتب نجوم وآداب اور قنیہ میں ہے کہ مضائقہ نہیں اخبار وغیرہا کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیوں میں لگانا اور نجوم اور ادب یعنی صرف ونحو بلاغت وغیرہا کا دفتیوں میں لگانا مکروہ ہے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ابوحامد سے سوال ہوا کو اغذ اخبار اور متعلقات کا جن کو وراق غلاف میں استعمال کرتے ہیں یعنی صحاف دفتیوں میں لگاتے ہیں تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ میں درست ہے نہ کتب ادب اور نجوم میں انتہی لیکن یہ بیان نہیں کہ اخبار سے احادیث مراد ہیں یا تواریخ کذافی الطحاوی ویکرہ تصغیر مصحف وکتابۃ بقلم دقیق یعنی تنزیہا لا یجوز لف شئی فی کاغذ فقہ ونحوہ وفی کتب الطب یجوز مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ بکراہت تنزیہی ہے اور فقہ وغیرہ دینی کتاب کے کاغذ میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے م کتاب قرآن کا جو قصد کرے اس کو لائق ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ رکھے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذافی القنیۃ وجاز دخول الذمی مسجداً مطلقاً وکرہہ مالک مطلقاً وکرہہ محمد والشافعی واحمد فی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذمی کا ہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانے کو مکروہ کہا ہے ذمی کے حق میں م امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں اتارا اور مسند احمد اور طبرانی میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذافی العینی شافعی کی دلیل یہ آیت ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا یعنی مشرک ناپاک ہیں تو مسجد الحرام کے قریب نہ جاویں اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ غسل جنابت اس طرح نہیں کرتے کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی مسجد میں ان کا جانا روا نہیں شارح نے اس کا جواب اگلے قول میں دیا قلنا النہی تکوینی لا تکلیفی ہم جواب کہتے ہیں کہ قرآن کی نہی تکوینی ہے نہ نہی تکلیفی م تکوینی نسبت ہے تکوین کی طرف اور تکوین ماتریدیوں کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جس کے طرف افعال کی صفات راجع ہوتی ہیں تو آیت شریفہ کے معنی یہ کہ حق تعالی مشرکین میں مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نہ کرے گا امر تکوینی کی مثال ائتیا طوعا او کرہا اور امر تکلیفی کی مثال اقیموا الصلوۃ اور تکوینی اور تکلیفی کا فرق یہ ہے کہ امتثال متخلف نہیں ہوتا امر تکوینی سے عقلاً اور تکلیفی سے تخلف ہوتا ہے کذافی الحلبی وقد جوز دا عبور عابر السبیل جنبا اور البتہ شافعیوں نے جائز رکھا ہے جنابت میں مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کے مانند م یعنی یہ جو شافعیوں نے جنابت کفار کو عدم

ؔ۱ الٰہی کھول دے مجھ پر دروازے اپنی رحمت کے ۱۲ ؔ۲ الٰہی کھول دے مجھ پر دروازے اپنے فضل کے ۱۲ ؔ۳ یعنے فرمانبرداری اسی وقت ہو جاتی ہے اس میں دیرنگ نہیں ہوتی ۱۲

Marfat.com

دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سو دلیل ناتمام ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک مسجد میں بلا توقف گزرنا درست ہے فمعنی لا یقربوا لا یحجوا ولا یعتمروا بعد عامہم ہذا عام التسع حین امر الصدیق رضی اللہ عنہ ونادی علی رضی اللہ عنہ علی بعیرہ بسورۃ برأۃ وقال الا لا یحج بعد عامنا ہذا مشرک ولا یطوف عریان رواہ الشیخان وغیرہما فلیحفظ پھر جب نہی تکوینی ٹھہری تو آیت شریفہ کا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ و برہنہ نہ کریں گے اس سال یعنی ہجری نویں سال کے بعد جب کہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علیؓ نے اپنے اونٹ پر سے سورۂ برأت بآواز بلند سنادی اور کہا خبردار رہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی برہنہ طواف نہ کرے اس کو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م اتقانی نے کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کے نزدیک اس پر محمول ہے کہ مشرک منع کئے جاویں مسجد حرام کی تولیت اور کارپردازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت میں کرتے تھے تو حق تعالیٰ نے تنزیہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہ کہ نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو یہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ ان کو روکیں یا مومنین اور کفار دونوں کو بموجب اس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہ نہی تکوینی نہیں ہے اس واسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلاً مختلف نہیں ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے انتہی طحطاوی نے کہا یعنی یہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہیں کیا تو بہتر یہ تھا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصراً بتصرف ولا تنس ما مر فی فصل الجزیۃ اور وہ بھولیو وہ مضمون جو جزیہ کی فصل میں گذر گیا م فصل جزیہ میں یہ ہے کہ محمد نے سیر کبیر میں دخول کافر کو مسجد الحرام میں منع کیا ہے اور جامع صغیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے محمد کی تو ظاہر اس میں وہ مسئلہ وارد کیا ہے جو آخر کار خوب ثابت ہو گیا ہے وجاز عیادتہ بالاجماع اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق م بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ یہودی لڑکا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اس کی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کو جس نے اس کو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اس واسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید میں حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان اور مجوسی کی عیادت میں دو قول ہیں جواز اور عدم جواز وجاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی بر قول اصح اس واسطے کہ فاسق مسلمان ہے گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے وجاز خصاء البہائم حتی الہرۃ اور جائز ہے خصی کرنا چارپائے جانوروں کا یہاں تک کہ بلی کا بھی م خصی وہ جس کا خصیہ نکالا جائے ہندی میں اس کو بدھیا کہتے ہیں واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے م خوجوں سے خدمت لینا اور ان کو عورتوں میں جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ ان سے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے ان کو کیوں خصی کرتے بعضوں نے کہا کہ خوجے مخصوص بچند امور ہیں اوّل یہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہیں ہوتے اور نہ ان سے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی تادیب میں زبردست اور خود بے ادب اور عورتوں کی مجلس میں آرزو کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے ہیں اور شدت سے بخیل ہوتے ہیں باوجودیکہ اولاد نہیں رکھتے کذا فی العینی قیل والفرس بعضوں نے کہا اور گھوڑے کا آختہ کرنا حرام ہے م شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک آختہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے میں فقہاء نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہ ہو تو حرام ہے م یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانوروں کے خصی کرنے میں فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہ ہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے ذخیرہ سے وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ قہستانی اور گدھا چڑھانا گھوڑی پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کے واسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی ولو للرجل بطاہر لا بنجس اور حقنہ اور عمل عام بیماری کے علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے واسطے ہو م دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ

بدن کے واسطے سنن ابو داؤد میں ابو درداء سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نہ کیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداو لا یجوز الا بطاہر لا بنجس اور اسی طرح ہر علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اس کو خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور کوئی مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں پائی م ذخیرہ میں ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے کہا نظر کرنا چاہیے اگر یقیناً جانتا ہو کہ چنگا ہو جائے گا تو حلال ہے اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں تمرتاشی میں ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کے واسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اس میں شفاء ہے اور کوئی مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ اس میں جلد شفا ہوگی تو اس میں اختلاف ہے کذا فی العالمگیریۃ قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم نفی الحرمۃ عند العلم بالشفاء ودل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ العطش انتہی وقد قدمناہ میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ اس حدیث کا یعنے مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جس کو تم پر حرام کی مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنے جب یقیناً بلا تردد معلوم ہو جائے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اس کی حرمت باقی نہ رہی دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ اتارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں یعنے اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا کسی طرح نہیں اترتا اور پانی نہیں ملتا تو اس وقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور اسی طرح عطش شدید میں شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہے اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس وقت اس کی حرمت باقی نہ رہی والا جواز کی کون صورت ہے **تتمہ** دوا کرنا درست ہے اگر یہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالی ہے اور دوا کو اس نے سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہیں ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہے چنانچہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہے اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرے اسباب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسی طرح سائر ابواب طب یعنے برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب میں ظاہر ہیں تیسرے اسباب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہیں بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اس کا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اس واسطے کہ حدیث میں متوکلین کا وصف یوں ہی فرمایا ہے کہ وہ داغتے نہیں اور افسون نہیں کرتے اور درجہ متوسط یعنے سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اس کا کرنا توکل کے مخالف نہیں بخلاف سبب موہوم اور اس کا نہ کرنا بھی ممنوع اور محظور نہیں برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اس کے فعل سے بعض احوال میں بعض اشخاص کے واسطے چنانچہ عمادیہ میں ہے ظہیریہ سے ایک شخص کا پیٹ جاری ہو گیا یا آنکھیں جوش میں آئیں سو اس نے دوا نہ کی یہاں تک کہ ناتواں ہو کر مر گیا تو اس پر گناہ نہیں اور اگر بھوکا رہا اور اس نے نہ کھایا باوجود قدرت کے یہاں تک کہ مر گیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ کھانا بقدر قوت کے آسودہ کر دیتا ہے یقیناً تو اس کا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہیں یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہیں ہے حجامت یعنی خون کا نکالنا پچھنوں سے ہر شخص کو مستحب ہے اور حجامت بعد نصف ماہ بروز شنبہ بہتر لونافع ہے و پندرھویں تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ میں ہے کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیوں سے علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مردار جانور ہو تو اس کی خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قنیہ میں ہے کہ عورت کے دودھ کا ناس لینا مرد کو اور علاج کے واسطے پینا درست ہے لیکن جواہر اخلاطی میں ہے کہ اجزاء آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں خلاصہ میں ہے کہ تریاق کا کھانا مکروہ

Marfat.com

ہے جب کہ اس میں سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اس کی درست ہے اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اس میں سانپ نہیں پڑا ہے تو اس کا پینا درست ہے محیط میں ہے کہ لڑکوں کا داغنا مرض سے اور ایسے ہی حیوانات کا داغنا نشانی کے واسطے درست ہے خزانۃ الفتاوی میں ہے کہ قرآن کے افسون کرنے میں اختلاف ہے یعنے مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ میں لکھنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن میں لکھ کے دھونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہے اور نخعی کے نزدیک مکروہ ہے خزانۃ المفتیین میں ہے کہ نوروز کے ایام میں کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازوں پر چپکانا حرام ہے اس واسطے کہ اس میں اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہے اور نجومیوں سے مشابہت ہے الکل من العالمگیریۃ وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال یعنے خزانۂ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال وجہی جمع ہوا ہو نہ غیر وجہی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اس میں سے لینا حلال نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ غیر کا مال ہے اس کے مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی البزازیۃ وعبر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر مایکفیہ واہلہ فی کل زمان ولو غنیا فی الاصح اور مصنف نے وظیفۂ قاضی کو تعبیر برزق کیا تاکہ معلوم ہو کہ مقدار اس کی بقدر کفایت قاضی کے اور اس کے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اس کی بیت المال سے متعلق ہے قول اصح میں اس واسطے کہ اس نے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کے واسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہے وہذا لو بلا شرط ولو بہ کالاجرۃ فحرام لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر الطاعات قلت وہل یجری فیہ کلام المتاخرین لیحرر اور یہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اس وقت ہے جب کہ روزینہ بدوں شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط سے ہو اجرت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اس واسطے کہ فیصل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہے تو اس کا اجارہ جائز نہ ہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہیں میں کہتا ہوں اور کیا قضا میں متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہیں اس کی تحریر کرنا چاہیے م متاخرین کا کلام یہ ہے کہ طاعت پر استیجار پر درست ہے طحطاوی نے کہا تحریر اس کی یہ ہے کہ جس کے نزدیک قرأت قرآن اور فقہ مخصوص بجواز اجارہ ہے تو قضا وغیرہ حاجات میں اجارہ جائز نہ ہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکھتا ہے تو اس کے نزدیک درست ہوگا وجاز سفر امۃ وام الولد والمکاتبۃ والمبعضۃ بلا محرم ہذا فی زمانہم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اہل الفساد در یعنی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اس کا سفر کرنا بدوں محرم کے درست ہے یہ حکم تھا زمانہ قدیم کا ہمارے زمانہ میں تو سفر غیر محرم کے ساتھ لونڈیوں کا جائز نہیں اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن کمال وجاز شراء مالابد للصغیر منہ وبیعہ ای بیع مالابد للصغیر منہ لاخ وعم وام وملتقط ہو فی حجرہم اسے فی کنفہم والالا اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اس چیز کا جو اس کے واسطے ضرور ہے چنانچہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اس کا جو صغیر کے واسطے ضروری ہے جائز ہے اس کے بھائی اور چچا اور ماں کو اور اس کو جس نے لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ صغیر اشخاص مذکورین کی حفظ اور پرورش میں ہو اور اگر ان کی پرورش میں نہ ہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہیں وجاز اجارتہ لامہ فقط لو فی حجرہا وکذا الملتقط علی الاصح کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع ولم ارہ فیہ ویاتی متنا ماینافیہ فتنبہ اور فقط اس کی ماں کو صغیر کا اجارہ دینا جائز ہے اگر اس کی پرورش میں ہو اور اسی طرح لاوارث لڑکا پلنے والے کو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو شرح مجمع کی طرف نسبت کیا ہے اور میں نے اس میں نہیں دیکھا اور آگے متن میں وہ مضمون آوے گا جو اس کے مخالف ہے تو آگاہ رہیو م طحطاوی نے کہا کہ مؤید قول مصنف زیلعی میں ہے قدوری کی روایت سے یعنے صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اس واسطے کہ اس میں ضرورت ہے اور صغیر کے واسطے محض نفع ہے وکذا العم عند الثانی خلافا للثالث اور اسی طرح صغیر کے چچا کو اس کا اجارہ دینا درست ہے ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک م یہ شارح کی غلط فہمی ہے اس واسطے کہ اس نے نقل کلام کا فی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہے حالانکہ شرنبلالیہ میں یوں ہے کہ اگر صغیر

Marfat.com

چچا کی پرورش میں ہو اور اس کی ماں اس کو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر
نفسہ لم یجز الا اذا فرغ العمل لتمحضہ نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہیں مگر جب کہ اجارہ کے کام سے فراغت حاصل
ہو گئی ہو تو جائز ہے کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہو گیا تو اجر مسمے واجب ہو گا یعنے علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت
حاصل ہونے سے سراسر نفع ہو گیا وصح اجارۃ اب وجد وقاض ولو بدون اجر المثل فی الاصح کما یعلم من الدرر فتبصر اور صحیح ہے اجارہ دینا صغیر کا
باپ اور دادا اور قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول میں چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہے تو اس کو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن
یعلم انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور نچوڑا شیرہ انگور کا بیچنا اس شخص سے جس کو بائع جانتا
ہے کہ اس کی شراب بنا دے گا درست ہے اس واسطے کہ گناہ قائم نہیں ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد
یعنے شیرہ میں نشہ نہیں جو اس کی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اس کی حقیقت بدل کر شراب بنے گی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ شیرہ انگور کی بیع
شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ ہے گناہ کی اعانت کی سبب سے م شیرہ انگور کی بیع درست ہے جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنے والے مینڈھے اور
اڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہے اس واسطے کہ ان اشیاء کی ذات خلاف شرع نہیں بلکہ ان کا استعمال خلاف شرع ہے یعنی
گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہے برہان میں ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہیں بدلیل قولہ تعالی
ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ باہم مددگاری نہ کرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہے واحل اللہ البیع یعنے حق تعالی
نے بیع کو حلال کیا کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ انہ
یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج اور مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہیں اور مسلمان شراب ساز سے تو اسکی بیع مکروہ ہے اور اسی کی مانند جوہرہ
اور باقانی وغیرہما میں ہے اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اس کی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ برخلاف
بیع امرد کے اس شخص سے جو اغلام کرتا ہے اور ہتھیار کے بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہیں اس واسطے کہ یہاں گناہ بعینہ قائم ہوتا ہے بلا تغیر ثم الکراہۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہا
واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ قلت قدمنا ثمۃ معزیا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما و
الا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع میں مذکور ہے اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہے یہاں
برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں میں باب البغاۃ کے اندر میں کہتا ہوں اور ہم وہاں باب
البغاۃ میں ذکر کر چکے ہیں نہر الفائق سے کہ جس چیز میں بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہے تو اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہے
تو اس کی بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے م یعنے تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع
ہو گیا یعنے نفی کراہت زیلعی تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز ہے م کنیسہ عبادت
خانہ یہودیان فارسی میں اس کو کنشت کہتے ہیں تعمیر سے مرمت مراد ہے نہ اعادہ لعدم العدم منح الغفار میں ہے کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت میں مزدوری کرے
تو لا باس بہ اس واسطے کہ عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وحمل خمر ذمی بنفسہ او دابۃ باجر
اور کافر ذمی کی شراب لادنا اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لے کر جائز ہے امام کے نزدیک م اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اس واسطے کہ
شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجملہ ان کے حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اس واسطے کہ حمل گاہے شراب کے
گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول
صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصرہا لقیام المعصیۃ بعینہ اور شراب ٹپکانے کی مزدوری جائز نہیں اس واسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے وجاز
اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراہا لا بغیرہا علی الاصح واما الامصار وقری غیر الکوفۃ فلا یمکنون لظہور شعار الاسلام فیہا وخص سواد الکوفۃ

Marfat.com

لان غالب اہلہا اہل الذمۃ لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت الثلثۃ زیلعی اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کے واسطے یا اس میں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے نہ اس واسطے قریات مذکورہ کے بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دی جائے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہو جانے کے سبب سے اور قریات کوفہ میں یہ بات اس واسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امورہ مذکورہ کے واسطے لائق نہیں اس واسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی م امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر ولہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اس میں معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اس میں مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہو گئی واللہ اعلم وجاز بیع بناء بیوت مکۃ وارضہا بلا کراہۃ وبہ قال الشافعی وبہ یفتی عینی وقد مر فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی قول ہے شافعی کا اور اسی کا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعۃ میں م وہاں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں وفی البرہان فی باب العشر ولا یکرہ بیع ارضہا کبنائہا وبہ یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مکروہ نہیں اور اسی کے مانند پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الہدایۃ لا باس ببیع بنائہا واجارتہا لکن فی الزیلعی وغیرہ ویکرہ اجارتہا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اس کے کرایہ میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اس کا کرایہ مکروہ ہے وفی آخر الفصل الخامس من التتارخانیۃ واجارۃ الوہبانیۃ قال قال ابو حنیفۃ رح اکرہ اجارۃ بیوت مکۃ فی ایام الموسم وکان یفتی لہم ان ینزلوا الحجیم فی دورہم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد ورخص فیہا فی غیر ایام الموسم انتہی فلیحفظ قلت وبہذا یظہر الفرق والتوفیق وہکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم ویقول یا اہل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلو الآیۃ فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے آخیر اور وہبانیہ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوے دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتاریں اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التتارخانیۃ والوہبانیۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اس تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسی طرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تا کہ مسافر وہاں اترے جہاں اس کا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وجاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وہو سنۃ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر تمرد اور بھاگ جانے کے سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اس کا خوف نہ ہو تو جاندار محترم کو تکلیف دینا ناحق مکروہ ہے اور یہی حکم ہے لونڈی کا کذا فی الطحاوی وقبول ہدیۃ تاجرا واجابۃ دعوتہ واستعارۃ دابتہ استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جب کہ وہ باذن مولے سوداگری کرتا ہو اور اس کی دعوت قبول کرنا اور اس کا جانور عاریت لینا درست ہے از روے استحسان کے کہ قیاس یہ ہے کہ اس کا ہدیہ وغیرہ قبول نہ ہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہیں ہے لیکن بطریق استحسان کے درست ہے تا کہ اہل معاملہ اس کی طرف رجوع کریں اور سوداگری اس کی رواج پکڑے اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا ان کے آزاد ہونے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اس کے حق میں صدقہ ہے اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ اے قبول ہدیۃ العبد ثوبا

Marfat.com

واہداؤہ النقدین لعدم الضرورۃ اور مکروہ ہے اس کی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیہ اشرفی کا ہدیہ دینا اس کا مکروہ ہے عدم ضرورت کے سبب سے یعنے یہ امور مجملہ سوداگری کے نہیں واستخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ الحریم بوسنہ خمسۃ عشر اور خصی یعنی خوجہ سے خدمت لینا مکروہ ہے ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہے خواہ باہر خواہ گھر میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہیں بلکہ اس کا جانا گھر کے اندر عورت میں مکروہ ہے اگر اس کی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم اوبر لخوف ہلکہ لو بقی بیدہ ویشترط لیاخذ متفرقا منہ بذلک ماشاء ولولم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک شرنبلالیۃ لانہ قرض جر نفعا وہو بقاء مالہ اور مکروہ ہے اقراض یعنے روپیہ یا گیہوں بقال کا چنانچہ نانوائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانے کے خوف سے اگر اس کے پاس رہے یہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اس کے لیا کرے گا متفرق جو چاہے گا اور اگر یہ شرط حال عقد یعنے دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہے مکروہ اسی واسطے دیتا ہے تو بھی مکروہ ہے کذافی الشرنبلالیۃ دلیل کراہت کی یہ ہے کہ اس طرح دینا وہ قرض ہے جس سے مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا م اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھ دیتا ہے اس خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہے گا خرچ ہو جائے گا تو بقدر ضرورت اندک اندک اس سے لیا کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے اس واسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے کے وقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ معروف کا مل شرط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی میں حدیث مرفوع ہے کہ جب قرض دے تو مستقرض کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اس کی سواری پر سوار نہ ہو مگر اس وقت جب کہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونوں میں قرض سے پہلے بھی جاری ہو اور بیہقی کی دوسری روایت یہ ہے کل قرض جر منفعۃ فہو وجہ من وجوہ الربوا یعنے جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہے ربا کی وجوہ سے کذافی العینی شرح الہدایۃ فلو اودعہ لایکرہ لانہ لو ہلک لایضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھ دے اور اس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہیں اس لئے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جائے بقال کے پاس تو اس پر تاوان نہیں م جب ودیعت میں ضمان نہ ہوا تو قرض ثابت نہ ہوا لہذا جر منفعت مکروہ نہ ٹھہرا وکذا لو شرط ذلک قبل الاقراض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیۃ اور اسی طرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق مکروہ نہیں کذافی القہستانی والشرنبلالیۃ م تجنیس اور خریدہ میں اس کی تین صورتیں مذکور ہیں ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض میں شرط کرے دوسرے یہ کہ شرط نہ کرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے دیتا ہے یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اس کے قرض دے تو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں نفس عقد میں منفعت شرط نہیں کذافی الطحاوی عن الشرنبلالیۃ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا مکروہ تحریمی ہے م یہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اس کو نردشیر کہتے ہیں کذافی القاموس قہستانی نے کہا کہ یہ کھیل شاپور بن اردشیر کی موضوعات سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہے ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہے اور مسقط عدالت ہے بالاجماع انتہی اور حرمت نردشیر کی حدیث مرفوع میں ثابت ہے چنانچہ جامع صغیر میں ہے اور عینی نے اس میں صحیح مسلم سے روایت کی ہے وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویہمل ولایفتح الا نادرا اور اسی طرح شطرنج مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور سین مہملہ بھی جائز ہے اور اس کو فتحہ نہیں دیا جاتا مگر بقلت م ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ میں مذکور ہے لیکن عمدہ دلیل اس کی تحریم پر یہ ہے کہ وہ لہو ولعب ہے اور ان ملاعب ثلثہ سے جن کا استثنا حدیث معتمد میں ثابت ہے خارج ہے کذافی العینی شرح وقایہ میں ہے کہ شطرنج کھیلنے میں عزت غائب کا منغصہ ہے اور عمر ضائع کرنا ہے اور نظر باطل کا ایسا استیلاء ہے کہ کھیلنے والے کو بھوک پیاس کی خبر نہیں رہتی اور حیز کا کیا ذکر ہے واباحہ الشافعی وابو یوسف رح فی روایۃ ونظمہا شارح الوہبانیۃ فقال ع ولاباس بالشطرنج وہی روایۃ ٭ عن الحبر قاضی الشرق والغرب تؤثر ٭ اور شطرنج کو مباح کہا ہے شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت میں اور اس کو نظم کیا ہے

Marfat.com

شارح وہبانیہ نے سویوں کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں شطرنج میں اور ایک روایت ہے منقول علامہ شرق غرب کے قاضی سے یعنے ابو یوسف سے وہذا اذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع اور یہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اس وقت ہے جب کہ قماربازی نہ کرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور ادائے واجب میں مثلاً جمعہ اور جماعت پنجگانہ میں خلل نہ ڈالے اور نہیں تو سب کے نزدیک حرام ہے وکرہ کل لہو لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم کل لہو المسلم حرام الا ثلثۃ ملاعبۃ اہلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیراندازی کرنا سبقت کے واسطے لہو اور لعب اور عبث بمعنے واحد ہیں کذا فی شرح التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی مصرح ہے افحسبتم انما خلقناکم عبثا یعنی کیا یہ تم نے گمان کیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے نسائی کی حدیث مرفوع میں تعلم سیاحت یعنے پانی میں پیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنے ہے وکرہ جعل الغل طوق لہ رایۃ فی عنق العبد یعلم باباقہ وفی زماننا لا باس بہ لغلبۃ الاباق خصوصا فی السودان وہو المختار کما فی شرح المجمع للعینی اور کیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اس کا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہے اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں بسبب کثرت بھاگنے کے خصوصاً حبشی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے مم رایت وہ علامت ہے جو غلام کے گلے میں ڈالے تاکہ معلوم ہو کہ یہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جس میں مسمار عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہے کذا فی الطحاوی وکرہ قولہ فی دعائہ بمقعد العز من عرشک ولو بتقدیم العین اور اپنی دعا میں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمقعد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر مم بیان دو صورتیں ہیں مقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور معقد یعنے تقدیم عین کی قاف پر سو دونوں طرح مکروہ ہے اس واسطے کہ مقعد مشتق ہے قعود سے تو تمکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدم عین بھی جائز نہیں اس لئے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم حدوث ہے اس واسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہے تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی ملخصا وعن ابی یوسف رح لا باس بہ وبہ اخذ ابو اللیث رح للاثر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دعا میں بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے پسند کیا ہے بدلیل اثر کے مم اثر مذکور بیہقی کی کتاب الدعوات میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز ادا کر رات یا دن میں اور ہر دو رکعت میں تشہد پڑھ اور آخر نماز میں ثنائے خدائے عزوجل کر اور درود پڑھ اور سجدہ میں سات بار سورۂ فاتحہ پڑھ اور آیۃ الکرسی سات بار پڑھ اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیئ قدیر دس بار کہہ پھر یہ دعا کر اللہم انی اسألک بمعاقد العز من عرشک ومنتہی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم وکلماتک التامۃ پھر اپنی حاجت مانگ پھر اپنا سر اٹھا پھر داہنے بائیں سلام کر اور احمقوں کو یہ دعا نہ سکھا اس واسطے کہ وہ دعا کریں گے تو قبول ہو گی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور حبان نے اس کی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایۃ طحاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجیے نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہو گی اس واسطے کہ توصیف عرش کی بلفظ کرم اور مجد کے ثابت ہے اور فقیہ ابو اللیث نے جو

سلہ ایک نسخہ میں اس کے بعد یہ عبارت ہے بخلاف القید فانہ حلال کما مر اور بخلاف القید متن ہے باقی شرح یعنے بخلاف بیڑی ڈالنے کے کہ وہ حلال ہے جیسے اوپر گذرا چونکہ سند مکرر ہوتا تھا اور مترجم اول نے اس کو ترک کر دیا تھا لہذا ترک کیا گیا ۱۲ سلہ نہیں ہے کوئی معبود بجز خدا کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کو سلطنت ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۲ سلہ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بطفیل تیرے عرش کے جگہوں کے جن میں تیری عزت وابستہ ہے اور بطفیل منتہائے رحمت کے تیری کتاب سے اور تیرے اسم اعظم اور کلمات تامہ کے طفیل سے ۱۲

Marfat.com

اس کو اختیار کیا ہے تو اس کی یہی وجہ وجیہ ہے واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد فیما یخالف القطعی اذ المتشابہ انما یثبت
بالقطعی ہدایہ اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اس واسطے کہ خبر واحد ہے اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہے اس واسطے کہ
متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایہ م یعنے تنزیہ رب العالمین شوائب حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت ہے اور یہ خبر موہم
حدوث ہے تو اس کی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اس کا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے وفی التاتارخانیۃ معزیا للمنتقی عن ابی یوسف
عن ابی حنیفۃ رح لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا بہ والدعاء المأذون فیہ المأمور بہ ما استفید من قولہ تعالیٰ وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا قال وکذا لا یصلے
احد علی احد الا علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور تاتارخانیہ میں منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفہ منقول ہے کہ کسی کو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ
ذات اور صفات اور اسماء الٰہی کے اور دعاء ماذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء حسنے
ہیں سو انہیں اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسی طرح صلوٰۃ اور درود کوئی کسی کو نہ کہے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوٰۃ درست
نہیں لیکن بالتبع درست ہے م خانیہ میں ہے کہ غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوٰۃ کہنا اس طرح کہ اللّٰھم[1] صلے علے فلان مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ ملا کر یوں کہنا اللّٰھم[2] صلے علے محمد وعلے آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوٰۃ درست ہے اور سلام
بجائے صلوٰۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک[3] او بحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق تعالے اور مکروہ
ہے یوں کہنا دعا میں بحق رسلک وبحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اس واسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خالق تبارک وتعالےٰ پر م انبیا اور اولیا
علیہم السلام کا حق خالق تعالیٰ پر وجوباً ثابت نہیں لیکن تفضلاً وکرماً ثابت ہے یہاں تک کہ از راہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہے چنانچہ حصن حصین
میں حدیث ثابت ہے اللّٰھم[4] انی اسألک بحق السائلین علیک اور حق سے اگر حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیلہ درست ہے
قال تعالیٰ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کذا فی الطحطاوی تبعرف ولو قال لآخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ در اور
(اور طلب کرو طرف اس کے وسیلہ ۱۲)
اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کرو تو اس پر یہ کرنا لازم نہیں اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدر یعنے واجب نہیں مستحب ہے
وفی المختارات قال ابن المبارک یسأل لوجہ اللہ او بحق اللہ یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختارات میں ہے کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا
کہ ایک شخص نے دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھ کو یہ پسند آتا ہے کہ اس کو کچھ نہ دے اس واسطے کہ اس نے تعظیم کی اس چیز کی
جس کو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی پروردگار جل شانہ کا نام لے کر طحطاوی نے کہا یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ سوال سائل کا بے
ضرورت معلوم ہو وفیہا قرأ القرآن ولا یعمل بموجبہ یثاب علی قرأتہ کمن یصلے ویعصے اور مختارات میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اس کے موجب عمل نہ کیا
تو پڑھنے کا ثواب پاوے گا مانند اس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہے یعنے اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے
اور گناہ ہوا دوسری جہت سے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا بل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعاء قیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیۃ کیا مکروہ ہے
آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں بعضوں نے کہا ہاں مکروہ ہے اور اس کا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے م جہر ذکر اور دعا میں
اختلاف ہے اور ظاہر اس کا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی
وکرہ احتکار قوت البشر کتین وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد یضر باہلہ اور احتکار یعنے بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور

[1] الٰہی صلوٰۃ نازل کر فلاں شخص پر ۱۲ [2] الٰہی رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل اور اصحاب پر ۱۲ [3] بحق اپنے رسول کے اور بحق اپنے انبیا کے اور بحق اپنے اولیاء کے تو دعا قبول کر ۱۲ [4] الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ پر سوال کرنے والوں کے حق کی وجہ سے ۱۲

Marfat.com

اور بادام اور جانوروں کا قوت چنانچہ بھوسا اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اس شہر میں جہاں کے لوگوں کو بند رکھنا مضر ہو پہنچاتا ہو م احتکار یعنے حبس طعام اور علف گرانی یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جس کا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے بہم دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار و انتظار گرانی کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہ ہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے م یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب رضی سنن ابن ماجہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور ابو علی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر شہر میں بیچنے کو لا دے تو وہ مرزوق یعنے اس کی روزی میں برکت ہے اس لئے کہ لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے دعا مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا اس پر لعنت ہے اصطلاح شرع میں احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اس کو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگوں کو ضرر ہوتا ہو حبس سے یعنے اگر اور مقام سے لا کر غلہ بند کر رکھا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہ ہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نہ کرتا ہو تو وہ مکروہ نہیں م ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہ ہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنے جہاں ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہاں احتکار مکروہ نہیں اس لئے کہ اس نے اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کے تلقی جلب ہے م تلقی جلب یعنی شہر سے نکل کر کھیپ اور بھرتی لانے والوں سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والوں کو تو درست نہیں اور نہیں تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والوں سے نہ چھپا دے والا تلقی جلب مطلقاً مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو مضر ہو یا نہ ہو کذا فی الہدایۃ و شرحہا و یجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ و قوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عزرہ بما یراہ رادعا لہ و باع القاضی علیہ طعامہ وفاقا علی الصحیح اور یہ واجب ہے کہ جس قدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اس کی اور اس کے گھر والوں کی قوت سے اس کے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اس کو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اس کی زجر اور توبیخ کے واسطے اور قاضی اس کا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور صاحبین رح کے بقول اصح م ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن درصورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اہل بلد الہلاک اخذ الطعام من المحتکرین وفرق علیہم فاذا وجدوا سعۃ ردوا مثلہ و ہذا لیس بحجر بل للضرورۃ ومن اضطر لمال غیرہ وخاف الہلاک تناولہ بلا رضاہ ونقلہ الزیلعی عن الاختیار واقرہ اور سراج وہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنے والوں سے اناج لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر جب اہل شہر کو کشائش ہو تو اس کے برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب سے ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کی طرف مضطر ہو اور اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اس کو لے بلا رضامندی مالک کے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اس کو ثابت رکھا ولا یکون محتکرا بحبس غلۃ ارضہ بلا خلاف ومجلوبہ من بلد آخر خلافا للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اس کے غلہ کے حبس سے جس کو لاد لایا ہے دوسرے شہر سے برخلاف ابو یوسف کے م اپنی زمین کے حبس غلہ سے اس واسطے احتکار نہیں کہ اس کا خالص حق ہے حق عوام اس سے متعلق نہیں تو مبطل حق خلق نہ ہوا اور مجلوب کے حبس سے اس واسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا حق اس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اس کی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اس کے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو

Marfat.com

صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اس کی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اس کو لے آیا ہو یا شہر ہی میں غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگوں کو مضر نہ ہو اور مختلف
صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی
قول ماخوذ ہے انتہی تو یہ جو صاحب ہدایہ نے مجلوب کو مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک سو مسلم نہیں اس واسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اس کو قسم متفق علیہ
میں داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسی طرح مختصر کرخی
میں ہے تو مجلوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہوگا کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا وعند محمد ان کان یجلب منہ عادۃ کرہ درمختار اور محمد کے نزدیک
اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں سے غلہ لا کر بند کر رکھنا احتکار مکروہ ہے اس واسطے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے
ولا یسعر الحاکم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کہ نرخ مقرر نہ کرو اس واسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالٰی ہی نرخ ٹھہرا دینے والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشائش اناج کی اسی کی طرف سے
ہے م ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گراں ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ
کرے ظلم کرنے کا نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندوں میں اس کو روایت کیا ہے کذا
فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن القیمۃ تعدیا فاحشا فیسعر بمشورۃ اہل الرأی مگر جب کہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم
اہل رائے کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے م تعدی فاحش کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہ نے یہ بیان کی ہے کہ دونی قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال مالک
علی الوالی التسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا واجب ہے م تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا
فرق ہے یعنے ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں در صورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے وفی الاختیار ثم اذا سعر وخاف البائع
ضرب الامام لو نقص لا یحل للمشتری وحیلتہ ان یقول لہ بعنی بما تحب اور اختیار میں ہے پھر جب کہ حاکم نرخ مقرر کر دے اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے
اگر اس کے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنے مالک کی نارضامندی کے سبب سے تو حیلہ جواز کا یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ
میرے ہاتھ تو بیچ جس قدر تو چاہے ہکذا فی العینی عن المحیط ولو اصطلحوا علی سعر الخبز واللحم ووزن ناقصا رجع المشتری بالنقصان فی الخبز لا اللحم لشہرۃ
سعرہ عادۃ بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کر لیں اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان پھیر لے
روٹی میں نہ گوشت میں اس واسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہو برخلاف گوشت کے کہ اس میں شہرت نہیں ہوتی مگر لقبت م یہ تفصیل
مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان پھیر لے اس واسطے کہ معروف کالمشروط
ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قلت وافاد ان التسعیر فی القوتین لا غیر وبہ صرح العتابی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامۃ فیسعر علیہم الحاکم
بناء علی ما قال ابو یوسف ینبغی ان یجوز ذکرہ القہستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقۃ الضرر کما تقرر فتدبر میں کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ
مقرر کر دینا انسان اور حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کے سوا اور چیزوں میں اور اس کو صریح بیان کر دیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع
زیادتی کریں گرانی میں اور لوگوں پر ظلم کریں سو حاکم ان پر زبردستی نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے
قہستانی نے اس واسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہے تو اس کو غور کرے ویکرہ
امساک الحمامات ولو فی برجہا ان کان یضر بالناس بنظر او جلب اور مکروہ ہے کبوتروں کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربوں میں رہتے ہیں

Marfat.com

بشرطیکہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے م نظر کا ضرر یہ کہ لوگوں کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اس کے کبوتر
کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر اڑ آتا ہو اور یہ شخص اس کو پکڑ لیتا ہو والاحتیاط ان یتصدق بہا ثم یشتریہا او توہب لہ مجتبے اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور اس کے
مالک کو نہ جانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اس کو محتاج سے خرید کر لے یا اس کو ہبہ کر دیا جائے تصدق کے بعد کذا فی المجتبے
م تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہ ہو تو اس کا رکھنا حلال نہیں اس کو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے فان
کان یطیرہا فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیہ تلک الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم یمتنع
بذلک ذبحہا ای الحمامات المحتسب پھر اگر کبوتر باز ان کو اڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے
مارنے اور ہانکنے سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باوجود اس کے باز نہ رہے تو کبوتروں کو محتسب ذبح کر ڈالے
وصرح فی الوہبانیۃ بوجوب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتمد علی عادتہم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوتروں
کی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع عورات اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اس نے ان کی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے
زمانے میں تاکنے جھانکنے اور پتھریاں پھینکنے کی عادت ہو گی لہذا اس نے اس قید لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما للاستیناس فمباح کشراء عصافیر
لیعتقہا ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل یکرہ لانہ تضییع المال جامع الفتاوی اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے
کے واسطے ہے تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کے واسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یوں کہا کہ ان کو پکڑ لے تو وہ اسی
کے ہیں اور چھوڑ دینے سے اس کی ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنی تاوقتیکہ دوسرا شخص ان کو پکڑ نہ لے اور بعضوں نے کہا کہ کنجشک خرید کر
چھوڑنا مکروہ ہے اس واسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیب دابۃ قال ہی لمن اخذہا لم یاخذہا من اخذہا
مر فی الحج اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہ اس کا مملوک ہے جو اس کو پکڑ لے تو اس کے پکڑنے
والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا وجاز رکوب الثور وتحمیلہ والکراب علی الحمیر بلا جہد وضرب اذ ظلم الدابۃ اشد من ظلم الذمی
الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اس کا لادنا اور گدھوں سے کھیت جوتنا بدوں مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اس واسطے کہ ظلم
جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے ظلم سے م یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اس کو بہت مارنا
ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوائے خدائے تعالیٰ کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالیٰ
کا اس شخص پر ہے جس نے ظلم کیا اس پر جس کا کوئی مددگار نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ظلم ذمی مسلم سے اس واسطے سخت تر ہے کہ وہ شدت طلب
کرے گا اپنے ظلم پر تا کہ اس کے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بالمسابقۃ فی الرمی والفرس والبغل والحمار کذا فی
الملتقی والمجمع واقرہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی فتنبہ والابل وعلی الاقدام لانہ من اسباب الجہاد فکان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں
باہم سبقت لے جانے کا تیراندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے میں اور قدموں کے دوڑنے میں اس واسطے کہ امور مذکورہ جہاد کے اسباب
ہیں تو مسابقت مستحب ہوئی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں بیان تو اس کو ثابت
رکھا اور مسائل شتے میں اس کے مخالف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا م مسائل شتے میں حلت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام (پیادہ پا) اور تیراندازی
میں مخصوص کی ہے وعند الثلثۃ لا یجوز فی الاقدام ای بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت جائز نہیں
یعنی مال شرط کر کے درست نہیں واما بدونہ فیباح فی کل الملاعب کما یاتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور ملاہی

Marfat.com

چنانچہ آگے آوے گا م ظاہرا یہ کلام ائمہ ثلثہ کے کلام سے مرتبط ہے اور مضمون آئندہ اس کا مفید ہے کہ یہ کلام ہے اہل مذہب کا کذا فی الطحطاوی حل الجعل وطاب لالانہ یصیر مستحقا ذکرہ البرجندی وغیرہ وعللہ البزازی بانہ لایستحق بالشرط شئے لعدم العقد والقبض انتہی ومفادہ لزومہ بالعقد کما یقول الشافعیۃ فتبصر مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہ نہیں کہ وہ مستحب مستحق ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہے برجندی وغیرہ نے اور بزازی نے اس کی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی بسبب نہ ہونے عقد اور قبض کے انتہی کلام البزازی اور یہ کلام لزوم مال مشروط کا مفید ہے عقد ہونے کے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اس کو دیکھ سمجھ لے یعنی عقد یا قبض سے استحقاق مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاوے گا ان شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت میں ایک جانب سے مال کی شرط کی ہو م مثلاً حامد نے محمود سے کہا کہ اگر میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھ جائے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں دس یا سو درم تجھ سے لوں گا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو میں کچھ نہ دوں گا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت میں دونوں جانبوں سے مال مشروط ہوا ہو اس واسطے کہ یہ قمار اور جوا ہو گیا اس لئے کہ قمار وہ ہے جس میں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں کذا فی الزیلعی الا اذا ادخلا ثالثا محللا بینہما بفرس کفء لفرسیہما نقصان اٹھانا یتوہم ان یسبقہما والالم یجز ثم اذا سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ جانبین کا مال مشروط حرام ہے مگر اس صورت میں حرام نہیں جب کہ دونوں نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کر لیا بشرطیکہ اس کا گھوڑا دونوں شخصوں کے گھوڑے سے اس طرح برابر ہو کر اس کا آگے بڑھ جانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اس کا گھوڑا ایسا نہ ہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا ان کو کچھ نہ دے گا اور دونوں شخص آپس میں جو بڑھ جاوے گا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لے گا م محمد نے کتاب میں کہا کہ ثالث کو اس وقت جواز کا حیلہ ہوگا جب کہ اس کا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اس کی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اس کا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھ پر تو تیرے واسطے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت کروں تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ پاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت کرے تو دونوں کا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھ پر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ لیں تو از راہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتیں ہیں زیلعی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ ثالث پر کچھ غرامت نہیں قطعاً و یقیناً ہر تقدیر پر اس میں تو فقط یہی احتمال ہے کہ پاوے یا نہ پاوے تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہ ہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوئی اس واسطے کہ قمار وہ ہے جس میں جانبین احتمال غرامت میں مساوی ہوں کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتفقۃ فاذا شرط لمن معہ الصواب صح وان شرطاہ لکل علی صاحبہ لا درر ومجتبی اور اسی طرح کا حکم ہے فرقہ فقہا کی مسابقت میں سو جب کہ مال شرط ہو اس کے واسطے جس کے ساتھ صواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر شخص کے واسطے دوسرے ساتھی پر تو صحیح نہیں کذا فی الدرر والمجتبی م جب صاحب حق کے واسطے مال مشروط ہوا تو یہ قمار کی صورت ہے اس واسطے کہ احتمال زیادت و نقصان ہر شخص میں موجود ہے بلکہ حلت مال کی یہ صورت ہے کہ مال مثلاً زید کو دیا جائے اگر حق گوئی اس کی جانب ظاہر ہو اور اگر دوسرے کی طرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نہ پاوے یا تیسرے فقیہ کو داخل کریں اگر مسئلہ تین صورت کا محتمل ہو اور مال تیسرے کے واسطے مقرر کریں اگر اس کی حق گوئی ظاہر ہو اور اگر دونوں میں سے ایک شخص کی حق گوئی ثابت ہو تو تیسرے پر کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی والمصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلہی فتکرہ برجندی

Marfat.com

اور کشتی کرنا بدعت نہیں مگر بقصد بازی اور لہو لعب کے تو مکروہ ہے کذا فی البرجندی م جواہر فتاوی میں ہے کہ کشتی بدعت نہیں مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تا کہ کفار سے جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاوے گا واما السباق بلا جعل فیحل فی کل شئی کما یاتی اور باہم سبقت کرنا بدون اشتراط مال کے تو ہر چیز میں حلال ہے چنانچہ مسائل شتے میں آوے گا وعند الشافعیۃ المسابقۃ بالاقدام والطیر والبقر والسباحۃ والصولجان والبندق والسفن ورمی الحجر واشالتہ بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالخاتم وکذا یحل کل لعب خطر لحاذق تغلب سلامتہ کرمی الرام وصید لحیۃ ویحل التفرج علیہم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب والغرائب من کل ما لا یتیقن کذبہ بقصد الفرجۃ لا الحجۃ بل وما یتیقن کذبہ لکن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعۃ علی السنۃ آدمیین او حیوانات ذکرہ ابن حجر اور شافعی مذہبوں کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدموں سے اور پرندہ اور بیل اور پانی میں تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور سفن[1] اور پتھر پھینکنے اور زمین سے ہاتھ اٹھا دینے اور انگلیاں قینچی کر کے پنجہ کرنے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہونے اور بوجھنے میں کہ دوسرے شخص کے ہاتھ میں کیا ہے جفت یا طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے میں اور اسی طرح حلال ہے ہر بازی خطرناک ماہر تجربہ کار کو جس کا سلامت رہنا خطرہ سے اکثر امر ہے چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور سانپ کا پکڑنا اور ان پر اس وقت میں تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہ حدیث کہ نقل کی بنی اسرائیل سے اس کے مفید ہے کہ عجائب و غرائب کی سماعت کرنا تمام ان حکایات سے جس کا کذب بالیقین ثابت نہیں درست ہے انبساط خاطر کے واسطے بلکہ جس کا کذب یقینی ہے اس کی بھی سماعت حلال ہے لیکن ضرب المثل اور نصائح کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کے واسطے آدمیوں یا جانوروں کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ دمنہ اور طوطی نامہ ہے ایسا ذکر کیا ہے ابن حجر شافعی نے م طحطاوی نے کہا میں نہیں جانتا فروع شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ ہاں اس کا ذکر اس وہم میں البتہ ڈالتا ہے کہ قواعد حنفیہ بھی اسی کو مقتضی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ قواعد مذہب اس کے مقتضی ہیں کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام لہو ہیں واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہے ایک یہ کہ اس میں مذاکرہ علم کا ہو تو وہ بہتر ہے سو رہنے سے دوسرے یہ کہ حکایات کا ذب اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہے تیسرے یہ کہ دفع وحشت کے واسطے بات چیت ہو اور دروغ گوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اس کا مضائقہ نہیں لیکن ترک اس کا افضل ہے اور جب ایسا کریں تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح اور استغفار کی طرف رجوع کریں تا کہ خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیر ذلک کو پوچھنا قول مختار یہ ہے کہ اس کے پوچھنے میں اور خبر دینے میں مضائقہ نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہیں اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصوں کی کچھ اصل نہیں وہ مکروہ ہیں کذا فی الطحطاوی ویستحب قلم اظافیرہ الا لمجاہد فی دار الحرب فیستحب توفیر شاربہ واظفارہ یوم الجمعۃ وکونہ بعد الصلوۃ افضل الا اذا اخرہ الیہ تاخیرا فاحشا فیکرہ لان من کان ظفرہ طویلا کان من رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن تراشنا مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب میں سو اس کو مونچھیں اور ناخن بڑھانا مستحب ہے اور ناخن تراشنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جب کہ جمعہ کے دن تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کر کے تو اس طرح پر جمعہ پر معین رکھنا مکروہ ہے اس واسطے کہ جس کا ناخن دراز ہوگا اس کا رزق تنگ ہوگا م لائق یوں ہے کہ ناخن تراشے اور بال منڈے ہوئے زمین کے اندر دفن کر دے اور اگر ان کو پھینک دے تو مضائقہ نہیں اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ میں پھینک دے تو مکروہ ہے اس واسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الخانیۃ عتابیہ میں ہے کہ چار چیزیں دفن کرنا چاہیے ناخن اور بال اور خون اور لتہ حیض کا وفی الحدیث من قلم اظافیرہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری وزیادۃ ثلثۃ ایام درر حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی

[1] مترجم اول نے اس کا ترجمہ نہیں کیا ظاہر اس سے کشتیوں کی مسافت ہے ۱۲ ف روز جمعہ ناخن تراشیدن مستحب است ف استماع حکایات کاذبہ مکروہ ہے

اس کو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر وعنہ صلے اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفا لم ترمد عینہ ابدا یعنے کقول علے رضی اللہ عنہ ـــــ قلموا اظفارکم بسنۃ وادب ٭ یمینہا خوابس یسارہا اوخسب ٭ وبیانہ وتمامہ فی مفتاح السعادۃ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اس کی آنکھ کبھی نہ جوش کرے یعنے علی مرتضے رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خوابس اور بایاں اوخسب ہے اور اس کا بیان اور پورا ذکر مفتاح السعادۃ میں ہے م اس بیت میں ہر حرف سے انگلی کے نام کی طرف اشارہ ہے تو خا معجمہ سے مراد ہے خنصر[1] اور واؤ سے وسطی اور الف سے ابہام اور ب سے بنصر اور سین سے سبابہ اور بائیں ہاتھ میں علے ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہ نسبت علی مرتضے رض کی طرف باطل اور موضوع ہے وفی الشرح الغزنویۃ وروی انہ صلے اللہ علیہ وسلم بدأ بمسبحۃ الیمنے الی الخنصر ثم بخنصر الیسرے الے الابہام وختم بابہام الیمنے وذکر لہ الغزالی فی الاحیاء وجہا وجیہا اور شرح غزنویہ میں اور مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشا داہنے ہاتھ کے کلمۂ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائیں ہاتھ سے شروع کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کی وجہ معقول بیان کی ہے م وجہ مذکور یہ ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں سے بلا شک افضل ہے اور داہنے ہاتھ میں کلمہ شہادت کی انگلی بلا ریب افضل ہے تو اسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اس کی جانب یمین وسطی ہے اور اس کے یمین بنصر اور اس کے یمین خنصر ہے پھر داہنے ہاتھ اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ملائیے تو بائیں ہاتھ کی خنصر جانب یمین ہے علے ہذا القیاس تا ابہام یمنی اور یمین افضل ہے شمال سے لہذا اختتام ہوا ابہام یمنی پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع الرجل نقل والاولی تقلیمہا کتخلیلہا اور پاؤں کی انگلیوں میں روایت ثابت نہیں اور بہتر ہے پاؤں کے ناخن تراشنا اس کے خلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنی سے اور اختتام خنصر یسری پر قلت وفی المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیف ما احتاج الیہ ولم یثبت فی کیفیتہ شئ ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں کہتا ہوں اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن تراشنا مستحب ہے جس طرح کہ اس کی حاجت ہو اور اس کی کیفیت میں کچھ روایت ثابت نہیں اور اس کے واسطے روز مقرر کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت نہیں م تعلیم اظفار وغیرہ میں جو احادیث مذکور ہوئیں محدثین اور فقہا محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہیں وما یعزی من النظم فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل اور کیفیت تعلیم اظفار میں جو نظم مذکور کہ امیر المومنین علی مرتضے کی طرف پھر ابن حجر کی طرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہے ویستحب حلق عانتہ وتنظیف بدنہ بالاغتسال فی کل اسبوع مرۃ والافضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرہ ترکہ وراء الاربعین مجتبے اور موئے زہار کا مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرلے سے مستحب ہے ہر ہفتہ میں ایک بار اور جمعہ کا دن اس کے واسطے افضل ہے اور جائز ہے ہر پندرہ دن میں اور ترک کرنا حلق اور اغتسال کا چالیس دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبے م یعنے مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبے کی اس عبارت سے نکلتا ہے کہ بعد اربعین اس میں کچھ عذر نہیں اور وہ وعید کا مستحق ہے عزائب میں ہے کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موئے زہار دفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال دور کرنا اکھاڑنے اور مونڈنے سے درست ہے لیکن اکھاڑنا افضل ہے قنیہ میں ہے کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں ترک ادب ہے کذا فی الطحاوی وفیہ حلق الشارب بدعۃ وقیل سنۃ ولا باس بنتف الشیب واخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ فیہا القبضۃ اور مجتبے میں ہے کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سنت ہے اور مضائقہ نہیں ہے سپید بال کے اکھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کتر ڈالنے

[1] خنصر چھنگلی اور بنصر اس کے پاس کی اور وسطی بیچ کی اور سبابہ انگشت شہادت اور ابہام انگوٹھا ۱۲

Marfat.com

میں اور ڈاڑھی میں قبضہ بھر رکھنا سنت ہے م محیط سرخسی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی قبضہ میں پکڑے جس قدر قبضہ سے باہر ہو اس کو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہے محمد نے کتاب الآثار میں امام اعظمؒ سے محمد نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہیں انتہی مجتبے میں ہے کہ اتنا موچھوں کا کترنا کہ لب بالا کے کنارہ کے ساتھ برابر ہو جاویں یہ سنت ہے بالاتفاق انتہی غرائب میں ہے کہ نتف فنیکین یعنے زیر لب کے دونوں طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہے قنیہ میں ہے کہ ناک کے بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علے الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہی اور مجتبے میں ہے کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور اس پر لعنت ہے بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا کہ اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہوں اس واسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ میں جائز نہیں اور اسی واسطے حرام ہے مرد پر دوسرے مرد کی ڈاڑھی کا قطع کرنا اور معنی مؤثر یعنی علت نفتی قطع موئے زن کی حرمت میں مشابہت پیدا کرنا ہے مردوں سے اور عورت کی تشبیہ رجال [مردوں سے] جائز نہیں انتہی ما فی البزازیۃ قلت واما حلق رأسہ ففی الوہبانیۃ قال وقد قیل ۵ حلق الرأس فی کل جمعۃ ہو یحب وبعض بالجواز یعبر * میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو وہبانیہ میں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ میں مستحب ہے اور بعضے اس کو جائز کہتے ہیں ٭ مستحب رجل تعلم علم الصلوۃ او نحوہ لیعلم الناس وآخر لیعمل بہ فالاول افضل لانہ متعد ایک مرد ہے کہ نماز یا اس کے مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگوں کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا اس پر عمل کرے تو پہلا شخص افضل ہے اس واسطے کہ اس کے علم کا فائدہ غیروں کو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اسی کی ذات کو مخصوص ہے اول غریق کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خیر مناتا ہے وروی مذاکرۃ العلم ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور روایت میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت م عالمگیری میں ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہے اور جب کہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اسی طرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اس واسطے کہ اس کا فائدہ عام تر ہے لیکن اس شرط سے کہ ادائے فرائض میں نقصان واقع نہ ہو اور صحت نیت یہ کہ رضائے حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرۃ الکروری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہ ہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار یہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شمائل صالحین میں نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوائے اس کے فرض نہیں پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جس کا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اس کے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جس کے واسطے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنے علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز پنجگانہ اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہے اور ایک علم اور ہے جس کا نفع آخرت میں نہیں وہ علم جدل اور مناظرات کا ہے تو اس کے اشتغال میں عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اس سے الزام خصم ہے نہ اظہار حق کذا فی الطحطاوی مختصراً ولہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا وتمامہ فی الدرر اور نوجوان کو علم شرعی کی طلب کے واسطے سفر کرنا اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ ڈاڑھی والا ہو اور پورا بیان درر میں ہے م اور اگر امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی ہے نہ علم کلام اور مانند اس کے جو ہذیان فلاسفہ

ف اقسام علم

اور ان کے اباطیل سے مملو ہے ہذا تمام ما فی الدرر واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبۃ
حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لااثم علیہ اور جب کہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ
اور زبان سے تو اس کی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہیں یہاں تک کہ اگر حاکم کو اس کی خبر دے تاکہ وہ اس کو ڈانٹے تو مخبر پر کچھ گناہ نہیں م اس
بدگوئی اس وجہ سے غیبت میں نہیں کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اس کا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے وقالوا ان علم ان
اباہ یقدر علی منعہ اعلمہ ولو بکتابۃ والا لا کیلا تقع العداوۃ وتمامہ فی الدرر اور مختار نے کہا کہ اگر جانے کہ اس کا باپ اس کے منع کرنے پر قادر
ہے تو اس کو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہ ہو تو آگاہ نہ کرے تاکہ باپ اور بیٹے میں عداوت نہ پڑ جائے اور
پورا اس کا بیان درر میں ہے وکذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ انما الغیبۃ ان یذکر علی وجہ الغضب
یرید السب اور اسی طرح اس پر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اور اس طرح
کا بیان عیوب غیبت نہیں غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بروجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کر کے ولو اغتاب اہل قریۃ
فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید بہ کلہم بل بعضہم وہو مجہول خانیۃ فتباح غیبۃ مجہول ومتظاہر بقبیح ولمصاہرۃ ولسوء اعتقاد تحذیرا منہ ولشکوی ظلامۃ للحاکم شرح وہبانیۃ
اور اگر ایک گاؤں والوں کی غیبت کرے تو وہ غیبت محرم نہیں ہے اس واسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والوں کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ
بعض لوگوں کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں معین نہیں کذا فی الخانیۃ تو غیبت مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو
اعلانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنے کی وجہ سے چوتھی بداعتقادی کے سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچویں
حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی الشرح الوہبانیۃ م مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہیں نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے
سے مشورہ لیا تو اس کے عیب کا بیان کر دینا درست ہے اور اسی طرح اگر معاملہ یا اس کے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنے کا قصد کیا اور
وہ اس کا عیب نہیں جانتا ہے تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہے اور اسی طرح رواۃ اور شہود میں مجروحین کی جرح جائز ہے تا مسلمین
شر سے محفوظ رہیں اور جیسے حاکم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہے ویسے مفتی سے اس طرح فتوی پوچھنا درست ہے کہ مجھ پر فلانے شخص نے
یہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اس کا شرع میں کیا حکم ہے اور تعیین کے واسطے القاب مشہورہ کا ذکر کرنا چنانچہ فلانا چپڑا یا لنگڑا درست ہے
یہ غیبت میں داخل نہیں کذا فی الطحاوی مختصرا وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل وبالتعریض والکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز
وبغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور جیسے صریحاً زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے اور
تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ
غیبت میں داخل اور وہ حرام ہے م غیبت فعلی جیسے کسی کے قد و رفتار افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یوں کہنا کہ میں طفیلی نہیں ہوں ومن ذلک ما قالت
عائشۃ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی انہا قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتہا اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت
ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھگنی ہے
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس کی غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل اقبح لانہ اعظم فی التصویر
والتفہیم اور اسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہے چنانچہ لنگڑا کر چلنا یا جس طرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہے بلکہ غیبت فعلی بدتر ہے

ف یہ بقیہ ہے اس کا جو درر میں ہے ۱۲ — ف پانچ شخصوں کی غیبت مباح ہے

Marfat.com

غیبت قولی سے اس واسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم میں زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ومن الغیبۃ ان یقول بعض من مربنا الیوم او بعض من رأیناہ اذا کان المخاطب
یفہم شخصا معینا لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم واما اذا لم یفہم عینہ جاز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ م اور منجملہ غیبت یہ ہے کہ کہے کہ جو شخص آج کے دن
ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جس کو ہم نے دیکھا وہ ایسا ہے یہ قول اس وقت غیبت ہے جب کہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اس واسطے کہ محذور اور
ممنوع تفہیم شخص ہے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہو اور جب کہ مخاطب اس کی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ
میں ہے م اور بعضے نسخہ میں بجائے شرح وہبانیہ کی شرح شرعۃ ہے وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرہہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرایت ان کان فی اخی ما اقول قال
ان کان فیہ ما تقول اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کے وقت اس کا ایسا حال
یا قال تو بیان کرے جو اس کو برا لگے جب کہ وہ اس کو سنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے
کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ تر دانا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اس کو مکروہ
معلوم ہوتا ہے کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب واقعی ہو جو میں کہتا ہوں تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اس میں وہ
ہے جس کو تو کہتا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو البتہ تو نے اس پر بہتان باندھا یعنے عیب واقعی کا ذکر کرنا
یہی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ بہتان اور افترا ہے غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہیں
تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور جو حکم مردوں میں ثابت ہے وہ عورتوں میں بھی ثابت ہے الا بدلیل مخصص اور جس طرح غیبت حرام ہے ویسا ہی
اس کا استماع بھی حرام ہے حق تعالیٰ اس بلائے عام سے ہم کو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابو داؤد اور ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ حدیث
صحیح ہے واذا لم تبلغہ یکفیہ الندم والا شرط بیان کل ما اغتابہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اس کو اس کی خبر نہیں پہونچی تو غیبت کرنے سے ندامت
اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہے اور اگر اس کو غیبت کی خبر پہونچ گئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اس کا بیان کرنا معتاب کے سامنے اور معاف
کروانا شرط ہے رفع گناہ میں م یعنے درصورت عدم علم معتاب تو یہ کفایت کرتی ہے اور درصورت علم اس کے سامنے یوں بیان کرنا چاہیے کہ
میں نے تیری یوں غیبت کی ہے سو تو اس کو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہرا برائت عامہ[1] کفایت نہ کرے گی
واللہ اعلم وصلۃ الرحم واجبۃ ولو کانت بسلام وتحیۃ وہدیۃ ومعاونۃ ومجالسۃ ومکالمۃ وتلطف واحسان اور صلہ رحم یعنی عطا اور حسن سلوک
قرابت والوں سے واجب ہے اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مددگاری اور ہم نشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی
کرنے اور احسان سے ہو ویزورہم غبا لیزید حبا بل یزور اقربائہ کل جمعۃ او شہر ولا یرد حاجتہم لانہ من القطیعۃ فی الحدیث ان اللہ یصل من وصل رحمہ و
یقطع من قطعہا وفی الحدیث صلۃ الرحم تزید فی العمر وتمامہ فی الدرر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والوں سے ایک روز درمیان دے کر تا محبت
زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنے ہر سات دن میں یا ہر مہینے میں اور ان کی حاجت کو نہ روکے اس واسطے کہ حاجت روائی نہ کرنا
قطع رحم میں داخل ہے حدیث میں ہے کہ مقرر حق تعالیٰ احسان کرتا ہے اس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہے اور قطع کرتا ہے اس
سے جو اپنی برادری سے قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ قرابت والوں کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اس کا پورا بیان
درر میں ہے م درر میں ہے کہ ہر قبیلہ اور عشیرہ کمک اور مددگاری میں غیروں پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق میں انتہی اور مددگاری قرابت

[1] یعنے اس طرح کہنا کہ جو میں نے تیری غیبت کی ہو اس کو معاف کر اور وہ معاف کر دے تو کافی نہیں جب تک کہ غیبت کی تعیین نہ کرے ۱۲

Marfat.com

والے کی اس شرط پر ہے جب کہ وہ مخالف شرع کے نہ ہو اور نہیں تو اس کا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبیین المحارم میں ہے اختلاف ہے اس قرابت میں جس کی معاونت واجب ہے بعضوں نے کہا کہ قریب محرم مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہر قرابت دار مراد ہے محرم ہو یا نہ ہو تو اگر قرابت والوں کے پاس ہے تو ان کو ہدیہ دینا اور ان کی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی قدرت نہیں تو ملاقات کرنا اور ان کے کام میں اعانت کرنا لازم ہے اگر ان کو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اس کی دشمنی سے قطع احسان نہ کرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور ان کی ملاقات کے واسطے چلنا افضل ہے اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ کے مانند ہے اور اسی طرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ ماں کے مانند ہے ماں کے بعد اور چچا باپ کے مانند ہے حسن سلوک میں بنا بر ایک قول کے اور صلہ رحمی میں دس فضیلتیں ہیں ۱ خوشنودی حق تعالیٰ کی ۲ ادخال سرور ۳ فرشتوں کا خوش کرنا ۴ نیک نامی ۵ شیطان کو غمگین کرنا ۶ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷ رزق میں برکت ہونا ۸ سرور اموات ۹ محبت زیادہ ہونا ۱۰ ثواب زیادہ ہونا موت کے بعد اس واسطے کہ جب اس کا احسان یاد کریں گے دعائے خیر کریں گے زیادت عمر کی تاویل میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد موت کے اس کا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ لوح محفوظ میں طول عمر صلہ رحمی پر متعلق ہے کذا فی الطحاوی بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم یعنے قرابت عرش سے معلق ہے کہتی ہے جو مجھ سے جوڑے اللہ اس سے جوڑے گا اور جو مجھ سے توڑے اللہ اس سے توڑے گا اور بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے اور ترمذی میں روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تا اپنی صلہ رحمی کرو اس واسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والوں میں محبت ہوتی ہے اور مال میں برکت اور موت میں تاخیر ہوتی ہے اور نسائی میں سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج کی خیرات میں فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قرابت والے کے دینے میں دو ثواب ہیں ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول **ویسلم المسلم علی اھل الذمۃ لو لہ حاجۃ الیہ والا کرہ** وھو الصحیح کما کرہ للمسلم مصافحۃ الذمی کذا فی نسخ الشرح واکثر المتون بلفظ ویسلم فاولتہا ہکذا ولکن بعض نسخ المتن ولا یسلم وھو الاحسن الاسلم فافہم اور سلام کرے مسلمان ذمیوں کو اگر مسلمان کو ذمی کی طرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہ ہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسی طرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخوں میں بلفظ ویسلم کے وارد ہے تو میں نے اس کی یوں تاویل اور توجیہ کی یعنے سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے ولیکن متن کے بعضے نسخوں میں ولا یسلم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم تر ہے تاویل سے تو اس کو سمجھ لے م فتاوی عالمگیری میں ہے مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت میں تو یوں سلام لکھے السلام علی من اتبع الھدی[1] کراہت مصافحہ ذمی غیر ہمسایہ پر محمول ہے اور اگر ہمسایہ ہو تو قنیہ میں ہے کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جب کہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ سے اس کو رنج ہوتا ہو محیط میں عبدالرحمن کاتب سے منقول ہے کہ اگر مسلمان ایک دو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے میں مبتلا ہو تو مضائقہ نہیں اور اس پر ہمیشگی کرنا مکروہ ہے زیلعی میں ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست اور وعلیکم سے زیادہ نہ کہے اور اس سے ابتدائے سلام نہ کرے اس واسطے کہ اس میں اس کی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اس کی طرف حاجت ہو تو ابتدائے سلام میں مضائقہ نہیں اور اس کے واسطے دعائے مغفرت نہ کرے لیکن دعائے ہدایت

ف فضائل صلہ رحم

[1] سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے ۱۲

Marfat.com

درست ہے اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف قال وہذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداءً علی کافر لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تبدؤا الیہود والنصاری بالسلام فاذا لقیتم احدہم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ رواہ البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کون اسلام یعنے کون صفت اسلام کی بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلاوے اور سلام کرے اس کو جس کو تو پہچانتا ہے اور جس کو نہیں پہچانتا عینی نے کہا اور تعمیم سلام مخصوص مسلمین سے ہے تو کافر کو ابتداء سلام نہ کرے بدلیل اس حدیث کے جس کو بخاری نے روایت کیا کہ یہودیوں اور نصرانیوں کو ابتداء سلام نہ کیا کرو پھر جب تم ان میں سے کسی کو راہ میں ملو تو ان کو تنگ راہ کی طرف مضطر کرو م تنگ راہ میں ان کو کر دینا اس صورت میں ہے جب کہ اس کا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہ ہو یعنے اسلام کی شوکت کے سبب سے وکذا یخص منہ الفاسق بدلیل آخر اور اسی طرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے م فاسق سے فاسق معلن مراد ہے نہ مستور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتبے میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کا فسق اعلان کے ساتھ نہ ہو تو مکروہ نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ خوف نہ ہو اور ضرورت داعی نہ ہو کذا فی الطحطاوی واما من شک فیہ فالاصل فیہ البقاء علی العموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اس میں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہاں تک کہ خصوص ثابت ہو م اور اگر فاسق اور صالح ہونے میں شک واقع ہو تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے ویمکن ان یقال ان الحدیث المذکور کان فی ابتداء الاسلام لمصلحۃ التالیف ثم ورد النہی انتہی فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ حدیث مذکور یعنے عموم سلام کی حدیث ابتدائے اسلام میں تھی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہو گئی انتہی کلام العینی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولو سلم یہودی او نصرانی او مجوسی علی مسلم فلا باس بالرد ولکن لا یزید علی قولہ وعلیک کما فی الخانیۃ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اس کے جواب دینے کا مضائقہ نہیں ولیکن وعلیک سے زیادہ نہ کہے چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں ہے م یعنے جواب میں فقط وعلیک کہے وعلیک السلام نہ کہے اس واسطے کہ کافر کبھی مسلمان کو السام علیک کہتا ہے یعنے تجھ پر موت ہے اور کہا ہے کہتا ہے السلام علیک بکسر سین یعنی تجھ پر پتھر ہے تو جب وعلیک کہا تو اس کا قول اسی پر ڈالا کالائے بد بریش خاوند ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو کافر ہو جائے گا اس واسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال لمجوسی یا استاد تبجیلا کفر کما فی الاشباہ اور مجوسی کو کہے یا استاد تعظیم کی راہ سے تو کافر ہو جائے چنانچہ اشباہ میں ہے وفیہا لو قال لذمی اطال اللہ بقاءک ان نوی بقلبہ لعلہ یسلم او یؤدی الجزیۃ ذلیلاً فلا باس بہ اور اشباہ میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید درازئی زندگی سے سمجھے اور مسلمان ہو جائے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں م یہ جو ہندوستانی نصاری کے نوکر خطوط میں ان کو دام اقبالہ لکھتے ہیں سو حرام ہے اس لیے کہ کفار کی خیر خواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دل میں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہ ہو مگر یہ نیت کون کرتا ہے ولا یجب رد سلام السائل لانہ لیس للتحیۃ ولا یسلم وقت الخطبۃ خانیۃ اور بھیک مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کذا فی الخانیۃ م قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار نماز کے واسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرہ علم کے وقت اور اذان اور اقامت کے حال میں جواب سلام کا دینا واجب نہیں عتابیہ میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان مواضع میں جواب نہ دے انتہی تنبیہ سوار پیدل کو اور کھڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچھے آتا ہو وہ اگلے

Marfat.com

کو سلام کرے اس لئے کہ سلام موضوع ہے اس لئے کہ دو ملنے والوں کا خوف زائل ہو جائے یا ایک کا خوف دور ہو یا تواضع کے واسطے جو
مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کے واسطے تو سلام سے مقصود دو امر ہیں یا محبت حاصل کرنا یا استدفاع مکروہ تو سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد
کو ازالہ خوف کے واسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کے واسطے ہے ہر چند یہ قول ہے نووی
شافعی رح کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب کس کا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضوں نے کہا
سلام کرنے والے کا کذا فی الطحطاوی مختصراً و فیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستاذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو فی فضاء
یسلم اولا انتہٰی اور خانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جائے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت
طلب کرے پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہ ہو میدان میں ہو تو اول سلام
کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ
السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب دینا زید پر سے ساقط نہ ہوگا ولو قال یا فلان او اشار لمعین سقط اور یوں کہا کہ
السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لئے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے م اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا
اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہ ہوگا کذا فی تبیین المحارم وشرط فی الرد وجواب العاطس اسماعہ فلو اصم یریہ تحریک شفتیہ انتہٰی
اور جواب سلام میں اور چھینک کے جواب میں اُس کا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا یا چھینکنے والا بہرا ہو تو اس کو اپنے لبوں کی حرکت
دکھا دے یعنی تا کہ وہ جانے کہ جواب دیا انتہٰی ما فی الخانیۃ قلت وفی المبتغی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اہل اقامۃ الفرض فی الجملۃ
بدلیل حل ذبیحتہ وقیل لا میں کہتا ہوں اور مبتغی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اس
واسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب
سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبٰی ویسقط برد العجوز وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان وظاہر التاجیۃ ترجیح عدم السقوط
اور مجتبٰی میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڈھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں
دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاجیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان
کو بصیغہ جمع اور اسی طرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیے م یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نہ کہے بلکہ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام
کہے اس واسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اس کے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو
جاویں گے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسی طرح کہے واؤ
عطف زیادہ کر کے یعنے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور حذف واؤ بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو
مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم والسلام علیکم کہے لیکن الف کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہٰی ولا یزید[1] علی وبرکاتہ اور زیادہ نہ کرے وبرکاتہ
پر م ابن عباس رض نے کہا کہ ہر شے کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکات ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب
چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے م ظاہراً تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہ ہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی اور
ویجب رد جواب کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اس واسطے کہ

[1] اور ایک نسخہ میں ولا یزید الراد ہے یعنے جواب دینے والا وبرکاتہ سے زیادہ نہ کہے ۱۲ ف خط کے سلام کو پڑھ کر جواب دینا واجب ہے

Marfat.com

غائب کی طرف سے خط بمنزلہ خطاب کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبیٰ اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھ کر جواب سلام کا نہیں دیتے تتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لآخر اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہہ دینا تو اس پر ابلاغ سلام واجب ہے یعنے اگر اس کا سلام نہ پہونچا دے گا تو گنہگار رہیگا امام محمد نے کتاب السیر میں وہ حدیث نقل کی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام پہونچا دے تو اس پر لازم ہے کہ پہونچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنے یوں کہے وعلیکم وعلیہم السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ کآکل او شرعا کمصلی او قاری ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں جیسے مکروہ ہے سلام کرنا اس پر جو حقیقۃ جواب نہیں دے سکتا چنانچہ کھانے والا یعنے جس کے منہ میں لقمہ ہے اور وہ چبا رہا ہے یا عاجز ہو جواب سے شرعا چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قرآن خواں اور اگر ان تینوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہ ہوگا انتہی ما فی المنتقی وقد منا فی باب ما یفسد الصلوۃ کراہتہ فی نیف وعشرین موضعا وانہ لا یجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوٰۃ کے باب میں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کراہت سلام کرنے کے بیس اور چند مقام ہیں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنی اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھ کہے تنوین اور ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں اس واسطے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہر العوام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں ولو دخل ولم یر احدا یقول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان میں داخل ہو اور کسی کو نہ دیکھے تو یوں کہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنے ہم پر سلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر اور عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو سلام کرنے والے کے ساتھ ہیں اور حاضرین بن تتارخانیہ میں ہے کہ سلام کہنا ہر بار کے داخل ہونے میں چاہیے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا یکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار ومتن المواہب الرحمٰن لان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے مگر جب کہ سائل لوگوں کے گردنوں پر قدم اٹھا کر نہ پھاندتا ہو تو اس کو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار ومتن مواہب الرحمٰن اس واسطے کہ علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں ان کی مدح کی کہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں الخ یعنے وہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل پوری ہو گئی یا جب کہ نماز میں جو افضل اعمال ہے تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولیٰ درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ عبد اللہ وعبد الرحمٰن دوست ترین اسماء حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہے مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمٰن مناوی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقاً حتے کہ عبد الرحمٰن سے بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنے سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر کذا فی الطحطاوی وجاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرہما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولیٰ لان العوام یصغرونہا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور ان کے سوائے ان اسماء سے جو مشترک ہیں خالق اور مخلوق میں ان کا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اس کے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو

Marfat.com

حق تعالےٰ کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن ان کے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اس لئے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء ممدوحہ کو حقیر کر کے پکارتے ہیں کذا فی السراجیۃ ملخصًا مثلاً علی حق تعالیٰ کے حق میں بمعنے عالی رتبہ ہے ہر شے سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہے اپنے ہمسروں سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی موصل الی الہدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں تقرب الی اللہ حاصل کرنے والا اور جو راشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمد الا باس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلے اللہ علیہ وسلم سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جس کا نام محمد ہو اس کی کنیت ابو القاسم سے رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ یہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اس واسطے کہ علی مرتضے رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی ہم سبب کراہت کا یہ تھا کہ ابو القاسم کہہ کر یہود پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہم نے اور شخص کو پکارا نہ تم کو ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لے کر اور عورت اپنے شوہر کا نام لے کر پکارے انتہی ما فی السراجیۃ بلفظہم چونکہ والد کا حق ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں ظاہر بے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کے واسطے امر ہوتا تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وفیما یکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث رح فی البستان وعند قراءۃ القرآن وزاد فی الملتقی تبعا للمختار وعند التذکرۃ فما ظنک بہ عند الغناء الذی یسمونہ وجدا اور سراجیہ میں ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلاء میں اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور ملتقی میں باتباع مختار اتنا اور زیادہ کہا ہے اور وعظ اور تذکیر کے وقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اس راگ کا جس کو بعضے صوفی وجد کہتے ہیں ہم یعنی جب کلام مباح وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غنا محرم وعظ کے وقت ظلم عظیم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا فما ظنک[۱] بالغناء عند التذکیر تاتارخانیہ میں ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نہ کرے مگر امر خیر میں اور بعضوں نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نہ کرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن وہو لسان اہل الجنۃ من تعلمہا او علم غیرہ فہو ماجور وفی الحدیث احب العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اہل الجنۃ فی الجنۃ عربی عربی زبان افضل ہے باقی زبانوں سے اور بہشتیوں کی زبان عربی ہے جو اس کو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب پاوے گا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھو تین وجہ سے اس واسطے کہ میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے ہم جامع صغیر میں احبوا بصیغہ جمع امر حاضر ہے حاکم نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ احفظونی[۲] فی العرب لثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں چنانچہ عراقی نے علیحدہ کتاب اس میں تالیف کی ہے از انجملہ افراد دار قطنی میں ابن عمرؓ سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان وبغضہم نفاق یعنے محبت عرب کی ایمان ہے اور عداوت ان کی نفاق ہے اور ابو الشیخ نے ابو ہریرہؓ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور ان کے باقی رہنے کو اس واسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام میں اور ان کا فنا ہو جانا ظلمت ہے اسلام سے کذا فی الطحطاوی وفیہا تطیین القبور لا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج الی الکتابۃ کیلا یذہب الاثر ولا یمتہن لا باس بہ ذکرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب وقدمناہ فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبروں پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار میں مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام

[۱] یعنے تیرا کیا گمان ہے غنا پر وعظ کے وقت ۱۲ [۲] میرا لحاظ اور تعظیم کرو عرب میں تین باتوں کے سبب سے ۱۲ [۳] پہنچانے والا ہدایت پر اور بہتری پر ۱۲

Marfat.com

نہ ہو تو مضائقہ نہیں اس کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اس کو باب الجنائز میں پہلے ذکر کر چکے ہیں

فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہ ہے کہ جس طرح میت کی حیات میں قرب یا بُعد سے زیارت کرتا تھا اسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور اس کا ثواب میت کے واسطے مقرر کرے حق تعالیٰ قبر کو نورانی کر دے گا اور مصلی کو بہت ثواب ہوگا بعدہ قبرستان کی طرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نہ کرے جب قبرستان میں پہونچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دے کر کھڑا ہو اور یوں کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر[١] اور اگر شہید ہو تو یوں کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار[٢] اور جب میت کے واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والہٰکم التکاثر پڑھے اور قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہیں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب اور پنجشنبہ میں اول روز یا آخر روز اور اسی طرح متبرک راتوں میں چنانچہ شب برات اور اسی طرح ازمنہ متبرک میں چنانچہ عشرۂ ذی الحجہ اور عیدین اور عاشورا ابوبکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کے وقت سورۂ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہے مجھ کو روایت پہونچی ہے کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہے تو اس کی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ[٣] پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے ہم برس تک دور ہو جاتی ہے قبر پر ہاتھ رکھنا بعضوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہیں کہ نصاریٰ کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے چومنے مضائقہ نہیں پھولوں کا ڈالنا قبروں پر درست ہے اور اگر پھولوں کی قیمت خیرات کر دے تو بہتر ہے اور اخراج شموع (نکالنا چراغوں کا) قبروں کی طرف بدعت ہے الکل فی العالمگیریہ ویکرہ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا خلاصہ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اس کی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مرنا جینے سے بہتر ہے لا باس بلبس الصبی باللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للمنیۃ وقاس علیہ الطرطوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت وزمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج الی نقل صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما وقال وقد صرحوا بقولہما فی الکافی قولہما اقرب لعرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال لانہ من حلی النساء مضائقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اور اسی طرح بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی کی طرف منسوب کر کے اور موتی پر طرطوسی نے باقی پتھروں کو مثل یاقوت اور زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے طرطوسی سے یہ نزاع کیا ہے کہ اس کی حلت میں نقل صریح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے میں کہتا ہوں اور مصنف نے اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے

ف زیارت قبور

[١] سلام تم پر اے قبر والو بخشے اللہ ہم کو اور تم کو تم ہم سے پہلے پہونچے اور ہم تمہارے بعد ہیں ١٢

[٢] سلام تم پر اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا سو کیا اچھا ہے پچھلا گھر ١٢

[٣] اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلعم کے طریق پر ١٢

Marfat.com

مصنف نے کہا اور البتہ علماء نے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیانت کے رواج
سے تو اسی کا فتویٰ دینا چاہیے پھر مصنف نے کہا اور موجب اس کے تو مذہب میں موتی اور اس کے مانند اور پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد
ہے مردوں پر اس واسطے کہ وہ عورتوں کا زیور ہے ویکرہ للولد الباس الخلخال والسوار للصبی اور ولی کو پہنانا گوجری اور کنگن کا صغیر کو
مکروہ ہے یعنے اس واسطے کہ عورت کا زیور ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں میں کڑے اور جوشن اور ٹھونگرو لڑکوں کو پہنانا درست
نہیں ولا باس بثقب اذن البنت و الطفل استحسانا ملتقط بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان کے کذا فی الملتقط
م ظاہر الطفل سے مذکر مراد ہے عطف کے قرینہ سے لیکن فتاویٰ عالمگیری میں کبریٰ سے منقول ہے لا باس ان یثقب آذان الطفل من البنات
اس واسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو اس میں کن چھیدن اناث کے واسطے مخصوص ہے کذا فی
الطحطاوی قوله وهل يجوز الخزام في الانف لم اره اور کیا جائز ہے نتھنی پہننا ناک چھید کر میں نے اس کا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا ام طحطاوی نے
کہا میں کہتا ہوں اگر نتھنی کو زینت کے واسطے عورتیں پہنتی ہوں چنانچہ بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا نتھنی کے واسطے ایسا
ہے جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کے واسطے ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب او الفضۃ او من دواۃ
کذلک سراجیہ اور مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیہ تم
قال لا باس بتمویہ السلاح بذہب و فضۃ ولا باس بسرج و لجام و ثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پھر سراجیہ میں یوں کہا کچھ مضائقہ
نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب[۲] کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے
م ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جاریۃ لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا و وطیہا بقبول قول
بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مر وان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ولا یشتری منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک الشئ لغیرہ فلا باس بشرائہ منہ زید کی لونڈی ہے سو بکر
نے کہا کہ مجھ کو زید نے اس کے بیچنے کا وکیل کیا تو عمرو کو اس کی خرید اور قربت کرنا درست ہے بسبب قبول کر لینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اس
کی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں مذکور ہو چکا اور اگر اس کے کذب کا گمان غالب ہو تو اس کے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اس سے
خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اس کی خبر نہ کرے کہ یہ چیز غیر شخص کی ہے تو اس کے خرید کرنے میں قابض سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اس
واسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امراتک جیسے حلال ہے قربت اس عورت کی جو زوج کے
پاس پہونچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اس واسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے در صورت عدم معارض وحل نکاح
من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان اعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت وحاصلہ انہ متی اخبرت
بامر محتمل فان ثقۃ او وقع فی قلبہ صدقہا لا باس بتزوجہا وان بامر مستنکر لا الا ان یستفسرہا اور حلال ہے نکاح کر لینا اس عورت کے ساتھ جس
نے کہا کہ میرے زوج نے مجھ کو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا میں فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اس نے مجھ کو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے
دل میں اس کی راستی واقع ہو جائے اور اس کا پورا بیان خانیہ میں ہے میں کہتا ہوں خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر
محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل میں اس کی راستی جم جائے تو اس کے ساتھ نکاح کر لینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر

---

[۱] یعنی مضائقہ صغیر لڑکیوں کے کان چھیدنے کا ۱۲ [۲] مترجم اول نے ثفر بالتحریک کا ترجمہ رکاب کیا ہے مگر کتب لغت میں
دمچی یا لینڈی کو کہتے ہیں جس کی فارسی پاردم ہے ۱۲

Marfat.com

اور غیر معلوم کی خبر سے تو اس کے نکاح پر جرأت نہ کرے جب تک کہ اس کا حال دریافت نہ کر لے لوگوں سے م امر مستنکر چنانچہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اس کا قول مان لینا درست نہیں اور نہ اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اس واسطے کہ اس نے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ میں تجھ کو حلال ہو گئی تو اس کے ساتھ نکاح حلال نہیں بدون استفسار کے اس واسطے کہ بعضے علماء کے نزدیک بمجرد نکاح کے بلا وطی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ابی حنیفۃؒ مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ میں مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہؒ کا جواب لکھے م یہ مبنی ہے علماء کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اس کے اور اس کی بنا اس پر ہے کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہیں اور حق یہ ہے کہ تقلید مفضول کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق میں ہے نہ تابع مقلد کے حق میں اس واسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع میں اور اس پر ترجیح واجب نہیں کذا فی الطحاوی واذا کتب المفتی بدین یکتب ولا یصدق قضاء لیعقلی القاضی الحنث اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانۃً درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اس کی تصدیق قضاءً نہ کرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اس کے حانث ہونے سے مثلاً م شاید کہ یہ بر سبیل اولویت کے ہے ولا قضاء قاضی اس قول کتابت پر موقوف نہیں مگر جب کہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور فتیائے مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے میں ترجیع یعنی تردید صوت حلق میں خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع میں حروف زیادہ نہ ہو جائیں م منح الغفار میں اس قول کو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہیں اس لئے کہ فاسقوں کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیوں کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نہ کرے کہ ترجیع مذکور سے لحن مراد ہے اس واسطے کہ لحن بلا اختلاف حرام ہے وان زاد کرہ لہ وللمستمع اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جائے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واؤ پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اس کی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسنت ان لسکوتہ تحسن وان لتلک القراءۃ یخشی علیہ الکفر اور مستمع کا یوں کہنا قاری مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تو عنے تو اگر اس کے چپ رہنے کے واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت محرمہ کے واسطے کہا تو اس پر کفر کا خوف ہے م وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اس نے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثۃ حرام لقہر مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم میں کرنا نصرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور میں سے کسی امر کے واسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاری وعظ اور درس کہنا منبروں پر غیروں کے اور اپنی پند پذیری کے واسطے انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود و نصاری کی گمراہی سے ہے م اسی کی طرف اشارہ ہے قرآن مجید میں فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی الایۃ[1] قراءۃ القرآن بالقراءۃ معروفۃ وشاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہ کما فی الحاوی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور

[1] پھر اس کے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لیتے اسباب ادنی زندگی کا یعنے رشوت لے کر مسئلہ غلط کہنے لگے ۱۲

قرات سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی قدسی میں ہے ہم قراءت عشرہ سے زیادہ قراءت شاذہ غیر مشہورہ ہے اور جب مشہورہ اور غیر مشہورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قراءت پڑھنا بطریق اولی مکروہ ہوگا کذافی الطحطاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوی والکل من منح المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالوں اور ڈاڑھی میں اگرچہ خضاب کرے سوائے جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا مکروہ نہیں کذافی مجمع الفتاوی اور سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں ہم ہاتھ پاؤں میں مہندی کا خضاب مکروہ ہے عورتوں کی مشابہت کے سبب سے بالوں کا خضاب درست ہے اگرچہ لنساء اور جواری کے پسند آنے کے واسطے کرے ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جیسے مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسے ہی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے کذافی الطحطاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو حنا کے ساتھ بوئی جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستثنے ہے اس واسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہو کر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک میں وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور ادویہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ وسمہ کی الکتب التی لاینتفع بہا یمحی عنہا اسم اللہ وملائکتہ ورسلہ ویحرق الباقی ولا باس بان تلقی فی ماء جار کما ہی او تدفن وہو احسن کما فی الانبیاء وہ کتابیں جن سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بوسیدگی کے سبب سے ان سے حق تعالی اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا نام مٹایا جائے اور باقی جلادی جائیں اور بہتے پانی میں اسی طرح بلامحو اسماء مقدسہ ان کا ڈالنا درست ہے یا زمین میں دفن کردی جائیں اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کو دفن کرتے ہیں بعد موت کے القصص المکروہ ان یحدثہم بما لیس لہ اصل معروف او یعظہم بما لا یتعظ بہ او یزید وینقص یعنی فی اصلہ اما للتزیین بالعبارات اللطیفۃ المرققۃ والشرح لفوائدہ فذلک حسن وعظ میں مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جس کی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا ان کو ایسی چیز کی نصیحت کرے جس پر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ کردے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتوں لطیف دل نرم کرنے والوں سے اور شرح کردینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو وہ بہتر ہے ہم اکثر جہال واعظین یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والوں کی عادت ہے کہ حکایات کاذبہ اور روایات موضوعہ جس کی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہیں مزید رقت اور گرمی محفل کے واسطے بیان کرتے ہیں یا کمی بیشی کردیتے ہیں سو معلوم ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی میں یا حریص عالم کے بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والافضل مشارکۃ اہل محلتہ فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا اکثرہا ظلم فمن تمکن من دفعہ عن نفسہ فحسن وان اعطی فلیعط من عجز اور مشارکت اپنے اہل محلہ کی اس مال کے دینے میں جس کو حاکم مقرر کرلیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نوائب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اس کے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنے اگر اہل محلہ پر سے نہ ٹال سکے عاجز ہو تب دے ہم دفع کرنا اپنی ذات سے اس وقت درست ہے جب کہ اس کا حصہ غیر پر نہ ڈالا جائے فتاوی عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق تصور باندھا گیا تو اس کو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ باقی لوگوں پر اس کا حصہ نہ ڈالا جائے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نہ کرے یعنے دینے میں اہل محلہ کے شریک رہے کذافی الطحطاوی لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع صاحب حق کو جائز نہیں کہ لے اپنے حق کے غیر جنس کو اور غیر جنس کے لینے کو

ف وسمہ کا خضاب مکروہ نہیں

Marfat.com

شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق میں م یعنے اگر مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر گیہوں قرض ہیں اور اس سے وصول نہیں اور
وہ اس کے جو یا چاول پاوے تو اس کو لینا درست نہیں اس واسطے کہ اس کے ہم جنس نہیں غیر جنس ہیں مجتبے میں ہے کہ دراہم اور دینار ایک جنس ہیں تو اگر
درم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طلب من الصبیان اثمان الحصیر فجمعا فشری ببعضها واخذ بعضها لہ ذلک لانہ تملیک لہ من الاباء معلم نے لڑکوں
سے فرش مکتب کی چٹائیوں کے واسطے پیسے طلب کئے سو جمع کئے تحصیل کر کے پھر کچھ پیسوں سے چٹائیاں خریدیں اور کچھ پیسے آپ لئے تو اس کو یہ
درست ہے اس واسطے کہ اس طرح کا دینا لڑکوں کے باپوں کی طرف سے تملیک ہے معلم کو م طحطاوی نے کہا کہ اس میں تامل ہے اس لئے کہ معلم بمنزلہ
وکیل کے ہے خرید میں یعنے وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہیں کہ خیانت ہے لاباس بوطی المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ دون عکسہ کچھ مضائقہ نہیں منکوحہ کی
قربت کرنے میں لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اس کے یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہیں م مجتبے میں یہ مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے
اور قبل اس کے محمد کا قول یوں ذکر کیا ہے کہ دو لونڈیوں یا دو عورتوں کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی
الطحطاوی ظاہر کراہت کا قول معتمد ہے اس واسطے کہ اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست
ہوگا وجد بالا قیمۃ لہ لاباس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پائی جس کی کچھ قیمت نہیں اور اس سے فائدہ لینا درست ہے یعنے بلا اجازت مالک
کے ولو لہ قیمۃ وہو غنی لتصدق بہ اور اگر اس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانے والا غنی ہے اور مالک معلوم نہیں تو اس کو خیرات کر دے لاباس بالجماع فی بیت فیہ
مصحف للبلوی کچھ مضائقہ نہیں جماع کرنے میں اس کوٹھری یا دالان کے اندر جس میں مصحف رکھا ہے یہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے
م مجتبے میں اسی طرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ میں یہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور اگر اولویت پر نظر کیجیے تو منافات زائل ہو جائیگے لا ترکب مسلمۃ علی السرج
للحدیث ہذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او دنیوی لابد لہا منہ فلا باس بہ سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز
اس وقت ہے جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی
کے لئے جو اس کے واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہیں م حدیث مذکور طحطاوی میں یوں مذکور ہے کہ لعن اللّٰہ الفروج علی السروج[1] تغنی بالقرآن
ولم یخرج بالحانہ عن قدر ما یصح فی العربیۃ مستحسن قرآن پڑھنا خوش آوازی سے اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا اس مقدار سے جو زبان عرب میں صحیح ہے
تو وہ خوب ہے م قرآن میں خوش آوازی وہاں تک درست ہے جس میں قواعد موسیقی کی رعایت نہ ہو یعنے راگ اور راگنی کو دخل نہ دے یعنے حسن صوت
طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جس میں حروف اور حرکات اور سکنات میں تغیر ہو جاتا ہے ذکر اللّٰہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولی من قرأۃ القرآن
ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے وتستحب القراءۃ عند الطلوع او الغروب اور مستحب ہے قرأت قرآن کی طلوع
یا غروب کے وقت م فتاوی عالمگیری میں غرائب سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات میں جن میں نماز درست نہیں درود پڑھنا اور دعا
کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات میں تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہیں پڑھتے تھے انتہی تو شاید یوں کہنا
حق تھا کہ طلوع یا غروب کے وقت قرأت مستحب نہیں یا ذکر مستحب ہے ان اوقات میں کذا فی الطحطاوی لاباس للامام عقیب الصلوۃ بقرأۃ آیۃ الکرسی
وخواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء افضل مضائقہ نہیں امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا آمن الرسول کے پڑھنے میں بلند آواز سے اور چپکے پڑھنا ان کا افضل ہے
قراءۃ الفاتحۃ بعد الصلوۃ جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کے
واسطے بدعت ہے ہمارے استاذ یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے

[1] لعنت کرے اللہ عورت کو زینوں پر ۱۲

Marfat.com

م فتاوی عالمگیری میں اس مسئلہ میں تفصیل واقع ہے یعنے اگر اس نماز کے بعد سنت ہو چنانچہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں انتہی یعنی اس واسطے کہ فرض اور سنت میں سوائے اللھم انت السلام یا اور اذکار ماثورہ کے فصل کرنا نہ چاہیے الرشوۃ لاتملک بالقبض رشوت مملوک نہیں ہو جاتی قبضہ کرنے سے مرتشی کے یعنے راشی کو اس کا پھیر لینا درست ہے م اگر عالم کو تحفہ دیا اس واسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کر دے تو یہ رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اس کا کام نکال دیا تو بعد کار برآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کار برآری سے پہلے اس کے طلب کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردوں کے تحفہ قبول کرنے میں اختلاف ہے مشائخ کا کذا فی الطحطاوی عن المجتبی لاباس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہیں رشوت دینے میں جب کہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے م یا اپنا حق حاصل کرنے کو رشوت دے تو یہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں محیط برہانی میں ہے کہ ایک مرد ایک گاؤں میں رہتا ہے اور اس میں ظالم ہے اور یہ مرد اس ظالم کو میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کے واسطے تو درست ہے والنبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسہم المؤلفۃ من الصدقات دلیلا علے امثالہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جس کی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اس کو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوٰۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے م مؤلفۃ القلوب رؤسا کفار تھے جن کو زکوٰۃ کا حصہ تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام میں جمع اہل المحلۃ للامام لحسن اہل محلہ نے کچھ قوت زاد باہم امام کے واسطے جمع کر دیا تو یہ بہتر ہے م امام سے ظاہرا امام مسجد مراد ہے بدلیل محلہ ومن السحت ما یوخذ علے کل مباح کملح وکلاء وماء ومعادن اور حرام مال سے وہ مال مراد ہے جو مباح چیز پر لیا جاوے چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانیں م اشیاء مذکورہ اصلی مباح ہیں سب آدمی اس میں شریک ہیں لیکن جب آدمی نمک کو مثلاً اس کے کھان سے اٹھا لاوے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے تو اب اس کو بیچنا درست ہے وما یاخذہ غاز لغز ودشاعر لشعر ومسخرۃ وحکواتی قال تعالے ومن الناس من یشتری لہو الحدیث اور منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جس کو غازی بواسطہ غزا اور شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخرا اور حکواتی لیتا ہے فرمایا حق تعالی نے اور بعضا آدمی وہ ہے جو لہو الحدیث یعنے کھیل کی بات خرید کرتا ہے م مراد وہ غازی ہیں جو اہل شہر سے زبردستی مال لیں لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو امور ضروریہ سے غفلت میں ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور مضاحک اور فضول کلام یہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے حق میں اتری وہ سوداگری کو ملک عجم میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تم سے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تم سے رستم واسفندیار وغیرہما کا قصہ ذکر کرتا ہوں تو کافر اس کی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اتری واصحاب معازف وقراد وکاہن ومقامر وواقفۃ وغیرہ کثیرۃ اور حرام ہے وہ مال جس کو باجوں کے بجانے والے لیتے ہیں اور قراد[۱] اور غیبی خبر بتانے والا اور قمار باز اور عورت نیل سے بدن کی گودنے والی لیتی ہے اور مال حرام کی فروع اور شاخیں بہت ہیں م ازانجملہ اجرت واشرہ یعنے اس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک کر دے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو شخصوں میں صلح کروا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن اور جو مال کہ جانوروں کی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندوں کی کھال کی قیمت قبل از دباغت اور خرچی اور شرط کر کے حجام یعنے پچھنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہیں کذا فی الطحطاوی قیل لہ یا خبیث ونحوہ جاز لہ الرد فی کل شتیمۃ لاتوجب الحد وترکہ افضل کسی نے کسی کو کہا یا خبیث اور مانند اس کے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو پھیر کے کہنا اس

[۱] اس کو مترجم اول نے قراد بوادکے ترجمہ کیا تھا دوسرے نسخہ میں قراد بہ دانے ہملہ تھا تو وہی مناسب معلوم ہوا اس کے معنی ہیں بندر نچانے والا ۱۲

Marfat.com

گالی میں جائز ہے جو گالی کہ حد کی موجب نہیں ہے اور ترک اس کا افضل یعنے صبر افضل ہے جواب دینے سے کرہ قول الصائم المتطوع اذا سئل اصائم انت فقال لا تحرز عن نفاق او حمق نفل کے روزہ دار سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اس کا یوں کہنا کہ دیکھا چاہیے مکروہ ہے اس واسطے کہ یہ نفاق ہے یا حمق اور جہالت م یعنے یہ منافقین کا طریقہ ہے تا معلوم ہو کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے بلکہ یوں جواب دینا بہتر ہے کہ ہاں میں روزہ دار ہوں اس واسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں الطحطاوی من له اطفال ومال قلیل لا یوصی بنفل جس شخص کے چھوٹے لڑکے ہوں اور تھوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے م لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت کراویں مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو حدیث ہے کہ اپنے بیماروں سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اس کا یہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال اور دوستوں کو جمع کرے اور حمد الٰہی بجالاوے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اس کی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہے پھر اولاد سے کہے کہ تم کس کی عبادت کروگے میرے بعد پھر ان کو ایمان کی وصیت کرے اور ان سے کہے کہ نہ مریو مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیمؑ اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی پھر اس کے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی المجتبیٰ یعنے حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اس پر ہوں ان کی وصیت کرنا چاہیے وصیت ایمانی کے بعد اس واسطے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت میں تاخیر نہ کرے من صلے او تصدق یرائی به الناس لا یعاقب بتلک الصلوة ولا یثاب بها قیل ہذا فی الفرائض وعممه الزاہدی للنوافل لقولهم الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑھتا ہو یا زکوٰۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دکھلانے کے واسطے تو اس نماز ریائی کے سبب سے اس پر عذاب نہ ہوگا اور نہ اس کو اس کا ثواب ملے گا بعضوں نے کہا کہ یہ عدم عقاب اور ثواب فرائض میں ہے نہ نوافل میں اور زاہدی نے اس کو نوافل کے واسطے بھی عام کہا ہے فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا فرائض میں داخل نہیں ہوتا م شارح کو یوں کہنا بہتر تھا وخصه[1] الزاہدی بالنوافل اس واسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبیٰ میں ہے ولکن[2] نص فی الواقعات ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت میں تعلیل ظاہر ہے اور تعمیم میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی غزل الرجل علی ہیئة غزل المرأة یکرہ سوت کاتنا مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے یعنے اس واسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اس پر لعنت وارد ہے یکرہ للمرأة سؤر الرجل وسؤرها له عورت کو مرد کا جھوٹا اور مرد کو عورت کا جھوٹا مکروہ ہے م مراد جھوٹا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہ کراہت درصورت تلذذ کے ہے والا ظاہر امکروہ نہیں اس کا تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وله ضرب زوجته علے ترک الصلوة علے الاظہر اور شوہر کو جائز ہے مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے م اور اسی طرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوٰۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبیٰ لا یجب علے الزوج تطلیق الفاجرة زوج پر واجب نہیں طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہے لا یجوز الوضوء من الحیاض المعدة للشرب فی الصحیح جائز نہیں وضو کرنا ان حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہیں قول صحیح میں م لیکن وضو کے حوضوں سے پینا درست ہے ویمنع من الوضوء منه وفیه اور پانی پینے کے حوض سے پانی لے کر وضو کرنا اور خود حوض میں وضو کرنا منع کیا جائے وحمله لاهله ان ماذونا به جاز والا لا اور اس حوض سے پانی لانا اپنے اہل وعیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہو لے جانے کی تو درست ہے اور نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وهو الحق قال تعالے قتل الخراصون الکل من المجتبیٰ جھوٹ بولنا اپنے حق

ف وصیت کا طریق [1] یعنے مخصوص کیا ہے اس کو زاہدی نے نوافل سے ۱۲ [2] لیکن واقعات میں تصریح ہے کہ ریا فرائض میں نہیں داخل ہوتا تو نفلیں ہی متعین ہوگئیں ۱۲

Marfat.com

کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی مخالف تصریح اس واسطے کہ عین کذب حرام ہے صاحب مجتبیٰ نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالے نے فرمایا کہ جھوٹھ بولنے والے لعنت کئے گئے یہ مسائل یعنی مسئلہ محو کتب غیر منتفعہ سے یہاں تک مجتبیٰ سے منقول ہیں وفی الوہبانیۃ قال ے وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم × اہل لترضیٰ والقتال لیظفر × اور وہبانیہ میں کہا جھوٹھ بولنا درست ہے صلح بین المومنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی رہے وحشت میں نہ آوے اور لڑائی میں کذب درست ہے تا فتح حاصل ہو شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے معاریض[کنایات] مراد ہے نہ کذب خالص وغیرہ فی الحمام لتغمیر خادم × ومن شاء تنویرا فقالوا یوزر × اور حمام میں خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نورا لگانا تو علماء نے کہا ہے کہ اپنے ہاتھ سے نورہ لگاوے م کپڑے پر چپی کرنا بلاضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلاحیلولت ثوب ران پر چپی کروانا حرام ہے چنانچہ جاہلوں کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ ویفسق معتاد المرور بجامع × ومن علم الاطفال فیہ ویوزر × اور عادت گرفتہ مرور در جامع مسجد فاسق ہے اور اسی طرح جو معلم کہ اس میں لڑکے پڑھاوے اور وہ گنہگار ہے م شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے [پہلے] فسق نہیں کہا ہاں اُس کو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یوں توجیہ ہو سکتی ہے کہ جب اس نے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا ومن قام اجلالا لشخص فجائز × فی غیر اہل العلم لبعض لیعذر × اور جو کھڑا ہو گیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کے واسطے تو جائز ہے اور بعضے علما غیر اہل علم میں اس کو ثابت رکھتے ہیں م شخص سے مرد مسلمان ہے نہ کافر اس واسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہیں اور بعضوں کے نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ میں ہے وجوز نقل المیت البعض مطلقا × وعن بعضہم مافوق میلین یحظر × اور بعضوں نے میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقاً خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں م طرطوسی نے ذکر کیا کہ میت کو اٹھالے جانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلاخلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت میں دو میل سے زیادہ اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اس پر مطلع نہیں علما کے کلام سے اور ظاہر اطرطوسی کا کلام حق ہے وللزوجۃ التسمین لا فوق شبعہا × ومن ذکر با التعویذ للحب یحظر × اور زوجہ کا اپنا بدن موٹا کرنا مقوی طعام کھا کر درست ہے بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کھائے اور زوجہ کا تعویذ لکھوانا زوج کی محبت کے واسطے ممنوع ہے م تسمین زوجہ بشرط رضائے زوج جائز ہے خانیہ میں ہے کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھواتی ہے تا اس کا زوج اُس کو چاہے اور اُس کی طرف سے نفرت چھوڑے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہیں انتہی ابن وہبان نے توجیہ اُس کی یوں بیان کی ہے کہ ایک طرح کا یہ بھی سحر ہے اور سحر حرام ہے وکرہ ان تسقے لاسقاط حملہا × وجاز لعذر حیث لایتصور × اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جب کہ حمل کی صورت نہ بن گئی ہو م حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بن گئی ہو عذر اسقاط یہ ہے کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودھ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اس کے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہیں ہے اور ہلاکی طفل کا خوف ہے تو اس صورت میں حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جب تک حمل ٹھہرا ہوا اعضا نہ بن گئے ہوں وان اسقطت میتا ففی السقط غرۃ × لوالدہ من عاقل الام تحضر × اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت کے باپ کے واسطے ماں کی برادری سے غرہ حاضر

سلہ اور ایک نسخہ میں تسمے بعین مہملہ ہے بجائے قاف اور یہ معنی کی رو سے مناسب تر ہے اور نیز بلا زحاف آجاتا ہے ۱۲

Marfat.com

کیا جاوے ہم عزہ بضم عین معجمہ عبارت پانچ سو درم سے ہے جو ایک سال کے اندر لیا جائے اور اگر عورت کی برادری نہ ہو تو عورت کے مال سے اسی قدر لیا جائے اور اگر عورت نے زندہ گرا دیا پھر وہ مرگیا تو عورت کی برادری سے خونبہا ہے تین سال کے اندر اور اگر برادری نہیں تو عورت کے مال سے اس قدر لیا جائے کذا فی الطحطاوی وفی یوم عاشوراء یکرہ کحلیم * ولا باس بالمعتاد خلطا ویوجر * اور یوم عاشورا یعنے محرم کی دسویں تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور کچھ مضائقہ نہیں خلط اطعمہ کی عادت میں اور ثواب ہے وبعضہم المختار فی الکحل جائز * بفعل رسول اللہ فہو المقرر * اور بعضوں کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہے ہم وجہ کراہت سرمہ یہ ہے کہ علامت ہے دشمنان اہل بیت نبوت کی اس واسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خوف سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری روایت یہ ہے کہ اثمد کا سرمہ لگایا تھا قتل امام کی فرحت سے قنیہ میں ہے کہ خلط اطعمہ میں یوم عاشورا کوئی اثر قوی وارد نہیں لیکن اس میں مضائقہ نہیں بدلیل حدیث من وسع علی عیالہ وسع اللہ علیہ سائر سنتہ تو لوگوں نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ اور سفر السعادت فیروز آبادی میں ہے کہ استحباب صیام عاشورا ثابت ہے اور سائر احادیث فضل عاشورا اور فضل صلوۃ وانفاق وخضاب وادہان واکتحال وطبخ حبوب وغیر ذلک مجموع موضوع ومفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ اس میں سرمہ لگانا بدعت ہے کہ قاتلین حسین رض کی ایجاد ہے شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم میں کہا کہ احادیث فضل عاشورا اور وقوع وقائع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم ورفع ادریس آسمان پر اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور اترنا نوح کا کشتی سے اور اترنا توریت کا موسیٰ پر اور فدیہ اسمٰعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے اسی طرح اور وقائع انبیاء علیہم السلام کے محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہیں تکثیر طعام میں عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہیں کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہوسکتا ہے حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی میں طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیالہ واہلہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ولیکن بعضوں کے نزدیک حسن ہے اور دوسرے طریق سے بعضوں کے نزدیک صحیح ہے الحاصل صواعق محرقہ میں ہے کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ اس روز میں بدعات روافض سے چنانچہ نوحہ گری وغیرہ سے اجتناب کریں اسی طرح بدعات نواصب اور دشمنان اہل بیت سے پرہیز کریں چنانچہ اس دن میں عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرائش کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ چاروں اماموں سے اور نہ کسی کتاب معتبر میں وارد ہے انتہی ما فی صراط المستقیم مختصرا وضرب عبید الغیر جائز بامرہ * ولا یجوز فی الاحرار والاب یامر * اور غیر کے غلاموں کو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں احرار کا مارنا اگرچہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنے کا ہم لیکن معلم کا مارنا بتبلیغ پدر جائز ہے مصلحت کے سبب سے شرنبلالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اس صورت میں ہے جب کہ قاضی عادل ہو اور حجت ملزمہ کا مشاہدہ ہوگیا اور اس زمانے میں فقط قاضی کے حکم پر اعتماد نہ کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی والاوثب من ذکر القرآن استماعہ * وقالوا الثواب للطفل لکبیر * اور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت میں زیادہ ثواب ہے اور علماء نے کہا ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کے واسطے مخصوص ہے ہم استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اس واسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اس کے باپ کو تعلیم کا ثواب ہے ودرس باقی الذکر اولی من الصلوۃ * نفلا ودرس العلم اولی والنظر * اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قرآن کے سیکھنے کا ہم اس واسطے کہ تعلم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور

لے جو شخص عاشورا کے دن اپنے کنبے اور گھر والوں پر وسعت کرے یعنے بہت سا کھلاوے اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال وسعت کرے گا ۱۲

Marfat.com

شتغال بعرض عین اولے ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قرآن کا افضل ہے اس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت
سے زیادہ ہے و قدکرہ واللہ اعلم ونحوہ ۔ للاعلام ختم الدرس حین یقرر ۔ اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اس کے چنانچہ درود
ڑھنے کو اختتام درس کے اعلام کے واسطے وقت مقرر کرنے کو اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اس نے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنے وسیلہ اعلام
ور اطلاع کا قرار دیا اسی طرح اگر ایک شخص محفل میں آیا اور اس نے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اس کے آنے سے خبردار ہوں اور اس کے لائق
یٹھنے کو جگہ دیں اور تعظیم کریں یا چوکیداریوں کہے لاالہ الا اللہ اور مانند اس کے تا لوگ اس کے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ
ہے اس واسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دو قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی فائدہ طحطاوی نے
ہا کہ طرطوسی اور بطلیوسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب اس میں سے کچھ باقی ہے تو بطلیوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس
ں حق تعالیٰ انھیں سے وسعت کرتا ہے اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق و راست گوئی ۲ اجارہ بشرط خیرخواہی مالک ۳ ۔ ہدیہ اور تحفہ
لا درمتقی کا ۴ ۔ میراث اصل طیب سے یعنے جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ ۔ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنے غلہ خود رو ۶ ۔ خمس غنیمت
اجب کہ عدل اور انصاف سے اس کی قسمت ہوئی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰ احیاء موات تو
طرطوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تقیید ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور سب امور سے مقدم ہے ۔
واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

Marfat.com
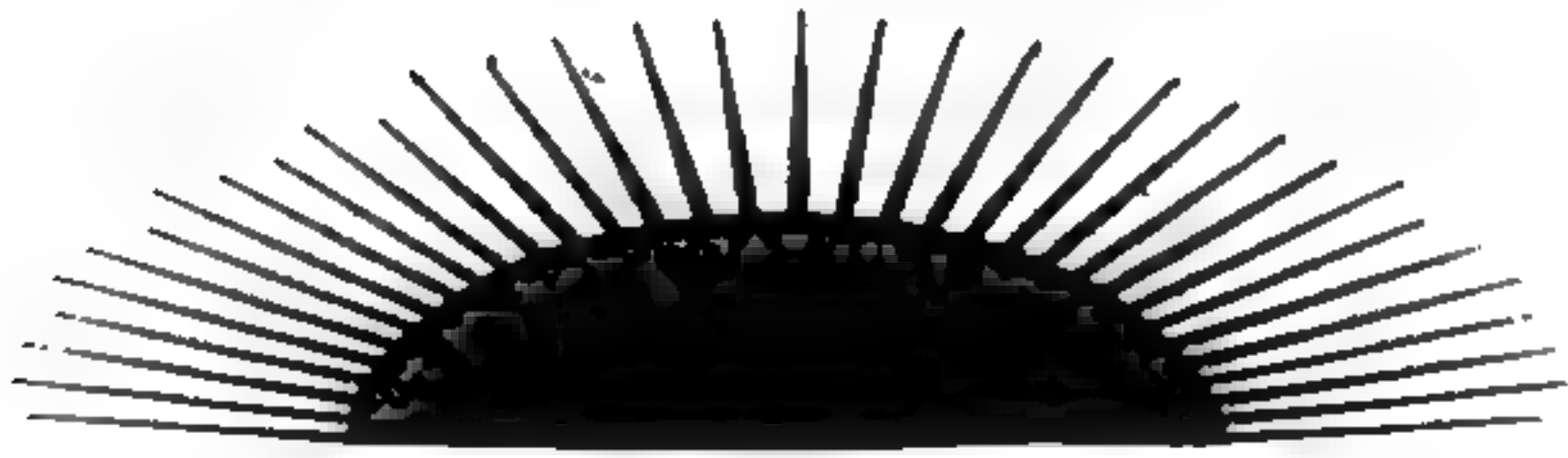
کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں ھم موات بفتح ذضم میم بروزن حیات وفرات وہ زمین ہے جس کا کوئی مالک نہیں اور احیا یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ
کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران زمین آباد ہو جائے اس واسطے کہ ہر چیز کی حیات ایسی چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے لعل مناسبۃ
ان فیہ مایکرہ ومالایکرہ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہ ہے کہ اس کتاب میں وہ علم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں الحیاۃ
نوعان حاسۃ ونامیۃ والمراد ہہنا النامیۃ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو اور نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات
نامیہ ہے نہ حاسہ وسمی مواتا لبطلان الانتفاع بہ اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اس کی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ
م عدم انتفاع کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہاں نہیں یا جنگل ہو گیا وغیرذلک من موانع الانتفاع واحیاؤہ بنباء وغرس او کرب
او سقی اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اذا احیی مسلم او ذمی ارضا غیر منتفع بہا
ولیست مملوکۃ لمسلم ولا ذمی فلو مملوکۃ لم تکن مواتا فلو لم یعرف مالکہا فہی لقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکہا ترد الیہ ویضمن نقصانہا ان نقصت بالزرع
وہی بعیدۃ من القریۃ اذا صاح من باقصی العامر وہو جہوری الصوت بزازیۃ لا یسمع بہا صوتہ ملکہا عند ابی یوسف وہو المختار کما فی المختار وغیرہ
جب کہ مسلمان یا ذمی آباد کرے اس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہے گاؤں سے اس طرح
کہ اگر چیخے وہ شخص جو منتہائے آبادی پر ہے بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی البزازیۃ تو اس زمین تک اس کی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان
یا ذمی اس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک
ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اس کا مالک معلوم نہ ہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اس میں بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اس کے اس کا مالک
ظاہر ہو تو وہ زمین اسی کو پھیر دی جائے اور اس کے نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو ثم زمین مذکور کا آباد کرنے والا
مالک ہو گا اگر مسلمان ہے تو اس پر عشر واجب ہو گا اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہو گا اور اگر خراج کے پانی سے اس کو سینچے گا تو اس کو اختیار ہو گا کذا
فی الاختیار واعتبر محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ وبہ قالت الثلثۃ قلت وبہذا ظاہر الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوۃ الکبری ذکرہ القہستانی وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ
عن قاضی خان ان الفتوی علی قول محمد فالعجب من الشرنبلالی کیف لم یذکر ذلک فلیحفظ اور محمدؒ نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اس زمین کی طرف معتبر کیا ہے
یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے اہل قریہ منتفع نہ ہوتے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ
ہے اور اسی کا فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوۃ میں ہے ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور اسی طرح برجندی میں ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ
محمد کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی سے تعجب ہے کہ اس نے اس کو کیوں بیان نہ کیا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ثم فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ صحیح تر قول
موات میں وہ ہے کہ اگر منتہائے آبادی میں آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہاں آواز نہ پہنچے وہ موات ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہ آبادی کے
لواحق سے ہے کہ وہاں تک مواشی چرلنے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضی خان نے کسی اور کتاب میں محمد کے قول پر فتوی بیان کیا ہو گا
واللہ اعلم ان اذن لہ الامام فی ذلک وقالا یملکہا بلا اذنہ احیاء موات سے مسلم مالک اس کا ہو جاتا ہے اگر امام نے اس کو آباد کرنے میں حکم دیا ہو اور صاحبین

Marfat.com

ما کہ اس کا مالک ہو جاتا ہے بدوں اس کے حکم کے بھی وہذا لو مسلما فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا اور یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اس وقت ہے جبکہ وہ
مسلم ہو اور اگر آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کی شرط ہے ولو مستامنا لم یملکہا اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر
مستامن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہ ہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو ترکہا بعد الاحیاء وزرعہا غیرہ فالاول احق بہا فی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے
زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے بعد اور غیر شخص نے اس کو بویا تو پہلا شخص اس کا زیادہ ترحقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبہا
الاربعۃ من اربعۃ نفر علی التعاقب تعین طریق الاول فی الارض الرابعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اس کے چاروں طرف سے
آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے علی التعاقب یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہو گی م اور اگر سب زمین کی آبادی ایک
شخص نے کی تو اس کی راہ مقرر کرنے میں ہر طرف سے اس کو اختیار ہے اور اگر جوانب اربعہ میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جس طرف سے چاہے
راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریہ ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منہا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملہا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلہا ہو احق بہا
وان لم یملکہا لانہ انما یملکہا بالاحیاء والتعمیر لا بمجرد التحجیر اور جس نے روک ڈالا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھ کر پھر اسکو چھوڑ دیا
تین سال تک تو وہ زمین غیر شخص کو دی جائے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اس کا حقدار ہے اگرچہ وہ
اس کا مالک نہیں ہوگیا اس واسطے کہ آدمی اس کا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈالنے سے ولو کربہا وضرب علیہا المسناۃ او شق لہا نہرا
او بذرہا فہو احیاء مبسوط اور اگر ویران زمین کو جوتا یا اس پر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اس کے واسطے نہر کھودی یا اس میں بیج ڈالا تو وہ اس کا زندہ
کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط م مسناۃ بضم میم وتشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹاوے اور الیاہ کو ہے غایۃ البیان
اور مغرب میں اور مصباح العلوم میں ہے کہ مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جس کو سد کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر
سد کی ہے اور عرم مشترک ہے سد وغیرہ میں ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یترک مرعی لہم ومطرحا لحصائدہم لتعلق حقہم بہ فلم یکن مواتا وکذا لو کان محتطبا
اور جائز نہیں آباد کرنا اس زمین کا جو آبادی سے قریب ہے بلکہ اس کو چھوڑنا چاہیے لوگوں کی چراگاہ کے واسطے اور ان کے کھلیان ڈالنے کے واسطے اس سبب
کہ لوگوں کے حق اس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسی طرح وہ زمین موات نہیں جہاں لوگ لکڑیاں اور ایندھن رکھتے ہوں و اعلم انہ لیس
للامام ان یقطع مالا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاہرۃ وہی ما کان جوہرہا الذی اودعہ اللہ فی جواہر الارض بارزا کمعادن الملح والکحل والقار والنفط
اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہیں یہ کہ کسی کو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہیں ظاہر کھانوں سے اور ظاہر کھان وہ ہے کہ جس کا وہ جوہر جو اللہ تعالیٰ
نے زمین کے مواضع اور بقاع میں ودیعت رکھا ہے ظاہر اور آشکارا ہو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی کھانیں م قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین
کے چشموں سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ میں ملا جاتا ہے اور نفط کمان وغیرہ میں استحکام کے واسطے مل جاتی ہے والابار التی لم تملک بالاستنباط
والسعی اور چنانچہ وہ کنوئیں جو کسی کے مملوک نہیں کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفی المستنبط بالسعی کماء القنی والماء المحرز فی الظرف فملک للمحرز
والمستنبط وتمامہ فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزوں
کا پانی اور وہ پانی جو بھر کر رکھا گیا برتن میں سو وہ پانی بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اس کا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح
میں کہ سب مسلمان شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں م قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے
اندر اندر کھودی جائے التی یستقی منہا الناس زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئیں جن سے لوگ پانی پیتے ہیں اور سینچتے ہیں کذا فی الزیلعی

سلہ بفتح اول وکسر ثانی جند ہائے آب ۱۲

Marfat.com

یعنی وہ کنوئیں کہ کسی کے مملوک نہیں بواسطہ استنباط اور سعی کے ہم عدم ملک کا مضمون مکرر ہوگیا اس کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع ہذہ المعادن الظاہرۃ لم یکن لا قطاعہا حکم بل المقطع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اس کے عطا کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ جس کو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہیں انتفاع میں فلو منعہم المقطع کان بمنعہ متعدیا وکان لما اخذہ مالکا لانہ متعدیا بالمنع لا بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومۃ العمل لئلا یشتبہ اقطاعہ بالصحۃ او یصیر معرفی حکم الاملاک المستقرۃ ذکرہ العلامۃ قاسم فی رسالتہ احکام اجارۃ اقطاع الجندی پھر اگر لوگوں کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اس نے جس کو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنے کے سبب سے متعدی ظالم ٹھہرے گا اور جو چیز کھان سے لیگا اس کا مالک ہوگا اس واسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ لسبب لینے کے اور باز رکھا جائے روکنے سے اور پھیرا جائے دوام عمل سے یعنی ہمیشہ کھان سے وہی شخص لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہ ہو یا وہ چیز اس کے ساتھ درحکم املاک مستقرہ کے نہ ہو جائے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں اجارہ اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے م املاک مستقرہ وہ جو اس کی ملک میں سابق سے داخل ہوں کذا فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وہی التی ینزح الماء منہا بالبعیر کبئر العطن وہی التی ینزح الماء منہا بالید والعطن مناخ الابل حول البئر اربعون ذراعا من کل جانب وقالا ان للناضح ستون اور گرداگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند ۴۰ گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح کا اگر حریم ہے تو ۶۰ گز ہے بیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹوں سے یعنی کھیت سینچنے کے واسطے کذا فی العینی شرح الھدایہ اور بیر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنی اونٹوں کے پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹوں کی نشست گاہ سے کنوئیں کے گرد وفی الشرنبلالیۃ من شرح المجمع لو عمق البئر فوق اربعین یزاد علیہا انتہی لکن نسبہ القہستانی لمحمد ثم قال وطیفتی بقول الامام وعزاہ للتتمۃ ثم قال وقیل التقدیر فی بیر وعین بما ذکر فی اراضیہم لصلابتہا وفی اراضینا رخاوۃ فیزاد لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاہ للھدایۃ وعزاہ البرجندی للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں شرح مجمع سے یوں ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق ۴۰ گز سے زیادہ ہو تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کیا جاوے گا انتہی لیکن قہستانی نے اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم ۴۰ گز سے زیادہ نہیں اور اس کو قہستانی نے تتمہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یوں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہاء سابقین کی اراضی میں تھی لسبب سخت ہونے ان کی اراضی کے اور ہماری اراضی میں نرمی ہے تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تا کنوئیں کا پانی دوسرے کنوئیں میں منتقل نہ ہو جائے اور اس کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور برجندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م تاتارخانیہ میں اور کبری میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ امام اور صاحبین دونوں کا قول مفتی بہ ہے حموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار رہا نہ تقدیر کا تو مسئلہ میں خلاف معنوی باقی نہ رہا کذا فی الطحطاوی اذا حفرہا فی موات باذن الامام کنوئیں کا حریم ۴۰ گز اس وقت ہے جب کہ کنواں زمین موات میں سلطان کے حکم سے کھودا ہو فلو فی غیر موات او فیہ بلا اذن الامام لم یکن الحکم کذلک کذا ذکرہ المصنف تو اگر کنواں موات میں نہ ہو یعنی غیر شخص کی زمین میں ہو یا موات میں ہو بدوں اذن سلطان کے تو اس کا حکم ایسا نہ ہوگا یعنی ۴۰ گز اس کا حریم نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وعبارۃ القہستانی وفیہ رمز الی انہ لو حفر فی ملک الغیر لا یستحق الحریم فلو حفر فی ملکہ فلہ من الحریم ما شاء والی ان الماء لو غلب علی ارض ترکہا الملاک او ماتوا وانقرضوا لم یجز احیاؤہا فلو ترکہا الماء بحیث لا یعود الیہا ولم یکن حریما لعامر جاز احیاؤہا وعزاہ الی المضمرات اور عبارت قہستانی کی یوں ہے اور اس میں یعنی اس کے ماتن کے قول میں اشارہ ہے اس طرف کہ اگر کنواں کھودے غیر کے ملک میں یعنی اس کے اذن سے تو وہ مستحق حریم کا نہیں ہے الا باشتراط حریم کذا فی الطحطاوی تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودا تو اس کو حریم رکھنے کا اختیار ہے جتنا چاہے اور اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگر پانی غالب ہوگیا زمین پر اور مالکوں نے اس کو چھوڑ دیا یا وہ مر گئے یا منقرض ہوگئے تو اس زمین کا آباد کرنا جائز نہیں سو اگر پانی وہ زمین اس طرح چھوڑ دے کہ پھر اس کا عود اسکی طرف نہ ہوگا اور وہ زمین آبادانی کی حریم نہیں ہے اس کا آباد کرنا درست ہے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے وحریم العین خمسمائۃ ذراع من کل جانب کما فی الحدیث اور چشمہ آب کا حریم ۵۰۰ گز ہے ہر جانب سے چنانچہ حدیث

Marfat.com

ہے امام ابویوسف نے کتاب الخراج میں زہری سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہے اور بیر عطن کا حریم ۴۰ گز ہے اور ناضح
حریم ۶۰ گز ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ والذراع ہو المکسرۃ وہو ست قبضات وکان ذراع الملک ای ملک الاکاسرۃ سبع قبضات فکسر منہ قبضۃ اور گز
مکسور گز مراد ہے چھ مٹھی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مٹھی گز تھا سو اس میں سے ایک قبضہ بھر کم کر ڈالا گیا ویمنع غیرہ من الحفر وغیرہ فیہ لانہ ملکہ فلو حفر
اول رومہ او تضمینہ وتمامہ فی الدرر اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جائے کنواں وغیرہ کھودنے سے حریم میں اس واسطے کہ حریم تو چشمہ اور کنوئیں والے
کی ملک ہے تو اگر غیر شخص حریم کے اندر کنواں کھود دیگا تو پہلے شخص کو اسکا پاٹ دینا یا بقدر نقصان تاوان لینا درست ہے اور اس کا پورا بیان درر میں ہے ولو حفر الثانی
منتہی حریم البیر الاولی باذن الامام فذہب ماء البیر الاولی وتحول الی الثانیۃ فلا شئ علیہ لانہ غیر متعد والماء تحت الارض لا یملک فلا مخاصمۃ کمن بنی
حانوتا بجنب حانوت غیرہ فکسدت الحانوت الاولی بسببہ فلا شئ علیہ درر وزیلعی اور اگر دوسرے شخص نے کنواں کھودا منتہائے حریم میں
یعنی ۴۰ گز کے بعد پہلے کنوئیں سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئیں کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئیں کی طرف منتقل ہو گیا تو حافر ثانی پر کچھ
تاوان اور مواخذہ نہیں اس واسطے کہ وہ متعدی نہیں ہے اور پانی جو زمین کے نیچے ہے وہ مملوک نہیں تو اس کے ساتھ کچھ مخاصمت نہیں اس شخص کے مانند
جس نے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو میں سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب سے کاسد ہو گئی جاری نہ رہی تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں
کذا فی الدرر والزیلعی وفیہ لو ہدم جدار غیرہ فلصاحبہ ان یواخذہ بقیمتہ لا ببناء الجدار ہو الصحیح اور زیلعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کی دیوار گرا دی تو دیوار کے
مالک کو اس کی قیمت کا مواخذہ پہنچتا ہے نہ دیوار بنا دینے کا یہی قول صحیح ہے وللحافر الثانی الحریم من الجوانب الثلاثۃ دون الجانب الاولی لسبق
ملک الاول فیہ اور منتہائے حریم کے دوسرے کھودنے والے کا تین طرف سے حریم ہے نہ پہلے کنوئیں کی جانب سے اس واسطے کہ حافر اول کی ملک اس میں سبقت
لی وللقناۃ ہی مجری الماء تحت الارض حریم بقدر ما یصلحہ لالقاء الطین ونحوہ وعن محمد کالبیر ولو ظہر الماء فکالعین وفی الاختیار فوضہ لرأی الامام ای لو
اذنہ والا فلا شئ وذکرہ البرجندی اور کاریز یعنی پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اس کا حریم بقدر اس کے اصلاح کے ہے اندر کی مٹی ڈالنے کے واسطے مانند اس کے اور
سے روایت ہے کہ کاریز کا حریم کنوئیں کے مانند چالیس گز ہے طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول ہے شیخین کا بھی اگر کاریز کا پانی اوپر کی زمین پھوٹے
کر ظاہر ہو گیا تو اس کا حکم چشمہ کے مانند ہے یعنی پانچ سو گز اس کا حریم ہو گا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے
کاریز کھودی گئی ہو اور نہیں تو اس کا کچھ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہے برجندی نے وحریم شجر یغرس فی الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب فلیس لغیرہ
ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات میں لگایا گیا اس کا حریم پانچ گز ہے ہر طرف سے تو اور شخص کو جائز نہیں کہ اس میں درخت لگائے ویلحق ما امتنع عود دجلۃ
والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن ذلک حریما لعامر اور جہاں دجلہ اور فرات کا پانی پھر آنا ممتنع ہو گیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم
نہ ہو اور دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہے یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہو گیا اور پھر اس طرح سمٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات میں داخل
ہے اس کا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان حریما او جاز عودہ لم یجز احیاءہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا بردہ حریم ہو آبادانی کی یا پانی
کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اس کا آباد کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک میں ہے اس کا حریم
نہیں امام کے نزدیک مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہو گا وقالا مسناۃ النہر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے بینڈ کی ملکیت
ہے اس کے آنے جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کے واسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹ جائے تو اس کے اندر سے مٹی نکال کر بینڈ پر ڈالی جائے وقدرہ محمد بقدر
عرض النہر من کل جانب وہو اوفق ملتقی وقدرہ ابویوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمدؒ نے بینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی
ہے ہر طرف سے اور یہ قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابویوسف نے اس کی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا
فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ہذا الاختلاف اور قہستانی میں ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہے یعنی امام

Marfat.com

کے نزدیک حریم نہیں مگر باقامت شہود اور صاحبینؒ کے نزدیک حریم ہے محمدؒ کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولوکان النھر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی میں کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جس کی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اس کا حریم باتفاق امام اور صاحبینؒ کے ثابت ہے وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نھر مملوک لمسناۃ فارغۃ بلزقھا ارض لغیر صاحب النھر فالمسناۃ لعندھما لصاحب لا رض عندہ اور قہستانی میں کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ امام اور صاحبینؒ کا اس نہر مملوک میں جس کی مینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے اور متصل ہو برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس میں صاحبینؒ کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی ملک ہے اور امام کے نزدیک صاحب ارض کی ہے ہم اگر مینڈ فارغ نہ ہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درخت وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا مالک مینڈ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحطاوی من الدر عینی میں قاضی خان سے منقول ہے کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہ ہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اس واسطے کہ ظاہر ارتفاع اس کا نہر کی مٹی سے ہے کذا فیہ بالتتمۃ الصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہا انتہی قلت وممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کے واسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اس قدر جس قدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی ما فی القہستانی میں کہتا ہوں جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہے ان میں سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں ہو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت ہے پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کے واسطے اور جانوروں کے پلانے کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہے اور لبوں سے جانوروں کا پینا ہے ہم یہاں شرب بضم شین مصدر ہے بمعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہے دفع تشنگی کے واسطے یا کھانا پکانے یا وضو یا غسل یا کپڑا دھونے کے لئے اور مانند اس کے اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی ..... اور جو اس کے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولکل حقہا فی کل ماء لم یحرز بانا و وجب اور ہر جاندار کے واسطے اپنے پینے کا حق ثابت ہے ہر پانی میں جو برتن یا مٹکے کے اندر بھر رکھا نہیں گیا ہم پانی میں حق عام اس وقت تک ہے جب تک وہ اپنے مقام میں ہے یعنی دریا میں یا کنوئیں میں اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مٹکے یا حوض میں بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا اور مصنف نے احراز کہا نہ اخذ اس میں اشارہ ہے کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھرا اور کنوئیں کے مہرے سے ہنوز جدا نہیں ہوا تو شیخینؒ کے نزدیک بھرنے والا اس کا مالک نہ ہوگا اس واسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شے کے کر دینے سے موضع محفوظ میں کذا فی الطحطاوی ولکل سقی ارضہ من بحر او نہر عظیم کدجلۃ والفرات ونحوہما لان الملک بالاحراز ولا احراز لان قہر الماء یمنع قہر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہے سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند ان کے چنانچہ نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہند کے اس واسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر میں احراز نہیں اس واسطے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے ولکل شق نہر لسقی ارضہ منہا ولنصب الرحی ان لم یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس والقمر والہواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لے جانا اپنی زمین میں سینچنے کے واسطے یا پنچکی قائم کرنے کے واسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پہنچتا ہو اس واسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اس صورت میں مخصوص ہے جب کہ کسی کو ضرر نہ ہوتا ہو جیسے آفتاب اور ماہتاب اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرط عدم ضرر خلق ہم نہر سے ضرر خلق کی یہ صورت ہے کہ پانی ریلا کرے ایک طرف کنارہ توڑ کر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائیں تو اس صورت میں نہر کھودنا درست نہ ہوگا اس واسطے کہ دفع ضرر لوگوں سے واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین لا سقی دوابہ ان خیف تخریب النہر لکثرتہا ولا سقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب ونحوہا من نہر غیرہ وقناتہ وبئرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ جائز نہیں اپنے جانوروں کو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونے کا خوف ہو بسبب جانوروں کی کثرت کے سبب سے اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں سے جائز ہے مگر مالک کے اذن سے اس واسطے کہ حق اسی کا ہے

Marfat.com

تو انتفاع اسکے اذن پر موقوف ہو گا م زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئیں سے بلا اذن جائز نہیں خواہ اضطرار ہو یا نہ ہو لیکن اگر بلا اذن سینچیگا تو اسپر تاوان نہیں اور اگرچند بار بلا اذن سینچیگا
تو حاکم اس کو تعزیر دے ضرب یا حبس سے اگر مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ ولہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ وانائہ فی
الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سرسبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئیں کا پانی اٹھا لا کر گھڑوں اور برتنوں سے بلا اذن
درست ہے اصح قول میں اور بعضوں نے کہا کہ درست نہیں مگر مالک کے اذن سے م خانیہ اور وجیز میں قول ثانی کو اصح کہا ہے تو دونوں قول مصحح ٹھہرے
کذا فی الطحطاوی والمحرز فی کوز وحب بمہملۃ مضمومۃ الخابیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ باحرازہ اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوزے اور مٹھوں میں
تو اس سے فائدہ لینا نہ چاہیے مگر اس کے مالک کے اذن سے بسبب اس کے مالک ہو جانے کے بھر رکھنے سے ولو کانت البئر او الحوض او النہر فی ملک
رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنواں یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اس میں سے پانی
پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اس کو اپنے مملوک مکان میں داخل نہ ہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب اس کے پانی پا سکتا ہو م بشرطیکہ
متصل پانی کسی کا مملوک نہ ہو پیاسے کا منع کرنا اس واسطے جائز ہوا کہ اس کو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پیوے گا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد
یقال لہ ای لصاحب البئر ونحوہ اما ان تخرج الماء الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ[2] ای جانب النہر ونحوہ لان لہ حینئذ حق الشفۃ
لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار سو اگر پانی کا طالب اس کے متصل پانی نہ پاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اس کے
نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ یا تو اس کو پانی نکال دے یا اس کو چھوڑ مت روک تا وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اس کے
حوض کا کنارہ او رگڑ نہ توڑ ڈالے اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اس کے مباح پانی نہ پاوے تو اس کو پانی پینے کا حق ثابت
ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ میں م مراد حدیث شرکت اباحت ہے نہ شرکت ملک
سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرے اور اس پر اپنا قبضہ کرے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اس کا مالک ہے دوسرا اس کا
مالک نہیں اس کو اس کی تملیک بجمیع وجوہ تملیک کے درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خود رو ہو شے تو صاحب زمین اس کا مالک نہیں تو جو
اس کو چھیل یا کاٹ لے وہ اس کا مالک ہو گا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خود رو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اس کا مالک ہے اس کو کوئی نہیں
لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اس میں سب شریک ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اس کے
گرد بیٹھ کر تاپا چاہے یا اس کی روشنی میں کچھ سیا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے تو آگ جلانے والا اس کو روک نہیں سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک میں آگ
جلا دے تو اس کو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں لینا غیر کی ملک سے جائز نہیں بدوں اس کے اذن کے اور غیر مملوک
سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گاؤں یا جماعت کی طرف مضر نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ان کی مملوک ہے اور لکڑیاں جمع کرنے والا
فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے رسی سے نہ باندھی ہوں کذا فی الطحطاوی وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع
وتدفع الیہ والا تترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاوے اگر وہ اپنی زمین میں آنے دے کہ یا تو گھاس
کاٹ کر طالب کو دے اور نہیں تو اس کا روکنا چھوڑ تو وہ لے جتنا اس کا جی چاہے کذا فی الزیلعی م گھاس کاٹ کر دینا اس وقت ہے جب کہ قریب اس کے
دوسری زمین میں مباح گھاس موجود نہ ہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وہو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح
لاثر عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اس کو

---

[1] اصل میں مہموز اللام ہے ہمزہ کو یا سے بدل لیا ہے معنی اس کے خم کے ہیں ۱۲ [2] ضفۃ النہر بفتح المعجمۃ وتشدید الفاء کنارہ آں ۱۲

اس سے لڑنا درست ہے ہتھیار سے بدلیل اس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کطعام
عند المخمصۃ درر اذا کان فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر ونحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر
اور اگر پانی بھر رکھا ہو برتنوں میں اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے
لڑے نہ تلوار سے جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدرر لڑنا اس شرط سے ہے جب کہ پانی اس کی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک
ہو جانے اس شخص کے بھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدون ہتھیار کے اس
سے لڑے اس واسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے تادیب اور زجر کے واسطے
وکری نہر ای حفرہ غیر مملوک من بیت المال فان لم یکن ثمہ ای فی بیت المال شیء یجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا
بیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہاں یعنی بیت المال میں کچھ مال نہ ہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیئے اس کے کھدوانے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس
یہ زبردستی ہے دفع ضرر کے واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام مال صرف کریں مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو ان پر جبر کرنا درست ہے جیسے لشکر اسلام
سامان کے واسطے جبر درست ہے کذا فی الحموی وکری النہر المملوک علی اہلہ ویجبر من ابی منہم علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے
اس کے مالکوں پر ہے اور جو ان میں سے انکار کرے اس پر زبردستی کی جائے وقیل فی الخاص لا یجبر اور بعضوں نے کہا کہ نہر خاص میں جبر نہ کیا جاوے
ہم نہر خاص وہ ہے جس میں شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جس میں شفعہ واجب نہ ہو اور اس کی تحدید کا اختلاف ہے بہتر قول اس میں یہ ہے کہ اگر نہر
کے شریک سو سے کم تر ہیں تو شرکت خاص ہے اس میں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اس میں ہر شریک کے واسطے
شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی وہل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے سے بھر لیں گے یا نہیں تو اگر
یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے کھودنے
کا خرچ شریکوں پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اس کا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسواں حصہ ہے
وہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اس وقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر رہے گا ہر شخص پر نواں حصہ فان جاوز ارض رجل منہم بری
من مؤنۃ الکری وقالا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستوون فی استحقاق الشفعۃ[1] پھر اگر نہر بڑھ جائے ایک شریک کی زمین سے تو وہ بری ہو گیا
کھودنے کے خرچ سے اور صاحبین نے کہا کہ سب شریکوں پر کھودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب برابر ہیں شرب میں بہتر
یوں تھا کہ شارح یوں کہتا فی استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہے اس واسطے کہ حق شرب شریکوں کو مخصوص
نہیں کذا فی الطحطاوی ولا کری علی اہل الشفۃ اور کھودنا واجب نہیں پانی پینے والوں پر یعنی اس واسطے کہ وہ نہر کے مالک نہیں ان کا حق تو فقط شرب
میں ہے جب کہ پانی موجود ہو وتصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہے از روئے استحسان کے ہم وجہ استحسان
یہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اس لیے کہ گاہے زمین بک
جاتی ہے بدون پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون ارض کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیہا نہر واراد رب الارض ان لا یجری
النہر فی ارضہ لم یکن لہ ذلک ویترک علی حالہ اور جب کہ ایک مرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اس کی زمین
میں نہر جاری نہ رہے تو اس کو اس کے روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑے نہر کو اس کے قدیمی حال پر وان لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای فی الارض

[1] اور ایک نسخہ میں الشفعہ ہے بجائے الشفۃ کے ۱۲

Marfat.com

فعلیہ البیان ان ہذہ النہر لہ وانہ قد کان له[1] مجراہ فی ہذا النہر مسوق لسقی اراضیہ اور اگر نہر اس کے تصرف میں نہ ہو یعنی اس کے درخت نہ ہوں نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اس زمین میں جاری نہ ہو یعنی اس کا جاری ہونا زمان ماضی میں معلوم نہ ہو تو مدعی پر بیان یعنی ثابت کرنا گواہوں سے لازم ہے کہ یہ نہر اس کی مملوک ہے یا اس کا پانی اس نہر میں جاری تھا اس کی روانگی تھی مدعی کی زمین سینچنے کے واسطے م قولہ وانہ قد کان کا واو بمعنی او ہے اس واسطے کہ دعوی ملک نہر میں ہے یا حق اجرا میں چنانچہ زیلعی میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی وعلی ہذا المصب فی نہر او علی سطح او المیزاب او الممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب زیلعی اور اسی قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر میں یا چھت پر وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہ سب مذکور دوسرے شخص کے گھر میں واقع ہیں تو اس میں اختلاف متخاصمین کا حکم پانی کی باری کے حکم کے مانند ہے م مصب یعنی آب ریز سے مراد پانی کے وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا مینہ کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر میں فضلات مذکورہ گرا کرتے ہیں یا کسی کے گھر میں دوسرے کا پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اس کو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعوی کے وقت اشیاء مذکورہ موجود نہ ہوں تو اس پر گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نہر بین قوم اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر اراضیہم لانہ المقصود نہر مشترک ہے ایک قوم میں انھوں نے جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری میں تو باری ان کے درمیان میں بقدر ان کی اراضی کے ہوگی اس واسطے کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اس کی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف اختلافہم فی الطریق فانہم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقہا لان المقصود الاستطراق بر خلاف راہ کے اختلاف کے کہ رقبہ طریق کی ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اس واسطے کہ مقصود راہ آمد و رفت ہے اور وہ مختلف نہیں گھر کی کشادگی اور تنگی سے ولیس لاحد من الشرکاء فی النہر ان یشق منہ نہرا او ینصب علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکہ ولا یضر بنہر ولا بماء او دالیۃ اور نہر کے شریکوں میں کسی کو درست نہیں یہ کہ اس سے دوسری نہر جاری کرے یا اس پر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اس کی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نہ کرے کذا فی الوقایہ م پنچکی قائم کرنا اس واسطے درست نہ ہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار بہ جاتا ہے کسی کام میں نہیں آتا نہر کے علم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اس کا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اس کے جاری ہونے میں خلل واقع نہ ہو او دالیۃ کنا عورۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈھیکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا تختی اور سنگی پل تو شریک کو جائز نہیں او یوسع فم النہر او یقسم بالایام والحال انہ قد کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ وفتحہا النقب لان القدیم یترک علی قدمہ لظہور الحق فیہ یا ایک شریک نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنوں کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تھی بطور نقب کے تو یہ سب امور درست نہیں اس واسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چھوڑی جاتی ہے بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوی بکسر کاف جمع ہے کوۃ یعنی نقب م اصل اس کی نقب بیت ہے لیکن یہاں مستعار ہے کشت زار کے مفاتح آب کے واسطے کذا فی المغرب او یسوق نصیبہ الی ارض لہ اخری لیس لہا منہ ای من النہر شرب یا شریک لے جائے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اس نہر مشترک سے اس کے واسطے باری مقرر نہیں ہے بلا رضاہم یتعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہیں بدون رضامندی باقی شریکوں کے شارح نے کہا کہ ولاحصہ اشیاء مذکورہ سے متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پنچکی اور ڈھیکلی وغیرہ اس پر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدون رضامندی شریکوں کے لے جانا درست نہیں ولہم نقضہ بعد الاجازۃ ولورثتہم من بعدہم اور شرکاء کو اجازت کے بعد اسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر پھر رد کر دینا درست ہے اور شریکوں کے بعد ان کے وارثوں کو بھی یہی اختیار حاصل ہے ولیس لاہل الاعلی سد النہر بلا رضاہم وان لم تشرب ارضہ بدونہ ملتقی اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا بدون رضامندی شریکوں کے اگرچہ اس کی زمین سیراب ہوتی ہو بدون بند باندھنے کے م اور اگر شریک راضی ہو جاویں اعلی کے باندھنے پر بقدر اس کے حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری میں نہر باندھنے پر راضی ہو جائے

لہ ایک نسخہ میں عبارت اس طرح ہے قد کان لہ قدیما مجری تسقی اراضیہ یعنی قدیم سے مدعی کا ایک پانی اس نہر میں پانی سینچنے کے لیے تھا جس کو وہ سینچنے کے واسطے رواں کرتا تھا یعنی جن جا ہو سے کھیت میں پانی آتا ہو ۔

Marfat.com

تو جائز ہے ولیکن اگر تختوں وغیرہ کے روکنے سے پانی رک جائے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا درست نہیں بدوں رضامندی شریکوں کے اور اگر سب شریکوں کی
اراضی کو پانی نہ پہنچتا ہو بدوں نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیئے گو درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تا اعلیٰ بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہ اسفل نہر کے
لوگ امیر ہیں اعلیٰ نہر کے لوگوں پر تاکہ وہ سیراب ہو جاویں کذا فی العینی والطحطاوی کطریق مشترک اراد احدہم ان یفتح فیہ بابا الی دار اخری ساکنہا
غیر ساکن ہذہ الدار التی مفتحہا فی ہذا الطریق بخلاف ما اذا کان ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان المارۃ لا تزداد چنانچہ ایک راہ مشترک ہے
چند شخصوں میں سو ایک شریک نے یہ چاہا کہ اس میں اس دوسرے گھر کا دروازہ پھوڑے جس کا رہنے والا غیر ہے اس گھر کے رہنے والے کا جس کا دروازہ اس
راہ میں ہے برخلاف اس صورت کے کہ دونوں گھروں کا رہنے والا ایک ہی شخص ہو وہاں دروازہ لگانا اس راہ میں ممنوع نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں آمد
رفت کرنے والے زیادہ نہیں ہو جاتے ہیں اور پہلی صورت میں زیادہ ہو جاتے ہیں اس لیے پہلی ناجائز ہوئی اور پچھلی جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع
اما الایصاء ببیعہ فباطل اور میراث جاری ہوتی ہے پانی کی باری میں اور وصیت کی جاتی ہے اس سے نفع لینے کی لیکن اس کے بیع کی وصیت باطل ہے
ولا یباع الشرب ولا یوہب ولا یوجر ولا یتصدق بہ لانہ لیس بمال متقوم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما سیجئ اور پانی کی باری بیچی نہیں جاتی اور اس کا
ہبہ نہیں ہوتا اور نہ وہ اجارہ دی جاتی ہے اور نہ خیرات دی جاتی ہے اس واسطے کہ باری مال متقوم نہیں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ آگے
آوے گا ولا یوصی بذلک ای ببیعہ واخویہ اور وصیت نہیں کی جاتی اس کی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی ولا یصلح الماء بدل خلع وصلح عن دم عمد ومہر نکاح
وان صحت ہذہ العقود لانہا لا تبطل بالشرط الفاسد لان الشرب لا یملک بسبب ما حتی لو مات وعلیہ دین لم یبع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہیں
رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونے کے عمداً خون سے اور لیاقت نہیں رکھتا نکاح کے مہر ہونے کی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہو جاویں گے باری کے
عوض ڈالنے سے اس واسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہو جاتی پانی بدل خلع اور مہر اس واسطے نہیں کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہیں کسی سبب
تملیک سے یہاں تک کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اس پر دین ہے تو اس کے دین میں باری بدوں زمین کے بیچی نہ جاوے گی فلو لم یکن لہ ارض قیل یجمع الماء فی کل نوبۃ
فی حوض فیباع الماء[1] الی ان یقضی دینہ وقیل ینظر الامام الی ارض لا شرب لہا فیضمہ الیہا فیبیعہا برضا ربہا فینظر بقیمۃ الارض بلا شرب وبقیمتہا معہ فیصرف
تفاوت ما بینہما لدین المیت وتمامہ فی الزیلعی تو اگر میت مدیون کی زمین نہ ہو فقط باری ہو تو بعضوں نے کہا کہ ہر باری کا پانی جمع کیا جاوے ایک حوض
میں پھر وہ پانی ہر باری میں بکا کرے یہاں تک کہ دین آخر ہو جاوے اور بعضوں نے کہا کہ حاکم اس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جس کی باری نہیں ہے تو میت کی
باری کو اس زمین کے ساتھ ملاوے پھر زمین کو باری کے ساتھ بیع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے کہ زمین کی قیمت بدوں باری کے کتنی ہے
اور باری کے ساتھ اس کی قیمت کتنی ہے تو مابین کے تفاوت کو میت کے دین میں صرف کرے اور پورا بیان اس کا زیلعی میں ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت
بدوں باری کے سو درم ہو اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین میں صرف ہوں ولا یضمن من ملأ ارضہ ماء فنزت ارض جارہ او غرقت لانہ
تسبیب غیر متعد وہذا اذا سقاہا سقیا معتادا یتحملہ ارضہ عادۃ والا فیضمن وعلیہ الفتوی اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جس نے اپنی زمین میں پانی بھرا سو اس کے پڑوسی کی زمین نے
اس کا پانی سوکھ لیا یا اس کی زمین غرق ہو گئی اس لیے کہ وہ تسبیب غیر متعدی ہے اور تسبیب میں تاوان اس وقت ہوتا ہے جب کہ تعدی ثابت ہو اور یہ یعنی عدم تاوان
اس وقت ہے جب کہ اس نے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اس کی زمین اس قدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت سے زیادہ اس نے پانی بھر
دیوے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہو گئی تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرۃ ہذا اذا سقی فی نوبتہ مقدار حقہ اما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی
یضمن علی ما قال اسماعیل الزاہد قہستانی اور ذخیرہ میں ہے اور یہ یعنی عدم تاوان اس وقت ہے جبکہ اس نے اپنی باری میں اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر

[1] ایک نسخہ میں الماء کی جگہ الشرب ہے اور مآل واحد ہے ۱۲

باری کے سوائے میں سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اس پر تاوان لازم ہوگا بموجب قول اسمٰعیل زاہد کے کذا فی القہستانی ولا یضمن من سقی ارضہ
او زرعہ من شرب غیرہ بغیر اذنہ فی روایۃ الاصل وعلیہ الفتوی شرح وہبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما مرانہ غیر متقوم اور تاوان نہ دے وہ شخص جس نے اپنی
زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری سے بدوں اس کے اذن کے اصل کی روایت میں اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال میں ہے خلاصہ سے اس واسطے تاوان
نہیں کہ مذکور ہو چکا کہ باری کا پانی مال متقوم نہیں ہے ولو تصدق بزرعہ فحسن لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المغصوب فان الدابۃ اذا سمنت بہ انعدم
وصار شیئا آخر قہستانی اور اگر اس کے پیدا ہوئے غلہ یا پھل کو خیرات کر دے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اس میں برخلاف مغصوب
چارے کے اس لیے کہ جب جانور موٹا ہو گیا چارا کھانے سے تو چارا معدوم ہو گیا اور دوسری چیز بن گیا یعنی خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القہستانی فان تکرر
ذلک منہ لاضمان وادبہ الامام بالضرب والحبس ان رای الامام ذلک خانیۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر اگر یہ یعنی غیر کا پانی لینا چند بار واقع ہو اس شخص سے
تو تاوان نہیں اور تعزیر دے اس کو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اس کو مصلحت جانے کذا فی الخانیۃ اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وقال وجوز بعض مشایخ
بلخ بیع الشرب لتعامل اہل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانہ تعامل اہل بلدۃ واحدۃ اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض مشایخ بلخ نے پانی کی باری
بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے سبب سے اور یہ تجویز توڑی گئی اسطرح کہ یہ ایک شہر والوں کا رواج
ہے یعنی اور ایک شہر والوں کے رواج سے قیاس متروک نہیں ہوتا وافتی الناصحی بضمانہ ذکرہ فی جواہر الفتاوی قال وینفذ الحکم بصحۃ بیعہ فلیحفظ اور ناصحی
نے فتوی دیا ہے اس کے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے یہ مذکور ہے جواہر الفتاوی میں اور یہ کہا ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے
م اس فتوی میں ناصحی منفرد ہے تو عدم ضمان کا معارض نہ ہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے
کہ قاضی اپنے مذہب کے بجز معتمد قول پر حکم نہ کرے کذا فی الطحطاوی قلت وفی الہدایۃ وشروحہا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارض نفسہ بماء غیرہ ضمنہ
وبہ جزم فی النقایۃ ہہنا فافہم میں کہتا ہوں اور ہدایہ اور اس کی شروح میں بیع فاسد سے یہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین سینچی غیر کے
پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ میں یہاں سو اس کو سمجھ لے م شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام
میں جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت وقدمنا علیہ الفتوی فتنبہ میں کہتا ہوں اور البتہ مذکور ہو چکا وہ قول جس پر فتوی ہے تو خبردار رہ ہہنا مراد جمہور کا فتوی ہے
عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہو چکا ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ وساق لشرب الغیر لیس لضامن وثمنہ بعض وما ظہر اور وہبانیہ
میں ہے اور سینچنے والا غیر کی باری سے ضامن نہیں اور بعضوں نے اس پر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے وما جوزوا اخذا لتراب الذی
علی جوانب نہر دون اذن لیقرر اور فقہاء نے اس مٹی کا لینا جو نہر کے جوانب پر ہے تجویز نہیں کیا ہے بدوں اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو ولو حفروا نہرا والقوا ترابہ
فلو فی حریم لیس بالنقل یومر اور اگر لوگوں نے نہر کھودی اور اس کی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے وہاں سے اٹھانے کا
حکم نہ ہوگا م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین میں اور ان لوگوں نے نہر کی مٹی اس کی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب
زمین مٹی اٹھانے کا ان سے مواخذہ نہیں کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ ان سے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے وہبانیہ
کی دو بیتوں میں مذکور ہیں شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت میں بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ؏

★★★★

Marfat.com

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہے اشربہ یعنی شرابوں کے احکام میں م اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی خوبیاں ظاہر ہیں اس لیے کہ مزیل عقل ہیں اور عقل اشرف الاشیاء ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن خمر اگلی امتوں پر مباح تھی ان کی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب تو بسبب اپنی قوت کے آفت شراب کے متحمل تھے اور ان پرمستی غالب ہوتی تھی تو اس کی اباحت میں ان کے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب سے اور یہ امت تو کم عمر ضعیف البدن ہے تو ان پرمستی غالب ہو جاتی ہے شراب قلیل سے بھی اس لیے کہ ان کے حق میں یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر ان پر حرام ہو اور ابتدائے اسلام میں اس واسطے مباح ہوئی تھی تا فساد خمر کو معائنہ کرلیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہے یہ چیز حرام ہونے کے لائق تھی کذافی العینی طحطاوی نے کہا کہ مستی اور نشہ سب دینوں میں حرام تھا اور خمر کا تھوڑا بھی پینا امت محمدی پر حرام ہوا ان کی تعظیم اور تکریم کے واسطے تا امر قبیح میں واقع نہ ہوں کیونکہ یہ امت مشہود بالخیر ہے ہی جمع شراب والشراب لغۃ کل مائع یشرب واصطلاحا مایسکر اشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب میں عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پی جائے چنانچہ پانی اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نہ کرے اور اصطلاح شرع میں شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کردے م عرف ہندوستان میں شراب اس کو کہتے ہیں جو دیگ میں ڈال کر بطور عرق کے کشید ہو اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ گڑ کا والمحرم منہا اربعۃ انواع اور شرابوں میں سے چار قسم کی شرابیں حرام ہیں یعنی خمر اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اس کی آگے معلوم ہوگی م اصول اشربہ چار چیزیں ہیں ایک تو ثمار یعنی پھل جیسے انگور اور کھجور اور مویز یعنی انگور خشک جس کو اہل ہند منقی کہتے ہیں دوسرے حبوب جیسے گیہوں اور جو اور جوار تیسرے شیریں چیزیں چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھے البان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑے کا دودھ سو انگور سے پانچ یا چھ شرابیں بنتی ہیں یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور بختج یعنی پختہ اور منقی سے دو شرابیں بنتی ہیں یعنی نقیع اور نبیذ اور کھجور سے تین شرابیں بنتی ہیں یعنی سکر بفتحتین اور فضیخ اور نبیذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہ سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اس کے چند قسم کے ہیں تو یہ گیارہ یا زیادہ نام ہوئے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہ ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اس کو عصیر کہتے ہیں جب تک وہ شیریں ہے پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ لایا اور کڑوا ہو گیا اس کا نام خمر ہے اور جب کھٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تھوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اس کا نام باذق ہے اور اگر یہاں تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جل گیا تو اس کا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈال کر پتلا کیا پھر اس کو پکایا تو اس کا نام پختہ ہے اور اس کو یعقوبی اور ابایوسفی بھی کہتے ہیں اس لیے کہ ابو یوسفؒ نے ہارون الرشید کے واسطے اس کو مرتب کیا تھا اور جمہوری اور حمیدی بھی اس کو بولتے ہیں اور منقی سے نقیع اور نبیذ بناتے ہیں نقیع یہ کہ منقی کو پانی میں چند روز رکھا یہاں تک کہ پانی شیریں ہو گیا اور نبیذ یہ کہ منقے کا پانی تھوڑا پکایا گیا اور کھجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہیں سکر کچا پانی ہے تمر پختہ کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کھجور کا اور نبیذ پختہ یا گدر کھجور کا پانی ہے جو تھوڑا سا پکایا گیا کذافی العینی و قاضی خاں منقطا الاول الخمر وہی النئی بکسر النون فتشدید الیاء من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف ای رمی بالزبد ای الرغوۃ چار حرام شرابوں سے پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جب کہ وہ جوش کھائے

لہ جسیاندہ انگور خشک ۱۲ سے بمعجمہ ہاروزن امیر شراب نخوردہ خام ۱۲

Marfat.com

اورابلے اوراشتداد پکڑے اور جھاگ ڈالے شارح نے کہانِیٌ بکسر نون اور تشدید یاء تحتانیہ ہے اور زبد بفتح زاء معجمہ و باء موحدہ عبارت ہے رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی میں جھاگ اور پھینا کہتے ہیں جوش سے مراد جوش کامل ہے اس طرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جائے اور اوپر کا نیچے کذافی الطحطاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کھانے کی جس سے مست کر دینے کی قوت حاصل ہو جائے اور بعضوں نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہے جو شارب کے حواس کو فہم اور درک سے روکے اور بعضوں نے کہا صلاحیت اسکار یعنی مست کر دینے کی لیاقت مراد ہے کذافی بنایۃ العینی ولم یشترطا قذفہ وبہ قالت الثلثۃ وبہ اخذ ابوحفص الکبیر وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب ویاتی مایقیدہ اور صاحبین رحمہما اللہ نے خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدون جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی قول کو ابوحفص کبیر نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہے اور آگے آوے گا جو اس مطلب کا مفید ہے یعنی قولہ والکل حرام اذا غلی واشتد اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ اشتداد سے حاصل ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اس کو مستی پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہے اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہے اس واسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہے مکدر سے اور احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہیں وہ قطعی ہیں چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اس کے لہٰذا مناط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذافی الزیلعی وقد تطلق الخمرۃ علی غیر ما ذکر مجازا اور گاہے خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ام ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اس واسطے نام ہوا کہ وہ رکھی گئی یہاں تک کہ مختمر ہو گئی اور اختمار عبارت ہے تغیر ریح سے اور بعضوں نے کہا کہ خمر نام ہوا اس کی مخامرت کے سبب سے عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہے قول اول حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلثہ کے موافق ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل ان کی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خمر کی ہم نے کی ہے اس پر اہل لغت کا اتفاق ہے اس کے سوا اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیرہ ذلک کہتے ہیں تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہے یا بیان حکم پر محمول ہے کذافی الزیلعی اور مزید تفصیل اس کی کتب مطولہ میں ہے ثم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع لعینہا اے لذاتہا پھر مصنف نے خمر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نہ کرے ام بعضوں نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں اس واسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہے اس میں قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے اس لیے کہ قرآن میں خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ لحم خنزیر کو نجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور حرام ہونے میں یکساں وفی قولہ تعالٰی انما الخمر والمیسر الایۃ عشر دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت میں دس دلیلیں خمر کے حرام ہونے پر مجتبی وغیرہ میں مشروحا مذکور ہیں ام دلائل مذکورہ یہ ہیں ۱ خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر فرمایا ۲ اس کو رجس یعنی نجس العین کہا ۳ اعمال شیطانی سے اس کو شمار کیا ۴ اجتناب کا حکم کیا ۵ اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ۷ ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہے اس کے سبب سے ۸ روکتا ہے یاد خدا سے ۹ روکتا ہے نماز سے ۱۰ نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذافی الحلبی وہی نجسۃ بنجاسۃ مغلظۃ کالبول اور خمر بنجاست مغلظہ ہے پیشاب کے مانند اس واسطے کہ اس کی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے ویکفر مستحلہا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اس واسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہوا وسقط تقومہا فی حق المسلم لا مالیتہا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اس کی صحیح تر قول میں ام مال متقوم مسلمان کے حق میں اس واسطے نہیں کہ حق تعالٰی نے اس کی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم

لہ اور سب حرام ہیں جب جوش کھائیں اور شدت پکڑیں ۱۲ ۔ ۲ہ ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے ۱۲ ۔ ۳ہ جس کی ذات ناپاک ہو ۱۲

Marfat.com

ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اس کی طرف وحرم الانتفاع بہا
ولو لسقی دواب او لطین او نظر للتلہی او فی دواء او دہن او طعام او غیر ذلک اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروں کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر
کرنا دیوار بنانے کو یا اس کا دیکھنا تماشے کے واسطے یا دوا میں اس کا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اس کے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے
الا لتخلیل او لخوف عطش بقدر الضرورۃ ولو زاد فسکر حد مجتبی مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پی
کر مست ہوگا تو اس پر حد ماری جاوے گی کذا فی المجتبی ولا یجوز بیعہا لحدیث مسلم ان الذی حرم شربہا حرم بیعہا اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث
کی دلیل سے مقرر جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے م مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک خمر تحفہ لایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ نے فرمایا کہ تجھ کو کیا معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا پینا حرام کیا ہے پھر اس نے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات
کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے کیا سرگوشی کی اس نے کہا کہ میں نے اس کے بیچ ڈالنے کا امر کیا تب یہ حدیث فرمائی کہ جس نے پینا حرام کیا اس نے اس کا
بیچنا حرام کیا پھر اس مرد نے مشک کا دہانہ کھول دیا تو جو اس میں خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینی ویحد شاربہا وان لم یسکر منہا اور حد ماری جائے خمر
کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہ ہو جائے اس سے م باوجود عدم سکر حد لازم ہے اس واسطے کہ اس کی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ
ام الخبائث ہے بسوط میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اس پر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت
کرتے ہیں پھر اگر اس نے پی تو اس کی نماز چالیس رات مقبول نہیں ہوتی اور اگر اس کو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی عن
القہستانی ویحد شارب غیرہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو حد ماری جاتی ہے جب کہ اس کو بیہوشی اور نشہ ہو م فتاوی عالمگیری میں
ہے کہ ہمارے زمانے میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماری جاوے گی اس پر جو مست ہو جائے اور ان شرابوں کو پی کر جو حبوب اور شہد اور دودھ اور
انجیر سے بنائی جاتی ہیں اس واسطے کہ فاسق لوگ ان شرابوں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانے میں اور لہو و لعب کا قصد کرتے ہیں اور اس کے پینے سے مست
ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی ولا یؤثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اس کے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا م یعنی پکانے سے اس کی حرمت زائل نہیں ہوتی
اس واسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ اس واسطے کہ اس کی حرمت کو باطل کر دے حرمت کے ثابت ہو جانے کے بعد یعنی خمر
ہو جانے سے پہلے طبخ البتہ مؤثر ہے اور جب کہ خمر بن گئی تو اس کے بعد طبخ کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی الا انہ لا یحد فیہا مالم یسکر منہ لاختصاص الحد بالنی ذکرہ الزیلعی
واستظہرہ المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبی ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد مالم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی وفیہ
کلام لابن الشحنۃ مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نہ جاوے گی جب تک اس سے مست نہ ہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھ الیسا ذکر کیا ہے زیلعی
نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہے اس قول کو جو قنیہ اور مجتبی میں ہے یعنی جب خمر پکائی گئی اور اس کی تلخی دور ہو گئی تو حلال
ہو جاتی ہے پھر مصنف نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نہ کیا جائے اس کے قول کی طرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے
جب تک کہ اس کی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہ ہو انتہی اور اس تضعیف میں ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے م خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع
ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی کا یہ ہے کہ اس کے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پیئے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول
ہے اور اسی طرح قاضی خاں اور بدائع میں ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جب کہ اس سے اوصاف خمریت کے یعنی تلخی
اور مست کر دینا زائل ہو جائے کیونکہ اس کی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اس کی حقیقت بدل جاتی ہے اور یہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ طبخ
سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اس کی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہیں پایا گیا جو مقتضی ہے اباحت کا اور یہ جو کہا

Marfat.com

طبخ کو اس کی حلت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف اس کے نہیں اس لیے کہ مؤثر انقلاب ہے طبخ کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں کذا فی الطحطاوی **ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قالہ المصنف قلت ولو باحتقان واقطار فی احلیل نہایۃ** اور جائز نہیں خمر سے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا کہا ہے مصنفؒ نے شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جائے اور پیشاب کے سوراخ میں ٹپکائی جائے کذا فی النہایۃ ہر چند حقنہ وغیرہ میں احتمال سکر کا نہیں لیکن نجس العین ہونے سے یہ بھی درست نہیں اسی طرح اس کا سرمہ اور ناس میں ڈالنا جائز نہیں **ویجوز تخلیلہا ولو بطرح شیء فیہا خلافا للشافعی** اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈال کر سرکہ بنے برخلاف شافعی رحمہ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہو جائے تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈال کر سرکہ بنانا درست نہیں پھر جب خمر سرکہ ہو گئی تو جہاں تک سرکہ ہے وہاں تک برتن پاک ہو گیا اور اس کی اوپر کی جانب اس کی تبعیت سے پاک ہو گئی ابو السعودؒ نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی **والثانی الطلاء بالکسر وہو العصیر یطبخ حتی یذہب اقل من ثلثیہ ویصیر مسکرا وصوب المصنف ان ہذا یسمی الباذق** اور دوسری قسم اشربہ محرمہ سے طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہاں تک کہ دو تہائی سے کمتر جل گیا اور وہ مسکر ہو گیا اور مصنفؒ نے اپنی شرح میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس کا نام بادہ ہے نہ طلاء ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جل گیا وہ بادہ ہے اور قاضی خاں کے فتاوی میں دو تہائی کی قید نہیں بلکہ یوں کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحطاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ اقل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر تہائی جل جاوے گا تو جب تک شیریں ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد غلیان اور اشتداد کے جب تک نشہ نہ کرے تب تک شیخینؒ کے نزدیک حلال ہے **خلافا لمحمد واما الطلاء فما ذکرہ بقولہ وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی ذہب ثلثاہ وبقی ثلثہ وصار مسکرا وہو الصواب کما اجری علیہ صاحب المحیط وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لا فی الحکم لان حل ہذا المثلث المسمی بالطلاء علی ما فی المحیط ثابت بشرب کبار الصحابۃ رضی اللہ عنہم کما فی الشرنبلالیۃ** اور دوسرا قول یہ ہے کہ طلاء وہ مشروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہاں تک کہ اس کی دو تہائیاں جل جاویں اور ایک تہائی باقی رہے اور وہ مسکر ہو جائے اور اسی مشروب کو طلا کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہیں یعنی فقط تسمیہ میں نہ حکم میں یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس مثلث کو طلا کہا ہے اس کو حرام نہیں کہا ہے اس واسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جو مسمی بطلا ہے بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے م خلاصہ یہ کہ طلا بتفسیر اول یعنی بادہ حرام ہے اور طلا بہ تفسیر ثانی یعنی مثلث عنبی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہیں الا بقدر مسکر کذا فی الطحطاوی **وسمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ہذا بطلاء البعیر وہو القطران الذی یطلی بہ البعیر الجربان** اور مثلث کا نام طلا رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے اس قول کے سبب کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کے طلا کے ساتھ اور وہ یعنی طلاء وہ قطران ہے جو خارشتی اونٹ کو ملا جاتا ہے م طلا بالکسر قطران ہے اور قطران بالفتح وکسرہ چیز ہے جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ مثلث عنبی غلظت قوام میں از بسکہ مشابہ تھا طلا سے لہذا اس کو فاروق اعظمؓ نے فرمایا **ونجاستہ ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ المصنف کالخمر بہ یفتی** اور اس کی نجاست یعنی طلا کی بنا بر تفسیر اول چنانچہ مصنف نے کہا ہے خمر کے مانند نجس ہے اسی قول پر فتوی ہے م طلا بہ تفسیر اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو مسمی بہ بادہ ہے اس کی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث عنبی چونکہ وہ حلال ہے تو ظاہر ہے **والثالث السکر بفتحتین وہو النیء من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد** اور اشربہ محرمہ سے تیسری شراب سکر ہے بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس ہے بے پختہ تر کھجور کا جب کہ وہ خوب جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی اور اس میں قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیریں ہو گا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی **والرابع نقیع الزبیب وہو النیء من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان** اور اشربہ محرمہ سے چوتھی شراب نقیع زبیب ہے یعنی خیسانده مویزی اور وہ کچا پانی ہے مویز کا یعنی جس پانی میں انگور خشک کو چند مدت تر رکھا بشرطیکہ اس کے جھاگ ڈالنے کے جوش کھانے کے بعد **والکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلی واشتد** اور تمام یعنی تینوں مذکور شرابیں یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب حرام ہیں جب کہ جوش کھاویں اور اشتداد پکڑیں

Marfat.com

والا لم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہ ہو تو بالاتفاق حرام نہیں ہم امام کے نزدیک اس واسطے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد و جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس وجہ سے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہے سو حاصل نہیں وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے ہم امام کے مذہب پر تو ظاہر ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس لیے حرام ہے کہ جب فقط غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہو گئی وظاہر کلام کبقیۃ المتون انہ اختار ہہنا قولہما قالہ البرجندی ثم قال القہستانی وترک القید ہہنا لانہ اعتمد علی السابق فتنبہ اور ماتن کا ظاہر کلام باقی اور متنوں کے مانند یہ ہے کہ اس نے اس مقام میں صاحبینؒ کا قول پسند کیا ہے کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہیں کیا ایسا کہا ہے برجندی نے ہاں قہستانی نے کہا کہ ماتن نے یہاں جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اس واسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہاں اس کے ذکر کو ضرور نہ جانا تو اس سے خبردار رہنا ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اس واسطے کہ اس نے سکر کی حرمت میں جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیع زبیب میں بھی جاری ہو گی اس واسطے کہ دونوں میں یکساں خلاف ہے ولم یبین حکم نجاسۃ السکر والنقیع ومفاد کلامہ انہا خفیفۃ وہو مختار السرخسی واختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنفؒ نے سکر بفتحتین اور نقیع کی نجاست کا جو بیان نہیں کیا اور اس کے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی نجاست خفیفہ ہے اور یہی قول شمس الائمہ سرخسیؒ کا مختار ہے اور ہدایہ میں یہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے وحرمتہا دون حرمۃ الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اشربہ ثلاثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی کمتر ہے خمر کی حرمت سے تو ان کا حلال جاننے والا کافر نہ کہا جاوے گا اس واسطے کہ حرمت ان کی اجتہاد کے سبب سے ہے اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہے ہم کشف میں ہے کہ یکفر کو اکفار سے کہنا بہتر ہے تکفیر سے اس واسطے کہ اول نسبت الی الکفر میں خاص اور ثانی مشترک ہے اور خاص دلالت مراد میں اولی ہے مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر والزبیب ان طبخ ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے چار مشروب حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبیب ہے یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہاں تک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اس کا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے ہم اشتداد کے ساتھ قذف کو ذکر نہیں کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ رمز میں ہے عینی نے کہا متخذ من التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اس کی حلت میں بھی احادیث وارد ہیں تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جائے وہذا اذا شرب منہ بلا لہو وطرب فلو شرب للہو فقلیلہ وکثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت نبیذ اور تمر اور زبیب کی اس وقت ہے جبکہ وہ پیا جائے بدوں لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کے واسطے شرب ہو گا تو اس کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے ہم مختار میں ہے کہ طرب سبکی ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے در رمیں کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہے ومالم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم اور یہ حلت اس وقت تک ہے جب تک وہ نشا نہ کرے تو اگر اسقدر پیے گا جس قدر کے پینے سے اس کے نشہ کرنے کا گمان غالب ہو گا تو وہ پینا حرام ہے نہ مشروب تمامہ بحر رائق میں ہے کہ جس نے نو پیالے پیے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اس کو نشہ نہ ہوا پھر اس نے دسواں پیالہ پیا سو اس نے نشہ کیا تو حرام دسواں پیالہ ہے نہ اگلے پیالے ابو یوسفؒ نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہے اور وہاں کا بیٹھنا حرام اور اس کی طرف چلنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد یحل بلا لہو اور اشربہ حلال سے مشروب ثانی خلیطین ہے یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جب کہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد اس میں حاصل ہو حلال ہے بدوں لہو ولعب کے ہم حلت کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے واسطے برتن میں ڈالتے تھے اور پانی اس پر ڈالتے تھے سو جو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت صلعم اس کو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو بھگو رکھتے اس کو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث میں خلیطین سے نہی وارد ہے وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتوں کا اجتماع نہ ہووے اور حالانکہ پڑوسی محتاج ہے بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ حالی میں تھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل والتین والبر والشعیرۃ والذرۃ یحل سواء طبخ او لا بلا لہو وطرب اور اشربہ حلال سے شہد اور انجیر اور گیہوں اور جو اور جوار کا نبیذ ہے یعنی خیسانندہ ان چیزوں کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہیں بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبی وان اشتد وہو ما طبخ ماء العنب حتی یذہب ثلثاہ ویبقی ثلثہ اذا قصد بہ استمرار الطعام والتداوی والتقوی علی طاعۃ اللہ ولو للہو لا یحل اجماعاً حقائق اور اشربہ حلال سے چوتھا مشروب مثلث انگوری ہے اگرچہ اس میں اشتداد حاصل ہو اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جائے یہاں تک کہ اس کی دو تہائیاں جاتی رہیں اور ایک تہائی باقی رہے یہ اس وقت حلال ہے جب کہ اس کے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالیٰ کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو ولعب کے واسطے پیتا ہے تو شیخین اور محمدؒ سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق م شیخینؒ کے نزدیک مثلث عنبی بشرط مذکور حلال ہے اور محمد اور آئمہ ثلثہ کے نزدیک حرام ہے منجملہ دلائل حلت شیخینؒ کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی میں سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ ہم نے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا تھا پڑھا اس میں یہ تھا کہ شام کا قافلہ مشروب[1] غلیظ اسود لایا طلاء ابل کے مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ میں نے ان سے سوال کیا کہ تم اس کو کتنا پکاتے ہو سو انھوں نے مجھ کو خبر دی کہ دو تہائیاں جلا ڈالتے ہیں اس کے دو ثلث اخبث جاتے رہے ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث اشتداد اور سکر کا سو اپنے لوگوں سے حکم کر کہ اس کو پیا کریں اور دوسری روایت نسائی کی یوں ہے کہ اپنے مشروب کو تم پکاؤ یہاں تک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے سو شیطان کے دو حصے ہیں اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ابوحفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اس کا پینا حلال نہیں سائل نے کہا کہ تم امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کے واسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں لوگ لہو ولعب اور فسق وفجور کے واسطے پیتے ہیں ابو یوسف سے امالی میں روایت ہے کہ اگر کشتی کے واسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور وہاں کا بیٹھنا اور اس طرف کا چلنا حرام ہے امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ میں نبیذ تمر کو حرام نہیں کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اس واسطے کہ اکابر دین اس کو استعمال کرتے تھے اور میں اس کو نہیں پیتا ہوں باعتبار مروت کے انتہی ما فی العینی وصح بیع غیر الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو اشربہ مذکور ہو چکے ان کی بیع صحیح ہے م یعنی اشربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخینؒ کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے اس واسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے کذا فی الطحطاوی ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ہل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل قالہ المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اس واسطے کہ دونوں غیر خمر ہیں میں کہتا ہوں اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہیں تو یہ محمول اس پر ہے کہ عدم جواز سے ابن انجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا ہے مصنفؒ نے شرح میں وتضمن ہذہ الاشربۃ بالقیمۃ لا بالمثل لنعنا عن تملیک عینہ وان جاز فعلہ اور تاوان دیا جائے گا ان شرابوں کا بسبب تلف کر ڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اس واسطے کہ ہم ممنوع ہیں اس کی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے م جواز فعل تملیک سے صحت اور ثواب مراد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمتہ صلیبا لانہ مال متقوم فی حقہ وقد امرنا بترکہم وما یدینون زیلعی برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا چلیپا تلف کر ڈالے تو اس کے مانند چلیپا کی قیمت کا تاوان دیا جائے گا اس لیے کہ چلیپا مال متقوم ہے ذمی کے حق میں اور ہم مامور ہیں ان کے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمہا محمد ای الاشربۃ المتخذۃ من العسل والتین

[1] پینے کی چیز گاڑھی سیاہ رنگ ۱۲۔

ونحوہا قال المصنف مطلقا قلیلہا وکثیرہا وبہ یفتی ذکرہ الزیلعی وغیرہ اور حرام کہا ہے ان کو محمدؒ نے مصنف نے شرح میں کہا یعنی جو شرابیں کہ بنائی جاویں شہد اور انجیر اور ان کے مانند سے وہ محمد کے نزدیک مطلقا حرام ہیں خواہ قلیل ہوں خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی وغیرہ نے م قہستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ حبوب اور حلاوات کا نبیذ یعنی ان کا بوزہ بشروط مذکورہ شیخین کے نزدیک حلال ہے تو جوان کو پی کر مست ہو اس پر حد نہیں اور اس کی طلاق واقع نہیں اور محمدؒ کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی میں ہے اور محمدؒ کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کفایہ وغیرہ میں ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ اشربہ مذکورہ سے جو نشا کرے علی العموم اس کا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم کہ کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنی جو نشہ کرنے والی چیز ہے وہ خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمدؒ و ابن ماجہؒ و دارقطنی کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے اور فتوی محمد کے قول پر ہے اور بزازیہ میں ہے کہ محمد کے نزدیک قلیل اس کا اور کثیر سب حرام ہے فقہا نے کہا کہ ہم محمدؒ کے قول کو لیتے ہیں اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ اور ابو داؤدؒ ظاہری کا ہے انتہی اور یہ اختلاف شیخینؒ اور محمدؒ کا چار اشربہ حلال میں ہے اور اشربہ محرمہ میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخینؒ اور محمدؒ کے حرام ہے گو کہ اس قدر سے نشہ نہ ہوا اگرچہ حد لازم نہ ہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصرا واختارہ شارح الوہبانیۃ وذکر انہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہے محمدؒ کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخینؒ اور محمدؒ سب سے م اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہوگی شرح وہبانیہ میں عبارت یوں مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ اس نے ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہے اس واسطے کہ جس نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشہ فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوئی تاکہ اس کے پینے سے لوگ باز رہیں تا روئے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہے خمر کے سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی الطحطاوی ملخصا ونظمہ فقال ۔ وفی عصرنا فاختیر حد واوقعوا ۔ طلاقا لمن من مسکر الحب یسکر ۔ وعن کلہم یروی وافتی محمد ۔ بتحریم ما قد قل وہو المحرر ۔ اور شرح وہبانیہ نے اس کو نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہے اور علما نے طلاق واقع کر دی ہے اس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزے سے مست ہو اور شیخینؒ اور محمدؒ سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد نے قلیل کی بھی تحریم کا فتوی دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے وفی طلاق البزازیۃ وقال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وہو نجس ایضا ولو سکر منہا المختار فی زماننا انہ یحد زاد فی الملتقی ووقوع طلاق من سکر منہا تابع للحرمۃ والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ہو عند قصد التقوی اما عند قصد التلہی فحرام اجماعا انتہی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور بزازیہ کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمد نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اس کا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر اس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ میں قول مختار یہ ہے کہ اس پر حد ماری جائے ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہوا اس کے پینے سے تو اس کی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہے اور سب مسکرات حرام ہیں محمدؒ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ خلاف شیخینؒ اور محمدؒ کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخینؒ اور محمدؒ کے حرام ہے انتہی ما فی الملتقی اور پورا بیان اس کا اس شرح میں ہے جو ہم نے ملتقی پر لکھی ہے زاد القہستانی ان لبن الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لہما والسکر منہ حرام بلا خلاف والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اس قدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب جوش کھا کر ستی لاوے تو محمد کے نزدیک حلال نہیں برخلاف شیخینؒ کے اور نشہ ہونا اس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اس کے مست پر حد واقع ہونا اور اس کی طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہے یعنی شیخین کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور محمد کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الرماک ای الفرس اذا اشتد لم یحل وصحح فی الہدایۃ حلہ وفی الخزانۃ انہ یکرہ تحریما عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح گھوڑی کا دودھ جب تک جوش کھائے حلال نہیں اور ہدایہ میں اس کے حلال ہونے کو صحیح کہا ہے یعنی امام کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے سب مشائخ کے نزدیک امام کے قول پر م حلت اس وقت تک ہے جب تک نشا نہ کرے

Marfat.com

زیلعی میں قول اصح یہ ہے کہ گھوڑے کا دودھ امامؒ کے نزدیک حلال ہے بموجب فکر کے صاحب ہدایہ کے اس لیے کہ اس کے گوشت کی کراہت احترام کے سبب ہے اور اس لیے کہ مادہ جہاد منقطع نہ ہو جائے تو یہ کراہت اس کے دودھ کی طرف متعدی نہ ہوگی انتہی کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ اتخاذ النبیذ فی الدباء جمع دباۃ وہی القرع حلال ہے نبیذ بنانا تونبیوں میں دباء بتشدید باء جمع ہے دباۃ کی جو بمعنی کدو ہے والحنتم جرۃ خضراء والمزفت المطلی بالزفت ای القیر والنقیر الخشبۃ المنقورۃ وما ورد من النہی نسخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنی سبز گھڑے اور مرتبان میں اور اس برتن میں جس پر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہے اور لکڑی کے کھدے ہوئے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے م محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں عن ابی حنیفۃ عن علقمۃ بن مرثد عن ابی بریدۃ عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا کرو اور بیہودہ گوئی نہ کرو اور محمدؐ کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جاوے سو اب رکھو جتنا تم چاہو منع اسی واسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کشائش کرے اور دباء اور حنتم اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن میں اس واسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں کرتا اور نہ پیو نشہ کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایۃ ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی ہے سو اگر ان میں شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے ان کا استعمال درست ہے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمدؒ کے نزدیک وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس میں بار بار پانی بھرے اور گراتا رہے یہاں تک کہ صاف پانی نکلے جس میں نہ شراب کا مزا ہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے وکرہ شرب دردی الخمر ای عکرہ والامتشاط بالدردی لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ ککثیرہ کما مر ولکن لا یحد شاربہ عندنا بلا سکر وبہ یحد اجماعا اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اس کو کنگھی میں ملا کر بالوں میں لگانا مکروہ ہے اس واسطے کہ دردا اور تلچھٹ میں خمر کے اجزا موجود ہیں اور خمر کا قلیل اس کے کثیر کے مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولیکن اس کے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد نہ ماری جاوے گی بدوں نشہ کے اور نشہ کے ساتھ باجماع حد ماری جاوے گی ویحرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کھانا حرام ہے اس واسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا سے اور نماز سے باز رکھتا ہے اور روکتا ہے م طحطاوی نے بنج اور حشیش میں عطف تفسیری سمجھا ہے حالانکہ یہ خطا ہے اس لیے کہ بنج بفتح باء موحدہ وسکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بنگ ہے جس کو جاہل فقیر پیتے ہیں چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتی ست شبیہ بہ برگ بادرنجبویہ ولیسیا غلیظ در طول وعرض از آں بزرگ تر ولیسیار سبز مائل بسیاہی وبرگ وساق غلیظ آں مزغب وثمر آں در غلافی شبیہ بگل انار وشاخہائے آں یکے زیر دیگرے ومملو از تخمے شبیہ بحلبہ ولیسیار ریزہ تر از آں وغیر مدور وسہ نوع است سیاہ وسرخ وسفید سپردو نوع اول باسمیت وغیر مستعمل ونوع سوم کہ مفید است مستعمل وکمیاب بعضے سرخ آں را استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب میں کہا کہ لفارسی کتب وبنگ وبہندی بھانگ وباصطلاح ورق الخیال وحشیش وحشیشۃ الفقراء گویند درخت آں بلند وساق آں مجوف وگل آں سفید وتخم آں مدور کہ آں را شہدانج ولفارسی شاہدانہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گھاس ہے جس کو قلندریہ استعمال کرتے ہیں جو لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغائر ہے حشیش کی اس واسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن مخدر[1] اور مفتر اور مکسل ہے اور اس میں اوصاف ذمیمہ ہیں لہذا متاخرین کا اس کی تحریم پر اجماع واقع ہوگیا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل سقمونیا اور بنج مباح ہے دوا کے واسطے اور جو اس پر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کرے وہ حرام ہے انتہی ما فی العینی طحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے نقل کیا کہ

[1] سن کرنے والی اور سستی کرنے والی ۱۲

Marfat.com

بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کے مانند اس واسطے کہ اگر چہ اس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے انتہی لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر منہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوہرۃ خراسانی اجوائن اور بنگ اور افیون حرام ہے لیکن ذلت خمر سے ان کی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص ان میں سے کھائے تو اس پر حد نہیں اگر چہ اس سے مست ہو جائے بلکہ اس کو تعزیر دی جائے حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ وکذا تحرم جوز الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف اور اسی طرح جوز الطیب یعنی جائے پھل حرام ہے لیکن اس کی حرمت بنگ کی حرمت سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ثم مصنف نے شرح میں حرمت جائے پھل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اس کو ثابت رکھا ہے اپنے قواعد کے موافق جان کر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ جوز الطیب مسکر ہے ونقل عن الجامع وغیرہ من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین الزاہدانہ یکفر ویباح قتلہ مصنف نے شرح میں جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بنگ کے حلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہد نے کہا کہ وہ منسوب بہ کفر ہے اور اس کا قتل مباح ہے ثم مصنف نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح تمرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت حشیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہؒ سے کچھ منقول نہیں اس واسطے کہ ان کے وقت میں اس کا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی کچھ منقول نہیں مزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہیں امام شافعی کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظمؒ کے عراق اور عجم میں تھے اور وہ اس کی اباحت کے قائل تھے پھر جب اس کی بلا عام ہو گئی اور یہ فتنہ عام میں پھیلا اور سفاہت عقل پر غالب ہو گئی اسکے استعمال سے تو تمام علماء ماوراء النہر نے مزنی کے مانند اس کی حرمت اور اسکے جلانے اور اس کے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعیؒ اور حنفیؒ دونوں مذہبوں کا اس کے حرام ہونے پر فتوی ہے یہاں تک کہ اس کی حلت کے قائل کو زندیق اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہو اور طلاق دے تو اس کی طلاق واقع ہو گی زجراً اور توبیخ کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ البدر المتعلقۃ بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انہ صرح بتحریم جوز الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانہا مسکرۃ میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد نجم غزی شافعی مذہب نے اپنی شرح میں جو ان کے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان میں ہے ابن حجر مکی سے یوں کہا ہے کہ اس نے تصریح کی ہے جائے پھل کے حرام ہونے پر باتفاق چاروں اماموں کے اور یہ کہ وہ نشہ کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق فی سنۃ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لا یسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وہو حرام لحدیث احمد عن ام سلمۃ قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نہی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان استعمالہ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ کسائر الصغائر انتہی بحرفہ پھر کہا ہمارے استاد نجم شافعیؒ نے کہ تنباکو جو نو پیدائش ہے اور اس کی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال ہجری میں ہوئی ہے اس کا پینے والا یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں کرتا اگر اس کے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنی اگر چہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر حواس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلعم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنے والی اور سست کرنے والی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں اور باوجود منع کر دینے سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہے علاوہ یہ کہ اس کا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہاں اس کو ہمیشہ استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہاں اس کو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے انتہی کلام النجم الشافعیؒ بلفظہ ثم ابو السعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علماء شافعیہؒ کے مخالف ہے اس واسطے کہ شافعیہؒ نے تصریح کی ہے کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اس کا سامان کر دینا واجب ہے انتہی اور ہم نے ثقات شافعیہ سے دریافت کیا سو انھوں نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہے مگر بعارض

Marfat.com

اور حقہ اس وقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اس کی عادت ہو اور ترک اس کا ضرر نہ کرے تو از قبیل تفکہات ہو گا اور اگر اس کا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہو گا تو اب زوج پر لازم نہ ہو گا انتھی کلام الشافعیۃ اور یہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہے کہ یہ مختلف ہے اختلاف مستعملین کے یعنی ہر کسی کو مضر ہے اور کسی کو نافع وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف ویظہر اثرہ فیما اشکل حالہ کالحیوان المشکل امرہ والنبات المجهول سمتہ انتھی قلت فیفهم منہ حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبہ اور اشباہ میں اس قاعدہ کے اندر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدہ کا اس چیز میں جس کا حال معلوم نہیں چنانچہ وہ جانور جس کا حال معلوم نہیں اور وہ گھاس جس کا زہر ہونا ثابت نہیں ہوا انتھی کلام الاشباہ میں کہتا ہوں تو اس قاعدے سے پوچھا جاتا ہے حکم اس گھاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ میں شائع اور پھیل گئی ہے جس کا نام تتن یعنی تمباکو ہے تو خبردار رہنا یعنی بموجب اس قاعدہ کے اصل اشیا میں اباحت ہے تمباکو مباح ہے اور بموجب اس قاعدہ کے اصل اشیاء میں توقف ہے یعنی نہ اباحت ہے نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہے نہ حرام وقد کرہہ شیخنا العمادی فی ہدیتہ الحاقا بالثوم والبصل بالاولی فتدبر اور البتہ تمباکو کو ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی میں مکروہ کہا ہے اس کو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولی ملحق کر کے سو اس کو غور کر لے ف مفتی روم ابو السعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہے لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے انتھی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں حقہ پینا مکروہ تحریمی ہے جیسے لہسن پیاز وہاں مکروہ تحریمی ہے اور قرآن خوانی کے وقت اس کا استعمال صریح بے ادبی ہے کذافی الطحطاوی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ (کل دخان حرام)[1] سے قلیان کشی کو حرام کہتے ہیں سو یہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک تو بدبو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھواں نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے انتھی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم وممن جزم بحرمۃ الحشیشۃ شارح الوہبانیۃ فی الحظر ونظمہ فقال ؎

وافتوا بتحریم الحشیش وحرقہ ۞ وتطلیق محتش لزجر وقرروا ۞ لبائعہ التادیب والفسق اثبتوا ۞ وزندقۃ للمستحل وحرروا ۞ اور ان علما میں سے جو بنگ کی حرمت پر یقین کر چکے ہیں شارح وہبانیہ نے بیان کیا ہے اس کو کتاب الحظر میں اور اس کو نظم کیا ہے اور یوں کہا ہے اور علما نے فتوی دیا ہے بنگ کے حرام ہونے اور اس کے جلا دینے اور بنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توبیخ کی وجہ سے اور ثابت کی ہے علما نے بنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اس کے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اس کو منقح اور محقق بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ۞

---

[1] ہر دھواں حرام ہے ۱۲

Marfat.com

کتاب الصید

یہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام میں ہم قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہے جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بط نکل گئی اس لیے کہ ممتنع سے وہ مراد ہے کہ اس کے پاؤں یا پر ہوں جن سے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اس واسطے کہ متوحش سے مراد یہ ہے کہ آدمیوں سے مالوف نہ ہو نہ رات نہ دن اور وحشت طبیعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہو گیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید میں چنانچہ پالو ہرن جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلا منہما یورث السرور شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سے یہ ہے کہ دونوں چیز مورث سرور ہوتی ہیں وہو مباح بخمسۃ عشر شرطا مبسوطۃ فی العنایۃ وسنقررہا فی اثناء المسائل شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطوں سے جو مفصل مذکور ہیں عنایہ میں اور ہم ان کی تقریر بیان کریں گے اس کتاب کے اثنا مسائل میں ہم مجملہ شروط مذکورہ پانچ شرطیں ہیں شکار کرنے والے میں ۱ ہونا اس کا مسلم یا کتابی ۲ چھوڑنا اس کا کلب یا باز کو ۳ شریک نہ ہونا اس کے چھوڑتے میں غیر مسلم یا کتابی کا ۴ ترک بسم اللہ عمدا نہ کرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام میں مشغول نہ ہونا اور یہ پانچ شرطیں کلب وغیرہ میں ہیں ۱ معلم ہونا اس کا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اس کا بطریق چھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطیں شکار میں ہیں ایک اس کی نورش نیش دار دانت اور چنگل سے نہ ہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہ ہونا ۳ سوائے مچھلی کے آبی جانور نہ ہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پاؤں سے یا پروں سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اس کے ذبح کرنے کے کذا فی العالمگیریہ عن النہایۃ پہلی تینوں شرطیں حلت اکل کے واسطے ہیں نہ مطلق شکار کیواسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہے شکاری کے اختلاف حال سے اس لیے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کے واسطے اور غایۃ البیان میں ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانور میں اور حرام میں حلال تو کھانے کے واسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کے واسطے یا اس کی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کے واسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قرآن سے قال اللہ تعالیٰ واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہ ہو تو شکار کرو اور حرام کر دیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی میں جب تک تم محرم ہو اور مشروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب اپنا کتا چھوڑے تو اس پر بسم اللہ کہہ پھر اگر اس نے شکار پکڑ رکھا اور تو نے اس کو زندہ پایا تو اس کو ذبح کر اور اگر تو نے اس کو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اس کو نہیں کھایا تو اس کو کھا اس واسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہے یہ حدیث بخاری اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اس کے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اس کی خوبی ثابت ہے اس واسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور بہ اکتساب مباح ہے انتہی مافی المنح الا للمحرم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں ہم حلبی نے کہا یوں کہنا بہتر تھا الا المحرم اوفی الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں مباح نہیں اس واسطے کہ یہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں اھ وللتلہی کما ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہے مگر لہو ولعب کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے او حرفۃ علی ما فی الاشباہ قال المصنف

وانما زدتہ تبعا لہ والا فالتحقیق عندی اباحۃ اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی

Marfat.com

البزازیۃ وغیرہا یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں بہ عدم اباحت بموجب اشباہ کے ہے مصنف نے شرح میں کہا کہ میں نے عدم اباحت حرفہ متن میں زیادہ کی اشباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیق ہے اس واسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کے برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے م مصنف شاگرد ہے صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اس کے قول ضعیف کو بھی علانیہ رد نہ کیا نصب شبکۃ لصید ملک ماتعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للجفاف فانہ لا یملک ماتعلق بہا ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا اس جانور کا جو اس میں پھنس گیا برخلاف اس صورت کے جب کہ جال لگایا اس کے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہ ہوگا اس کا جو پھنس گیا اس میں م تو اول صورت میں دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور دوسری صورت میں جو شخص اس کو پکڑے گا مالک ہوگا جال والا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد المفلش او غیرہ خاتما او دینارا مضروبا بضرب الاسلام لا یملکہ ویجب تعریفہ اور اگر دینار پایا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جس پر اسلام کا سکہ ہے پاوے تو اس کا مالک نہ ہوگا اور اس کی تعریف یعنی پہنچوانا واجب ہے کہ جس کا ہو سو اس کو لے م مفلش بضم میم وسکون قاف وکسر لام وشین معجمہ عرف میں اس کو کہتے ہیں جو زمین کی مالیت کی چیز تلاش کرتا پھرے کذا فی الطحطاوی اور جس پر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم[1] اسباب الملک ثلثۃ ناقل کبیع وہبۃ وخلافۃ کارث واصالۃ وہو الاستیلا حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتہیئۃ کنصب شبکۃ لصید لا لجفاف علی المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للمفلش ما یجدہ بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب ناقل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف ملکیت منقول ہو جائے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرے کا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کی اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو تصرف میں کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اس کے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر ایک شخص مستولی ہو جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہ ہوگا یعنی اس واسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز جو پاوے بدون تعریف کے تمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے م تمام تعریف صید کی قہستانی سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدم فی الذبائح من کلب وباز ونحوہما ویشترط قابلیۃ التعلیم لشرط کونہ لیس بنجس العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند ان کے چنانچہ چیتا اور شکرا الشرط قابل ہونے تعلیم کے اور بشرط اس کے نجس العین نہ ہونے کے کتاب الذبائح میں نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیشدار اور ہر چنگل والا مراد نہیں اس لیے کہ اونٹ بھی نیش دار ہوتا ہے اور کبوتر چنگل والا لیکن یہ شکار نہیں کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علی ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بالدب الحداۃ لخساستہا پھر مصنف نے تفریع کی اس قاعدے پر جس کی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اس واسطے کہ ان میں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں غیر کے لیے عمل نہیں کرتے شیر اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہیں کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے اس کی خساست کی وجہ سے م اور بعضوں نے بھیڑیے کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا ولا بخنزیر بنجاستہ عینہ وعلیہ فلا یجوز بالکلب علی القول بنجاستہ عینہ الا ان یقال ان النص ورد فیہ فتنبہ اور سور سے شکار کرنا درست ہے اس کے نجس العین ہونے کے سبب سے اور بموجب اس قاعدے کے

[1] ایک نسخہ میں التفریع بجائے تعریف کے یعنی اس مسئلے کی پوری تفریع بڑی کتابوں میں ہے ۱۲

تو کتے سے بھی شکار جائز نہ ہوا ان لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یوں جواب دیجیے کہ کتے کے جواز شکار میں نص وارد ہے تو کتا
مستثنیٰ ہے اس قاعدے سے آگاہ رہنا وبہ یندفع قول القہستانی ان الکلب نجس العین عند بعضھم والخنزیر لیس بنجس العین عند ابی حنیفۃ علی
ما فی التجرید وغیرہ فتامل اور اس جواب سے قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سور نجس العین
نہیں ابو حنیفہ کے نزدیک چنانچہ تجرید وغیرہ میں ہے سو تامل کر لے بشرط علمھما علم ذی ناب ومخلب نیش دار اور چنگل گیر کا شکار حلال ہے ان کی
تعلیم یافتگی کی شرط سے وذا بترک الاکل اما الشرب من الصید فلا یضر قہستانی وبالی ثلثا فی الکلب ونحوہ وبالرجوع اذا دعوتہ فی البازی
ونحوہ اور یہ یعنی ان کی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں پلٹ آنے سے جب کہ تو اس کو بلاوے اور
شکار کا خون پی لینا تو مضر تعلیم کا نہیں چنانچہ قہستانی میں ہے اور آگے مذکور ہوگا ام یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اس کی کھال اور گوشت
اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ نہ کھائے تو اس کا معلم ہونا ثابت ہوگا اس واسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لے بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت
ہے پھر جب دونوں نے اپنی عادت چھوڑی تو تعلیم یافتگی ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکھ کر پلٹ آتا ہو یا بدوں گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھاوے گا
تو یہ اس کی تعلیم یافتگی کو مضر نہیں کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وبشرط جرحھما ای موضع منہ علی الظاہر وبہ یفتی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور
باز کے کسی شکار کے مقام میں بموجب ظاہر الروایہ کے اور اسی پر فتویٰ ہے یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہیں بلکہ زکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہو جاتی ہے
کہ جس خون نکل جاتا ہے وعن الثانی یحل بلا جرح وبہ قال الشافعیؒ اور ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدوں زخم کے بھی اور
یہی قول ہے امام شافعی کا وبشرط ارسال مسلم او کتابی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے
شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدوں ارسال کے اور اس کو پکڑ کے قتل کرے تو حلال نہ ہوگا وبشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم
ترکھا عمدا علی حیوان ممتنع ای قادر عن الامتناع بقوائمہ او بجناحیہ متوحش فالذی وقع فی الشبکۃ او سقط فی البئر او استانس لا یحقق فیہ الحکم المذکور
ولذا قال یوکل لان الکلام فی صید الاکل وان حل صید غیرہ کما سیجئ او ام حل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہے
کتے یا باز کے چھوڑنے وقت جانور ممتنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہ ہو بلکہ حکما تو شرط حلت عدم ترک تسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر
نہیں ممتنع ہے اس واسطے کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے پاؤں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اس واسطے لگائی کہ جو جانور جال میں پھنسا
یا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی مانوس ہو گیا تو اس میں حکم مذکور یعنی ارسال اور زخم سے اس کی حلت ثابت نہ ہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسی واسطے
مصنفؒ نے شکار میں ماکول ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار میں ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور
ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اس واسطے کہ مثلا کھال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آوے گا سو تامل کر لے وبشرط ان
لا یشرک الکلب المعلم کلب لا یحل صیدہ ککلب غیر معلم وکلب مجوسی او لم یرسل او لم یسم علیہ اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم
یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہ ہو گیا ہو جس کا شکار کرنا حلال نہیں بدوں سیکھا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نہ گیا بلکہ خود کتا شکار پر
دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمدا بسم اللہ کہنا اس پر ترک ہوا تو ان صورتوں میں شکار حلال نہ ہوگا وبشرط ان لا یطول وقفتہ بعد ارسالہ لیکون
الاصطیاد مضافا للارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے میں زیادہ وقفہ اور توقف نہ کیا ہو یہ
اس واسطے شرط ہوا تا کہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف ما اذا کمن واستخفی کالفھد فانہ لا یمکن الفھد علی وجہ الحیلۃ لا للاستراحۃ
برخلاف اس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبک رہا اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنی جیسے چیتا دبک رہتا ہے بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت وآرام کے

Marfat.com

...م یہ بمنزلہ استثنا کے ہے یعنی اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات میں ضرور نہیں کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں دبک رہے نہ بطریق استراحت کے پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہے اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی عن المحیط مختصراً وللفہد خصال حسنۃ ینبغی لکل عاقل ان یعمل بہا کما بسطہ المصنف اور چیتے کے چند عادات ہیں ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ مصنف نے شرح میں ان کو مفصل بیان کیا ہے ھم ازانجملہ یہ ہے کہ چیتا دبک رہتا ہے یہاں تک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نہ کرے فرصت تاکتا رہے تا بلا مشقت مطلب حاصل ہو ازانجملہ یہ ہے کہ اس کا سیکھنا مارنے سے نہیں ہوتا بلکہ کتا اس کے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اس کو دیکھ کر سیکھ جاتا ہے اسی طرح عاقل کو لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھ کر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ[ف] ازانجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے ملک سے طیب طلب کرتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ نہ کھاوے مگر حلال طیب ازانجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کے واسطے حملہ کرتا ہے اگر نہ پایا بیٹھ رہتا ہے کہتا ہے میں اپنی جان کیوں ہلاک کروں غیر کے واسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنح عن السرخسی عن الحلوائی فان اکل منہ البازی ... لان تعلیمہ لیس بترک الاکل پھر اگر شکار میں سے باز نے کچھ کھایا تو باقی حلال ہے کھایا جائے گا اس واسطے کہ اس کی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اس کی تعلیم ... ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب ونحوہ لایوکل مطلقا عندنا اور اگر کتے اور مانند اس کے نے شکار سے کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائے گا ہمارے مذہب میں ... طرح خواہ اس کو کھانے کی عادت ہو یا نہ ہو کاکلہ منہ ای کما لایوکل الصید الذی اکل الکلب منہ بعد ترکہ للاکل ثلث مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اس کا کھانا ... سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جس میں سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اس نے شکار پکڑا اور نہ کھایا پھر چوتھی بار کھایا ... شکار اس کا حلال نہیں اس واسطے کہ وہ علامت ہے اس کی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لایوکل ما صادہ بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل ثلثا اور اسی طرح وہ ... بار بھی نہ کھایا جائے گا جو اس نے شکار کیا بعد کھا جانے کے یہاں تک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جائے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد جب تین بار ... شکار کرے اور نہ کھائے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا او ما صادہ قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما تلف من الصید لاتظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا لفوت المحل وفیہ اشکال ذکرہ القہستانی ... وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اس لیے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا ہے یعنی مثلاً کھا چکا تو اس میں بالاتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے حرمت ظاہر نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اس میں اشکال ہے جس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے ھم خلاصہ مقام یہ ہے ... شکار غیر موجود ہے یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اس کا حکم شارح نے بیان کیا کہ اس میں حرمت ظاہر نہیں عدم بقائے محل کے سبب سے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں موجود ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے اگر جنگل میں ہے تو اس میں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اس کی ملک میں ہے تو اس میں اختلاف ہے سو امام کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہیں خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم مردہ ... غلام کی آزادی کا حکم کرتے ہیں دعویٰ دار کے نزدیک انتہی محصل اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمت ... ثمرہ ظاہر ہو جب کہ شکار بک گیا تو مشتری بائع سے ثمن پھیرے گا کیونکہ مبیع مردار تھا اور اثر ظاہر ہوتا ہے توبہ میں اس کے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہیے کہ حکم ... وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جائے تو چاہیے کہ حرمت ساقط ہو جائے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کصقر فرمن صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یوکل لترکہ ما صار بہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرغ جو بھاگ گیا یعنی اڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے ... سو چند مدت چھوٹا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اس نے شکار پر چھوڑا سو اس نے شکار پکڑا تو وہ کھایا نہ جاوے گا اس لیے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی اس نے ترک اجابت کی تو وہ اس کتے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھا لیتا ہے ولو اخذ الصیاد الصید من الکلب

[ف] نیک بخت وہ ہے جو غیر کے حال سے نصیحت پکڑے ۱۲

Marfat.com

وقطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب منہ واکلہ مابقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ اور اگر صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اس میں سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کی طرف ڈال دیا سو اس نے اس کو کھالیا یا کتا شکار میں سے صیاد کے ہاتھ سے جھپٹا مار کر لے گیا اور کھا گیا تو باقی شکار حلال کھایا جائے گا جیسے وہ شکار حلال ہے جس کا خون کتا پی گیا اس واسطے کہ یہ حرکت اس کی نہایت علم اور دانستگی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس نے وہ چیز لی کہ جو مالک کے لائق نہ تھی یعنی خون اور باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنح ولو نہش الصید فقطع منہ بضعۃ فاکلہا ثم ادرکہ فقتلہ ولم یاکل منہ لایوکل لاکلہ حالۃ الاصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سو اس میں سے نصف کاٹا اور کھایا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا اور نہ کھایا تو وہ حلال نہیں کھایا نہ جاوے گا شکار کرنے کی حالت میں کھا جانے کے سبب سے م تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی مانہشہ واتبع الصید فقتلہ ولم یاکل منہ حتی اخذہ صاحبہ ثم اکل ما القی حل لانہ حینئذ لو اکل من نفس الصید لم یضر کما مر اور اگر کتے نے وہ ٹکڑا ڈال دیا جو نوچا اور پیچھا کیا گیا شکار کا سو اس کو قتل کیا اور اس میں سے نہ کھایا یہاں تک کہ اس سے مالک نے شکار لیا پھر کتے نے کھایا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کھاتا تو حلت میں مضر نہ کرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا واذا ادرک المرسل او الرامی الصید حیا بحیوۃ فوق مافی المذبوح ذکاہ وجوبا اور جب کہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہے تو اس کو ذبح کرلے بنا بر وجوب کے م یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا تو وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدوں ذبح کرنے کے اس واسطے کہ اس نے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے طحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق مافی المذبوح حیات باقی نہیں اس طرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں پھر وہ مر گیا تو وہ حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہیں اس واسطے کہ جب زندہ ملا تو بدوں ذبح کے حلال نہ ہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی میں ہے وشرط حلہ بالرمی التسمیۃ ولو حکما کما مر اور شکار کے حلال ہونے میں تیر مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ مضر حلت نہیں وشرط الجرح لیتحقق معنی الذکوۃ اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکل جانے سے ثابت ہو وشرط ان لایقعد عن طلبہ لو غاب الصید متحمل بسہمہ فمادام فی طلبہ یحل وان قعد عن طلبہ ثم اصابہ میتا لایوکل لاحتمال موتہ بسبب آخر اور یہ شرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نہ رہے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہوگیا ہو اس کے تیر کو اٹھائے ہوئے تو جب تک تیر انداز اس کی طلب میں ہے وہ حلال ہے اور اگر اس کی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہا پھر اس شکار کو مردہ پایا تو اس کا کھانا حلال نہیں اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اس واسطے کہ محرمات میں موہوم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی الخانیۃ لحلہ ان لایتواری عن بصرہ وفیہ کلام مبسوط فی الزیلعی وغیرہ اور فتاوی قاضی خان میں حلت شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ نہ گیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط میں اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے م وجہ شرط یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو شاید اور کسی سبب سے مر گیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام میں اس شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اس پر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہیں مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اس کو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہیں ہوگیا یہ حدیث اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اس شخص پر جو اس کا مانع ہے انتہی ملخص کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی فان ادرکہ الرامی او المرسل حیا ذکاہ وجوبا فلو ترکہ حرم وسیجی پھر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے واجب ہے کہ اس کو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کرے گا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آوے گا اور آگے آوے گا م یہ مسئلہ مقرر ہوگیا والحیوۃ [illegible]

Marfat.com

ہنا مایکون **فوق ذکوۃ المذبوح** بان یعیش یوماً وروی اکثرہ مجمع اور جو حیات کہ یہاں یعنی ذبح شکار میں معتبر ہے وہ ذکوۃ مذبوح سے زائد ہے اس طرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی المجمع اما مقدارہا وہو مالا یتوہم بقاءہ کما فی الملتقی فلا یعتبر ہہنا حتی لو وقع فی ماء لم یحرم اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جس قدر زندگی سے اس کا باقی رہنا متوہم نہ ہو چنانچہ ملتقی میں ہے سو وہ زندگی یہاں معتبر نہیں یہاں تک کہ اگر اس قدر حیات شکار میں ہو اور صیاد اس کو ذبح نہ کرے اور وہ پانی میں گر پڑے تو وہ حرام نہ ہوگا امام صدر الشہید نے ذکر کیا کہ یہ قول باجماع امام اور صاحبینؒ کے ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے اور امامؒ کے نزدیک حیات مخفیہ میں بھی ذبح کرنا ضروری ہے متردیہ وغیرہا کے مانند کذا فی الحموی **والمعتبر فی المتردیۃ واخواتہا** کنطیحۃ وموقوذۃ **وما اکل السبع والمریضۃ** مطلق الحیوۃ **وان قلت** کما اشرنا الیہ **وعلیہ الفتوی** وتقدم فی الذبائح اور متردیہ اور اس کے مانند چنانچہ نطیحہ اور موقوذہ میں جس کو درندے نے کھایا اور بیمار میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو چنانچہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں م متردیہ وہ جانور ہے جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ وہ جس کو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا اور موقوذہ وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکور بدوں ذبح کے حلال نہیں بدوں ذبح کے اور اسی طرح شکار میں بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونے کا فتویٰ ہے سید حموی نے کہا تو کھانا شکار مذکور کا حلال نہیں بدوں ذبح کے خواہ اس کی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہ ہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتویٰ ہے بدلیل اس آیہ کے وما اکل السبع الا ما ذکیتم اور بدلیل حدیث عدی مذکور یعنی اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اس کو زندہ پاوے تو ذبح کر اس کو کذا فی الطحطاوی **فان ترکہا ای الذکاۃ عمداً مع القدرۃ علیہا فمات حرم** پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا عمداً باوجود قادر ہونے کے اس پر پھر وہ مرگیا تو حرام ہو گیا **وکذا یحرم لو عجز عن التذکیۃ فی ظاہر الروایۃ** عن ابی حنیفۃ

وابی یوسف یحل وہو قول الشافعی قال المصنف وفی متنی ومتن الوقایۃ اشارۃ الی حلہ والظاہر ما سمعتہ انتہی قلت وجہ الظاہر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ہذا لا یحل الحرام اور اسی طرح شکار حرام ہوگا ظاہر الروایۃ میں اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اس طرح کہ اس کے پاس ذبح کا ہتھیار نہیں یا وقت تنگ ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے غیر ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ در صورت عجز حلال ہے اور یہی قول ہے شافعی کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور میرے متن میں اشارہ اس حلال ہو جانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایۃ کو تو سن چکا فی شرح المصنف میں کہتا ہوں اور ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورت میں حرام کو حلال نہیں کر دیتا م برخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہوگا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہوگا **ارسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم فانزجر** یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور بھڑکایا شور کر کے سو وہ تیز ہو گیا اور اس نے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے م ہر چند زجر لغت میں بمعنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہاں مراد ترغیب اور خواہش دلانا ہے شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی میں ہے معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہوں تو ارسال معتبر ہوگا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس اس کے حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اس کو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاوے گا اور شکار حلال ہوگا اور اگر ارسال موجود نہ ہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہوگا پھر اگر زجر مسلم سے ہے تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہے تو حرام ہے **او قتلہ معراض بعرضہ** وہو سہم لا ریش لہ سمی بہ لاصابتہ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جس میں پر نہیں اور معراض اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے م معراض بوزن محراب تیر ہے بدوں پر کا دونوں کنارے اس کے باریک اور درمیان میں موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہے نہ تیزی کی طرف سے کذا فی القاموس ولو راسہ محدداً فاصاب بحدہ حل اور اگر معراض کے کنارے پر حدت اور تیزی ہو پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے

Marfat.com

لگے تو وہ حلال ہے او بندقۃ ثقیلۃ ذات حدۃ حرم لقتلھا بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ باڑھ والے نے تو شکار حرام ہے بسبب
اس کے قتل کرنے کے بوجہ سے اور گرانی سے نہ باڑھ اور تیزی سے م بندقہ بضم با موحدہ وسکون نون مدور مٹی ہے اس سے مارتے ہیں اور اس کو جلاہق
بھی کہتے ہیں کذا فی المغرب ہندی میں اس کو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہیں جس کو غلیل سے چلاتے ہیں ولو کانت خفیفۃ لاحدۃ حل لقتلھا بالجرح حینئذ
ولو لم یجرحہ لا یوکل مطلقا وشرط فی الجرح الادماء وقیل لا ملتقی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہوگا اس لیے
کہ اس وقت میں نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نہ کیا تو اس کا کھانا مطلقا درست نہیں خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا
گول ہو یا نوکیلا اور زخم میں خون بہنا شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک شرط نہیں کذا فی الملتقی اور اس کا پورا بیان ملتقی کی ہماری شرح
میں ہے م فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور معراض اور لاٹھی اور اس کے مانند کا شکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اس لیے
کہ اشیاء مذکورہ چیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر انگور دراز نوک دار تیر کے مانند کرلے اور اس کا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پھاڑے اپنی حدت
اور تیزی سے تو کھانا اس کا حلال ہوگا اور اگر اندر زخم ہو گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اس لیے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل
نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر قتل ثقل اور گرانی سے حاصل ہے تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر میں اس کی طرف اشارہ ہے اور یہی
جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب ان سے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا شکار کرتا ہے سیسے اور مٹی کی گولی سے اس کا کھانا درست
ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اس کا کھانا حلال نہیں زیلعی میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل
ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے اس میں کہ زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطا حلال نہیں
انتہی میں کہتا ہوں کہ سیسے کی گولی کے شکار میں احتیاط یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال نہیں اس واسطے کہ گولی تو اندفاع عنیف کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ
اپنی حدت اور باڑھ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی او رمی صیدا فوقع فی ماء لاحتمال قتلہ بالماء فیحرم یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی میں اور مر گیا
تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اس کا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیہ فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی چڑیا ہو پھر تیر لگنے کے بعد
پانی میں گر پڑی سو اگر اس کا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو گئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اس واسطے کہ پہلی صورت میں احتمال
ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری صورت میں احتمال نہیں یہ سب اس وقت ہے جب کہ ایسا زخم لگا ہو جس میں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی
امید نہ ہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور منعدم ہے کذا فی العالمگیریۃ او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلھا لان الاحتراز
عن مثل ہذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل میں اس واسطے کہ ایسی صورتوں سے
بچنا ممکن ہے م یعنی یہ ضرور نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور اسی طرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا کھڑی برچھی یا پتھر کے
کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہے اس واسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے
ہے کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداء او اذ الاحتراز عنہ غیر ممکن فیحل پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہے اس واسطے
کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں م یعنی زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہے ورنہ
شکار کے باب کا انسداد ہوگا او ارسل مسلم کلبہ فزجرہ اے اغراہ بصیاحہ مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما ہو فوقہ او مثلہ کنسخ
الحدیث یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اس کو زجر کیا یعنی شور کر کے اس کو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار
حلال ہے اس واسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل دفع ہو جاتا ہے اس فعل سے جو اس سے فوق ہے یا برابر اس کے ہے نہ کمتر اور ضعیف سے

گولی کا شکار حلال نہیں

Marfat.com

جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہے اصح یا صحیح سے نہ ضعیف سے م زجر اس واسطے کہ تر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اس کی تاکید ہے تو حلت اور
حرمت میں ارسال معتبر ہے نہ زجر او لم یرسلہ احد فزجرہ مسلم فانزجر اذ الزجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اس کو شکار پر بھڑکایا
اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہوگیا اور شکار مارا تو حلال ہے اس واسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے در صورت عدم ارسال او اخذ غیر
ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید یتمکن حتی لو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ واحدۃ فقتل الکل اکل الکل یا کتے نے اور شکار مارا سوائے اس کے
جس پر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اس واسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اس شکار کا پکڑنا ہے جس پر کتا قادر ہوسکے یہاں تک کہ اگر صیاد نے
کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایک بار بسم اللہ کہہ کر سو اس نے سب شکاروں کو قتل کیا تو سب کا کھانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعیین شکار کا
اعتبار نہیں اکل فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ میں ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے جن کو ہم نے ذکر کیا م قولہ اکل جزاء ہے فان وقع
اور اس کے معطوفات کی کصید رمی فقطع عضو منہ فانہ یوکل لا العضو خلافا للشافعی ولنا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام ما ابین من الحی فہو میتۃ چنانچہ
شکار تیر سے زخمی ہوا سو اس کا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعیؒ یعنی ان کے نزدیک عضو مقطوع کا
بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے م ابوداؤد اور ترمذی میں ابوواقد
لیثی سے یوں روایت ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنی جو چیز چوپائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ
مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبۃ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ و وجہ استدلال
یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقا مذکور ہے خواہ حقیقۃ ہو یا حکما سو جس وقت اس کا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقتا زندہ تھی کیونکہ حیات اس میں قائم ہے
اور اسی طرح حکما بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اس کا اس زخم کے بعد متوہم ہے حموی نے کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جس کے قطع کے بعد حیوان زندہ
رہے چنانچہ پاؤں یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل الالتئام اکل العضو ایضا والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کردیا اور
اس کا بدن سے التیام یعنی ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اس کا نہیں ہوسکتا تو عضو مقطوع کا کھانا
حلال نہیں کذا فی الملتقی وان قطعہ ای الرامی اثلاثا والاکثر مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن
حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح فلم یتناولہ الحدیث المذکور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اس کا اکثر بدن اس کی ڈھڈی اور دم کے ساتھ رہا یعنی
ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیاں دم کی طرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دم تک تو تمام شکار کا
کھانا حلال ہے اس واسطے کہ ان صورتوں میں اس کی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اس کو شامل نہ رہی م اس واسطے کہ حدیث
مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی صادق نہیں اس واسطے کہ اس کی سلامتی اور بقا ایسے زخموں کے بعد متوہم نہیں
لو فی الحال اس کی ذکوۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد قد سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع راسہ للامکان المذکور برخلاف
اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اس کے سر کے ساتھ رہا تو اس کا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنی اگر ایک تہائی دم کی طرف کٹ رہی
اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی طرف اس واسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح
وحرم صید مجوسی و وثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کتابی لان ذکاۃ الاضطرار کذکاۃ الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست
اور مرتد اور احرام باندھنے والے کا اس لیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے برخلاف اہل کتاب کے اس واسطے کہ ذبح اضطراری ذبح
اختیاری کے مانند ہے وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا تو اس کو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے

Marfat.com

شخص کا مملوک ہے اور حلال ہے یعنی اس واسطے کہ دوسرے نے اس کو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فیحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اس طرح پر کہ حیز امتناع سے اس کو خارج کر دیا یعنی اب بھاگ نہیں سکتا اور اس میں اتنی حیات ہے جس سے جیتا ہے بعد اس کے دوسرے نے اس کو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اس کا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اس کا قاتل ہو گیا تو وہ حرام ٹھہرا امام زیلعی نے کہا جب کہ شخص اول نے اس کو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہو گیا اور وہ اس کے ذبح پر قادر ہو گیا تو اس پر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اس نے اس کو ذبح نہ کیا اور دوسرا شخص اس کا قاتل ٹھہر گیا اس وجہ سے وہ حرام ہو گیا اور جب کہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولیٰ حرمت ثابت ہو گی وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اس کی پوری قیمت کا جو اس کی قیمت ہو اس کے تلف کر ڈالنے کے وقت سوائے اس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ہو وجہ تاوان یہ ہے کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اس واسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگنے سے اس کا مالک ہو گیا تھا تو وقت اتلاف کے اس پر قیمت لازم آوے گی جراحت اول کا نقصان وضع کر کے توضیح اس کی یوں ہے کہ وہ شکار دس درم کا تھا مثلاً سو شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہو گیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ[1] درم کا نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرا شخص آٹھ درم کا تاوان دے کذا فی المنح وحل اصطیاد ما یوکل لحمہ وما لا یوکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اس جانور کا جس کا گوشت حلال ہے اور جس کا گوشت حلال نہیں اس کی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اس کی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے واسطے اور سب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع میں درست ہے بہ نص قرآنی کی مطلق دلیل سے یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا و اذا حللتم فاصطادوا یعنی جس وقت حج کا احرام باندھے نہ ہو تو شکار کرو اس آیت میں ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب میں ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں وفی القنیۃ یجوز ذبح الھرۃ والکلب لنفع ما والاولیٰ ذبح الکلب اذا اخذتہ حرارۃ الموت اور قنیہ میں ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اس کو ذبح کر ڈالے م جبکہ بلی موذی ہو تو اس کو نہ مارے نہ اس کے کان ملے بلکہ اس کو ذبح کر ڈالے چنانچہ وجیز میں ہے اور اگر کلب عقور ہو یعنی کاٹتا ہو تو اس کا قتل جائز ہے اور اس کا مالک تاوان نہیں لے سکتا کذا فی الطحطاوی ویطہر لحم غیر نجس العین بخلاف نجس العین کخنزیر فلا یطہر اصلا وجلدہ وقیل یطہر جلدہ لا لحمہ وہذا اصح ما یفتی بہ کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب ہنا و مر فی الطہارۃ پاک ہو جاتا ہے گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا چنانچہ سور کہ وہ اصلا پاک نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہو جاتی ہے نہ گوشت اس کا اور یہ قول اقوال مفتی بہا میں صحیح تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں مواہب سے کتاب الصید میں منقول ہے اور یہ گذر گیا کتاب الطہارۃ میں اخذ الطیر لیلا مباح والاولیٰ عدم فعلہ خانیہ پرند کا پکڑنا رات کو مباح ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کرے کذا فی الخانیۃ یکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی لتعذیبہ مکروہ ہے باز کو شکار سکھانا زندہ پرند پر اس لیے کہ پرند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد حس انسان او غیرہ من الاہلیات کفرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اس کے سوا پالو جانور چنانچہ گھوڑے اور بکری کی آہٹ سنی سو اس کی طرف تیر پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں م یہ مسئلہ کتب فقہ میں مختلف مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور حلال کہا ہے او مضمرات میں اس کو قول مختار قرار دیا ہے ملتقی نے اس کو غیر ماکول کہا اس واسطے کہ اس نے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہیں کیا زیلعی نے اسی کو پسند کیا اس وجہ سے کہ آدمی وغیرہ کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہیں ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے

[1] اس کے بیان کرنے کا کچھ فائدہ نہیں ۱۲

کذافی الطحطاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ہو صید حلال الاکل حل برخلاف اس صورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سنے سو اس کی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر نا گہاں وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ حلال ہے۔ ولو لم یعلم ان الحس صید او غیرہ لم یحل جوہرۃ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہ ہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہیں کذافی الجوہرۃ اس واسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہیں تو محرم غالب ہو جاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اس کے سینگ یا کھر کو سو وہ مر گیا اگر اس کو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہوگا زخم کے موجود ہو جانے سے اور اگر خون نہیں نکلا تو وہ ماکول نہیں والعبرۃ بحالۃ الرمی فحل الصید[1] بردتہ اذا رمی مسلما لا باسلامہ اور اہلیت اصطیاد میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہو جانے سے جب کہ اس نے تیر لگایا ہو اسلام کی حالت میں اور شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جب کہ اس نے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت میں ہم عتابیہ میں ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلم چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہے تو اگر اس نے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام میں پھر وہ مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہے اور اسکے بالعکس حلال نہیں کذافی العالمگیریہ و وجب الجزاء بحلہ اذا رمی محرما لا باحرامہ و سیجئ قبیل کتاب الدیات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہو جانے سے جبکہ اسنے تیر مارا حالت احرام میں نہ اسکے محرم ہو جانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الدیات سے پہلے آویگا

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو ان بازیا معلما اخذ صیدا فقتلہ ولا یدری ارسلہ انسان اولا لا یوکل لوقوع الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدونہ وان کان مرسلا فہو مال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ زیلعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اس کو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اس کو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اس کا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حالانکہ شکار کی اباحت نہیں بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اس کا کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذافی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان رجلا وجد شاتہ مذبوحۃ ببستان ہل یحل اکلہا ام لا ومقتضی ما ذکرناہ انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وہل سمی اللہ تعالیٰ علیہا ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ہم نے زیلعی سے ابھی ذکر کیا اس کا مقتضا یہ ہے کہ اس بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اس میں کہ اس کا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہے جن کا ذبح حلال ہے یا ان میں سے نہیں ہے اور اگر ہے تو اس نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحۃ للناس لا باس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالصریح انتہی فقد اباح اکلہا بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اہلا للذکوۃ لیس بشرط قالہ المصنف لیکن خلاصہ میں ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر وہ پانی کے نزدیک نہ ہو اور اس کے دل میں یہ بات جم جائے کہ اس کے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے تو اس کے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں اس واسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اس کے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے انتہی ما فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اس کا کھانا بشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم یہ قول استدراک ہے عدم حلت کے قول پر پانی کے قریب کی قید اس واسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہ محتمل ہے کہ پانی میں گر کے مر گیا اور دریائی جانور نے اس کو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اس کو باہر ڈال دیا اور بعضوں نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو یا نہ ہو قلت قد یفرق بین حادثۃ القریۃ واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعا وفی الثانی یحتمل میں کہتا ہوں استفتاء مذکور اور مسئلہ لقطہ میں

[1] اور نسخہ میں الصید ہے بجائے الطیر کے ۱۲

فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنے والا اول میں غیر مالک ہے یقیناً اور ثانی میں احتمال یہ ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے
م اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہ تو معلوم نہیں کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی الحلبی والطحطاوی ورایت
بخط ثقة سرق شاة فذبحها بتسمية فوجدها صاحبها لا توكل الاصح لاكفره بتسمية على الحرام القطعي بلا تملك ولا اذن شرعي انتهى فليحرر اور میں نے دیکھا
فقیہ معتمد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چورائی پھر اس کو ذبح کیا بسم اللہ کہہ کر پھر بکری کے مالک نے اس کو پایا تو اس کا
کھانا حلال ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اس کا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر
بسم اللہ کہنے سے بدوں ملکیت اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اس کی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے م یہ صورت حادثہ فتوی طلب
مغائر ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور وجہ سے لازم آئی اور وہاں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ
سے کافر ہو گیا سو معتمد قول یہ ہے کہ اس قدر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اس کو حلال جانے گا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے
اعتقاد حلت کا لازم نہیں اور اس کا موید فقہا کا یہ قول کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبی میں ہے کہ جس نے بکری غصب کی اور
قربانی کی تو اس کی قیمت کا تاوان اس پر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال
ے وما مات لاتطعمه كلبا فانه ✽ خبيث حرام نفعه متعذر ✽ اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مر گیا وہ کتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع
ہے م یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو اس کی طرف لے جانا جائز ہے چنانچہ شرنبلالی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقاً
حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کے مانند قنیہ میں یوں ہے کہ ہمارے علماء نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسی وجہ پر جائز نہیں اور کتوں کو بھی کھلاوے
اور شاید کہ یہاں دو قول ہوں کذا فی الطحطاوی وتمليك عصفور لواجده اجز اور اجازت دی گئی تملیک کنجشک کی اس کے پانے والے کو
م یعنی ارسال کے وقت اس کی تملیک بروجہ اباحت مراد ہے تجنیس اور مزید میں ہے کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے
نے اس کو لیا اور اس کی درستی اور خبر گیری کی پھر اس کا مالک آیا سو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اس کو
پکڑ لے ہم نے اس کو اس کا کر دیا یا یہ نہ کہا تو پہلی صورت میں مالک اس کو نہیں لے سکتا اس واسطے کہ اس نے تملیک کو مباح کر دیا اور
دوسری صورت میں اس کو لینا جائز ہے عدم اباحت کے سبب سے یہی قول ہمارا ہے شکار کے چھوڑ دینے میں کذا فی الطحطاوی مختصراً
واعتاقه لبعض الائمة ينكر اور اس کے اعتاق کو یعنی کنجشک کے چھوڑنے کو بعضے علماء انکار کرتے ہیں یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں
کہتے ہیں شارح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ لبعض اس پر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علماء اس کے مجوز ہیں حالانکہ ایسا منقول نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب
یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الطحطاوی وان يلقه مع غيره جاز اخذه اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واجد کے ساتھ پایا تو مالک کو اس کا لینا
جائز ہے م یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح نہ کر دیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہو چکا
کذا فی الطحطاوی کقشر رمان رماه المقشر جیسے لینا جائز ہے چھلکا اس انار کا جس کو چھلکے والے نے پھینک دیا م بزازیہ میں ہے شئے حقیر
بے قیمت کا زمین سے اٹھا لینا شیخین کے نزدیک درست ہے لیکن بعد التقاط مالک اس کو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر
وفي معاياتها سه وای حلال لا یحل اصطیاده ✽ صیود وما صیدت ولا ہی تنفر ✽ اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں یہ ہے وہ کون غیر محرم غیر ارض
حرم میں ہے جس کا شکار کرنا حلال نہیں ان شکاروں کا جن کو غیر اس کے نے شکار نہیں کیا اور نہ اس سے متنفر ہووے نہ بھاگے م اس کا جواب
شارح نے اگلے قول میں دیا هو صيد دخل دار رجل فغلق عليه بابه ملكه فلا يملكه غيره ولو بعد خروجه یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایک مرد کے گھر میں گھس گیا

Marfat.com

ہو اس نے اس کا دروازہ بند کر لیا یعنی قصداً اس طرح سے بند کر لیا کہ اس کے پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اس کا کوئی مالک نہ ہو گا سوائے صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اس کے خروج کے ہم یعنی شکار گھر میں گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اس طرح کہ وہ نکل نہیں سکتا اور صاحب خانہ اس کے پکڑ لینے پر قادر ہے بدون شکار کرنے کے تو صاحب خانہ اس کا آخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اس نے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اس کو معلوم نہیں تو اس کا آخذ اور مالک نہ ہو گا تو اگر پہلی صورت میں شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اس کو پکڑ لیا تو وہ مالک نہ ہو گا اور دوسری صورت میں مالک ہو گا چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے قولہ ما صیدت میں نفی صید سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم۔

Marfat.com
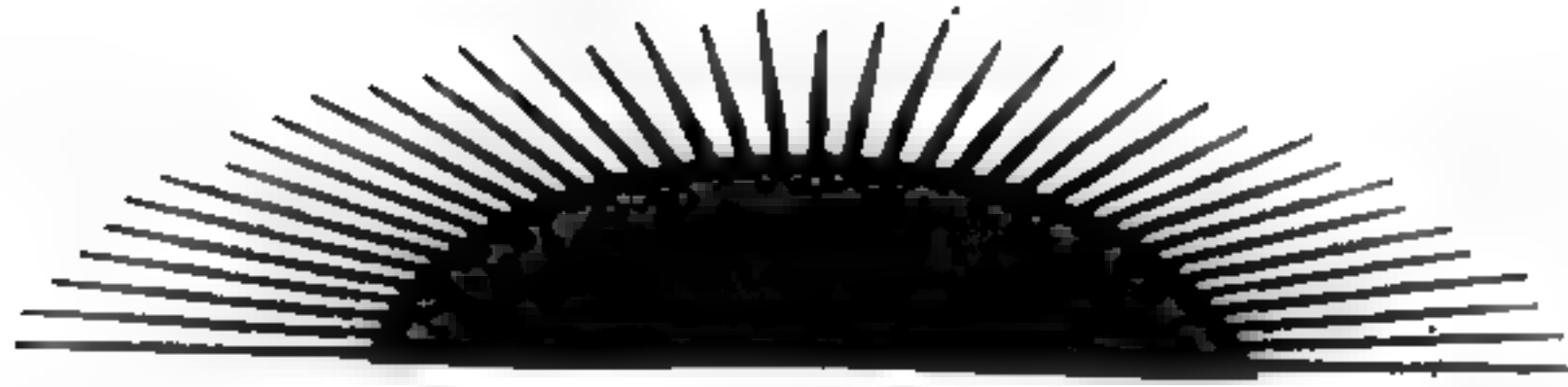
کتاب الرھن

یہ کتاب ہے مسائل رہن یعنی گرو کرنے کے احکام میں مناسبتہ ان کلا من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہ ہے کہ رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہیں ہو لغۃ حبس الشئی وہ یعنی رہن لغت میں عبارت ہے حبس شئے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال وشرعا حبس شئی مالی ای جعل الشئی محبوسا لان الحابس ہو المرتہن اور اصطلاح شرع میں عبارت ہے مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی چیز کو محبوس کر دینا اس واسطے کہ حبس کرنے والا مرتہن ہے نہ راہن م شارح نے حبس شئی کی تفسیر جعل الشئی محبوسا اس واسطے کی تا راہن حابس نہ ٹھہرے اس واسطے کہ حابس تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شئی کا محبوس کر دینے والا ہے اور تعریف میں حبس مرتہن اس واسطے معتبر نہ ہوا کہ کلام ہے اس رہن میں جو راہن کا فعل ہے نہ ارتہان میں جو مرتہن کا فعل ہے مثلا زید نے خالد سے سو درم لیے اور اپنا باغ اس کے پاس گرو رکھ دیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بحق یمکن استیفاء ہ ای اخذہ منہ کلا او بعضا کان قیمۃ المرہون اقل من الدین رہن عبارت ہے حبس شئے سے بعوض اس حق کے جس کا حاصل کرنا اور لینا شئی مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا م امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہیں ٹھہرتی چنانچہ آگے آتا ہے کذا فی الطحطاوی کالدین کاف الاستقصاء لان العین لا یمکن استیفاء ہ من الرہن الا اذا صار دینا حکما کما یجی چنانچہ دین کا حاصل کر لینا مرہون سے حق مذکور سے دین اس واسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہیں مگر جس وقت کہ عین دین حکمی ہو جائے چنانچہ دین حکمی کا بیان بعد ایک سطر کے آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصاء کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے نہ بعض م استیفاء عین مرہون سے اس واسطے ممکن نہیں کہ عین میں تو صورت مطلوب ہے سو اس کا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شئے سے ممکن نہیں برخلاف دین کے کہ اس کا استیفاء مرہون سے ممکن ہے اس کو بیچ کر کذا فی شرح الوقایہ حقیقۃ وہو دین واجب ظاہرا و باطنا او ظاہرا فقط کثمن عبد او خل وجد حرا او خمرا خواہ دین حقیقۃ اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن میں واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ سرکہ جو خمر ثابت ہوا م تو بنظر ظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آوے گا بائع پر اس کے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلا تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محمدؒ نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او حکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما سیجی خواہ دین حکما ہو چنانچہ وہ اعیان جن کا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا م مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جس کے تلف ہو جانے کے وقت مثل واجب ہے اگر اس کا مثل ہو یا قیمت واجب ہے اگر اس کا مثل نہ ہو چنانچہ مغصوب اس واسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دے تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض[1] علی سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون لغیرہ چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اس کا تاوان یعنی درصورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اس واسطے کہ اس کا

[1] قبض کی ہوئی چیز بارادہ خریداری ۱۲

Marfat.com

مآل کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن بعوض اعیان کی اس طرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت ہیں سو جائز نہیں ہے اور اسی طرح رہن بعین مستاجرہ باطل ہے اور اسی طرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھ دی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہاں مگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسی طرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین کما فی المنح مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ درحکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی **وینعقد بایجاب وقبول حال کونہ غیر لازم وحینئذ فللراہن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الہبۃ** اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اس وقت میں تو راہن کو تسلیم مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ میں جائز ہے م رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہیں رہن رکھنے میں **فاذا سلمہ وقبضہ المرتہن حال کونہ محوزا لا متفرقا کالثمر علی الشجر مفرغا لا مشغولا بحق الراہن کشجر بدون الثمر ممیزا لا مشاعا ولو حکما بان اتصل المرہون بغیر المرہون خلقۃ کالشجر وسیتضح لزم** پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اس پر قبضہ کر لیا اس حالت میں کہ مرہون مجتمع اور مضموم ہے نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اس طرح کہ مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشروط مذکورہ م جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدوں درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہ ہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدوں پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہ ہوا **افاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الہبۃ وصحح فی المجتبی انہ شرط الجواز** مصنفؒ کا کلام مذکور اس کا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبی میں اس کی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے م جب کہ قبض لزوم کی شرط ہو گئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدوں قبض کے مگر بدوں قبض کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدوں قبض کے **والتخلیۃ بان الراہن والمرتہن قبض حکما علی الظاہر** اور تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے درحکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اس کو نہ لے اور وہ ضائع ہو تو تاوان اس کا مرتہن پر لازم آوے گا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعودؒ م تخلیہ یہ کہ راہن مرہون کو ایسے موضع میں رکھ دے کہ مرتہن اس کے لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الروایۃ ہے اور ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا بدون نقل کے کذا فی شرح الوقایۃ **کالبیع فانہا فیہ ایضا قبض** تخلیہ رہن میں قبض ہے مانند بیع کے اس واسطے کہ تخلیہ بیع میں بھی قبض ہے **وہو مضمون اذا ہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین** اور جب مرہون تلف ہو جائے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر اس کا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آوے گا م یہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہے اس کا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مرہون سے تو اس قدر تاوان ہے مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایۃ تلف ہو جانے کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مرتہن مرہون کو تعدی سے تلف کر ڈالے گا تو تمام مرہون کا تاوان اس پر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو جاوے تو مفت بلا ضمان ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہو کیونکہ یہ تبدیل مشروع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاوے گا مالک اور موجود پر مثلاً اگر گھر پر رہن رکھا اور اس کی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر لیوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہے گا کذا فی الطحطاوی وعند الشافعی ہو امانۃ اور شافعیؒ

بہم

کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آوے گا والمعتبر قیمتہ یوم القبض لا یوم الھلاک کما توہم فی الاشباہ لمخالفتہ للمنقول کما حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اس کی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الھلاک کی قیمت جیسا وہم کا کھایا ہے صاحب اشباہ نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں اس کی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار ای مقدار ما یرید اخذہ من الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہو الطریق گفتگوئے رہن کے جب کہ مقدار اس دین کی مذکور نہ ہوئی ہو جس کو راہن طلب کرتا ہے تو اس کا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے م یعنی راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہ چیز میں نے تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض میں تجھ سے لوں گا اور مقدار قرض بیان نہ کی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فان ھلک وساوت قیمتہ الدین صار مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا اور اس کی قیمت دین کے برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تھا اور تنا تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہو گیا گویا دین بھر پایا او زادت کان الفضل امانۃ فیضمن بالتعدی یا قیمت مرہون کے دین سے زیادہ ہے تو جس قدر زائد ہے وہ امانت ہے تو اس کا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب امانت ٹھہری تو اس کے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جب کہ مرتہن تعدی سے اس کو ہلاک کرے گا او نقصت سقط بقدرہ ورجع المرتہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے بھر لے اس واسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے م خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے اس صورت میں گویا مرتہن نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے بھر لے گا وضمن المرتہن بدعوی الھلاک بلا برہان مطلقا سواء کان من اموال ظاہرۃ او باطنۃ وخصہ مالک بالباطنۃ اور تاوان دے گا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے بدوں شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور دار و غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور امام مالکؒ نے تاوان مخصوص باموال باطنہ کیا ہے ولہ طلب دینہ من راہنہ ولہ حبسہ بہ وان کان الرہن فی یدہ لان الحبس جزاء مطلہ اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اس کے راہن سے اور اس کو اختیار ہے راہن کے حبس کرنے کا دین کے سبب سے اس واسطے کہ حبس اور دین کا تاخیر کا بدلا ہے یعنی باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو سرعت ادائے دین کے واسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے ولہ حبس رہنہ بعد الفسخ للعقد حتی یقبض دینہ او یبرئہ لان الرہن لا یبطل بمجرد الفسخ بل یبقی رہنا ما بقی القبض والدین معا فاذا فات احدہما لم یبق رہنا زیلعی ودرر وغیرہما اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانے کے بعد یہاں تک کہ وہ اپنا دین پاوے یا دین کو معاف کر دے اس واسطے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا بمجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جب تک کہ قبضہ اور دین ساتھ ہی باقی رہیں پھر جب دونوں میں سے ایک فوت ہوا یعنی قبضہ نہ رہا یا دین کو معاف کر دیا تو اب رہن باقی نہ رہے گا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہما لا الانتفاع بہ مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارۃ او اعارۃ سواء کان من مرتہن او راہن الا باذن کل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے ہر طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے پہننے سے نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن لے یا راہن کسی کو درست نہیں مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے م صیرفیہ میں ہے کہ عدم انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اقطع سے یہ منقول ہے کہ ہمارے اصحابؒ نے کہا کہ راہن کو استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن کے اذن سے اور اسی طرح اس میں تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعودؒ وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا اور بعضوں نے

Marfat.com

کا فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اس واسطے کہ وہ بیاج ہے م جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل
کی وہ فضل ہے یہی تو بیاج ہے اسی لیے بعض علما اس بات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور
تقویٰ پر محمول کیا ہے اور جو کتب معتبرہ میں حلت انتفاع باذن راہن کو ذکر کیا اس کو حکم اور فتویٰ پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرط کان ربوا والا لا اور بعضوں نے کہا کہ عقد رہن میں استیفاد منافع شرط
کیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہیں تو بیاج نہیں وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او سکنے الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا
لم یضمن ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجیٔ آخر الرہن اور اشباہ اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختوں کا پھل کھانا
یا گھر کا رہنا اور رہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اس پر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا
بھی جائز ہے پھر اشباہ میں یہ فائدہ بیان کیا کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اس کا بیان کتاب الرہن کے آخر میں آوے گا م غالب حال لوگوں
کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر فائدہ متوقع نہ ہو تو قرض نہ دیں تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اس واسطے کہ معروف کالمشروط
ہے یہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاۃ فی ید المرتہن قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شربہ فحظ الشاۃ لیسقط وحظ
اللبن یاخذ المرتہن بکری مر گئی مرتہن کے پاس یعنی وہ بکری جس کے دودھ پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائے گا بکری اور اس
دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ مرتہن لے گا م ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اس کا دودھ مباح
کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اس پر ضمان نہیں پھر اگر بکری اس کے پاس مر گئی تو دین کی قسمت ہوگی باری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ
ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے بھر لے گا اس واسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے
کذا فی الخانیہ طحطاوی نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اس کی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذنہ صار
متعدیا ولم یبطل الرہن بہ پھر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہو گیا اور رہن باطل نہ ہوگا اس کی اس تعدی
سے واذا طلب المرتہن دینہ امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جب کہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اس کو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم
ہوگا تاکہ وہ دوبار مستوفی نہ ٹھہر جائے م اس واسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام بہ استیفا جائز نہیں اس واسطے
کہ اس میں تکرار استیفا لازم آتا ہے اس صورت میں جب کہ مرہون ہلاک ہو جائے مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او
عند العدل لا ذلم یامنہ شرح مجمع مگر اس صورت میں احضار رہن ضرور نہیں جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے باربرداری کی حاجت ہو یا مرہون
کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اس واسطے کہ راہن نے مرتہن کو معتمد نہ سمجھا تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع فان احضر مسلم لہ دینہ اولا
ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اس کا پورا دین اس کو دیا جاوے گا پہلے پھر مرتہن اس کے مرہون کو تسلیم
کرے تاکہ تعین حق میں برابری ثابت ہو جائے م یعنی حق مرتہن دین میں متعین ہو جائے جیسے راہن کا حق مرہون میں متعین ہے یہ علت ہے
اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہ ہوگا مرتہن دفع مرہون کا مامور
نہ ہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد للرہن فکذلک الحکم ان لم یکن للرہن مؤنۃ وان کان لحملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضر لان الواجب علیہ التسلیم
بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے
میں باربرداری کی مشقت نہ ہو اور اگر اس کے لانے میں مشقت ہو تو دین اس کو دیا جائے گا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نہ کرے اس واسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی
تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا مع قیامہ

Marfat.com

مدیونم ہو ۔ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہ ہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اس پر حاضر کرنے کا حکم نہ ہوگا انتہی قولہ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ مرتہن عقد رہن کے شہر میں ہو ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک ولیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنی در صورت عدم احضار وہذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ لانہ اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل نجم حل اور یہ سب مذکور اس وقت ہے جب کہ راہن مرہون کے تلف ہوجانے کا دعوی کرتا ہے اور اگر ہلاکی کا مدعی نہ ہو تو مرہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس قسط کے نزدیک جس کی مدت پہنچ گئی ہو ۔ یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر اظہار مرہون کا جبر نہ ہوگا کما حررہ ابن الشحنۃ وقال ۔ ولا دفع مالم یحضر الرہن او یکن ۔ بغیر مکان العقد والحمل لیعسر ۔ چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح نے تحریر کیا ہے اور یوں کہا ہے اور تمام دین کا دینا راہن کو لازم نہیں جب تک مرہون کو حاضر نہ کرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر میں اور حالانکہ اس کی بار برداری میں دشواری ہے یعنی در صورت عدم دشواری غیر شہر میں حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہ ہو ۔ وکذا النجم اولا دون دعوی مدعیہ ۔ ہلاکا وہذا فی النہایۃ یذکر ۔ اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدوں احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مرتہن پر اظہار رہن لازم نہیں بدون دعوی ہلاک راہن کے اور یہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے ۔ م یہ تنویع قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہے کہ جیسے استیفائے کل دین کے واسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفا ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات میں ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہے تو احضار ضرور ہے تا اس کی خاطر جمع ہوجائے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار رہن قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہ ہوگا اس مرہون کے حاضر کرنے کا جو اس نے رکھا ہے معتمد شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اس واسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہیں کیا تب اس نے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن رہن باعہ المرتہن بامرہ ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ بذلک اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اس مرہون کے ثمن حاضر کرنے کا جس کو مرتہن نے بیچ ڈالا ہے راہن کے امر سے یہاں تک کہ ثمن پر قبضہ کرے عدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہے راہن کا بیع وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اس وقت میں جب کہ مرتہن ثمن پر قبضہ کرے گا تو ثمن حاضر کرنے کا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے ۔ م بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا در صورت طلب دین لازم ہے اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ بثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہے وہ اس کا مکلف نہ ہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اس کے ثمن سے ادا کرے اس واسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے یا قبض دین ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابرأ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ من الدین او یبرئہ اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اس نے کچھ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہ ہوگا جب تک وہ قبضہ نہ کرے گا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ۔ م یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہیں تسلیم مبیع کا اسی طرح بعض دین کے قبض یا ابرا سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہیں فیجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کما فی الودیعۃ اور مرتہن پر واجب ہے کہ مرہون کی حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جس طرح ودیعت کی حفاظت واجب ہے ۔ م حفظ عیال میں مساکنت معتبر ہے نہ نفقہ اور اگر زوجہ مرہون اپنے زوج کے حفظ میں دے تو اس پر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہیں کذا فی الحموی وضمن ان حفظ بغیرہم کما مر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اس کی حفاظت کراوے گا چنانچہ کتاب الودیعۃ میں گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان

Marfat.com

كذا في الطحطاوي وضمن بايداعه واعارته واجارته واستخدامه وتعديه كل قيمته فيسقط الدين بقدره اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اس کی ودیعت رکھنے
اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہو جاوے گا بقدر اس کے یعنی اور باقی کا مطالبہ
کرے گا راہن پر وكذا يضمن كل قيمته بجعل خاتم الرهن في خنصره سواء جعل فصه لبطن كفه او لا به يفتي برجندي اليسرى واليمنى على ما اختاره الرضي اور اسی
طرح مرتہن تاوان دے گا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائیں یا داہنی چھنگلی میں بنا بر اس قول کے جس کو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی
کے نگین کو اپنی باطن کف میں کرے یا نہ کرے اسی کا فتوی ہے كذا في البرجندي م ضمان اس واسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لكن قدمنا
في الحظر عن البرجندي منها انه شعار الروافض وانه يجب التحرز عنه فتنبه قلت ولكن جرت العادة في زماننا بلبسه كذلك فينبغي لزوم الضمان
قياسا على مسئلة السيف الآتية فليحرر لیکن ہم نے کتاب الحظر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننا رافضیوں کی علامت
ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا میں کہتا ہوں ولیکن ہمارے زمانہ میں تو داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت جاری ہو گئی ہے
تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا يجعله في اصبع اخرى الا اذا كان
المرتهن امرأة فتضمن لان النساء يلبس كذلك فيكون استعمالا لا حفظا ابن الكمال معزيا للزيلعي ضمان لازم نہ ہوگا سوائے چھنگلی کے دوسری
انگلی میں پہننے سے مگر جس صورت میں مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دے گی اس واسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا
اور انگلیوں میں بھی پہنتی ہیں تو ان کے حق میں یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کر کے م یہ جو کہا کہ اور انگلی
سے ضمان لازم نہ ہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہ ہوگا اور یہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہو جانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اس قدر ضمان
لازم آوے گا كذا في الزيلعي ومثله تقلده بسيفي الرهن لا الثلاثة فان الشجعان يتقلدون في العادة بسيفين لا الثلاثة۔ اور انگوٹھی کے مانند دو تلواروں
کا باندھنا ہے نہ تین تلواروں کا اس واسطے کہ بہادر عادت میں دو تلواریں باندھتے ہیں نہ تین تلواریں یعنی اگر رہن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان لازم ہوگا
کیونکہ یہ استعمال ہے اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفي لبس خاتمه اي خاتم الرهن فوق آخر
يرجع الى العادة فان كان ممن يتجمل بلبس خاتمين ضمن والا كان حافظا فلا يضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع کیا
جاوے گا تو اگر مرتہن ان لوگوں میں سے ہے جو تجمل اور آرائش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہن کر تو تاوان دے گا اور اگر ان لوگوں میں نہیں تو محافظ ٹھہرے گا
تو ضمان نہ دے گا ثم ان قضى بها اي بالقيمة المذكورة من جنس الدين يلتقيان قصاصا بمجرده اي بمجرد القضاء بالقيمة اذا كان الدين حالا
وطالب المرتهن الراهن بالفضل ان كان ثمه فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکورہ ادا کی دین کی جنس سے تو ادائے ضمان اور دین دونوں مل کر برابر
ہو جاویں گے بمجرد ادا کرنے قیمت کے جس وقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن سے زائد کا مطالبہ کرے گا اگر وہاں دین زیادہ ہوگا قیمت سے
م دراہم اور دنانیر دو جنسیں مختلف ہیں چنانچہ معدن میں مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے كذا في الطحطاوي وان كان الدين موجلا
فيضمن المرتهن قيمته وتكون رهنا عنده فاذا حل الاجل اخذه بدينه اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اس کی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتہن
کے پاس رہے گی پھر جب مدت دین کی آوے گی تو مرتہن اس کو لے گا اپنے دین کے بدلے وان قضى بالقيمة من خلاف جنسه كان الضمان رهنا
عنده الى قضاء دينه لانه بدل الرهن فاخذ حكمه اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہے گا مرتہن کے پاس اس کے دین کے
ادا ہونے تک اس واسطے کہ تاوان بدلہ ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے میں واجرة بيت حفظه وحافظه ومأوى الغنم على المرتهن
اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اس کی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرة راعيه لو حيوانا ونفقته

Marfat.com

الرہن والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن
پر ہے والاصل فیہ ان کل مایحتاج الیہ لمصلحۃ الرہن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی المرتہن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اس میں یہ ہے
کہ جو چیز ذات مرہون اور اس کے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اس لیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے او
جو چیز مرہون کی محافظت کے واسطے ہو سو وہ مرتہن پر لازم ہے اس واسطے کہ اس کا محبوس رہنا اس کے حق کے واسطے ہے م نفس مرہون کے
محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والے کی اور چارا اور باغ کی سینچائی وغیر ذلک من المصلحات واعلم انہ لا یلزم شئی من
لو اشترط علی الراہن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہے اس میں سے کچھ لازم نہ ہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی القہستا
عن الذخیرۃ م چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہے بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم لگا ہو تو شرط کرنے سے یہ امور راہن پر لاز
نہ ہوں گے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واما مؤنۃ ردہ کجعل آبق اور رد جزء منہ کمداواۃ جریح الی یدہ ای الی ید المرتہن فتنقسم علی المضمون و الامانۃ
فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین اور مرتہن کے پاس مرہون کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لا
والے کا اجر یا اس کے کسی جز کے پھیر لانے کی اجرت چنانچہ عضو زخمی کا معالجہ سو منقسم ہے مضمون اور امانت پر سو جس قدر مضمون ہے اس قدر کا خرچ
پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو م مثلاً دین سو درم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہے تو سو درم کا ضمان مرتہن پ
ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے میں دس درم صرف ہوئے تو نصف مرتہن پر لازم ہوں گے اور نصف راہن پ
والا فعلی المرتہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں یعنی قیمت دین کے برابر ہے یا کم تو اس کا خرچ پھیر لانے کا مرتہن پر ہے نہ راہن پر وکذ
معالجۃ امراض وقروح وفداء جنایۃ اور اسی طرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الآخر کان متبر
الا ان یامرہ القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الآخر فحینئذ یرجع علیہ وبمجرد امر القاضی بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن
پر واجب ہو پھر دوسرا اس کو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اس کا دعوی نہیں کر سکتا مگر یہ کہ قاضی اس کو اس کا حکم کرے اور اس کو دین ٹھہرا دے دوسرے پر
اس وقت میں وہ دوسرے سے اپنا خرچ پھیرے گا اور بمجرد امر قاضی کے بدوں اس تصریح کے کہ اس کو دوسرے پر دین ٹھہرا دے رجوع نہیں کر سکتا چنانچ
یہ ملتقط میں مصرح ہے وعن الامام لا یرجع لو صاحبہ حاضرا مطلقا خلافا للثانی وہی مسئلۃ الحجر زیلعی اور امام سے ایک روایت یوں ہے کہ خرچ کرنے والا رجو
نہ کرے گا اگر اس کا ساتھی موجود رہے مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے یا نہ کرے برخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک امر اور بدوں امر ہر طر
رجوع ہے اور یہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی م یعنی امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی حجر نہیں کر سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک قاضی کو اس کا اختیا
فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی ایک دوسرے سے اپنا خرچ پھیرے گا کذا فی الطحطاوی قال الراہ
الرہن غیر ہذا وقال المرتہن بل ہذا ہو الذی ارہنتہ عندی فالقول للمرتہن لانہ القابض راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں اور مرتہن نے کہا کہ یہ و
مرہون ہے جس کو تو نے میرے پاس رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر نہیں مگر قابض کا بخلاف ما
لو ادعی المرتہن ردہ علی الراہن بعد قبضہ فان قول الراہن لانہ المنکر برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اس کو پھیر دینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنے
بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے فان برہنا فللراہن ایضا وسقط الدین لاثبا
الزیادۃ پھر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانیں تو بھی راہن ہی کے مقبول ہوں گے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جا
ولو قبل قبضہ فالقول للمرتہن لانکارہ دخولہ فی ضمانہ اور اگر اختلاف ہو اس کے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہو گیا راہ
پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنے کے بعد تلف ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ اس کے دخول فی

Marfat.com

کا منکر ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برہنا فللراہن لاثباتہ الضمان بزازیہ اور اگر دونوں اپنے دعوی پر گواہ لاویں تو راہن کے گواہ مقبول ہوں گے بسبب اس کے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ ویجوز لہ السفر بہ بالرہن اذا کان الطریق آمنا کما فی الودیعۃ وان کان لہ حمل ومؤنۃ اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر میں لیجانا جب کہ راہ بے خوف ہو جیسے ودیعت کو سفر میں لیجانا بشرط امن طریق جائز ہے اگرچہ مرہون کے لے جانے کے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا لانتقال عن البلد وکذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیۃ معزیا للعدۃ علی خلاف ما فی فتاوی القاضیین[1] ولعل ما فی العدۃ قول الامام وما فی الفتاوی قولہما کما یفیدہ کلام القنیۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جانا درست ہے اگرچہ مدت سفر نہ ہو اور اسی طرح اس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جس کے قبضے میں مرہون ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے عدہ سے منقول برخلاف دو قاضیوں کے فتاوی یعنی قاضی خاں اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کے اور شاید کہ جو روایت عدہ میں ہے وہ امام کا قول ہے اور جو دونوں فتاووں میں ہے وہ صاحبینؒ کا قول ہے چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے م شاید کہنے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ فتاوی قاضی خاں میں قول صاحبین کا صریحا مذکور ہے کذا فی الطحطاوی فائدۃ فی الحدیث اذا عمی الرہن فہو بما فیہ قالوا معناہ اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاکہ بان قال کل لا ادری کم کانت قیمتہ ضمن بما فیہ من الدین کما ذکرہ المصنف اول الباب فائدہ حدیث میں ہے کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اس دین کے ہے جس میں وہ مرہون ہے شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اس کے ہلاک ہو جانے کے بعد اس طرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا کہ اس کی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان دے اس قدر دین کا جس قدر میں وہ رہن تھا یعنی دین راہن سے ساقط ہو جاوے گا جیسے کہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہو جائے ایسا ذکر کیا ہے مصنفؒ نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں م یہ حدیث مسند اور مرسل دونوں طرح مروی ہے مسند کی تو دار قطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہے اور مرسل کی ابو داؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کی ہے میں کہتا ہوں مرسل ابو داؤد صحیح ہے بر قول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایۃ

باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز یہ باب ان مسائل میں ہے کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہے اور کس کا جائز نہیں لا یصح رہن مشاع لعدم کونہ ممیزا کما مر صحیح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اس کے ممتاز اور جدا نہ ہونے کے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا مطلقا مقارنا او طاریا من شریکہ او غیرہ یقسم او لا مشاع کا رہن مطلقا صحیح نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک سے اس کو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہ ہو ثم الصحیح انہ فاسد یضمن بالقبض وجوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہے مرتہن پر اس کا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی نے جائز رکھا ہے م انعقاد رہن کی شرط یہ ہے مال ہو اور اس کے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہاں رہن مال نہ ہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اس کے مال مضمون نہ ہو تو رہن اصلا منعقد نہ ہوگا اسی کا رہن باطل نام ہے وفی الاشباہ ما قبل البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ غیر المدبر فیجوز بیعہا لا رہنہا اور اشباہ میں ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح اس کا رہن رکھنا بھی صحیح ہے سوائے چار چیزوں کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیرہ اور وہ غلام جس کا عتق معلق ہوا کسی شرط سے قبل اس کے وجود کے سوائے غلام مدبر کے تو ان چاروں کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا ان کا جائز نہیں م مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہے اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام کہا کہ تو اگر اس گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے تو اس کی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے

[1] اور ایک نسخہ میں القاضیین کی جگہ قاضی خاں ہے ۱۲

Marfat.com

کذا فی الطحطاوی وفیہا الحیلۃ فی جواز رہن المشاع ان یبیعہ النصف بالخیار ثم یرہنہ النصف ثم یفسخ البیع قال المصنف وفیہ نظر ولعلہ مفرع علی الضعیف
فی الشیوع الطاری اور اشباہ میں جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیار کے کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے
پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنفؒ نے شرح میں کہا کہ اس میں اعتراض ہے اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہے شیوع طاری میں ضعیف
قول پر م برہان میں ابو یوسفؒ کا ضعیف قول یوں مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا علی الصحیح لانہ بالخیار
لا یخلو اما ان یبقی فی ملکہ او یعود لملکہ وعلی کل مایکون رہن المشاع ابتداء کما بسطہ فی تنویر البصائر فتنبہ میں کہتا ہوں بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف
قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ شرط خیار سے دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہے گا اس کی ملک میں یا اس کی ملک کی طرف عود کرے گا اور ہر
حال میں مشاع کا رہن ابتدا سے ہوگا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اس کو تنویر البصائر میں تو خبردار رہنا م شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ
والنظائر میں مذکور ہے کہ یہ حیلہ اس پر متفرع ہے کہ شیوع طاری مضر نہیں بلکہ ظاہر اس پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جب بائع نے بیع کی
اس شرط پر کہ مجھ کو اختیار ہے تو بیع بائع کی ملک سے باہر نہ گیا پھر جب اس کے ملک سے باہر گیا تو اس نے اپنے بعض ملک کو رہن رکھا تو رہن مشاع
ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبینؒ کے قول پر ظاہر ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہو گیا تو رہن
رکھنا مشاع کا اپنے شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام کے قول پر اگرچہ مدت خیار میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری
کی ملک میں داخل ہوگا یا بائع کی ملک میں عود کرے گا اور ہر حال میں رہن مشاع کا ابتدا سے ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً قلت والحیلۃ الصحیحۃ ما فی
حیل منیۃ المفتی اراد رہن نصف دارہ مشاعا یبیع نصفہا من طالب الرہن ویقبض منہ الثمن علی ان المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم
الخیار فیبقی فی یدہ بمنزلۃ الرہن بالثمن واعتمدہ ابن المصنف فی زواہر الجواہر میں کہتا ہوں اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہ ہے جو منیۃ المفتی کے حیلوں
میں مذکور ہے ایک شخص نے اپنے گھر میں سے نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اس کے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے ثمن
اس کا لے اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے اور مشتری گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہے گا
بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنفؒ نے زواہر جواہر میں اعتماد کیا م اور اسی طرح حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھا مع نفعا
میں ہے کہ اگر مشتری کے پاس تلف ہوگا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیب دار ہو جاوے گا تو اس کے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاوے گا وفیہا
الشیوع الثابت ضرورۃ لا یضرہ بما فی لو لوالجیۃ ولو جاء بثوبین وقال خذ احدہما رہنا والآخر بضاعۃ عندک فان نصف کل منہما یصیر رہنا بالدین لان احدہما لیس
باولی من الآخر فیشیع الرہن فیہما بالضرورۃ فلا یضر اور زواہر الجواہر میں ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہیں اس واسطے
کہ ولوالجیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ ان میں سے ایک کپڑا رہن رکھو اور دوسرا کپڑا بضاعت رکھ لے اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف
رہن ٹھہر جاوے گا دین کی عوض اس واسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہیں تو رہن شائع ہو شائع ہوگا دونوں کپڑوں میں عدم
ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہیں کرتا ولا رہن ثمرۃ علی نخل دونہ ولا زرع ارض او نخل او بناء بدونہا اور جائز
نہیں رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہے بدوں درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدوں زمین کے وکذا عکسہا کرہن الشجر
لا الثمر والارض لا النخل اور اسی طرح کا حکم ہے اس کے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدوں پھل اور زمین کا رہن رکھنا بدوں درخت کے م اور اگر اخراج
شجر کی تصریح نہ کی تو درخت بھی رہن میں بالتبع داخل ہوگا والاصل ان المرہون متی اتصل لغیر المرہون خلقۃ لا یجوز لامتناع قبض المرہون وحدہ در رہا در قاعدہ
کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے تو رہن جائز نہیں بسبب ممتنع ہونے قبض مرہون کے فقط

كذا في الدرر وعن الامام جواز رہن الارض بلا شجر اور امامؒ سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رہن بدوں درخت کے جائز ہے ولو رہن الشجر بمواضعها
او الدار بما فيها جاز ملتقى لانه متصل اتصال مجاورة اور اگر رہن کیا درختوں کو ان کے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اس کے ساتھ جو اس کے اندر
ہے كذا في الملتقى اس واسطے کہ وہ متصل ہے باتصال مجاورت اور مقاربت کے وفي القنية رہن دارا او الحيطان مشتركة بينه وبين الجيران صح في العرصة
ولا يضر اتصال السقف بالحيطان المشتركة لكونه تبعا اور قنیہ میں ہے کہ ایک گھر رہن رکھا اور حالانکہ اس کی دیواریں مشترک ہیں فی مابین راہن اور
پڑوسیوں کے تو رہن صحیح ہے صحن اور انگنائی میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رہن کا نہیں اس لیے کہ وہ تابع ہے نہ اصل م قنیہ میں
پوری روایت یوں ہے کہ رہن صحیح ہے صحن اور چھت اور راہن کی خاص دیواروں میں كذا في الطحطاوي ولا رہن الحر والمدبر والمكاتب وام الولد
والوقف اور جائز نہیں رہن رکھنا آزاد غلام کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا تم لما ذكر ما لا يجوز رہنه ذكر ما لا يجوز الرہن به فقال
ولا بالامانات كوديعة وامانة پھر جب کہ مصنف نے وہ چیزیں ذکر کیں جن کا رکھنا درست نہیں اب اس کا ذکر شروع کیا جس کے بدلے رہن رکھنا
درست نہیں تو مصنف نے یوں کہا اور رہن جائز نہیں بدلے امانتوں کے چنانچہ ودیعت اور امانۃ م اور اسی طرح عاریۃ اور مال مضاربۃ اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا . . . .
جائز نہیں اس واسطے کہ رہن کا موجب ید استیفاء ہے مرتہن کے واسطے تو رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہے تاکہ قبض مضمون
واقع ہو اور استیفا دین اس سے ہو سکے اور امانت کے قبض میں ضمان نہیں کہ رہن اس کے بدلے صحیح ہو كذا في الدرر ولا بالدرك خوف استحقاق المبيع
فانه به باطل بخلاف الكفالة كما مر اور رہن بالدرک جائز نہیں استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح
ہے چنانچہ گذر گیا م رہن بالدرک اس واسطے صحیح نہیں کہ رہن تو استیفاء ہے اور استیفا نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اس واسطے کہ معنی درک کے
تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن بالدرک کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اس کا ثمن
لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے
تو یہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اس کا لازم نہ آوے گا خواہ درک حاصل ہو یا نہ ہو بخلاف کفالت
کے اس واسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفا کے واسطے اور استیفا نہیں وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب کی
زمان مستقبل کی طرف جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہے التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہے ولا بالعين مضمونة بغيرها
اى بغير مثل او قيمة مثل المبيع في يد البائع فانه مضمون بالثمن فاذا هلك ذهب بالثمن اور رہن جائز نہیں عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جس کا
تاوان مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ مبیع بائع کے پاس اس واسطے کہ اس کا ضمان ثمن سے ہے پھر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو گیا تو ثمن جاتا رہا م بائع
نے مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہے اس واسطے کہ
رہن واجب ہوتا ہے دین کے مقابلہ میں اور مبیع بائع کے پاس دین نہیں ہوتا بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق
ہے اور اس میں ضمان نہیں كذا في الدرر ولا بالكفالة بالنفس اور رہن جائز نہیں حاضر ضامنی کے بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہیں جس کے بدلے
رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اصیل اس کے پاس مال کے بدلے کچھ رہن رکھے تو یہ رہن درست ہے كذا في المنح ولا بالقصاص مطلقا في نفس
وما دونها اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اس واسطے کہ استیفاء قصاص رہن سے متعذر ہے اور یہ رہن
باطل ہے اس واسطے کہ مرہون بہ یعنی قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجناية خطاء لامكان استيفاء الارش من
الرہن برخلاف جنایت خطا کے کہ اس کے بدلے رہن جائز ہے بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی یہاں تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال
کے جائز ہوگا ولا بالشفعة اور رہن جائز نہیں بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں اس مشتری سے جس پر تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اس واسطے کہ

Marfat.com

بیع کا مشتری پر ضمان نہیں **وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ** اور رہن جائز نہیں نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اس واسطے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر **وبالعبد الجانی او المدیون** اور رہن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اس واسطے کہ مالک پر اس کا ضمان نہیں واذا لم یصح الرہن فی ہذہ الصور فللراہن اخذہ فلو ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فیبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جب کہ رہن صحیح نہ ہوا ان سب صورتوں میں تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پھر اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف ہو گیا اس واسطے کہ رہن باطل کے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال **ولا رہن خمر وارتہانہا من مسلم او ذمی للمسلم** ای لا یجوز للمسلم ان یرہن خمرا او یرتہنہا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان کو یعنی مسلمان یا ذمی سے یعنی جائز نہیں کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے اس واسطے کہ ایفاء اور استیفاء حق مسلم میں متعذر ہے اس واسطے کہ مسلم ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے **ولا یضمن** ای المسلم مرتہنہا مال کونہ ذمیا **او مسلم** راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہو کر تاوان نہ دے گا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہو جائے تو اس پر تاوان اس کا لازم نہ ہو گا اس واسطے کہ خمر مسلم کے حق میں مال ہی نہیں جو اسکا تاوان واجب ہو **وفی عکسہ الضمان** لتقومہا عندہم لا عندنا اور اس کے بالعکس میں ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہو جائے مسلمان پر تاوان دینا لازم ہو گا اس واسطے کہ خمر ذمیوں کے نزدیک مال متقوم ہے نہ ہمارے نزدیک **وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا** ای بالمثل او بالقیمۃ **کالمغصوب وبدل الخلع والمہر وبدل الصلح عن دم عمد** اور صحیح ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اس کے مثل سے یا اس کی قیمت سے لازم ہوتا ہو چنانچہ غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور بدل صلح کا عمداً خون سے ہم اس کی تفصیل کتاب الرہن کے شروع میں مذکور ہو چکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر دریافت کر کہ اعیان یعنی اشیاء عین دین تین قسم ہیں ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلا اس کا ضمان نہیں چنانچہ امانتیں دوسری عین غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہے چنانچہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہے چنانچہ مغصوب اور مانند اس کے اور اس کا پورا بیان درر میں ہے ہم تفصیل اس کی درر میں یوں ہے کہ اعیان تین قسم ہیں ایک عین تو اصلا مضمون نہیں یعنی اس کا تاوان نہیں چنانچہ امانات اس واسطے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل ہالک سے یعنی جو چیز تلف ہو گئی اس کے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اس کی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہو جائے بدوں تعدی کے تو اس کے مقابلہ میں کچھ ضمان نہیں یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہو گئی دوسری عین مضمون بنفسہا چنانچہ مغصوب اور مانند اس کے اور فقہا اس کو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہیں اور مراد یہ رکھتے ہیں کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل ہالک سے یا اس کی رد قیمت سے چنانچہ معلوم ہو چکا اور شئی مثلی یا قیمتی کی ہلاکت میں اس کا مثل یا قیمت متعین ہو گی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہے جس کا ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ بمضمون ہے جیسے مبیع بائع کے قبض میں اس واسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اس کی مثل یا قیمت کا ضمان نہیں لیکن ثمن ساقط ہو جاوے گا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہے تو بمجرد اس اعتبار کے اس کو عین مضمون بغیرہ کہا انتہیٰ ما فی الدرر **وصح بالدین الموعود بان رہن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا جبر** اشباہ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ راہن نے کوئی چیز گرو رکھی تا مرتہن اس کو قرض دے اس قدر چنانچہ مثل ہزار درم پھر اگر مرتہن اسکو بعض دے مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اس پر جبر نہیں کذا فی الاشباہ دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اسی قدر مرہون محبوس رہیگا اور دین موعود کا ایفاء لازم نہیں اسلئے کہ وعدہ کی حقیقت رہن ہی قوی تر ہے کذا فی الطحاوی مختصراً **فاذا ہلک ہذا الرہن فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون بالقیمۃ**

Marfat.com

پھر جب کہ یہ رہن مذکور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو اس پر تاوان لازم ہوگا بقدر دو عدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرتہن ہزار درم راہن کو دے گا زبردستی اس وقت میں جب کہ دین قیمت مرہون کے برابر ہوگا یا کمتر اور جب کہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون لقیمت ہے یعنی مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان لازم ہوگا نہ دین کا ہذا اذا سمی قدر الدین فان لم یسم لم یکن مضمونا فی الاصح کما مر فی المقبوض علی سوم الرہن بان رہنہ علی ان یعطیہ شیئا فہلک فی یدہ بل لیضمن خلاف بین الامامین مذکور فی البزازیۃ وغیرہا والاصح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار غیر مضمون فی الاصح یہ یعنی دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اس وقت ہے جب کہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو پھر اگر اس نے معین نہ کیا ہو تو اس کا ضمان لازم نہ ہوگا قول اصح میں چنانچہ یہ گذر گیا اس مرہون کے بیان میں جس پر قبضہ ہوا طلب رہن پر اس طرح کہ رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچھ دین دے سوم رہن مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اس میں لازم ہوگا یا نہیں اس میں خلاف ہے دو اماموں میں جو بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے اور قول صحیح تر یہ ہے کہ اس میں تاوان نہیں ہے اور مقرر متن میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض لطلب رہن جب کہ دین کی مقدار بیان نہ ہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں وصح برأس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کی راس المال کے بدلے اور صرف کی ثمن اور سلم فیہ کے بدلے م ہر چند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تھی لیکن اس کو علیحدہ اس واسطے مصنف نے ذکر کیا تاکہ مسائل آئندہ اس پر مرتب ہوں فان ہلک الرہن فی المجلس تم الصرف والسلم وصار المرتہن مستوفیا حکما خلافا للثلثۃ پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانے والا ٹھہر گیا حکما برخلاف آئمہ ثلثہ کے م یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون راس المال کے برابر تھا اور اگر زیادہ تھا تو فاضل اس کے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اس کے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقد وہلاک لبطلا ای السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہوگئے م وجہ بطلان یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہوگئے واما المسلم فیہ فیصح مطلقا اور مسلم فیہ تو مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اس واسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان ہلک الرہن تم العقد وصار عوضا للمسلم فیہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہو گیا اور وہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو لم یہلک ولکن تفاسخا السلم وبالمسلم فیہ رہن فہو رہن برأس المال استحسانا لانہ بدلہ فقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہ ہوا ولیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ از روئے استحسان کے راس المال کے بدلے رہن ہوگا اس واسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجائے مسلم فیہ کے قائم ہوگیا فان ہلک الرہن بعد الفسخ المذکور ہلک بہ ای بالمسلم فیہ فیلزم رب السلم دفع المسلم فیہ ابقاء والرہن حکما الی ان یہلک اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما اس کے ہلاک ہونے تک م یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا لینا واجب ہے اس واسطے کہ رہن مضمون ہے اس کے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اس کی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح وللاب ان یرہن بدین کائن علیہ عبد الطفلہ لان لہ ایداعہ فہذا اولی لہلاکہ مضمونا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا بدلے اس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اس واسطے کہ باپ کو اس کے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر تاوان واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلک اور ابو یوسف نے کہا کہ باپ اور وصی اس کے مالک نہیں یعنی اس کے غلام کے رہن رکھنے کے ثم اذا ہلک ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانہ امانۃ پھر

Marfat.com

جب کہ غلام مرہون ہلاک ہو جائے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دے نہ زیادہ کا تاوان اس واسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں و قال التمرتاشی یضمن الوصی القیمۃ لان للاب ان ینتفع بمال الصبی بخلاف الوصی لکن جزم فی الذخیرۃ وغیرہا بالتسویۃ بینہما تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اس واسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اس کو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہے **ولہ ای للاب رہن مالہ عند ولدہ الصغیر بدین لہ ای للصغیر علیہ ای علی الاب** اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے م فرزند صغیر کا دین جیسے اس کی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہے **ویحبسہ لاجلہ** ای لاجل الصغیر **بخلاف الوصی** فانہ لایملک ذلک سراجیۃ اور باپ نے اس مرہون کو فرزند صغیر کے واسطے محبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہے کذا فی السراجیۃ وکذا **عکسہ فللاب رہن متاع طفلہ من نفسہ** لانہ لوفور شفقتہ جعل کشخصین وعبارتین کشرائہ مال طفلہ اور اسی طرح کا حکم ہے اس کے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی ذات سے درست ہے اس واسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کے مانند قرار دیا گیا اور اس کی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دی گئی چنانچہ باپ کو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا **بخلاف الوصی** لانہ وکیل محض فلا یتولی طرفی العقد فی رہن لا بیع وتمامہ فی الزیلعی برخلاف وصی کے اس واسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہ ہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن میں نہ بیع میں اور اس کا پورا بیان زیلعی میں ہے م اصل یہ ہے کہ ایک شخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہ قاعدہ باپ میں اس کی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ اس کی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہ ہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا **وصح بثمن عبد او خل او ذکیۃ ان ظہر العبد حرا او الخل خمرا او الذکیۃ میتۃ** اور غلام اور سرکہ اور مذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں آزاد ہے اور سرکہ شراب اور مذبوحہ مردار ہے م فائدہ صحت رہن کا یہ ہے کہ در صورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع ہوتا امانت ہو کر کذا فی الطحطاوی **وصح ببدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ والاصل ما مر ان وجوب الدین ظاہرا یکفی لصحۃ الرہن والکفیل** اور رہن صحیح ہے اس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اس کے کہ اس پر دین نہ تھا واقع میں اور قاعدہ کلیہ وہ ہے جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز رہن رکھ دی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ ظاہر میں وجوب دین صحت رہن کے واسطے کافی ہے حقیقۃ واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر **وصح رہن الحجرین والمکیل والموزون** اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہیں کذا فی الدرر **فان رہن المذکور بخلاف جنسہ ہلک بقیمتہ** وہو ظاہر پھر اگر چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکھا اس کی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے **وان بجنسہ وہلک ہلک بمثلہ** وزنا او کیلا لا قیمۃ خلافا لہما من الدین اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہوئے بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا کیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین کے م در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امامؒ کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل میں اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن یا کیل مثلا بقدر دس درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہو گئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہو گیا باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہے تو امامؒ کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبینؒ

Marfat.com

کے نزدیک مرتہن پر اس کی قیمت کا ضمان واجب ہے اس کے خلاف جنس سے کذافی شرح ملاسکین **ولا عبرة بالجودة عند المقابلة بالجنس ثم ان تساویا فظاہر وان الدین ازید فالزائد فی ذمة الراہن وان الرہن ازید فالزائد امانة** درر وصدر الشریعة اور اعتبار نہیں مرہون کے جید اور کھرے ہونے کا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہے یعنی دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ پر ہے اور اگر مرہون زائد ہے تو وہ امانت ہے یعنی وہ راہن کا ہے یعنی اگر تلف ہوگیا تو مرتہن پر اس کا ضمان نہیں کذافی الدرر والصدر الشریعة **باع عبدا علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا کذلک بعینہ صح** غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھ دے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے م اگر متعین رہن نہیں تو اگر مجلس بیع میں تعیین بائع اور مشتری متفق ہوگئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذافی الطحطاوی عن الزیلعی **ولا یجبر المشتری علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم** اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اس واسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہ ہوگا **وللبائع فسخہ لفوات الوصف المرغوب** اور درصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تو بدوں اس کے راضی نہ ہوگا پھر جب اس کی رضا تمام نہوئی تو اس کو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہوجائے **الا ان یدفع المشتری الثمن حالا او یدفع قیمة الرہن المشروط رہنا لحصول المقصود** فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہ رہے گا بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اس کی خلاف ہے حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی بھی ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اس کی قیمت ہے نہ بعینہ صورت **وان قال المشتری لبائعہ وقد اعطاہ شیئا غیر مبیعہ امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رہن لتلفظہ بما یفید الرہن والعبرة للمعانی خلافا للثانی والثلثة** اور اگر مشتری نے سوائے مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اس سے کہا کہ اس کو رکھ یہاں تک کہ میں تجھ کو ثمن دوں تو وہ رہن ہوگا بسبب بولنے مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابویوسفؒ اور آئمہ ثلثہ کے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اس کا مادہ شرط نہیں **ولو کان ذلک الشیٔ الذی قال لہ المشتری امسکہ ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنا بثمنہ** اگرچہ وہ چیز جس کو مشتری نے کہا کہ رکھ یہ وہی مبیع ہے جس کو اس نے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے م یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اس کی ملکیت اس میں متعین ہوگئی یہاں تک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہ ہوگا **ولو قبلہ لا یکون رہنا لانہ محبوس بالثمن** کما مر اور اگر مبیع کے قبض کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اس کو رہن رکھ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا م تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا **لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ کلحم وخبز فابطا المشتری وخاف البائع تلفہ جاز بیعہ وشراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شبہة** باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جس کو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اس کے تلف ہوجانے سے تو اس کا بیچنا اور دوسرے شخص کو اس کا خریدنا جائز ہے اور اگر اس کو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کرے اس واسطے کہ اس میں شبہ ہے غیر کے مال ہونے کا یعنی مشتری کا م طحطاوی نے کہا یہی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہ ہو **رہن رجل عینا عند رجلین**

Marfat.com

بدین لکل منهما صح و کله رهن من کل منهما و تو غیر شد یکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز بالکل دونوں شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہ ہوں م یہ نہیں ہے کہ اس کا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اس واسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کی طرف بصفقہ واحدہ اور اس میں شیوع نہیں اور موجب اس کا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا ہر شخص کا اور اس میں کچھ منافات نہیں برخلاف اس کے کہ اگر ہبہ کر دے دو شخصوں کو تو امام کے نزدیک درست نہیں اس واسطے کہ ہبہ سے مقصود ایجاب ملک ہے اور عین واحد میں ہر شخص کی ملک کامل متصور نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان تهایأ

فکل واحد منهما فی نوبته کالعدل فی حق الآخر هذا لو مما لا یتجزأ ان مما یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع له کله ضمن عنده خلافا لهما و اصله

مسئلة الودیعة زیلعی پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرہون مذکور میں باری باندھ لی تو ہر مرتہن اپنی باری میں شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق میں یہ اس صورت میں ہے جب کہ مرہون اس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا چنانچہ گھوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ نمک یا گیہوں تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایک دوسرے کو بالکل مرہون دے گا تو امام کے نزدیک اس پر تاوان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی م دافع پر ضمان غصب لازم آوے گا زیلعی میں ہے کہ جب شی قابل قسمت دو شخصوں کے پاس ودیعت رکھے سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی تو دافع پر ضمان لازم آوے گا خلافا للصاحبین ولو هلک ضمن کل حصته لتجزی الاستیفاء اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دے گا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہو گیا اس واسطے کہ استیفا متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی دین احدهما فکله رهن للآخر لما مر ان کل العین رهن فی ید کل منهما بلا تفرق پھر اگر راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہے گا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ میں رہن ہے بلا تفرق یعنی بلا تجزی و ان رهنا رجلا رهنا واحدا بدین علیهما صح بکل الدین و یمسکه الی استیفاء کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصوں نے ایک مرد کے پاس ایک چیز رہن رکھی عوض اس دین کے جو دونوں پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکھے گا تمام دین کے حاصل ہونے تک اس واسطے کہ اس صورت میں شیوع نہیں ہے م اس واسطے کہ قبض رہن تمام مرہون میں بلا شیوع حاصل ہے کذا فی الدرر ولو رهن عبدین بالف لا یاخذ احدهما بقضاء حصته لحبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکھے تو راہن ایک غلام کو اس کا حصہ ادا کرنے سے نہ لے سکے گا بسبب محبوس ہونے دونوں غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالا جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن فان سمی لکل واحد منهما شیئا من الدین له ان یقبض احدهما اذا ادی ما سمی له بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرهن لا البیع هو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر کر دیا یعنی مثلاً یوں کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو درم کے رہن رکھتا ہوں اور وہ غلام بعوض چھ سو درم کے رکھتا ہوں تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جب کہ ادا کیے اس قدر دین جو اس کے واسطے معین کر دیا تھا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن میں بیع میں یہی قول صحیح تر ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام میں دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں برخلاف بیع کے اس واسطے کہ بیع میں امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد عقد کا نہیں ہوتا ولہذا اگر ایک میں بیع قبول کرے نہ دوسرے میں تو بیع باطل ہو جاوے گی کل میں اس واسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفقہ سے کیونکہ یہ عادت جاری ہے کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہیں اور رہن میں ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہیں ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت میں اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اس واسطے کہ ثمن بیع میں ہوتا ہے نہ رہن

Marfat.com

میں وبطل بینۃ کل منہما ای من رجلین علی رجل انہ ای ان کل واحد رہنہ ہذا الشیئ کعبد مثلا عندہ وقبضہ لاستحالۃ کون کلہ رہنا لہذا وکلہ رہنا لذاک فی آن واحد ولا یمکن تنصیفہ للزوم الشیوع فتہاترتا وحینئذ فیہلک امانۃ اذ الباطل لاحکم لہ اور دو مردوں کے گواہ ایک مرد پر باطل ہیں اس مقدمہ میں کہ اس مرد نے اس کے پاس یہ چیز مثلا غلام کو رہن رکھا اور اس نے اس پر قبضہ کیا اس واسطے کہ تمام غلام کا اس کے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اس کے پاس رہن ہونا ایک آن میں محال ہے اور اس کا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہیں بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونوں گواہیاں ساقط ہوگئیں اور اس وقت میں اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اس واسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہیں ہوتا م حق یوں ہے کہ انہٗ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اس لیے کہ مرتہن دو مرد ہیں اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے اسی کے موافق ترجمہ کیا نہ شارح کے موافق لان الحق حق بالاتباع ہذا اذا لم یؤرخا فان ارخا کان صاحب التاریخ الاقدم اولی وکذا اذا کان الرہن فی ید احدہما کان ذوالید احق لقرینۃ سبقہ یہ یعنی بطلان شہادتین کا اس وقت ہے جب کہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو سو دونوں نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا لائق تر ہے اور اسی طرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حق دار ہے اس کی سبقت کے قرینہ سے یعنی اس کا قادر ہونا قبض پر دلیل ہے اس کے سبقت کی ولومات راہنہ ای راہن العبد مثلا والحال ان الرہن معہما ای فی ایدیہما او لا ای ولیس العبد معہما فان الحکم واحد زیلعی فبرہن کل کذلک کما وصفنا[۱] کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنا بحقہ استحسانا لانقلابہ بالموت استیفاء والشائع یقبلہ اور اگر مثلا غلام کا راہن مرگیا اور حالانکہ مرہون ان کے ساتھ ہے یعنی ان کے قبضے میں ہے یا قبضے میں دونوں کے نہیں دونوں میں ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پھر ہر مرتہن اسی طرح گواہ لایا چنانچہ ہم نے اس کو بیان کیا ہے یعنی ہر مرتہن کے گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اس کا قبضہ اس پر رہا تو ہر مرتہن کے قبض میں نصف نصف غلام رہن رہے گا اس کے حق یعنی اس کے دین کے بدلے از روئے استحسان کے اس لیے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا ہوگیا اور شائع استیفا کو قبول کرتا ہے م قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہو اس واسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہے استیفاء دین کے واسطے اور حبس یہاں نہیں ہو سکتا شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہ ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہیں ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہے اور حکم رہن کا زندگی راہن میں حبس تھا اور شائع اسکو قبول نہیں کرتا اور راہن کی موت کے بعد دین حاصل کرتا ہے مرہون کو بیچ کر اس کے ثمن سے اور شائع اس کو قبول کرتا ہے کذا فی المنح اخذ عمامۃ المدیون لتکون رہنا عندہ لم تکن رہنا بل کانت تہلک ہلاک مرہون قال وہذا ظاہر اذا رضی المطلوب بترکہ رہنا عمادیۃ ومفادہ انہ ان رضی بترکہ کان رہنا والا لا وعلیہ یحمل اطلاق السراجیۃ وغیرہا کما افادہ المصنف راہن نے مدیون کی پگڑی لی تا اس کے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہرے گی اور جب کہ تلف ہو گی تو بطور مرہون کے تلف ہو گی یعنی ضمان رہن لازم ہوگا نہ ضمان غضب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنی اس کا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جب کہ مدیون اس کے رہن رہنے پر راضی ہو گیا ہو کذا فی العمادیۃ اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مالک اس کے رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہ ہوا تو رہن نہیں غضب ہے اور شق ثانی کے مستفاد پر سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہے چنانچہ مصنف نے اس کو شرح میں بیان کیا ہے م سراجیہ میں یوں ہے کہ جب مدیون کی پگڑی بدون اس کی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکھنے کے واسطے لی تو وہ رہن نہیں ہے بلکہ غضب ہے انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہ ہے کہ اگر بدوں رضائے مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہو گیا اور پگڑی تلف ہو ئی تو بطور رہن کے تلف ہو ئی ہے اور راضی نہ ہوا تو بطور غضب کے تلف ہوئی اور مانند اس کے عالمگیری میں جواہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لرب المال یمسک

[۱] وفی نسخۃ وصلت ۱۲

Marfat.com

مال المدیون رہنا بلا اذنہ وقیل اذا لیس فلہ اخذہ مکان حقہ قضاء عن دینہ واقرہ المصنف اور مجتبیٰ میں ہے کہ مالک مال کو جائز ہے کہ مدیون کے مال کو بدوں اس کی اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہے کہ جب مالک کو یاس ہو تو اس کو اپنے دین کی جگہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو درست ہے اور اس کو مصنف نے ثابت رکھا ہے دفع ثوبین فقال خذ ایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن واحد منہما رہنا قبل ان یختار احدہما سراجیہ مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا ان دو میں سے ایک کپڑا جس کو تو چاہے رہن رکھ لے بعوض اس قدر دین کے سو دائن نے دونوں کپڑے لیے تو ان میں سے ایک کپڑا ابھی رہن نہ ہوگا ایک کے اختیار کرنے سے پہلے کذا فی السراجیہ یعنی جب تک ایک کپڑے کو پسند نہ کرے گا تو رہن ثابت نہ ہوگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے غصب الرہن کہلاکہ الا اذا غصب فی انتفاع مرتہن باذن راہن رہن کا غصب کرنا اس کے تلف ہو جانے کے مانند ہے تاوان لازم ہونے میں مگر جب کہ غاصب نے غصب کیا اس حالت میں جب کہ مرتہن مرہون اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہ ہوگا م اگر مصحف رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو اس میں پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہو گیا تو دین ساقط نہ ہوگا یعنی اس لیے کہ ضمان مرتہن پر لازم نہ ہوگا اس لیے کہ رہن کا حکم حبس ہے پھر جب اس کو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہو گیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی العالمگیریہ عن الوجیز امرہ بدفعہ للدلال فدفعہ فہلک لم یضمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اس نے اس کو دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتہن پر ضمان لازم نہ ہوگا حمامی وضع المصحف الرہن فی صندوقہ ووضع علیہ قصعۃ ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن ضمان الرہن لا الزیادۃ ایک حمامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اس پر پانی پینے کا کٹورا رکھ دیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کے تلف ہو گیا تو حمامی رہن کا تاوان دے گا نہ زیادہ کا یعنی دین اس کا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اس کا تاوان لازم نہ ہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہیں والمودع لا یضمن شیئا قنیہ اور امانت دار پر کچھ تاوان نہیں یعنی بدوں تعدی کے کذا فی القنیۃ الاجل فی الرہن یفسدہ مدت مقرر رہن کی مفسد ہے اس واسطے کہ رہن کا حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین تو در صورت ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اس واسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے لزوم ضمان میں برخلاف رہن باطل کے کذا فی الطحطاوی سلطہ ببیعہ ومات للمرتہن بیعہ بلا محضر وارثہ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کر دیا اور راہن مر گیا تو مرتہن کو اس کی بیع کا اختیار ہے بدوں حاضر ہونے راہن کے وارث کے م تو وارث نقض بیع نہیں کر سکتا اس لیے کہ حق مرتہن کا اس سے متعلق ہو گیا ہے اور وہ باطل نہیں ہو سکتا راہن کے مر جانے سے کذا فی الطحطاوی غاب الراہن غیبۃ منقطعۃ فرفع المرتہن امرہ القاضی لیبیعہ بدینہ ینبغی ان یجوز ولو مات ولا یعلم لہ وارث فباع القاضی دارہ جاز کذا فی متفرقات بیوع النہر راہن غائب ہو گیا بطور غیبت منقطعہ کے سو مرتہن نے اس کی نالش کی قاضی سے تا مرہون کو بیچ دے اس کے دین کے سبب سے تو لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ جائز ہو اور اگر راہن مر گیا اور اس کا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اس کا گھر بیچ ڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں وفی الذخیرۃ لیس للمرتہن بیع ثمرۃ الرہن وان خاف تلفہا لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع للقاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز لہ ان یبیعہ اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اس کے تلف ہو جانے کا خوف ہو اس واسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہے نہ بیع کا اور ممکن ہے اس کا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف ہے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اس کو قاضی کی طرف مرافعہ کرنا ممکن نہ ہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اس کا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم۔

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یہ باب ہے اس رہن کے احکام میں جو رکھا جائے عدل یعنی معتمد کے ہاتھ میں م جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہو چکے تو اب ان کے نائب کے احکام شروع ہوئے یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہے جس کے پاس مرہون

Marfat.com

رکھنے پر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہوگئے اور اس کی بیع پر راضی ہوئے مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن وہ تو وکیل مفرد کے
کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکورہ عنقریب مذکور ہوں گے سمی بالعدل التحقق زعم الراہن والمرتہن نائب کا نام عادل اس واسطے رکھا گیا کہ
اس کی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہے اذا وضعا الرہن علی ید عدل صح ویتم بقبضہ جیسے کہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں
رکھ دیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یاخذہ احدہما منہ اور نہ لے گا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اس حق کا
واسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہے حفظ اور امانت میں اور مرتہن کا حق ہے استیفا دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال
کا مالک نہ ہوگا وضمن لو دفع الی احدہما لتعلق حقہما بہ اور معتمد تاوان دے گا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دے گا اس لیے کہ دونوں کا حق اس سے متعلق ہے
یعنی اس واسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے
اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دینے سے کذا فی الدرر فلو دفع فتلفت ضمن لتعدیہ واخذ منہ قیمتہ وجعلاہا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل
جعلہا رہنا فی یدہ لئلا یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اس کے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دے اپنی تعدی
کے سبب سے اور راہن اور مرتہن سے مرہون کی قیمت لیں اور اس قیمت کو رہن رکھ دیں اس معتمد کے پاس یا اس کے سوا اور شخص کے پاس اور معتمد کو اس
قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہیں تاکہ معتمد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا نہ ہوجائے م اس واسطے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہے
تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنے والا اور تقاضا کرنے والا ٹھہر گیا اور حالانکہ دونوں میں تخالف ہے کذا فی المنح وہل للعدل الرجوع مبسوط فی
المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اس کا مفصل مذکور ہے بڑی کتابوں میں م زیلعی میں ہے کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی معتمد اول کے پاس
یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو اس وجہ سے کہ اس نے مرہون راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کے واسطے سالم رہی اس
کو لے جس کے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اس وجہ سے کہ اس نے مرہون مرتہن کو دیا تھا تو راہن قیمت کو لے گا جس کے پاس ہو پھر معتمد
کو مرتہن سے قیمت بھر لینا جائز ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا اور وہ تلف ہوگیا ہو اس کے پاس
تو مرتہن سے اس کا رجوع درست نہیں اور اگر مرتہن نے اس کو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے بھر لے گا اور اسی طرح رجوع درست ہے اگر معتمد نے
مرہون دینے کے وقت مرتہن سے یوں کہا ہو کہ لے اس کو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اس کو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصرا واذا ہلک
یہلک من ضمان المرتہن اور جب کہ مرہون تلف ہوگیا معتمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنی مرتہن پر تاوان اس کا لازم ہوگا فان وکل الراہن
المرتہن او وکل العدل او غیرہما ببیعہ عند حلول الاجل صح توکیلہ لو الوکیل اہلا لذلک ای للبیع عند التوکیل پھر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا ان کے
سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنے
کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا یکن اہلا لذلک عند التوکیل لا تصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل ببیعہ صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لہما
اور اگر وکیل اس کی لیاقت نہ رکھتا ہو توکیل کے وقت تو وکالت صحیح نہ ہوگی اور اس وقت میں تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا
اور اس نے اپنے بالغ ہونے کے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہ ہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبینؒ کے کہ ان کے نزدیک بیع صحیح ہے فان شرطت الوکالۃ
فی عقد الرہن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت الراہن ولا المرتہن للزومہا بلزوم العقد فہی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احدہا ہذا پھر اگر وکالت
مشروط ہوئی عقد رہن میں تو وکیل معزول نہ ہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہو
جانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو رہن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے بچند وجہ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے

Marfat.com

وکیل معزول نہیں ہوتا اور وکالت مفردہ میں معزول ہو جاتا ہے م شرط وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہن کہے کہ میں نے اس کو رہن رکھا اس شرط پر کہ
فلاں شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اس کے بیع کرنے کا کذا فی الحموی والثانی ان الوکیل ہنا یجبر علی البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے
کہ وکیل پر یہاں یعنی بیع رہن کی وکالت میں جبر کیا جائے گا بیع پر امتناع کے نزدیک م وجہ جبر یہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہ ہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے
کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اس پر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اس کو بیچ ڈالے کذا فی الدرر وکذا لو شرطت بعد الرہن فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر
الروایۃ وان صححہا قاضی خان وغیرہ علی ما نقلہ القہستانی وغیرہ فتنبہ بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اور وکالت مشروط
ہو گئی ہو وے بعد رہن کے صحیح تر قول میں کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہے چنانچہ قہستانی
وغیرہ نے اس کو نقل کیا ہے تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے م عالمگیری میں ہے کہ اگر معتمد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے
ہوئی ہو تو ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ اس پر جبر کیا جائے گا چنانچہ وجیز میں ہے اور یہی قول
صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی میں ہے والثالث انہ یملک بیع الولد والارش اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع
کا مالک ہے م بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اس کی دیت میں اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس
کا اختیار ہے والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان لہ ان یصرفہ الی جنسہ ای الدین بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب وکیل
نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اس کو جنس دین کی طرف پھیرنا درست ہے برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ صرف کا مالک نہیں والخامس
اذا کان عبدا وقتلہ عبد خطأ فدفع بالجنایۃ کان لہ بیعہ بخلاف المفردۃ متعلق بالجمیع اور پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب مرہون غلام
ہو اور اس کو دوسرا غلام از راہ خطا قتل کر ڈالے سو غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اس کی بیع کا اختیار ہے برخلاف وکالت مفردہ کے
یہ مخالفت کا قول پانچوں صورتوں سے متعلق ہے ولہ بیعہ فی غیبۃ ورثتہ ای ورثۃ الراہن کما کان لہ حال حیاتہ البیع بغیر حضرتہ ای حضرۃ
الراہن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا راہن کے وارثوں کے پیچھے درست ہے جیسے اس کو اس کی بیع کا اختیار تھا راہن کی زندگی میں بغیر
موجود ہونے راہن کے وتبطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقا اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا عدل
یا غیر ان کا اس واسطے کہ وکالت میں میراث جاری نہیں اور موکل وکیل کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ اس کی غیر کی رائے پر وعن الثانی ان وصیہ یخلفہ لکنہ
خلاف جواب الاصل اور ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہے امور مذکورہ میں لیکن یہ روایت اصل یعنی امام محمدؒ کے مبسوط
کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولو اوصی الی آخر ببیعہ لم یبع الا اذا کان مشروطا لہ ذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے اگر وصیت
کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں مگر جب کہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں مشروط ہو گیا ہو تو درست ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ
راہن نے اصل وکالت میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھ کو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جو تو اس میں کرے میں نے تجھ کو اس کی اجازت دی کذا فی الطحطاوی و
لا یملک راہن ولا مرتہن بیعہ بغیر رضی الآخر اور مالک نہ راہن اور مرتہن مرہون کی بیع کا بدوں رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدوں رضائے
مرتہن یا مرتہن بدوں رضائے راہن بیع نہیں کر سکتا اس واسطے کہ مرہون سے دونوں کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدوں اس کے
اذن کے باطل نہیں کر سکتا فان حل الاجل وغاب الراہن اجبر الوکیل علی بیعہ کما ہو الحکم فی الوکیل بالخصومۃ اذا غاب موکلہ وابا ہا فانہ یجبر علیہا
بان یحبسہ ایاما لیبیع فان لج بعد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت آ پہنچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جاوے گا اس کی بیع
کا چنانچہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل میں جب کہ اس کا موکل غائب ہووے یا وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اس پر خصومت یا بیع رہن کے واسطے

Marfat.com

جبر کیا جاوے گا اس طرح کہ قاضی اس کو قید رکھے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اس کو بیچ ڈالے دفع ضرر کے واسطے م طحطاوی ف
اما کہ کیفیت اجبار کی دُرالمختار کے اکثر نسخوں میں مذکور نہیں وان باعہ العدل فالثمن رہن کالمثمن فیہلک کہلکہ اور اگر معتمد نے مرہون بیچ ڈالا
تو اس کا ثمن رہن رہے گا مبیع کے مانند تو ثمن تلف ہوگا مبیع کے تلف ہونے کے مانند م یعنی مرتہن کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے
اس واسطے کہ ثمن قائم مقام ہے مبیع مرہون کے فان اوفی ثمنہ بعد بیعہ المرتہن فاستحق الرہن وضمن فان کان المبیع ہالکا فی ید المشتری ضمن
المستحق الراہن قیمتہ ان شاء لانہ غاصب پھر اگر معتمد نے مرہون بیچا اور اس کا ثمن بیع کے بعد مرتہن کو دیا پھر مرہون غیر راہن کی ملک ٹھہرا اور اس کا
تاوان دیا گیا سو اگر مبیع تلف ہوگیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے اس واسطے کہ وہ غاصب ہے
جس نے پرایا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وحینئذ صح البیع والقبض لتملکہ بضمانہ اور اس وقت میں بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر معتمد کے ہاتھ
سے صحیح ہوگیا بسبب مالک ہوجانے راہن کے اس کے تاوان دینے سے اوضمن المستحق العدل لتعدیہ بالبیع ثم ہو ای العدل یضمن الراہن وصحا ایضا
یا چاہے مالک شخص معتمد سے تاوان لے بسبب اس کی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پھر معتمد تاوان لے گا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اس وقت
میں بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بھی ٹھہرے گا اوضمن المرتہن ثمنہ الذی اداہ الیہ یا معتمد چاہے مرتہن سے تاوان لے اس ثمن کا جو معتمد نے
اس کو ادا کیا یعنی اس واسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہوگیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وہو ای الثمن لہ ای للعدل لانہ بدل ملکہ اور وہ یعنی ثمن مذکور
معتمد کا مملوک ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کا بدلا ہے م جب معتمد نے مرہون مبیع کا تاوان دیا تو مرہون اس کی ملک ہوگیا اور ثمن اس کا بدلا ہے تو ثمن معتمد کا
مملوک ہوگیا کذا فی الدرر ورجع المرتہن علی راہنہ بدینہ ضرورۃ بطلان قبضہ اور مرتہن راہن سے اپنا دین بھر لے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے
مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا دین بھرے گا وان کان الرہن قائما فی ید مشتریہ اخذہ المستحق
من مشتریہ اور اگر مرہون مبیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اس کے مشتری سے لے گا اس واسطے کہ اس نے اپنا بعینہ مال پایا ورجع ہو ای المشتری
علی العدل بثمنہ لانہ العاقد اور مشتری معتمد سے اس کا ثمن بھر لے اس واسطے عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عقد کے حقوق اسی سے متعلق ہوں گے ثم یرجع
ہو ای العدل علی الراہن بہ ای بثمنہ پھر معتمد راہن سے اس کا ثمن بھر لے یعنی اس واسطے کہ راہن نے معتمد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اس کو وکیل کر کے
تو راہن پر اس کی تخلیص واجب ہوگئی کذا فی الدرر واذا رجع علیہ صح القبض وسلم الثمن للمرتہن اور جب معتمد نے راہن سے تاوان ثمن کا بھر لیا تو قبضہ
مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اس کو مسلم ٹھہرا او رجع العدل علی المرتہن بثمنہ یا چاہے معتمد مرتہن سے اس کا ثمن پھیر لے یعنی اس واسطے کہ جب بیع
ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور حالانکہ اس نے اس کو ثمن جان کر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اس کا نقض قبض بالضرور واجب ہوگیا
کذا فی الدرر ثم رجع ہو ای المرتہن علی الراہن بہ ای بدینہ پھر مرتہن ثمن پھیر کر راہن سے اپنا دین بھر لے اس واسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اس کا دین
پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا زاد ہنا فی الدرر والوقایۃ وان شرطت الوکالۃ بعد الرہن رجع العدل علی الراہن فقط سواء قبض المرتہن ثمنہ اولا درر اور وقایہ میں یہاں اس قدر
زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتمد فقط راہن پر رجوع کرے گا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو
م اس واسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اس سے متعلق نہ ہوا تو اس پر رجوع بھی نہ ہوگا اور عدم قبض ثمن کی صورت یہ ہے کہ معتمد نے مرہون
بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا معتمد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتمد کو لاحق ہوگیا اس کو راہن سے بھر لے گا کذا فی
الدرر فان ہلک الرہن عند المرتہن فاستحق الرہن وضمن الراہن قیمتہ ہلک الرہن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا
ملک نکلا اور مالک نے راہن سے اس کی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے دین کے بدلے یعنی راہن ادائے ضمان سے اس کا مالک ہوگیا اور ایفاء

Marfat.com

دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتہن القیمۃ یرجع علی الراہن بقیمتہ التی ضمنہا للضررہ وبدینہ لانتقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اس کی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھر لے یعنی وہ قیمت جو مرتہن نے تاوان دے کر بھر لی اپنے ضرر کے سبب سے اور دین پھر لے انتقاض قبض کے سبب سے م رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہو گیا تو اس کا دین پھر ثابت ہو گیا جیسا تھا کذا فی الدرر وصدر الشریعۃ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الولوالجیۃ ذہبت عین دابۃ الرہن یسقط ربع الدین وسیجیء ولوالجیہ میں ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرتہن کے پاس تو چوتھائی دین ساقط ہو گیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آوے گا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرہن

والجنایۃ علیہ وجنایتہ ای الرہن علی غیرہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراہن رہنہ علی اجازۃ مرتہنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اس کے مرتہن کی اجازت پر یا اس کا دین ادا کرنے پر موقوف ہے م یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اس کا دین ادا کر دیا تو بیع نافذ ہو جاوے گی فان وجد احدہما نفذ وصار ثمنہ رہنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادائے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہو گئی اور اس کا ثمن رہن ہو گیا اجازت کی صورت میں یعنی در صورت ادائے دین رہن کی حاجت نہ رہی وان لم یجز المرتہن البیع وفسخ بیعہ لا ینفسخ بفسخہ فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہ ہو گی اس کے فسخ کرنے سے صحیح تر قول میں واذا بقی موقوفا فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاک الرہن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وہذا اذا اشتراہ ولم یعلم بہ ابن کمال اور جب کہ بیع راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی کی طرف تا وہ بیع کو فسخ کر دے اور یہ اختیار مشتری کا اس وقت ہے جب کہ اس نے خرید کیا اور اس کو اس کا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراہن من رجل ثم باعہ الراہن ایضا من رجل آخر قبل ان یجیز المرتہن البیع فالثانی موقوف ایضا علی اجازتہ اذ الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون کو راہن نے ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اس کو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کے مانند اس لیے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی فایہما اجاز لزم ذلک وبطل الآخر پھر دو میں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دے گا وہ لازم ہو جاوے گی اور دوسری بیع باطل ہو گی ولو باعہ الراہن ثم آجرہ او رہنہ او وہبہ من غیرہ فاجاز المرتہن الاجازۃ او الرہن او الہبۃ جاز البیع الاول لحصول النفع بتحول حقہ للثمن علی ما تقرر فی محلہ تحرر دون غیرہ من ہذہ العقود المذکورۃ اذ لا منفعۃ للمرتہن فیہا فکانت اجازتہ اسقاطا لحقہ فزال المانع فینفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اس کو اجارہ میں دیا یا کہیں رہن رکھا یا ہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہو گی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کی طرف بنا بر اس وجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام میں مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے نہ اس کے سوا ہبہ عقود مذکورہ میں اس واسطے کہ مرتہن کے واسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اس کی اجازت اسقاط ہے مرتہن کے حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی م مسئلہ اولی میں بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوئی اور اس مسئلہ میں بعد بیع کے اجارہ وغیرہ میں تصرف جائز نہ ہوا سوا بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اس واسطے کہ اس کا حق بدل بیع یعنی ثمن سے متعلق ہو گیا برخلاف عقود مذکورہ کے اس واسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اس کی اجازت میں حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جب کہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی کذا فی الدرر وفی الاشباہ باع الراہن من زید ثم باعہ من المرتہن انفسخ الاول اور اشباہ میں ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اسکو بیچا مرتہن سے تو

Marfat.com

بیع اول فسخ ہوگئی م یہ گویا استدراک ہے مصنفؒ کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی موقوف ہوتی ہے بیع اول کے مانند یعنی محل توقف ثانی اول کے
مانند وہ ہے جب کہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہوا ور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہ ہوگی بلکہ نافذ ہو جاوے گی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی
وصح اعتاقہ وتدبیرہ واستیلادہ ای اعتاق الراہن رہنہ اور صحیح ہے یعنی نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور
استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کرے یا اس کو مدبر کرے تو یہ تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا وکان دینہ ای المرتہن حالا اخذ
ای دینہ من الراہن سو اگر راہن مالدار ہوا اور مرتہن کا دین بلا مدت ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے وان مؤجلا اخذ قیمتہ للرہن بدلہ الی زمان
حلولہ فاذا حل استوفی حقہ لو من جنسہ ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کے واسطے
عوض غلام کے دین کے مدت پہنچنے تک پھر جب مدت آ پہنچے تو مرتہن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو
پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب کرے وان کان الراہن معسرا ففی العتق سعی العبد فی الاقل
من قیمتہ ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے میں یعنی اگر اس کی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے
محنت مزدوری کر کے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے ورجع علی سیدہ غنیا اور جس قدر غلام ادا کرے اتنا اپنے مالک سے بھر لے جب کہ اس کو
مقدور ہو وفی التدبیر والاستیلاد سعی کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر وام الولد ملک المولی اور استیلاد میں سعی کرے ہر واحد مدبر
اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اس واسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف
الراہن الرہن فحکمہ حکم ما اذا اعتقہ غنیا کما مر اور جب کہ راہن نے مرہون کو تلف کر دیا تو اس کا حکم مانند ہے اس حکم کے جب کہ مالدار مالک غلام
مرہون کو آزاد کر دے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی اتلاف راہن اعتاق کے مانند ہے تو اگر دین حال ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین مؤجل
ہو تو اس کی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی الدرر وان اتلفہ اجنبی ای غیر الراہن فالمرتہن یضمنہ ای المتلف
قیمتہ یوم ہلک فتکون القیمۃ رہنا عندہ کما مر اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن تلف کرنے والے سے اس کی قیمت کا
تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونے کے دن اس کی تھی سو قیمت اس کی رہن رہے گی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا واما ضمانہ علی المرتہن فتعتبر قیمتہ یوم القبض
لانہ مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اس کے تاوان میں یوم القبض کی قیمت معتبر ہوگی اس لیے کہ مرہون کا
ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی وباعارتہ ای المرتہن الرہن من راہنہ یخرج من ضمانہ تسمیتہا عاریۃ مجازا اور عاریت
دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اس کے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط
ہو گیا اور اس کو عاریت کہنا مجاز ہے ہم یعنی لفظ اعارہ یہاں مجازا استعارہ ہے اس واسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں
ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اسی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو ہلک الرہن فی ید الراہن ہلک مجانا حتی لو کان اعطاہ
کفیلا لم یلزم الکفیل شئی لخروجہ من الرہن نعم لو کان الراہن اخذہ بغیر رضی المرتہن جاز ضمان الکفیل تاتارخانیہ سو اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا
تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہے گا کچھ ساقط نہ ہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہو گیا یہاں تک کہ اگر راہن نے مرتہن کو مرہون
مستعار کے سبب سے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہ ہوگا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو
بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلا دے کذا فی الطحطاوی
فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کرے گا تو اس کا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہوگا وللمرتہن استردادہ الی یدہ

Marfat.com

اور مرتہن کو جائز ہے پھیرلانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کی طرف سے **فلومات الراہن قبل ذلک ای قبل الاسترداد فالمرتہن احق به من سائر**
الغرماء لبقاء حکم الرہن پھر اگر راہن مرگیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ ترحقدار ہے مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے بسبب باقی رہنے حکم رہن کے
م رہن کا حکم اس واسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں **ولو اعارہ اودعہ احدہما اجنبیا باذن الآخر سقط ضمانہ** اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون یا عاریت
دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اس کا ساقط ہوگیا اس واسطے کہ ضمان تھا قبض کے سبب سے سو باقی نہ رہا **ولکل منہما ان یعیدہ رہنا کما کان** اور
راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کرے جیسا کہ سابق رہن تھا اس واسطے کہ بقاء عقد[1] کے سبب دونوں کا حق اس میں ثابت ہے
بخلاف الاجارۃ والبیع والہبۃ والرہن من المرتہن او من اجنبی اذا باشرہا احدہما باذن الآخر حیث یخرج عن الرہن ثم لا یعود الا بعقد مبتدأ لانہا
عقود لازمۃ برخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جب کہ عقود مذکورہ صادر ہوئے راہن سے مرتہن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ
راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکل جاتا ہے رہن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کی طرف
مگر بعقد جدید اس واسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں م یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل ہوگیا اس واسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا
مگر بعد انتقاض رہن کے اور اسی طرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اس کو جائز رکھا تو رہن باطل
ہو جاوے گا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہے زیلعی نے کہا اس کو ذکر نہیں کیا **بخلاف العاریۃ وبخلاف بیع المرتہن**
من الراہن لعدم لزومہا برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے اس کے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے حق لازم
متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہو جائے **فلو مات الراہن قبل ردہ ثانیا فالمرتہن اسوۃ للغرماء** باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا دوسری بار رہن رکھنے سے
پہلے تو مرتہن برابر ہے باقی قرضخواہوں کے یعنی اجارہ دیا راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور نقض اجارہ کر کے دوسری بار اس کو مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا
اور راہن مرگیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کے برابر ہے اس واسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نہ رہا باطل ہوگیا **ولو اذن**
الراہن للمرتہن فی استعمالہ او اعارتہ للعمل فہلک الرہن قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ہلک بالدین لبقاء عقد الرہن اور اگر
راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اس کے عاریت دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد
فارغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی دین مرتہن کا ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے م مراد یہ ہے کہ راہن نے مرتہن کو استعمال کا
اذن دے بدوں طلب کرنے مرتہن کے یا کام کے واسطے مرتہن راہن سے عاریت مانگے اور وہ اس کو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہوگا
تو مرتہن پر ضمان رہن لازم ہوگا کذا فی الدرر **ولو ہلک فی حالۃ العمل والاستعمال ہلک امانۃ لثبوت ید العاریۃ حینئذ** اور اگر مرتہن تلف ہوا عمل اور استعمال کی حالت
میں تو امانت ہو کر تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم نہ ہوگا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اس وقت میں یعنی اور قبض عاریت مخالف قبض رہن کے تو ضمان ثابت
نہ ہوگا **ولو اختلفا فی وقتہ ای وقت ہلاکہ فقال المرتہن ہلک فی وقت العمل وقال الراہن فی غیرہ فالقول للمرتہن لانہ منکر والبینۃ للراہن لانہما اتفقا**
علی زوال ید الرہن فلا یصدق الراہن فی عودہ الا بحجۃ بزازیہ اور اگر راہن اور مرتہن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کے وقت میں سو مرتہن نے
کہا کہ تلف ہوا عمل کے وقت میں اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور
اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی اس واسطے کہ راہن اور مرتہن قبض رہن کے زوال پر متفق ہیں تو راہن کی تصدیق قبض رہن کے عود کرنے میں نہ ہوگی بدوں
گواہی کے کذا فی البزازیہ **وفیہا اذن للمرتہن فی لبس ثوب الرہن یوما فجاء بہ المرتہن متخرقا فقال تخرق فی لبس ذلک الیوم وقال الراہن ما لبستہ فیہ ولا تخرق فیہ فالقول**
للراہن وان اقر الراہن باللبس فیہ ولکن قال تخرق قبل لبسہ او بعدہ فالقول للمرتہن فی قدر ما ادعی من الضمان اور بزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون

---

[1] یعنی عقد سابق

Marfat.com

کپڑے کے پہننے کا ایک دن سوم تہن وہ کپڑا لایا پھٹا اور بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا اُس دن کے پہننے میں اور راہن نے کہا کہ تو نے اس دن نہیں پہنا اور نہ اس دن میں پھٹا تو راہن کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے اس دن کے پہننے کا اقرار کیا ولیکن یہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اس کے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول ہے بعد ضمان کی مقدار میں مع جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو در صورت تلف ہونے ثوب متخرق کی قیمت لزوم ضمان میں معتبر ہوگی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے رہن الاب من مال طفلہ شیئاً بدین علی نفسہ جاز فلو الرہن قیمتہ اکثر من الدین فھلک ضمن الاب قدر الدین دون الزیادۃ بخلاف الوصی فانہ یضمن قیمتہ والفرق ان للاب ان ینتفع بمال الصغیر عند الحاجۃ ولا کذلک الوصی باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بدلے اس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن رکھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تر ہے دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دے گا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دے گا برخلاف وصی کے کہ وہ اس کی پوری قیمت کا تاوان دے گا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کے وقت اور وصی ایسا نہیں کہ اس کو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرک الابن ومات الاب لیس للابن اخذہ قبل قضاء الدین ویرجع الابن فی مال الاب ان کان رہنہ لنفسہ لانہ مضطر کمعیر الرہن اور اگر صغیر بالغ ہو گیا اور باپ مر گیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدون ادا کرنے دین کے جائز نہیں اور فرزند باپ کے مال سے اتنا بھر لے اگر اس کے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رہن رکھا ہو رجوع اس واسطے درست ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی عاریت دینے والے کے مانند م یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹھہرے گا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن سے رجوع کرنا درست ہے جب کہ وہ اپنے مال کی تخلیص کے واسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ولو رہن شیئاً ثم اقر بالرہن لغیرہ لا یصدق فی حق المرتہن ویؤمر بقضاء الدین وردہ الی المقر لہ اور اگر راہن نے کوئی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز تو غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جائے گا اور اس چیز کے پھیر دینے کا مقر لہ کی طرف امر ہوگا ولو رہن دار غیرہ فاجاز صاحبہا جاز اور اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اس کے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ درست ہے وبینۃ الراہن علی قیمۃ الرہن اولی اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتہن کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف پڑا اس کی قیمت میں راہن کہتا ہے کہ اس کی قیمت سو درم تھی مثلاً اور مرتہن کہتا ہے کہ ۵۰ درم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہریں گے اس واسطے کہ وہ زیادت ضمان کے مثبت ہیں وزوائد الرہن کولدہ وثمرۃ رہن لا غلۃ دار وارض وعبد فلا یصیر رہناً اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیاں چنانچہ مرہون کا بچہ اور پھل رہن میں داخل ہے نہ کرایہ گھر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہ ہوگا م عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو رہن میں داخل نہیں یعنی جو زیادت کہ متولد نہ ہو اور نہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزاء عین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اس کے اور ایک قسم رہن میں داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور اون اور دودھ یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے ساتھ زوائد بھی محبوس رہیں گے مرتہن کے پاس لیکن ان کے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو ان کے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً الرہن الفاسد کالصحیح فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے اس کی ضمان میں م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف شائع[1] رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہزار درم قرض لے کر اور درموں کو خرچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون تا استیفاء دین درست ہے اور اگر مرتہن

[1] یعنی مبہم غیر معین ۱۲

تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصا وصح استعارۃ شئ لیرہنہ فیرہن بما شاء و
اذا اطلق ولم یقید لبشئ اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اس کو رہن رکھ دے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جس قدر کو چاہے لو
جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیدہ بقدر او جنس او مرتہن او بلد تقید ب
وحینئذ فان خالف ماقیدہ بہ المعیر ضمن المعیر المستعیر او المرتہن لتعدی کل منہما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی
یا شہر کی قید لگائی یعنی یوں کہا کہ اس قدر دین پر رہن رکھنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو رہن اس
قید کے ساتھ مقید ہوگا اور اس وقت میں تو اگر مستعیر معیر[1] کی قید لگانے سے خلاف کرے گا تو معیر تاوان لے گا مستعیر سے یا اس کے مرتہن سے دونو
کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے مستعیر کی تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہے کہ اس نے بیگانی چیز پر قبضہ کیا
بدون اس کے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب کا غاصب ٹھہرا الا اذا خالف الی خیر بان عین لہ اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من ذلک
لم یضمن لمخالفتہ الی خیر مگر جب کہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر میں اس طرح پر کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا س
مستعیر نے اس کو اس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہ ہوگا کیونکہ اس نے بہتری میں مخالفت کی یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے
نقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر تم عقد الرہن لتملکہ بالضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہوگا
بسبب مالک ہوجانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دے کر وان ضمن المرتہن یرجع بما ضمن و بالدین علی الراہن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان لیا
مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھر لے جس قدر کہ اس نے تاوان دیا چنانچہ استحقاق میں یعنی جب مستحق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہو
کے بعد تاوان دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھر لے گا چنانچہ مذکور ہو چکا فان وافق وہلک عند المرتہن صار المرتہن مستوفیا لدینہ پھر اگر
مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانے والا ٹھہرا
گیا بشرطیکہ قیمت اس کی دین کے برابر ہو یا زیادہ اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لے گا کذا فی الطحطاوی و وجب مثلہ ای مثل الد
للمعیر علی المستعیر وہو الراہن لقضاء دینہ بہ اور دین کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے
مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونا والا یکن کلہ مضمونا ضمن قدر المضمون والباقی امانۃ وجوب بقدر دین اس صورت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون
اور اگر تمام دین کا ضمان نہ ہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دے گا اور باقی امانت ہے وکذا لو تعیب فیذہب من الدین بحسابہ و یجب مثلہ للمعیر
اور اسی طرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیب دار ہوگیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہے گا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہوگا و
لو افتکہ ای الرہن المعیر اجبر المرتہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراہن لانہ غیر متبرع لتخلیص ملکہ بخلاف الاجنبی بما ادی ان ساوی الدین
القیمۃ وان الدین ازید فالزائد تبرع وان اقل فلا جبر درر لکن استشکلہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف فلذا لم یعرج علیہ فی متنہ مع کمال متابعتہ
للدرر فتدبر اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اس کے قبول کرنے پر جبر کیا جاوے گا پھر معیر نے جو دین ادا کیا وہ راہن سے بھر لے گا
اس واسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین میں متبرع ہے رجوع معیر کی
شرط یہ ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اس کی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اس قدر کا رجوع نہ ہوگا اور اگر دین
کم ہے قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادائے زائد کے تبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اس

[1] معیر عاریت دینے والا اور مستعیر عاریت لینے والا ١٢

Marfat.com

اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اس کو ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت درر کے سوا اس کو تامل کر یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب سے اس کو متن کے اندر داخل نہیں کیا اور تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ مشکل ہے اس واسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہو سکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہ اس واسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہ ہے کہ اس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا بدوں ادا کرنے تمام دین کے اس واسطے کہ مرتہن کو اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادائے کل دین کذا فی الحلبی طحطاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر اس کی تصریح واجب تھی من شاء فلیرجع الیہ ولو ہلک الرہن المستعار مع الراہن قبل رہنہ او بعد فکہ لم یضمن وان استخدمہ او رکبہ ونحو ذلک من قبل لانہ امین خالف ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر اس کا تاوان نہیں اگرچہ قبل اس کے مستعار سے اس نے خدمت لی ہو یا اس پر سواری کی ہو اور مانند اس کے اور استعمال کیا ہو اس لیے کہ راہن امین ہے جس نے مالک کی مخالفت کے بعد اس کی پھر موافقت کی تو اس موافقت بعد المخالفۃ سے اس پر ضمان لازم نہ ہوگا برخلاف امام شافعیؒ کے لکن فی الشرنبلالیۃ عن العمادیۃ المستاجر والمستعیر اذا خالفا ثم عادا الی الوفاق لا یبرأ عن الضمان علی ما علیہ الفتوی انتہی لیکن شرنبلالیہ میں عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جب کہ دونوں مالک کی مخالفت کریں بعد اس کے پھر موافقت کریں تو ہر واحد تاوان سے بری الذمہ نہ ہوگا بموجب اس قول کے جس پر فتوی ہے انتہی ما فی الشرنبلالیۃ بقی لو اختلفا فالقول للراہن لانہ ینکر الایفاء بمالہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ اپنے ایفاء مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھ پر ضمان واجب نہ ہو ولو اختلفا فی قدر ما امرہ بالرہن فالقول للمعیر ہدایۃ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار میں جس پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایہ یعنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آئے اور مستعیر اقل دین کا دعوی کرتا ہے اختلفا فی الدین والقیمۃ بعد الہلاک فالقول للمرتہن فی قدر الدین وقیمۃ الرہن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التکملۃ ولو مات مستعیرہ مفلسا مدیونا فالرہن باق علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو مرہون بیچا نہ جاوے گا مگر معیر کی رضامندی سے اس واسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہے ولو اراد المعیر بیعہ وابی المرتہن البیع بیع بغیر رضاہ ان کان بہ ای بالرہن وفاء والا لا یباع الا برضاہ اور اگر معیر بیع مرہون کا ارادہ کرے اور مرتہن نہ مانے تو وہ بیچا جاوے گا بدوں اس کی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا ہو جائے اور اگر دین ادا نہ ہو تو اس کی بیع نہ ہوگی بلا رضامندی مرتہن کے ولو مات المعیر مفلسا وعلیہ دین امر الراہن بقضاء دین نفسہ ویرد الرہن لیصل کل ذی حق حقہ اور اگر معیر مر جائے مفلس ہو کر اور اس پر دین ہو تو راہن پر امر کیا جائے اپنے ذات دین کے ادا کرنے کا اور مرہون مستعار پھیر دیا جائے تا کہ ہر حقدار اپنے حق کو پہنچے وان عجز لفقرہ فالرہن علی حالہ کما لو کان المعیر حیا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہو اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب سے تو رہن باقی ہے اپنی حالت پر اگر معیر زندہ ہو اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہے گا ولورثتہ ای ورثۃ المعیر اخذہ ای الرہن بعد قضاء دینہ کمورث اور معیر کے وارثوں کو مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے

Marfat.com

مورث کے مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کریں تو مرہون پر قبضہ کریں فان طلب غرماء المعیر من ورثتہ بیعہ فان کان فیہ وفاء بیع والا فلا یباع الا برضی المرتہن لکما مر انما مر پھر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثوں سے مرہون مستعار کی بیع طلب کریں تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جائے تو وہ بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہ ہو تو نہ بیچا جائے مگر مرتہن کی رضامندی سے چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ م منح الغفار میں ہے کہ اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہوں کو کفایت نہ کرے تو بدوں ان کی رضامندی کے بیع درست نہیں اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدوں ان کی رضامندی کے بسبب پہنچ جانے ان کے حق کے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مر جائے کذا فی الطحطاوی واعلم ان جنایۃ الراہن علی الرہن کلا او بعض مضمونۃ اور یہ معلوم کر کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی تاوان اس کا راہن پر واجب ہے م یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا اس لیے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اس کی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق میں کجنایۃ المرتہن علیہ جیسے جنایت مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کرے گا تو اس پر تاوان لازم ہوگا ویسقط من دینہ ای دین المرتہن بقدرہ ای الجنایۃ لانہ اتلف ملک غیرہ فلزمہ ضمانہ واذا لزمہ وقد حل الدین سقط بقدرہ ولزمہ الباقی بالاتلاف لا بالرہن اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاوے گا اس واسطے کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور دین موجل نہیں ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اس کے اور باقی مرتہن پر لازم ہوگا مرہون کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے م مرتہن کو لازم ہوا اس واسطے کہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے اور مرتہن پر اس کا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اس کو تلف کرے اور اس پر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر وہذا لو الدین من جنس الضمان والا لم یسقط منہ شئ والجنایۃ علی المرتہن اور یہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اس وقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے ہے یعنی دراہم اور دنانیر ہو اور اگر اس کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مکیل ہو تو دین سے کچھ ساقط نہ ہوگا اور جنایت مرتہن پر قائم رہیگی وللمرتہن ان یستوفی دینہ اور مرتہن کو درست ہے کہ اپنا دین پورا بھر لے لکن لو تعور عندہ یسقط نصف دینہ عنہ قہستانی وبرجندی لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین ساقط ہوگا کذا فی القہستانی وبرجندی م یہ اس صورت میں ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کے برابر ہو اس واسطے کہ آنکھ مقدار نصف دیت ہے اور غلام کی دیت اس کی قیمت ہے اور اگر مرہون جانور ہو تو اس کی آنکھ پھوڑنے سے ربع دین ساقط ہو گیا چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط نصف دین کی وجہ ظاہر نہیں ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وجنایۃ الرہن علیہما ای الراہن والمرتہن وعلی مالہما ہدر ای باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر اور ان دونوں کے مال پر ہدر یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہیں اذا کانت الجنایۃ غیر موجبۃ للقصاص فی النفس ودون الاطراف اذ لا قود بین طرفی عبد وحر فیتحقق جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہ ہو سوائے اطراف کے اس واسطے کہ غلام اور آزاد کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اطراف میں قصاص نہیں م یعنی غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف میں تو قصاص ہی نہیں ہے وان کانت موجبۃ للقصاص فمعتبرۃ فیقتص منہ ویبطل الدین خانیۃ وعبارۃ القہستانی وشرح المجمع یبطل الرہن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد میں غلام سے قصاص لیا جاوے گا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیۃ اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہو جاوے گا م بطلان دین کی وجہ یہ ہے کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر البطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی کجنایتہ ای الرہن علی ابن الراہن او علی ابن المرتہن فانہا معتبرۃ فی الصحیح حتی یدفع بہا او یفدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ ہو اجنبی لتباین الاملاک

Marfat.com

جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اس واسطے کہ وہ معتبر ہے قول امام صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے
کا فدیہ دیا جائے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیچا جاوے گا اور صاحب مال کو دیا جاوے گا چنانچہ شخص اجنبی پر اس کی جنایت معتبر ہے
راہن اور مرتہن پر جنایت اس واسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے بتباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رہن عبدا یساوی الفا
موجل فرجعت قیمتہ الی مائۃ فقتلہ رجل وغرم قیمتہ وحل الاجل فالمرتہن یقبضہا ای المائۃ قضاء لحقہ ولا یرجع علی الراہن لشیء کموتہ
قتل والاصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا وید المرتہن ید الاستیفاء فیصیر مستوفیا للکل
الابتداء اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کے برابر ہے ہزار درم موجل پر رہن رکھا پھر اس کی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہو گئی پھر اس کو ایک مرد نے قتل
سو درم کا تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آ پہنچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادائے حق کے سبب سے یعنی ادائے بعض حق سے اور راہن سے
لے گا جیسے غلام مرہون کی موت یا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں برخلاف
جب کہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہے تو وہ تمام دین کا پانے والا ٹھہر گیا ابتدائے رہن سے ولو باعہ ای العبد المذکور بمائۃ بامر
قبض المائۃ قضاء لحقہ ورجع بتسعمائۃ لانہ لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعہ بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کانہ استردہ وباعہ بنفسہ اور اگر
نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کرے گا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے پھیرے گا اس واسطے
دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اس کو سو درم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم ہے گویا اذن مذکور سے
نے مرہون پھیر لیا مرتہن سے اور اس کو بذات خود بیچ ڈالا ولو قتلہ عبد قیمتہ مائۃ فدفع بہ افتکہ الراہن وجوبا بکل الدین وھو الالف لقیام
مقام الاول لحما ودما وقال محمد ان شاء افتکہ بکل دینہ او ترکہ علی المرتہن بدینہ وھو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب لکن عامۃ المتون والشروح علی الاول
ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جس کی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام
کو تمام دین یعنی ہزار درم دے کر رہن سے چھوڑا وے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں دونوں
اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اس کا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دے کر یا اس کو مرتہن کے پاس چھوڑے اس کے دین کے بدلے اور یہی قول
مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنی ترک التفریع اولی الرہن خطاء
المرتہن لانہ ملکہ ولم یرجع علی الراہن لشیء پھر اگر غلام مرہون نے از راہ خطا کسی کو قتل کیا تو مرتہن اس کا فدیہ دے اس واسطے کہ مرہون اس کی ملک ہے
مرتہن فدیہ دے کر راہن سے کچھ نہ لے گا شارح نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اس واسطے کہ یہ مسئلہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں
تعلیل ملک مرتہن غیر ظاہر ہے تو اگر شارح یوں کہتا لان الجنایۃ حصلت فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان میں اس
واسطے کہ ضمان جنایۃ کا مرتہن پر ہے اور غلام مرہون کا بالکل اس کے ضمان میں ہے اور اس کا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یملک
یدفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یملک التملیک اور مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اس واسطے کہ مرتہن
ملک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتہن من الفداء دفعہ الراہن ان شاء او فداہ ویسقط الدین بکل منہما لو اقل من قیمتہ الرہن او مساویا ولو
لیسقط قدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی من الدین پھر اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اس کا فدیہ
اور دین مرتہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اور اگر دین کمتر ہو مرہون کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو
بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہ ہوگا ولو استہلک مالا یستغرق رقبتہ فداہ المرتہن فان ابی باعہ الراہن او فداہ اور اگر مملوک

Marfat.com

مرہون تلف کرے اس قدر کو جو اس کی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن اس کو بیچ ڈالے یا اس کا فدیہ د
م اگر مرتہن فدیہ دے گا تو رہن اور اس کا دین بحال سابق باقی رہے گا اور بصورت انکار مرتہن اگر راہن اس کو بیچے تو جس کا مال تلف کیا ہے اس ک
دین ادا کرے اور اگر فدیہ دے گا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہو گا اور اس کی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے ولو قتل ولد الرہن انسانا او استہلک
مالا دفعہ الراہن وخرج عن الرہن او فداہ وبقی رہنا مع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن
اس کو دے ڈالے اور وہ رہن سے خارج ہو گیا یا راہن اس کا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہے گا اپنی ماں کے ساتھ واما جنایۃ الدابۃ فہدر و
یصیر کانہ ہلک بآفۃ سماویۃ وتمامہ فی الخانیۃ اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر جانور جانور کو مار ڈالے یا مال کو تلف کرے تو اس کا ضمان
نہیں اور اس کا تلف کرنا ایسا ہو گا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف ہو گیا اور اس کا پورا بیان فتاوی قاضی خاں میں ہے مات[1] الراہن باع وصیہ
رہنہ باذن مرتہنہ وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مر گیا تو اس کا وصی اس کے مرہون کو بیع کرے اس کے مرتہن کے اذن سے اور اس کا دین ا
کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی نصب القاضی لہ وصیا وامرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت ک
کوئی وصی نہ ہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اس کو بیع مرہون اور ادائے دین راہن کا امر کرے اس واسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصو
ہے اس واسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رہے جب کہ وہ عاجز ہوں اپنے کاموں وہذا لو ورثتہ صغارا فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیہم تخلیصہ
اور یہ یعنی بیع وصی کی اس وقت ہے جب کہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ بالغ جوان ہوں تو وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو ان پر چھڑ
مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے رہن الوصی بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غریم من غرمائہ توقف علی رضی البقیۃ ولہ
ردہ فان قضی دینہم قبل الرد نفذ ولو اتحد الغریم جاز وبیع فی دینہ وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اس دین کے لیے جو میت پر ہے ایک دائن کے پا
منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہے گا باقیوں کی رضامندی پر اور ان کو رہن کا پھیر ڈالنا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی لوگوں کا دین ا
کر دیا رد کرانے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاوے گا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیچا جاوے گا ادائے
دین کے واسطے وفی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرہن بموت الراہن ولا بموت المرتہن ولا بموتہما ویبقی الرہن رہنا عند الورثۃ اور مصنف کی کتا
معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مر جانے سے اور مرہون
رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس ہم اس واسطے کہ وارث راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہے گا کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل متفرقۃ یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ میں رہن عصیرا قیمتہ عشرۃ بعشرۃ فتخمر ثم تخلل وہو یساوی العشرۃ فہو
رہن بعشرۃ لما کان انگور کا شیرہ جس کی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہو گیا پھر سرکہ ہو گیا اور وہ سرکہ دس درم کے برابر ہے تو وہ
دس درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا ام لائق یوں تھا کہ رہن باطل ہو جاتا اس واسطے کہ خمر ہو جانے سے مال متقوم نہ رہا لیکن باطل
نہ ہوا سرکہ ہو جانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہو جائے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہو جانے کے احتمال سے پھر جب
سرکہ بن گیا تو عارض زائل ہو گیا ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اس کا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فیہ الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ
علی ما افادہ ابن الکمال پھر اس میں یعنی اس شیرہ میں جو خمر ہو گیا پھر سرکہ بن گیا اس کی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اس کو
بیان کیا ہے ہم کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار ہوا نہ قیمت کا اس واسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی وزنی میں قیمت کا

[1] ایک نسخہ میں بجائے مات کے ہے وان مات ہے بجائے مات کے لاھ واذا ارتہن بدین علیہ علی آخر جاز۔ درر۔ یہ میت کا دین اگر دوسرے شخص پر ہو یعنی میت دائن اور د

[a] مدیون ہو اس صورت میں اگر دوسرے شخص سے کوئی چیز بطور رہن لی جائے تو جائز ہے کذا فی الدرر"۔ یہ عبارت غایۃ الاوطار کے اصل نسخہ میں متروک
لہٰذا اسے حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے۔

Marfat.com

نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وعلیہ الفتوی فان انتقص شئی من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار
بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اس کے ساقط ہوگا اور اگر کم نہ ہوگا تو دین بھی ساقط نہ ہوگا ولو رہن شاۃ قیمتہا عشرۃ
بعشرۃ ہذا قید لابد منہ لانہ لو کان قیمتہا اکثر من الدین یکون الجلد ایضا بعضہ امانۃ بحسابہ فتنبہ فماتت بلا ذبح فدبغ جلدہا بما لا قیمۃ لہ فلولہ قیمۃ ثبت
للمرتہن حق حبسہ بما زاد دباغہ ولم یبطل الرہن قولان وہو ای الجلد یساوی درہما فہو رہن یہ اور اگر وہ بکری جس کی قیمت دس درہم ہے دس درہم پر رہن
رکھی پھر وہ بدوں ذبح کرنے کے مرگئی سو اس کی کھال کی بے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درہم کی ہے تو
وہ ایک درہم پر رہن ٹھہرے گی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درہم ہونا ضروری ہے اس واسطے کہ اگر اس کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال
بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہرے گی اس کے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس درہم ہے اور قیمت بکری کی ۲۰ درہم ہے اور کھال
ایک درہم کی ہے تو کھال نصف درہم پر رہن ہوگی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جس قدر دباغت سے اس کی قیمت زیادہ ہو جاوے گی اس قدر کے حبس
میں مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں اس میں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رہن باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک صحیح ہے بلا ذبح
کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہو کر مرے گی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا ماتت الشاۃ المبیعۃ قبل القبض فدبغ
جلدہا حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرہن یتقرر بالہلاک والبیع قبل القبض ینفسخ یہ برخلاف اس صورت کے کہ بکی بکری قبض مشتری سے
پہلے مرگئی پھر اس کے کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہ ہوگا بقدر کھال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہو جاتا
ہے ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہو جاتی ہے مبیع کے تلف ہو جانے سے ولو ابق عبد الرہن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین والرہن
خلافا للزفر اور اگر مرہون غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اس کے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہوگیا برخلاف
زفر کے ونماء الرہن کالولد والثمر واللبن والصوف والوبر والارش ونحو ذلک للراہن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے
پیدا ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور خونبہا اور مانند اس کے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اس کے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک
چیز سے وہو رہن مع الاصل تبعا لہ اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہو کر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعۃ کالکسب
والاجرۃ وکذا الہبۃ والصدقۃ فانہا غیر داخلۃ فی الرہن وتکون للراہن الاصل ان کل ما یتولد من عین الرہن یسری الیہ حکم الرہن وما لا فلا مجمع
الفتاوی برخلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلا ہے چنانچہ کمائی اور مزدوری اور اسی طرح ہبہ اور صدقہ اس واسطے کہ وہ رہن میں
داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اس کی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات
مرہون سے پیدا نہ ہو تو اس کی طرف رہن کا حکم سرایت نہیں کرتا واذا ہلک النماء المذکور ہلک مجانا لانہ لم یدخل تحت العقد مقصودا اور جب کہ
زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہو جائے مرتہن کے پاس تو رائیگاں تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اس کا تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ عقد رہن میں
بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے واذا بقی النماء ولو حکما بان اکل بالاذن فانہ لا یسقط حصۃ ما اکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما اذا ہلک
الاصل بعد الاکل فانہ یقسم الدین علی قیمتہا قہستانی کما ذکرہ بقولہ اور جب کہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃ باقی نہ ہو بلکہ حکما باقی
ہے اس طرح پر کہ کھایا جائے راہن کے اذن سے اس واسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اس کو بھر لے گا
راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہو جائے کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جائے گا دونوں یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی
چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے قول آئندہ میں ذکر کیا ہے ہم زیلعی میں ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کھانے کا اذن دیا سو اس نے

Marfat.com

کھایا تو اس پر ضمان نہیں اور اس کا دین کچھ ساقط نہ ہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر سو جس قدر اصل
کو پہنچے گا وہ ساقط ہوگا اور جتنا زیادت ماکولہ کو پہنچے گا سو مرتہن راہن سے لے گا اس واسطے کہ اتلاف زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن
کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اس کو لیا اور تلف کیا کذا فی الطحطاوی ملخصا بعد ہلاک الاصل فک بحصتہ من الدین لانہ صار مقصود
بالفکاک والتبع یقابلہ شئی اذا کان مقصودا یعنی جب کہ زیادت متولدہ باقی رہے بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کی
جائے گی بقدر اس کے حصہ کے دین سے اس واسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کرنے کے سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جب کہ
تابع مقصود ہوجاوے وحینئذ یقسم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل یوم القبض ویسقط من الدین حصۃ الاصل وفک النماء
بحصتہ کما لو کان الدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفک خمسۃ فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل فیسقط وثلث العشرۃ حصۃ النماء
فیفک بہ اور اس وقت میں دین قسمت کیا جائے گا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص رہن کے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور دین
سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کی جائے گی بقدر اس کے حصہ سے چنانچہ اگر دین دس درم ہو اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن
دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسرے زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہوگا اور
دس کی ایک تہائی یعنی تین کسرے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادہ مذکورہ کا فک رہن کیا جائے گا ولو اذن الراہن للمرتہن فی
اکل الزوائد ای اکل زوائد الرہن بان قال لہ مہما زاد فکلہ فاکلہا ظاہرہ یعم اکل ثمنہا وبہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل مخصص یخصص حقیقۃ
الاکل فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتہن لانہ اتلفہ باذن المالک اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے میں اس طرح کہ
راہن نے مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اس کو کھا سو مرتہن نے اس کو کھایا تو مرتہن پر اس کا تاوان نہیں
اس واسطے کہ اس نے مالک کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنی خواہ پھل یا دودھ کھائے
یا اس کو بیچ کر اس کا ثمن کھائے اور اسی کا فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصص پائی جائے
کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کرے تو اس کا اتباع کیا جائے یعنی بر تقدیر صورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہ ہوگا وللاطلاق یجوز تعلیقہ
بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے م یعنی جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن
دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے زیادہ پیدا
ہو یعنی پھل یا دودھ اس کو تو کھا درست ہے اور جائز ہے ولا یسقط شئی من الدین اور ساقط نہ ہوگا مرتہن کے دین سے کچھ اباحت اکل سے
قال فی الجواہر رجل رہن دارا واباح السکنی للمرتہن فوقع بسکناہ خلل وخرب البعض لا یسقط شئی من الدین لانہ لما اباح لہ السکنی اخذ حکم العاریۃ حتی
لو اراد منعہ کان لہ ذلک جواہر اخلاطی میں کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اس کے اندر رہنا مباح کر دیا سو اس کے رہنے سے خلل پڑ گیا اور
کچھ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کر دیا تو مرہون نے عاریت کا حکم لیا یہاں تک
کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اس کا اختیار ہے م اس میں اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن
درست ہے یا نہیں سو بعضے فقہا اس کو مکروہ کہتے ہیں اس واسطے کہ وہ سود اور بیاج ہے اور بعضے اس کو مباح کہتے ہیں چنانچہ زیلعی اور جواہر
اور قنیہ اور خانیہ میں اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رہن شاۃ

سلہ اور ایک نسخہ میں اتلاف ہے بجائے اطلاق کے یعنی اتلاف کی تعلیق شرط اور خطرہ پر درست ہے نہ تملیک کی ۱۲

Marfat.com

فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن لہ فی ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل اور مضمرات میں ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتہن سے راہن نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اس کا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہیں اور اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلوں میں اذن دیا تو مرتہن کا کھانا راہن کے کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اس کو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہے مصنف نے شرح میں کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے یہ منقول ہے کہ مرتہن کو یہ حلال نہیں اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ بیاج ہے میں کہتا ہوں اور تعلیل اس کی اس کے مفید ہے کہ مقرر کراہت تحریمی ہے سو اس میں تامل کر وان لم ینفک الراہن الرہن بل بقی عند المرتہن علی حالہ حتی ہلک الرہن فی ید المرتہن قسم الدین علی قیمۃ النماء ای الزیادۃ التی اکلہا المرتہن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادۃ اخذہ المرتہن من الراہن کما فی الہدایۃ والکافی والخانیۃ وغیرہا اور اگر راہن نے مرہون نہ چھوڑایا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہاں تک کہ مرہون ہلاک ہو گیا مرتہن کے ہاتھ میں تو دین بانٹا جاوے گا اس زیادت کی قیمت پر جس کو مرتہن کھا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جس قدر اصل مرہون کو پہنچے گا وہ ساقط ہو گا اور جس قدر دین زیادت کو پہنچے گا اس کو مرتہن راہن سے لے گا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا میں مذکور ہے م اخذ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب مثلاً راہن کے اذن سے راہن کے شرب کے برابر ہے تو جیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہیں ہوتا ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہ ہو الذا فی الخانیہ وفی الجواہر الاصل ان الاتلاف باذن الراہن کاتلاف الراہن بنفسہ لتسلیطہ اور جواہر میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنے کے برابر ہے بسبب مسلط کر دینے راہن کے وفیہا اباح للمرتہن نفعہ ہل للمرتہن ان یوجرہ قال لا قیل فلو آجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لہ ام للراہن قال لہ ان اجرہ بلا اذن وان باذنہ فللمالک ویبطل الرہن اور اسی کتاب میں ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہیں جواب دیا کہ درست نہیں ہے پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ میں دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہو گئی تو اس کی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہے اگر اس کو اجارہ دیا بدوں اذن راہن کے اور اگر اس کے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہو گا کیا رہن کرما وتسلمہ المرتہن ثم دفعہ للراہن لیسقیہ ولیقوم بمصالحہ لا یبطل الرہن اور اسی کتاب میں ہے کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر مرتہن نے راہن کو باغ دیا تا اس کو سینچے اور اس کے امور ضروریہ کی خبر گیری کیا کرے تو رہن باطل نہ ہو گا رہن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم فقبض المرتہن والثمن ان ثمرہ حصل بعد البیع فللمشتری وان قبلہ فللراہن ان قضی دین المرتہن والا یکون رہنا ویجعل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانہا تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکھا اور اس کا پھل مباح کر دیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچ ڈالا سو مرتہن نے اس کے ثمن پر قبضہ کیا اگر اس کا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہیں کیا تو پھل رہن رہے گا یعنی ثمن مقبوض کے ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹھہرائی جاوے گی اس واسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہو چکا م برخلاف اس صورت کے کہ مرتہن پھل کھا گیا اس واسطے کہ اس نے مباح کو کھایا اور راہن رجوع کا مالک نہیں کھا جانے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیہا زرع المرتہن ارض الرہن ان ابیح لہ الانتفاع لا یجب شیٔ وان لم یبح لزمہ نقصان الارض وضمان الماء لو من قناۃ مملوکۃ فلیحفظ اور اسی کتاب میں ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین میں زراعت کی اگر اس کے لیے انتفاع مباح ہے تو کوئی چیز واجب نہیں اور اگر انتفاع مباح نہیں تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہو گا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو تو اس کو

Marfat.com

یاد رکھنا چاہیے زرعہا الراہن او غرسہا باذن المرتہن ینبغی ان تبقی رہنا ولا یبطل الرہن فتنبہ زمین مرہون میں راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یوں ہے کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہ ہو جائے تو خبردار رہنا م رہن باطل نہیں مگر حکم ضمان باطل ہے یعنی اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ استحق الرہن لیس للمرتہن طلب غیرہ مقامہ مرہون بجز راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہیں کہ بجائے اس کے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائعا یبطل الرہن فیما بقی وان مفروزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ہلکہ بحصتہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہے تو باقی میں بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی میں رہن باقی رہے گا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہے گا لیکن اس کا تلف ہو جانا بقدر اس کے حصہ کے ہوگا آجر دارہ لغیرہ ثم رہنہا منہ صح وبطلت الاجارۃ اپنا گھر غیر شخص کو اجارہ دیا پھر اس کو اسی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہے اور اجارہ باطل ہوگا ولو ارتہن ثم آجرہ من راہنہ فالاجارۃ باطلۃ اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے ابق الرہن سقط الدین کہلاکہ فان عاد سقط بحساب نقصہ لان الاباق عیب حدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہوگیا اس کے ہلاک ہو جانے کے مانند لعد اس کے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہوگیا بقدر اس کے نقصان کے اس لیے کہ بھاگنا عیب ہے جو اس میں اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمنیۃ ذکر الزیادۃ القصدیۃ فقال پھر جب کہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اس نے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرہن تصح اور زیادہ کر دینا مرہون میں صحیح ہے م مثلاً دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درم پر رہن ہو گئے وتعتبر قیمتہا یوم القبض ایضا اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفی الدین لا تصح خلافا للثانی اور دین میں زیادہ کرنا صحیح نہیں بر خلاف ابو یوسف کے م زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لے کر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن رکھ دیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اس واسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی والاصل ان الالحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادۃ فی معقود بہ او علیہ والزیادۃ فی الدین لیست منہما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اسی وقت متصور ہوتا ہے جب کہ زیادتی معقود بہ میں مثلاً ثمن میں یا معقود علیہ میں مثلاً مبیع میں ہو اور دین میں زیادہ کر دینا دونوں قسم سے نہیں ہے م دین کا معقود بہ نہ ہونا تو ظاہر ہے اور اس کا معقود علیہ نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ دین واجب تھا عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رہن نسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ نبہ فی شرحہ علی انہ انما عطفہا بالواو لا بالفاء لیفید انہا مسئلۃ مستقلۃ لا فرع للاولی فتنبہ عبدا بالف فدفع عبدا آخر رہنا مکان الاول وقیمۃ کل من العبدین الف فالاول رہن حتی یردہ الی الراہن والمرتہن فی الآخر امین حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فحینئذ یصیر الثانی مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجائے اول غلام کے اور حالانکہ دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہے جب تک کہ مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیر دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض میں امین ہے نہ ضمین یہاں تک کہ دوسرے کو بجائے اول کے کرے اس طرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیر دے تو اس وقت میں دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے مصدر بفا ہیں باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ

ملہ نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں ملکہ ہے مبہم ہے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے یعنی غیر راہن حصہ رسد اس کا مالک ہو جائے گا اور جو ترجمہ مترجم اول نے کیا ہے کہ اس کا تلف ہونا بقدر اس کے حصہ کے ہوگا وہ

کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسی واسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تاکہ ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جداگانہ ہے مسئلہ اولیٰ پر متفرع نہیں سو آگاہ ہوا برأ
المرتہن الراہن عن الدین او وہبہ منہ ثم ہلک الرہن فی ید المرتہن ہلک بغیر شئی استحسانا لسقوط الدین الا اذا منعہ من صاحبہ فیصیر غاصبا بمنعہ
مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اس کو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا از روئے استحسان کے
بسبب ساقط ہو جانے دین کے جب کہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائے گا اپنے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہو گا
تو مرتہن پر تمام قیمت لازم آویگی م درصورت ابرا و ہبہ کے اس واسطے تاوان لازم نہ ہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر
جب دین باقی نہ رہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا ولو قبض المرتہن دینہ کلہ او بعضہ من راہنہ او غیرہ کمتطوع او شری المرتہن بالدین عینا او صالح
ای عن دینہ علی شئی لانہ استیفاء او احال الراہن مرتہنہ بدینہ علی آخر ثم ہلک رہنہ معہ ای فی ید المرتہن ہلک بالدین اور اگر مرتہن نے اپنا تمام
دین یا بعض دین راہن سے یا اس کے غیر سے چنانچہ کسی احسان کرنے والے سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید کی یا
راہن کے ساتھ کسی شئی پر دین سے صلح کی اس واسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے نہ اسقاط یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون
ہلاک ہو گیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا م وجہ فرق ابرا اور استیفا میں یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین ساقط ہو جاتا ہے اور استیفاء
سے نفس دین ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قضا دیون بامثالہا ہے لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو استیفاء اول
یعنی استیفاء بقبض مرہون ثابت ہو گیا لہذا استیفا بقبض مرہون ثابت ہو گیا اور استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منقوض ہو گیا کذا فی الہدایہ والزیلعی
والدرر ملخصا ورد ما قبض الی من ادی فی صورۃ الایفاء راہن او متطوع او شراء او صلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اس نے لیا اس کو جس نے ادا کیا
راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں یعنی اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اس کو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو
تو اس کو پھیر دے اسی طرح خرید اور صلح میں پھیر دینا واجب ہے تاکہ استیفاء مکرر نہ ہو جائے وبطلت الحوالۃ وہلک الرہن بالدین لانہ فی معنی الابراء
بطریق الاداء ہدایہ اور حوالہ باطل ہو گیا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور باوجود بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف اس واسطے
کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا ہے کذا فی الہدایہ م یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ میں دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف
منتقل ہو گیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اس واسطے کہ حوالہ بمعنی ابراء کے ہے تو لائق یوں تھا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا
خلاصہ جواب یہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابراء ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے گویا مرتہن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الطحطاوی والعینی
ملتقطا ومفادہ عدم لبطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرہن والا فینبغی ان لا تبطل الحوالۃ فی قدر الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید
لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یوں ہے
کہ حوالہ باطل نہ ہو زیادت کی مقدار میں کذا فی القہستانی وکذا ای کما یہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک بہ ایضا لو تصادقا علی ان لا دین
علیہ ثم ہلک الرہن بالدین لتوہم وجوب الدین بتصادقہما علی قیامہ فتکون المطالبۃ بہ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ یسقط الدین اصلا اور اسی طرح یعنی جیسے
مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفا کی صورت مذکورہ میں اسی طرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اس صورت میں بھی کہ اگر راہن اور
مرتہن نے اس پر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پھر مرہون تلف ہو گیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے
بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونوں یاد کریں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی رہے گا برخلاف
ابراء کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہے یعنی اس میں وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا م تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب دین ملحوظ رہے

Marfat.com

اور ضمان مرہون تو ہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے برخلاف ابراء کے اس میں توہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایہ وشروحہا **کل حکم عرف فی الرہن الصحیح فہو الحکم فی الرہن الفاسد** کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العمادیہ **قال د ذکر الکرخی ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد یتعلق بہ الضمان** عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اس سے تاوان متعلق ہے م طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ تاوان اس سے اصلا متعلق نہیں واللہ اعلم **وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرہن مالا والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد من البیوع** اور یہ بھی عمادیہ میں ہے کہ اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اس کا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط جواز سے بعض شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صنعت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند **وفی کل موضع لم یکن الرہن کذلک ای لم یکن مالا ولم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا** اور جس مقام میں مرہون ایسا نہ ہو یعنی مال نہ ہو چنانچہ خون یا مردار یا آزاد ہو اور اس کا مقابل بھی مال مضمون نہ ہو چنانچہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہ ہوگا م اس کو رہن باطل کہتے ہیں **وحینئذ فاذا ہلک بغیر شئ بخلاف الفاسد فانہ یہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین** اور اس وقت میں یعنی جب رہن منعقد اصلا نہ ہوا باطل ٹھہرا تو جبکہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگا تو رائگاں تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آوے گا برخلاف رہن فاسد کے اس واسطے کہ رہن فاسد میں جب کہ مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی مرہون کی قیمت اگر کمتر ہے دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو دین لازم ہوگا **من مات ولہ غرماء فالمرتہن احق بہ کما فی الرہن الصحیح** اور رہن فاسد کا جو راہن مرے گا اور اس کے چند قرض دینے والے ہیں تو مرتہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہے **فرع مسئلۃ لطحۃ شارح کا رہن الرہن باطل کما حررناہ فی العمادیۃ معزیا للوہبانیۃ** ایک مرہون کا بلافک رہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہم نے اس کی کتاب العمادیہ میں تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول کرکے م رہن کا رہن باطل ہے خواہ راہن رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھے گا تو باطل نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی **وفی معایاتہا قال سہ وای رہین لا یرام انفکاکہ ❊ ومجنیہ لومات بالموت لیشطر** ؏ اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جس کا انفکاک مطلق نہیں یعنی اس کا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جس کا مقتول اگر مرجائے تو موت سے اس کی دیت نصف ہو جاتی ہے م سوال اول کا جواب یہ ہے کہ مرہون عدیم الفکاک نفس ہے حق تعالیٰ نے فرمایا **کل نفس بما کسبت رہینۃ** یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مراد ختنہ کرنے والا ہے جس نے صغیر کا حشفہ قطع کر ڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اس پر نصف دیت واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

❊ ❊ ❊
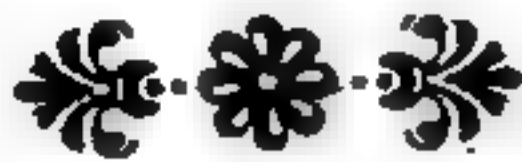
لہ ایک نسخہ میں شعر کے بعد تفسیر کل نفس بما کسبت رہینۃ یعنی کل نفس ترتہن بکسبہا عند اللہ تعالیٰ واللہ اعلم بالصواب اور اس کا ترجمہ مترجم اول نے طحطاوی میں لکھا ہے اس سبب سے فروگذاشت کیا گیا ۔ ۱۲

Marfat.com

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبتہ ان الرہن لصیانۃ المال وحکم الجنایۃ لصیانۃ الانفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہ ہے کہ رہن مشروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانوں کے محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہٰذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اس واسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر م مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اس کی خوبیاں وہی ہیں جو حدود کی خوبیاں ہیں اور سبب بھی اُس کا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجنایۃ لغۃ اسم لما یکتسب من الشر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جنایت لغت عرب میں بُرے کام کرنے کا نام ہے م جنایت مصدر ہے جمع اس کی جنایات ہے ہر چند مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہٰذا جمع لانا اُس کا درست ہوا وشرعاً اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقہاء الغصب والسرقۃ بما حل بمال والجنایۃ بما حل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اُس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی اصطلاح میں غصب اور سرقہ خاص کر لیا ہے اُس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہو اور جنایت خاص کر لی ہے اُس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنی ہاتھ پاؤں ناک کان آنکھ میں واقع ہو م جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں قتل عبارت ہے اُس فعل سے جو عبد کی طرف مضاف ہو اور زندگی اُس کے سبب سے زائل ہو جائے اور زوال حیات بلا فعل عبد مسمی بموت ہے کذا فی البرجندی والشمنی القتل الذی یتعلق بہ الاحکام الآتیۃ من قود ودیۃ وکفارۃ و ثم وحرمان ارث خمسۃ والا فانواعہ کثیرۃ کرجم وصلب وقتل حربی وہ قتل جس سے احکام آئندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہے پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا م یعنی محروم میراث ہونا خمسہ قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آئندہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ یہ ہیں قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجرائے خطا قتل بسبب الاول عمد وہو ان یتعمد ضربہ ای ضرب الآدمی فی ای موضع من جسدہ بآلۃ تفرق الاجزاء مثل سلاح ومثقل من حدید جوہرۃ ومحدد من خشب وزجاج وحجر وابرۃ فی مقتل برہان ولیطۃ وقولہ نار عطف علی محدد لانہا تشق الجلد وتعمل عمل الذکوۃ حتی لو وضعت فی المذبح فاحرقت العروق اکل یعنی ان سال بہا الدم والا لا کما فی الکفایۃ قسم اول قتل عمد وہ یہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جائے کسی مقام میں اُس کے بدن سے بواسطہ اُس ہتھیار کے جو اُس کے اجزاء بدن کو پھاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بھاری چیز وزنی لوہے کی کذا فی الجوہرۃ یا قصد ضرب ہو بسبب نوک دار یا دھار والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا نرکل کا تیز چھلکا یا قصد قتل ہو آگ سے اس واسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رگوں کو جلا دے تو ذبیحہ ماکول ہو گا یعنی اگر آگ کے جلانے سے خون بہے اور اگر خون نہ بہے گا تو کھانا اُس کا درست نہیں کذا فی الکفایۃ م خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جس میں بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرائے سلاح سے تفریق اجزا میں کذا فی

Marfat.com

اکثر المتون شرح طحطاوی میں کہا قتل عمد وہ ہے جس میں قصداً قتل ہو لوہے سے چنانچہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اُس میں حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہ ہو ولیکن کچل ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے بانٹ یا قتل نیزے یا سوئی سے کیونکہ ہو لبشرطیکہ لوہے کا نام اُس پر قائم ہو خواہ غالباً اُس سے ہلاکی ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ لوہا احادیث میں منصوص ہے چنانچہ لا قود الا بالسیف[1] وفی روایۃ لا قود الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید[2] اور منصوص علیہ علت معتبر ہے اور اسی طرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور اسی طرح جس چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیز پھاڑ دے یا بدن میں گھس جائے چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزیں تلوار کے مانند عمل کرتی ہیں تو یہ قتل عمد ہے انتہیٰ فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ لوہے میں اور جو لوہے کے مشابہ ہے ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے میں زخم ہونا شرط نہیں اور طحطاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہیں انتہیٰ تو بموجب ظاہر الروایت کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے میں بلاشک قصاص واجب ہے اس واسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل میں دو قول ہیں ایک وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلاً قصاص نہیں اس لیے کہ عادت میں اس سے قتل کرنا مقصود نہیں ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی مختصراً م فتاوی قاضی خاں میں اس میں عدم قصاص مذکور ہے واللہ اعلم قلت وفی شرح الوہبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا انتہیٰ یعنی کتابوں اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے اُس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں انتہیٰ وفی البرہان وفی حدید غیر محدد کالسنجۃ روایتان اظہرہما انہا عمد اور برہان میں ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہ ہو جیسے ترازو کا بانٹ اُس میں دو روایتیں ہیں دونوں میں ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی المجتبیٰ و احمار التنور یکفی للقود وان لم یکن فیہ نار اور مجتبیٰ میں ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کے واسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اس میں آگ موجود نہ ہو دے م منح الغفار میں ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اُس میں گرا دیا یا ایسی جلتی آگ میں ڈال دیا کہ اُس میں سے نکل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خانیہ میں ہے خواہ وہ شخص اُسی دن مر جاوے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہیں وفی معین المفتی للمصنف الابرۃ اذا اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب میں ہے کہ سوئی جب محل قتل میں لگ جائے تو اُس میں قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے سوئی کے قتل سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وقالا والائمۃ الثلثۃ ضرب قصداً بما لا تطیقہ البنیۃ کخشب عظیم عمد اور صاحبینؒ اور تینوں اماموںؒ نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اُس چیز سے جس کی ضرب اٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہیں چنانچہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے م امامؒ کے نزدیک یہ قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا وموجبہ الاثم فان حرمتہ اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر لجوازہ لمکرہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اس واسطے کہ اُس کا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے اس واسطے کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہیں م حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم الایۃ یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اُس کا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق نصیحت کے واسطے کافی ہے اور احادیث تو اُس میں بہت ثابت ہیں از انجملہ ترمذی اور نسائی میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

[1] قصاص نہیں مگر تلوار سے مارنے میں ۱۲ [2] قصاص نہیں مگر ہتھیار سے مارنے میں ۱۲ [3] قصاص نہیں ہے مگر لوہے سے مارنے میں ۱۲

Marfat.com

اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ اُن کو منہ کے بل آگ میں ڈال دے اور نسائی میں حدیث مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کرے گا تو وہ خدا سے ملے گا اور اُس کی دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغیر حق آمین **وموجبہ القود عینا** اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بلا لزوم مال م امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خون بہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے اپنے عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اس واسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مومنا خطأ الآیۃ)[1] وبدلیل حدیث عبداللہ بن عباسؓ کے جو مسند ابن ابی شیبہؒ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کر دے علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پھر جب کہ خبر واحد مجمل قرآن کی مبین ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر میں مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولیٰ مجمل قرآن کا بیان پڑ سکے گا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور اُس کی مخصص واقع ہو گئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہو گئی تو حدیث مذکور کا شف اجمال ہو گئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد میں قصاص متعین ٹھہرا تو وہ مال نہ ہو جاوے گا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ ترچنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے م اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ **لا الکفارۃ** لانہا کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا یناط بہا موجب اُس کا قصاص ہے نہ کفارہ اس واسطے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی ہیں تو عمد مربوط بکفارہ نہ ہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوکہ او ولدہ المملوک لغیرہ عمدا کان علیہ الکفارۃ میں کہتا ہوں لیکن خانیہ میں ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اُس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمداً قتل کرے تو اُس پر کفارہ واجب ہے **والثانی شبہہ وہو ان یقصد ضربہ** بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر وخشب کبیرین عندہ خلافا لغیرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنے مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے مارنے کا قصد کیا جائے سوائے اُس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنی اُس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نہ کرے اگرچہ بڑا پتھر اور بڑا لکڑا ہو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے م شبہ عمد وہ ہے جس میں تعمد ضرب ہو اس چیز سے جو سلاح نہیں اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اُس سے غالباً ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصائے کبیر اور موگرا دھوبی کا یا ہلاکت غالباً نہ ہو چنانچہ عصائے صغیر اس کو شبہ عمد اس لیے کہا کہ یہ خطا مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اس میں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنے کا قصد کیا اور اس میں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہیں ہوتا اس نظر سے کہ اُس نے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اُس کے آلہ خاص سے تو یہ خطا مشابہ عمد ہو گئی کذا فی العینی **وموجبہ الاثم والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ** سیجیٔ تفسیر ذلک اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات میں آوے گی م شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اس واسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جن میں ۲۵ یک سالہ ہوں اور ۲۵ دو سالہ اور ۲۵ سہ سالہ[2] اور ۲۵ چار سالہ **لا القود** لشبہہ بالخطاء نظرا الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ اختیار نہ قصاص یعنی شبہ عمد میں قصاص واجب نہیں بسبب اس کے

[1] اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو نفس کے ناحق قتل کرنے سے محفوظ رکھے ۱۲ [2] تمام آیت کی تحریر یہ فتحریر رقبۃ مومنۃ ودیۃ مسلمۃ الی اہلہ ہے یعنی جو شخص مومن کو خطا سے قتل کرے کہ اُس پر آزاد کرنا ہر ایک برده مسلمان کا اور خون بہا وارثان مقتول کو دینا ۱۲

مشابہ ہونے کے قتل خطا سے بنظر آلۂ قتل کے مگر یہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اُس کا قتل سیاست کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار **وھو** اے شبہ العمد **فیما دون النفس** من الاطراف **عمد موجب للقصاص** فلیس فی ما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سوائے آدمی کے اطراف[1] میں عمد ہے قصاص کا موجب تو جان کے سوائے میں شبہ عمد نہیں بلکہ عمد ہے م یعنی اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہے اور ما ورائے نفس مختلف نہیں ہوتا مثلاً عصائے کبیر قتل نفس کا آلہ نہیں اور ہاتھ یا پاؤں کے توڑنے کا البتہ آلہ ہے تو عصائے وغیرہ سے اگر ہاتھ پاؤں تلف ہو گا تو اُس میں کفارہ اور دیت نہیں بلکہ قصاص واجب ہے یعنی فاعل کا بھی ہاتھ پاؤں توڑا جاوے گا **والثالث خطاء وھو نوعان** لانہ اما خطاء فی ظن الفاعل **کان یرمی شخصا ظنہ صیدا** او حربیا او مرتدا **فاذا ھو مسلم** اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اُس کی دو قسمیں ہیں اس واسطے کہ یا خطا اور چوک پڑ گئی فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو شکار یا کافر حربی یا مرتد جان کر سو وہ تو نا گمان مسلمان نکلا **او خطاء فی نفس الفعل کان یرمی غرضا** او صیدا **فاصاب آدمیا** او رمی غرضا فاصابہ ثم رجع عنہ او تجاوز عنہ الی ما وراءہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد ید رجل فاصاب عنق غیرہ ولو عنقہ فعمد قطعا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع السھم فاصاب الرجل فھو خطاء لانہ اخطا فی اصابۃ الحائط ورجوعہ سبب آخر والحکم یضاف لآخر اسبابہ ابن کمال عن المحیط یا خطا واقع ہو نفس فعل میں چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اُس پر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایک مرد کے مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ پر مارنے کا سو اُس کے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگے گا تو وہ قتل عمد ہے یقیناً یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر تیر وہاں سے پلٹا سو دوسرے مرد کے لگ گیا تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اس واسطے کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف اور منسوب ہوتا ہے پچھلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال نے اس کو نقل کیا ہے محیط سے قال وکذا لو سقط من یدہ خشبۃ او لبنۃ فقتل رجلا یتحقق الخطاء فی الفعل ولا قصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اُس کے صدمہ سے کوئی مرد قتل ہو جائے تو اُس صورت میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور حالانکہ فاعل کا اس میں مطلقاً قصد نہیں ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام میں وہ خلل ہے جو وہ اُس میں ہے م صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا کہ خطائی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اُس سے دوسرا فعل صادر ہو جائے چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کر کے اور شخص کے لگ جائے انتہی حاصل کلام اس کلام میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطائی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ میں خطائی الفعل ثابت ہے اور اُس میں خطا مطلقاً قصد نہیں لیکن عنقریب آوے گا کہ یہ جاری مجرائے خطا کی صورت ہے نہ خطائی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الوہبانیۃ س وقاصد شخص ان اصاب خلافہ ؛ فذا الخطاء والقتل فیہ معدد اور وہبانیہ میں ہے اور قصد کرنے والا ایک شخص کا اگر اُس کا تیر خلاف اُس کے دوسرے شخص کے لگ جائے تو یہ قتل خطا ہے اور اس میں قاتل کا قتل از روئے قصاص کے متعذر ہے وقاصد شخص حالۃ النوم الی میت ؛ فیقتص ان الفی ودامنہ یہدر ؛ اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مر جائے تو قاتل سے قصاص لیا جائے اگر اُس کا خون سائل باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ **والرابع ما جری مجراہ** مجری الخطاء **کنائم انقلب علی رجل فقتلہ** لانہ معذور کالمخطئ اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرائے خطا کے ہے یعنی خطا نہیں منزلہ خطا کے ہے جیسے سونے والا منقلب ہو جائے کسی مرد پر سو اُس کو قتل کرے اس واسطے کہ سونے والا معذور ہے خطا کرنے والے کے برابر م صورت اُس کی یہ ہے کہ کوئی شخص بلند چبوترے یا بلند تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہے سو کروٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا کچل کر تو نائم معذور ہے خاطی کے مانند تو یہ قتل

---

[1] اطراف یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ ۱۲

Marfat.com

خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے ہے طحطاوی میں عالمگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرائے خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مرگیا یا اُس کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اُس کے صدمہ سے مرگیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچل کر مار ڈالا اور زیلعی میں ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اس واسطے کہ یہ حقیقت میں خطا نہیں اس واسطے کہ نائم کا کچھ قصد ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی مافی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کی طرف صریح خطا ہے[چوکنے والا ہوا ۱۲] **وموجبہ** اے موجب ہذا النوع من الفعل وہو الخطاء وماجری مجراہ **الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ** والاثم دون اثم القتل اذ الکفارۃ تؤذن بالاثم لترک العزیمۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور مثل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ کمتر گناہ قتل سے اس واسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے م اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اس واسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا پھر جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اُس نے احتیاط ترک کی لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اس واسطے کہ کفارہ بمعنی پوشیدہ ہے اور پوشش نہیں بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی **و** الخامس **قتل بسبب کحافر بئر وواضع حجر فی غیر ملکہ** بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچویں قسم قتل بسبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک میں بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحطاوی م غیر ملک حفر اور وضع دونوں کی قید ہے چنانچہ در میں ہے تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھے گا تو اُس کی طرف سے تعدی ثابت نہ ہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا واضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق و نحو ذلک الا اذا مشی علی البئر ونحوہ بعد علمہ بالحفر ونحوہ درر اور اسی طرح قاتل بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اُس کے جو تلف ہو جانے کا سبب ہو چنانچہ اینٹوں کا ڈھیر کر دینا راہ میں مگر جب کہ کوئی شخص کنوئیں وغیرہ پر چلا کھدنا وغیرہ جان بوجھ کر کذا فی الدرر م اس واسطے کہ جان بوجھ کر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے کذا فی الجوہرۃ **وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ** اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے فاعل کے مددگاروں پر م کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کھودنے والا متعدی ہے اس میں تو بمنزلہ دافع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کے واسطے **لا الکفارۃ** ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ درر اُس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ہے کذا فی الدرر **وکل ذلک یوجب حرمان الارث** لو الجانی مکلفا ابن کمال اور قتل کے جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کرے گا تو اُس کی میراث قاتل نہ پاوے گا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنوں ہوگا تو میراث سے محروم نہ ہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ میں مصرح ہے **الا ہذا** اے القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوائے اس قسم کے یعنی قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہ ہوگا اُس کے عدم قتل کے سبب سے م یعنی قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو موجب حرمان ہوا اس واسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ خلاف اصل اس کو اس واسطے لحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نہ جاوے کذا فی الحموی والحقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعیؒ نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اُس کے جمیع احکام میں واللہ اعلم

فصل

فیما یوجب القود ومالا یوجبہ یہ فصل ہے اُس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں **یجب القود** اے القصاص **بقتل کل محقون الدم** بالنظر لقاتلہ درر وسیتفرع عنہ قولہ ولو قتل القاتل اجنبی **علی التابید عمدا** واجب ہے قود یعنی قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمداً قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اُس کے قاتل کے خون اُس کا محفوظ ہے

[۱] دھکا دینے والا اور گرا دینے والا یعنی ایسا ہوا کہ دوسرے کو دھکا دے کر کنوئیں میں ڈال دیا ۱۲

کذا فی الدرر اور اُس کا مطلب اسی فصل میں ماتن کے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہوگا م یعنی جو مقتول کہ نظر بقاتل دائما محقون الدم ہے یعنی اُس کی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اس کے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اُس کے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محقون الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اُس کا خون تا قیام دارالاسلام محقون ہے نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ وہ فعل کیا جائے جو اُس نے مفعول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اس صورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے وھو المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محقون الدم مسلمان اور ذمی ہیں سو جو اُن کو عمداً قتل کرے گا وہ اُن کے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمداً قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ یہ عوارض سے ہے تو قواعد کے تحت میں داخل نہ ہوگا اس واسطے کہ قصاص تو یہاں واجب تھا اصل میں پھر منقلب بمال ہوگیا اس واسطے کہ ابوت شبہ ہے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسی طرح عبد وقف کے قتل عمد میں قصاص واجب نہیں بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الطحطاوی لا المستامن والحربی نہ مستامن اور حربی یعنی ان کے قتل عمد سے قصاص واجب نہیں مستامن تو اس وجہ سے کہ اُس کا دم دائما محقون نہیں اور حربی تو مطلقاً مباح الدم ہے بشرط ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انہ لیس لصبی ومجنون عمد مقتول مذکور کے قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اُس کا عاقل اور بالغ ہو اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عمد نہیں۔ فی البزازیہ حکم علیہ بقود فجن قبل دفعہ للولی انقلب دیۃ بزازیہ میں ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت ہو جاوے گا یعنی پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہ ہوگا کذا فی النہر قتل من یجن ویفیق قتل فی افاقتہ قتل کی اُس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہو جاتا ہے اور کبھی اُس کو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ میں مارا جاوے گا فان جن بعدہ ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہوگیا بعد اُس کے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا لیکن بطریق استحسان دیت اُس کے مال میں واجب ہوگی کذا فی العالمگیریۃ اور اگر جنون دائمی نہیں تو قتل ہوگا قتل عبد مولاہ لا روایۃ فیہ وقال ابو جعفر یقتل غلام نے اپنے میاں کو قتل کیا تو اس میں کچھ روایت نہیں امامؒ اور صاحبینؒ سے اور ابو جعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاوے گا قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیہ کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اُس میں قصاص نہیں یعنی بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اُس کی قیمت لی جائے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جائے قتل ختنہ عمدا و بنتہ فی نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمداً قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح میں ہے تو قصاص ساقط ہوگا م اس واسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر خانیہ میں ہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی وبشرط انتفاء الشبہۃ کولاد وملک او اثم کقولہ اقتلنی فقتلہ بینھما کما سیجئ اور قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول میں قصاص ٹل جانے کا شبہہ نہ ہو چنانچہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی امر مثل ولادت اور ملک سے عام تر چنانچہ مقتول کا یوں کہنا قاتل سے کہ تو مجھ کو قتل کر سو قاتل نے اُس کو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آوے گی فیقتل الحر بالحر و بالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوائے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے میں قصاص واجب نہیں بلکہ اُس کی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعیؒ کے اس واسطے کہ اُن کے اور امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہ ہوگا بلکہ قاتل پر اُس کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا م امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی) فرمایا ہے

Marfat.com

یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جائے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اس کا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نہ جائے اس واسطے کہ بنا قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد میں برابری نہیں اُس کا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا ولنا اطلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ ناسخ لقولہ تعالی الحر بالحر الآیۃ کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن النحاس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اس میں آزاد اور غلام کی قید نہیں تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور میں نسخ کو نحاس سے عن ابن عباس رضؓ نقل کیا ہے م منجملہ دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنی مقتولین میں تم پر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام ازاں جملہ قولہ تعالی (ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کرے گا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی ان التخصیص بالذکر فلا ینفی ماعداہ کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل بہ علاوہ نسخ سے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کیا ہے اور تخصیص بالذکر ماسوائے مذکور کے نفی نہیں کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہیں ہوتی یہ کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص ماعدا کی نفی پر دلالت کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد بدلے عورت کے مارا نہ جاتا اور حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں م اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگوں کا رد قول منظور ہے جو مقتول کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اس واسطے کہ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ میں اگر قتل ہو جاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعوی فضیلت رکھتا تو مدعی فضیلت یوں کہتا کہ ہم راضی نہ ہوں گے جب تک کہ عورت کے بدلے ان کا مرد نہ ماریں اور اپنے غلام کے بدلے اُن کا آزاد نہ ماریں حق تعالی نے اُن کے رد میں یہ آیت اُتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جائے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہ ہے کہ قصاص میں عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام میں آزاد اور غلام دونوں برابر ہیں قیل ولا الحر بالعبد ورد بدخولہ بالاولی کما کیا ہے مذہب شافعی کی استشکال میں کہ اگر تخصیص بالذکر ماعدا کی نفی کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نہ جاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اُس کے داخل ہونے سے بطریق اولی کے م شارح کی اس عبارت میں کچھ تحریر اور تحقیق نہیں شارح نے عبارت منح الغفار کے نقل کرنے کا ارادہ کیا سو اُس کا قلم بے موقع چل گیا یوں کہنا حق تھا قیل ولا العبد بالحر اور یہ عطف ہے ان لا یقتل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحطاوی مختصرا یعنی یہ جو بعض شارحین نے امام شافعیؒ کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ماعدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نہ جاتا بدلیل قولہ تعالی والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہے اس وجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولی مقتول ہوگا اور مزید تفصیل اس کی منح الغفار کی عبارت میں ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ[۳] پر منقول ہے ولابی الفتح البستی نظما ؎ خذوا بدمی ہذا الغزال فانہ ؛ رمانی بسہمی مقلتیہ علی عمد ولا تقتلوہ اننی انا عبدہ ؛ ولم ار حرا یقتل بالعبد اور مناسب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہے کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اس غزال کو کہ اُس نے اپنے دونوں گوشۂ چشم کے دو تیروں سے مجھ کو قتل کیا ہے ولیکن اس کو قتل نہ کیجیو اس واسطے کہ میں اُس کا غلام ہوں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آزاد مارا جائے بدلے غلام کے م طحطاوی نے کہا قولہ خذوا بدمی اور ولا تقتلوہ منافات ہے اس واسطے

---

[۱] اور جو شخص مارا جائے ظلم سے تو ہم نے دیا ہے اُس کے وارث کو زور ۱۲۔ [۲] یعنی غلام نہ مارا جائے بدلے آزاد کے ۱۲۔ [۳] ونص المنح فان قلت لو دل الی قولہ تعالی الحر بالحر والعبد بالعبد اے عن التخصیص المقابلۃ یوجب ان لا یقتل العبد بالحر عندہ قلت لانہ یجیب عنہ بان ہذا التفاوت الی النقصان فلا یمنع وہذا ما ذکرہ ائمۃ الاصول من ان شرط دلالۃ مفہوم التخصیص بالذکر ان لا تظہر اولویۃ المسکوت عن المنطوق وان کان المسکوت عنہ اولی من المنطوق لانہ لما کان العبد یقتل بالعبد فبالاولی ان یقتل بالحر وبہذا یندفع ما ذکرہ بعض الشارحین من انہ ان دل لیجب ان لا یقتل بالحر لقولہ تعالی والعبد بالعبد انتہی کذا فی الطحطاوی ۱۲۔

Marfat.com

کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور دیت پر حمل کرنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ غلام کی دیت اُس کے مالک پر واجب نہیں فاجابہ بعض الحنفیۃ رادا علیہ ۵ خذوا
بدمی من رام قتلی بلحظۃ ولم یخش بطش اللّٰہ فی قاتل العمد ٭ وقودوا بہ جبرًا وان کنت عبدہ ٭ لیعلم ان الحر یقتل بالعبد ٭ سو اُس نظم کا کسی حنفی نے جواب
دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اُس کو جس نے میرے قتل کا اپنے گوشۂ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور مار ڈالا اور وہ
شخص نہ ڈرا خدا کے پکڑنے سے جو ثابت ہے قتل عمد میں اور قصاص لو اُس سے زبردستی اگرچہ میں اُس کا غلام ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ آزاد مارا جاتا
ہے بدلے غلام کے م طحطاوی نے کہا اس نظم میں خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہیں جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول
کیجیے تو وان کنت عبدہ کے مناسب[1] نہیں والمسلم بالذمی خلافا لہ اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض برخلاف
شافعی کے م امام شافعیؒ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لایقتل مومن بکافر[2] رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے
اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دارقطنی میں عبدالرحمن بن السلمانی عن ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے
قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی ذمتہ یعنی میں ذمہ کے پورا کرنے والوں میں زیادہ ترکریم ہوں ہر چند دارقطنی نے ابن سلمانی کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن
حبان نے اس کو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی میں بھی مذکور ہے اور حدیث لایقتل مومن بکافر میں کافر حربی مراد ہے
توفیقا بین الروایتین کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضیٰؓ سے نقل کیا کہ ذمیوں نے جزیہ اس واسطے دیا تاکہ اُن کے خون ہمارے خون کے مانند ہوں اور
اُن کے مال ہمارے مال کے برابر لا بمستامن بل ہو بمثلہ قیاسا للمساواۃ لا استحسانا لقیام المبیح ہدایہ ومجتبی ودرر وغیرہا نہ قتل کیا جائے مسلمان
اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اس واسطے کہ مستامن کا خون علی التابید معصوم نہیں بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اُس کے برابر ہے
قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم ہونے مبیح کے کذا فی الہدایۃ والمجتبی والدرر وغیرہا
م اباحت خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حرب مسلمین کا اس واسطے کہ مستامن رجوع دارالحرب کا قصد رکھتا ہے قال المصنف وینبغی ان یعول علی
الاستحسان لتصریحہم بالعمل بہ الا فی مسائل مضبوطۃ لیست ہذہ منہا وقد اقتصر ملا خسرو فی متنہ علی القیاس انتہی یعنی فتبعہ المصنف رحمہ اللّٰہ علی عادتہ قلت
ویعضدہ عامۃ المتون حتی الملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور سزاوار یوں ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جائے بسبب تصریح کرنے علما کے استحسان پر
عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ ان میں سے نہیں ہے اور البتہ ملا خسرو نے اپنے متن یعنی دُرر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے انتہی کلام
المصنف یعنی سو مصنف بھی دُرر کا تابع ہو گیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے ملتقی الابحر تک ویقتل
العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمیٰ والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار
بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے
اور مرد بدلے عورت کے بالاتفاق م تو اگر تندرست مرد اُس مرد کو قتل کرے جس کے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان اور مذاکیر یعنی ناک اور
فوطے مقطوع ہیں اور آنکھیں اُس کی پھوٹی ہیں تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور اس واسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں
متساوی ہیں اور معتبر عصمت ہی کے مساوات ہے نہ اور امور کی نہیں تو قصاص کا باب بند ہو جاوے گا کذا فی الطحطاوی والفرع باصلہ وان
علا لا بعکسہ خلافا لمالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا اور شاخ بدلے اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ جڑ دور کی ہو نہ برعکس اس کے یعنی اصل بدلے فرع کے
مقتول نہ ہوگی برخلاف امام مالکؒ کے اُس خاص صورت میں جب کہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر م یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل

---

[1] اور اس کا جواب یہ ہے وان کنت عبدہ سے معنی حقیقی مراد نہیں ۱۲ ۔ [2] نہ قتل کیا جاوے ایماندار بدلے کافر کے ۱۲

Marfat.com

کرے تو امام مالکؒ کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھڑی پھینک مارے اور ارادہ قتل کا نہ کرے تو قصاص نہیں اور جواہر مالکیہ میں ہے کہ اشہب نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا اس شبہہ سے کہ حدیث میں ثابت ہے انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے کذا فی العینی تو ظاہر اقصاص والد کی روایت امام مالکؒ کے مذہب میں معتمد نہیں ورنہ کتب مالکیہ میں معتمد قصاص علی العموم مذکور نہ ہوتی واللہ اعلم اسے لایقتص الاصول وان علوا مطلقاً ولو اناثاً من قبل الام فی نفس او اطراف بفرعهم وان سفلوا لقوله علیه الصلوۃ والسلام لایقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نہ کیا جاوے گا بدلے اُن کے فروع کے نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقاً اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہوں بدلیل قول نبی علیه الصلوۃ والسلام کے قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اُس کے بیٹے کے بدلے م یعنی دادا دادی نانا نانی اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پرپوتے کو یا ماں اپنے بیٹے کو یا نانی اپنی نانی کو یا پرنانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہ ہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل عمداً کرے گا تو اُس پر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ میں عمر فاروق رضہ سے مروی ہے وہو وصف معلل بالجزئیۃ فیتعدی لمن علا لانهم اسباب فی احیائہ فلا یکون سببا لافنائهم اور رد یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزئیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہے اس واسطے کہ اصول اسباب میں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع اُن کے مٹانے کا سبب ہوگا م ولہذا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اُس کو صف کفار میں پاوے یا اس کو زانی محصن دیکھے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایۃ وحینئذ فتجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلۃ لاتعقل العمد وقال الشافعی تجب حالۃ کبدل الصلح زیلعی وجوہرۃ وسیجئ فی المعاقل اور جب کہ اصول پر قصاص واجب نہ ہوا تو باپ وغیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اس واسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعیؒ نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کے مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ میں ہے اور اس کی تفصیل آگے کتاب المعاقل میں آوے گی م اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ وفی الملتقی ولا قصاص علی شریک الاب او المولی او المخطی او الصبی او المجنون وکل من یجب القصاص بقتلہ لما تقرر من عدم تجزی القصاص فلا یقتل العامد عندنا خلافاً للشافعی برہان اور ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جس کے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں اُس کے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہو اُس کے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہو اُس کے غلام کے قتل میں مالک شریک ہو قاتل مخطی کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد اور مولی اور مخطی کے مانند اس واسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلیل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عامد بھی مقتول نہ ہوگا ہم حنفیوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا سید بعبدہ ای بعبد نفسہ ومدبرہ ومکاتبہ وعبد ولدہ بذا داخل تحت قولہم ومن ملک قصاصاً علی ابیہ سقط کما سیجئ اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے فقیہوں کے اس قول کے تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہو اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ یہ مسئلہ چند سطر کے بعد آوے گا م مالک پر قصاص اس واسطے واجب نہ ہوا کہ غلام اُس کا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے میں کچھ واجب نہیں ولیکن خانیہ میں ہے کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ میں ہے کہ مولی پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے حق میں کذا فی الطحطاوی ولا بعبد ملک بعضہ لان القصاص لایتجزی اور نہ قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے

Marfat.com

اس واسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں م جب بعض قصاص ساقط ہوا ملک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اُس کے حصہ کے قیمت ادا کرے ولا لعبد الرہن حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہیں م یعنی جب تک راہن اور مرتہن دونوں موجود نہ ہوں گے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا اس واسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہے تاکہ حق مرتہن اُس کی رضامندی سے ساقط ہو جائے وقال محمد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوہرۃ وعلیہ یحمل ما فی الدرر معزیا للکافی کما فی المنح اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرہون دونوں موجود ہوں کذا فی الجوہرۃ اور محمدؒ کے قول پر محمول ہے وہ روایت جو دُرر میں کافی سے منقول ہے کذا فی المنح م یعنی جو کافی سے دُرر میں مذکور ہے کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہیں سو محمد کا مذہب ہے نہ شیخین کا تو موجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لے کر مرتہن کے پاس رہن رہے گی کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیۃ عن الظہیریۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے بقی لو اختلفا فلہما القیمۃ تکون رہنا مکانہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر راہن اور مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کے واسطے قیمت دلائی جائے گی اور وہ قیمت بجائے عبد مرہون مقتول کے رہن رہے گی ولو قتل عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہوا تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید بائعہ قبل القبض فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردہ فللبائع القود وقیل القیمۃ جوہرۃ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جائے قبض مشتری بیع کو جائز کرے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کر دے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول ضعیف ابو یوسفؒ کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے اُس کی قیمت لے کذا فی الجوہرۃ ولا لمکاتب ذکرہ انبہ وبعدہ شرنبلالیۃ قتل عمدا لا حاجۃ لقید العمد لانہ شرط فی کل قود عن وفاء ووارث وسید وان اجتمعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ حرا او رقیقا فاشتبہ الولی فارتفع القود اور قصاص واجب نہیں بدلے اُس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہوا وفاء بدل کتابت کے اور وارث اور مولی کو چھوڑ کر اگرچہ وارث اور مولی ساتھ ہی موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اُس کی موت میں آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اُس کے ولی میں اس کے اختلاف کے سبب سے شبہ پڑا تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیۃ شارح نے کہا قتل عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے م علی مرتضیٰؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولی ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا ولی میں تو قصاص مرتفع ہو گیا فان لم یدع وارثا غیر سیدہ سواء ترک وفاء اولا او ترک وارثا ولا وفاء اقاد سیدہ لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے مولی کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اُس نے چھوڑا یا نہ چھوڑا یا وارث کو چھوڑا مگر وفاء بدل کتابت موجود نہیں تو اُس کا مولی قصاص لے گا بسبب متعین ہونے مولی کے ولی ہونے میں وفی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتوں میں سے پہلی صورت میں خلاف ہے محمدؒ کا م پہلی صورت یہ ہے کہ مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولی کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مکاتب کا کوئی وارث مولی کے سوا نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت یہ ہے کہ سوائے مولی کے کوئی وارث نہیں اور بدل کتابت موجود نہیں چوتھی صورت یہ ہو کہ مکاتب کا وارث تو ہو مگر بدل کتابت موجود نہیں حلبی محشی نے کہا شارح کو یوں

Marfat.com

کنا صواب تھا) وفی ثانیۃ الصور الاربع خلاف محمدؒ) یعنی صور اربع میں سے دوسری صورت میں خلاف ہے محمدؒ کا چنانچہ ہدایہ میں ہے انتہی یعنی جب مولی کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمدؒ کے نزدیک اس میں قصاص نہیں ہے ویسقط قود قد ورثہ علی ابیہ اے اصلہ لان الفرع لایستوجب العقوبۃ علی اصلہ اور ساقط ہو جاتا ہے وہ قصاص جس کا بیٹا وارث ہو اپنے باپ پر باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہو اور مقتول کا وارث فرع اصول ہو وہ قصاص ساقط ہے اس واسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہیں ہوتی م اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا مملوک ہے باپ کا تو جیسے حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولی جب کہ اپنے غلام کو قتل کرے اسی طرح شبہ ملک کا باعتبار ظاہر کے مانع ہے قصاص کا کذا فی العینی وصورۃ المسئلۃ فیما اذا قتل الاب ب امرأتہ مثلا ولاوارث لہ غیرہا ثم ماتت المرأۃ فان ابنہا منہ یرث القود الواجب علی ابیہ فسقط لما ذکرنا واما تصویر صدر الشریعۃ فثبوتہ فیہ للابن ابتداء لا ارثا عند ابی حنیفۃ وان اتحد الحکم کما لایخفی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ جب باپ نے اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہیں سوائے اس کی بیٹی کے جو زوجہ ہے قاتل کی پھر وہ عورت وارث مرگئی تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اس قصاص کا جو واجب ہے اس کے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاوے گا اس دلیل سے جس کو ہم نے بیان کیا اور وہ جو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اس میں قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے واسطے ابتداء سے ہوتا ہے نہ باعتبار میراث کے امام اعظمؒ کے نزدیک اگرچہ دونوں صورتوں میں سقوط قصاص کا حکم یکساں ہے چنانچہ یہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہیں م صدر الشریعۃ نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہے اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے وفی الجوہرۃ لو عفا المجروح او وارثہ قبل موتہ صح استحسانا لانعقاد السبب لہما اور جوہرہ میں ہے کہ اگر شخص زخمی یا اس کا وارث معاف کر دے مورث زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اس کے وارث دونوں کے واسطے م قیاس یہ تھا کہ عفو مجروح صحیح نہ ہوتا اس واسطے کہ قصاص یعنی بدلہ لینا ابتدا سے وارثوں کے واسطے ثابت ہے اس واسطے کہ اگر ابتدا سے ثابت نہ ہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت نہ ہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان میں عفو مجروح صحیح ہے اس لیے کہ حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اس کا ہوتا ہے استیفاء قصاص میں کذا فی الطحطاوی عن المنح مختصرا الا قود بقتل مسلم مسلما ظنہ مشرکا بین الصفین لما مر انہ من الخطاء وانما اعادہ لیبین موجبہ بقولہ بل القاتل علیہ کفارۃ ودیۃ قصاص نہیں مسلمان کے قتل کرنے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جان کر مسلمین او کافرین کی دو صفوں کے اندر اس واسطے قصاص نہیں کہ ابتدائی فصل میں مذکور ہو چکا کہ یہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اس کو دوسری بار اس واسطے ذکر کیا تاکہ اس کا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے مددگاروں پر دیت ہے قالوا ہذا اذا اختلطوا فان کان فی صف المشرکین لایجب شیئ لسقوط عصمتہ قال علیہ الصلوۃ والسلام من کثر سواد قوم فہو منہم قلت فاذا کان مکثر سوادہم منہم وان لم یتزی بزیہم فکیف بمن تزی قالہ الزاہدی قال المصنف حتی لو تشکل جنی بما یباح قتلہ کحیۃ فینبغی الاقدام علی قتلہ ثم اذا تبین انہ جنی فلا شیئ علی القاتل واللہ اعلم علماء نے کہا کہ یہ یعنی مسئلہ مذکورہ میں کفارہ اور دیت واجب ہوتا اس وقت ہے جبکہ مسلمان اور کفار لڑتے لڑتے رلمل گئے ہوں تو اگر مسلمان مشرکوں کی صف میں ہو تو اس کے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھ واجب نہیں یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ توبہ اس کی عصمت کے سقوط کے سبب سے یعنی اس کا خون معصوم نہ رہا مباح ہوگیا رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاوے وہ شخص اس قوم میں داخل ہے میں کہتا ہوں جب کہ جماعت کفار کا بڑھانے والا کافروں میں داخل ہوا اگرچہ ان کا ہم شکل اور ہم لباس نہ ہو تو کون حال ہوگا

Marfat.com

اُس مسلمان کا جو کافروں کا سا لباس اختیار کرے اُن کی وردی پہنے یہ کہا ہے زاہدی نے مصنف نے شرح میں کہا تو اگر ایک جن اُس جانور کی شکل بن جائے جس جانور کو قتل کرنا مباح ہے چنانچہ سانپ تو اُس کے قتل پر پیشقدمی لائق ہے پھر جب کہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف وان قتلہ بغیرہ خلافا للشافعی اور قصاص نہ لیا جائے مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعیؒ کے یعنی اُن کے نزدیک اُسی طرح قتل کرنا قاتل کا ضروری ہے جس طرح اُس نے مقتول کو مارا م یہ حدیث صدیق اکبرؓ سے سنن ابن ماجہ میں اس لفظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضیٰؓ سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس وغیرہا میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایۃ وفی الدرر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبہ صرح فی جح المضمرات حیث قال والتخصیص باسم القود لا یمنع الحاق غیرہ بہ الا تری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا قود الا بالسیف فما فی السراجیۃ من لہ قود قاد بالسیف فلو القاہ فی بئر او قتلہ بحجر او بنوع آخر عزر وکان مستوفیا یحمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور درر میں کافی سے ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کہتا ہوں اسی کی تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب الحج میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہے وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالے گا یا اُس کو پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کرے گا تو وہ شخص تعزیر دیا جاوے گا اور وہ شخص اس قتل نامشروع سے قصاص کا پانے والا ہو گیا انتہی کلام السراجیہ تو یہ محمول ہے اس پر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم ولاب المعتوہ القود تشفیا للصدر واذا ملکہ ملک الصلح بالاولی لا العفو مجانا بقطع یدہ ای ید المعتوہ وقتل قریبہ لانہ ابطال حقہ ولا یملکہ اور فرزند ناقص العقل مدہوش کے قطع ید اور اُس کے قرابت دار کے قتل کے بدلے اُس کے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر اور تسکین دل کے واسطے اور جب کہ اُس کا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہو گا نہ معاف کر دینے کا یعنی اُس کو قطع اور قتل میں مفت معاف کر دینے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ مفت معاف کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں م معتوہ وہ ہے جو بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جس کو اہل ہند بھولا اور بھوندو بولتے ہیں اُس کے قرابت دار سے مراد اُس کا اخیافی بھائی اور اُس کی ماں اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اس واسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا اُس کا باپ اُس کے قائم مقام ہوا اس لیے کہ مزید شفقت کے سبب سے اُس کی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دی گئی کذا فی الطحطاوی وتقیید صلحہ بقدر الدیۃ او اکثر منہ وان وقع باقل منہ لم یصح الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ لانہ انظر للمعتوہ اور مشروط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اُس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے صلح کم پر واقع ہو گی تو صحیح نہ ہو گی اور پوری دیت واجب ہو گی اس لیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح لکن قتل ولا ولی لہ للحاکم قتلہ والصلح لا العفو لانہ ضرر للعامۃ اور قاضی باپ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اُس شخص کے کہ مارا گیا اور اُس کا کوئی وارث نہیں تو حاکم کو اُس کے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اس واسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لاوارث عوام خلق کا بڑا ضرر ہے والوصی کالاب یصالح عن القتل فقط بقدر الدیۃ ولا القود فی الاطراف استحسانا لانہ لیملک

لہ چنانچہ صاحب مضمرات نے کہا ہے اور خاص کرنا قود کے نام کا دوسری چیز کو اُس کے ساتھ ملانے کا مانع نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم نے نیزہ اور خنجر کو تلوار میں ملا دیا ہے حدیث آئندہ میں سو اتنا ترجمہ اس جگہ مترجم اول سے چھوٹ گیا تھا اس لیے اُس کو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ۱۲ -

Marfat.com

بہا مسلک الاموال اور وصی مدہوش کے حق میں اُس کے بھائی کے برابر ہے کہ فقط صلح کرسکتا ہے اُس کے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کے اطراف میں قصاص لینا بدلیل استحسان کے جائز ہے اس واسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہے والصبی کالمعتوہ فیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ میں م یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اُس کے قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں کرسکتا نہ عفو کا اُن کو اختیار ہے مگر فقط صلح میں اُن کو اختیار ہے وللکبار القود قبل کبر الصغار خلافا لہما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببہ کاملا ثبت لکل علی الکمال کولایۃ انکاح وامان اور مقتول کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے یعنی اُن کے نزدیک قصاص نہ ہوگا جب تک صغیر وارث جوان ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جب کہ اُس کا کامل سبب پایا جائے تو وہ چیز ہر ایک کے واسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کر دینا اور کافر کے پناہ دینے کی ولایت م شے عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جب کہ کامل سبب پایا جائے جیسے قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفائے قصاص میں اختیار ہوگا ولہذا ابن ملجم بعوض علی مرتضیٰؓ کے مارا گیا اور حضرتؓ کی اولاد صغار حتی اُن کے بالغ ہونے کا انتظار نہ ہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرامؓ کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم اسیر دار الحرب نکل گیا اس واسطے کہ اُس کا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی یبلغ الصغیر اجماعا زیلعی فلیحفظ مگر جب کہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر اس کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے کذا فی الزیلعی تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے م ابو السعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن اس میں خلل یہ ہے کہ وہ کبیر مراد ہے یہاں جو وارث ہو مقتول کا تو تمثیل اس کی یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہوں زوجہ اولی سے زوجہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ محقون الدم بالنظر لقاتلہ کی مراد اور اگر قاتل کو اُس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہے مقتول سے یعنی اُس کا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص واجب ہے اس واسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اول میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اُس کا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اُس کے بدلے مارا جاوے گا والدیۃ علی عاقلتہ اے القاتل فی الخطاء اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے مددگاروں پر واجب ہے قتل خطا میں ولو قال ولی القتیل بعد القتل ای بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق ویقتل الاجنبی در اور اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اُس کے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی تصدیق نہ ہوگی اور قاتل اجنبی قتل کیا جاوے گا م بزازیہ میں ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کر کے قتل کروانا جائز ہے استیفاء قصاص بہر صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا اُس صورت میں جب کہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث سے امر کرنے کا دعوی کیا اور وارث نے اُس کی تصدیق کی تو امر ثابت نہ ہوگا اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاوے گا بخلاف من حفر بیرا فی دار رجل فمات فیہا شخص فقال رب الدار کنت امرتہ بالحفر صدق مجتبی یعنی لانہ یملک استینافہ للحال فیصدق بخلاف الاول لفوات المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ برخلاف اُس شخص کے جس نے کنواں کھودا دوسرے مرد کے گھر میں سو آدمی اُس میں گر کے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اس واسطے کہ

Marfat.com

صاحب خانہ استیناف اور ابتدائے حفر کا فی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھدوا سکتا ہے وجود محل کے سبب سے لہٰذا اس کے
کلام کی تصدیق ہو گی برخلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اس واسطے کہ وہاں ابتدائے امر بالقتل
الحال متصور نہیں بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا م قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک
چیز کی حکایت کرے مثلاً یوں اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتدائے رجعت کا مالک
ہے اس طرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہے تو اس کی تصدیق بلا شہادت ہو گی اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہیں اس وجہ سے کہ رجعت
دعویٰ کیا بعد عدت کے تو اب اس کی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہو گی کذا فی الطحطاوی وظاہرہ ان حق الولی یسقط راسا کما لو مات القاتل حتف
انفہ وظاہر متن یا ظاہر تعلیل فوت محل اس پر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جب کہ
قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مر جائے بدون قتل کرنے کے ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث
نے قصاص لیا تو اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہو گا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی وارثوں کے واسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی و فی
الدرر والمجتبیٰ دم بین اثنین فعفا احدہما وقتلہ الآخر ان علم ان عفو بعضہم یسقط حقہ یقاد والا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک رجل لیقتل عمدا فقتل ولی
القتیل الممسک فعلیہ القود لانہ مما لا یشکل علی الناس اور درر اور مجتبیٰ میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور
دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہے کہ بعض ورثہ کا معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث
قاتل سے قصاص لیا جاوے گا اور اگر اس کو یہ معلوم نہیں تو اس پر قصاص نہیں اور اس کے مال میں دیت واجب ہو گی برخلاف اس صورت کے کہ ایک
شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جائے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہو گا اس واسطے
کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جس کا بوجھنا لوگوں پر مشکل ہو م برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل
غیر صریح ہے لہٰذا اس میں درصورت علم سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہے اور امساک کی صورت میں فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انسانا و
مات المجروح فاقام اولیاء المقتول بینۃ انہ مات بسبب الجرح واقام الضارب بینۃ انہ برئ من الجراحۃ ومات بعد مدۃ فبینۃ ولی
المقتول اولی کذا فی معین الحکام معزیا للحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے
سبب سے مر گیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چنگا ہو گیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مر گیا تو وارث مقتول کے گواہ اولی بالقبول ہیں
کذا فی معین الحکام عن الحاوی اقام اولیاء المقتول البینۃ علی انہ جرحہ زید وقتلہ واقام زید البینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی
فبینۃ زید اولی کذا فی المشتمل معزیا لمجمع الفتاوی ورثہ مقتول نے اس پر گواہ قائم کیے کہ مقتول مذکور کو زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم
کیے اس پر کہ مقتول نے خود کہا زید نے مجھ کو زخمی نہیں کیا اور نہ مجھ کو مارا تو زید کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی م اس واسطے کہ زید
کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نہ نفی پر قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات المجروح لیس لورثتہ الدعوی علی الجارح بہذا السبب
مطلقا وقیل ان الجرح معروفا عند القاضی او الناس قبلت قنیۃ مجروح نے کہا کہ مجھ کو فلانے شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی مر گیا تو اس کے وارثوں کو
زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعوی نہیں پہنچتا مطلقاً خواہ اس سے زخم معلوم ہو یا نہ ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک
معلوم ہو تو دعوی وارثوں کا مقبول ہے کذا فی القنیۃ وفی الدرر عن المسعودیۃ لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا اور درر
میں مسعودیہ سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اس کے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے م

Marfat.com

م یہ مسئلہ اس فصل میں مکرر ہو گیا و فی الوہبانیۃ جرح تحۃ قال قتلنی فلان ومات فبرہن وارثہ علی آخر انہ قتلہ لم تسمع لانہ حق المورث وقد اکذبہم اور وہبانیہ میں ہے کہ زخمی نے کہا کہ مجھ کو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اُس کو وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہ ہوں گے اس واسطے کہ حق ہے مورث کا اور مورث تو گواہوں کو یا وارثوں کو یا دونوں کو جھوٹا کر گیا ولو قال جرحنی فلان ومات فبرہن ابنہ علی ابن آخر انہ جرحہ خطاء قبلت لقیامہا علی حرمانہ الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھ کو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اُس کے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اُس نے از راہ خطا اُس کو زخمی کیا تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اُس کی میراث کے محروم ہونے پر سقاہ سما حتی مات ان دفعہ الیہ حتی اکلہ ولم یعلم بہ فمات لا قصاص ولا دیۃ لکنہ یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو اگر اُس نے اُس کی طرف کر دیا یہاں تک کہ اُس نے خود کھا لیا اور وہ زہر کو نہ جانتا تھا سو مرگیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اُس کو تعزیر دی جاوے گی ولو اوجرہ السم ایجارا تجب الدیۃ علی عاقلتہ اور اگر زہر اُس کے حلق میں زبردستی ڈال دیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادر مددگاروں پر وان دفع لہ فی شربۃ فشرب ومات منہ فکالاول لانہ شربہ باختیارہ الا ان الدفع خدعۃ فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار خانیۃ اور اُس کو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اُس نے پیا اور مرگیا اُس کے پینے سے سو اُس کا حکم اوّل صورت کے مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اس واسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں میں مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اس طرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیۃ وان قتلہ بمر بفتح المیم ما یعمل بہ فی الطین یقتص ان اصابہ حد الحدید او ظہرہ وجرحہ اجماعا کما نقلہ المصنف عن المجتبی اور اگر مقتول کو قتل کیا پھاوڑے اور مٹھیے سے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے گا اگر اُس کو لوہے کی باڑھ لگی یا اُس کی پیٹھ لگی اور اُس نے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاوے گا جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مر بفتح میم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ م اور اگر پھاوڑے کے دستہ چوب سے قتل کرے تو قاتل پر دیت ہے نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کر بدن پر نہ ٹھہرے تو تلوار کے مانند ہے صاحبین کے نزدیک اور کوٹے کے مانند ہے امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی عن الاتقانی والا یصبہ حدہ بل قتلہ بظہرہ ولم یجرحہ لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بلا جرح فی حدید ونحاس وذہب ونحوہا وعزاہ فی الدرر لقاضی خان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود وعلیہ جری ابن الکمال اور اگر پھاوڑہ باڑھ کی طرف سے اُس کے نہیں لگا بلکہ اُس کو اُس کی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اُس کے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاوے گا طحاوی کی روایت میں امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند اُن کے جو لوہے کا ہم جنس ہے اور اس قول کو درر میں قاضی خان کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور اسی قول پر ابن کمال بھی چلا ہے وفی المجتبی ضرب بسیف فی غمد فخرق السیف الغمد وقتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ اور مجتبی میں ہے اُس تلوار سے مارا جو اپنے میان کے اندر ہے سو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اُس کو قتل کیا تو اُس میں قصاص نہیں قاتل پر امام کے نزدیک م لیکن قاتل پر دیت ہے حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ قصاص اس واسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اُس کو نہیں مارا کالخنق والتغریق خلافا لہما والشافعی جیسے گلا داب کر مارنے اور ڈبو دینے میں قصاص نہیں برخلاف صاحبین اور شافعی کے م قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالباً نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکل جانے سے غالباً اور وہ مرگیا تو یہ خطا عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے

Marfat.com

اس وجہ سے کہ اُس کے ہاتھ پاؤں بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیراک ہے تو یہ بھی خطاء عمد ہے اور اگر اس طرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امامؒ کے قول پر یہ قتل خطاء عمد ہے اور قصاص نہیں اور صاحبینؒ کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ولو ادخلہ بیتا فمات فیہ جوعا لم یضمن شیئا وقالا تجب الدیۃ اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اُس میں گرسنگی سے مرگیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبینؒ نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خاں میں محمدؒ سے منقول ہے کہ اُس پر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنہ حیا فمات عن محمد یقاد بہ مجتبی بخلاف قتلہ بموالاۃ ضرب السوط کما سیجئ اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مرگیا محمدؒ سے روایت ہے کہ اُس سے قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے مقتول کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ یہ مسئلہ عنقریب آوے گا ظہیریہ میں ہے کہ فتوی اس پر ہے کہ قاتل کے برادرون پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہ لو اعتاد الخنق قتل سیاسۃ ولا تقبل توبتہ بعد مسکہ کالساحر اور مجتبی میں ہے کہ اگر گلا داب کر مارنے کی کسی کو عادت ہو تو اُس کو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اُس کی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد مقبول نہیں م معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے درست ہے کیونکہ اُن کو پھانسی سے مارنے کی عادت ہے یہی اُن کا پیشہ ہے وفیہ قمط رجلا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ ولا دیۃ ویعزر ویحبس الی ان یموت زاد فی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبی میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اُس کو شیر یا درندے جانور آگے ڈال دیا سو اُس نے اُس کو قتل کیا تو اُس میں قصاص اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دی جائے اور وہ یہاں تک محبوس رہے کہ مرجائے یعنی اُس کو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امامؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے م اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے اور سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اُس نے قتل کیا خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط صبیا والقاہ فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ یا سردی میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو قاتل کے برادروں پر دیت ہے م اور جوان مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ قمط رجلا والقاہ فی البحر فرسب وغرق کی القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ و فی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اُس کو دریا میں ڈال دیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب گیا بمجرد ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادرون پر دیت ہے امامؒ کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں اس واسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اول صورت میں اُس کے پانی میں گرا دینے سے ڈوبا قطع عنقہ وبقی من الحلقوم قلیلا و فیہ الروح فقتلہ آخر فلا قود فیہ علیہ لانہ فی حکم المیت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے میں سے کچھ باقی رہ گیا اور اُس میں روح ہے سو دوسرے آدمی نے اُس کو قتل کیا تو اس صورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اس واسطے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہے م تو اگر مقتول مذکور کا بیٹا باپ کی اس حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ ولو قتلہ وہو فی حالۃ النزع قتل بہ الا اذا کان یعلم انہ لا یعیش منہ کذا فی الخانیۃ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اُس کے بدلے قتل ہوگا مگر جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص زندہ نہ رہے گا اس حالت نزع سے قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیۃ م خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاوے گا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہے گا کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحطاوی نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی در صورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن

Marfat.com

مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم اغلب کہ اختلاف نسخ باعث ہے اس اختلاف کا وفی البزازیۃ شق بطنہ بحدیدۃ وقطع آخر عنقہ ان توہم بقاءہ حیا بعد الشق قتل قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اُس کی گردن کاٹی اگر اُس کا زندہ باقی رہنا متوہم ہے پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جائے اور اگر اُس کی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جائے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جائے م قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمدًا ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہے اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہوں گے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی درصورت عمد کے ہے اور خطا میں دیت واجب ہے کما فی العالمگیریۃ ومن جرح رجلاً عمدًا فصار ذا فراش ومات یقتص الا اذا وجد ما یقطعہ کحز الرقبۃ والبرء منہ اور جس نے ایک مرد کو عمدًا زخمی کیا سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر پر سے چنگا ہو کر نہ اٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاوے گا مگر جب کہ وہ چیز پائی جائے جو زخم کو قطع کردے جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم کا چنگا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہ ہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا اور مرگیا تو جارح پر قصاص نہ ہوگا وقدمنا انہ لو عفا المجروح او الاولیاء قبل موتہ صح استحسانًا اور اس سے پہلے ہم نے بذکر کیا کہ اگر مجروح نے یا اُس کے وارثوں نے مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسہ وزید واسد وحیۃ ضمن زید ثلث الدیۃ فی مالہ ان کان القتل عمدًا والا فعلی عاقلتہ اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمدًا ہو اور اگر عمدًا نہ ہو تو اُس کے برادروں پر دیت ہے م صورت اُس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اُس کے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے بھی اُس کو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی لان فعل الاسد والحیۃ جنس واحد لانہ ہدر فی الدارین وفعل زید معتبر فی الدارین وفعل نفسہ ہدر فی الدنیا لا العقبی حتی یاثم بالاجماع فصارت ثلثۃ اجناس زید پر ثلث دیت اس واسطے واجب ہوگی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہے اس واسطے کہ وہ باطل ہے اُس پر کوئی چیز واجب نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہے اور اُس کی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یہاں تک کہ وہ گناہ گار ہوگا بالاتفاق تو جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل سے دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوگی ومفادہ ان یعتبر فی المقتول التکلیف لیصیر فعلہ جنسًا آخر غیر فعل الاسد والحیۃ وان لا یزید علی الثلث لو تعدد قاتلہ لان فعل الکل جنس واحد ابن کمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہوتا کہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اس واسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اُس کا بھی فعل باطل ٹھہرے گا دارین میں شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہ ہوگی اگر مقتول مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اس لیے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ویجب قتل من شہر سیفا علی المسلمین یعنی فی الحال کما نص علیہ ابن الکمال حیث غیر عبارۃ الوقایۃ فقال ویجب دفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو بقتلہ ان لم یمکن دفع ضررہ الا بہ صرح بہ فی الکفایۃ ای لانہ من باب دفع الصائل صرح بہ الشمنی وغیرہ ویاتی مالؤیدہ اور جس نے تلوار میان سے نکالی مسلمانوں پر اُس کا قتل واجب ہے یعنی فی الحال بلا توقف اُس کا قتل واجب ہے چنانچہ ابن کمال نے اس کی تصریح کی ہے کیونکہ اُس نے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سو یوں کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا

Marfat.com

اُس شخص کا جس نے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ دفع اُس کا اُس کے مار ڈالنے سے ہو اگر اُس کا دفع ممکن نہ ہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ میں یعنی اس واسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنے والے کی دفع کے مانند ہے تصریح کی ہے اس کی شمنی وغیرہ نے اور آگے آوے گا وہ کلام جو اس کی تائید کرے گا م ابن کمال کے کلام سے قتل فی الحال بطریق اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اس کی نہیں اس واسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کما اشار الیہ ابن الکمال کذا فی الطحطاوی ولا شیء بقتلہ بخلاف الجمل الصائل اور تلوار نکالنے والے کے قتل میں کچھ نہیں اُس کے قاتل پر قصاص نہ دیت نہ تعزیر بر خلاف جمل صائل کے قتل کے یعنی اگر اونٹ آدمی پر حملہ کرے اور وہ اُس کو مار ڈالے تو ہر چند اُس کے قتل میں گناہ نہیں لیکن اُس کی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا بقتل من شہر سلاحا علی رجل لیلا او نہارا فی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ اور کچھ نہیں اُس کے مار ڈالنے سے جس نے لوہے کا ہتھیار نکالا اور اٹھایا ایک مرد پر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوائے اُس کے جنگل میں یا اُس پر لاٹھی اٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اٹھائی دن کو شہر کے سوا جنگل وغیرہ میں سو اُس کو مار ڈالا اُس نے جس پر ہتھیار یا لاٹھی اٹھائی م یہ مسئلہ غیر مسئلہ سابقہ کے ہے اس واسطے کہ وہاں جماعت مسلمین پر تلوار کھینچنے والے اور یہاں ایک مرد پر ہتھیار کھینچنے والے کے قتل میں کچھ نہیں مطلقاً خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اس واسطے کہ ہتھیار بدن پر نہیں ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور لاٹھی اٹھانے والے کے قتل میں رات کو شہر میں یا دن کو جنگل میں کچھ نہیں اس واسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن میں گھس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہیں ہو سکتی ہاں اگر دن کو شہر میں لاٹھی اٹھانے والے کو قتل کرے گا تو اُس کے بدلے قاتل مارا جاوے گا اس واسطے کہ لاٹھی بدن میں نہیں گھستی اور شہر میں دن کو فریاد رسی اور مددگاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی ملتقطا وان شہر المجنون علی غیرہ سلاحا فقتلہ المشہور علیہ عمدا تجب الدیۃ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہاتھ کھینچا سو اس شخص نے مجنون کو عمداً مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی اُس پر قصاص نہیں ومثلہ الصبی والدابۃ الصائلۃ وقال الشافعی لا ضمان فی الکل لانہ لدفع الشر اور مجنون کے مانند صغیر اور جانور حملہ کر ہے اور شافعی نے کہا کہ ضمان نہیں سب صورتوں میں یعنی مجنون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل میں اس واسطے کہ یہ قتل دفع شر کے واسطے ہے م اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف بحرمت نہیں تو بغاوت نہ ثابت ہوئی تو اُن کے خون کی عصمت ساقط نہ ہوگی اختیار صحیح کے نہ ہونے کے سبب سے ولہذا اگر مجنون یا صغیر کسی کو قتل کرے تو قصاص نہیں یا جانور کسی کا کوئی نقصان کرے تو اُس پر تاوان نہیں پھر جب ان کا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہ ہوا وجود مبیح کے سبب سے یعنی دفع شر نے اُن کا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خون بہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف وکف عنہ علی وجہ لا یرید ضربہ ثانیا فقتلہ الآخر ای المشہور علیہ او غیرہ کذا عممہ ابن الکمال تبعا للکافی والکفایۃ قتل القاتل لانہ بالانصراف عادت عصمتہ قلت فتحرر انہ مادام شاہرا السیف لضربہ والا فلا فلیحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر ہٹا اور ادھر سے باز رہا اس طرح پر کہ دوسری بار مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا سو دوسرے نے اُس کو مار ڈالا یعنی جس پر تلوار کھینچی تھی اُس نے مارا یا اُس کے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہو کر تو اُس کا قاتل قتل کیا جاوے گا اس واسطے کہ تلوار کھینچنے والے کے خون کی عصمت پھر ثابت ہوگئی پلٹ جانے کے سبب سے میں کہتا ہوں تو یہ امر منقح ہوگیا کہ جب تک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہے گا تو اُس کو اُس کا مارنا درست ہے اور نہیں تو مارنا درست نہیں تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہیں اس واسطے کہ گاہے انسان برہنہ شمشیر پیٹھ پھیرے

---

[۱] جیسا اشارہ کیا اُس کی طرف ابن کمال نے ۱۲ [۲] کھینچنے والا ۱۲ [۳] حملہ کرنے والا ۱۲ [۴] مباح کنندہ ۱۲

Marfat.com

بھاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکھتا یعنی تو مطلقاً برہنگی شمشیر کی اباحت ضرب کی دلیل نہیں ہو سکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلا فاخرج السرقۃ من بیتہ فاتبعہ رب البیت فقتلہ فلا شئ علیہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گھر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اُس کے گھر سے نکالے اور صاحب خانہ اُس کا پیچھا کرے اور اُس کو مار ڈالے تو اُس پر کچھ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کر اپنے مال کے آس پاس م نسائی میں مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اُس نے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لے جائے فرمایا کہ بنام خدا اس کی تذکیر کر یعنی خدا کے غضب سے اُس کو ڈرا سو اُس نے کہا اگر وہ خوف نہ کرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اُس نے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہ ہو فرمایا کہ حاکم سے داد مانگ وہ بولا کہ اگر حاکم مجھ سے دور ہو فرمایا (قاتل دون مالک) یعنی اپنے مال کے آس پاس مقاتلہ کر یہاں تک کہ تو شہداء آخرت سے ہو یا تو اپنا مال بچا رکھے کذا فی التیسیر وکذا لو قتلہ قبل الاخذ اذا قصد اخذ مالہ ولم یمکن من دفعہ الا بالقتل صدر الشریعۃ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اُس کو قتل کرے مال لینے سے پہلے جب کہ وہ اُس کے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اُس کے ہٹانے پر سوائے مار ڈالنے کے قدرت نہ ہو کذا فی صدر الشریعۃ وفی الصغری قصد مالہ ان عشرۃ او اکثر قتلہ وان اقل قاتلہ ولا یقتلہ اور فتاوی صغری میں ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اُس سے مقابلہ کرے لیکن اُس کو قتل نہ کر ڈالے لیکن نہر الفائق میں آخر باب قطع طریق میں یوں ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ ہو اور اُس کو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے من قتل دون مالہ فہو شہید یعنی جو اپنے مال کے بچانے پر مارا جائے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولا یقبل قولہ انہ کابرہ الا ببینۃ فیقتص ثم انما فان المقتول معروفا بالسرقۃ والشر لم یقتص استحسانا والدیۃ فی مالہ لورثۃ المقتول بزازیۃ اور قاتل کا یہ قول کب مقبول ہوگا کہ اُس نے اُس سے مکابرہ کیا تھا یعنی پھر بھی چوری سے وہ باز نہ رہا اگر یہ قول گواہی سے ثابت ہے تو ہاں مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چوری اور بدکاری میں مشہور ہے تو قاتل سے از راہ استحسان قصاص نہ لیا جاوے گا اور دیت قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیۃ ہذا اذا لم یعلم انہ لو صاح علیہ طرح مالہ وان علم ذلک فقتلہ مع ذلک وجب علیہ القصاص لقتلہ بغیر حق یہ یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہ ہونا اُس وقت ہے جب کہ صاحب مال کو یہ معلوم نہ ہو کہ اگر وہ اُس پر شور کرے گا اور للکارے گا تو سارق اُس کے مال کو ڈال دے گا اور اگر یہ جانے کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ بھاگے گا پھر باوجود اُس کے اُس کو قتل کرے گا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اُس کے ناحق قتل کرنے کے سبب سے کالمغصوب منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود لقدرتہ علی دفعہ بالاستغاثۃ بالمسلمین والقاضی مغصوب منہ کے مانند یعنی جس کا مال چھینا گیا جب کہ وہ غاصب کو قتل کرے گا تو اُس پر قصاص واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ اُس کے دفع پر قادر ہے مسلمانوں اور حاکم سے فریاد کر کے ہم اور اگر مسلمین اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہ ہوں چنانچہ اس زمانے میں ہے تو ظاہر اً قتل غاصب جائز ہے عموم حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی مباح الدم التجا الی الحرم لم یقتل فیہ خلافا للشافعی ولم یخرج عنہ للقتل لکن یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یضطر فیخرج من الحرم فحینئذ یقتل خارجہ مباح الدم یعنی جس کا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نہ کیا جائے گا اور وہاں سے گرفتار کر کے نکالا جاوے قتل کے واسطے لیکن اُس کا کھانا پینا روکا جائے یہاں تک کہ وہ گھبرا جائے بھوک پیاس کے مارے سو آپ نکل جائے حرم سے تو اُس وقت میں حرم سے باہر قتل کیا جائے برخلاف امام شافعیؒ کے یعنی اُن کے نزدیک حرم کے اندر قتل اُس کا جائز ہے واما فیما دون النفس فیقتص منہ فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف میں تو قصاص لیا جائے گا اُس سے حرم کے اندر باتفاق

Marfat.com

یعنی اس واسطے کہ اطراف میں تو اموال کا طریقہ مسلوک ہے ولو انشاء القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعا سراجیہ اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو
ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیۃ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل
کیا تو اس کے اندر قتل نہ کیا جاوے گا مصنف نے یہ کتاب الحج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتلہ بسیف فلا قصاص وتجب الدیۃ
فی الصحیح لان الاباحۃ لا تجری فی النفس وسقط القود بشبہۃ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو قتل کر سو اس نے اس کو تلوار سے قتل
کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہے قاتل کے مال میں بقول صحیح اس واسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن
مقتول کے شبہ سے م ہرچند حقیقت میں اذن مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہ اباحت کا پیدا ہوگیا اور قصاص میں شبہ درحکم حقیقت کے ہے وکذا لو قال
اقتل اخی او ابنی او ابی فقتلہ یجب الدیۃ استحسانا کما فی البزازیۃ عن الکفایۃ اور اسی طرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ
کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ میں ہے کفایہ سے طحطاوی نے کہا بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو وفیہا عن الواقعات
لو ابنہ صغیرا یقتص اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاوے گا م یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل
کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے حموی نے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر کا منح الغفار میں ہے کہ یہ محمول ہے قیاس کے جواب پر اور استحسان
کی دلیل سے تو دیت ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ بعتک دمی بفلس او بالف فقتلہ یقتص اور خانیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے
اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سو اس نے اس کو قتل کیا تو قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ یہ باطل ہے اور قتل کا اذن نہیں ہے
تو یہ قول اقتلنی کے قول کے مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب
ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کے واسطے وفی اقطع یدہ فقطع یدہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اس نے اس کا ہاتھ کاٹا تو قصاص
لیا جاوے گا قاطع سے وفی شج ابنی فشجہ لاشیء علیہ فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اس نے اس کا سر پھوڑا
تو اس پر کچھ نہیں پھر اگر وہ مر گیا اس سبب سے تو اس پر خون بہا ہے وقیل لا تجب الدیۃ ایضا وصحہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ الطرسوسی
لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہے کہ اپنی ذات کے اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو رکن الاسلام نے
صحیح کہا ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسی کی تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اس کو رد کیا ہے م شروح وہبانیہ میں ہے کہ لائق
یہ ہے کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہو اس واسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص کو ساقط ہوگیا ہے شبہ اذن سے
اور شبہ وجوب مال کا مانع نہیں کما لو قال اقتل عبدی او اقطع یدہ ففعل فلا ضمان علیہ اجماعا چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اس کا
ہاتھ کاٹ سو اس نے اس کو قتل کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا تو اس پر تاوان نہیں بالاتفاق م اس واسطے کہ غلام مال میں داخل ہے اور مال میں اباحت جاری
ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری لنفسہ فمات لان الاطراف کالاموال فصح
الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اس کی جان تک پہنچ جائے اور وہ مرجائے اس واسطے کہ اطراف اموال
کے مانند ہیں تو امر کرنا ان میں صحیح ہوگا م سرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ میں ہے نہ منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجئے تو منزل اقتلنی
کے اس میں بھی خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطعہ علی ان تعطنی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود وبطل الصلح
بزازیہ اور اگر بولا کہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھ کو یہ کپڑا یا دراہم دے سو اس نے قطع کیا تو ہاتھ کا خون بہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط
عطائے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا فی البزازیہ فروع مسائل لمعہ شارح کے ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا

Marfat.com

ہبہ کرنا اور شخص کو سوائے قاتل کے جائز نہیں اس واسطے کہ اُس میں تملیک جاری نہیں م اور اسی طرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح افضل من القصاص وارث کا معاف کردینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے م عفو وارث سے قاتل کے براءت ہوجاتی ہے دنیا میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے براءت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر ہے بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیۃ صحیح نہیں توبہ قاتل جب تک اپنی جان کو قصاص کے واسطے تسلیم نہ کرے کذا فی الوہبانیہ م یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جب تک قصاص کے واسطے اپنی جان حاضر نہ کرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے خبر کردے کہ یہ قصور مجھی سے ہوا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ وغیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین وفرق الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم مسلمین شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے بدلا لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک اور فقیہوں نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ م یعنی فقہاء کے نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہے قصاص کے واسطے محیط میں ہے کہ ایک مرد مقتول ہوا عمداً اور اُس کا ایک وارث ہے تو اُس کو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اُس کی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جائے اور اگر قتل ممنوع کرے گا تو تعزیر دی جائے گی اُس پر تاوان نہیں اور کسی طرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا فی العالمگیریہ وفیہا فی قاعدۃ الحدود تندرأ[1] بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص دون الحدود اور اشباہ میں الحدود تندرأ بالشبہات کے قاعدہ میں یہ ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتوں میں پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص میں درست ہے نہ حدود میں م یہ قول اس پر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوائے حدود کے لیکن اب فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہیں کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث والحد لا ۲ قصاص میں میراث جاری ہے اور حد میں نہیں م دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص بھی موروث نہیں کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا م یہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل میں شہادت کا مانع نہیں برخلاف حد کے حد قذف کے سوا و ثبت باشارۃ اخرس وکتابتہ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارے سے اور اُس کے لکھ دینے سے برخلاف حد کے م صورت اُس کی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اُس نے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی میں نے اُس کو تلوار سے مارا ہے تو اس طرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی یجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص میں جائز ہے نہ حد میں السابعۃ لا بد فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف انتہیٰ ساتویں صورت یہ ہے کہ قصاص میں دعوی ضرور ہے نہ حد میں مگر حد قذف میں البتہ دعوی ضرور ہے انتہیٰ ما فی الاشباہ وفی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر میں جھانکا دروازے کے اندر سے سو اُس مرد نے اُس کی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہ ہو اور اگر بدون اس کے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اُس پر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونوں صورتوں میں تاوان نہیں م ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اُس کی آنکھ پھوڑ دے ٹھیکرے مار کر تو کچھ گناہ نہیں اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکھ میں نصف دیت ہے اور یہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو

[1] اور ایک نسخہ میں تندرئ ہے بجائے تدرأ کے ۱۲

Marfat.com

اور اس لیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر میں گھس کے کچھ لے تو بھی مستوجب قطع یمین نہیں اور حدیث ابو ہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نہ رہے بدون آنکھ پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جائے لیکن مسئلہ آئندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اُس میں کچھ تفصیل نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو دخل راسہ فرماہ بحجر ففقأ الا لعین اجماعا انما الخلاف فیمن نظر من خارجا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اُس کو پتھر سے مارا سو اُس کی آنکھ کو پھوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن البغیۃ عن کنز الدقائق باتفاق حنفی اور شافعی کے اختلاف حنفی اور شافعی تو فقط اُس صورت میں ہے جب کہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم:۔

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص میں یعنی اطراف انسانی کے بدلہ لینے میں حکم قصاص مادون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالیٰ والجروح قصاص حدیث میں ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انصار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی **وھو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ** اور وہ یعنی قصاص ما ورائے النفس ہر ایک اس مقام میں جاری ہے جہاں حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہاں برابری اعضائے ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہو سکے وہاں بدلہ لینا جاری ہے اور جہاں حفظ مماثلت متصور نہیں وہاں قصاص نہیں وہاں دیت ہے یا کچھ اور چنانچہ معلوم ہو گا پھر جب رعایت مماثلت کے بدلہ لینے میں لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے بدلے نہ کاٹا جاوے گا اور نہ بایاں بدلے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اس واسطے کہ غلام کے ہاتھ میں نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلاموں کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہیں بال میں اور سر کی کھال میں اور رخسار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت میں قصاص نہیں اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے میں اور قاطع کے اعضا کا قصاص نہ ہو گا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے کے قطع ہو گا اور سبابہ بدلے سبابہ کے اور وسطیٰ بدلے وسطیٰ کے اور بنصر بدلے بنصر کے اور خنصر بدلے خنصر کے اور اسی طرح دانتوں میں برابری واجب ہے تو ثنیہ توڑا جائے بدلے ثنیہ کے اور ڈاڑھ بدلے ڈاڑھ کے وعلیٰ ہذا القیاس مساوات اعضاء واجب ہے اُن کے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحینئذ **فیقاد قاطع الید عمدا من المفصل** اور جب کہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاوے گا ہاتھ کاٹنے والے کا عمدا جوڑ سے یعنی جس نے دوسرے کا ہاتھ عمدا کلائی کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاوے گا **فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبۃ الانف** امتنع لتعذر حفظ المماثلۃ وھی الاصل فی جریان القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاوے گا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں حکم مبسوط میں ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اُس میں قصاص ہے اُسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑ سے نہ ہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اُس میں ہمارے نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اس واسطے کہ کاہے قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جائے یا اُس میں زیادہ خلل ہو جائے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے **وان کانت یدہ اکبر منہا لاتحاد المنفعۃ** قصاص میں جوڑ سے ہاتھ کاٹا جاوے گا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں جراحت راس کے سوا کیونکہ دونوں عضو منفعت میں یکساں ہیں کذا فی الزیلعی **وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن** اور اسی طرح کا حکم ہے پاؤں میں اور ناک کے نتھنوں[1] اور کان میں حکم مارن جسم نرم عضروفی[2] ہے ناک میں

[1] مارن نرم بینی کو کہتے ہیں جیسا کہ صراح وغیرہ میں ہے تو اس کا ترجمہ نتھنا کا کرنا خالی مسامحت سے نہیں ۱۲۔ [2] یعنی جیسے ہڈی کا بنا ہوا ۱۲۔

Marfat.com

بانس کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہے اور بعض کے قطع میں قصاص نہیں اسی طرح اگر پاؤں اور کان جوڑ سے قطع ہو تو قصاص ہے
اور نہیں تو قصاص نہیں عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ نوک بینی کے قطع میں حکومت[1] عدل ہے قول صحیح میں وکذا عین ضربت فزال ضوءہا
وہی قائمۃ غیر منخسفۃ فیجعل علی وجہہ قطن رطب وتقابل عینہ بمرآۃ محماۃ اور اسی طرح قصاص لیا جاوے اس آنکھ کا جس پر چوٹ لگی سو اس
کی روشنی زائل ہو گئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روئی ڈالی جائے اور اس کے
آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جائے م یہ حکم خلافت عثمانی میں علی مرتضیٰ کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبدالرزاق کے مصنف میں حکم
ابن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اس کی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا
لیکن کیفیت اس کی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ تعالیٰ آئے اور فرمایا کہ اس کی آنکھ پر روئی رکھی جائے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اس کی آنکھ
کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اس کی بینائی منقطع ہو گئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے
نکالی جائے تو اس کا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے وفی المجتبیٰ فقار الیمنی ولیسریٰ القائمۃ ذاہبۃ انتقص وترک الاعمی اور مجتبیٰ میں ہے کہ داہنی
آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والے کی بائیں آنکھ پھوٹی ہے موجود نہیں تو اس سے بدلا لیا جاوے گا اور وہ اندھا چھوڑا جاوے گا وعن الثانی لا قود فی عین
حولاء اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں م مجتبیٰ میں ہے کہ اگر احول کی آنکھ میں حول مضر بصارت نہ ہو تو
قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلقاً قصاص نہیں انتہی تو ظاہر اقول اول معتمد ہے اور قول ثانی ضعیف
تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحطاوی وکذا ہو ایضاً فی کل شجۃ یراعی ویتحقق فیہا المماثلۃ کموضحۃ اور اسی طرح
قصاص کا حکم ہے ہر ایک اس زخم سر میں بھی جس میں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ میں م موضحہ وہ جراحت ہے
جس میں سر یا چہرے کی کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جائے چنانچہ مزید تفصیل اس کی آگے معلوم ہو گی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا
طولا وکبرا لا امراد قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں سوائے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت طول اور جسامت
میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت م اور یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم[2] ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی
شیبہ میں عبداللہ بن عباسؓ اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر
کا استثناء عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ
اور بما تفسد لہاتہ وبہ اخذ صاحب الکافی قال المصنف وفی المجتبی وبہ یفتی تو ظالم کا دانت اکھاڑا جائے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضوں نے
کہا کہ دانت ریتا جائے سو ہاں سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کی مقام تک اور ما وراء گوشت کے جس قدر دانت باقی رہے اس کا قصاص ساقط
ہے تعذر مماثلت کے سبب سے اس لیے کہ دانت کے اکھاڑنے میں کبھی یا اکثر کو افاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے
شرح میں اس کو کہا ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ اسی قول اخیر پر فتویٰ ہے م طحطاوی نے کہا کہ بخط زیلعی اسی طرح تفسد لہاتہ ہے اور مصنف اور شارح اس کا
تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ تفسد لثاتہ ہے یعنی بجائے ہا، ہو رتا، مثلثہ ہے لثات جمع لثہ بکسر لام معنی مسوڑہ یعنی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص
میں اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سو بن سے چاہیے اس واسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑھوں میں اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے کما تبرد الی ان تتساوی
ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہاں تک کہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت برابر ہو جاویں اگر مکسور کا دانت توڑا گیا ہو م ریتنا اس وقت ہے جب

[1] یعنی حکومت عدل کے معنی صفحہ ۳۲۸ میں مذکور ہیں ۱۲ [2] ہڈی میں قصاص نہیں ۱۲

Marfat.com

دانت برابر ٹوٹا ہو والا قصاص نہیں خون بہا ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ وفی المجتبیٰ ویؤجل حولاً فان لم ینبت تقتص وقیل یؤجل الصبی لا البالغ اور مجتبیٰ میں ہے کہ قصاص کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کی جاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے دانت کے واسطے مدت مقرر کی جاتی ہے نہ بالغ کے واسطے م ملتقی میں ہے جب دانت سے کچھ توڑا گیا تو ایک سال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ بھر جائے تو اس پر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور ظہیریہ میں ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے چینگے تک انتظار چاہیے اور ایک سال کا انتظار ضروری نہیں مگر مجرد کی روایت میں اور صحیح قول اول ہے اس واسطے کہ بالغ کے دانت کا اُگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی فلومات الصبی فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت میں مر گیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ اس میں حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند ابی یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ القلاع والطبیب انتہی وتحققہ اور اسی طرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جب کہ مدت مقرر کی جائے دانت کی تحریک میں پھر مدت کے اندر متحرک دانت ساقط نہ ہوا تو ابو یوسفؒ کے نزدیک درد کا خون بہا یعنی دانت اکھاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے م محیط میں ہے کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہ ہوا تو ضارب پر کچھ نہیں اور اگر سال کے اندر اسی ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمداً تھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اس مسئلہ میں ابو یوسف کا وہ قول ہے جو شارح نے مذکور کیا ولا توخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب ولا یوخذ الاعلیٰ بالاسفل ولا الاسفل بالاعلیٰ مجتبیٰ والحاصل انہ لا یوخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور کیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہیں لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نہ نیچے کا اوپر کے سے کذا فی المجتبیٰ اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہیں لیا جاتا مگر اس کی مثل اور مانند سے ولا قود عندنا فی طرفی رجل وامراۃ وطرفی حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف میں اور آزاد اور غلام کے اطراف میں اور دو غلاموں کے اطراف میں بسبب متعذر ہونے مساوات کے ان کی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہیں یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت میں اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلاموں کی قیمت میں تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر ٹھہرا قلت ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات لو قطعت امراۃ ید رجل کان لہ القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین واقرہ القہستانی والبرجندی میں کہتا ہوں یہ یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلاموں کے اطراف میں قصاص کا نہ ہونا بھی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات میں ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اس واسطے کہ استیفار ناقص کامل کی عوض ہو سکتا ہے جب کہ صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہو جائے تو اس طرح کچھ فرق نہیں آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے اندر یعنی جب کہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد اعلیٰ کا مالک عبد ادنیٰ سے بدلا لینے پر راضی ہو جائے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے م شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول مشہور معتمد ہے نہ یہ قول وطرف المسلم والکافر سیان للتساوی فی الارش اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خون بہا کی مساوات کے سبب م کافر سے ذمی مراد ہے نہ کافر حربی اور مستامن کذا فی الطحطاوی وقال الشافعی کل من یقتل بہ یقطع بہ ومن لا فلا اور امام شافعیؒ نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے کے بدلے اس کا عضو بھی قطع کیا جاتا ہے اس کے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا

Marfat.com

اُس کا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی اُن کے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلے تو اُس کے عضو کا بھی قطع نہیں اُس کے عضو کے بدلے **ولا فی قطع ید من نصف الساعد** لما مر اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی کمی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے **ولا فی جائفۃ برئت** اور قصاص نہیں اُس جائفہ میں جو چنگا ہو گیا ہو اور جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک پہنچ گیا سینہ کی طرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کی طرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤں میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن فوطوں اور مقعد میں جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح القدوری **فان لم تبرأ فان ساریۃ یقتص والا ینتظر البرء او السرایۃ** ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ چنگا نہ ہوا سو اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مر گیا تو جارح سے قصاص لیا جاوے گا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا مر ابن کمال **ولسان وذکر ولو من اصلهما یعنی شرح وہبانیۃ** واقرہ المصنف لانہ ینقبض وینبسط قلت لکن جزم قاضی خان بلزوم القصاص وجعلہ فی المحیط قول الامام ونصہ قال ابو حنیفۃ ان قطع ذکرہ من اصلہ او من الحشفۃ اقتص منہ اذ لہ حد معلوم واقرہ فی الشرنبلالیۃ فلیحفظ اور قصاص نہیں زبان اور ناڑے کے قطع میں اگرچہ دونوں جڑ سے قطع ہو گئے ہوں اس قول پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اس واسطے کہ ناڑہ سمٹتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر قطعی حکم کیا ہے اور محیط میں اس کو امام رح کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر ناڑہ جڑ سے قطع ہوا یا سپاری سے تو قاطع سے قصاص لیا جاوے اس واسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شرنبلالیہ میں اس کو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ ذکر کے قطع میں عمداً جڑ سے قصاص ہے اور اگر اُس کو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں انتہی اور ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف رح کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع میں قصاص نہیں اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی مبسوط میں ذکر یوں ہے کہ اُس میں قصاص نہیں اور ابو یوسف رح سے روایت یوں ہے کہ اُس میں قصاص ہے مضمرات میں ہے کہ ظاہر الروایۃ صحیح ہے انتہی واللہ اعلم **الا ان یقطع کل الحشفۃ فیقتص ولو بعضها لا** مگر یہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جائے تو اُس کا قصاص لیا جاوے گا اور اگر تمام نہیں بلکہ بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں ہم اس واسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع معلوم ہے نہ بعض کی وسیجی ما لو قطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا **ویجب القصاص فی الشفۃ ان استقصاها بالقطع** لامکان المماثلۃ والا یستقصها لا یقتص مجتبی وجوہرۃ اور قصاص واجب ہے ہونٹ میں اگر قاطع نے قطع کے سبب سے لب کو نہایت تک پہنچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹا کچھ باقی نہ رکھا وجوب قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو رگڑ کے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاوے گا کذا فی المجتبی والجوہرۃ یعنی قصاص نہ ہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے **وفی لسان اخرس وصبی لم یتکلم حکومۃ عدل** اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان میں حکومت عدل ہے ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہو گی کہ عیبدار اور بے عیب کی قیمت ٹھہرائی جائے تو جس قدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہ دیت مسمی بحکومت عدل ہے **وان کان القاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاج اکبر من المشجوج خیر المجنی علیہ بین القود واخذ الارش** وعلی ہذا فی السن وسائر الاطراف التی تقاد اذا کان طرف الضارب والقاطع معیبا یخیر المجنی علیہ بین اخذ المعیب والارش کاملا اور اگر قاطع لنجا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہو اُس کے سر سے جس کے سر کو اُس نے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے لینے میں وعلی ہذا القیاس دانت اور باقی اُن اطراف میں جن کا قصاص لینا واجب ہے جبکہ عضو

Marfat.com

ضارب اور قاطع کا عیب دار ہو تو مضروب اور مقطوع عیب دار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے بدلہ میں عضو عیب دار
کٹوا دے چاہے پورا خون بہا لے ہم اختیار اس واسطے دیا گیا کہ ان صورتوں میں ایفائے کمال حق متعذر ہے حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ یہ
اس وقت ہے جب کہ قاطع قطع کے وقت لنجا ہوا اور اگر قطع کے وقت اس کا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے لنجا ہو جائے تو مقطوع قصاص
دیت نہ پاوے گا اس واسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہو گیا بقدر ہلاک ہو جانے محل کے کذا فی الطحاوی قال برہان الدین
ہذا لو الشلاء ینتفع بہا فلو لم ینتفع بہا لو لم یکن محلا للقود فلہ دیۃ کاملۃ بلا خیار وعلیہ الفتوی مجتبی برہان الدین نے کہا یہ اختیار اس شرط سے ہے
کہ لنجے ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہے
بلا اختیار قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی وفیہ لا تقطع الصحیحۃ بالشلاء اور مجتبی میں ہے کہ صحیح ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے قطع نہ
ہوگا ویسقط القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نہ رہا وبعفو الاولیا
اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کر دینے سے وبصلحہم علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کرنے
سے مال پر اگرچہ مال کم ہو ہم اس واسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اس میں عوض کی
کچھ تعیین نہیں کذا فی الحموی یعنی جس قدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر یا کم و بیش ویجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب
ہوگا عدم تعیین مدت کی صورت میں وبصلح احدہم وعفوہ ولمن بقی من الورثۃ حصتہ من الدیۃ فی ثلث سنین علی القاتل ہو الصحیح وقیل علی العاقلۃ
ملتقی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے سے اور معاف کر دینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جس نے صلح اور عفو
کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ پاوے گا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے
برادروں پر دیت ہے کذا فی الملتقی امر الحر القاتل وسید العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمہما الذی اشترکا فیہ علی الف ففعل المامور
الصلح عن دمہما فالالف علی الحر والسید الآمر بین نصفان لانہ مقابل بالقود وہو علیہما سویۃ فبدلہ کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مالک
نے ایک مرد کو ہزار درم پر صلح کرنے کا اس خون کے بدلے جس میں آزاد اور غلام دونوں شریک تھے امر کیا سو مرد مامور نے دونوں کی طرف
سے صلح کی سو ہزار درم دونوں امر کرنے والوں یعنی آزاد اور مولی پر آدھوں آدھ ہیں یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولی پر ہوں گے اس لیے
کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص دونوں پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسی طرح دونوں پر برابر ہوگا ویقتل جمع بمفرد
ان جرح کل واحد جرحا مہلکا لان زہوق الروح یتحقق بالمشارکۃ لانہ غیر متجزئ بخلاف الاطراف کما سیجئ اور قتل کی جائے گی جماعت بدلے
ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اس لیے کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اس واسطے کہ
خروج روح امر قسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہرے گا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے
کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے ہم دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروقؓ نے
پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اس کے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو میں ان کو قتل
کرتا صنعا شہر ہے یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ ساتھ ہی ماریں اور اگر ضرب علی التعاقب ہوا اور
مقتول مرجائے اور معلوم نہ ہو کہ کس کا زخم کاری تھا اور کس کا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری
پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جائے اور یہ متصور نہیں مگر موت سے پہلے تو اس پر قصاص واجب ہوگا جس کا زخم مہلک اور کاری

Marfat.com

کا کذا فی الطحطاوی والا لا کما فی تصحیح العلامۃ قاسم اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہ ہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح
میں ہے خواہ کسی کا زخم مہلک نہ ہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی کا تو جس کا مہلک ہوگا اُس پر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحطاوی و
المجتبی انما یقتلون اذا وجد من کل جرح یصلح لزہوق الروح فاما اذا کانوا نظارۃ او معونین او معینین بامساک واحد فلا تو دعلیہم اور مجتبی میں ہے
جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہوں گے جب کہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جائے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو سو جبکہ اہل
جماعت تماشا بیں ہوں یا قاتل کو ورغلاتے ہوں یا قاتل کے مددگار رہوں ایک شخص کو گرفتار کر کے تو ان لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ اُن پر تعزیر
ہے کذا فی الطحطاوی والاولی ان یعرف الجمع بلام العہد فانہ لو قتل فرد جمع احدہم ابوہ او مجنون سقط القود قہستانی اور بہتر یہ تھا کہ مصنف
لفظ جمع کو معرف بلام تعریف کے لاتا اس واسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ اُن میں سے ایک باپ ہے مقتول کا یا کوئی اُن میں دیوانہ ہے
تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی م یعنی اگر لام عہد خارجی ہوتا تو غیر مراد خارج ہو جاتا بلا تکلف ویقتل فرد بجمع اکتفاء بہ للباقین خلافا
للشافعی ان حضروا لیہم اور قتل کیا جاتا ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فرد کے
باقیوں کے واسطے برخلاف شافعی کے م امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیوں کے واسطے مال واجب
ہوگا اور اگر اول معلوم نہ ہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات اُن کے فی مابین قسمت ہوں گی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے
کافی ہے۔ اس واسطے کہ وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال از روئے قصاص کے اور اس لیے کہ قتل اخراج روح کے واسطے صالح ہے
اور اخراج روح قسمت پذیر نہیں تو ہر وارث کی طرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر ولی واحد قتل لہ وسقط عندنا حق
البقیۃ کموت القاتل حتف انفہ لفوات المحل کما مر پھر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اُس کے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیوں کے نزدیک باقی
وارثوں کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے میں اپنی موت سے بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے چنانچہ گذر گیا
قطع رجلان فاکثر ید رجل او رجلہ او قلعا سنہ ونحو ذلک مما دون النفس جوہرۃ دو شخصوں یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا یا دونوں
نے اُس کا دانت اکھاڑا اور مانند اُس کے اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرۃ بان اخذا سکینا فامراہا علی یدہ حتی انفصلت فلا
قصاص عندنا علی واحد منہما او منہم لانعدام المماثلۃ ہاتھ یا پاؤں اس طرح پر کاٹا کہ دونوں شخصوں نے چھری کو پکڑا سو اُس کو چلایا اُس مرد
کے ہاتھ یا پاؤں پر یہاں تک کہ بدن سے جدا ہو گیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہیں کسی پر ان دو میں سے یا جماعت میں سے بسبب نہ ہونے
مماثلت اور مساوات کے م اس لیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونوں کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے
تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہ ہوئی دو ہاتھ کے قطع میں اور ایک ہاتھ کے قطع میں بخلاف قتل النفس بنفس واحد اس
واسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب سے کذا فی الہدایۃ وشروحہا لان الشرط
فی الاطراف المساواۃ فی المنفعۃ والقیمۃ بخلاف النفس فان الشرط فیہا المساواۃ فی العصمۃ فقط دو میں کسی پر قصاص نہیں انعدام مماثلت کے سبب سے
اس واسطے کہ اطراف کے قصاص میں مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت میں یعنی وہ یہاں حاصل نہیں برخلاف قصاص نفس کے اس واسطے کہ نفس
کے قصاص میں فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحدہ اور النفس عصمت دم میں برابر ہیں لہذا ایک جان کے واسطے
بہت جانوں کا قصاص ہوتا ہے وضمنا او ضمنوا دیتہا علی عددہم بالسویۃ اور دونوں قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دیں بقدر اپنے
شمار کے برابر وان قطع واحد یمینی رجلین فلہما قطع یمینہ ودیۃ ید منہما ان حضرا معا اور اگر ایک مرد دو مردوں کے ہاتھ کاٹے تو دونوں کو

Marfat.com

اُس کا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپس میں آدھوں آدھ بانٹ کر بشرطیکہ دونوں شخص سالم ہیں، حاضر ہوں وان حضر احدہما و قطع لہ فللآخر علیہ ای علی القاطع نصف الدیۃ لما مران الاطراف لیست کالنفوس اور اگر دونوں میں سے ایک مرد حاضر ہوا اور اُس کے بدلے اُس کا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اطراف کا حکم نفوس کے مانند نہیں ہے ھم دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جس کا نصف پانچ سو دینار ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضی بالقصاص بینہما ثم عفا احدہما قبل استیفاء الدیۃ فللآخر القود وعند محمد لہ الارش اگر دونوں شخصوں کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے قصاص معاف کر دیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہیں خون بہا لینے کا اختیار ہے ولیقاد عبد اقر بقتل عمد خلافاً لزفر اور قصاص لیا جاوے گا اس غلام سے جس نے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے اُن کے نزدیک اقرار عمد غلام کے قصاص نہیں ھم وجوب قصاص کی وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں غلام غیر متہم ہے اس واسطے کہ اس میں اسی کا ضرر ہے ولو اقر بخطاء او بمال لم ینفذ اقرارہ علی مولاہ بل یکون فی رقبتہ الی ان یعتق کما نقلہ المصنف عن الجوہرۃ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اُس کا اقرار اُس کے مالک پر نافذ نہ ہو گا بلکہ اُس کی گردن پر رہے گا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونے کے بعد اُس پر دیت دینا لازم ہو گا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاہر کلام الزیلعی بطلان اقرارہ بالخطاء اصلا یعنی لا فی حقہ ولا فی حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبید من الاشباہ معللا بان موجبہ الدفع او الفداء انتہی فتامل مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اُس کے مالک کے حق میں اور اسی کے مانند اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہے یوں تعلیل بیان کر کے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف سو اس میں تامل کرو شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ تعلیل زیلعی کی جانب سے ہے نہ اشباہ کی طرف سے اس واسطے کہ اشباہ میں تعلیل ہی مذکور نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اس واسطے کہ موجب اُس کا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہیں تو اقرار مذکور صحیح نہ ہو گا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اس واسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہیں تو باطل ہو گا کذا فی الطحطاوی لکن عللہ القہستانی بانہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ انتہی فتدبرہ اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عمدا ولا صلحا ولا اعترافا حتی لو اقر الحر بالقتل خطاء لم یکن اقرارہ اقرارا علی العاقلۃ ای الا ان یصدقوہ وکذا قررہ القہستانی فی المعاقل فتنبہ لیکن قہستانی شارح نقایہ نے اُس کی تعلیل یوں کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلۃ کا اقرار ہے سو اس کلام میں تدبیر اور غور کر کہ منظور فیہ ہے اس لیے کہ علما نے اجماع کیا ہے اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنے کا کہ عواقل دیت غلام کے متحمل نہیں ہوتی اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہاں تک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلہ یعنی مددگاروں پر نہ ہو گا یعنی اُس صورت میں مددگاروں پر دیت ہے جب کہ وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی مذکور نے کتاب المعاقل میں تو خبردار رہیو طحطاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جس کو اُس کے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی[ف] کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے رمی رجلا عمدا فنفذ السہم الی

ف قولہ لکن عللہ القہستانی لا وجہ للاستدراک قولہ بانہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ ای من غیر ایجاب شیء علی نفسہ والعاقلۃ لا تعقل الاعتراف وقد فہم المولف ان المراد بالعاقلۃ سیدہ ہو کذلک لکن لا ینحصر الفرد علیہ بالحدیث فان المراد فیہ عاقلۃ السید دلیل لہذا کلام القہستانی الآتی قولہ تعدیہ ہو کذا وفیہ نظر وعلہ بما ذکرہ بعد ما تعقل العواقل عمدا قال فی النقایۃ وشرحہا للقہستانی ولا تعقلون جنایۃ عبد علی حر خطاء فانہ علی مولاہ آہ وہو مع قولہ ولا اعترافا المقصود من الرد علی القہستانی قولہ فتنبہ اشارۃ الی تاکید الرد علی القہستانی فی تعلیلہ بانہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ ولکن قد تقدم فیہ قریبا ما یفید ان المراد عواقل السید لا السید نفسہ فہو عاقلۃ عبدہ فلا یتعقل الرد علیہ کما سبق راجع کلام القہستانی الی کلام الزیلعی فتامل انتہی کلام الطحطاوی بن صحیح الکلام

Marfat.com

آخر فمات اقتص للاول لانہ عمد وللثانی الدیۃ علی عاقلتہ لانہ خطاء ایک مرد کے عمداً تیر مارا سو اس کے بدن سے پار ہو کر دوسرے شخص کے جا لگا سو دونوں مر گئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاوے گا اس لیے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مرد کے واسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادرون پر اس لیے کہ وہ قتل خطا ہے ہر چند یہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا کذا فی الزیلعی وقعت حیۃ علیہ فدفعہا عن نفسہ فسقطت علی آخر فدفعہا عن نفسہ فوقعت علی ثالث فلسعتہ ای الثالث فہلک فعلی من الدیۃ ہکذا سئل ابوحنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ بحضرۃ جماعۃ فقال لا یضمن الاول لان الحیۃ لم تضر الثانی وکذا لک لا یضمن الثانی والثالث لو کثروا واما الاخیر فان لسعتہ مع سقوطہا فوراً من غیر مہلۃ فعلی الدافع الدیۃ لورثۃ الہالک والا لسعتہ فوراً لا یضمن وانہا علیہ ایضا فاستصوبوہ جمیعا وہذہ من مناقبہ رضی اللہ عنہ صیرفیۃ ومجمع الفتاوی سانپ گر پڑا ایک شخص پر سو اس نے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اس کو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا سو تیسرے کو اس نے کاٹا تو وہ مر گیا تو کون شخص پہ خون بہا واجب ہوگا اس طرح سوال ہوا تھا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہیں پہنچایا اور اسی طرح دوسرا تیسرا شخص ضمان نہ دے گا اگر تینوں آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوں رہا اخیر شخص سو اس کا یہ حال ہے کہ اگر اس کو سانپ نے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خون بہا مر جانے والے کے وارثوں کے واسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے فوراً نہیں کاٹا یعنی کچھ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہیں آوے گا پھر سب عالموں نے ٹھیک جواب دینے کا اقرار کیا اور یہ مسئلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہے رضی اللہ عنہ کذا فی الصیرفیہ ومجمع الفتاوی ہم فوراً کاٹنے سے دافع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اس پر خون بہا واجب ہوا اور اگر مہلت سے کاٹا تو دافع سبب نہ رہا قال المصنف وبہذا التفصیل اجبت فی حادثۃ الفتوی وہی ان کلبا عقورا وقع علی آخر فالقاہ علی الثانی والثانی علی الثالث واللہ اعلم مصنف نے شرح میں کہا کہ بموجب اسی تفصیل کے میں نے جواب دیا تھا اس صورت میں جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سگ گزندہ ایک شخص پر گر پڑا سو اس نے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی دافع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اس کے فوراً کاٹنے سے مر گیا اور اگر ٹھہر کے اس نے کاٹا تو اس پر بھی دیت نہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے القی حیۃ او عقربا فی الطریق فلدغت رجلا ضمن الا اذا تحولت ثم لدغتہ ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ میں ڈالا سو اس نے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مر گیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جب کہ سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹ گیا ہے پھر اس نے کاٹا تو اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا ہم طحطاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضاے جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہیں وضع سیفا فی الطریق فعثر بہ انسان ومات وکسر السیف فدیتہ علی رب السیف وقیمتہ علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈال دی راہ میں سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی اس کے گرنے سے تو اس کا خون بہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہے ثور نطوح سیبہ لمرعی فنطح ثور غیرہ فمات ان اشہد علیہ ضمن والا لا وقال فی البدائع لا ضمان لان الاشہاد انما یکون فی الحائط لا فی الحیوان تاجیہ مارو بیل چھوڑا چراگاہ میں سو اس نے دوسرے کے بیل کے سینگ مارا سو وہ مر گیا اگر گاؤ مقتول کے مالک نے اس پر اشہاد کیا ہو یعنی لوگوں کو اس کی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاؤ قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہیں اور بدائع میں کہا کہ مطلقاً تاوان نہیں اس واسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل میں نہ جانوروں میں کذا فی السراجیۃ واعلم انہ اذا اشترک قاتل العمد مع من لا یجب علیہ القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنہ وکاجنبی شارک الزوج فی قتل زوجتہ ولہ منہا ولد وکعامد مع مخطی وعاقل مع

Marfat.com

مجنون وبالغ مع صغیر وشریک حیۃ وسبع کما فی الحاویۃ فلا قود علی احد منہما ای لاقصاص علی واحد منہما فیما ذکر اور یہ معلوم کر کہ جب شریک ہو قاتل عمداً اُس شخص کے ساتھ جس پر قصاص واجب نہیں چنانچہ اجنبی شریک ہو گیا باپ کا اُس کے فرزند کے قتل کرنے میں اور جیسے بیگانہ شریک ہو گیا زوج کا اُس کی اُس زوجہ کے قتل میں جس کے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہے اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھ اور عاقل مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونوں میں سے ایک پر قصاص نہیں یعنی سب صورتوں مذکورہ میں کسی پر قصاص نہیں م پہلی صورت میں جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اُس کے ساتھی سے بھی ساقط ہو گیا اور دوسری صورت میں زوج سے اس واسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہیں لے سکتا پھر جب اُس پر واجب نہ ہوا تو اسی طرح اُس کے شریک پر بھی واجب نہ ہوا طحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت میں باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونوں کے خاص مال میں اس لیے کہ دونوں قاتل عامد ہیں اور عامد اور مخطی کی شرکت میں نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادرون پر اسی طرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادرون پر اور بالغ پر نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے برادرون پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے دخل رجل بیتہ فرأی رجلا مع امرأتہ او جاریتہ فقتلہ حل لہ ذلک ولا قصاص علیہ ہذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح معزیا للشرح الوہبانیۃ وقد حققناہ فی باب التعزیر داخل ہوا اپنے گھر میں سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اُس کو اُس نے مار ڈالا تو اُس کو یہ قتل کرنا حلال ہے اور اُس پر قصاص نہیں شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخوں سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے منسوب لشرح وہبانیہ اور ہم نے اس کی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب میں م حلت قتل میں ظاہر احصان شرط نہیں اس واسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہے کہ قتل یہاں باب حدود سے نہیں بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزازی نے مطلق رکھا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خاں نے اُس کو مصرح بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات نہیں ہوا اس واسطے کہ زنا موجب قتل نہیں بدون احصان کے انتہی اور حموی میں زاہدی سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اُس کو قتل کرنا حلال ہے اور قتل سے باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اُس کو حاکم وغیرہ سچا نہ جانے گا اس میں کہ اُس نے زنا کرتے دیکھ کر قتل کیا ہے انتہی اور منح الغفار میں خانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اُس وقت ہے جب کہ شور کرنے سے زانی نہ بھاگے اور زنا سے باز نہ رہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے صبی محجور قال لہ رجل شد فرسی فاراد شدہا فرفستہ فمات فدیتہ علی عاقلۃ الآمر صغیر ماذون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اُس نے اُس کے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اُس کو پاؤں سے کچلا سو وہ مر گیا تو اُس کا خون بہا امر کرنے والے کے برادرون پر ہے وکذا لو اعطی صبیا عصی او سلاحا او امرہ بحمل شئ او کسر حطب ونحو ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسی طرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اُس کو کسی چیز کے اٹھانے کا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اس کے اور کوئی امر کیا بلا اذن اُس کے ولی کے سو وہ لڑکا مر گیا تو دیت واجب ہوگی م یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھامنے کے واسطے اور اُس سے کچھ نہ کہا سو اُس کے سبب سے وہ مر گیا اس طرح کہ اُس کے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اس واسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کرے گا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیۃ والخلاصۃ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل امسکہ فقولان اور اگر اُس کو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اس کو پکڑے رہ تو اس میں دو قول ہیں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب م قول

Marfat.com

مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ صبی علی حائط صاح بہ رجل فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال قع فوقع ضمن بہ یفتی وقیل لا یضمن مطلقا تاجیۃ طفل صغیر ہے دیوار پر ایک مرد نے اُس پر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یوں شور کرکے کہا اس سے کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اُس پر خون بہا نہیں اور اگر یوں چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خون بہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ کسی طرح ضمان نہیں کذا فی التاجیۃ۔

فصل فی الفعلین

یہ فصل ہے دو فعل کے مسائل میں مثلاً قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونوں فعل ہوں یا دو شخصوں سے قطع ید رجل ثم قتلہ اخذ بالامرین ای بالقطع والقتل ولو کانا عمدین اوکانا خطائین اوکانا مختلفین ای احدہما عمدا والاخر خطاء تخلل بینہما برء اولا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اُس کو مار ڈالا تو دونوں امر یعنی قطع اور قتل دونوں فعل میں پکڑا جاوے گا یعنی دونوں فعل کا بدلا اس سے لیا جاوے گا اگرچہ دونوں فعل عمد ہوں یا دونوں خطا ہوں یا دونوں مختلف ہوں یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونوں فعل میں صحت واقع ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی فیوخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل الا فی خطائین لم یتخلل بینہما برء فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیۃ واحدۃ وان تخلل برء ولم یتداخلا کا علت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتوں مذکورہ میں بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤں میں جن کے درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ وہ دونوں فعل خطا کے متداخل ہوں گے یعنی ایک فعل میں داخل ہو جاوے گا باعتبار اتحاد اجزا کے تو دونوں میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی تو دونوں متداخل نہ ہوں گے چنانچہ تو معلوم کرچکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عمد او خطاء والقتل کذلک صار اربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برء اولا صار ثمانیۃ وقد علم حکم کل منہا تو خلاصہ یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمیں ہوگئیں پھر دونوں کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہ ہوئی تو آٹھ قسمیں ہوگئیں اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا ہے تو اگر قطع اور قتل دونوں عمد ہوں اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاوے گا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہ ہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزا قطع قتل کی جزا میں داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہ ہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاوے گا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاوے گا کذا فی شرح الوقایۃ کمن ضربہ مائۃ سوط فبرأ من تسعین ولم یبق اثرہا ای اثر الجراحۃ ومات من عشرۃ ففیہ دیۃ واحدۃ لانہ لما برأ من تسعین لم تبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر مانند اس شخص کے جس کو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوّے کوڑے سے اور اُن کی جراحت کا اثر کچھ باقی نہ رہا اور وہ مرگیا دس کوڑے کے صدمے سے تو اس میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوّے کوڑے سے تو اُن کا مارنا معتبر باقی نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی یوسف فی مثلہ حکومۃ عدل وعن محمد یجب اجرۃ الطبیب وثمن الادویۃ درر وصدر الشریعۃ وہدایۃ وغیرہا اور اسی طرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اُس کا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور ابویوسفؒ کے نزدیک اس کے مانند میں عدل ہے اور محمدؒ سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دوائیوں کا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر اور صدر الشریعۃ اور ہدایہ وغیرہا میں ہے وتجب حکومۃ عدل

Marfat.com

مع دیۃ النفس فی مأتہ سوط جرحتہ وبقی اثرہا بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب الارش باعتبار الاثر بدایۃ وغیرہا اور حکومت عدل دیت نفس کے
ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑوں میں جنھوں نے زخمی کر دیا اور اس کا نشان باقی رہ گیا یہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہے اور عفو
کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے م یعنی نوے کوڑے کا زخم چنگا ہو گیا لیکن اس کا نشان باقی
رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ دیت ما دون
نفس کی واجب ہوتی ہے عیب ناکی اور بدنمائی سے اور عیبناکی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہ جانے سے وفی جواہر الفتاوی رجل جرح رجلا
فعجز المجروح عن الکسب یجب علی الجارح النفقۃ والمداواۃ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی
سے عاجز ہو گیا تو زخم لگانے والے پر اس کا نان نفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقائے زخم کذا فی الطحطاوی وفیہا رجل جاء بالعوان الی
رجل فضربہ العوان فعجز عن الکسب فمداواۃ المضروب ونفقتہ علی الذی جاء بالعوان انتہی قال المصنف والظاہر انہ مفرع علی قول محمد رحمہ اللہ
قلت وقدمنا معزیا للمجتبیٰ عن ابی یوسف نحوہ وسنحققہ فی الشجاج اور اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد حاکم کے ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد
کے پاس سو اس ظالم نے اس کو مارا سو وہ عاجز ہو گیا اپنے کسب اور کار سے تو مضروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اس پر واجب ہے جو
ظالم کو لایا انتہی ما فی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر یہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے میں کہتا ہوں اور مانند اس کے ہم مقدم
ذکر کر چکے ہیں ابو یوسف سے نسبت بہ مجتبی اور آگے شجاج کی فصل میں اس کو ہم محقق بیان کریں گے م باب القود فیما دون النفس کے شروع میں
شارح مجتبی سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسفؒ کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ای عمد
او خطاء بدلیل ما یاتی وبہ صرح فی البرہان کما فی الشرنبلالیۃ لکن فی القہستانی عن شرح الطحطاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء ومن ظن انہا علی القاطع
فی الخطاء فقد اخطاء وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعہ او شجتہ او جراحتہ فمات منہ ضمن قاطعہ الدیۃ فی مالہ اور جس کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا گیا سو
اس نے اس قطع یا سر کچلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مر گیا تو اس کا قطع کرنے والا اپنے مال میں
سے اس کی دیت کا ضمان دے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اس کے بعد آوے گا اور اسی اطلاق
کرنے کی تصریح کی ہے برہان میں چنانچہ شرنبلالیہ میں لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یوں منقول ہے کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ
قاطع پر اور جس نے یہ گمان کیا کہ قاطع پر دیت ہے خطا میں سو اس نے مقرر خطا کی اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اس کا سر کچلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لہما
قلنا انہ عفا عن القطع وہو غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی ان کے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کی طرف سے جواب
میں کہتے ہیں کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے اور قطع کا مغائر ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہیں ہو سکتا ولو عفا عن الجنایۃ او عن
القطع وما یحدث منہ عفو عن النفس فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور اس موت سے جو پیدا ہوا قطع سے تو وہ معافی ہے
نفس سے تو فاعل کچھ ضمان نہ دے گا م اس واسطے کہ جنایت اسم جنس ہے شامل ہے قتل کو اور اس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نہ کرے اور اسی طرح
قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہے عفو نفس تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وحینئذ فالخطاء یعتبر من
ثلث مالہ فان خرج من الثلث فیہا والا فعلی العاقلۃ ثلثا الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اس وقت میں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے ضمان
لازم نہ ہوا تو اگر جنایت از راہ خطا ہے تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خون بہا اس کے تہائی مال سے نکلا فہو المقصود اور اگر اس
کے ثلث مال میں دیت کی گنجائش نہ ہوئی تو عاقلہ یعنی قاتل کے برادروں پر دیت کی دو تہائیاں واجب ہوں گی کذا فی شرح الطحاوی م یعنی اگر جنایت

Marfat.com

خطا ہو اور اُس نے جنایت عفو کر دی ہو تو یہ دیت کی معافی ہے تو مقتول کے ثلث مال سے اُس کا اعتبار ہوگا اس واسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لہٰذا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اس واسطے کہ موجب اُس کا قصاص ہے اور قصاص مال نہیں ہے تو اس سے وارثوں کا حق متعلق نہیں ہے تو عفو عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایۃ فمن ظن انما علی القاطع فقد اخطأ قطعا سو جس نے یہ گمان کیا ہے کہ دیت اُس مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین چوک گیا ومفادہ ان عفو الصحیح لا یعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے م اس واسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اس طرح کہ ہاتھ اُس کا ازراہ خطا قطع ہوگیا اور وہ بستر پر بیمار نہ پڑا صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اُس نے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مرگیا اُس کے صدمہ سے دفعتاً تو یہ عفو کل مال میں نافذ ہوگا نہ ثلث میں کذا فی الطحطاوی تصرف والعمد من کلہ لتعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقود لانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اس واسطے کہ مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے نہ قصاص سے اس واسطے کہ قصاص مال نہیں ہے والشجۃ مثلہ ای مثل القطع حکما وخلافا اور سر کا زخم قطع کے مانند ہے حکم میں اور امامؒ اور صاحبینؒ کے خلاف میں قطعت امرأۃ ید رجل عمدا ای او خطأ کما یاتی فلو اطلق کما سبق وکالملتقی وغیرہ کان اولی فتامل ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمداً یعنی یا ازراہ خطا ہاتھ کاٹا یہ اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہے جو بعد اس کے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ میں قطع کو مطلق رکھا تھا اور جس طرح ملتقی وغیرہ میں مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اُس کو تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آئندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات فلو لم یمت من السرایۃ فمہرہا الارش ولو عمدا اجماعا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اُس نے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خون بہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگرچہ قطع عمدا ہو باتفاق امام اور صاحبین کے یجب عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں واجب ہے اگر اُس نے عمداً ہاتھ کاٹا ہو چونکہ قصاص فی الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف میں قصاص نہیں ہوتا پھر جب کہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہٰذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت لازم آئی نہ اُس کے مددگاروں پر اس واسطے کہ عمد میں فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اُس کے مددگاروں پر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا والا ترادا الفضل اور مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاویں گے اگر دونوں متساوی ہوں اور اگر کم و بیش ہوں تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دیں م یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اُس کی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار میں برابر ہیں تو باہم مجرا ہو گئے جتنا دینا تھا اُتنا لینا معاملہ برابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثوں سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اتنا مطالبہ کریں وعلی عاقلتہا ان اخطأت فی قطع یدہ اور عورت کے مددگاروں پر دیت واجب ہے اگر عورت نے ازراہ خطا اُس کا ہاتھ کاٹا ہو ولا تقاصان لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا میں مہر اور دیت باہم مجرا نہ ہوں گی اس واسطے کہ دیت تو مددگاروں پر واجب ہوتی ہے خطا میں برخلاف عمد کے اس واسطے کہ عمد میں عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونوں باہم مجرا ہو کر برابر سرابر ہو جاویں گے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطاء ایضا لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ لیس علی اطلاقہ بل فی العجم ولعدم العاقلۃ لا حالۃ لحمد فلیحفظ میں کہتا ہوں اور صاحب درر نے کہا لائق یوں ہے کہ خطا میں بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاویں اس واسطے کہ

Marfat.com

دیت خطا میں عورت پر ہے نہ مددگاروں پر موجب اُس قول کے جو باب دیت میں مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہیں ہے بلکہ عجم کے گروہ میں منحصر ہے یعنی اس واسطے کہ عجم میں تناصر کا معمول نہیں جو دیت مددگاروں پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اُس کے محل پر حوالہ کیا ہے یعنی اخلاق باعتبار عجم کے ہے نہ عرب کے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے (یعنی دوسرے کی مدد کرنا ۱۲) وان نکحہا علی الید وما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب لہا فی العمد مہر المثل ولا شئی علیہا لرضاہ بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر اور اُس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت کے بدلے پھر وہ مر گیا اُس کے سبب تو عمد میں عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کے واسطے بسبب راضی ہو جانے مرد کے سقوط قصاص سے یعنی جب اُس نے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطاء رفع عن العاقلۃ مہر مثلہا والباقی وصیۃ لہم اے للعاقلۃ اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مددگاروں سے اُس کا مہر مثل مرتفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہے مددگاروں کے واسطے کیونکہ جنایت خطا میں دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کے برابر ہے اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوائے دیت کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہیں اس واسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہو گئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہے مددگاروں کے واسطے اور وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ کچھ قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایۃ فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگاروں پر ساقط ہو گیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا م یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہے تو اُس کو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو بھی مددگاروں پر سے ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہے اُن کے حق میں تو وصیت صحیح ہوگی اس واسطے کہ مددگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مددگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں کے واسطے مددگاروں پر واجب ہوگا اس واسطے کہ وصیت سوائے تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی المنح ولو قطعت یدہ فاقتص لہ فمات المقطوع الاول قبل الثانی قتل الثانی بالسرایۃ وعن ابی یوسف لا قود لانہ لما اقدم علی القطع فقد ابرأ عما وراءہ وظاہر اشکال ابن الکمال یفید تقویۃ قول ابی یوسف قالہ المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اُس کا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائے گا اُس کے بدلے بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسفؒ سے روایت یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اس واسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اُس کو بری الذمہ کر دیا ماورائے قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسفؒ کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کرے پھر مر جائے تو دیت ہے اس وجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص میں کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہ ہے تو وہاں اُس کی برات معتبر کی اور یہاں معتبر نہ کی طحطاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت نہیں ولو مات المقتص منہ فدیتہ علی عاقلۃ المقتص لہ خلافا لہما قلت ہذا اذا استوفاہ بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا تتقید فعلہم بشرط السلامۃ کالاجیر وتمامہ فی الدرر اور اگر وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اُس کی دیت مددگاروں پر ہے جس کے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبینؒ کے کہ اُن کے نزدیک دیت نہیں میں کہتا ہوں یہ یعنی دیت کا واجب ہونا اُس وقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور پچھنے لگانے والا اور ختنہ کرنے والا اور فصد کھولنے والا اور نشتر زن سو اُن کا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے مزدور کے مانند اور اس کا پورا بیان

Marfat.com

در میں ہے والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامۃ والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے ھ یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے ان پر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل مباح کے کہ اس میں عدم ضرر شرط ہے ومنہ ضرب الاب ابنہ تادیبا او الام او الوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے یا ماں کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الاول ضرب الاب او الوصی او المعلم باذن الاب تعلیما فمات لا ضمان فضرب التادیب مقید لانہ مباح وضرب التعلیم لا لانہ واجب اور قسم اول سے یعنی منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کے واسطے پھر صغیر مر گیا تو ضمان نہیں تو تادیب کے واسطے مارنا سلامت رہنے کے ساتھ مشروط ہے اس واسطے کہ تادیب مباح ہے اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامت نہیں اس واسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہے ومحلہ فی الضرب المعتاد واما غیرہ فموجب للضمان فی الکل فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب ہے عادت کے موافق اور عادات کے سوائے مارنا تو ضمان کا موجب ہے سب صورتوں میں اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے ھ یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے باعتبار کمیت اور کیفیت اور محل کے سو اس میں ضمان نہیں تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا وصغیر تلف ہو جائے تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی ماری کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن تلخیص الکبری وان قطع ولی القتیل ید القاتل و بعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیۃ الید لانہ استوفی غیر حقہ لکن لا یقتص للشبہۃ وقالا لا شیء علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اس کے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دے اس واسطے کہ وارث کے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اس کا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاوے گا شبہہ کے سبب سے اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں نہ قصاص نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ او وصیہ تادیبا ای للتادیب علیہما ای علی الاب والوصی لان التادیب یحصل بالزجر والتعریک و قالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیہ الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جائے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کے واسطے انھیں دونوں پر ہے یعنی باپ اور وصی پر اس واسطے کہ ادب سکھانا تو جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ ضمان نہیں ہے اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد میں تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے کضرب معلم صبیا او عبدا بغیر اذن ابیہ او مولاہ لف ونشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے میں صغیر اور غلام کو بدون اذن اس کے باپ اور مالک کے ضمان ہے تو معلم پر در صورت عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ میں لف ونشر مرتب ہے وان الضرب باذنہما لا ضمان علی المعلم اجماعا قیل ہذا رجوع من ابی حنیفۃ الی قولہما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہے تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یہ یعنی امام کا یہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہے امام ابوحنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف ھ تمہ اور کفایۃ المجیب میں مذکور ہے کہ اصح یہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے لیکن اس میں خلل یہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہے اور یہاں ذکر ہے ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہے مقید بسلامت نہیں اور اس میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا یضمن زوج امرأۃ ضربہا تادیبا لان تادیبہا للولی کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع للعینی قلت وہو فی الاشباہ وغیرہا کما قدمناہ اور اسی طرح ضمان دیگا وہ شوہر جس نے اپنی جورو کو مارا تادیب کے واسطے سو وہ مر گئی اس واسطے کہ اس کی تادیب ولی کا حق ہے مصنف نے یہ قول منسوب کیا ہے عینی کی شرح مجمع کی طرف میں کہتا ہوں اور یہی قول اشباہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے چنانچہ ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے وفی دیات المجتبی الزوج والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فالتعلیم الدیۃ والکفارۃ وقیل

Marfat.com

رجع الامام الی قولہما وتمامہ فیہ اور مجتبیٰ کے باب الدیات میں ہے کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند ہے تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امام نے رجوع کیا ہے صاحبین کے قول کی طرف اور اس کا پورا بیان مجتبیٰ میں ہے فروع مسائل لمحقہ شارح کے ضرب امرأۃ فافضاہا فان کانت تستمسک بولہا ففیہ ثلث الدیۃ والا فکل الدیۃ کسی نے ایک عورت کو مارا سو اس کے صدمہ سے مسلک اس کے بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائط کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر اس کا پیشاب تھم سکتا ہو تو اس میں تہائی دیت ہے اور اگر تھم نہ سکتا ہو تو اس میں پوری دیت ہے وان افتض بکرا بالزنا فافضاہا فان مطاوعۃ حد ولا غرم وان مکرہۃ فعلیہ الحد وارش الافضاء لا العقر حاوی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اس کا مسلک بول اور غائط کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضامندی سے حرامکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد ماری جاوے اور مرد پر مہر نہیں ہے اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خون بہا چیر ڈالنے کا نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی گرہی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو آنکھ اس کی اندھی ہو گئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ وفی القنیۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فانتفخ راسہا فقال کثیر من الجراحین ان شققتم راسہا تموت وقال واحد منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرئہا فشقہ فماتت بعد یوم او یومین ہل یضمن فتامل ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا ضامن ہل یضمن قال لا انتہی قلت انما لم یعتبر شرط الضمان لما تقرر ان شرطہ علی الامین باطل علی ما علیہ الفتوی انتہی اور قنیہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا اس صغیرہ کے مسئلہ کا جو چھت پر سے گر پڑی سو اس کا سر ورم کر گیا تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اس کے سر کو چیرو گے تو وہ مر جاوے گی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اس کو نہ چیرو گے آج تو وہ مر جاوے گی اور میں سر کو چیر دونگا اور اس کو اچھا کر دوں گا سو اس نے اس کو چیرا تو وہ مر گئی ایک دن یا دو دن کے بعد کیا اس پر ضمان لازم ہو گا یا نہیں سو نجم الدین نے دیر تک تامل کیا پھر کہا کہ اس پر ضمان نہیں جب کہ چیرنا اذن سے ہو اور چیرنا عادت کے موافق ہو اور فاحش یعنی رسم اور عادت سے خارج نہ ہو پھر نجم الدین سے کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیر مر جائے تو میں ضامن ہوں یعنی میرے اوپر اس کا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اس پر لازم ہو گا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہ ہو گا انتہی السوال والجواب من القنیۃ میں کہتا ہوں کہ شرط ضمان کی معتبر نہ ہوئی اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے موجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام المصنف فی شرحہ کذا فی الطحطاوی

باب الشہادۃ فی القتل

واعتبار حالتہ ای حالۃ القتل یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے میں القود یثبت للورثۃ ابتداء بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک المورث لان شرعیۃ القود لتشفی الصدور ودرک الثار والمیت لیس باہل لہ قصاص وارثوں کے واسطے ثابت ہوتا ہے شروع سے بطریق خلافت کے بدون سبقت ملک مورث کے اس واسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونے کے واسطے ہے اور میت اس کا اہل نہیں یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کے واسطے ابتداً ہوتا ہے بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستدعی ہے پھر مورث سے وارث کی طرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافت اس کی مستدعی نہیں تو خلافت سے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اس کے فعل کے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اسی طرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سے عاجز ہے تو اس کے وارث اس کے قائم مقام ہو گئے بدون اس امر کے کہ مقتول قتل کا مالک ہوا پھر مالک

نے اُس سے وارثوں کی طرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں اس واسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کے واسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کے واسطے عقلاً غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت وقولہ تعالی فقد جعلنا لولیہ سلطانا نص فیہ اور حق تعالی کا یہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطانا صریح ہے اس میں یعنی ورثہ کے واسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے ھم ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہم نے اُس کے وارث کے واسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹھہرا دیا وقالا بطریق الارث کما لو انقلب مالا اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق ارث کے ہے جیسے اُس صورت میں جب کہ قصاص منقلب بمال ہو جائے یعنی قتل خطا میں وثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ فلا یصیر احدھم ای احد الورثۃ خصما عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافا لھما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہے جس کو مصنف نے بیان کیا اپنے آئندہ قول سے یعنی جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہ ہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہر جائیگا باقی وارثوں کی طرف سے استیفاء قصاص میں برخلاف صاحبین کے والاصل ان کل ما یملکہ الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدھم خصم عن الباقین وقائم مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکہ الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدھم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصومت میں اور جس چیز کے مالک وارث ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثوں کی جانب سے اور خصومت میں سب کے قائم مقام نہیں ہوتا ھم جب یہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو سب وارثوں کا حق ثابت ہو گیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعویٰ کی اور گواہ لانے کی حاجت نہیں اور اُسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میں سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثوں پر ثابت ہو گیا ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی مدعی کو حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجۃ بقتل ابیہ عمدا مع غیبۃ اخیہ یرید القود لا یقید اجماعا حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار متھما ثم مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت میں قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ لے باتفاق غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جاویگا اس واسطے کہ وہ متہم ہو گیا ھم امام کے نزدیک اس واسطے قصاص نہ ہوگا کہ ایک وارث باقی وارثوں کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہیں فان حضر الغائب یعیدھا ثانیا لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پھر اگر غائب بھائی حاضر ہوا تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تاکہ دونوں بھائی قاتل کو قتل کریں اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نہ کرے یعنی اس واسطے کہ اُن کے نزدیک ملک ورثہ بطریق میراث کے ہے نہ بطریق خلافت کے وفی القتل الخطاء والدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعوی قتل خطا اور دین میں اعادہ شہادت کی حاجت نہیں ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال میں ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثوں کے قائم مقام ہوگا فلو برھن القاتل علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اس واسطے کہ قصاص منقلب بمال ہو گیا اور قصاص ساقط ہو گیا ھم حاضر اس واسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اُس پر حق کا دعویٰ کیا یعنی درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص میں سے ساقط ہو گیا اور قصاص منقلب بمال ہو گیا اور یہ ممکن نہیں مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا تو جب اُس پر حکم ہو گیا تو غائب پر تبعاً حکم ہو گیا پھر اگر غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو نصف دیت اُس کا حق ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو قتل عبدھما عمدا او خطاء والحال ان السیدین احدھما غائب فھو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکوں کے ایک غلام کو عمداً یا خطاً قتل کیا اور حالانکہ دونوں مالکوں میں سے ایک غائب ہے

Marfat.com

تو اُس کا حکم موجب تفصیل سابق کے ہے م یعنی اگر مالک حاضر گواہ لادے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بدون اعادہ غائب مالک کے اور اگر قاتل گواہ لادے گا کہ مالک غائب نے عفو کردیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہوجاوے گا **ولو اخبر د لیا قود بعفو اخیهما الثالث فهو ای** اخبار هما عفو **للقصاص منهما عملا بزعمهما** اور اگر قصاص کے دو وارثوں نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو اُن کا خبر دینا عفو قصاص ہے اُنھیں دونوں کی طرف سے اُن کے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے م اس واسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہیں رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہیں **وهی رباعیة فالاول ان صدقهما ای المخبرین القاتل والاخ الشریک فلا شئ له ای للشریک عملا بتصدیقه و لهما ثلثا الدیة** اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونوں مخبر وارثوں کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت میں سے کچھ حصہ نہیں اُس کی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے دیت کی دو تہائیاں ہیں م اس واسطے کہ دونوں کا حصہ مال ہوگیا اخبار عفو سے **والثانی ان کذباهما فلا شئ للمخبرین وللاخیهما ثلث الدیة** اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے بھائی نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں مخبر بھائیوں کا کچھ حصہ نہیں اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے **والثالث ان صدقهما القاتل وحده فلکل منهم ثلثها** اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینوں بھائیوں کے واسطے تہائی دیت ہے **والرابع ان صدقهما الاخ فقط فله ثلثها لان اقراره ارتد بتکذیب القاتل ایاه فوجب له ثلث الدیة** اور چوتھی صورت یہ ہے کہ مخبر دونوں بھائیوں کی فقط تیسرے بھائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے اُن کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اس واسطے کہ اقرار اُس کا مردود ہوگیا قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے تیسرے مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اُس کا عفو کرنا ثابت نہ ہوا لہذا ثلث دیت اُس کے واسطے واجب ہوئی م شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اُس کا حق قاتل پر نہ رہا معاف کر دینے کے سبب سے پھر ثلث دیت کیوں اُس کے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اُس کا اقرار قاتل کی تکذیب سے ثابت نہ رہا اس واسطے مستحق ثلث کا ہوا **ولکنه یصرف ذلک الی المخبرین استحسانا وهو الاصح زیلعی لانه صار مقرا لهما بما اقر به للقاتل** ولیکن ثلث مذکور مخبروں کی طرف پھیرا جاویگا استحسان کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الزیلعی اس واسطے کہ تیسرا بھائی دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے اس مال کا مقر ہوگیا جس کا قاتل نے اقرار کیا م یہ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اس واسطے کہ قاتل کے گمان میں جب قصاص ساقط ہوگیا مخبرین کے دعویٰ عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب بمال ہوگیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہوگیا تو اُس کا مقر ٹھہرا جس کا قاتل مقر ہے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی نے کہا نظیر اُس کا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درم ہیں پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہیں ہیں بلکہ محمود کے ہیں تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسی طرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونوں مخبر بھائیوں کا ٹھہرے گا **وان شهدا انه ضربه فلم یزل صاحب فراش حتی مات یقتص** لان الثابت بالبینة کالثابت معاینة ولا یحتاج الشاهدان لیقولا انه مات من جراحته بزازیة اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے اُس کو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا اس واسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہے وہ اُس کے مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہے تو اُس کی حاجت نہیں شاہد کو کہ یوں کہے کہ مقتول مرگیا اُس کے زخم سے کذا فی البزازیہ اس واسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کی طرف نہ سبب متوہم کی طرف **وان اختلف شاهدا قتل فی الزمان او فی المکان او الآلة او قال احدهما قتله بعصا وقال الآخر لا ادری بما ذا قتله او شهد احدهما علی معاینة القتل والآخر**

علی اقرار القاتل بہ بطلت لان القتل لا یتکرر اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کریں زمان قتل یا مکان قتل میں یا قتل کے ہتھیار میں مختلف ہوں یا ایک شاہد کہے کہ اس کو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معائنہ قتل کی گواہی دے دوسرا شاہد قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اس واسطے کہ قتل دوبارہ نہیں ہو سکتا ہم تو ان صورتوں میں قاتل پر دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ قتل عمد کی دیت بدلہ مدد کا نہیں ہوتی وکذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منہما لتیقن القاضی بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقین کی ہر واحد میں پوری ہو اس واسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہیں کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو کمل احد الفریقین دون الآخر قبل الکامل منہما لعدم المعارض اور اگر ایک فریق میں نصاب شہادت کی پوری ہو گئی نہ دوسری فریق میں تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل میں اختلاف ہوا اور ایک طرف دو شاہد ہیں اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدوں کی گواہی مقبول ہوگی ولو شہدا بقتلہ وقالا جہلنا آلتہ تجب الدیۃ فی مالہ فی ثلث سنین شرنبلالیۃ استحسانا حملا علی الادنی وہو الدیۃ وکانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کسی کے قتل کی اور انہوں نے کہا کہ ہم کو قتل کا ہتھیار معلوم نہیں تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان ادنیٰ پر محمول کرنے کے سبب سے اور موجبات قتل میں کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی اس واسطے کہ فعل میں فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے نز خطام قیاس یہاں یہ تھا کہ شہادت مقبول نہ ہوتی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونے سے لیکن بدلیل استحسان ادنیٰ موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہ ہوا بلکہ اس پر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انہوں نے عقوبت ٹل جانے پر جو شرعاً مستحب ہے کوشش کی وان اقر کل واحد منہما ای من الرجلین انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ جمیعا لہ قتلہما عملا باقرارہما اور اگر دو مردوں میں سے ہر مرد نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے تو وارث کو دونوں کا قتل کرنا جائز ہے ان کے اقرار پر عمل کرنے کے سبب سے ولو کان مکان الاقرار والمسئلۃ بحالہا شہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق وفسق الشاہد یبطل شہادتہ اما فسق المقر لا یبطل الاقرار اور اگر مسئلہ سابقہ میں بجائے اقرار کے شہادت ہو تو دونوں گواہیاں لغو ہو جاویں گی اس واسطے کہ باہم گواہوں کی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہوں کا اور گواہ کا فاسق ہونا اس کی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مقر کا فسق اس کے اقرار کو باطل نہیں کرتا یعنی اس واسطے مسئلہ سابقہ میں اقرار لغو نہ ٹھہرا ولو قال الولی فی صورۃ الاقرار السابقۃ صدقتما لیس لہ ان یقتل واحدا منہما لان تصدیقہ بانفراد کل بقتلہ وحدہ اقرار بان الآخر لم یقتلہ بخلاف قولہ قتلتماہ لانہ دعوی القتل بلا تصدیق فیقتلہما باقرارہما زیلعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں مقروں میں سے ایک مقر کا بھی قتل کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنے کی اقرار ہے اس کا کہ دوسرے نے اس کو قتل نہیں کیا یعنی تو درحقیقت دونوں کا مکذب ٹھہرا برخلاف اس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے اس واسطے کہ وہ قول قتل کا دعویٰ ہے بدون تصدیق کے تو اس صورت میں وارث دونوں کو قتل کرے گا ان کے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانہ قتلہ وقامت البینۃ علی آخر انہ قتلہ وقال الولی قتلہ کلاہما کان لہ للولی قتل المقر دون المشہود علیہ لان فیہ تکذیبا لبعض موجبہ کما مر اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اس پر کہ دوسرے شخص نے اس کو قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونوں نے اس کو قتل کیا ہے تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اس واسطے کہ اس میں بعض موجب مشہود بہ کی تکذیب ہے چنانچہ عنقریب گذر گیا ہم موجب مشہود بہ انفراد ہے یعنی شہادت اس پر قائم ہوئی

Marfat.com

ہے کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اُس کو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشتراک کا قائل ہے تو تکذیب شاہدوں کی ہوئی انفراد میں اور تکذیب تفسیق
ہے شاہدوں کی اور تفسیق مبطل شہادت ہے ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلتہ وحدک کان لہ قتلہ لتصادقھما علی وجوب
القتل علیہ وحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک اقرار کرنے والے سے کہا کہ تو سچا ہے تو ہی نے اُس کو تنہا قتل کیا ہے تو وارث
کو اُس مقر کا قتل کرنا جائز ہے اس واسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہے باہم کے تصادق سے
کما لو قال ذلک لاحد المشہود علیھما کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ شہودہ علیہ وانما کذب الآخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دو میں سے ایک مشہود علیہ
سے کہا تو وارث کو اُس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اس واسطے کہ اُس نے مشہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اُس نے تو اور گواہوں کی تکذیب
کی وکذا الحکم الخطاء فی کل ماذکر ذکرہ الزیلعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن
عمد میں قتل واجب ہوا تھا اور خطا میں دیت واجب ہوگی شہدا علی رجل بقتلہ خطاء وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود بقتلہ حیا ضمن العاقلۃ
الولی لقبضہ الدیۃ بلاحق او الشہود ورجعوا ای الشہود علیہ ای الولی لتملکہم المضمون الذی فی ید الولی دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر
گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگاروں پر حکم ہوگیا پھر جس کے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض
کے وارث سے دیت کا تاوان لیں اس واسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہوں سے تاوان لیں اور گواہ وارث سے پھر لیں اس واسطے کہ گواہ مالک
گئے دیت دے کر اس مال مضمون کے جو وارث کے ہاتھ میں ہے والشہادۃ علی القتل العمد فی ھذا الحکم کالخطاء فاذا جاء حیا یخیر الورثۃ بین تضمین
الولی الدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی الولی لانہ اوجب لہ القود وہو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطاء اور اس حکم میں
قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہے پھر جب کہ مقتول مفروض زندہ آوے گا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار ہیں اس میں کہ
مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد اور خطا برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں
کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اس لیے کہ گواہوں نے وارث مذکور کے لیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور حالانکہ قصاص مال نہیں اور صاحبین نے
کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لیں گے قتل خطا کے مانند مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اس واسطے کہ حاکم کے حکم
سے شبہہ واقع ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطاء او العمد ثم جاء حیا او ثم
علی شہادۃ غیرہما فی الخطاء وقضی بالدیۃ علی العاقلۃ ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما وضمن الولی الدیۃ فی الصورتین للعاقلۃ
اذ ظہر انہ اخذہا منہم بغیر حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں نے اور شاہدوں
کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کذا
فی الطحطاوی پھر وہ شخص زندہ آیا تو گواہوں پر تاوان نہیں اس واسطے کہ گواہی میں اُن کا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں
صورتوں میں قاتل کے مددگاروں کو دیت کا ضمان دے اس واسطے کہ ظاہر ہوگیا اُس کے زندہ ہونے سے کہ اُس کے وارث نے مددگاروں سے ناحق
خون بہا لیا والمعتبر حالۃ الرمی فی حق الحل والضمان لا الوصول اور حلال ہونے اور ضمان کی لازم ہونے میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے
تیر لگنے کی حالت ہم اس واسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے تیر مارنا اس واسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کی تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا
کیونکہ تیر چھوٹنے کے بعد آدمی کا اصلا اختیار باقی نہیں رہتا تو تیر انداز قاتل ٹھہریگا تیر اندازی کی حالت سے فقط کذا فی الطحطاوی وحینئذ فتجب الدیۃ
مالہ ویسقط القود للشبہۃ بردۃ المرمی الیہ قبل الوصول وقالا لاشیء علیہ اور جب کہ تیر اندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی تیر انداز

Marfat.com

کے مال میں اور قصاص ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اُس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ یہ تیر انداز
پر دیت اور قصاص کچھ لازم نہیں م صورت اُس کی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیر اندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر
لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا تو امامؒ کے نزدیک زید پر دیت اُس کی واجب ہے اس واسطے کہ تیر اندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیر اندازی
کے حال میں وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا اس محل میں جہاں عصمت نہیں اور اتلاف غیر معصوم سے کچھ لازم
نہیں آتا ولا تجب دیۃ المرمی الیہ باسلامہ بالاجماع اور دیت مرمی الیہ کی اُس کے مسلمان ہو جانے سے باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے واجب
نہیں م یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اُس کی دیت واجب نہیں اس واسطے کہ تیر اندازی کی حالت کا اعتبار ہے اور اُس
حالت میں اُس کا خون مباح تھا نہ معصوم وتجب القیمۃ لعتقہ بعد الرمی قبل الاصابۃ اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر مارنے
قبل از وصول کے م یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہو گیا تیر کے لگنے سے پہلے تو تیر انداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگی نہ خون بہا آزاد
کا اس واسطے کہ حالت تیر اندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا ویجب الجزاء علی محرم رمی صیداً فحل فوصل لا علی حلال رماہ فاحرم
فوصل اور بدلا واجب ہے اُس محرم پر جس نے حالت احرام میں شکار کی طرف تیر چھوڑا پھر اُس نے احرام ترک کیا پھر اُس کے بعد تیر شکار کو لگا
اور اُس غیر محرم پر بدلا واجب نہیں جس نے شکار کو تیر مارا پھر اُس نے احرام باندھا پھر شکار کو تیر لگا ولا یضمن من رمی مقضیا علیہ برجم
فرجع شاہدہ فوصل اور اُس شخص پر ضمان لازم نہیں جس نے اُس شخص کو تیر مارا جس کے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہو گیا پھر اُس کی زناکاری
کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اُس کے بعد اُس کو تیر لگا م ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اس واسطے کہ چار گواہوں میں سے ایک کا بھی رجوع
کرنا حد کو ٹال دیتا ہے کذا فی الطحطاوی وحل صید رماہ مسلم فتمجس فوصل اور حلال ہے وہ شکار جس کو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی
ہو گیا بعد اس کے تیر شکار کو لگا لا یحل ما رماہ مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالۃ الرمی حلال نہیں وہ شکار جس کی طرف مجوسی نے تیر
پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہو گیا بعد اس کے تیر شکار کو لگا اس واسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیر اندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی م یہ دلیل ہے
جمیع مسائل سابقہ کی لغز یہ مسائل حیرت انگیز ہیں بطور پہیلی کے ای جان لو مات مجنیہ فعلیہ نصف الدیۃ ولو عاش فالدیۃ فقل ختان قطع الحشفۃ
باذن ابیہ کون جنایت گر ہے اگر جنایت کردہ مرجائے تو اُس پر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اُس کا جواب دے کہ وہ
ختنہ کرنے والا ہے جس نے صغیر کی سپاری قطع کر ڈالی اُس کے باپ کی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اُس نے خطا سے
سپاری قطع کر ڈالی یہ مسئلہ چند بار مذکور ہو چکا ای انسان لقطع اذنہ تجب نصف الدیۃ ولقطع راسہ نصف عشرہا فقل جنین خرج راسہ فقطعہ ففیہ
الغرۃ کون آدمی ہے جس کے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اُس کے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو جواب دے کہ پیٹ کا
وہ بچہ جس کا فقط سر نکلا سو اُس کو قطع کیا تو اس میں غرہ ہے یعنی پانسو دینار م دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اسکا
بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اُس وقت ہے جب کہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی ای شیئ یجب
باتلافہ دیۃ وثلثۃ اخماسہا فقل دیۃ الاسنان اشباہ کون چیز ہے جس کے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب
ہیں تو جواب دے کہ یہ دانتوں کی دیت ہے کذا فی الاشباہ م اس کا بیان کتاب الدیات میں مفصل آوے گا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحلیم

✿

Marfat.com

کتاب الدیات

یہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لا اسم للمفعول بالمصدر لانہ من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خونبہا اصطلاح شرع میں اس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہے اور یہ نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اس واسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہا کے نزدیک م لغت میں دیت مصدر ہے مانند عدت کے وزن اور تعلیل میں عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے والارش اسم للواجب فیما دون النفس اور ارش اس مال کا نام ہے جو سوائے جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو م اور گاہے نفس کو بھی ارش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثری یہی ہے جو شارح نے بیان کی **دیۃ شبہ العمد مائۃ من الابل ارباعا من بنت مخاض وبنت لبون وحقۃ الی جذعۃ بادخال الغایۃ** اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دوسالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ **وہی الدیۃ المغلظۃ لا غیر** اور یہی دیت مغلظہ ہے نہ سوائے اس کے م یعنی اس کے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا **والدیۃ فی الخطاء اخماسا منہا ومن ابن مخاض** اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے م یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسال کے **او الف دینار من الذہب او عشرۃ الاف درہم من الورق** یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہیں سونے کے یا دس ہزار دراہم ہیں چاندی کے م قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں وقال الشافعی اثنا عشر الفا اور امام شافعیؒ نے کہا کہ بارہ ہزار درم دیت ہے وقالا منہا ومن البقر مائتا بقرۃ ومن الغنم الفا شاۃ ومن الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ ثوبان ازار ورداء ہو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار بکریاں اور رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہ بند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑا قمیص اور سراویل ہے یعنی کرتا اور پاجامہ م برہان میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ دراہم ہیں اور اسی قدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درم ہے **وکفارتہما** ای الخطاء وشبہ العمد **عتق** قن **مؤمن فان عجز عنہ صام شہرین ولاء ولا اطعام فیہما** اذلم یرد بہ النص والمقادیر توقیفیۃ اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے درپے روزے رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں ۶۰ مساکین کا کھانا دینا جائز نہیں اس واسطے کہ نص قرآنی اس میں وارد نہیں ہے اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہیں یعنی نص شارع اندازہ ثابت ہوتا ہے اس میں قیاس مجتہد کو مطلقاً دخل نہیں **وصح اعتاق رضیع**

لہ ایک نسخہ میں عتق کے بعد رقبۃ بھی ہے ۱۲

Marfat.com

احد ابویہ مسلم لانہ مسلم تبعاً لا الجنین اور صحیح ہے آزاد کرنا اس غلام شیر خوار کا جس کا باپ یا ماں مسلمان ہے اس واسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا ماں کا ساتھ دے کر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں **ودیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی دیۃ النفس ومادونہا** روی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفاً ومرفوعاً اور عورت کی دیت نصفا نصف پر ہے مرد کی دیت سے جان کی دیت میں بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی م روایت موقوف سنن بیہقی میں ہے عن ابراہیم[1] النخعی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال عقل المرأۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس وفیما دونہا اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہے عن معاذ بن جبل[2] قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الہدایۃ للعینی **والذمی والمستامن والمسلم فی الدیۃ سواء** خلافاً للشافعی وصحح فی الجوہرۃ انہ لادیۃ فی المستامن واقرہ فی الشرنبلالیۃ لکن بالتسویۃ جزم فی الاختیار وصححہ الزیلعی اور کافر مطیع الاسلام اور مستامن یعنی جو کافر حربی دارالاسلام میں آوے پناہ لے کر اور مسلمان دیت میں برابر ہیں برخلاف شافعی کے اور جوہرہ میں اس کی تصحیح کی ہے کہ مستامن میں دیت نہیں ہے اور شرنبلالیہ میں اس کو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار میں ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے **فی النفس** خبر المبتداء وہو قولہ الآتی الدیۃ اور جان میں یعنی جان کے قتل خطا میں دیت ہے شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اس کی جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدا کی یعنی دیت کی **والانف** ومارنہ وارنبۃ وقیل فی ارنبۃ حکومۃ عدل علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے نرم نتھنوں میں اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے میں پوری دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ سر بینی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے **والذکر والحشفۃ** اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے میں پوری دیت واجب ہے م قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا ان پر قیاس ہے مبسوط میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا میں سے اگر عضو مفرد ہے تو اس میں کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں جنانچہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سب کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع سے دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی **والعقل والشم والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق** افاد ان فی لسان الاخرس حکومۃ عدل جوہرۃ وہذا ساقط من نسخ الشرح فتنبہ اور ازالہ عقل اور سونگھنے اور چکھنے اور دیکھنے میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی الجوہرۃ اور یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہیو م قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جائے یا آدمی کا حسن وجمال علی وجہ الکمال زائل ہو جائے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت اور جمال میں کمال کی قید اس واسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے میں چنانچہ گونگے کی قطع زبان میں پوری دیت واجب نہیں اس لئے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسی طرح خصی اور نامرد کے

---

[1] ابراہیم نخعی روایت کرتے ہیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا دیت عورت کی نصف ہے بہ نسبت دیت مرد کے نفس میں اور نفس سے کم میں ۱۲

[2] معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد سے ۱۲

قطع آلہ تناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤں کے قطع میں اور چشم کور اور دندان سیاہ میں نہ قصاص واجب ہے عمد میں نہ خونبہا خطا میں بلکہ اس میں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف میں روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے سر میں پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں تو اس کا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چار دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف والا قسمت الدیۃ علی عدد حروف الہجاء الثمانیۃ والعشرین او حروف اللسان الستۃ عشر تصحیحان فما اصاب الفائت یلزمہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وغیرہا یا پوری دیت قطع زبان میں اس وقت ہے جب کہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع ہوا اور اگر حروف ادا ہوتے ہوں اور بعض نہ ادا ہوتے ہوں تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حروف کے شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہوگی اس میں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جس قدر کہ دیت فوت ہو جانے والے حرف کو پہونچے گی اسی قدر جانی کو لازم ہوگی اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ میں مذکور ہے م منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ علی مرتضیٰ کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی قدرے زبان کاٹ ڈالی تھی سو اس سے حروف پڑھائے گئے جو حرف اس سے نہ نکلا بقدر اس کے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حرف یہ ہیں ت ث ج د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحطاوی ولحیۃ حلقت فلم تنبت اور اس ڈاڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اس کے بال نہ جمے پوری دیت ہے م اس واسطے کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی داڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے ویؤجل سنۃ فان مات فیہا بری اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت معتبر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال بھر میں مرگیا تو مونڈنے والا داڑھی کا بری الذمہ ہوگیا دیت کے دینے سے وفی نصفہا نصف الدیۃ وفیما دونہ حکومۃ عدل کشارب ولحیۃ عبد فی الصحیح اور آدھی داڑھی مونڈنے میں آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے مونچھ میں اور غلام کی داڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں ولا شئی فی لحیۃ کوسج علی ذقنہ شعرات معدودۃ ولو علی خدہ ایضا ولکنہ غیر متصل فحکومۃ عدل ولو متصلا فکل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں اس کوسے کی داڑھی مونڈنے میں جس کی ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اس کے رخساروں پر بھی بال ہوں ولیکن متصل نہ ہوں تو اس میں حکومت عدل ہے اور اگر رخسار اور ذقن کے بال متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہے وشعر الرأس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کما روی عن علی رضی اللہ عنہ وعند الشافعی فیہا حکومۃ عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جب کہ سر کے بال پر زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر نہ جمیں تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں حکومت عدل ہے واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقا ولو مات قبل تمام السنۃ ولم ینبت فلا شئی علیہ کشعر صدر وساعد وساق اور معلوم کر کہ بالوں میں مطلقا قصاص نہیں اگرچہ جنایت عمدا ہو اور اگر وہ شخص مرگیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جمیں تو جانی پر کچھ لازم نہیں ہے سوائے تعزیر کے کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے میں قصاص نہیں والعینین والشفتین والحاجبین والرجلین والاذنین والانثیین ای الخصیتین وثدیی المرأۃ وحلیتہا والالیتین اذا استاصلہما والا فحکومۃ عدل اور دونوں آنکھوں اور دونوں ہونٹوں اور دونوں بھوؤں اور دونوں پاؤں اور دونوں کانوں اور دونوں فوطوں اور عورت

Marfat.com

کی دونوں چاتیوں اور چھاتیوں کی دونوں گھنڈیوں میں اور دونوں چوتڑوں میں پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوتڑوں کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اس میں حکومت عدل واجب ہے **وکذا فرج المرأۃ من الجانبین الدیۃ وفی ثدی الرجل حکومۃ عدل** اور اسی طرح عورت کی شرمگاہ دونوں جانب سے قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے م قطع شرمگاہ عورت میں استیصال شرط ہے کہ ہڈی تک پہونچے اور نہیں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی **وفی کل واحد من ہذہ الاشیاء المزدوجۃ نصف الدیۃ** اور ان دوہری چیزوں میں سے ایک چیز کے قطع میں نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹھ یا ایک بھوں یا ایک پاؤں یا ایک کان یا ایک نتھنا یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے میں نصف دیت ہے **وفی اشفار العینین الاربعۃ** جمع شفرۃ بضم الشین وتفتح الجفن او الہدب **الدیۃ** اذا قطعہا ولم تنبت اور آنکھ کے چاروں پلکوں میں کے بالوں میں پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکوں کے بال جڑ سے اکھڑیں اور پھر نہ جمیں شارح نے کہا اشفار جمع ہے شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اس کا جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالوں سے م اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالوں پر مجاز ہے اور دونوں میں سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اس واسطے کہ پلکوں اور ان کے بالوں میں پوری دیت ہے کیونکہ دونوں میں آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے **وفی احدہا ربعہا** اور ایک پلک میں چوتھائی دیت واجب ہے م ہر آنکھ میں دو پلک ہیں ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونوں آنکھوں میں چار پلک ہیں ولو قطع جفون اشفارہا فدیۃ واحدۃ لانہا کشئ واحد اور اگر قطع ہوں پلک ان کے بالوں کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اس واسطے کہ پلک اور ان کے بال ایک چیز کے مانند ہیں م شارح کو یوں کہنا واضح تر تھا الجفون باشفارہا کذا فی الطحطاوی وفی جفن لا شعر علیہ حکومۃ عدل لکن المعتمد ان فی کل دیۃ کاملۃ جفنا او شعرا اور اس پلک میں جس پر بال نہیں حکومت عدل ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اس کے بال م طحطاوی نے کہا غایۃ البیان میں یوں ہے کہ جس پلک میں بال نہیں اس میں حکومت عدل ہے مجھ کو معلوم نہیں کہ سوائے شارح کے قول معتمد مذکور کو کس نے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ میں بجائے شفرۃ کے شعرۃ بالغار ہے **وفی کل اصبع من اصابع الیدین والرجلین عشرہا** اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ م ابوداؤد اور نسائی میں ابو موسیٰ اشعری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں کذا فی العینی **وما فیہا مفاصل ففی احدہا ثلث دیۃ الاصبع ونصفہا** ای نصف دیۃ الاصبع **لو فیہا مفصلان** کالابہام اور جس انگلی میں مفاصل اور جوڑ تین ہیں تو ایک مفصل کے قطع میں انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف دیت ہے اگر انگلی میں دو جوڑ ہیں چنانچہ انگوٹھے میں **وفی کل سن** یعنی من الرجل اذ دیۃ سن المرأۃ نصف دیۃ الرجل جوہرۃ **خمس من الابل** او خمسون دینارا او خمسمائۃ **درہم** اور ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہے اس واسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیۃ لو حرا او نصف عشر قیمتہ لو عبدا دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں یعنی اگر آزاد ہے تو اس کی دیت کے دسویں حصہ کا نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہے تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ م دیت اس وقت ہے جب کہ جنایت خطا سے ہو اور اگر عمداً ہے تو اس میں قصاص ہے اور دیت میں سب دانت برابر ہیں

Marfat.com

بدلیل اس حدیث مرفوع کے جو بزازیہ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ سب دانت برابر ہیں کذا فی العینی فان قلت تزید حینئذ دیۃ الاسنان کلھا علی دیۃ النفس بثلثۃ اخماس قلت نعم ولا باس فیہ لانہ ثابت بالنص علی خلاف القیاس کما فی الغایۃ وغیرھا وفی العنایۃ ولیس فی البدن ما یجب بتفویتہ اکثر من قدر الدیۃ سوی الاسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتوں کی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سے تین پنجم حصے دیت کے میں کہتا ہوں کہ ہاں زیادہ ہوتی ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ وہ ثابت ہے نص حدیث سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہا میں مذکور ہے اور عنایہ میں ہے اور بدن میں وہ عضو نہیں ہے جس کے فوت کر ڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوائے دانتوں کے ہم آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہیں ۲۰ اضراس یعنی داڑھیں اور چار انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنے جو دانت کہ ہنسی کے وقت ظاہر ہو جاتے ہیں پھر جب ایک دانت میں دیت کا نصف عشر یعنے بیسواں حصہ واجب ہوا تو سب دانتوں میں پوری دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درم کذا فی الطحطاوی یا ایک سو ساٹھ اونٹ وقد توجد نواجذ اربعۃ فتکون اسنانہ ستا وثلثین ذکرہ القہستانی قلت وحینئذ فللکوسج دیۃ وخمسا دیۃ وبغیرہ امادیۃ ونصف او ثلثۃ اخماس او اربعۃ اخماس اور گاہے ہوتے ہیں چار نواجذ یعنی دندان خرد جن کو بعض اہل ہند عقل داڑھ کہتے ہیں تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہیں یہ ذکر کیا ہے قہستانی نے میں کہتا ہوں اور اس وقت میں کھوسے دانتوں میں ایک دیت واجب ہے اور دو خمس دیت کے اور کھوسے کے سوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہے یا تین خمس یا چار خمس دیت کے واجب ہیں ہم مغرب میں ہے کوسج یعنے کھوسا معرب ہے جس کے ذقن پر بال ہوں نہ رخساروں پر اور اصمعی نے کہا کوسج وہ ہے جس کے دانت کم ہوں اور یہی منقول ہے امام ابو حنیفہ سے قہستانی میں ہے کہ کوسج کے دانت ۲۸ ہوتے ہیں اور یہی شناخت ہے اس کی تو کھوسے کے دانتوں کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قہستانی میں ہے کہ اگر ۳۲ دانت اکھاڑے جاویں خطا سے تو دیت اور تین خمس واجب ہیں یعنے سولہ ہزار درم اور اگر ۳۱ دانت اکھاڑے جاویں تو دیت اور نصف دیت ہے یعنی پندرہ ہزار درم اور اگر ۳۶ دانت اکھاڑے جاویں تو دیت اور چار خمس واجب ہیں یعنے اٹھارہ ہزار درم کذا فی الطحطاوی وعلمت ان المرأۃ علی النصف فتنبہ اور چند بار تو معلوم کر چکا ہے کہ عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبردار رہیو وتجب دیۃ کاملۃ فی کل عضو ذہب نفعہ بضرب ضارب کید شلت وعین ذہب ضوءھا وصلب انقطع ماؤہ اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اس عضو میں جس کی منفعت جاتی رہے کسی مارنے والے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور بیکار ہو گیا اور آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدمے سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی وکذا لو سلس بولہ او احدبہ ولو زالت الحدوبۃ فلا شئ علیہ ولو بقی اثر الضرب فحکومۃ عدل اور اسی طرح پوری دیت واجب ہے اگر ضرب سے پیشاب اس کا جاری ہو گیا بند نہیں ہوتا یا اس کو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ زائل ہو گیا تو جانی پر کچھ نہیں اور کوبڑ جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اس میں حکومت عدل ہے وتجب حکومۃ عدل باتلاف عضو ذہب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہے اس عضو کے تلف کر ڈالنے میں جس کی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب ضارب سے پہلے بشرطیکہ اس عضو میں جمال اور خوشنمائی نہ ہو چنانچہ لنجا ہاتھ یعنی نہ اس میں منفعت ہے نہ خوشنمائی تو اس کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اور ارشہ کاملا ان کان فیہ جمال کالاذن الشاخصۃ ہو الطرش یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہے اگر عضو مفقود النفع کے ہونے میں جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ

Marfat.com

گوش مرتفع یعنے اونچا کان قطع کرنے میں م طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر کا شخوص ہے شاخصہ سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخوص یعنی طرش مذکور نہیں کیا انتہےٰ میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق کہ شاید شارح نے یوں کہا ہوگا وہو الاطرش یعنی درحالیکہ اونچے کان والا بہرا ہے سماعت نہیں رکھتا اطرش بروزن افعل[1] بمعنی گراں گوش لغت میں ثابت ہے عجب نہیں کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور واو حالیہ کتابت میں رہ گیا ہو وہو الاطرش کا محصل مفہوم نہیں ہوتا کیونکہ طرش یعنے گرانی گوش شخوص یعنی ارتفاع کی تفسیر نہیں ہوسکتی واللہ اعلم وسیجئ ما لو التصقہ فالتحم فی اواخر ہذا الفصل اور اس فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں وہ مسئلہ آوے گا کہ اگر عضو کو چپکایا پھر گوشت جم گیا

فصل فی الشجاج

یہ فصل ہے شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجۃ بما یکون بالوجہ والراس لغۃ اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو م شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے ذقن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریہ حموی نے کہا حکم خاص شجہ پر مرتب ہے اور جراحت یعنے مطلق جراحت ملحق بشجہ نہیں اس واسطے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو ان کے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیرہما فجراحۃ اسے تسمی جراحۃ وفیہا حکومۃ عدل مجتبیٰ ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ مسمی بجراحت ہے اور اس میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی المجتبیٰ والمسکین وہی اے الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصۃ بمہملات وہی التی تحرص الجلد اے تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحار مہملہ و دار مہملہ و صاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جس میں کھال مخدوش ہوجائے یعنی چھل جائے ہندی میں اس کو کھرونچا کہتے ہیں والدامعۃ بمہملات التی تظہر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ و عین مہملہ دامعہ وہ زخم ہے جس میں آنسو کے مانند خون نمودار ہوجائے اور خون کو نہ بہاوے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہاوے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کردے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الراس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہونچ جائے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحۃ التے توضح العظم ای تظہرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کردے یعنے جس میں کھال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی کھل جائے والہاشمۃ التے تہشم العظم اے تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کردے اس کے توڑنے کے بعد یعنے ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کردے کذا فی العینی والآمۃ التی تصل لام الدماغ وہی الجلدۃ التے فیہا الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہونچ جائے ام الدماغ اس کھال کا نام ہے جس کے اندر دماغ ہے یعنے بھیجا وبعدہا الدامغۃ بغین معجمۃ وہی التی تخرج[2] الدماغ ولم یذکرہا محمد للموت بعدہا عادۃ فتکون قتلاً لا شجا فعلم بالاستقراء بحسب الآثار انہا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھویں جراحت دامغہ ہے بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکال دے اور دامغہ کو محمدؒ نے مذکور نہیں کیا اس واسطے کہ اس کے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہ معلوم ہوگیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے ویجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لوغیر

[1] قاموس میں اطروش بالضم بزیادتی واؤ لکھا ہے اور صراح میں بدون واؤ کے مگر بروزن افعل کہیں نہیں لکھا یہ سہو ہے مترجم اول کا ۱۲

[2] اور ایک نسخہ میں تخرج ہے بجائے تخرج کے یعنے جو دماغ کو زخمی کردے ۱۲

اصلع والا ففیہا حکومۃ عدل لان جلدہ انقص زینۃ من غیرہ قستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع نہ ہو یعنی اس کے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اس میں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اس واسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہے آرائش میں کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ **وفی الہاشمۃ عشرہا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر** اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں **وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثہا** اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے ثم جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے زیلعی میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ نہیں ہو تا حلق کے اوپر انتہیٰ سراج وہاج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہونچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہونچے جہاں تک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اس کے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ران اور منہ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلۂ تناسل کا پیٹ تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحاوی **فان نفذت الجائفۃ فثلثاہا** لانہا اذا نفذت صارت جائفتین فیجب فی کل ثلثہا پھر اگر جائفہ نافذ ہو گیا یعنے پیٹ کا زخم پیٹھ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اس واسطے کہ جب جائفہ وار پار ہو گیا تو دو جائفہ ہو گئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہو گی **وفی الحارصۃ والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل** اذ لیس فیہا ارش مقدر من جہۃ السمع ولا یمکن اہدارہ فوجب فیہا حکومۃ عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اس واسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنے شارع کی جانب سے اور ان کا رائیگاں چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو ان میں حکومت عدل واجب ہوئی ثم مصنف عبد الرزاق میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ مادون موضحہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وہی ای حکومۃ العدل ان ینظر کم مقدار ہذہ الشجۃ من الموضحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جاوے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اس کی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہو گا یہ قول ہے کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ثم چونکہ موضحہ کی دیت شرعا نقل ثابت ہے شجاج سے لہذا اس کو مقیس علیہ ٹھہرایا چند کی مقدار کی تو صحیح یہ ہے کہ مثلاً باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کس قدر ہے تو اگر اس کی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہو گی اور اگر ربع تو ربع دیت واجب ہو گی وعلیہ القیاس وجہ تصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ اس میں رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی وقیل قائلہ الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ہذا الاثر ومعہ فقدر التفاوت بین القیمتین من الحر من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص الحر عشر قیمتہ اخذ عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دے کر بدون اس زخم کے اس کی قیمت مقرر کی جائے پھر اس زخم کے ساتھ اس کی قیمت معین کی جائے پھر جس قدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اس کی دیت سے لیا جائے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں حصہ لیا جاوے اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہو گئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے ہو ای ہذا التفاوت ہی ای حکومۃ العدل بہ یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر

والحاوی القدسی وغیرہا وجزم به فی المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین وہی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے م اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی وفی الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہ ورأس فحینئذ یفتی به ولو فی غیرہما او تعسر علی المفتی یفتی بقول الطحاوی مطلقاً لانه الیسر انتہی ونحوہ فی الجوہرۃ بزیادۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اسی صورت میں مستقیم ہے جب کہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اس وقت میں کرخی کے قول پر فتویٰ ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتویٰ دے مطلقاً اگرچہ جراحت چہرہ اور سر میں ہو اس واسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہیٰ مافی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت کے بیان کے ساتھ وقیل تفسیر الحکومۃ ہو ما یحتاج الیه من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی ان یبرء اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جس کی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک م طحطاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے **ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ** عمداً اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحہ عمداً میں م شجاج مافوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ میں بالاتفاق قصاص نہیں اور مادون موضحہ یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہوگا وما لا قود فیه یستوی العمد والخطاء فیه اور جن شجاج میں قصاص نہیں اس میں عمد اور خطاء دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمد میں واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضا ذکرہ محمد فی الاصل وہو الاصح درر ومجتبیٰ وابن الکمال وغیرہا لامکان المساواۃ بان یسبر غورہا بمسبار ثم یتخذ حدیدۃ بقدرہ فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہے ان شجاج میں بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہیں یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں یہ ذکر کیا ہے محمد بن حسنؒ نے اصل یعنے مبسوط میں اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ماقبل موضحہ کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر والمجتبیٰ وابن الکمال وغیرہا اس واسطے کہ شجاج مذکور میں برابری کرنا ممکن ہے اس طرح پر کہ زخموں کا عمق اور گہراؤ امتحان کیا جائے آلہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چیز لی جائے بقدر اس کے پھر اتنا قطع کیا جائے م کافی میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجروح قصاص یعنی زخموں میں قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی العینی واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا یقاد فیہا اجماعاً کما لا قود فیما بعدہا کالہاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع وعزاہ للجوہرۃ فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں سمحاق کو مستثنے کیا ہے تو اس میں بالاتفاق قصاص نہیں جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ میں بالاجماع قصاص نہیں اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبیٰ ولا قود فی جلد رأس وبدن ولحم خد[1] وبطن وظہر پھر زاہدی نے مجتبیٰ میں کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کھال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں م شاید کہ یہ قول غیر ظاہر الروایۃ ہے یا جلد راس سے فقط سمحاق مراد ہے عالم گیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن میں واقع ہیں ان میں حکومت عدل ہے جب کہ ہڈی کھل جائے یا ٹوٹ جائے بشرط بقاء اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہیں رہا تو شیخین کے نزدیک اس میں کچھ نہیں اور محمدؒ کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مصارف کی لازم ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی لطمۃ ووکزۃ ووجاءۃ اور نہ قصاص ہے طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب ید میں م عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم نہیں وفی سلخ جلد الوجہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال اکھاڑنے میں پوری دیت ہے **وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو مع الکف** لانه تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیوں

[1] ایک نسخہ میں خد کی جگہ الخد ہے ۱۲

Marfat.com

کے قطع میں نصف دیت ہے اگرچہ پانچوں انگلیاں ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہوں اس واسطے کہ ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے م نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچ ہزار درم ہے ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع میں نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہے ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنے اگر پاؤں کی انگلیاں آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہوں تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہے وفی قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان عشرہا او خمسہا لف ونشر مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع میں جس میں ایک انگلی یا دو انگلیاں ہیں دسواں حصہ دیت کا یا پانچواں حصہ دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک انگلی میں دسواں حصہ ہے اور دو انگلیوں میں پانچواں حصہ ولاشیٔ فے الکف عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع فانہ لاشیٔ فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچھ واجب نہیں قطع کف میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف میں تین انگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچھ واجب نہیں بالاتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے م یعنی جس طرح کف میں کچھ واجب نہیں جب کہ پانچوں انگلیاں قطع ہوں تو اسی طرح تین انگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچھ نہیں ہے اور یہ مراد نہیں کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہے اس واسطے کہ متن میں مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی میں دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی ضرب ید رجل وبرئی الاانہ لایصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یوخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وہکذا واقرہ المصنف اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہ کہ اس کا ہاتھ گردن کے پیچھے نہیں پہونچتا تو بقدر نقصان وصول کے پوری دیت سے لیا جاوے گا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہوں گے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا ہے ولو قطع مفصلاً من الاصبع فشل الباقی او قطع الاصابع فشل الکف لزم دیۃ المقطوع فقط وسقط القصاص فافہم وان خالف الدرر کذا ذکرہ الشرنبلالی وسیجیٔ متنا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہو گئی یا انگلیاں قطع کیں سو ہتھیلی خشک ہو گئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہو گی اور قصاص ساقط ہو گا سو اس کو سمجھ لے اگرچہ یہ قول درر کے مخالف ہے ایسا بیان کیا ہے شرنبلالی نے اور آگے متن میں آوے گا م نہایہ میں شرح طحاوی سے اجماعی مسئلہ یوں مذکور ہے کہ جو عضو شل ہو گیا اس کی دیت واجب ہے اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہے اور زیلعی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہو گئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر لائق انتفاع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدۃ وعین الصبی وذکرہ ولسانہ ان لم یعلم صحتہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور صغیر کی آنکھ اور آلہ تناسل اور اس کی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت وسلامتی اس کی معلوم نہ ہو آنکھ میں تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے سے اور زبان میں بولنے سے م زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پھر جب وجود منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب نہ ہو گی حکومت عدل واجب ہو گی فان علمت الصحۃ فکبالغ فی خطاء او عمد اثبت بینۃ او باقرار الجانی وان انکر او قال لا اعرف صحتہ فحکومۃ العدل جوہرۃ پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہے خطا یا عمد میں جب کہ گواہی سے

[1] ایک نسخہ میں حنزی کی جگہ تحد ہے ۱۲

Marfat.com

جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہے میں اس کی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجوہرۃ
ودخل ارش موضحۃ اذہبت عقلہ او شعر راسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی الکل کمن قطع اصبعا فشلت الید اور اس موضحہ کی دیت
ں کے صدمہ سے عقل اس کی یا اس کے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاوے گی بسبب داخل ہونے جزء
کے کل میں مانند اس شخص کے جس نے انگلی دوسرے کی قطع کی پس اس کا ہاتھ خشک ہو گیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو
جاوے گی م عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اس واسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہیں تو
یا وہ مردہ ہو گیا کذا فی المنح وان ذہب سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانہا کاعضاء مختلفۃ بخلاف العقل لعود نفعہ للکل اور اگر جراحت موضحہ
سے اس کی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت میں داخل نہ ہو گی اس واسطے کہ سماعت اور بصارت اور
گویائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اس واسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کی طرف رجوع کرتا ہے م جب سمع اور بصر اور گویائی
منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہو گئے تو ایک دوسرے میں داخل نہ ہو گا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ
جدا واجب ہو گی ولا قود ان ذہبت عیناہ بل الدیۃ فیہما خلافا لہما اور قصاص نہیں اگر موضحہ سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں بلکہ
دونوں میں یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہو گی برخلاف صاحبینؒ کے م صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھوں میں دیت
ہے ولا بقطع اصبع شل جارہ خلافا لہما اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جس کے پاس دوسری انگلی خشک ہو گئی بلکہ دونوں
عضو کی دیت واجب ہو گی برخلاف صاحبینؒ کے یعنی ان کے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحاوی ولا
بقطع مفصلہ الاعلی فشل ما بقی من الاصابع بل دیۃ المفصل والحکومۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جس کا مفصل
اعلی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہو گئیں بلکہ مفصل کی دیت اور ما بقی میں حکومت عدل واجب ہے م یہ وہ مسئلہ ہے جس کو شارح نے کہا تھا
متن میں آوے گا ولا قود بکسر نصف سن اسود او اصفر او احمر باقیہا بعد کسرہا بل کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ المضغ والا فلو مما یری
حالۃ التکلم فالدیۃ ایضا والا فحکومۃ عدل زیلعی فقول الدرر والا فلا شیء فیہ فیہ ما فیہ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جس کا نصف
باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہو گیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہو گی جب کہ چبانے کی منفعت فوت ہو جائے اور اگر چبانا فوت
نہ ہو گا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تو
درر کے یوں کہنے میں کہ اگر چبانا فوت نہیں ہے تو اس میں کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہے م خلل یہ ہے کہ اس میں نفی مطلق مذکور ہے
حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ باوجود عدم فوت مضغ اگر نظر آتا ہو تو دیت ہے بدنمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہے کما صرح الزیلعی
ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلین متباینین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الاخر ومتی وقعت علی محل واتلفت شیئین فارش احدہما
یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقت جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں
تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جب کہ جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف
کر دے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جائے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے م زیلعی میں ہے کہ امامؒ کے نزدیک
قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہو گا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبینؒ کے نزدیک دو عضو
میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہے تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحاوی ویجب الارش علی من اقاد سنہ

Marfat.com

بعد مضی حول ثم نبتت بعد ذلک لتبین الخطأ حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہے اس شخص پر جس نے اپنے دانت کا قصاص لیا
سال گزرنے کے بعد پھر بعد اس کے اس کا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفائے قصاص میں اس وقت اور قصاص
لینے والے کا قصاص ساقط ہے شبہ کے سبب سے یعنے قصہ وجب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی والزیلعی فی اقتصاص العین والمنقلۃ
حولا وکذا لو ضرب سنہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لا یؤجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ من النہایۃ الصحیح تاجیل
البالغ لیبرأ لا الی سنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسی طرح انتظار کرنا
چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اس میں تاجیل
اور انتظار نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور کہا ہے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اس قول سے جس کو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول
صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ کی اس کے چنگے ہو جانے کے واسطے ہے نہ تاجیل ایک سال کی اس واسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر الوقوع ہے
وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اس سے تاجیل الی الصحۃ ہے لیکن تعبیر بلفظ صحیح اس
کے مفید ہے کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہے عالمگیریہ میں ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے
ایک سال انتظار نہ کرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت میں اور صحیح پہلا قول ہے انتہی اور ندرت ثابت کی تعلیل اس کی مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک
دانت میں ایک سال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحطاوی او قلعہا فردت ای ردہا صاحبہا الی مکانہا ونبت علیہا اللحم لعدم عود العروق
کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا سو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اس کو رکھ دیا اور اس پر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت
واجب ہے اس واسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جس طرح پہلے تھیں وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالتہا الاولی فی المنفعۃ والجمال
لا شیئ علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھ واجب نہیں
جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسی طرح
کان جب کہ اس کو قطع کے بعد چپکایا یعنے ملکے دے کر سو گوشت سے جم گیا دیت واجب ہے اس واسطے کہ پھر ولیسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا
کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما مگر یہ کہ دانت اکھاڑا گیا پھر وہاں دوسرا دانت جم
اٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے برخلاف صاحبین کے صاحبین کے نزدیک بالغ
کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت ہے اس واسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم اٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالی
کی طرف سے ہے ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اس میں حکومت عدل ہے ولو نبتت الی النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر
نصف تک دانت جما تو اس پر نصف دیت واجب ہے ولا شیئ فی ظفر نبت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اٹھا جس طرح کہ پہلے تھا
اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جما تو اس میں حکومت عدل ہے اس واسطے کہ شرع میں اس کی دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاختیار
او التحم شجۃ او التحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لا شیئ کیہ یا سر کا زخم بھر کر چنگا ہو گیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے
کی ضرب سے چنگا ہو گیا اور اس کا نشان باقی نہ رہا تو اس میں کچھ دیت نہیں اس واسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی اور زوال نفع ہے سو
چنگے ہونے اور نشان مٹ جانے سے زائل ہو گیا اور فقط درد کسی شے کا موجب نہیں جیسے ضرب دردناک غیر فاحش میں اور دشنام
مولم میں کچھ دیت نہیں ہاں تعزیر میں حاکم کو اختیار ہے وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومۃ عدل وقال محمد قدر ما لحقہ من النفقۃ الی

Marfat.com

ان برأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدواء اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہے یعنے حکومت عدل ہے اور محمدؒ نے کہا جس قدر زخمی کو خرچ لائق ہوا ہے صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسفؒ ارش الالم باجرۃ الطبیب والمداواۃ فعلیہ لاخلاف بینھما قالہ المصنف وغیرہ قلت وقد قدمنا نحوہ عن المجتبٰی وذکر ہنا عنہ روایتین فتنبہ اور طحاوی کی شرح میں ہے ابو یوسف کے قول یعنے خونبہائے درد کی تفسیر اجرت طبیب اور مداوات واقع ہوئی ہے تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے قول میں مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور البتہ مانند اس کے ہم پہلے ذکر چکے ہیں مجتبے سے صاحب مجتبی نے اس مسئلہ کی شرح میں ابو یوسف سے دو روایتیں مذکور کی ہیں سو خبردار رہیو دو روایتوں سے ایک روایت محمد کے موافق ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کی جائے پھر اس کی قیمت اس درد کے ساتھ کی جائے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہے کذا فی الطحطاوی ولایقاد جرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی اور قصاص نہیں لیا جاتا زخم کا مگر اس کے چنگے ہو جانے کے بعد برخلاف شافعی کے م مسند احمد اور دار قطنی میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جب تک زخمی چنگا ہو جائے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جراحات میں انجام ان کا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مر جائے تو اب جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدوں صحت کے نہیں معلوم ہو سکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطاء بخلاف السکران والمغمٰی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بدفہم اور بیہوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غش والے کے کہ ان کا عمد خطا نہیں و علی عاقلۃ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاکثر ولم یکن من العجم والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد میں اس کے مددگاروں پر دیت ہے اگر دیت بیسویں حصہ تک پہونچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہ ہو یعنے عربی ہو اور اگر بیسویں حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال میں دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد میں نہ کفارہ ہے نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے م کفارہ اس واسطے نہیں کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہیں اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے نہیں ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فیما علقتہ علے الملتقی اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص میں قتل کیا جاوے گا اور بعضوں نے کہا کہ قتل نہ ہوگا اور اس کا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح میں ہے صبی ضرب سن صبی فانتزعھا ینتظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم ینبت فعلے عاقلۃ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحقیقہ فے المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اس کو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اس کے مددگاروں پر دیت ہے اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہے تو خود اس کے مال میں دیت ہے اور ہم عجمیوں کے دیت کی تحقیق بیان کریں گے کتاب المعاقل میں تتمۃ فائدہ مفردۃ حکومۃ العدل لا تتحملھا العاقلۃ مطلقا علی الصحیح کما فی تنویر البصائر معزیا للتتارخانیۃ حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانی کے مددگار متحمل نہیں ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر میں ہے منسوب بفتاوی تاتارخانیہ

فصل فے الجنین

یہ فصل ہے بچہ شکمی کے مسائل میں جنین اس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ میں ہے ضرب بطن امرأۃ حرۃ حامل تخرج الامۃ والبھیمۃ ویجیٔ حکمھا قلت بل الشرط حریۃ الجنین دون امہ کامۃ علقت من سیدھا او من المغرور ففیہ الغرۃ علے العاقلۃ درر عن الزیلعی فالعجب من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا تار

نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہو گیا اور دونوں کا حکم آگے آوے گا میں کہتا ہوں بلکہ بچہ شکمی کا آزاد ہونا شرط ہے
نہ اس کی ماں کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اس کے بچہ مر جانے میں غرّہ یعنی دیت ہے
قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہے کہ اس نے حریت جنین کی شرط کو کیوں کر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب
درر کی کثرت متابعت کرتا ہے یہاں اس کے مخالف بیان کیوں کیا م ضرب شکم مثال ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر
میں ہے کہ ضرب جنین کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی **ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او مجوسیۃ** او زوجۃ **فالقت جنینا میتا حراً وجب
علی العاقلۃ غرۃ** غرۃ الشہر اولہ وہذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو مضروب
سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہے شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہے اول شہر سے اور یہ
دیت جس کا غرہ نام ہے اول مقادیر دیات سے ہے م شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بضم غین معجمہ وتشدید را عبارت ہے عمدہ مال سے
چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اس واسطے کہ اس میں
غلام کا دینا واجب ہے اور غلام کو غرہ کہتے ہیں اور یہ دوسری وجہ تسمیہ شارح کے موافق مذکور ہے کذا فی العینی **نصف عشر الدیۃ** ای دیۃ الرجل
لو کان الجنین ذکراً وعشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منہما خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہے دیت کے بیسویں حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسواں حصہ اگر
جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسواں حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونوں پانسو درم ہیں م مرد کی دیت دس ہزار درم ہے تو اس
کا بیسواں حصہ پانسو درم ہے اور عورت کی دیت پانچ ہزار درم ہے تو اس کا بھی دسواں حصہ پانسو درم ہوا **فی سنۃ** وقال الشافعی فی
ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ ولنا فعلہ صلے اللہ علیہ وسلم جنین مردہ میں غرہ یعنی پانسو درم واجب ہیں قاتل کے عاقلہ پر ایک سال
کے اندر اور امام شافعیؒ نے کہا تین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہیں اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال میں واجب ہے اور ہماری
دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے م معجم طبرانی میں حدیث طویل سے مروی ہے غرۃ[1] عبد اوامۃ اوخمسمائۃ اور صحیحین میں ابی بکرہ سے
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کے جنین میں غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اس میں ۵۰۰ کا ذکر نہیں اور محمد بن حسن
کے موطا میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنین میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ
کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ میں جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین میں عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی **فان القتہ
حیا فمات ففدیۃ کاملۃ** پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مر گیا تو پوری دیت واجب ہے ضارب پر **وان القتہ میتا فماتت الام فدیۃ فی
الام وغرۃ فی الجنین** لما تقرر ان الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اس کی مر گئی تو ماں میں دیت واجب ہے
اور بچہ میں غرہ اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ فعل متعدد ہو جاتا ہے اپنے اثر کے تعدد سے م چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا سو اس سے پار ہو کر
دوسرے کو قتل کیا تو تیر انداز پر دو دیتیں واجب ہیں اگر دونوں فعل از راہ خطا ہیں اور اگر اول عمد ہے تو قصاص اور دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی
وصرح فی الذخیرۃ بتعدد الغرۃ لو میتین فاکثر انتہی قلت وظاہرہ تعدد الدیۃ فلم ار فلیراجع اور ذخیرہ میں تعدد غرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچے مردہ
ہو کر ساقط ہوں یا زیادہ انتہی ما فی الذخیرۃ میں کہتا ہوں اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہے اور میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا
تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے م جوہرہ میں ہے کہ اگر حاملہ دو جنین گرا دے تو دو غرہ واجب ہیں اور اگر ایک زندہ نکل کر مر جاوے اور

[1] یعنے بچہ مردہ میں غرہ ہے غلام ہو وے یا لونڈی یا پانسو درم ۱۲

Marfat.com

دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہے ضارب پر اور اگر ماں مرگئی پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط ماں کی دیت واجب ہے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتیں واجب ہیں کذا فی الطحاوی وان ماتت فالقتہ میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی غرۃ ودیۃ اور اگر ماں مرگئی اور اس نے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہے اور امام شافعیؒ نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہے م امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ظاہرا ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیوں اس کا جینا اس کے جینے سے ہے اور اس کا دم لینا اس کے دم لینے سے تو جنین کی موت اس کی ماں موت سے ثابت ہوتی ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہیں ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ دیتان کما اذا القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتیں واجب ہیں چنانچہ اس صورت میں دو دیتیں واجب ہیں جب کہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونوں مرگئے وما یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ وترث منہ امہ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہے وہ موروث ہے یعنی جنین کے وارث اس کو بطریق میراث کے پاویں گے اور اس کی ماں اس کی میراث پاوے گی ولا یرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطن امرأتہ فالقت ابنہ میتا فعلی عاقلۃ الاب غرۃ ولا یرث منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث پاوے گا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اس کے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اس کا غرہ سے میراث نہ پاوے گا اس واسطے کہ وہ قاتل ہے یعنی قاتل ہے ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے میراث مقتول کی نہیں نص سے وفی جنین الامۃ الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا وعشر قیمتہ لو انثی لما تقرران دیۃ الرقیق قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اس کی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے اگر جنین مونث ہے اس واسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ مملوک کی دیت اس کی قیمت ہے م تعیین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اس کے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کی اس مکان میں اتنی قیمت ہوئی اسی حساب سے بیسواں یا دسواں حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہے مونث میں وہ زیادہ تر ہو مذکر واجب سے اس واسطے کہ دہم اکثر ہے بستم سے اس کا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا ولا یلزم زیادۃ الانثی لزیادۃ قیمۃ الذکر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالباً م یعنی اس واسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلاً اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اس کے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو اب بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسویں حصہ سے کم نہ ہوگا کذا فی صدر الشریعۃ وفیہ اشارۃ الی انہ اذا لم یبن الوقوف علی کونہ ذکرا او انثی فلا شیٔ علیہ اور مذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے اس طرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہ ہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں م طحاوی نے کہا کہ اس میں شارح تابع ہوگیا ہے قہستانی کا اور محشی میں یوں مذکور ہے کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہ ہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے خنثے مشکل کے مانند انتہیٰ عینی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہ ہو تو متیقن ماخوذ ہے خنثی مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے خنثی مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسی طرح یہاں یقینی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہیٰ کما لو القی بلا راس لانہ انما یجب القیمۃ اذا نفخ فیہ الروح ولا تنفخ من غیر راس ذخیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدوں سر کے تو اس میں کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ قیمت تو اسی صورت میں واجب ہوتی ہے جب کہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدوں سر کے نہیں کذا فی الذخیرۃ فی مال الضارب للامۃ حالا جنین مملوک میں اس کی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اس شخص کے مال میں واجب ہے،

Marfat.com

فی الحال جس نے لونڈی کو مارا م ضارب کے مال کے واسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت مملوک کی واجب نہیں اور اس مال کا مالک لونڈی
کا مالک ہے نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا وقد نقصتہا الولادۃ فعلیہ قیمۃ الجنین لا نقصانہا لو بقیمتہ ما جبرہ والا فعلیہ اتمام ذلک
مجتبے اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی
کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہ ہوگا تو ضارب پر اس
کا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبی م مثلاً لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہو گئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم
ہے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور اگر جنین کی قیمت ۲۵ درم ہے تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے
بھی دینے لازم ہوں گے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف رح نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر
لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر الشریعۃ ولا یخفی
انہا للمولی اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اس کی ماں کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعۃ اور یہ تو مخفی نہیں
ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے فان حررہ ای الجنین سیدہ بعد ضربہ ضرب بطن الامۃ فالقتہ حیا فمات ففیہ قیمتہ حیا للمولی لا دیۃ
وان مات بعد العتق لان المعتبر حالۃ الضرب پھر اگر جنین کو اس کے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرایا
پھر وہ مر گیا تو اس میں بچہ زندہ کی قیمت مالک کے واسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مر گیا ہو اس واسطے کہ وقت ضرب
کا اعتبار ہے یعنے قتل اس کا ضرب سابق سے ہے اور وقوع ضرب حالت رق میں ہوا تھا کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلثۃ تجب دیۃ وہو
روایۃ عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام
بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا زیلعی ان وقع
میتاً اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی م نفی وجوب اس واسطے ہے کہ
کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کاملہ میں تو اس کے غیر میں متعدی نہ ہوگا وجہ استحباب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا
اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایۃ وشروحہا وان خرج حیا ثم مات ففیہ الکفارۃ کذا صرح بہ فی الحاوی القدسی وہو مفہوم
من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیۃ حینئذ فتجب الکفارۃ فیہ مما لا یخفی علیہ فخفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر وہ مر گیا اس میں ضارب پر کفارہ ہے
اسی طرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنے زندہ کرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہاء کے کلام سے اس لئے کہ فقہاء نے درصورت زندہ
جنین اور پھر اس کے مر جانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اس میں چنانچہ یہ امر مخفی
نہیں تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنے اس واسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں وما استبان بعض خلقہ کظفر وشعر کتام
فیما ذکر من الاحکام کعدۃ ونفاس کا مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے
مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہو چکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گزر گیا۔ وضمن الغرۃ عاقلۃ ام
حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم تکن لہا عاقلۃ ففی مالہا فی سنۃ ایضا صدر الشریعۃ ولا اثم ما لم یستبن بعض خلقہ ومرفی نظما اسقطۃ میتا
عمداً بدوا ء او فعل کضربہا لبطنہا بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کر دیا عمداً بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا
کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مار کے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ نہ

Marfat.com

عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعۃ اور عورت گنہگار نہ ہوگی اسقاط سے جب تک جنین کا بعض ظاہر نہیں ہوا اور یہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم مذکور ہو چکا ہم شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار ہوگی اس واسطے کہ کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا مگر جب کہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضاء بدن ظاہر نہ ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن اولم تتعمد لا غرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اس کے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہو گیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم تعدی کے سبب سے یعنی دونوں صورتوں میں عورت ماخوذ نہیں م زیلعی اور صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے صحیح پر اس واسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں وتمامہ فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرت امرأۃ ففعلت لا تضمن المامورۃ اور اگر عورت نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اس نے گرایا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں واما ام الولد اذا فعلتہ بنفسہا حتی اسقطتہ فلا شیء علیہا لاستحالۃ الدین علی مملوکہ مالم یستحق فحینئذ تجب للمولی الغرۃ لانہ مغرور اور ام ولد جب کہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اس پر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنے غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہو سکتا جب کہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہ ہو پھر جب کہ وہ دوسرے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ ثابت ہے اس واسطے کہ وہ مغرور ہے یعنے فریب خوردہ ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف اپنے ملک جان کر خرید وغیرہ کے سبب سے م ولد مغرور کی صورت یہ ہے کہ لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہو گئی پھر لونڈی نے گرایا دوا سے ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے واسطے جاریہ اور اس کے عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیوں وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو یا لونڈی اس کو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریۃ مختصراً وفی الواقعات شربت دواء لتسقط عمداً فان القتہ حیاً فمات فعلیہا الدیۃ والکفارۃ وان میتاً فالغرۃ ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمداً گرا دے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اس کے مر گیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہ ہوگی وتجب فی جنین البہیمۃ ما نقصت الام ان نقصت وان لم تنقص الام لا یجب فیہ شیء سراجیۃ اور جانور کے بچہ گرانے میں نقصان واجب ہے اگر ولادت سے اس کی قیمت ناقص ہو گئی ہو اور اگر ماں میں نقصان نہیں ہوا تو اس میں کچھ بچہ کی عوض واجب نہیں کذا فی السراجیۃ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی البزازیۃ ضرب بطن امرأتہ بالسیف فقطع البطن ووقع احد الولدین حیاً مجروحاً بالسیف والآخر میتاً وبہ جراحۃ السیف وماتت ایضاً یقتص لاجل الزوجۃ لانہ عمد وعلی عاقلتہ دیۃ الولد الحی اذا مات وتجب غرۃ الولد المیت لانہ لما ضرب ولم یعلم بالولدین فی بطنہا کان الضرب خطأ بزازیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اس کے پیٹ کو کاٹا اور اس کے پیٹ سے دو بچوں میں سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اس پر تلوار کا زخم نمودار ہے اور عورت بھی مر گئی تو مرد سے قصاص لیا جاوے گا زوجہ کے سبب سے اس واسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جب کہ وہ مر گیا ہو اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اس واسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اس کے پیٹ کے دو بچوں کو نہ جانتا تھا تو یہ ضرب ازراہ خطا کے ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر

باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ

یہ باب ہے ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور بنا دے لما

ذکر القتل مباشرۃ شرع فیہ تسببا فقال جب کہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہے س
اس نے اگلا قول کہا م قتل بطریق مباشرت کے یہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہ ہے کہ مثا
دیوار بنائی اور اس کے نیچے دب کر کوئی مرگیا اخرج الی طریق العامۃ کنیفا ہو بیت الخلاء او میزابا او جرصنا کبرج وجذع دمم عل
حوض طاقۃ ونحوہا عینی او دکانا جاز احداثہ ان لم یضر بالعامۃ ولم یمنع منہ فان ضر لم یحل کما سیجیٔ شارع عام میں پاخانہ اور سنڈاس یا پ
نکالا یا جرصن بنایا چنانچہ برج اور چھجا اور چھتا بیش طاق کا حوض یا مانند اس کے اور چیز کذا فی العینی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ س
ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہ ہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پھر اگر مضر ہوگا تو اشیائے مذکورہ کا بنانا حلال نہ
چنانچہ آگے آوے گا م جرصن بضم میم وصاد وسکون راء مہملہ وتخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اس کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض
نے کہا جرصن برج ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلا
نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الطحطاوی ولکل واحد من اہل الخصومۃ ولو ذمیا منعہ ابتداء ومطالبتہ بنقضہ ورفعہ بعدہ ای بعد البناء س
کان فیہ ضرر او لا وقیل انما ینقض بخصومتہ اذا لم یکن لہ مثل ذلک والا کان تعنتا زیلعی اور اگر اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو
کا روک دینا ابتداء سے اور اس کے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بن چکنے کے بعد جائز ہے خواہ اس میں ضرر ہو یا نہ ہو اور صفار کا قول ضعیف یہ س
کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اس وقت ہے جب کہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا فی الزیلعی م ا
نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول راہ کے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث خ
میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو مضر نہ ہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی م
کرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امامؒ کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگر کسی
مضر نہ ہو بشرطیکہ اس نے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ ابتداء میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے ک
بعد توڑنے کا اختیار نہیں اور محمدؒ نے کہا کہ اگر مضر نہ ہوتا ہو تو نہ منع کرنے کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آ
اور ذمی ہے اس واسطے کہ شارع عام میں ان کو چلنے کا اور اپنے جانوروں کو چلانے کا اختیار ہے تو خصومت[۱] نقض کا بھی اختیار ہوگا برخلا
غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا بنی لنفسہ بغیر اذن الامام یہ تمام مذکور اس وقت ہے جب
شارع عام میں اپنے ذات کے واسطے بنایا ہو بدوں حکم سلطان کے م سو اگر حکم سلطانی ہوگیا ہو تو اب کسی کو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطا
مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو مضر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور باوجود اس کے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ حموی میں
مسکین اور شمنی میں یوں ہے کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خوف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی زاد الصفار ولل
للمطالب مثلہ صفار نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہ ہو تب خصومت درست ہے م یہ بھی قول ضعیف ہے جو مذکو
چکا تو اعادہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی وان بنی للمسلمین کمسجد ونحوہ او بنی باذن الامام لاینقض اور جب کہ شارع عام میں
مسلمین کے واسطے مکان بنایا گیا چنانچہ مسجد اور مانند اس کے یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نہ جائے گا م فقہا کے کلام سے صریحاً معلوم ہوتا
کہ مسجد کا بنانا راہ میں در صورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا تو منع اور رفع ا

[۱] نالش توڑنے کی ۱۲

Marfat.com

وارد ہوگا کما لا یخفی اور اس پر دلیل اگلا قول ہے کہ جو سب کو مضر کرے اس کا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نہ رکھا جاوے گا
امام کے اذن سے ہو یا نفع مسلمین کے واسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی **وان کان یضر بالعامۃ لا یجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام**
ر ولا ضرار فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اس کا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار
اسلام یعنی ضرر پہونچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کا طریقہ نہیں م یہ حدیث جابر سے طبرانی میں اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس
ابن ماجہ میں اور ابو سعید خدری سے مستدرک حاکم میں اور ابوہریرہ سے دار قطنی میں اور عائشہ صدیقہ سے دار قطنی میں مروی ہے باختلاف
الفاظ ابن اثیر[1] نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہونچاوے یعنی اس کی حق تلفی نہ کرے
ضرر کی جزا دے اس کو ضرر پہونچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تجھ کو اس میں نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ
دوسرے کو تو مضرت پہونچاوے اور تجھ کو اس میں کچھ نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ایک طرف سے ہے اور ضرار دونوں طرف سے
اور بعضوں نے کہا ضرر اور ضرار متحد المعنے ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ عنایہ میں اکمل نے کہا لا ضرر ابتداء ولا ضرار
یعنی بدلا لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ ضرار بمعنی مضارۃ ہے یعنے تو اس کو ضرر پہونچاوے جس نے تجھ کو
پہونچایا واللہ اعلم **والقعود فی الطریق لبیع وشراء یجوز ان لم یضر باحد والا لا علی ہذا التفصیل** السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خرید
کے واسطے جائز ہے اگر کسی کو ضرر نہ ہوتا ہو اور نہیں تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق کے م قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں درخت
کا وہذا فی النافذ **وفی غیر النافذ لا یجوز ان یتصرف باحداث مطلقا** اضرہم اولا **الا باذنہم** لانہ کالملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث
شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقا جائز نہیں خواہ
وہ احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نہ کرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اس واسطے کہ کوچہ غیر نافذہ ان کی ملک خاص کی مانند
م شارح اس تعبیر میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جہل حالہ ان
حدیثا لو فی الطریق العامۃ وقدیما لو فی طریق الخاصۃ برجندی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدۂ کلیہ اس احداث میں جس کا قدیم اور جدید
معلوم نہیں یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی م تو اگر احداث جدید ہے
کا اس کو توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسی کو توڑنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی **فان مات احد من الناس لسقوطہا**
فدیتہ علی عاقلتہ ای عاقلۃ المخرج لتسببہ پھر اگر کوئی آدمی اشیائے مذکورہ کے اس پر ساقط ہونے سے مرگیا تو اس کا خونبہا مکان
بنانے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اس کی سبب سازی کے یعنے مسبب ہلاکت بانی مکان ہے لہذا اس کے مددگاروں پر دیت
ہوئی **کما تدی العاقلۃ لو حفر بئرا فی طریق او وضع حجرا** او ترابا او طینا ملتقی **فتلف بہ انسان** لانہ سبب جیسے عاقلہ پر دیت دینا
واجب ہوتا ہے اگر کنواں کھودا راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقے سو اس کے سبب سے کوئی آدمی مرگیا اس
واسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا **فان تلف بہ** ای بواحد من المذکورات **بہیمۃ ضمن** نے مالہ **ان لم یاذن بہ الامام** پھر اگر ایک
چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنے بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے
مال میں تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اس کا اذن نہ دیا ہو م وجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اس واسطے تاوان لازم نہ ہوا کہ عاقلہ پر

[1] ابن اثیر نے ضرار کو اضرار باب افعال سے روایت کیا ہے اور معنے اس کے وہی لکھے ہیں جو مترجم اول نے درج کئے ہیں ۱۲

Marfat.com

نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہ ہوگا عدم تعدی کے سبب سے ا
کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ وہ نائب ہے خلق اللہ کا تو اس کا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قہستانی میں
اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچہ میں تو عدم اذن امام راجع ہے اول کلام تک یعنے فان مات احد تک کذا فی ا
فان اذن الامام فی ذلک اومات واقع فی بئر طریق جوعا اوعطشا اوغما لاضمان به یفتی خلافا لمحمد پھر اگر سلطان نے اس میں یعنی
وغیرہ کے احداث میں اذن دیا اور کوئی شخص مرگیا یا راہ کے کنوئیں کا گر پڑنے والا بھوک یا پیاس یا غم سے مرگیا تو تاوان نہیں اسی قو
فتوی ہے برخلاف محمد کے کہ ان کے نزدیک سب صورتوں میں ضمان ہے م غم سے یہاں مراد دم کا رکنا ہے کنوئیں کی ہوا سے ان اشیاء
اس واسطے نہ ہوا کہ کنوئیں کا گرنے والا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وقوع کے س
مرجائے کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتله فلا ضمان اصلا لکونه فی ملکه فلم یکن متعدیا وان
ساقط ہوا سو پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار میں داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اس کو قتل کیا تو اصلا ضمان نہیں اس واسطے کہ پرنالہ کی طرف داخلی تو
خانہ کے ملک میں ہے تو مالک خانہ کی تعدی نہ ہوئی جو اس پر تاوان آتا وان اصابه الخارج او وسطه بزازیة فالضمان علی واضع
اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اس کا درمیان کسی کے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے والے پر ضمان واجب ہے اس کی تعدی کے سبب
م تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا میں اس نے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لنبا پرنالہ لگانے میں ضرورت بھی نہیں اس واسطے کہ دیوار
پرنالہ ہو سکتا ہے کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اس صورت میں ہے جب کہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو
ہو چکا اور تعدی کی تعلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل آئندہ میں انتہے ولو ...
مستعیرا او غاصبا ضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف
المائل کما بسطه الزیلعی اور ضمان باطل نہیں ہوتا اس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنے فعل واضع
موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے م خلاصہ زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اس واسطے ہے
کا منسوخ نہیں ہو گیا اس کی ملک زائل ہونے سے برخلاف دیوار مائل جب کہ اس کو بیچا اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری میں دیوار گر پڑی
مرگیا تو نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اس لئے کہ مشتری پر اشہاد نہیں ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق میں اشہاد اول باطل ہو گ
ہے کذا فی الطحطاوی ولو اصابه الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعه النصف وهدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منه
ضمن النصف استحسانا زیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونوں طرفیں داخلی اور خارجی پڑیں اور وہ ہلاک ہو گیا اور وہ یعنی دونوں طر
پر گر پڑنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہے اور نصف دیت باطل اور رائیگاں ہے اور اگر معلوم نہیں کہ دونوں طر
سے کون سی طرف اس پر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی م قیاس یہ تھا کہ درصورت عدم
نہ ہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہیں شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال
ضمان ہو سکتا ہے اور دوسرے حال میں کچھ بھی نہیں ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعه آخر فعطب به
ضمن لان فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جس نے کنارے پر کر دیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ میں رکھا تھا پھر اس پتھر سے
ٹھوکر کھا کے مرگیا تو کنارے پر کرنے والا ضمان دے گا اس واسطے کہ اول شخص کا فعل یعنے راہ میں رکھنے والے کا منسوخ ہو گیا

Marfat.com

شخص کے فعل سے یعنے تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول کمن حمل علی راسہ او ظہرہ شیئا فی الطریق فسقط منہ علی آخر او دخل بحصیر او
قندیل او حصاۃ فی مسجد غیرہ ای جعل فیہ حصی او بواری ابن کمال او جلس فیہ لا للصلوۃ ولو لقرآن او تعلیم فعطب بہ احد کالمحمی ضمن
خلافا لہما اس شخص کے مانند جس نے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ میں سو اس میں سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا پتھری
غیر کی مسجد میں لے گیا یعنے مسجد میں پتھریوں یا چٹائیوں کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوائے نماز اور نفل کے واسطے مسجد میں بیٹھا اگرچہ قرآن یا
تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اس کے سبب سے تلف ہو گیا چنانچہ اندھا چٹائی میں اولجھ کر یا پتھریوں میں ٹھوکر کھا کر مر گیا تو حامل یا مدخل
یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا یضمن من سقط منہ رداء لبسہ علیہ ضمان لازم نہ ہوگا اس شخص پر جس پر سے وہ چادر گر پڑی
جس کو وہ اوڑھے تھا اور اس کے سبب سے کوئی تلف ہو گیا م حامل اور لابس میں فرق یہ ہے کہ حامل شے اس کی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو
تقیید بالسلامۃ میں اس پر کچھ حرج نہیں اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہیں رکھتا تو تقیید بالسلامۃ میں اس پر حرج ہے کذا فی الطحطاوی
وادخل ہذہ الاشیاء المذکورات فی مسجد حیہ ای محلتہ لان تدبیر المسجد لاہلہ دون غیرہم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامۃ یا اشیاء مذکورہ یعنی
چٹائی یا قندیل یا پتھریاں اپنے محلہ کی مسجد میں لے گیا اور کوئی شخص اس کے سبب سے ہلاک ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں اس واسطے کہ تدبیر مسجد کی
اہل محلہ پر ہے نہ ان کے سوا اور لوگوں پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو تقیید بسلامت ہوگا م ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد
واجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونوں کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا
فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی او جلس فیہ للصلوۃ الحاصل ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن ولغیر الصلوۃ یضمن مطلقا
خلافا لہما واستظہر فی الشرنبلالیۃ معزیا للزیلعی وغیرہ قولہما وقد حققہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے اور کوئی شخص
اس پر گر کے تلف ہو گیا تو جالس پر ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اس پر ضمان
نہیں خواہ نماز کے واسطے جلوس ہو یا نہ ہو اور شرنبلالیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کر کے اور ہم نے اس
کو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں م زیلعی میں حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور
صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اس لئے کہ جلوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی میں ہے
کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ لو استاجرہ لیبنی او لیحفر لہ فی فناء حانوتہ او دارہ فتلف بہ شئے
ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علمہ فعلیہ کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر اور ملتقی
میں ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بنا دے یا اس کے واسطے کنواں کھودے اس کی دوکان یا گھر کے پیش دروازے میں سو اس کے سبب
سے کوئی چیز تلف ہو گئی اور اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اس کا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنے والے پر
چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در ہو اور مزدور اس کو نہ جانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اس
نے تعمیر کے واسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مملوک مستاجر کی نہ تھی تو اس کا
امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اس کے مزدور نے تعمیر پر اجرت لی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر ہو فنائی ولیس لی حق الحفر
فعلی الاجیر قیاسا ای لعلمہ بفساد الامر فما غرہ وعلی المستاجر استحسانا انتہی قلت وقد قدم ابو ہو وغیرہ القیاس بناء ظاہرہ وترجیحہ سیما علی دأب
صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی فتامل اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اس میں مجھ کو کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے یعنے

Marfat.com

پنچہ باوجود اس کے مزدور نے وہاں کھودا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنے اس واسطے کہ مزدور کو امر مستاجر
کا فساد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اس کو فریب نہیں دیا اپنی حقیقت ظاہر کر کے اور مستاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہے کلام الملتقے میں
کہتا ہوں اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہاں قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اس کی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصاً صاحب
ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اس کو تامل کر م وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کھودنے کا امر ظاہرا اپنے ملک
میں کیا اس واسطے کہ بیٹھنے و ریس آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیاں رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیر ذلک من التصرفات درست ہیں تو امر صحیح ہوا نہ
فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا نہ مزدور پر **ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ**
بلا اذن الامام وکذا کل مافعل فی طریق العامۃ **فتعمد رجل المرور علیہا لم یضمن** لان الاضافۃ الی المباشرۃ اولی من المتسبب او
جس نے چاہ آب ریز کھودا راہ میں سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا لکڑ رکھا راہ میں یا پل بنایا بدوں اذن سلطان کے اور اسی طرح کا
حکم ہے ہر ایک اس چیز میں جو شارع عام میں بنائی گئی پھر کسی مرد نے اس پر عمداً گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہیں
اس واسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کی طرف اولی ہے متسبب کی طرف سے م یہ تعلیل ہے پچھلے دو مسئلوں کی زیلعی نے کہا کہ چاہ آب ریز
باذن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اس پر عمداً چلنا نسبت لے لے الواضع کا قا
ہے اس واسطے کہ واضع متسبب ہے اور چلنے والا مباشر ہے کذا فی الطحاوی **و**بہذا تبین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البیر ووضع الحجر اذا لم
یتعمد الواقع المرور کذا فی المجتبے اور اس کلام یعنے عدم ضمان لتعمد سے ظاہر یہ ہوگیا کہ متسبب پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہے کنواں کھو
اور پتھر راہ میں رکھنے سے جب کہ اس کا گرنے والا بالقصد اس پر مرور نہ کرے کذا فی المجتبے وفیہ حفر فی طریق مکۃ او غیرہا من الفیافی لم یضمن
بخلاف الامصار قلت وبہذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتب الطریق فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لا یمکن العدول عنہ
فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبی میں ہے کہ مکہ معظمہ یا اس کے سوا میدانوں کی راہ میں کنواں کھودا اور اس میں گر کے کوئی تلف ہوگیا
تو کھودنے والے پر ضمان نہیں برخلاف شہروں کے میں کہتا ہوں اور اس مسئلہ سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ میں شہروں کی راہیں ہیں
نہ بیابان اور جنگلوں کی اس واسطے کہ شہروں میں راہ معین سے ہٹ کر چلنا اکثر ممکن نہیں ہوتا نہ میدانوں کی راہ میں **ولو استاجر رجل اربعۃ**
لحفر بئر لہ فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرہم فمات احدہم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر
وقع علیہم لفعلہم فقد مات من جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعلہ خانیہ وغیرہا زاد فی الجوہرۃ وہذا لو البئر فی الطریق فلو فی ملک المستاجر فینبغے
ان لا یجب شئے لان الفعل مباح فما یحدث غیر مضمون انتہے اور اگر ایک مرد نے چار شخصوں کو مزدوری پر لگایا یا اپنا کنواں کھودنے کو سو
کنواں ان سب پر پھٹ کر گر پڑا ان کے کھودنے کے سبب سے سو ان میں سے ایک شخص مرگیا تو باقی تین شخصوں سے ہر شخص پر چوتھائی
دیت واجب ہے اور چوتھائی دیت ساقط ہوئی اس واسطے کہ کنواں ان پر گرا ان کے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مرگیا اپنی جنایت اور
اپنے ساتھیوں کی جنایت سے تو اس قدر دیت ساقط ہوگئی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہوگئی کذا فی الخانیہ وغیرہا جوہرہ میں اتنا زیادہ
ذکر کیا ہے اور یہ حکم اس شرط پر ہے جب کہ کنواں راہ میں ہو سو اگر مستاجر کی ملک میں ہوگا تو لائق یوں ہے کہ کچھ دیت واجب نہ ہو اس وا
کہ وہ فعل مباح ہے سو جو حادث ہوگا اس کا ضمان نہیں انتہے مافی الجوہرۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ ہی ان رجلا لہ کرم وارضہ تارۃ تکون
مملوکۃ وعلیہا الخراج کارض بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ تکون فی یدہ مدۃ طویلۃ یؤدی خراجہا ویملک الانتفاع بہا بالغرس او غیرہ فیستاج

ہذا الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئرا لیغرس فیہا اشجار العنب وغیرہ فتسقط علی احدہم ہل لورثتہ مطالبتہ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وشبہہا عدم وجوب شئ علی المستاجر وکذا علی الآجر کما یفیدہ کلام الجوہرۃ وتحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم میں کتاب جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ یہ ہے کہ ایک مرد کے درخت انگور ہیں اور انگور کی زمین گاہے مملوک ہوتی ہے اور اس پر خراج ہے جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہے صاحب انگور کے قبضے میں مدت دراز رہتی ہے کہ وہ اس کا خراج دیا کرتا ہے اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگا کر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنواں کھودنے کے واسطے تاکہ اس زمین میں انگور وغیرہ کے درخت جما دے سو کنواں پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اس کے وارثوں کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں مصنف نے شرح میں کہا اس حادثہ اور اس کے مانند میں عدم وجوب ضمان کا حکم ہے مستاجر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہیں چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہے یعنے یہ جو کتب فتاوی میں مذکور ہے بلا قید کہ جو کھودنے میں تلف ہو اس کا ضمان ہے سو مراد حفر فی الطریق ہے نہ حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم م جو کہا کہ زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر میں ہے مدت طویل سو مراد اس سے یہ ہے کہ وہ زمین خالی نہیں اشیاء مذکورہ سے اور یہ مراد نہیں کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور جواب استفتا میں یہ غلل ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فتاویٰ دین سے منصوص نہیں تو حکم متحد نہیں ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہے کیونکہ حفر فی الملک فی الطریق کی مغائر ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو استاجر رب الدار الفعلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا ان قبل فراغہم من عملہ فالضمان علیہم لانہ حینئذ لم یکن مسلما لرب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھتا نکالنے کے واسطے سو چھجا یا چھتا گر پڑا سو اس نے کسی آدمی کو قتل کیا ان کے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کاریگروں پر ہے نہ صاحب خانہ پر اس واسطے کہ اس وقت میں یعنے قبل از فراغ صاحب خانہ کے واسطے وہ مسلم نہیں ہوا وکضمن لو رش الماء بحیث یزلق واستوعب الطریق اور ضمان دے گا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اس طرح پر کہ اس سے آدمی رپٹ جاتا ہے اور چھڑکاؤ تمام راہ میں ہے م اور اگر چھڑکاؤ تھوڑا ہے یا تمام راہ میں چھڑکاؤ نہیں ہے تو ضمان نہیں ولو رش فناء حانوت باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحسانا وتمامہ فی الملتقے اور اگر پانی چھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر کرنے والے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اس کا بیان ملتقی میں ہے

فصل فی الحائط المائل

یہ فصل ہے دیوار مائل یعنے جھکی دیوار کے مسائل میں مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہ ای صاحبہ ما تلف بہ من نفس انسان او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنے اس کا صاحب ضمان دے گا اس چیز کا جو تلف ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز ہالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو م شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کر کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جس کو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اس کا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کرے گا ان طالب ربہ حقیقۃ او حکما کالواقف والقیم ولو حائط المسجد فتضمن عاقلۃ الواقف ضمان تلف لازم ہو گا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃ مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر واقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر ضمان لازم آوے گا وکالقیم الولی والراہن والمکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے م ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اس کا باپ اور دادا راہن کا ذکر اس واسطے کیا کہ مرتہن مالک مرہون کا نہیں

کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے اور وہ قادر ہے ہدم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتہن کے قبضہ میں کر دے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہو گی حال کتابت میں تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اس کی قیمت اور دیت مقتول میں اقل ہو گا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اس کی ادائے قیمت میں سعی مکاتب پر واجب ہو گی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اس کی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اس کے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحطاوی وکذا احد الشرکاء ولو الورثۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے مانند شریکوں میں سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہ ہوں ان کے وارث ہوں باعتبار استحسان کے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اس پر کہ باقی شریکوں سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھا دیں تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دے گا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہ ہوتا کیونکہ وہ ہدم دیوار کا مالک نہیں نعم فی الظہیریۃ لومات رب عن ابن فقط ودین مستغرق صح الاشہاد علی الابن وان لم یملک الدار برجندی وغیرہ اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر دیوار کا مالک مر گیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق متروکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہیں کذا فی البرجندی وغیرہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح **بنقضہ مکلف مسلم او ذمی** یعنی من اہل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد اذن ولیہ ومولاہ بالخصومۃ زیلعی **حر او مکاتب** ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اس کے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب میں اس کے ولی کا اور غلام کی طلب میں اس کے مالک کا اذن خصومت کے واسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی **وان لم یشہد** وجوب ضمان میں طلب نقض شرط ہے اگرچہ اس پر اشہاد (گواہ کرنا) واقع نہ ہوا ہو تو وجوب ضمان میں طلب شرط ہے نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہے تو اس واسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اس کے مددگار طلب ہدم کا انکار کریں تو اس کے اثبات پر قدرت حاصل رہے تو اشہاد باب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یوں کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اس کو گرا دے تاکہ ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یوں کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جھک رہی ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طلب مذکور شاہدوں کے سامنے ہو یا یوں کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہیں اور اگر مالک دیوار سے یوں کہے کہ تجھ کو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب نہیں ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی **ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی** اور طلب نقض صحیح نہیں دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے **والحال انہ لم ینقضہ وہو یملک نقضہ فی مدۃ یقدر علی نقضہ فیہا** صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہے طلب کے بعد اس حالت میں کہ اس نے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ وہ اس کے گرانے کا مالک ہے اس قدر مدت میں جس میں اس کے ڈھانے پر قادر ہے ہم یعنی طلب کے بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اس پر لازم نہ ہوگا بعلت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام واجب اہل دیوار پر اس واسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے ہم اگر ضمان واجب نہ ہو تو تفریغ ممتنع ہو تو راہ بند ہو جائے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہوا اور چنانچہ ہلاک جان کے خوف سے اس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑتا جاتا ہو کذا فی الطحطاوی **ثم ماتلف بہ من النفوس فعلی العاقلۃ ومن الاموال فعلیہ لان العاقلۃ لاتعقل المال** پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہو گئی تو اس کی دیت صاحب دیوار

Marfat.com

کے مددگاروں پر ہے اور جو مال تلف ہو وے تو اس کا ضمان صاحب دیوار پر ہے اس واسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے **ولا ضمان الا بالاشہاد علیہ** اشارۃ **الی التقدم علیہ و علی الملاک بالسقوط علیہ و علی کون الجدار ملکا لہ ای من وقت الاشہاد الی وقت السقوط ولذا قال** اور ضمان نہیں مگر تین چیز پر گواہ لانے سے ایک اس پر کہ صاحب دیوار کی طرف طلب ہدم مقدم ہو چکی دوسرے اس پر کہ ہلاکت ہوئی اس پر گر پڑنے کے سبب سے تیسرے اس پر کہ دیوار اس کی ملک ہے یعنے اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اس کی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف نے قول آئندہ کو ذکر کیا **ولو تقدم الی من لا یملک نقضہ ممن یسکنہا باجارۃ او اعارۃ او الی المرتہن او الی المودع لا یعتد بہ لعدم قدرتہم علی التصرف** اور اگر طلب ہدم اس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں ان لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہے اجارہ یا عاریت کے سبب سے یا مرتہن یا امانت دار کی طرف طلب ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں ان کی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنے وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں **وحینئذ فلو سقط بعد التقدم لمن ذکر و اتلف شیئا فلا ضمان اصلا لا علی ساکن ولا مالک** اور اس صورت میں اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر م ساکن پر اس واسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اس واسطے نہیں کہ اس پر نہ اشہاد ہوا نہ طلب **کما لو خرج الحائط عن ملکہ ببیع** او غیرہ کہبۃ حاوی القدسی **وکذا لو جن مطبقا او ارتد و لحق و حکم بلحاقہ ثم عاد او افاق خانیۃ** چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج ہو گئی اس کی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہو گیا بجنون مطبق یا مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اس کے لحاق کا حکم ہو گیا پھر وہ دار الاسلام میں آ گیا یا مجنون ہوشیار ہو گیا کذا فی الخانیۃ م ظاہرا ہبہ میں تسلیم ضروری ہے بطلان اشہاد کے واسطے اس واسطے ہبہ کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح نے لکھے قول میں کہے گا **لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ** وغیرہ ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی **بعد الاشہاد ولو قبل القبض لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وان عاد ملکہ بعدہ** حاوی و خانیۃ خروج ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اس کی ولایت کے بیع اور اس کے مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پھر عود کرے بعد اس کے کذا فی الحاوی والخانیۃ م ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہو گا تو بھی ضمان لازم نہ ہو گا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے **بخلاف نحو الجناح لبقاء فعلہ کما مر** بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق میں زیلعی سے مذکور ہو چکا م اشراع جناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنے دیوار سے دعنیان راہ کی طرف باہر نکالنا اور اس پر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اس کو چھجا اور برآمدہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اس کے کچھ بنایا پھر اس کو بیچا پھر وہ ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اس واسطے کہ نفس وضع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہیں **وان مال الی دار انسان من مالک او ساکن باجارۃ او بغیرہا فالاضافۃ لادنی ملابسۃ قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ** اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اس آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہے اس واسطے کہ خاص حق اسی کا ہے قہستانی نے کہا دار انسان کی اضافت کمتر تعلق اور اختلاط کی وجہ سے ہے یعنے تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا **فصح تاجیلہ وابراؤہ منہا ای من الجنایۃ** تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنے اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار مائل ہے اور اس نے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت

Marfat.com

میں گرا کر بنا لینا یا کتا تجھ پر ضمان تلف نہیں تو یہ جائز ہے پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہ ہوگا کیوں کہ صاحب حق
کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی **وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یبرأ لانہ حق العامۃ وتصرف
القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعھم لا فیما یضرہم ذخیرۃ بخلاف تاجیل من بالدار اھ** اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اس کو قاضی نے مہلت دی
مدت معین تک یا اس نے مہلت دی جس نے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہ ہوگا ضمان تلف سے اس واسطے کہ شارع عام
میں سب کا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام میں نافذ ہے اس میں جو ان کو نفع کرے نہ اس میں جو ان کو مضر کرے کذا فی الذخیرۃ برخلاف
تاجیل صاحب خانہ کہ وہاں اسی کا خاص حق ہے **ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ للدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی
الکل برجندی** اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف تو جو شخص طلب ہدم کرے گا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اس واسطے
کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہوا تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی م چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اس قدر دیوار میں جو ان
کی ملک کی طرف مائل ہے اور اس قدر میں بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اس واسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہے اور اگر صاحب اشہاد
اہل خانہ کا غیر ہے تو اس قدر دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جب بعض دیوار میں صحیح ہوا تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی
الخانیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام میں ہے یعنے اجمال محل **فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع
الجناح ونحوہ کمیزاب لتعدیہ بہ** پھر اگر دیوار مائل بنائی سرے سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں چنانچہ میزاب
میں ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اس کی تعدی کے مائل بنانے سے **حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس
الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم** ایک دیوار مائل پانچ شریکوں میں مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع
ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگاروں پر پانچواں حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنے جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان
اس کے پانچویں حصہ کا ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے اس کی حاکم سے نالش کر کے م یہ جواب ہے سوال
مقدر کا یعنے ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اس پر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہیں لیکن اس کی اصلاح
پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کر کے اس واسطے کہ مقصود ازالہ مضر ہے جس طرح سے کہ ہو ہدم پر منحصر نہیں **وار بین ثلثۃ حفر احدہم فیہا بئرا
او بنی حائطا فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ** ایک گھر تین شخصوں میں مشترک
ہے ایک نے اس میں کنواں کھودا یا دیوار بنائی سو اس کے صدمہ سے ایک مرد مر گیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیوں کا ضمان دے گا بسبب
اس کی تعدی کے دو تہائیوں میں یعنے دو شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا م موت کی
علت واحدہ ثقل مہلک ہے تو اس کی قسمت ہوگی مالکوں پر بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ وشرحہا للعینی **وقالا انصافا لان التلف قسمان معتبر وہدر**
اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں کے اور تین شریکوں کے مسئلہ میں دیت نصفا نصف ہے اس لئے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور
دوسری رائگاں م جس شریک پر اشہاد ہوا تو اس کے حصہ میں تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اس کے حصہ میں تلف باطل اور رائگاں
ہے اور کنواں کھودنے میں باعتبار اپنے ملک کے حافر متعدی نہیں ہے اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہے تو دو قسمیں ہوگئیں تو نصفا نصف
انقسام ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنے عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگاں **الاشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ما
ینقض من الجدار** دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنے ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونوں کے ضمان تلف میں شارح

Marfat.com

لے کہا کہ نقض بکسر نون وسکون قاف عبارت ہے اس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو وحینئذ فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشهاد
فعثر انسان بنقضہ فمات ضمن لان النقض ملکہ فتفریغہ علیہ اور اس وقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اس پر ٹھوکر کھا کے
گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اس واسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور
صاف کرنا اسی پر واجب ہے **وان عثر رجل بقتیل مات بسقوطها** ای الحائط **لا یضمنہ** لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے
ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول
کی لاش سے مقتول کے وارثوں پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن ربہ القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیلزمہ تفریغ الطریق عن
القتیل ایضا یؤیدہ انہ لو باع الحائط او النقض بری ولو باع الجناح لا زیلعی برخلاف برآمدہ گرنے کے کہ وہاں مالک اس کا قتیل ثانی کا بھی ضمان
دے گا بسبب باقی رہنے اس کی جنایت اور تعدی کے تو اس پر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا مؤید اس کا وہ مسئلہ ہے کہ اگر دیوار یا منقوض
کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہو گیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہ ہوگا کذا فی الزیلعی **ولا یصح الاشهاد قبل ان یهی**
الحائط لانعدام التعدی ابتداء وانتہاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے جھکنے اور پھٹنے سے پہلے بسبب نہ ہونے تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے
وتقبل فیہ شهادة رجل وامرأتین لانہ شهادة علی التقدم لا علی القتل اور اشہاد میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے کیونکہ یہ تقدم پر
گواہی ہے نہ قتل پر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے حائط بعضہ صحیح وبعضہ واہٍ فاشهد علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا ضمنہ الا ان یکون الحائط طویلا فیضمن
ما اصاب الواہی فقط لانہ حینئذ کحائطین فالاشهاد یصح فی الواہی لا فی الصحیح ایک دیوار ہے کہ کچھ درست ہے اور کچھ مائل ہے اورست سو اس پر
اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اس نے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اس کا دے گا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت
دیوار ضعیف کے ضمان دے گا اس واسطے کہ اس وقت میں طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیواروں کے ہے تو اشہاد ضعیف دیوار میں
صحیح ہوگا نہ درست دیوار میں حائطان احدهما مائل والآخر صحیح فاشهد علی المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان ہدرا خانیہ دو دیواریں ہیں ایک مائل
ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اس نے کچھ تلف کر دیا تو وہ باطل اور رائگاں ہے کچھ اس کا ضمان نہیں
کذا فی الخانیہ مسجد مال حائطہ فالاشهاد علی من بناہ والدیة علی عاقلة من بناہ ایک مسجد ہے جس کی دیوار مائل ہے تو گواہ کرنا اس کے بنانے
والے پر چاہیے اور اس کے سقوط کا خونبہا اس کے بنانے والے کے مددگاروں پر وحائط الوقف علی المساکین علی عاقلة الواقف اور جو دیوار
کہ مساکین پر وقف ہے تو اس کے سقوط کی دیت واقف کے مددگاروں پر ہے م یہ اس وقت ہے جب کہ اشہاد متولی وقف ہوا ہو اور اگر مساکین
پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہیں کذا فی العالمگیریہ وحائط العبد التاجر علی عاقلة مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اس کے
مالک کے مددگاروں پر ہے اگرچہ رقبہ غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القتیل اذا جاء غد عفوت عن القصاص لا یصح لانہ
تملیک ودل علیہ مسئلة الاصل جاریة قتلت رجلا عمدا فزنی بها ولی القتیل قبل ان یقتص لا یحد لانها صارت مملوکة ولوالجیة مقتول کے وارث نے
کہا کہ جب کل آوے گی تو میں قصاص کو معاف کروں گا تو یہ عفو صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ تملیک ہے یعنے گویا اس نے یوں کہا کہ جب کل آوے گی تو
میں اس خون کو جس کے بہانے کا شارح نے مجھ کو اختیار دیا تیری ملک میں کر دوں گا اور حالانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہیں تملیک قصاص پر مسئلہ اصل کا
یعنے مبسوط کا دلالت کرتا ہے اور وہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اس سے زنا کیا قصاص لینے سے
پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہو گئی کذا فی الولوالجیہ اس قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا

Marfat.com

جاریہ کے خون کا مالک ہوگا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اس پر حد نہیں

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام میں **الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباح بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز عنہ** قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے
بشرط سلامت رہنے کے اس امر میں جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے م امر ممکن الاحتراز کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط
ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جائے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضرورات سے نہیں لہذا ان میں سلامت
مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور اس کے لگ جانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ شرط بھی نہیں **ضمن الراکب
فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او راسہا او کدمت بفمہا او خبطت بیدہا او صدمت** ضامن ہے شارع
عام میں سوار اس چیز کا جس کو اس کے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا
مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے **فلو حدثت المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن ربہا الا فی الوطی وہو راکبہا لانہ مباشرۃ[1] تتعلق
بہ فیحرم المیراث** تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے میں حادث اور پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضمان نہ دے گا مگر کچلنے میں ضمان لازم
ہوگا جب کہ مالک اس پر سوار ہو اس واسطے کہ کچلوانا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا
م ہر چند مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اس کا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اس کا چلنا سوار کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ
بولتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زمین پر جالس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اس واسطے کہ مباشرت
ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی **ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو کملکہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبہا معہا** قہستانی اور اگر غیر کے ملک
میں اس کی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اس کی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہ ہوگا یعنے مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم
ہوگا چنانچہ جب کہ جانور کا مالک اس کے ساتھ نہ ہو یعنے راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی القہستانی **والا یکن باذنہ
ضمن ما اتلف مطلقا لتعدیہ** اور اگر غیر کی ملک میں جانور کا ادخال نہ ہو مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آوے گا اس کے تلف کرنے کا
اس کی تعدی کے سبب سے مطلقاً خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہ ہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زیلعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں
داخل ہوا اور جانور کا مالک اس کے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اس کو داخل کیا تو سب صورتوں میں ضمان اس پر لازم
ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی **لا یضمن الراکب ما نفحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خلافا للشافعی** ضمان نہ دے گا سوار چلتے ہوئے
جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے م اس واسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو ٹھہرا دے گا
راہ میں اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آوے گا اس لئے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر
او عطب انسان بما راثت او بالت سائرۃ او واقفۃ لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہو گیا جانور کے
لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کے واسطے اس لئے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہیں
کرتے ہیں بدون کھڑے ہونے **فلو اوقفہا لغیرہ فبالت ضمن لتعدیہ بایقافہا** پھر اگر اس نے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے
ٹھہرایا اور اس نے پیشاب کیا یعنے اور اس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آوے گا اس کے ٹھہرانے کی تعدی کے سبب سے یعنے راہ اس

[1] ایک نسخہ میں مباشر بصیغہ اسم فاعل ہے اور لفظ تتعلق اس میں نہیں ہے ۱۲

Marfat.com

سطے موضوع نہیں کہ جانور اس میں اسخر کے واسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا الا فی موضع اذن الامام بایقافہا فلا یضمن ومنہ
سوق الدواب وابواب المسجد فکالطریق الا اذا اعد الامام لہا موضعا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے
جانور کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور ازاں جملہ نخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو منزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جب کہ سلطان نے جانوروں
کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان اس کو مقرر کر دیا ہو فان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا
ففقأ عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ پھر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مار کے کنکری یا کھجور
کی گٹھلی وچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اڑایا سو اس نے آنکھ پھوڑی یا کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اس واسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر
پتھر بڑا ہے تو ضمان دے گا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب وصحح فی الدرر انہ مطرد منعکس اور ضمان دیتا ہے
جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اس چیز کا جس کا سوار ضمان دیتا ہے اور درر میں تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد اور منعکس ہے م اطراد عبارت
ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہے کہ جہاں راکب پر ضمان آتا ہے وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے
پر بھی ضمان آتا ہے اور جس موضع میں راکب پر ضمان نہیں وہاں ان پر بھی ضمان نہیں اور اس قول صحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق
ضامن ہے جانور کے ہاتھ اور پاؤں کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پاؤں کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ
فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہے کچلنے میں چنانچہ گذر گیا م طحطاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ مذکور نہیں ہو چکا لا علیہما ای لا
علی سائق وقائد نہ ان دونوں پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہیں م سائق اور قائد متسبب ہیں اور راکب مباشر ہے اور کفارہ مباشر
کا حکم ہے نہ متسبب کا اور اسی طرح کچلنے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی المنح ولو کان
سائق وراکب لم یضمن السائق علی الاصح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب کما مر الا اذا کان سببا
لا یعمل بانفرادہ اتلافا کما ہنا اما فی سبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ نخس الدابۃ باذن راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک
کھینچنے والا ہو اور دوسرا اس پر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آوے گا بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول
صحیح کے برخلاف اس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اس پر یقین کیا ہے اس واسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم ہے متسبب کی اضافت
سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اولویت مباشر کی متسبب سے اس وقت ہے جب کہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا عمل نہ کرتا ہو چنانچہ یہاں ہے
یعنی کھینچنے میں لیکن اس سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہوں گے چنانچہ بیان اس کا جانور
کے کوچنے کے مسئلہ میں آوے گا اس کے راکب کے اذن سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م راکب نے کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے اس جانور کو
کوچ اور وہ کوچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان لازم آوے گا اس لئے کہ فقط کوچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہے وضمن
عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الاخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا حرین لیسا من العجم ولا عامدین ولا وقعا علی وجوہہما
اور ضمان دے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں نے باہم ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں اس صدمہ سے سو دونوں
چت گر پڑے ہوں بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں عجمی نہ ہوں اور ٹکر لگانے کے قاصد نہ ہوں اور نہ دونوں منہ کے بل پٹ گرے ہوں م وجہ ضمان
یہ ہے کہ ہر واحد کی موت دوسرے کی طرف مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اس واسطے کہ اختیار میں
ہے کہ ایک مرد نے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا سوار پیچھے سے آیا اور اس نے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا

Marfat.com

تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی حکم ہے دو کشتیوں کے ٹکر کھانے کا کذا فی الطحطاوی ولو کان عبدین او وقعا علی الوجہ ابن کمال یہدر دمہما فی العمد والخطاء شرنبلالیۃ وغیرہا اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا ٹکر کھا کر پٹ گریں منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو ان کا خون رائگاں ہے عمد اور خطا میں کذا فی الشرنبلالیۃ وغیرہا ولو کان من العجم فالدیۃ فی مالہم کما مر مرارا اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنے عرب نہ ہوں تو دیت ان کے مال میں ہے نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کان عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عمداً ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں تو ہر شخص پر نصف دیت ہے کیونکہ اس واسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ میں ہے کہ نصف دیت عمد میں ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اور اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا تو فقط اسی کا خون رائگاں ہے یعنے اس کا خون رائگاں نہیں جو چت گرا ولو احدہما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء و نصفہا فی العمد اور اگر دونوں میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عمد میں

م یہ مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع الحبل فسقطا وماتا علی القفا ہدر دمہما لموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مردوں نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونوں گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو ان کا خون باطل اور رائگاں ہے اس واسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ پھر اگر دونوں گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدہما علی القفا والآخر علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ وہدر دم من وقع علی القفا لموتہ بقوۃ نفسہ پھر اگر دونوں متعاکس گرے یعنے ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اس کے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگاں ہوگا اس کا خون جو چت گرا بسبب اس کے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینہما فوقع کل منہما علی القفا فماتا فدیتہما علی عاقلۃ القاطع لتسببہ بالقطع اور اگر ایک انسان نے وہ رسی کاٹ دی جس کو دو شخص تانے تھے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مر گئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا وعلی سائق دابۃ وقع اداتہا ای آلاتہا کسرج ونحوہ علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وطئ بعیر منہ رجلا الدیۃ اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جس کا سامان چارجامہ زین اور مانند اس کے کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مر گیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی اس قطار کے ہانکنے والے پر جس میں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مر گیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان معہ سائق ضمنا لاستوائہما فی التسبب لکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا لو السائق من جانب من الابل فلو توسطہا واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفہ وضمنا ما قدامہ وراکب وسطہا یضمنہ فقط مالم یاخذ بزمام ما خلفہ اور اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مر جائیگا تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اس واسطے کہ موت کے سبب انگیزی میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود اس کے مال میں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ میں ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنے اس واسطے کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد نہ رہا اور سائق اور قائد ضمان دیں گے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اسی اونٹ کا ضمان دیگا جب تک

Marfat.com

پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑی ہو م زیلعی میں ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہ ہو تو اگلے اونٹوں کی جنایت
ضمان نہ دے گا اس واسطے کہ وہ ان کا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اس پر نہیں کیونکہ وہ ان کا کھینچنے والا نہیں لیکن
پچھلے اونٹوں کی نکیل پکڑے ہوگا تو ضمان اس پر لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اس کی جنایت کا ضمان اس پر لازم ہوگا اور پچھلے
سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن پچھلے کا ضمان خاص سوار پر ہے اس واسطے کہ وہ مباشر ہے انتہے طحطاوی نے کہا شارح
عبارت اختصار سے موہم ہو گئی **فان قتل بعیر ربط علی قطار سائر بلا علم قائدہ رجلا** مفعول قتل **ضمن عاقلۃ القائد الدیۃ رجعوا**
علی عاقلۃ الرابط لانہ دیۃ لا خسران کما توہم صدر الشریعۃ پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا گیا تھا چلتی قطار پر اس کے کھینچنے والے
بدوں علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو پھر
گی اس لئے کہ اس دیت دینے میں نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے م صدر الشریعۃ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے
مال میں دیت لازم ہو اس واسطے کہ اس نے ان کو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اس واسطے لازم ہوئی کہ اس کو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ
باندھنے سے روکتا پھر جب اس نے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا تقصیر سے اور یہ تسبیب ہے اور اس میں عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ
ہے کہ رابط نے اس کو اس بلا میں ڈالا فلو ربط والقطار واقف ضمنہا عاقلۃ القائد بلا رجوع لقودہ بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ قطار کھڑی
ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیں گی بدوں رجوع کے یعنے عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا ان کو جائز نہ ہوگا بسبب کھینچنے قائد کے
بدوں اذن رابط کے م برخلاف چلتی قطار کے کہ اس میں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے **ومن ارسل بہیمۃ** او کلبا ملتقے **وکان خلفہا**
سائقا لہا فاصابت فی فورہا ضمن لانہ الحامل لہا وان لم یمش خلفہا فادامت فی فورہا فسائق حکما وان تراخی انقطع السوق فالمراد بالسوق
المشی خلفہا والمراد بالبہیمۃ الکلب زیلعی اور جس نے جانور یا کتا چھوڑا کذا فی الملتقے اور چھوڑنے والا اس کے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور
نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جب تک کہ جانور
اپنے فور میں ہے یعنے چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہے حکماً اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہو گیا تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے
پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی م و فی الملتقے میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہے
ہر حال میں یعنے اس نے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مشائخ
نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اس کو فاسد کیا اگر اس
نے چھوڑا اس کو اور ہانک دیا کھیت کی طرف اس طرح پر کہ وہ اس کے پیچھے تھا تو اس پر ضمان ہے اور اگر وہ اس کے پیچھے نہیں تھا لیکن
گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور داہنے بائیں نہیں جھکا جس طرف اس نے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اس نے خراب کیا تو بھی ضمان
اس پر لازم ہوگا اور اگر داہنے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہوں گی تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اس پر
ضمان لازم ہوگا اور اگر اس نے چھوڑا سو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہے
اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہو گئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہے حذف کرتا مناسب تھا کذا فی
الطحطاوی مختصرا **وان ارسل طیرا** ساقہ اولا **او دابۃ او کلبا ولم یکن سائقا لہ او انفلتت دابۃ بنفسہا فاصابت مالا او آدمیا نہارا**
او لیلا لا ضمان فی الکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجماء جبار ای المنفلتۃ ہدر اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اس کو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور

Marfat.com

چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اس کو نہیں ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اس نے تلف کیا رات میں یا دن میں تو
نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنے جانور گریختہ کا فعل رائگاں ہے اس پر ضمان
م ابوداؤد اور ابن ماجہ میں یہ حدیث یوں مروی ہے کہ العجماء جرحہا جبار یعنے جانور کا زخمی کرنا رائگاں ہے اس پر ضمان نہیں امام محمدؒ نے
کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہے تو اس کا فعل باطل سب ہے نہ وہ جانور جو چھوڑا گیا اس واسطے کہ افساد مرسلہ کا فورا رسال میں رائگاں نہیں
امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں ضمان ہے کذا فی العینی کما لو جمحت

بہ ای بالراکب ولو سکران ولم یقدر الراکب علی ردہا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ حینئذ لیس بمسیر لہا فلا یضاف سیرہا الیہ حتی لو اتلف انسانا فدمہ ہدر
چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہ ہو اس کے پھیرنے پر ضمان لازم نہ ہوگا خود بخود چھوٹے
کے مانند اس واسطے کہ اس وقت میں سوار اس کا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب نہ ہوگا تو
اس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کرے گا تو اس کا خون باطل ہے اس کا کچھ ضمان نہیں کذا فی العمادیۃ ومن ضرب دابۃ علیہا راکب
او نخسہا بعود بلا اذن الراکب فنفحت او ضربت بیدہا شخصا آخر غیر الطاعن او نفرت فصدمتہ وقتلتہ ضمن ہو ای الناخس لا الراکب
اور جس نے اس جانور کو مارا جس پر کوئی سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کونچنے
کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑکا سو اس نے اس کو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا ضمان دے گا نہ سوار م راکب کے مانند سائق اور قائد
عدم ضمان میں کونچنے کو اس واسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے پر ضمان نہیں
کذا فی الطحاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان موقفا دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الایقاف اور ابو یوسف
کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونوں نصفا نصف دیت کا ضمان دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا اس
واسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑے کرنے سے جیسے کونچنے والے کی تعدی ہے وکما لو کان باذنہ ودطئت احدا فی فورہا فدمہ
اور جیسے اگر کونچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسی کو کچلے کونچنے کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے م دونوں پر خون
وقت ہوگا جب کہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحاوی عن الملتقی ولو نفحت الناخس فدمہ
اور اگر کونچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اس کا خون رائگاں ہے ولو القت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ الناخس ثم ان الناخس انما یضمن

فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر وبزازیہ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اس کو قتل کیا تو اس کا خون کونچنے والے
کی عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کونچنے والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو سوار پر
لازم ہوگا کونچنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیۃ وضمن فی فقء عین دجاجۃ او شاۃ قصاب او غیرہا نقصانہا لانہا
اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اس کے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ تو گوشت کے
ہے م یعنے قصاب کی بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے
تندرست بکری کی قیمت کی جاوے اور آنکھ پھوٹے کی قیمت مقرر کی جائے تو جس قدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم
حکم ہے کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحاوی وفی عینیہا یخیر ربہا ان شاء ترکہا علی الفاقئ وضمنہ قیمتہا او امسکہا
وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے پھوڑنے والے

Marfat.com

چھوڑ دے یعنے اس کو دے اور اس کی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اس کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی
عین بقرۃ جزار وجزورہ ای ابلہ فائدۃ الاضافۃ عدم اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الاٰتے ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ
حلال کرنے والے کی گائے بیل اور اس کے اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان
ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت کے لئے ہونے کا اعتبار نہیں ہے وجوب ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال مترجم کش
کی گائے بیل اور اونٹ میں اس واسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تاکہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ دونوں گوشت کے واسطے مقصود ہیں تو اس کا حکم بکری کے
مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے ان میں چوتھائی قیمت ہے جس طرح غیر ماکول اللحم چنانچہ خچر اور
گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی المنح عن شروح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع اعین عیناہا وعینا مستعملہا فصارت کانہا ذات
اعین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ما قدمناہ اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اس واسطے واجب ہوئی
کہ ان سے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنے مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانوروں
کی چار آنکھیں ہو گئیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا حکم بکری کے مانند ہے یعنے بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان
جانوروں میں وہ ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنے بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں
کیونکر برابر ہوں گے لکن یرد علیہ انہ لو فقأ عینی حمار مثلا انہ یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولے التمسک بما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام
قضے فی عین الدابۃ بربع القیمۃ لیکن چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلاً گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف
قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہے چاہے سب قیمت
لے اور چاہے اس کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اس حدیث سے بہتر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا معجم طبرانی میں زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ
میں اس کی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ
والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا لسان الثور والحمار وقیل جمیع القیمۃ کما لو قطع احدی قوائمہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ
الفتوی اسے لو غیر ماکول وان ماکولا خیر کما مر فی العینین لکن فی العیون ان امسکہ لا یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ وعلیہ الفتوی وعرجہا کقطعہا اور آنکھ
کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹے گا تو اس کے نقصان کا ضمان دے گا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی زبان کاٹنے میں
ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر ایک پاؤں کاٹے گا جانور کا تو اس کی پوری قیمت کا ضمان
دے گا اور اسی قول پر فتوی ہے یعنے اگر جانور ماکول اللحم نہ ہوا اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہے چنانچہ اس کی تفصیل دونوں آنکھوں
کے پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہو چکی لیکن عیون میں یوں مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پاؤں کٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لے گا تو کاٹنے والا اس
کا کچھ ضمان نہ دے گا ابوحنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور جانور کا لنگڑا ہو جانا پاؤں کٹ جانے کے مانند ہے یعنے ماکول اور غیر ماکول
کے لنگڑا کر دینے میں کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے نقل المصنف عن الدرر لکلب یاکل عنب الکرم فاشہد
علیہ فیہ فلم یحفظہ حتے اکل العنب لم یضمن وانما یضمن فیما اشہد علیہ فیما یخاف تلف بنی آدم کالحائط المائل ونطح الثور وعقر کلب عقور فیضمن اذا لم
یحفظہ انتہے قال المصنف ویمکن حمل المستعف فی قول الزیلعی وان اتلف الکلب فعلی صاحبہ الضمان ان کان تقدم علیہ قبل الاتلاف والافلا

Marfat.com

کالحائط المائل علے الآدمی انتہے فتحصیل التوفیق مصنف نے شرح میں درر سے یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور کے درختوں سے انگور کھاجاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ کیا اس کے کھانے میں سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہاں تک کہ وہ استشہاد کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اس پر ضمان لازم نہ ہوگا ضمان تو اسی صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جب کہ استشہاد ہوا ہو اس امر میں جس میں بنی آدم کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دے گا جب کہ اس کی محافظت نہ کریگا انتہی قول الدرر مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول میں اور کتا تلف کرے تو اس کے مالک پر ضمان ہے اگر آگے اس پر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے سے پہلے اور نہیں تو ضمان نہیں ہے دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور زیلعی دونوں کے قولوں میں اتفاق حاصل ہوگا یعنے اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہے تو اب اختلاف باقی نہ رہا دونوں قولوں میں طحطاوی نے کہا قولہ علی الادمی متعلق ہے قولہ حمل المتلف سے قلت وقد وقع الاستفتاء عمن لہ نحل یضعہ فی بستانہ فیخرج فیاکل عنب الناس وفواکہھم ہل یضمن رب النحل ما اتلفہ النحل من العنب ونحوہ ام لا وہل یؤمر بتحویلہ عنہم الی مکان اخر ام لا والجواب انہ لا یضمن ربہ شیئا مطلقا اشہد علیہ ام لا اخذا من مسئلۃ الکلب بل اولے وکذا ذکرہ المصنف فے معینہ لکن رأیت فی فتاواہ انہ افتی بالضمان فی مسئلۃ النحل فراجعہ عند الفتوے میں کہتا ہوں اور البتہ واقع ہوا تھا استفتا اس شخص کے حال سے جس کے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں وہ ان کو اپنے باغ میں رکھتا ہے سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور آدمیوں کے انگور اور ان کے میوے کھا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگور وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہوگا یا نہیں اور ان کے پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیوں کے اٹھالے جانے کا حکم ہوگا یا نہیں جواب استفتا یہ ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقاً کچھ ضمان لازم نہ ہوگا خواہ لوگوں نے اس پر استشہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ کلب کے جواب سے اولی ہے یعنے اس واسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیوں کی خوراک اس طرح ممکن نہیں اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی میں ذکر کیا ہے لیکن میں نے مصنف کے فتاوے میں دیکھا ہے کہ اس نے مکھیوں کے مسئلے میں وجوب ضمان کا فتوی دیا ہے تو اس کی طرف مراجعت کیجیو فتوی دینے کے وقت م ظاہرا مسئلہ کلب معتبر ہے جو درر میں مذکور ہے وجود نص کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما تحویلہ من ملکہ فلا یؤمر بذلک علی ما ہو ظاہر المذہب واما جواب المشائخ فینبغے ان یؤمر بتحویلہ اذا کان الضرر بینا علے ما علیہ الفتوے اور مکھیوں کا اٹھانا اس کے ملک سے سو مالک کو تو اس کا حکم نہ ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ لائق یوں ہے کہ اس کے اٹھانے کا حکم کیا جائے جب کہ لوگوں کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بہ کے وفی الصیرفیۃ حمار یاکل حنطۃ انسان فلم یمنعہ حتے اکل الصحیح ضمانہ اور صیرفیہ میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہوں کھاتا ہے سو دیکھنے والے نے اس کو نہ روکا یہاں تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اس پر ضمان ہے ادخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا فے زرع او کرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا وقیل یضمن وتمامہ فے البزازیۃ کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا کھیت یا انگورستان میں اگر اس نے داخل کیا ہے ہانک کے تو جو اس نے تلف کر دیا اس کا ضمان دے گا اور اگر ہانکا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر صورت ضمان دے گا اور پورا اس کا بیان بزازیہ میں ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت میں ایک مرد کا جانور پایا اور اس نے کچھ خراب کر دیا سو اس کو باندھ رکھا باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مر گیا سو اس پر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر میں کر دیا بدوں اس کے اذن کے سو صاحب خانہ نے اس کو نکال دیا اور وہ تلف ہوگیا

ف یعنے مالک نے دیکھ کر اس کو نہ روکا ۱۲

Marfat.com

سوا اس پر تاوان نہیں اور اگر کپڑا کسی کے گھر میں رکھ دیا بدوں اذن کے اور صاحب خانہ نے اس کو پھینک دیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت میں تو قیمت ثوب کا اس پر ضمان لازم ہوگا چنانچہ ذخیرے میں ہے جس نے پنجرے کی کھڑکی کھول دی سو چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا سو جانور نکل گیا اور گم ہو گیا تو کھولنے والے پر ضمان نہیں اور محمدؒ کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی میں ہے الکل من العالمگیریۃ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنے لونڈی غلام کی جنایت میں اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام میں اعلم ان جنایات المملوک لاتوجب الادفعا واحدا لو محلا معلوم کر کہ مملوک کی جنایات موجب نہیں ہوتی مگر ایک بار دے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو م یعنے اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہوں اشخاص متعددہ میں تو سب مقتولوں کے وارثوں کو وہ غلام دیا جائے گا دفعۃ واحدۃ تو سب کے وارث بقدر جنایات کے اس میں اپنا اپنا حصہ کرلیں گے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنے جب کہ اس کے واسطے حریت کے اسباب منعقد نہ ہو لئے گئے ہوں چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت کذا فی الطحطاوی والاقیمۃ واحدۃ اور اگر مملوک محل دفع نہ رہا ہو یعنے حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہو گیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہو گی تو سب وارث بقدر اپنے حصوں کے اس کو بانٹ لیں گے ولو فدی الفن ثم جنی فکالاول ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنے اس کے قتل کرنے کے بدلے مال دیا پھر اس نے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلا کسی کو قتل کیا تو وہ اول بار کے مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت یلی الی غیر النھایۃ اسی طرح کا حکم ہے م یعنے جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت کرے گا تو مولی اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے میں مختار رہے گا اس واسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہو گیا فدیہ دینے سے تو گویا اس نے جنایت ہی نہیں کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائے جنایت ہے بخلاف المدبر وامتیہ فانہا لاتجب الاقیمۃ واحدۃ وسیتضح برخلاف مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے کہ ان کی جنایات میں سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہو گی جنی عبد خطاء التقیید بالخطاء ہنا انما یفید فی النفس لان بعمدہ تقیص واما فی ما دونہا فلا یفید لا ستواء خطاء وعمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطاء بالبینۃ واقرار مولاہ وعلم القاضی لا باقرارہ اصلا بدائع قلت لکن قولہ وعلم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی فی زماننا شرنبلالیۃ عن الاشباہ وتقدم دفعہ مولاہ ان شاء بھا فیملکہ ولیہا اوان شاء فداہ بارشہا حالا مملوک نے ازراہ خطا جنایت کی یعنے کسی کو قتل کیا تو اس کا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دے تو جنایت کا ولی یعنے مقتول کا وارث مالک ہو جائے گا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اس کی دیت کا شارح نے کما خطا کی قید یہاں لگانا فقط جنایت نفس میں مفید ہے اس واسطے کہ مملوک کے قتل عمد میں قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت میں تو خطا کی تقیید مفید نہیں ہے اس لئے کہ ما دون نفس میں مملوک کی خطا اور عمد برابر ہیں پھر خطا تو ثابت نہیں ہوتی مگر گواہوں سے اور اس کے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع میں کہتا ہوں لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بہ نہیں ہے اس لئے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے میں عمل جائز نہیں چنانچہ شرنبلالیہ میں منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہو چکا ہے م فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونوں سے متعلق ہے دفع میں تو وجہ یہ ہے کہ اعیان میں تاجیل جائز نہیں اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلا ہے عین یعنے مملوک کا تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاجیل میں لکن الواجب الاصلی ہو الدفع علی الصحیح ولذا سقط الواجب بموتہ بخلاف الموت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک میں واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہو جاتا ہے مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل موت کے کہ وہاں واجب ساقط نہیں ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے م عبد قاتل کی موت سے واجب اس واسطے ساقط ہو جاتا ہے کہ محل باقی نہ رہا اور اگر آزاد قاتل مرے گا یعنے قتل خطا میں تو واجب ساقط نہ ہوگا اس کی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیۃ عن

Marfat.com

السراج والجوہرۃ عن البزدوی ان الاصح ہو الفداء حتے لواختارہ ولم یقدر علیہ اداہ متے وجد ولا یبرأ بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ میں سراج سے اور جوہرہ میں بزدوی سے یوں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک میں فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہ ہو اس کے ادا کرنے پر تو جب پادے اس کو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہ ہوگا غلام قاتل کے مرجانے سے وعللہ الزیلعی وغیرہ بانہ اختار اصل حقہم فیبطل حقہم فے العبد عند ابی حنیفۃ رح انتہے ومفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یوں بیان کی ہے کہ مولی نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثوں کا حق باطل ہوگیا غلام میں ابوحنیفہ رح کے نزدیک انتہے ما فے الزیلعے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافاد شارح المجمع فے تعلیل الامام ان الواجب احدہما وانہ متے اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنے ابن ملک نے امام کی تعلیل میں بیان کیا ہے کہ جنایت عبد میں دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہے اور جب کہ مولے نے دفع یا فدیہ کوئی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہوجاتی ہے لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ لیس فے لفظ الکتاب دلالۃ علیہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اس کو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی پر دلالت نہیں ہے ثم محیط میں ہے کہ امام محمد نے اصل یعنے مبسوط میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اس کے مولی کو اختیار ہے چاہے غلام دے چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہے مگر یہ کہ موجب اصل دفع ہے انتہے تو اس نص سے خلاف مرتفع ہوگیا اور فدیہ اختیار کرنے کے بعد غلام کی موت سے اس واسطے فدیہ باطل نہ ہوگیا کہ تعیین کا اختیار مولی کو ہے سو اس نے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر کے سبب سے ہے یعنے اختیار کر لینے سے اور زیلعی کا کلام تعلیل میں مضطرب ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحاوی فان فداہ فجنی بعدہ فہی کالاولی حکما سو اگر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اس کے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کی مانند ہے حکم میں یعنے مولے دفع اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہے فان جنی جنایتین دفعہ بہما الی ولیہما او فداہ بارشہما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں میں مولی غلام کو ان کے وارثوں کو دے یا دونوں کی دیت کا فدیہ دے وان وہبہ المولی او باعہ او اعتقہ او دبرہ او استولدہا غیر عالم بہا بالجنایۃ ضمن الاقل من قیمتہ والاقل من الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا اس کو بیچ ڈالا یا آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا جنایت کی ناواقفی میں تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنے اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت کو دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جان کر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق کبیعہ عالما بہا جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت جان کر ثم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا کیونکہ وان علم بہا الارش میں داخل ہے وکتعلیق عتقہ بقتل زیدا و رمیہ او شجہ ففعل العبد ذلک کما یصیر فارا بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا اس کے تیر مارنے یا اس کے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار یعنے تو عورت وارث ہوگی زوج کی ثم اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اس نے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اس نے تیر مارا یا کہا کہ اگر تو اس کے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اس نے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ اس نے فدیہ اختیار کیا کیونکہ اس کو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد ید حر عمدا ودفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد صلح بہا ای بالجنایۃ لان عتقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اس کو دیا گیا سو اس نے

Marfat.com

زاد کر دیا پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اس واسطے کہ اس کا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہے م اس واسطے کہ
عتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی صحت نہیں بدون اس کے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح
ار دی جائے پھر جب اس نے آزاد کر دیا تو صلح در ضمن اعتاق صحیح ہو گئی ابتداء سے وان لم یعتقہ وقد سری یرد علی سیدہ فیقتل
یعنی لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نہ کیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مر گیا تو غلام اس کے مالک کو پھیر دیا
دے گا سو وہ قتل ہو گا قصاص میں یا معاف کر دیا جائے بسبب باطل ہو جانے صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطاء فاعتقہ
یدہ بلا علم بہا غرم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ وغرم لولیہا الاقل منہا ای القیمۃ ومن الارش اور اگر غلام ماذون
یون نے از راہ خطا جنایت کی سو اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا نادانستگی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دیت
سے کمتر کا یعنے اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہے تو قیمت کا ضمان اور اگر دین کم ہے تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت
ور دیت سے کمتر کا یعنے اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفہ ای العبد الجانی اجنبی
قیمتہ واحدۃ لمولاہ لا غیر اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اس پر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کے واسطے نہ سوائے
س کے م یعنے صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہ ہو گا اس واسطے کہ حق فریقین کا کمتر ہے ملک رقبہ سے پھر جب مولی
یمت پاوے گا تو اس کو صاحب دین لے گا اس واسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالکیت میں وارث مقتول پر کذا
الزیلعی فان ولدت ماذونۃ مدیونۃ بیعت مع ولدہا فی الدین ان کانت الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقہا الدین لم یتعلق
حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابہا پھر اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو اپنے بچے کے ساتھ بیچی جاوے گی دین میں بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین
کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اس کو لاحق ہوا تو دین والوں کا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہ ہو گا برخلاف اس کی کمائیوں کے یعنی
کمائی میں ان کا حق متعلق ہے نہ اس کے ولد میں م یہ مسئلہ اس باب میں مقصود بالذکر نہیں ہے کیونکہ اس میں جنایت مذکور نہیں بلکہ بالتبع مذکور
ہوا ہے تاکہ اس میں اور مسئلہ آئندہ میں فرق ظاہر ہو جاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد لہ ای لولی الجنایۃ لتعلقہا بذمۃ المولے
لا ذمتہا بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ موجب
جنایت مولے کے ذمہ پر ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد لرجل زعم رجل ان سیدہ
حررہ فقتل العبد المعتق ولیہ ای ولی الزاعم عتقہ خطاء فلا شئ للحر علیہ لانہ بزعمہ عتقہ اقرانہ لا یستحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ
الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جس کو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہے سو اس غلام آزاد نے آزادی ظاہر کرنے
والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہیں حر زاعم کے واسطے اس لئے کہ اس کی آزادی کے کہنے سے اس نے اس کا
اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہیں ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اس کی تصدیق نہ ہو گی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے م عاقلہ سے یہاں مراد غلام
کا مولی ہے فان قال معتق رقہ معروف لرجل قتلت اخاک یخاطب مولاہ الذی اعتقہ خطاء قبل عتقی فقال الاخ الذی ہو المولے لا بل بعدہ
صدق الاول لانہ منکر للضمان پھر اگر اس معتق نے جس کا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہے یہ کہا اپنے اس مولے سے جس نے اس کو آزاد کیا ہے
کہ میں نے تیرے بھائی کو از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولے نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یوں نہیں ہے بلکہ تو نے آزاد
ہونے کے بعد قتل کیا ہے تو اول شخص یعنے غلام مذکور کی تصدیق ہو گی اس واسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہے م طحطاوی نے کہا کہ شارح

Marfat.com

مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تصویر میں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ تصویر غیر مولے صحیح ہے چنانچہ اور کتابوں میں مصرح ہے و
ان قال لہا قطعت یدک وانت امتی وقالت ہی لابل فعلتہ بعد العتق فالقول لہا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی ما یبرئہ فلا
یکون القول لہ اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جب کہ تو میری لونڈی تھی اور اس نے کہا نہیں بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا
آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ مولے نے ضمان کے سبب یعنے قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوے کیا جو ضمان
سے بری الذمہ اس کو کردے تو اس کا قول معتبر نہ ہوگا وکذا القول لہا فی کل ما اخذہ المولی منہا من المال لما ذکرنا استحسانا اور اسی طرح
لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اس چیز میں جو مولی نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جس کو ہم نے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع
والغلۃ فالقول لہ لاسنادہ لحالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی میں لونڈی کا قول معتبر نہ ہوگا تو اس میں میاں کا قول معتبر
ہوگا بسبب اس کے منسوب ہونے کے اس حالت معہودی کی طرف جو تاوان کے مخالف ہے م اس واسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ دیونی
ہو مال کا موجب نہیں اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہیں اگرچہ لونڈی قرض دار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل
رجل فقتلہ فدیتہ علی عاقلۃ القاتل لان عمد الصبی خطاء غلام محجور یا صغیر نے دوسرے صغیر کو ایک مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سو اس نے اس کو مار ڈالا
تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگاروں پر ہے اس واسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہے حکم میں ورجعوا علی العبد بعد عتقہ وقیل لا الا علی الصبی
الآمر ابدا لقصور اہلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت بھر لیں اس کے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف میں رجوع نہیں غلام آمر پر لیکن
صغیر آمر پر بھی کبھی رجوع نہیں یعنے بالغ ہونے کے بعد بھی قصور اہلیت کے سبب سے وان کان مامور العبد عبدا مثلہ دفع السید القاتل او
فداہ فی الخطاء اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کے مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثوں مقتول کے حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا میں ولا رجوع
لہ علی الآمر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بالاقل من الفداء وقیمۃ العبد لانہ مختار فی دفع الزیادۃ لا مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو آمر پر
رجوع کرنا جائز نہیں بالفعل اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت غلام میں جو کمتر ہو وہ مالک بھر لے اس واسطے کہ مالک رفع زیادت میں مختار ہے
نہ مجبور م یعنے غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں سو جب کہ اس نے فدیہ زائد از قیمت اختیار کیا تو زائد کا تاوان لازم
نہ ہوگا وکذا الحکم فی العمد ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمدہ خطاء اور یہی قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو اس واسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے
مانند ہے حکم میں فان کان کبیرا اقتص منہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اس سے قصاص لیا جائے عبد حفر بئرا فاعتقہ مولاہ ثم وقع فیہا انسان او
اکثر فہلک فلا شئ علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب علیہ شیئا غلام نے کنواں کھودا سو مالک نے اس کو آزاد کیا پھر اس میں چند آدمی یا ایک آدمی گر کر
سو مر گیا تو اس پر کچھ لازم نہیں اس لئے کہ غلام کی جنایت اس پر کچھ واجب نہیں کر دیتی م اور عدم عتق میں بھی یہی حکم ہے ویجب علی المولی قیمۃ
واحدۃ ولو الوا وقع الفا زیلعی اور کنواں کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوئیں میں گر کے مر گئے ہوں کذا
فی الزیلعی فان قتل عبد عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما دفع السید نصفہ الی الحرین الذین لم یعفوا او فداہ بدیۃ

کاملۃ لانہ بذلک العفو سقط القود وانقلب مالا وہو دیتان وقد سقط دیۃ نصیب العافیین وبقی دیۃ نصیب الساکتین او یدفع نصفہ لہما پھر اگر ایک غلام
نے ان دو آزاد مردوں کو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث ہیں سو دونوں گروہوں میں سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک
نصف غلام ان دو وارثوں آزاد کو دے جنہوں نے معاف نہیں کیا یا غلام کا فدیہ دے پوری دیت دے کہ اس واسطے کہ اس معافی سے قصاص
ساقط ہو کر منقلب بمال ہو گیا اور مال تو پوری دو دیتیں ہیں اور حالانکہ معاف کرنے والوں کے حصے کی دیت تو ساقط ہو گئی اور سکوت کرنے وا

Marfat.com

دو وارثوں کی دیت باقی رہ گئی یا مالک چاہے نصف غلام دونوں وارثوں کو دے فان قتل العبد احدہما عمدا والآخر خطاء وعفا احد ولیی العمد فدی بدیۃ لولی الخطاء وبنصفہا لاحد ولی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا اور دوسرے کو خطاءً قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثوں میں سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جس نے عفو نہیں کیا او دفع الیہما وقسم اثلاثا عولا عندہ وارباعا منازعۃ عندہما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک امام کی وجہ اس کی یہ ہے کہ خطا کے وارثوں کا حق پوری دیت دس ہزار درم میں ہے اور عمد کے وارثوں کا حق قصاص میں ہے پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہو گیا یعنے پانچ ہزار درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثوں کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جس نے معاف نہیں کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہا کرے دو تہائیاں خطا کے وارثوں کو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اس واسطے کہ ان کا حق دیت میں بھی اسی طرح ہے یہ مذہب ہے امام کا اور صاحبین رح کے نزدیک چار حصے ہوں گے بطریق منازعت کے تین چوتھائیاں خطا کے وارثوں کو اور ایک چوتھائی اس کو جس نے عفو نہیں کیا اس لئے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثوں کے واسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی میں منازعت واقع ہوئی دونوں فریق کی تو اس کو نصفا نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان قتل عبدہما قریبہما وعفا احدہما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبہ للآخر او یفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام ووجہہ انہ انقلب بالعفو مالا والمولی لا یستوجب علی عبدہ دینا فلا یخلفہ فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصوں کے غلام نے مالکوں کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اس کا فدیہ دے چوتھائی دیت دے کر اور بعضوں نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ ہیں اس مسئلے میں امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہو گیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہیں ہوتا تو اس کے وارث اس میں اس کے خلیفہ نہ ہوں گے م طحطاوی نے کہا مالک تو دونوں زندہ موجود ہیں تو مورث اور وارث کا بیان کیا ذکر ہے

فصل فی الجنایۃ علی العبد

یہ فصل ہے اس جنایت کے بیان میں جو عبد پر واقع ہو م عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے دیۃ العبد قیمتہ فان بلغت ہی دیۃ الحر و بلغت قیمۃ الامۃ دیۃ الحرۃ نقص من کل من دیۃ عبد وامۃ عشرۃ دراہم اظہارا لانحطاط رتبۃ الرقیق عن الحر وتعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اس کی قیمت ہے سو اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہونچ جاوے یعنے قیمت غلام کی دس ہزار درم ہو اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر پہونچے تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درم گھٹائے جاویں گے تاکہ رتبہ مملوک کا انحطاط رتبہ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درم کا معین کرنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنہ من الامۃ خمسۃ اور امام سے دوسری روایت یہ ہے کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درم کم کئے جاویں وتکون حینئذ علی العاقلۃ فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف رح اور اس وقت میں دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں برخلاف ابو یوسف کے یعنے ان کے نزدیک نقصان دس درم کا معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الغصب یجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اس کی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہاں تک اس کی قیمت پہونچے یعنے اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ وحینئذ ففی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الصحیح درر وقیل لا یزاد علی

Marfat.com

خمسۃ آلاف الا خمسۃ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اس وقت میں تو مملوک
کے ہاتھ میں اس کی نصف قیمت ہے قول صحیح میں جس قدر کہ اس کی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درہم کم پانچ ہزار درہم سے
زیادہ نہ ہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحر میں م یہی قول آخر ہے اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور
فتاوی ولوالجی اور ملتقی اور مجتبی میں کذا فی الطحطاوی ویجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام
کی ڈاڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہے م یہ اس صورت میں حکم ہے جب کہ ڈاڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمے قطع ید
عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ ولہ للعبد ورثۃ غیرہ غیر المولی لا یقتص لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اس کے
مالک نے اس کو آزاد کر دیا تو زخم سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مر گیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولی کے سوا تو قاطع سے
قصاص نہ لیا جاوے گا صاحب حق کے اشتباہ کی وجہ سے م یعنے اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت
اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی وان لا
یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر اس کا کوئی وارث نہیں سوائے مولی کے تو قاطع سے قصاص لیا جاوے گا برخلاف مذہب محمدؒ قال
لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک
غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنے یوں کہا کہ میں نے
اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اس واسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنے گویا زخم کے بعد اب اس نے آزاد کیا
ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحد معا وقیمتہما سواء اور اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ
ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھ ہی قتل کیا ہو اور دونوں کی قیمت برابر ہو م وجہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر
گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہ ہوگا محض بیان اظہار ٹھہرے گا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور
آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا واحد معا او علی التعاقب ولم یدر الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں
کو دو شخصوں نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی م قولہ وان قتل کلا
واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے جو مذکور ہو چکی طحطاوی نے کہا
شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اس کے
قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی فقأ رجل عینی عبد خیر مولاہ ان شاء دفع مولاہ
عبدہ المفقوء للفاقیٔ واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک
الجثۃ العمیاء ایک مرد نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑیں تو اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اس سے
پوری قیمت لے یا چاہے اس کو اپنے پاس رکھے اور اس سے نقصان نہ لے اور صاحبینؒ نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا
آنکھ پھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا دھڑ اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمۃ
ومن الارش لقیام قیمتہما مقامہما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنے اگر قیمت کم ہو
دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اس لئے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے ان کے م مناسب یہ تھا

Marfat.com

کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اس واسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہے نہ مقتول **فان دفع القیمۃ بقضاء فجنی المدبر او ام ولد جنایۃ اخری یشارک الثانی الاول** اذ لیس فی جنایاتہ کلہا الا قیمۃ واحدۃ ولا شئ علی المولی لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اس واسطے کہ مدبر کی تمام جنایات میں سوائے ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی بحکم قاضی **ولو دفع القیمۃ** لولی الاول **بغیر قضاء اتبع السید بحصتہ من القیمۃ** ورجع بہا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لایجب علیہ الا قیمۃ واحدۃ اور اگر مالک نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک اس قدر پھیرلے مقتول اول کے وارث سے اس لئے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اس واسطے کہ مالک پر تو سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں **او اتبع ولی الجنایۃ** الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنے نصف قیمت اس سے بانٹ لے اس واسطے کہ اس نے اس کا حق ناحق لیا وقالا لاشئ علی المولی اور صاحبین نے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں **وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم تلزمہ** ای المولی **الا قیمۃ واحدۃ علم بالجنایۃ قبل العتق او لا** لان حق الولی لم یتعلق بالعبد فلم یکن مفوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اس سے جنایات متعددہ صادر ہوئے تو مولے پر سوائے ایک قیمت کے کچھ لازم نہ ہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس واسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اس کے حق کا ضائع کرنے والا نہ ٹھہرا **وام الولد کالمدبر** فیما مر اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنے مسئلہ اعتاق میں **اقر المدبر او ام الولد بجنایۃ توجب المال لم یجز** اقرارہ لانہ اقرار لا علی المولے **بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمداً فانہ یصح اقرارہ** علے نفسہ فیقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اس کا اقرار جائز نہیں اس واسطے کہ یہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر برخلاف اس کے جب کہ اس نے قتل عمد کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب سے مارا جاوے گا ولو جنی المدبر خطاء فمات **لم تسقط قیمتہ** عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطاء کے پھر وہ مرگیا تو اس کی قیمت اس کے مالک سے ساقط نہ ہوگی ولو قتل المدبر مولاہ خطاء سعی فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطاء کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنے محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا قتلہ الوارث او استسعاہ فی قیمتہ ثم قتلہ درر اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً قتل کیا تو وارث اس کو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کروا دے اس کی قیمت حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے بعد اس کو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب القن وغیرہ یہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے **قطع ید عبدہ فغصبہ رجل ذسری فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع** مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اس کو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا **وان قطع یدہ وہو فی ید غاصب فمات منہ بری الغاصب** لصیرورتہ متلفا فیصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہو گیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہوجانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھیر لینے والا ٹھہر جاوے گا **غصب عبد محجور مثلہ فمات فی یدہ ضمن** لان المحجور مواخذہ بافعالہ لا باقوالہ الا بعد عتقہ غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اس کے قبضے میں مرگیا سو وہ تاوان دے گا اس کی قیمت کا اس واسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال میں ماخوذ ہے نہ اپنے اقوال میں مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال میں بھی

Marfat.com

ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبہ فردہ ثم جنی عند سیدہ اخرے ضمن السید قیمتہ لہما نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اس کو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اس کی قیمت کا تاوان دے دونوں مقتولوں کے وارثوں کو نصفا نصف یعنے نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور باقی نصف دوسرے کے وارث کو ورجع المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب ودفعہ ای دفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاول لان حقہ لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک مدبر کی نصف بھر لے غاصب سے اور موے وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اس لئے کہ اس کا حق واجب نہ ہوا تھا مگر اس حال میں کہ مزاحم موجود تھا م طحطاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یوں نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت میں تھا اس واسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم اور منازع اس کا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جب کہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ میں آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اس کو لے گا تا کہ اس کا حق پورا ہو جاوے انتہے تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں خلل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنے مقتول اول کے وارث کا حق اس وقت واجب ہوا تھا جب کہ اس کا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولے بہ علی الغاصب لانہ اخذ منہ لسبب کان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے بھر لے اس واسطے کہ مولی سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس ہوا وبعکسہ بان جنی عند مولاہ ثم عند غاصبہ لا یرجع المولے علی الغاصب بہ ثانیا لان الجنایۃ الاولے کانت فی ید مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ بھر لے گا اس واسطے کہ پہلی جنایت اس کے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن فی الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العبد نفسہ ہنا وثمہ ای فی المدبر القیمۃ کما مر اور غلام خالص دونوں صورت میں یعنے خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوائے اس بات کے کہ مالک یہاں خود غلام کو دے گا اور وہاں یعنی جنایت مدبر میں قیمت دے گا چنانچہ مذکور ہو چکا مدبر جنی عند غاصبہ فردہ فغصبہ ثانیا فجنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہما ورجع بقیمتہ علی الغاصب لکونہما عندہ ودفع المولی نصفہا ای القیمۃ الماخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاول ورجع المولے بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اس نے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اس نے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اس کے مالک پر قیمت مدبر کی دونوں مقتولوں کے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت بھر لے غاصب سے اس لئے کہ دونوں جنایتیں غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور موے نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دے اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے بھر لے وام الولد فی کلہا کمدبر اور ام ولد ان سب صورتوں میں مدبر کے مانند ہے غصب رجل صبیا حرا لا یعبر عن نفسہ والمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات بلا حرفی یدہ فجاۃ او بحمی لم یضمن ایک مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ میں مر گیا ناگہاں یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہیں غصب سے مراد صغیر کا لے جانا ہے بدون اجازت اس کے ولی کے م یعنے غصب کے معنی مجازی یہاں مراد ہیں اس لئے کہ آزاد میں غصب ثابت نہیں ہوتا ضمان اس واسطے ثابت نہ ہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام میں ممکن ہے مختلف باختلاف اماکن نہیں ہے وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب استحسانا للتسبب بنقلہ لمکان الصواعق والحیات حتے لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا تسببا ہدایۃ وغیرہا اگر صغیر مذکور مر گیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ

Marfat.com

سکے کاٹنے سے تو اس کی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اس واسطے کہ غاصب سبب پڑا ہے بجلیوں یا سانپوں کے مکان کی طرف نقل کرنے کا تو اگر غاصب صغیر کو اس مکان میں لے گیا جہاں اکثر تپ اور امراض لاحق رہتے ہیں تو ضمان لازم ہوگا تو اس میں بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبب کا موجب ہونے سے کذا فی الہدایۃ وغیرہا قلت وبقی لو نقل الحر الکبیر لہذہ الاماکن تعدیا ان مقیدا ولم یمکنہ التحرز عنہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسہ لالانہ بتقصیرہ فحکم صغیر ککبیر مقید عنایۃ میں کہتا ہوں باقی رہ گئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص ان مکانات کی طرف لے گیا زبردستی اگر مقید کرکے اس طرح لے گیا کہ اس کو بچنا اس سے ممکن نہیں تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اس کو مانع نہ ہوا اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کے مانند[لہ] مقید بقید مذکور ہے کذا فی العنایۃ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ حبس الغاصب حتی یجیئ بہ او یعلم موتہ خانیۃ کما لو خدع امراۃ رجل حتی وقعت الفرقۃ بینہما فانہ یحبس حتی یردہا او تموت خلاصۃ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہو گیا اس کے پاس سے تو غاصب محبوس رہے گا یہاں تک کہ اس کو لے آوے یا اس کی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایک مرد کی عورت کو فریب سے لے گیا یہاں تک کہ زوجین میں جدائی پڑ گئی اس طرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں ہے تو وہ شخص محبوس رہے گا یہاں تک کہ اس کو پھیر لاوے یا عورت مر جاوے یعنے اس کی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخلاصۃ امر ختانا لیختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع حشفتہ و مات الصبی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معایات الوہبانیۃ سہ ومن ذا الذی ان مات مجنیہ فما ہ علیہ اذا مامات بالموت یشطر ہ ختنہ کرنے والے کو حکم کیا تا صغیر کا ختنہ کرے سو اس نے ختنہ کیا تو اس کی سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مر گیا اس سبب سے تو ختنہ کرنے والے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اس کی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب میں سابق مذکور ہو چکا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے کہ وہ کون جانی (مجرم ۱۲) ہے اگر اس کا مجنی (جس پر قصور کیا ۱۲) مرے تو اس پر وہ واجب ہے جب کہ نہ مرے نصف اس کا واجب ہو موت سے یعنے اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنے والا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے کمن حمل صبیا علی دابۃ وقال امسکہا لی فسقط الصبی ولم یکن منہ تسییر فمات کان علی عاقلۃ من حملہ ای دیۃ الصبی کان الصبی ممن رکب مثلہ اولا یرکب وتمامہ فی الخانیۃ مانند اس شخص کے کہ جس نے صغیر کو جانور پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامے رکھ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور اس نے جانور کو ہانکا نہ تھا پھر وہ مر گیا تو چڑھانے والے کی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہ ہوتا ہو اور اس کا پورا بیان خانیہ میں ہے کصبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ مانند اس صغیر کے جس کے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سو اس نے اس کو قتل کیا یعنے صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دے گا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا لہ فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسفؒ والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدوں اس کے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھا لیا تو اس پر ضمان نہیں اس واسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کر دیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دے گا وکذا لو اودع عبد محجور مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسی طرح اگر غلام محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اس نے اس کو تلف کیا تو اس کا تاوان دے گا

لہ مترجم اول نے مقید کو خبر حکم کی کرکے یہ ترجمہ کیا حالانکہ صغیر کے غصب میں کچھ قید کی قید نہیں بلکہ لفظ مقید کو صفت کبیر کی کرکے ترجمہ چاہیے تھا یعنی صغیر کا حکم مثل کبیر مقید کے ہے ۱۲

Marfat.com

آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دے گا **وکذا الخلاف لو اعیرا او اقرضا** اور اسی طرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دی گئی یا قرض دیا گیا ہم یعنے صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہیں بالغ ہونے کے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے **کذا فی الطحطاوی ولو کان باذن او ماذونا ضمن بالاجماع** اور اگر عاریت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا **کما لو استہلک الصبی مال الغیر بلا ودیعۃ ضمنہ فی الحال** چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدوں ودیعت کے تلف کیا تو اس کا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا **قلت وہذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیۃ عن الشلبی ومسکین علی خلاف ما فی الملتقی والہدایۃ والزیلعی فلیحفظ** میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکور اس صورت میں ہے جب کہ صغیر عاقل اور فہمیدہ ہے اور اگر عاقل نہ ہو تو اس پر ضمان لازم نہیں ہے بالاتفاق اور اس کی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ میں ہے شلبی اور مسکین سے منقول برخلاف ملتقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کے واسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط میں اہل مذہب کے دو طریقے ہیں

باب القسامۃ

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں م قسامہ بالفتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضوں نے کہا مصدر ہے مانند قسم کے اور بعضوں نے کہا اسم ہے مصدر کا **کذا فی الطحطاوی ہی لغۃ بمعنے القسم وہو الیمین مطلقا** قسامہ لغت عرب میں بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقا یعنے خواہ ایک آدمی قسم کھائے یا زیادہ **وشرعا الیمین باللہ تعالی لسبب مخصوص وعدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ** اور قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالی کے نام کے سبب مخصوص اور عدد مخصوص کی جہت سے مخصوص شخص پر بنا بر وجہ مخصوص کے اور بیان اس کا عنقریب آتا ہے م قسامہ عبارت ان قسموں سے ہے جو پچاس آدمیوں سے لی جاویں اور قسامہ کا سبب اس مقتول کا پایا جانا ہے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جس کا قاتل معلوم نہیں ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور رکن اس کا یہ ہے کہ یوں کہے کہ واللہ میں نے اس کو نہیں قتل کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں اور حکم قسامہ کا یہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور شروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحطاوی مختصرا عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ قسامہ کی خوبی اور اس کی مشروعیت میں حکمت یہ ہے کہ خونریزی کو لوگ خفیف امر نہ سمجھیں اور صفت ضائع ہونے سے خون کے بچیں اور جس پر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قصاص سے خلاصی پاوے **میت حر ولو ذمیا او مجنونا شرنبلالیۃ بہ جرح او اثر ضرب او خنق او خروج دم من اذنہ او عینہ وجد فی محلۃ او وجد بدنہ او اکثرہ من ای جانب کان او نصفہ مع راسہ** آزاد مردہ جس میں زخم ہے یا مارنے یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون کا بہنا ہے اس کے کان یا آنکھ سے وہ ایک محلہ میں پایا گیا یا اس کا بدن یا اکثر بدن کسی طرف سے یعنے سر کی طرف سے یا پاؤں کی جانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھ ملا ہوا میت مذکور ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشرنبلالیۃ م اگر غلام خاص غیر ملک مولی میں مقتول پایا جاوے تو اس میں قسامہ ثابت ہے اور قیمت اس کی واجب ہے تین سال میں چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے تو اگر شارح آزاد کی قید میت میں نہ لگاتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی **والنفس وان وردت فی البدن لکن للاکثر حکم الکل حتی لو وجد اقل من نصفہ ولو مع راسہ لا لئلا یؤدی لتکرار القسامۃ فی قتیل واحد وہو غیر مشروع** اور نفس اگرچہ بدن میں وارد ہے لیکن اکثر بدن بمنزلہ تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگرچہ نصف اقل کے ساتھ سر بھی ہو تو قسامہ ثابت نہ ہوگا تاکہ دو بار قسامہ لازم نہ ہو ایک مقتول میں اور تکرار قسامہ شرع میں ثابت نہیں یعنے اگر کمتر نصف بدن میں قسامہ ہوتا تو ایک شخص میں

Marfat.com

دو بار قسم کھانے کی نوبت پہونچتی ایک بار اگر بدن کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بدن کے ملنے سے اور یہ شرع میں درست نہیں ولم یعلم قاتلہ اذ لو علم کان ہو الخصم وسقط القسامۃ اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہ ہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہوگا تو وہ صاحب خصومت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جاوے گا وادعی ولیہ القتل علی اہلہا ای المحلۃ کلہم او ادعی علی بعضہم حلف خمسون رجلا منہم اور اس میت کا وارث قتل کا دعوی کرے تمام محلے والوں پر یا دعوی کرے بعضوں پر تو ان شرطوں سے ان میں سے پچاس مرد قسم کھاویں یختارہم الولی باللہ ماقتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا بان یحلف کل منہم باللہ ماقتلت ولا علمت لہ قاتلا قسم کے واسطے اہل محلہ میں سے پچاس مرد کو وارث مقتول کا اختیار کرے کہ قسم خدا کی ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اس طرح کہ ہر مرد ان میں سے قسم کھاوے کہ واللہ میں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں لم ہر شخص بصیغہ واحد قسم کھاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اس کو قتل کیا ہو تو صیغہ جمع میں وہ سچا ٹھہرے گا یعنے سب لوگوں نے اس کو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بھی صیغہ واحد سے ہر شخص قاتل ٹھہرے گا لایحلف الولی وقال الشافعی ان کان ثمہ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اہل المحلۃ قتلوہ ثم یقضی بالدیۃ علی المدعے علیہ وقضے مالک بالقود لو الدعوی بالعمد نہ قسم کھائے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہاں لوث ہو یعنے لگاؤ اور اشتباہ ہو تو وارثوں سے پچاس بار قسم لی جائے کہ اہل محلہ نے اس کو قتل کیا ہے پھر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو م لوث یہ کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاہد ہو یعنے اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکھتے ہوں یا ایک شاہد عادل یا چند شخصوں غیر عدول گواہی دیتے ہوں کہ محلے والوں نے اس کو قتل کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری بچاؤ کی کیا صورت ہے سو یہودیوں نے لکھا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسی علیہ السلام پر کچھ حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اس حکم کو دریافت کرو تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا کہ خدا نے مجھ کو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کروں سو وہ خدا کی قسم کھاویں کہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے اور نہ ہم اس کے قتل کو جانتے ہیں پھر تم اس کا خونبہا ادا کرو تو یہودیوں نے لکھا کہ تم نے ہم لوگوں میں ناموس یعنی وحکم ربانی کا حکم کیا کذا فی الدر عن الزیلعی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن نصف حدیث صحاح ستہ میں متفرق موجود ہے صحیح مسلم میں تو یوں ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہو گئی انتہے ثم قضی علی اہلہا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت الدعوی بقتل عمد وان وقعت الدعوی بخطاء فتدی ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلہم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاہر الروایۃ القسامۃ علی اہل المحلۃ والدیۃ علی عواقلہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ القن توخذ فی ثلث سنین شرنبلالیۃ پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد ان پر دیت کا حکم کیا جاوے لیکن نہ ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو ان پر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایہ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور ان کے مددگاروں پر دیت ہے یعنے تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول

سلہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم مدعی علیہ پر ہے ۱۲ سلہ مگر قسم مدعی علیہ پر ہے ۱۲

Marfat.com

کی قیمت تین سال میں لی جاوے گی کذا فی الشرنبلالیۃ وان لم یتم العدد کرر الحلف علیہم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد
کا شمار پورا نہ ہوا تو مکرر قسم لی جاوے ان سے تاکہ پچاس قسمیں پوری ہو جاویں وان تم العدد واراد الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار
پورا ہو گیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مقرر قسم نہ لی جاوے گی ومن نکل منہم حبس حتے یحلف علے الوجہ المذکور ہنا ہذا فی دعوی
القتل العمد اما فی الخطاء فیقضے بالدیۃ علے عاقلتہم ولا یحبسون ابن کمال معزیا للخانیۃ اور جو شخص ان میں سے قسم نہ کھائے تو قید کیا جاوے یہاں
تک کہ قسم کھائے اس طرح پر جو بیان مذکور ہو چکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل خطا میں تو ان کے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور
وہ محبوس نہ ہوں گے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن
اہل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اس کا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے
وارث نے اس کی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہو گیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامرأۃ وعبد اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانے
اور عورت اور غلام پر م اس واسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر
ولا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل لان القتیل عرفا ہو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وہذا مات حتف انفہ و
الغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اس میت میں جس میں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اس لئے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول
عرف میں وہ ہے جس کی زندگی فوت ہو گئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مر گیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے عبد مکلف کے فعل
سے او یسیل دم من فمہ او انفہ او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منہا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا
ناک یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہیں اس واسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانات سے عادت میں بدون فعل انسان کے برخلاف کان
اور آنکھ کے او نصف منہ ای ولا قسامۃ فی نصف میت شق طولا او اقل منہ ای من نصفہ ولو معہ الراس لما مر یا اس کے نصف میں یعنی
قسامہ نہیں میت کے اس نصف بدن میں جو طول میں پھاڑ گیا یا نصف سے کمتر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل
گذشتہ م یعنے مذکور ہو چکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او علی رقبتہ ای المیت حیۃ ملتویۃ لان الظاہر انہ مات بہا بزازیۃ یا میت کی
گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہے تو قسامہ اور دیت نہیں اس واسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مر گیا ہے کذا فی البزازیۃ وتام خلقہ کبیر
ای وجد سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ وفی الظہیریۃ ما یخالفہ اور جس کی پیدائش پوری ہو چکی وہ بڑے آدمی کے برابر ہے یعنے تندرست
بچہ پیٹ سے گرا پایا گیا جس میں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اس کے مخالف ہے یعنے اس میں قسامہ اور
دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیرہم کان ابراء منہ لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر
قتل کا دعوی کیا تو یہ اس کی طرف سے ابرا ہے محلے والوں کے واسطے اور قسامہ ان کے اوپر سے ساقط ہو گیا وان ادعے الولے علی معین منہم لا تسقط و
قیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو ان سے قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہو جاتا ہے م قول
اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحاوی قتیل علی دابۃ معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ
دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کانہ فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جس کے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اس کی دیت
سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اس واسطے کہ وہ مقتول اس کے قبض اور تصرف میں ہے تو گویا اس کے گھر میں ہے ولو
اجتمع فیہا سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم تکن ملکا لہم عملا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علے مالک الدابۃ کالدار وقیل لا تجب

Marfat.com

السائق الا اذا کان یسوقہا مختفیا و بہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور میں سائق اور قائد اور راکب تینوں مجتمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور
کا مملوک نہ ہو بنا بر ان کے قبض و تصرف کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب
اور بعضوں نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جب کہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ میں وان لم یکن معہا احد
یۃ والقسامۃ علی اہل المحلۃ التی وجد فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہ ہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والوں پر ہے جن کے محلے میں مقتول
ن پایا گیا وان مرت دابۃ علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین با
رع فوجد الی احدہما اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جس پر مقتول ہے دو
ں میں یا دو قوم کے درمیان تو جو ان میں نزدیک تر ہوگا اس پر قسامہ اور دیت ہے اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے
ضرت نے اس مقتول میں جو دو گاؤں کے درمیان پایا گیا یہ حکم جاری کیا کہ دونوں کی مسافت ناپی گیا تو وہ مقتول ایک گاؤں کی طرف بالشت
نزدیک ٹھہرا تو انہیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونوں گاؤں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے
یا نہیں ہے کذا فی القہستانی ثم قرب کا اعتبار اس وقت ہے جب کہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ
ں یوں مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گاؤں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے گاؤں کے گھروں سے تو اگر زمین ملک ہے تو مالک
سامہ ہے ورنہیں تو نزدیک تر پر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحاوی
ن المنح بشرط سماع الصوت منہم ہکذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی نقلا عن الکافی یسمعون صوتہ لان حینئذ
ۃ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ ان کی آواز سن پڑتی ہو اسی طرح کی عبارت ہے
عی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے کہ اہل قریہ
ں کی آواز سنتے ہوں اس واسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہوں گے
طحاوی نے کہا کہ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالباً مقتول کی آواز بھی گاؤں تک
ہونچے گی والا بان کان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر
مقتول ایسے مکان میں ہو کہ اسکی آواز نہ سنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اس کی مددگاری لازم نہیں تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہوں گے تو وہ تقدیراً قاتل بھی
نہ ٹھہرائے جائیں گے ثم یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اس وجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انہوں نے مدد نہ کی تو وہی اس کے قاتل ٹھہرے لہذا
ان پر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا کہ اس کی آواز گاؤں تک نہیں پہونچ سکتی تھی تو وہ عدم نصرت میں معذور رہیں
تو ان کی تقصیر ثابت نہ ہوئی تو خونبہا بھی ان پر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان مملوکا تجب القسامۃ
علی الملاک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا لو موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا للولوالجیۃ والبزازیۃ
قلت وسیجیٔ التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا ملک فیہ لاحد ولا ید اور مراعات ہوگی اس مکان
کے حال کی جس میں مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اس کے مالکوں پر اور دیت واجب ہوگی ان کے مددگاروں اور
اسی طرح اگر وہ مکان معین لوگوں پر وقف ہوگا تو مستحقوں پر قسامہ ہے اور دیت ان کے مددگاروں پر ہے اس لئے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف
کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں ولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب اسکی تصریح آوے گی متن میں درر وغیرہ کی

Marfat.com

بیروی سے تو اس وقت میں قرب مکان کا کچھ اعتبار نہیں مگر جب کہ مقتول اس مکان مباح میں پایا جائے جس میں نہ کسی کی ملک ہے نہ قبض اور تصرف م محیط سرخسی میں ہے کہ جب مقتول ملا بیابان میں تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت مالک اور اس کی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہیں تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو ان پر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سن پڑتی ہو تو اگر اس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھانس سے تو دیت اس کی بیت المال سے دی جائے اور اگر اہل اسلام کو وہاں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو اس کا خون رائگاں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر بیابان میں مقتول پایا جاوے اور اس کی قرب میں آبادی نہ ہو کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ والا فعلے ذی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہے تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولایۃ والید الخصوص ولو لجماعۃ یحصون فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علے احد بدائع اور ولایت اور قبض سے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں ولایت اور قبض خاص مراد ہے اگرچہ قبض بجماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع فلکن ینبغی وجوبہا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال میں عنقریب آوے گا سو تامل کرو م طحطاوی نے کہا کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہیں والمراد بالید ایضا الید المحققۃ واما الاراضی التی لہا مالک اخذہا وال ظلما فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہ بھی ہے کہ قبض اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینوں کے مالک ہیں پر حاکم نے زبردستی ان کو چھین لیا ہے تو لائق بقواعد فقہ کے یہ ہے کہ اس کے اندر مقتول کا خون رائگاں ہو اس واسطے کہ غاصب پر دیت نہیں ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہ الغوث کذا فی الولوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمانوں کے قبضے میں ہو تو دیت واجب ہے بیت المال میں اس وجہ سے جو ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اس طرح پر ہو کہ وہاں سے آواز سنی جاتی ہو تو فریاد رسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیۃ م محیط سرخسی سے نقل ہو چکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہاں سے آواز مسموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منہا ای من اہل القریۃ فہی علیہ ای علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت فہذا مصرح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہ لاربابہ وسیجیٔ متنا فتنبہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر مقتول پایا جاوے ایک مرد کی اس زمین میں جو ایک گاؤں کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اس گاؤں کا رہنے والا نہیں ہے تو دیت اس کی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اس واسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہے ما فی الولوالجیۃ میں کہتا ہوں تو یہ روایت صریح ہے اس میں کہ قرب مکان اسی صورت میں معتبر ہے جب کہ مقتول پایا جاوے زمین مباح میں نہ مملوک اور موقوف میں اس واسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اس کے لوگوں پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن میں آوے گا تو آگاہ رہنا وان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضورا ذ خوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف رح ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر میں تو اس پر قسامہ ہے اور اگر اس کے مددگار موجود ہیں تو وہ بھی قسامہ میں داخل ہوں گے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہا لہ بالحجۃ کما سیجیٔ وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اس آدمی کے مددگاروں پر ہے اگر ثابت ہو حجت سے کہ وہ لوگ اس کے مددگار ہیں اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اس کے مددگار نہیں ہیں تو اسی آدمی پر دیت واجب ہے م حجت سے مراد گواہ ہیں یا مددگاروں کا اقرار وہی ای الدیۃ والقسامۃ علے اہل الخطۃ الذین خط لہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور وہ یعنے دیت اور قسامہ

Marfat.com

اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہیں جن کو امامؒ نے خط لکھ دیا ملکیت کا ابتداء فتح اسلام میں اگرچہ ان میں سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو م خطہ بالکسر عبارت ہے مکان محیط سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوئے زمین کے جب کہ امامؒ نے شہر فتح کیا اور اس کو غازیوں میں بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھ دیا تاکہ ان کے حصے جدا جدا ہو جاویں کذا فی العینی دون السکان والمشترین وقال ابو یوسف کلھم مشترکون نہ وہاں کے رہنے والے اور خریداروں پر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ میں شریک ہیں فان باع کلھم فعلی المشترین بالاجماع پھر اگر وہاں کے سب مالکوں نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریداروں پر واجب ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعض اکثر فہی علی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر میں جو مشترک ہے درمیان ایک قوم کے بعضوں کا حصہ زیادہ ہے تو قسامہ اور دیت آدمیوں کے شمار پر ہے شفعہ کے مانند م مثلاً ایک شخص کا حصہ آدھا ہے اور دوسرے کا دسواں اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت ان کے عاقلہ پر تین تہائی برابر ہے اس واسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر میں برابر ہے کذا فی الطحاوی وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیہا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گھر بیع ہو گیا اور ہنوز مشتری کے قبضے میں نہیں آیا کہ اس میں مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید خلافاً لہما اور بیع بشرط خیار میں صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہے برخلاف صاحبین کے م خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلۃ حتی یشہد الشہود انہا ای الدار التی فیہا قتیل لذی الید ولو ہو القتیل کما سیجئی اور عاقلہ یعنے مددگاروں پر دیت دینا لازم نہ ہوگا جب تک شاہد گواہی نہ دیں اس کی کہ جس گھر میں مقتول ہے وہ قابض اور متصرف شخص کا ہے اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنے اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اس کی عاقلہ پر دیت لازم نہ ہوگی جب تک گواہوں سے ذی الید کی ملک ثابت نہ ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان بہ لم تدعاقلتہ ولا نفسہ درر اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبض اور تصرف بدون شہادت کے کفایت نہ کرے گا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دے گا اور نہ قابض مقتول کی دیت دے گا کذا فی الدرر معللاً بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ یعنے صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے یہ علت بیان کر کے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثوں پر وارثوں کے واسطے ممکن نہیں م مقتول کا گھر ظہور قتل کی حالت میں وارثوں کا ملک ہو گیا اور وارثوں کے مددگار اس کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو تو اگر مددگاروں پر دیت واجب ہوا اور وارثوں کو ملی تو گویا وارثوں کا ضرر ہوا وارثوں کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہیں صاحب درر نے یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا یہ مذہب ہے کہ وارثوں کے عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دے گا اور یہ مسئلہ متن اور شرح میں آئندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثۃ خلفاؤن فیکون الایجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہیں تو ایجاب دیت کا وارثوں پر ہوتا ہے میت کے نفع کے واسطے نہ وارثوں کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضوں نے یہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب میں قلت وقد یقال لما کان ہو لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوۃ الشبہۃ فتأمل میں کہتا ہوں جب کہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سوائے اور شخص پر بطریق اولیٰ دیت واجب نہ ہوگی عدم وجوب کے شبہ قوی ہونے سے سو اس کو تامل کر وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ درر علی من فیہا من الرکاب والملاحین اتفاقاً لانہ فی ایدیہم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگوں پر ہے جو ناؤ کے اندر سوار ہیں اور ملاحوں پر بالاتفاق اس واسطے کہ کشتی ان کے قبضے میں جانور کے مانند ہے م وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے

Marfat.com

کھینچنے والے سب برابر ہیں وکذا العجلۃ حکما کفلک اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہے یعنے اس کے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سواروں پر ہے وفی مسجد محلۃ وشارعہا الخاص باہلہا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ ملا خسرو واقرہ المصنف علی اہلہا اور اگر مقتول پایا گیا محلہ کی مسجد میں اور محلہ کے کوچے میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جس میں فقط اہل محلہ آتے جاتے ہوں چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اس کی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اس کی تحقیق درر میں مذکور کی ہے اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے م ملا خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہیں جیسا کہ شارح سمجھا ہے اس واسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنے راہ کی دو قسمیں بیان کیں اس طرح کہ راہ دو قسم ہے ایک تو شارع محلہ ہے جس میں اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہوں اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہوں اور دوسرا شارع عام ہے جس میں جمیع طوائف برابر ہوں جیسے بازاروں کی راہیں اور خارج شہر کی راہیں انتہے تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہیں قرار دیا ہے ابن کمال کے مانند طحطاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن میں شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنے شارع محلہ میں اہل محلہ پر دیت ہے اور شارع عام میں بیت المال پر دیت ہے مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جس میں مسافر نماز پڑھتے ہوں تو وہاں قسامہ اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہے اور اگر بانی معلوم نہ ہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی وسوق مملوک علی الملاک وعند ابی یوسفؒ علی السکان ملتقے اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار میں تو اس کے مالکوں پر قسامہ اور دیت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والوں پر واجب ہے کذا فی الملتقے وفی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم ہو النافذ والسجن والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامۃ المسلمین لا لواحد منہم ولا لجماعۃ یحصون لا قسامۃ ولا دیۃ علی احد ابن کمال وانما الدیۃ فی بیت المال لان الغرم بالغنم اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک میں اور شارع اعظم یعنے شاہراہ کشادہ میں اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اس مکان میں جس میں تمام مسلمین کا تصرف برابر ہے نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانوں میں قسامہ نہیں اور نہ کسی پر دیت ہے کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال میں ہے اس واسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے م یعنے چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور محبس اور شاہراہ سے متمتع ہوتے ہیں تو تاوان بھی ان پر ہوگا یعنے مقتول کی دیت دی جاوے گی بیت المال سے جو سب مسلمانوں کے واسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنے خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہے تو سب مسلمان اس میں شریک ہیں سو خدا کی لعنت ان ظالموں پر جو بیت المال کو اپنا مال جان کر صرف کرتے ہیں اور اس کے مستحقوں کو محروم رکھتے ہیں ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال ان کان نائیا ای بعیدا عن المحلات والا یکن نائیا بل قریبا منہا فعلی اقرب المحلات الیہ الدیۃ والقسامۃ لانہ محفوظ بحفظ اہل المحلۃ فتکون القسامۃ والدیۃ علی اہل المحلۃ پھر اس کو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکورہ یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہوں محلوں سے اور اگر دور نہ ہوں بلکہ قریب ہوں ان سے تو جو وہاں سے قریب تر محلہ ہوگا اس پر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وکذا فی السوق النائی اذا کان من یسکنہا فی اللیالی اور اسی طرح کا حکم ہے بازار بعید میں جب کہ لوگ اس میں رات کو رہتے ہوں یعنے دن کی سکونت کا اعتبار نہیں او کان لاحد فیہا دار مملوکۃ تکون القسامۃ والدیۃ علیہ لانہ یلزمہ صیانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ موجب التقصیر کما فی العنایۃ معزیا للنہایۃ وبہ افتے المرحوم ابو السعود مفتی الروم واعتمدہ المصنف وان خالفہ المتون لانہ مصرح بہ فی غالب الفتاوی والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس

Marfat.com

یا زار بعید میں گھر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اسی شخص پر ہے اس واسطے کہ اس کو حفاظت اس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف تقصیر ہوگا تو اس پر تقصیر کا موجب یعنے قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ میں ہے نہایہ سے منقول میں کہتا ہوں اور اسی کا یعنے وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات پر کذا فی الطحاوی عن المصنف فتوے دیا ہے مرحوم ابو السعود مفتی روم نے اور مصنف نے اس پر اعتماد کیا ہے اس متن میں اگرچہ متون فقہ کے وجوب اقرب محلات سے خالی ہیں اس واسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہے اکثر فتاوے اور شروح میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے **ویھدر لو وجد فی بریۃ** **او فی وسط الفرات** اذا کان یمر بہ الماء لا محتبسا کما سیجئ اذ لا ید لاحد وقیل اذا کان موضع انبعاث مائہ فی دار الاسلام تجب الدیۃ فی بیت المال لانہ فی ایدی المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگاں ہے اگر مقتول پایا جائے جنگل میں اور دریائے فرات کے درمیان میں بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو لاش اس کی محتبس نہ ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اس واسطے خون رائگاں ہوا کہ وہاں کسی کا تصرف نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام میں ہو تو دیت اس کی بیت المال میں واجب ہوگی اس لیے کہ دار الاسلام مسلمانوں کے قبضے میں ہے کذا ذکرہ ابن کمال م فرات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہیں ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جس میں پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ **وفی نہر صغیر** ہو ما یستحق بہ الشفعۃ **علی اہلہ** لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جس کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اس کے مقتول میں اس نہر کے مالکوں پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا ان کی خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ م استحقاق شفعہ اس نہر صغیر میں ہے جس میں چھوٹی کشتی جاری نہ ہو اور بعضوں نے کہا جس کے لوگ متعین ہوں کذا فی الطحاوی **ولو کانت البریۃ مملوکۃ** او وقفا لاحد کما مر ویجئ **او کانت قریبۃ من القریۃ** او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت **تجب علی المالک** او ذی الید **او علی اہل القریۃ** او اقرب الاخبیۃ زیلعی اور اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آوے گا یا جنگل قریب ہو گانوں سے یا قریب ہو کمل کے خیموں سے یا کپڑے کے خیموں سے اس طرح پر کہ مقتول کی آواز وہاں مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیموں کے رہنے والوں پر کذا فی الزیلعی م عبارت میں لف نشر مرتب واقع ہے ولایت میں اہل مواشی اکثر خانہ بدوش رہتے ہیں خیموں میں کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل میں جیسے ہندوستان میں کنجڑوں کی قوم **ولو محتبسا بالشط او بالجزیرۃ** او مربوطا او ملقی علی الشط **فعلی اقرب المواضع الیہ من القری** والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی وقرہ المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض والقری الیہ والا لا کما مر اور اگر مقتول رک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہاں بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہاں سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہروں سے وہاں کے باشندوں پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والوں کی وہاں آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہاں تک پہونچتی نہ ہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہ ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا **وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا** ای تفرقوا **عن قتیل فعلی اہل المحلۃ** لان حفظہا علیہم **الا ان یدعی الولی علی** اولئک او یدعی **علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیئ** ولا علی اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق وبری اہل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑ گئی تواریں کھینچ کر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اس واسطے کہ حفاظت محلہ کی ان کے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا ان میں سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور نہ اس قوم پر تاوقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہوں سے ثابت کرے اس واسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہیں ہوتا بدوں حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اس واسطے کہ

Marfat.com

وارث مدعی کا قول اس کی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے میں **ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ماقتلت ولاعرفت لہ قاتلا غیر زید ولایقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ** اور جس پر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اس نے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہاں یوں قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں سوائے زید کے اور اس کا قول مقبول نہ ہوگا اس شخص کے حق میں جس کو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل **وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما او بقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ** اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق میں باطل ہے برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دیں تو باطل ہے تہمت کے سبب سے م یعنے ایک شخص محلہ میں قتل ہوا اور وارث نے دعوے کیا کہ محلے والوں کے سوائے اور قوم نے اس کو قتل کیا ہو یا دعوی کیا کہ اہل محلہ میں سے ایک شخص معین نے اس کو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصوں نے اس کی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اس واسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہیں کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالیں تو وہ متہم ٹھہرے تو گواہی ان کی مقبول نہ ہوگی کذا فی الدرر **ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف** اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری میں سو وہاں سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہاں تک کہ مرگیا تو دیت اور قسامہ اسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف کے کہ قسامہ اور دیت نہیں ان پر **فلو معہ جریح بہ رمق فحملہ آخر لاہلہ فمکث مدۃ فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف وفی قیاس قول ابی حنیفۃ یضمن** اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جس کی زندگی کی رمق باقی ہے سو اس کو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا سو وہاں ایک مدت رہا پھر مرگیا تو اٹھانے والا ضمان نہ دے گا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنے اس واسطے کہ اس کا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اس کے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلے میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر **وفی رجلین بلا ثالث وجد احدہما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان الانسان لایقتل نفسہ دیۃ عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد** اور دو مردوں میں بدوں تیسرے شخص کے دو مردوں میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اس کی دیت کا ضمان دے گا امام کے نزدیک اس واسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف محمدؒ کے یعنے ان کے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اس نے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو **وفی قتیل قریۃ لامرأۃ کرر الحلف علیہا وتدی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا** اور عورت کے گاؤں کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنے پچاس بار اور عورت کے مددگار دیت دیں گے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنے اس واسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں صغیر کے مانند اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر **قال المتاخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ فی ہذہ المسئلۃ** کذا فی الملتقی **وہو الاصح** ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اس کو ذکر کیا ہے م زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اس لئے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ میں کہا کہ اس مسئلہ کی قید اس واسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوائے اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی **وان وجد قتیل فی دار نفسہ فالدیۃ علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ رح وعندہما وزفر لاشئ فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی** کذا ذکرہ ملا خسرو تبعا لما رجحہ صدر الشریعۃ وتبعہا المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو

اس کے وارثوں کے عاقلہ پر دیت ہے ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتویٰ ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں اس قول کا تابع ہو کر جس کی صدر الشریعۃ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعۃ دونوں کا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لما ان الدار فی یدہ حین وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ہدرا ولہ ان القسامۃ انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار للورثۃ فدیتہ علی عاقلتہم اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یوں کہا ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اور تصرف میں تھا جب کہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اس نے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اس کا رائگاں ہوگا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کے عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما یتحملون ما یجب علی الورثۃ تخفیفا لہم ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی یقضی منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ ثم یخلفہ الوارث فیہ وہو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا لہ فتنبہ یوں نہ کہا جائے گا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پہ واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے کے واسطے اس لئے کہ اس سوال کا یوں جواب دیا جاوے گا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لئے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا اینکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا کئے جاویں گے اور اس کی وصیتیں اسی سے نافذ ہوں گی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہوں گے اس مال میں اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفۃ او دار کذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ الیہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اس واسطے کہ وقف کی تدبیر انہیں لوگوں پر ہے وان کانت الارض او الدار موقوفۃ علی المسجد فہو کما لو وجد فیہ ای فی المسجد زیلعی ودرر وسراجیۃ وغیرہا وقد قدمناہ اور اگر زمین یا گھر مسجد پہ وقف ہو تو وہ ایسا ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہ میں ہے اور ہم نے وقف کا مسئلہ اول ذکر کر دیا ہے م اگر محلہ کی مسجد پہ وقف ہو تو اس کا حکم مسجد محلہ کے مانند ہے اور اگر جامع مسجد پہ وقف ہو تو اس کا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقیید بکون الارباب الموقوف علیہم معلومین لیخرج غیر المعلومین کما لو کان وقفا علی الفقراء والمساکین فان الظاہر ان الدیۃ تکون فی بیت المال لانہ حینئذ یکون من جملۃ ما اعد لمصالح المسلمین فاشبہ الجامع قالہ المصنف بحثا میں کہتا ہوں اور موقوف علیہم لوگوں میں معین ہونے کی قید اس واسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگوں پر جو وقف ہے نکل جائے چنانچہ فقیروں اور غیر معین محتاجوں پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہے کہ وہاں کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اس لئے کہ وقف مذکور اس وقت میں ہوگا منجملہ ان اشیاء کے جو مصالح مسلمین کے واسطے مہیا ہیں تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرا یعنے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اس کی بھی بیت المال میں ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے نہ روایت کے طریق سے ولو وجد فی معسکر فی فلاۃ غیر مملوکۃ ففی الخیمۃ والفسطاط علی من یسکنہا اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکرگاہ میں جو بیابان غیر مملوک میں واقع ہے تو خیمہ اور راؤٹی میں مقتول ہے تو اس کے رہنے والوں پر قسامہ اور دیت ہے وفی خارجہما ای الخیمۃ والفسطاط ان کانوا ای ساکنوا خارجہما قبائل فعلی قبیلۃ وجد القتیل فیہا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور راؤٹی کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے قوم قوم ہوں تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بین القبیلتین کان حکمہ کما مر

Marfat.com

بین القریتین اور اگر دو قوم کے درمیان پایا گیا تو اس کا حکم ویسا ہے جیسا درمیان دو گاؤں کا حکم مذکور ہو چکا ہے یعنے جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونوں برابر ہیں تو دونوں پر واجب ہیں ولو نزلوا جماعۃ مختلفین فعلی کل العسکر اور اگر لشکری لوگ رستے میں مختلف اترے ہیں تو تمام لشکر پر واجب ہوگا ولو کانوا قد قاتلوا عدوا فلا قسامۃ ولا دیۃ ملتقی اور اہل لشکر کفار سے لڑے ہوں اور وہاں مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقی ولو کانت الارض التی نزل فیہا العسکر مملوکۃ فعلی المالک بالاجماع لانہم سکان ولا یزاحمون المالک فی القسامۃ والدیۃ درر لکن فی الملتقی خلافا لابی یوسف فتنبہ اور اگر وہ زمین جس میں لشکر اترا مملوک ہو تو اس کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اس واسطے کہ اہل لشکر وہاں کے ساکن ہیں مالک زمین کے مزاحم نہیں قسامہ اور دیت میں کذا فی الدرر لیکن ملتقی میں خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنے صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہیں وفیہا لو وجد فی قریۃ لایتام لم یکن علی الایتام قسامۃ ودیۃ علی عاقلتہم لانہم لیسوا من اہل الیمین اور ملتقی میں ہے کہ اگر مقتول پایا گیا یتیموں کے گاؤں میں تو یتیموں پر قسامہ نہیں اور وہ یعنے قسامہ ہے ان کے عاقلہ پر اس واسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہیں وان کان فیہم مدرک فعلیہ لانہ من اہل الیمین ولوالجیۃ اور اگر یتیموں میں کوئی بالغ ہو تو اس پر قسامہ واجب ہے اس واسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہے کذا فی الولوالجیۃ

فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو وجد فی دار صبی او معتوہ فعلی عاقلتہما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو ان کے مددگاروں پر قسامہ اور دیت ہے ولو فی دار ذمی حلف خمسین یمینا ودی من مالہ ولو تعاقلوا فعلی عاقلتہم اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر میں تو پچاس قسمیں کھائے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیوں کے عاقلہ ہوتے ہوں تو دونوں یعنے یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی ثم یہودی یوں قسم کھائے (کہ اس خدا کی قسم ہے جس نے توریت اتاری) میں نے اس کو نہیں مارا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں اور نصرانی قسم خدا کی کھائے جس نے انجیل اتاری کذا فی الطحاوی ولو مر رجل فی محلۃ فاصابہ سہم او حجر ولم یدر من این ومات منہ فعلی اہل المحلۃ القسامۃ والدیۃ سراجیۃ اور اگر ایک مرد گزرا ایک محلہ میں سو اس کو تیر لگا یا پتھر اور اس کو معلوم نہیں کہ کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ سے مر گیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیہ وفی الخانیۃ وجد بہیمۃ او دابۃ مقتولۃ فلاشی فیہا اور خانیہ میں ہے کہ چوپایا یا جانور مقتول پایا تو اس میں قسامہ اور دیت کچھ نہیں وان وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلا فی محلۃ فالقسامۃ والقیمۃ علی العاقلۃ فی ثلث سنین اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پائے محلہ میں تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلا فی دار مولاہ فدمہ ہدر الا مدیونا فقیمتہ علی مولاہ لغرمائہ حالۃ والمکاتب فقیمتہ علی مولاہ مؤجلۃ اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اس کا رائگاں ہے مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اس کی قیمت اس کے مالک پر واجب ہے بالفعل اس کے قرض دینے والوں کے لئے اور بجز مکاتب کے یعنے اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اس کی قیمت اس کے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں ثم مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جائے اور اس کی آزادی کا حکم کیا جائے اور جو بدل کتابت دے کر باقی رہے وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو وجد المولی قتیلا فی دار ماذونہ مدیونا او لا فعلی عاقلۃ المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارۃ کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنے قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیہ او امہ او المرأۃ فی دار زوجہا فالقسامۃ والدیۃ علی العاقلۃ ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں یا عورت اپنے زوج کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

Marfat.com

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان میں ہی جمع معقلۃ بفتح فسکون فضم وہ یعنے معاقل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم وسکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کی جمع مکارم ہے وہی الدیۃ وتسمی عقلا لانہا تعقل الدماء من ان تسفک ای تمسکہا ومنہ العقل لانہ یمنع القبائح اور وہ یعنے معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین وسکون قاف بھی کہتے ہیں یعنے اس واسطے کہ عقل بمعنے منع ہے اور دیت خونوں کو باز رکھتی اور روکتی ہے خون ریزی سے وبایں معنی دانش وخردمندی کو عقل کہتے ہیں اس واسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے م جب کہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ ان کا ذکر ہے جن پر دیت واجب ہے جس کو عاقلہ کہتے ہیں تو بجائے کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا ثواب ہے چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواقل کہا ہے بعضوں نے اس کا یوں جواب دیا ہے کہ کلام میں مضاف محذوف ہے یعنے کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والعاقلۃ اہل الدیوان وہم العسکر وعند الشافعی اہل العشیرۃ وہم العصبات اور عاقلہ یعنے جن پر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنے عصبات ہیں م دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جن میں اہل لشکر کے نام اور ان کا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جس کو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد وانکار چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگاں نہیں ہو سکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اس واسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا اس سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اس پر واجب کیجیے تو وہ نیست ونابود ہو جائے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنے مددگاروں پر ڈالی گئی اس واسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز میں اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پروا نہیں کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنے انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطاکار ٹھہرے مددگاری میں کیونکہ وہی تو سبب ہیں اس کی بیباکی اور تعدی کے تو ان کی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو انہوں نے کیوں محفوظ نہ رکھا بے احتیاطی سے تو انہیں پر دیت کا ڈالنا اولیٰ اور انسب ہے عینی نے شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اس کا جواب دیں گے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اس واسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا نسواں اور صبیان اہل نسب پر دیت نہیں اس واسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں پھر جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے لمن ہو منہم اہل لشکر عاقلہ ہیں اس کے جو ان میں سے ہے یعنے سپاہی لشکر کے نہ ہر قاتل کے یعنے جس رسالے اور جس پلٹن میں قاتل ہوگا انہیں پر دیت واجب ہوگی فتجب علیہم کل دیۃ وجبت بنفس القتل خرج ما انقلب مالا بالصلح او بالشبہۃ کقتل الاب ابنہ عمدا فدیتہ فی مالہ کما مر فی الجنایات سو اہل لشکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہ کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمدا اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں م نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجری خطا میں چنانچہ اس کی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتوخذ من عطایاہم او من ارزاقہم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض فی بیت المال بقدر الحاجۃ والکفایۃ مشاہرۃ او میاومۃ والعطاء ما یفرض فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل بصبرہ وعنائہ فی امر الدین سو دیت لی جائے گی اہل لشکر کے عطا سے یا ان کے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت

Marfat.com

اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطا وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اس کی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء وکذا ما یجب فی مال القاتل عمدا وان قتل الاب ابنہ یوخذ فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی یجب حالا لشکر کی وجہ معین سے دیت لی جائے گی تین سال میں قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنے جیسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اس وقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہے قاتل عمد کے مال میں اس طرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لی جاوے گی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی م قضا کے بعد سنین مستقبلہ کی عطا سے دیت لی جائے گی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریوں کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت نہ لی جاوے گی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی فان خرجت العطایا فی اکثر من ثلث او اقل توخذ منہ لحصول المقصود پھر اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لی جاوے گی مطلب حاصل ہونے کے سبب سے م یعنے اگر تین سال آئندہ کی عطا ایک ہی سال میں ملے تو تمام دیت اس سے لی جاوے گی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لی جاوے گی اس لئے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اس میں سے لیا جائے تو اس کو تکلیف اور حرج ہوگا برخلاف عطا کے کذا فی المجتبے وان لم یکن القاتل من اہل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ واقاربہ وکل من یتناصر بہ تنویر البصائر اور اگر قاتل لشکری نہیں ہے تو اس کا عاقلہ اس کا قبیلہ اور اس کے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر البصائر م قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے عصبات نسبیہ سے یعنے یک جدی لوگ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ اس طرح پر ہوں کہ جب ان میں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اس کی کفایت اور مددگاری کے واسطے مستعد ہو جاتے ہوں تو وہی لوگ اس کے عاقلہ ہیں اور اگر اس کے مددگار چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولی ہیں پھر ان کے بعد برادری کے لوگ پھر لوگ اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہے کہ نہ اس کا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو اس کی دو صورتیں ہیں یا اس کے مقتول کی دیت بیت المال میں سے یا خود اس کے مال میں کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف وتقسم الدیۃ علیہم فی ثلث سنین ثم السنین یعنے العطیات قہستانی فلیحفظ اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیے کہ سنین یعنے عطیات کے ہے کذا فی القہستانی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا ثم السنین یعنے العطیات کی حاجت نہیں اس واسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں مضمون مذکور ہوگیا لا یوخذ فی کل سنۃ الا درہم او درہم وثلث ولم تزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی اربعۃ علی الاصح اور نہ لی جائے دیت ہر سال میں مگر ایک درم یا ایک درم اور تہائی درم کی اور زیادہ نہ لیا جائے گا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درم سے بنا بر صحیح تر قول کے م اگر ہر شخص سے ایک درم لیا گیا تو ہوگی تین سال میں تین درم ہوئے اور اگر ایک درم اور تہائی درم کی لی گئی تو چار درم ہوئے طحطاوی نے کہا یہ قول صحیح تر محمدؒ سے منصوص ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر سال میں ہر شخص سے چار درموں سے زیادہ نہ لیا جائے فان لم تسع القبیلۃ لذلک ضم الیہ اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنے یک جدی برادری اس کے واسطے یعنے دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش نہ کرے تو جو قبیلہ ان کے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہے نسب کی راہ سے وہ ملا لیا جائے عصبات کی ترتیب پر م ترتیب عصبات یہ ہے کہ اول بھائی ہیں پھر ان کے فرزند پھر چچا پھر ان کے

Marfat.com

فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک عاقلہ میں داخل ہیں اور بعضوں کے نزدیک نہیں مجتبے میں کما الحاصل
استنصار اہل لشکر اظہر ہے تو اس کے ساتھ قرابت اور نسب اور ولاد اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہ ہوگا اور بعد لشکر کے نسب کی
مددگاری ہے تو بنابریں اگر قاتل صیادین سے ہو تو اس کے عاقلہ صیاد ہیں اور ان کے اتباع نہ اس کا قبیلہ اور اہل محلہ اس واسطے کہ اہل حرفہ
کی باہم مددگاری بنہایت ہوتی ہے کذا فی الطحاوی والقاتل عندنا کاحدہم اور ہم حنفیوں کے نزدیک قاتل بھی عاقلہ میں سے ایک شخص کے
مانند ہے ہم یعنے دیت دینے میں وہ بھی شریک ہے عاقلہ کا اس واسطے کہ جنایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اس کو خارج کرنا عاقلہ سے بے وجہ
ہے خلافا للشافعی ولو القاتل امرأۃ او صبیا او مجنونا فے شارکہم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سوان میں سے ہر ایک عاقلہ
کا شریک ہوگا بنابر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنے صغیر اور مجنون کا ولی ان کے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ اور
غلام آزاد کا عاقلہ اس کے مالک کا قبیلہ ہے یعنے مالک کے ساتھ کذا فی الطحاوی عن البرہان ویعقل عن مولی الموالاۃ مولاہ وقبیلۃ مولاہ
اور مولائے موالات کی طرف سے اس کا مولے اور اس کے مولے کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ لا تعقل العاقلۃ جنایۃ عبد ولا عمد وان سقط
قودہ بشبہۃ او قتلہ ابنہ عمدا کما مر اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہیں دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہوگیا ہو شبہ سے
یا باپ کے قتل کرلے سے اپنے فرزند کو عمداً چنانچہ مذکور ہوگیا ولا مالزم بصلح او اعتراف وما لا دون نصف عشر الدیۃ لقولہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا تعقل العواقل عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ولا ما دون ارش الموضحۃ بل الجانی اور عاقلہ نہیں دیتی وہ مال جو لازم ہو اقتل عمد یا قتل عمد
کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسویں حصے سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عواقل دیت
نہیں دیتے قتل عمد کی اور غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس
حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس پر موقوف نقل کیا ہے اور حدیث مرفوع تو غریب ہے لیکن موضحہ کی دیت حدیث میں نہیں بلکہ ابراہیم نخعی سے
منقول ہے کذا فی العینی الا ان یصدقوہ فی اقرارہ او تقوم حجۃ وانما قبلت البینۃ ہنا مع الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ لانہا تثبت ما لیس بثابت
باقرار المدعی علیہ وہو الوجوب علی العاقلۃ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کریں یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور
یہاں گواہی اقرار کے ساتھ اس واسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہیں ہوتی اس واسطے کہ گواہی اس کو ثابت کرتی ہے
جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہیں یعنے واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل واولیاء المقتول علی ان قاضی بلد کذا قضی
بالدیۃ علی عاقلتہ بالبینۃ وکذبہما العاقلۃ فلا شیٔ علیہما ای علی العاقلۃ لان تصادقہما لیس بحجۃ علیہم ولا علیہ فی مالہ الا حصتہ لان تصادقہما
حجۃ فی حقہما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثوں نے باہم تصدیق کی اس پر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی
کے سبب سے اور عاقلہ نے ان دونوں کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہیں ہے اس واسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ
پر حجت نہیں ہے اور نہ خود قاتل پر حجت ہے اس کے مال میں مگر بقدر اس کے حصے کے اس لئے کہ قاتل اور وارثوں کا تصادق انہیں دونوں
کے حق میں حجت ہے کذا فی الزیلعی ہم قاتل کے مال میں عاقلہ کا حصہ رسد اقرار اس کا حجت ہے بشرطیکہ اس کے واسطے اعطا میں ہو جیسا کہ عالمگیری
میں ہے کافی سے اور ظاہر اعطا تو اہل لشکر میں ہوتی ہے نہ قبائل میں کذا فی الطحاوی واعلم ان الخصم فی ذلک ہو الجانی لان الحق علیہ ولو
کان صبیا فالخصم ابوہ خانیۃ قلت یؤخذ من قولہ الخصم ہو الجانی لا العاقلۃ جواب حادثۃ الفتوی وہی ان صبیا فقأ عین صبیۃ فماتت فارادُ
ولیہا تحلیف العاقلۃ علی نفی فعل الصبی والجواب انہ لا تحلیف لان ذلک فرع صحۃ الدعوی وہی غیر متوجہۃ علی العاقلۃ وبقی ہنا شیٔ وہو

Marfat.com

ان العاقلۃ لو اقروا بفعل الجانے بل یصح اقرارہم بالنسبۃ الیہم حتے یقضے علیہم بالدیۃ ام لافان قلت نعم ینبغی ان یجری الحلف فی حقہم لظہور
فائدتہ قالہ المصنف بحثا فلیحرر اور معلوم کرکہ اس میں یعنے دعوی قتل میں خصم یعنے مدعا علیہ قاتل ہے اس واسطے کہ حق اس پر ثابت ہے
اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ اس کا باپ ہے کذا فی الخانیۃ میں کہتا ہوں کہ اس کے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہے
حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ صغیر نے صغیرہ کی آنکھ پھوڑی سو وہ مرگئی تو صغیرہ کے وارث نے چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی
فعل پر اور جواب اس کا یہ ہے کہ قسم وارد نہ ہوگی اس واسطے کہ لزوم قسم دعوی صحیح ہونے کی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہے
اور یہاں گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو ان کا اقرار بہ نسبت ان کے صحیح ہوگا تا اینکہ ان پر وجوب دیت کا حکم
ہو یا اقرار ان کا صحیح نہیں تو اگر یوں جواب دو کہ ہاں تو لائق یوں ہے کہ قسم ان کے حق میں جاری ہو اس کے فائدہ ظاہر ہونے کے سبب سے
فائدے سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے م تحلیف عاقلہ
قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو ان پر قسم بھی نہیں اور اگر یوں جواب دیجیے کہ یہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اس پر قسم جاری نہ ہوگی
تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان جنی حر علی نفس عبد خطاء فہی علی عاقلتہ یعنے اذا قتلہ لان العاقلۃ لا تحمل اطراف العبد و
قال الشافعی لا تحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اس کی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے
مراد یہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اس واسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت
کے بھی متحمل نہیں ولا یدخل صبی وامراۃ ومجنون فی العاقلۃ اذا لم یتناصروا یعنے لو القاتل غیرہم والا فیدخلون علی الصحیح کما مر اور صغیر اور
عورت اور دیوانہ عاقلہ میں داخل نہیں جب کہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے ہوں یعنے اگر صغیر وغیرہ قاتل نہ ہوں تو عاقلہ میں داخل نہیں اور اگر صغیر
وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ میں داخل ہوں گے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا م عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ان
سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ میں داخل ہوں گے وجوب دیت میں کذا فی الطحطاوی ولا یعقل کافر عن مسلم ولا العکس لعدم التناصر
اور کافر دیت نہیں دیتا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے والکفار یتعاقلون فیما بینہم وان
اختلفت مللہم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ یعنے ان تناصروا والا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسط فی المجتبی اور کافر فیما بین خود ایک
دوسرے کے عاقلہ ہوں گے اگرچہ ان کے دین مختلف ہوں اس واسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنی بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری
کرتے ہوں اور اگر تناصر ان میں رائج نہ ہو تو فقط قاتل کے مال میں دیت مقتول کی واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ
مجتبی میں اس کو مشرح بیان کیا ہے م مجتبی میں ہے کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب میں وارد ہیں سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اس
دیت قاتل کے مال میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ کلقیط وحربی اسلم فالدیۃ فی بیت المال فی ظاہر الروایۃ
وعلیہ الفتوی درر وبزازیۃ وجعل الزیلعی روایۃ وجوبہا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جب کہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہ ہو چنانچہ لقیط کا یا وہ
حربی جو مسلمان ہوا تو اس کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی نے
مال قاتل میں وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنے جب کہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہ ہو تو اس کے مال میں دیت واجب ہے
اس روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہے قلت وظاہر ما فی المجتبے عن خوارزم من ان تناصرہم قد انعدم وبیت المال قد انہدم یرجح وجوبہا
فی مالہ فیؤدی فی کل سنۃ ثلثۃ دراہم او اربعۃ کما نقلہ فی المجتبے عن الناطفی قال وہذا حسن لابد من حفظہ واقرہ المصنف فلیحفظ فقد

Marfat.com

وقع فی کثیر من المواضع اشار فی ثلث سنین فافہم میں کہتا ہوں اور مجتبے کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کی باہم مددگاری نیست ونابود ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال میں تو قاتل ہر سال تین یا چار درم ادا کرتا رہے چنانچہ اس کو مجتبے میں ناطفی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبے نے کہا اور یہ قول خوب ہے اس کا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو ثابت رکھا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے سوالبتہ مجتبے یا غیر مجتبے کے اکثر مواضع میں واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال میں ہے تو اس کو سمجھ لے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا بزازیہ اور یہ یعنے جب عاقلہ نہ ہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے یا اس وقت ہے جب کہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسی کے مال میں بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیہ ومن لہ وارث معروف مطلقا ولو بعیدا او محروما برق او کفر لا یعقلہ بیت المال وہو الصحیح کما بسطہ فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونے کے سبب سے تو اس کے مقتول کی دیت بیت المال نہ دے گا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اس کو خانیہ میں مشرح بیان کیا ہے ولا عاقلۃ للعجم وبہ جزم فی الدرر قال المصنف لعدم تناصرہم عجمیوں کا یعنے عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والوں کا عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہے درر میں یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ان کے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لہم عواقل لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذلک طلبۃ العلم قلت وبہ افتی الحلوانی وغیرہ خانیۃ اور بعضوں نے کہا کہ عجمیوں کے واسطے بھی عاقلہ ثابت ہیں اس واسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہیں چنانچہ کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اس کے عاقلہ ہیں اور اسی طرح طالب علم بھی مددگار عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں اور اسی کا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیۃ زاد فی المجتبے والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا الباب ومعنے التناصر انہ اذا حزبہ امر قاموا معہ سفی کفایتہ وتمامہ فیہ مجتبے میں یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنے اثبات عاقلہ میں تناصر اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اس کو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اس کی کار برآری میں یعنے اس کو بچالیں اس کی تکلیف ٹال دیں اور اس کا پورا بیان مجتبے میں ہے وفی تنویر البصائر معزیا للحافظیۃ والحق ان التناصر فیہم بالحرف فہم عاقلتہ الخ فلیحفظ واقرہ القہستانی اور تنویر البصائر میں حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہ ہے کہ عجمیوں میں تناصر پیشوں کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہیں پیشہ کے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قہستانی نے ثابت رکھا ہے لکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الآن لغلبۃ الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے استاد حانوتی نے اس کی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہیں حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہیو م یہ وہی قول ہے جو زاہدی صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت وحیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ او بیت المال میں کہتا ہوں اور جہاں نہ قبیلہ اور نہ برادری ہے اور نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں م وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر الروایۃ مفتی بہ ہے اور وجوب مال قاتل کے مال میں روایت شاذ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر اور حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اس کے عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحطاوی

واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

✿

Marfat.com

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہے وصیت کی۔ وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا میں
انسان کا آخر حال موت ہے۔ تو اس کتاب کا آخر کتاب میں لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی
بہ کو یعنی جس چیز کی وصیت کی جاتے اس کو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے سے تاکہ غیر
اس کی غیبت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ باغ محمود کو دینا میری موت
کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ ثم الوصیۃ والایصاء یقال
اوصی الی فلان ای جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجئ فی باب مستقل واوصی لفلان بمعنی ملکہ بطریق الوصیۃ وصایا
عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اس کو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے
ایصا سے اور وصی کے مسائل جدا باب میں آگے آویں گے اور بولتے ہیں اوصی لفلان یعنی اس کو مالک
کیا بطریق وصیت کے م طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہ
تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے
اور شارح اس بیان میں تابع ہے صاحب درر کا فیتنذ ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا
کان او دینا تو اس وقت میں یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیئے کہ وصیت تملیک
ہے مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کی شے عین ہو یا دین یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ
نافذ من کل المال کما سیجئ میں کہتا ہوں تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے
وصیت سے نکل جاتے۔ اس واسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آوے گا یعنی بخلاف
وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہے م بعضوں نے کہا اقرار دین عبارت ہے اظہار ما فی الذمہ سے نہ
تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہے ارادۂ احسان کی کچھ حاجت نہیں ولاینافیہ
وجوبہا لحقہ تعالیٰ فتامل اور تبرع کے مخالف نہیں وصیت کا واجب ہونا حق تعالیٰ کے حق کے سبب سے سو
اس کو تامل کر م یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوتی تو وہ تملیک

Marfat.com

ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی میں وصیت واجب ہے پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہاں۔ اس واسطے کہ تبرع عبارت ہے عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہیں ہے اور بہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کے مانند نہوا کذا فی الجلبی وہی علی ما فی المجتبیٰ اربعۃ اقسام واجبۃ بالزکوٰۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوٰۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہ لاہل الفسق والا مستحبۃ اور بنابراس کلام کے جو مجتبیٰ میں ہے وصیت چار قسم ہی واجب ہے وصیت واسطے زکوٰۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوٰۃ کے جن کے ادا کرنے میں مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہے مالدار کے واسطے اور مکروہ ہے فاسق فاجروں کے واسطے اور ان کے سوا وصیت مستحب ہے ثم وجوب زکوٰۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی میں مذکور ہے تو اس کو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا اور مجتبیٰ میں اس کو مستحب میں شمار کیا ہے۔ عبارت مجتبیٰ کا ترجمہ یہ ہے کہ وصیت چار قسم ہے واجب ہے چنانچہ رد ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ کفارات از فدیہ صلوٰۃ اور صیام اور ان کے مانند کی وصیت اور مباح ہے جیسے اغنیار احباب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی کے واسطے وصیت کرنا انتہٰے کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربار کے واسطے واجب نہیں اس واسطے کہ سورۃ بقر کی آیت سورۃ نسار کی آیت سے منسوخ ہے ثم سورۃ بقرہ کی یہ آیت ہے (کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرن الوصیۃ والاقربین) یعنے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مفروض ہوا تم پر جب حاضر ہو تم میں کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والوں کے واسطے اور سورۃ نسار کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہے جو ناسخ ہے سورۃ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہے ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ سورۃ بقرہ کی آیت منسوخ ہے اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہے از آنجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ الوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق ادا کیا تو اب وصیت نہیں وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث احسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علمار نے قبول کیا اور ایسی حدیث مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہ حجت ہے امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہیں کذا فی العینی شرح الہدایہ سببہا ما ہو سبب التبرعات وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے ثم حموی نے کہا وصیت کا وہ سبب ہے جو وصیت کے محاسن میں مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہوگئے ہیں ان کا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اس حالت میں کہ مال کی کچھ حاجت نہ رہے تاکہ انجام میں کام آوے مجتبیٰ میں ہے کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہے اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت اس واسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے موت ضروری ہے اور وہ امر وصیت ہے جس کو

Marfat.com

قرآن مجید میں بتاکید فرمایا ہے آیۃ المواریث میں اس طرح کہ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارا تہائی مال تم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر میں تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہیں جو خدا کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنیکا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سو رہے مگر اس کی وصیت اس کے سر کے پاس ہو انتہے حموی نے قاضی خان سے فرع نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی۔ وہ یہ ہے کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اس کی اولاد صغار ہے۔ شیخین نے کہا کہ مال چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تھوڑا ہے امام نے کہا کہ اس کو وصیت کرنا لائق نہیں اور اگر مال زیادہ ہے اور وارث غنی ہیں تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اس پر کچھ واجب نہیں رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر قرابا اغنیاء ہیں تو پڑوسیوں کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحاوی وشرائطہا کون الموصی اہلا للتملیک فلم تجز من صغیر ومجنون ومکاتب الا اذا اضاف لعتقہ کما سیجئ اور وصیت کی شرطوں میں سے ہونا ہے موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہیں ہے۔ صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جب کہ مکاتب وصیت کو اپنے آزاد ہو جانے کی طرف نسبت کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آدے گا وعدم استغراقہ بالدین لتقدمہ علی الوصیۃ کما سیجئ اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آدے گا۔ وکون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل الموصی لہ فافہم فانہ یسقط ایراد الشرنبلالیۃ اور موصی لہ جس کے لئے وصیت کی گئی اس کا زندہ ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو یا تقدیرا تا کہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل رہے۔ سو اس کو بوجھ لے کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے م صاحب درر نے کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے۔ اس واسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اس پر اعتراض کیا کہ حمل کے واسطے وصیت کرنا صحیح ہے وہاں حیات کہاں ہے۔ شارح نے اس کا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کر کے وکونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کے وقت وارث نہ ہونا شرط ہے م یعنی موصی لہ موصی کا وارث نہ ہو موصی کی موت کے وقت۔ اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہ ہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنی اس واسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نہ رہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اس نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مر گیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہ تھا ولا قاتل اور موصی لہ کا قاتل نہ ہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اس نے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اس نے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو بہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الزیلعی وہل یشترط کونہ معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الباب الآتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہوں ہاں اس کا معلوم ہونا شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے باب آئندہ میں م موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقیر اور مساکین کذا فی الطحاوی۔ وکون الموصی بہ قابلا للتملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال ام معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنی جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موصی کے قابل ہو تملیک کے بواسطہ کسی عقد کے عقود سے خواہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو دے یا معدوم م معدوم ہو یعنی علی خطر الوجود ہو جیسے باغ کے پھلوں کی وصیت کرنا فلانے شخص کے واسطے جب تک کہ وہ زندہ ہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہیں پھر اس نے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا۔ اس کی موت کے

لہ یعنی وصیت کے کہ وصیت کی جادے یا قرض کے رواہ الطحاوی عن ابی ہریرۃ کذا فی العینی۔

Marfat.com

وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً و ان یکون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بمقدار ثلث مال کے ہو طحطاوی نے کہا یہ لزوم وصیت کی شرط ہے **ورکنہا قولہ اوصیت بکذا لفلان وما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیہا** اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ میں نے وصیت کی اس چیز کی فلانے شخص کے واسطے اور جو اس کے قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہوتے ہیں۔ م چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لئے ٹھہرایا وفی البدائع رکنہا الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب رکن ہے م غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اس واسطے کہ وصیت تملیک متعلق بموت ہے تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہیں اس واسطے کہ قبول نہیں ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی ملخصاً قلت المراد بالقبول ما یعم الصریح والدلالۃ بان یموت الموصی لہ بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجیء میں کہتا ہوں اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اس طرح کہ موصی لہ مر جائے موصی کی موت کے بعد بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آوے گا م موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کے برابر ہے۔ چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اس کے وارثوں کے واسطے خریدنا یا اس کا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط السرخسی **وحکمہا کون الموصی بہ ملکا جدیدا للموصی لہ کما فی الہبۃ فیلزم استبراء الجاریۃ الموصی بہا** اور حکم یعنی اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا ملک جدید موصی لہ کی چنانچہ ہبہ میں ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب لہ کو، تو موصی لہ کو وصیت کی جاریہ کا استبرا لازم ہوگا **وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذلک** اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کے واسطے در صورت عدم مانع ... اگرچہ موصی کے وارث اس کو جائز نہ رکھیں م مانع وصیت چنانچہ قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کا محتاج نہیں حدیث مذکور کی دلیل سے یعنی حق تعالیٰ نے تمہارا تہائی مال تم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر میں تاکہ تمہارے اعمال زیادہ ہوں **لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیز ورثتہ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتہم حال حیوتہ اصلا بل بعد وفاتہ وہم کبار** نہیں جائز ہے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا مگر اس صورت میں جائز ہے جب کہ موصی کے وارث بالغ اس کی موت کے بعد اجازت دیں اور وارثوں کی اجازت موصی کی زندگی میں اصلاً معتبر نہیں بلکہ اس کی وفات کے بعد معتبر ہے م حیات موصی میں وارثوں کی اجازت اس واسطے معتبر نہ ہوئی کہ ہنوز ان کا حق ثابت نہیں اس واسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق میں نافذ نہ ہوگی اور نہ اس کے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ میں مروی ہے۔ سعد نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو میں اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہوں تو فرمایا کہ نہیں پھر میں نے کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہوں فرمایا نہیں کہا نصف مال کی وصیت کروں فرمایا نہیں کہا تہائی مال کی وصیت کروں فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہے یعنی وصیت کے واسطے **یعنی تعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض فوارث** یعنی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کے واسطے م مریض کے اقرار میں وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہے اس واسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ اس کا وارث نہیں تو اقرار جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اس کے اس کا وارث ہو جاوے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہو حادث سبب کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہ ہوگا۔ چنانچہ اپنے اس بھائی کے واسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اس کے فرزند مر گیا کذا فی الطحطاوی **وندبت باقل منہ ولو عند غنی ورثتہ او استغنائہم بحصتہم** اور مستحب ہے کم از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کم از ثلث کی وارثوں کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصول

Marfat.com

کے سبب سے انکو استغنا، حاصل ہوا ہو کما ندب ترکہا بلا احدہما ای غنی او استغناء لانہ حینئذ صلۃ وصدقۃ جیسے وصیت کا ترک کرنا
مستحب ہے بدون توانگری یا استغنا ورثہ کے یعنی جب کہ وارث نہ خود مالدار ہوں نہ میراث کے حصول سے ان کو استغنا حاصل ہو تو اس صورت میں
ترک وصیت مطلقاً مستحب ہے اس واسطے کہ ترک وصیت اس وقت میں صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے م یعنی جب وارث محتاج ہیں اور مورث مال
چھوڑ گیا تو اس کو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملے گا اور خیرات کا بھی اور وصیت میں اجنبی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل
ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد میں ابو ایوب انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی العینی یعنی بہتر
صدقہ اس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے تہیگاہ میں طحطاوی قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے
کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضل سے روایت ہے کہ ہر وارث دس ہزار درم کی میراث پاوے وتؤخر عن الدین التقدم حق العبد اور وصیت
متاخر ہے دین سے یعنی ادائے دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے م حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب
ہو اس واسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل میں مذکور ہے تو وصیت تبرع کے مانند ہوئی کذا فی المنح
وصحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما کمستامن لعدم المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت میں اگرچہ موصی کا حکماً وارث ہو
مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے م یعنی جب کہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اس کے دار الحرب میں وارث
ہوں کذا ذکرہ ابو السعود درر میں ہے تعلق حق وارث مانع تھا صحت وصیت کا پھر جب کہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہو گئی وللمملوکہ بثلث مالہ
اتفاقا وتکون وصیۃ بالعتق فان خرج من الثلث فیہا والا سعی فی بقیۃ قیمتہ وان فضل من الثلث شیء فہو لہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت
صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اس کی آزادی کی وصیت ہو گی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے فہو المراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر
تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کا ہے م اگر موصی کا مال درم اور دینار ہے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہے اور غلام کی قیمت ۱۰۰ درم ہے
تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اس کی قیمت ۱۲۰ درم ہے تو ۲۰ درم کی کمائی کر کے ادا کرے تب آزاد ہو اور اگر اس کی قیمت ۸۰ درم ہے تو ۲۰ درم غلام پاویگا اور اگر موصی
کا مال نقد نہیں اسباب ہے تو اس کی تفصیل فتاوی عالمگیری مذکور ہے وبدنانیر ودراہم مرسلۃ لاتصح فی الاصح کما لاتصح لعین من اعیان مالہ اور اگر اپنے
غلام کے واسطے دنانیر یا دراہم غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کے اجناس مال سے ایک جنس کی م درر میں
خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کے واسطے اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں۔ اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے
اور یہ عتق کی وصیت ٹھہرائی جائے گی اور اگر دس درم یا دس دینار غیر معین کی وصیت کی تو امام نسفی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت
صحیح نہیں انتہی طحطاوی نے کہا دینار اور درم میں عدم تعیین کی قید اس واسطے لگائی کہ اس کی صحت متوہم تھی اور تعیین کی صورت میں تو جنس کے مانند وصیت
صحیح نہیں وصحت لمکاتبہ لنفسہ او لمدبرہ او لام ولدہ استحسانا لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے
اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کے واسطے وصحت للحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی
ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کے واسطے اور حمل کی وصیت غیر کے واسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی
کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کے واسطے م اور حمل کے واسطے اس طرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ میں نے
فلانی لونڈی کے حمل کے واسطے اس قدر درموں کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما تصح ان ولد الحمل لاقل من ستۃ اشہر لو زوج
الحامل حیا ولو میتا وہی معتدۃ حین الوصیۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوہرۃ پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح

Marfat.com

ما جب کہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت سے کم تر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اس کا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو
سال سے کم تر مدت موت یا طلاق سے کذا فی الطحطاوی مشروط ہے بدلیل ثابت ہونے اس کے نسب کے کذا فی الاختیار والجوہرۃ ولا فرق بین الآدمی
ومن الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ میں حیوانات سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی بما فی بطن دابۃ فلان لتنفق
صح تو اگر وصیت کی اس بچہ کے واسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہے تا اس پر صرف کیا جائے تو صحیح ہے ومدۃ الحمل للآدمی ستۃ اشہر وللفیل احدی
عشر سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ والبقر تسعۃ اشہر وللشاۃ خمسۃ اشہر وللسنور شہران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قہستانی معزیا للاستیفاء اور
مدت حمل یعنی اقل مدت حمل کی آدمی کے لئے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کیلئے گیارہ برس ہیں۔ اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال ہے اور
گائے کے واسطے نو مہینے اور بھیڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کیواسطے چالیس دن اور چڑیا کے لئے ۲۱ دن ہیں
یہ قہستانی میں ہے منسوب باستیفاء من وقتہا ای وقت الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ
شامل ہیں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وفی النہایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل
حمل کا شمار ہے وفی الکافی ما یفیدانہ من الاول ان کان لہ ومن الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اس سے مفید ہے کہ اگر حمل موصی
لہ ہے تو ابتدائے مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہے تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الہبۃ للحمل لعدم قبضہ ولا ولایۃ
لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ کنز میں اس قدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کے واسطے اس کے عدم قبض کے سبب سے اور اس پر کسی کی ولایت
نہیں تا کہ ولی اس کی طرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل عنہ بما اوصی لہ لم یجز لانہ لا ولایۃ للاب علی الجنین درر ابتیۃ تو اگر بچہ شکمی
کا باپ اس کی طرف سے مصالحت کرے بعوض اس کے جو بچے کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ شکمی
پر کذا فی الولوالجیۃ قلت وبہ علم جواب حادثۃ الفتوی وہی انہ لیس للوصی ولو مختار التصرف فیما وقف للحمل بل قالوا الحمل لا یلی ولا یولی علیہ میں کہتا ہوں اور بیان
مذکور سے حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہو گیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اس کو تصرف کرنا جائز نہیں اس میں جو حمل کے واسطے وقف ہوا بلکہ فقہاء نے
کہا ہے کہ حمل یعنی بچہ شکمی کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اس پر ہے وصحت بالامۃ الا حملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اس کے
حمل کے صحیح ہے یعنی اگر ایسا کہے کہ میں نے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اس کے پیٹ کا بچہ وصیت میں داخل نہیں تو یہ
صحیح ہے لما تقرر ان کل ما صح افرادہ بالعقد صح استثناءہ منہ والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اس واسطے صحیح ہے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اصول میں کہ جس
کا علیحدہ ذکر کرنا عقد میں صحیح ہے تو اس کا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہیں اس کا نکالنا بھی صحیح نہیں یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت میں
درست ہے تو اس کا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا ومن المسلم للذمی وبالعکس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اس کے
عکس ذمی کی وصیت مسلمان کے واسطے درست ہے ہم دلیل صحت اول کلام الٰہی ہے (لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم
ان تبروہم) یعنی نہیں روکتا تم کو اللہ تعالیٰ ان کافروں پر احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑے دین میں اور نہیں نکالا تم کو تمہارے گھروں سے اور
صحت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ بعقد ذمی سے ذمی مسلمان کے برابر ہو گیا معاملات میں تو احسان دونوں طرف سے درست ہوا حیات میں اسی طرح ممات میں
بھی کذا فی الدرر لا حربی فی دارہ اور وصیت جائز نہیں مسلمان کی کافر حربی کے واسطے دار الحرب میں اس واسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے
اور ہم ممنوع ہیں کفار مقاتلین پر احسان سے لقولہ تعالیٰ (انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین) حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو
روکتا ہے ان کافروں کے احسان سے جو تم سے دین میں لڑتے ہیں کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قید بدارہ لان المستامن کالذمی کما افادہ

Marfat.com

الملا بحثا مصنف نے عدم جواز وصیت میں دار الحرب کی قید لگائی اس واسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے صحت وصیت میں چنانچہ یہ فائدہ ملا خسرو نے درر میں بیان
کیا ہے بحث کی راہ سے ہم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر میں عدم جواز وصیت حربی کے واسطے مذکور ہے اور سیر کبیر میں جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہ ہے
کہ عدم جواز مقید بدار الحرب سے تو یہ احتراز ہے اس حربی سے جو دار الحرب میں نہیں یعنی مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر میں کہ حربی مستامن کے واسطے درست
انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادۂ مذکورہ کے بیان کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ مستامن کا مسئلہ صریح مذکور ہے کتب فقہ میں قلت وبہ صرح الحدادی والزیلعی وغیرہما
سیجئی متنا فی وصایا الذمی میں کہتا ہوں اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہما نے اور آگے متن آوے گا ذمی کی وصایا میں **ولا لوارث**
وقاتله مباشرة لا تسببا کما مر اور درست نہیں ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کے واسطے جس نے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ
تسبب کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسبب قتل حقیقی نہیں ہم حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ لا وصیة للقاتل قتل تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک میں کذا فی الدرر خواہ وصیت
قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل طرق حدیث کے کذا فی المنح **الا باجازة ورثته** لقوله علیه الصلاة والسلام لا وصیة لوارث الا ان یجیزها الورثة یعنی عند وجود
وارث آخر کما یفیده آخر الحدیث وتحقق وارث کے واسطے وصیت درست نہیں مگر موصی کے وارثوں کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے کہ وصیت نہیں وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھیں یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کے واسطے وصیت درست نہیں چنانچہ
آخر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے چنانچہ اس کی تحقیق ہم عنقریب بیان کریں گے **وهم کبار عقلاء** فلم تجز اجازة صغیر ومجنون اور اگر وہ اجازت دینے والے
وارث بالغ ہوں تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہ ہوگی۔ **واجازة المریض کابتداء وصیة** اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کے مانند ہے
ہم یعنی اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اس کو شفا ہو گئی تو وصیت صحیح ہوگی اور اگر مریض مر گیا اسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث
ہے تو اجازت مریض کی جائز نہ ہوگی جب تک مریض کے اور وارث اس کی موت کے بعد اجازت نہ دیں اور اگر موصی لہ اجنبی ہے وارث نہیں تو اجازت
جائز ہے اور یہ ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی المنح **ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصته** اور اگر بعضے وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں
نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بہ قدر اس کے حصے کے وصیت جائز ہوگی **او یکون القاتل صبیا او مجنونا فتجوز** بلا اجازة لانهما لیسا اهلا للعقوبة یا کہ قاتل لڑکا
یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اس واسطے کہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں **او لم یکن له وارث** سواه کما فی الخانیة ای سوی
الموصی له القاتل او الوارث حتی لو اوصی لزوجته او هی له ولم یکن ثمة وارث آخر تصح الوصیة ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہ ہو سوائے اس کے کذا فی الخانیة
یعنی سوائے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور وہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہے
کذا ذکره ابن الکمال زاد فی المجتبیٰ فلو اوصت لزوجها النصف کان له الکل مجتبیٰ میں اتنا زیادہ کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کے واسطے نصف مال کی وصیت
کی تو تمام مال اس کا ہوگا یعنی جب کہ زوجہ کا کوئی وارث نہ ہو سوائے زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اس کا ہوا اور نصف بطریق میراث
قلت وانما قیدوا بالزوجین لان غیرهما لا یحتاج الی الوصیة لانه یرث الکل بردا ورحم وقد قدمناه فی الاقرار معزیا للشرنبلالیة میں کہتا ہوں اور فقیہوں نے زوجین کے
واسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ وارث ہوگا تمام مال کا رد میراث، یا قرابت کی وجہ سے اور ا
ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں شرنبلالیہ کی طرف نسبت کر کے وفی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل ماله ومات ولم یترک وارثا الا امرأته
فان لم تجز فلها السدس والباقی للموصی له لان له الثلث بلا اجازة فبقی الثلثان فلها ربعهما وهو سدس الکل ولو کان مکانها زوج فان لم یجز فله الثلث والباقی
للموصی له اور فتاویٰ نوازل میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مر گیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اپنی زوجہ کے

۱؎ نہیں وصیت ہے قاتل کے واسطے ۱۲

Marfat.com

زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کے واسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اس لئے کہ موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہے تو باقی رہیں دو تہائیاں
زوجہ کی میراث انکا چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کی بجائے زوج ہو وارث وصیت کرنے والے کا سو اگر زوج نے وصیت کی اجازت
نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے۔ اور باقی مال موصی لہ کا ہے ہم جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھ سہم ہوں گے
تہائی وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے اس میں چوتھائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ کل مال کا ہے اس واسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے
باقی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز رکھی تو اس کی میراث تہائی ہے یعنی دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار سہم
ولا من صبی غیر ممیز اصلا ولو فی وجوہ الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح نہیں اس صغیر سے جس کو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اس نے امور نیک
میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام میں ان کے نزدیک صحیح ہے وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ وامر دفنہ فتجوز استحسانا اور اسی طرح صغیر
تمیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اس کی تجہیز اور دفن کے امر میں تو وصیت استحسانا جائز ہے ہم لیکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے
کفن کی تو متوسط کفن دیا جائے گا اور دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہ ہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط صحت کی
رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ فلانے قبرستان میں فلانے زاہد کے پاس اس کو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہ ہو کذا فی الطحطاوی
وعلیہ یحمل اجازۃ عمر رضی اللہ تعالی عنہ لوصیۃ یافع یعنی المراہق اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے
واسطے محمول ہے یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقا یافع مراہق سے بالغ مرد ہے کذا فی
شرح الحموی وان وصیلۃ بات بعد الادراک او اضافہا الیہ کان ادرکت فثلثی لفلان لم یجز لقصور ولایتہ فلا یملکہ تنجیزا ولا تعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقولہ
صغیر کی وصیت صحیح نہیں اگرچہ وہ بلوغ کے بعد مر گیا ہو یا وصیت کو بلوغ کی طرف نسبت کیا ہو اس طرح پر کہ اگر میں جوان بالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص
کے واسطے ہے تو وصیت جائز نہ ہوگی صغیر کے قصور ولایت کے سبب سے تو اس کا مالک نہ ہوگا نہ تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق میں اسکو ملک نہیں برخلاف
غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول میں اس کو مذکور کیا ہے ولا من عبد ومکاتب وان ترک المکاتب وفاء وقیل عندہما تصح فی صورۃ ترک الوفاء
اور غلام اور مکاتب سے وصیت صحیح نہیں اگرچہ مکاتب نے ادائے بدل کتابت کے واسطے مال چھوڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت
صحیح ہے درصورت ترک کرنے ادائے مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہ کل منہما وعبارۃ الدرر اضافاہا الی العتق فتصح لزوال المانع وہو حق المولی مگر جب کہ
غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے مولی کا اور درر کی عبارت
یوں ہے اضافاہا یعنی غلام اور مکاتب دونوں نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا ہم یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولی کے سبب سے جائز نہ تھی پھر جب
وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولی کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہو گئی ولا من معتقل اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت علتہ حتی صارت لہ اشارۃ معہودۃ فہو کاخرس اور
وصیت جائز نہیں بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اسکی بستگی زبان ممتد ہو گئی یہاں تک کہ اسکا اشارہ کرنا معلوم ہو گیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کی مانند ہے ہم معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہ ہو مگر تکلف سے
فی الحموی و درر میں ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام
عبارت کے ہوتا ہے جب کہ وہ معہود اور معلوم ہو گیا ہو سو گونگے میں تو معلوم ہے نہ بستہ زبان میں وقدر الامتداد سنۃ وقیل اذا امتدت لموتہ جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد
علیہ لکان کالاخرس قالوا وعلیہ الفتوی درر وسیجیء فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضوں نے کہا جبکہ بستگی اس کی موت تک ممتد ہوئی
تو اس کا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اس پر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہو گیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آوے گا
مسائل شتی کی کتاب میں وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اس واسطے کہ ثبوت حکم

Marfat.com

وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے م تو اگر موصی کے موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف رہیگی اس کے قبول کرنے پر موصی لہ ک
میں داخل نہ ہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی **فبطل قبولہا وردہا قبلہ** تو وصیت کا قبول کرنا اور ر
موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک بالقبول الا اذا **مات موصیہ ثم ہو بلا قبول فہو** اے مال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز
کی ملک بدون قبول کرنے کے نہیں ہوتی مگر جبکہ اس کا موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول
استحسان کی دلیل سے چنانچہ گذر گیا م وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اس طرح تمام ہو گئی کہ فسخ کی متحمل نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ ک
کے سبب سے پھر جب موصی لہ مر گیا تو اس کی ملک میں وصیت کا مال داخل ہو گیا چنانچہ اس بیع میں جس مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے
فی شرح الدرر وکذا لو اوصی للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کما مر اور اسی طرح اگر بچہ شکمی کے واسطے وصیت کی تو وہ اس کی
ملک میں داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کی وجہ سے بسبب نہ ہونے اس شخص کے جس کی ولایت ہو اس پر تاکہ وہ اس کی طرف سے قبول کرے چنانچہ
ہو گیا **ولہ** ای للموصی **الرجوع عنہا بالقول صریح او فعل یقطع حق المالک عن الغصب بان یزیل اسمہ** واعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی
پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر لیتا ہو مغصوب سے اس طرح پر کہ اس چیز کا نام بدل ڈالے اور اس کا بڑا فائدہ زائل کر
چنانچہ کتاب الغصب میں معلوم ہو چکا م چنانچہ کپڑے کی وصیت کی پھر اس کو قطع کیا اور سیا تو اب اس کا نام قبا اور قمیص **او فعل یزید فی الموصی بہ ما یمنع**
تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بنائہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ میں اس کو
کر دے جو موصی بہ کی تسلیم کا مانع ہو بدون اس کے جیسے موصی بہ ستو کو گھی کے ساتھ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں برخلاف اس گھر کی چونہ ک
اور اس کی عمارت ڈھانے کے اس واسطے کہ وہ تصرف ہے تابع میں نہ اصل میں **وتصرف** عطف علی القول صریح وعطف ابن الکمال تبعا للدرر باو وعلیہ فہو اص
فی کون فعلہ یفید رجوعہ عنہا کما یفیدہ متن الدرر فتدبر یزیل ملکہ فانہ رجوع عاد لملکہ ثانیا ام لا کالبیع والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہے ایسے تصرف سے جو اس کی
زائل کر دے چنانچہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ وتص
عطف ہے بالقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اس کو بلفظ او عطف کیا ہے اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہے اس کے فعل کے
رجوع ہونے میں چنانچہ درر کا متن اس کا مفید ہے سو اس کو غور کر لے وکذا اذا خلطہ بغیرہ بحیث لا یمکن تمیزہ اور اسی طرح رجوع عن الوصیۃ ہے جبکہ موصی
موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اس طرح کہ اس کا جدا کرنا ممکن نہیں لا یکون راجعا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی البیع موصی وصیت سے راجع نہ ہوگا اس
کے ثوب دھونے سے جس کی اس نے وصیت کی اس لئے کہ یہ تصرف ہے تابع میں نہ کہ اصل میں واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا اور یہ معلوم ک
کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا مضر نہیں کرتا وصیت میں ولا بجحودہا درر وکنز ووقایۃ وفی المجمع بہ یفتی ومثلہ فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتوی علی انہ ر
وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسی طرح ہے درر اور کنز اور وقایہ کے متن میں اور مجمع
کہ اسی قول پر فتوی ہے اور مانند اس کے عینی شرح مجمع میں ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اس پر ہے کہ انکار رجوع ہے وصیت سے ا
میں ہے کہ اس قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتوی ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ
نسفی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور نہ محمدؒ نے اپنی کتابوں میں لیکن کتاب الوصایا میں ا
رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اس وجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے ک
کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی انتہی **وکذا لا یکون راجعا بقولہ کل وصیۃ اوصیت بہا فحرام او ربا او اخرتہا**

Marfat.com

اسی طرح موصی راجع نہ ہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ میں نے کی وہ حرام خواہ بیاج ہے یا اس وصیت میں تاخیر ڈالی میں نے **بخلاف قولہ ترکتھا** برخلاف اس قول سے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہے وصیت سے م تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہے اس واسطے کہ ترک شئے اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہیں **وبخلاف قولہ کل وصیۃ اوصیتہا فہی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فہو لعمرو او لفلان وارثی** فکل ذلک رجوع عن الاولی وتکون للوارث بالاجازۃ کما مر برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ میں نے زید کے واسطے کی وہ عمرو کے واسطے ہے یا فلانے میرے وارث کے واسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں **ولو کان فلان الآخر میتا** وقتہا فالاولی من الوصیتین بحالہا لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلاں شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے ولو حیا وقتہا فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہے وصیت کے وقت پھر مر گیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے **وتبطل ہبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحہا بعدہما** ای بعد الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اس کی وصیت باطل ہے اس عورت کے واسطے جس نے موصی سے نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اس لئے کہ ثابت ہو چکا ہے یہ کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت م وصیت تو اس وجہ سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت وارث ہوگی نکاح سے اور حالانکہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں اور ہبہ مریض کا اس واسطے درست نہ ہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہے صورت میں لیکن مرض کے سبب سے وہ حکما مضاف الی ما بعد الموت ہے اس واسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا ہے وصایا کے موقع میں کیونکہ تبرع ہے تو اس کا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک **بخلاف الاقرار** لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز برخلاف اقرار کے اس واسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہے تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر مر گیا تو اقرار جائز ہے م اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے معتبر نہیں **ویبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک** لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہے اس کا اقرار اور اس کی وصیت اور اس کا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لئے یا غلام یا مکاتب کے لئے اگر فرزند مسلمان ہو گیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزندگی کے اقرار کے وقت تو یہ تہمت ایثار کا مورث ہے م ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ ان میں موت کا حال معتبر ہے اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کے وقت موجود ہے تو یہ تہمت ایثار کی موہم ہے تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہو گیا کذا فی الدرر **وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول** بہ علۃ السل وہو قرح فی الرئۃ **من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ** والا تطل وخیف موتہ **فمن ثلثہ** لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ اور مُقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اس کے تمام مال سے نافذ ہے اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہو گئی ہو تو اس مرض سے موت کا خوف نہ ہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہ ہوتی ہو یعنی ایک سال نہ گذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اس کا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اس واسطے کہ وہ امراض مزمنہ متطاولہ ہیں قاتل اور مہلک نہیں شارح نے کہا مسلول وہ ہے جس کو سل کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑے کا قرحہ ہے م مقعد بضم میم وہ بیمار ہے جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو پاؤں کی بیماری سے اور مفلوج وہ جس کو فالج کی بیماری ہو یعنی آدھا دھڑ حس و حرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جس کے ہاتھ میں رعشہ ہو یعنی ہاتھ کا پنتا ہو خلاصہ یہ ہے کہ یہ امراض مزمنہ اس کو عارض ہوں اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے اور پھر مر جائے برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہے تو اس کا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہیں اس

[1] ایک نسخہ میں فیہلہ ہے بجائے منہ یعنی اس علت ہی میں موت کا خوف نہ ہو۔ [2] بہتر تفسیر اشل کی یہ بھی ہے کہ جس کا ہاتھ بیکار ہو گیا چنانچہ کتب لغت اس کے شاہد ہیں۔

واسطے کہ جب سال کی چاروں فصلوں میں جن میں مظنہ تھا ہلاک ہونے کا زندہ رہا بچ گیا تو اس کا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مریضوں کے حکم میں نہ رہا یہاں تک کہ علاج
کے بھی لائق نہ رہا کذا فی الدرر وقیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضوں نے کہا کہ مرض الموت یہ ہے کہ آدمی اپنی حاجتوں کے واسطے
نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے تجرید میں کذا فی البزازیہ والمختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہ
ہے کہ مرض الموت وہ ہے جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہ ہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخرہ الموصی و
ان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر مجتمع ہوں چند قسم کی وصیتیں یعنی فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اس کو موصی نے مؤخر کیا ہو اور اگر
وصایا برابر ہوں فرض یا نفل ہونے میں تو وہ مقدم ہوگا جس کو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجائش نہ رکھتا ہو قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اس
فرض سے جو حق العبد ہے پھر اس فرض سے جو حق اللہ ہے پھر واجب پھر نفل البسامرہ کی نقصا ہے کذا فی الطحطاوی قال الزیلعی لکفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر
لوجوبہا بالکتاب والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا ودون الاضحیۃ زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہے صدقہ فطر پر اس واسطے کہ کفارات مذکورہ
کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہے قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی کے یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہیں وفی القہستانی
عن الظہیریۃ عن الامام الطحاوی یبدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطرۃ ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی میں ظہیریہ سے امام طحاوی سے یوں مروی ہے کہ
ابتدا کی جائے کفارۂ قتل سے پھر کفارۂ ظہار سے پھر کفارۂ افطار سے پھر نذر سے پھر صدقہ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر وفی البرجندی مذہب ابی حنیفۃ
آخرا ان حج النفل افضل من الصدقۃ اور برجندی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کا پچھلا مذہب یہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے ہم اول یہ مذہب تھا کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب
حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصی بحج ای حجۃ الاسلام احج عنہ راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اس کا وارث یا وصی موصی کی طرف
سے حج کرا دے سوار کرکے موصی کے شہر سے ہم اس واسطے کہ موصی پر حج فرض تھا اس وطن سے سوار ہوکر نہ پیدل تو اسی طرح سے اس کے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من
بلدہ فقال رجل انا احج عنہ بہذا المال ماشیا لا یجزیہ قہستانی معزیا للتتمۃ سو اگر خرچ کفایت نہ کرے موصی کے شہر سے سو ایک مرد نے کہا کہ میں حج کروں گا میت کی طرف سے اسی قدر
مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت نہ کرے گا میت کی طرف سے چنانچہ قہستانی میں ہے تتمہ سے منقول من بلدہ ان کفی نفقۃ ذلک والا فمن حیث تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر
وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہاں سے سوار کرکے نائب کو حج کے واسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ واوصی بالحج من بلدہ راکبا
وقالا من حیث مات استحسانا ہدایہ ومجتبی وملتقی قلت ومفادہ ان قولہ قیاس وعلیہ المتون فکان القیاس ہنا ہو المعتمد فافہم اور اگر حج کا جانے والا راہ میں مرگیا اور اس نے
وصیت کی اپنے عوض حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہاں سے مرگیا وہاں سے چاہیے استحسان کی وجہ سے کذا
فی الہدایۃ والمجتبی والملتقی میں کہتا ہوں اور یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اسی پر متون فقہ کی متفق ہیں تو یہاں قیاس ہی معتمد ہوا استحسان
سے سو اس کو سمجھ رکھو ہم جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہاں قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقتہ ذلک والا فمن حیث
تبلغ اگر اس کا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جہاں سے کفایت کرے وہیں سے سوار کرکے حج کروانا چاہیے بالاتفاق ومن لا وطن
لہ فمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہ ہو تو جہاں وہ مرگیا وہاں سے حج کروانا چاہیے باتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل مالہ عبد فیعتق عنہ
عن الموصی ولم تجز الورثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اس کے مال سے غلام خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کی طرف سے اور اس کے وارثوں نے اس کو جائز نہ رکھا
تو وصیت باطل ہے کذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف درہم وزاد الالف علی الثلث وقالا یشتری بکل الثلث فی المسئلتین مجمع اسی طرح جب کہ وصیت
کی یہ کہ خرید کیا جاوے اس کے واسطے غلام ہزار درم سے اور ہزار ثلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونوں صورتوں میں غلام خرید
کیا جاوے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا ثم بری من مرضہ ذلک وعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ہذا فقد اوصیت

Marfat.com

بكذا كذا في الخانية بیمار نے چند وصیتیں کیں پھر وہ چنگا ہو گیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اس کی وصیتیں باقی ہیں اگر اس نے یوں نہ کہا ہو کہ میں اپنے اس مرض سے مر گیا تو میں نے یہ وصیت کی كذا في فتاوى قاضی خاں اوصى بوصية ثم جن ان اطبق الجنون حتى بلغ ستة اشهر لبطلت والا لا موصی نے وصیت کی پھر وہ مجنون ہو گیا اور اس کا جنون دیر تک ٹھہرا یہاں تک کہ چھ مہینے تک پہنچا تو وصیت باطل ہے ورنہ باطل نہیں وكذا لو اوصى ثم اخذ بالوسواس فصار معتوہا حتى مات لبطلت خانية اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ بے ہوش ہو گیا اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ مر گیا تو وصیت باطل ہے كذا في الخانية اوصى بان يعار بيته من فلان او بان يسقى عنه الماء شهرا في الموسم او في سبيل الله فهو باطل في قول ابي حنيفة رحمه الله خانية یہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریت دیا جائے فلانے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جائے موصی کی طرف سے مہینے بھر حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں كذا في الخانية كما لو اوصى بهذا التبن لدواب فلان فان الوصية باطلة ولو قال ليعلف بها دواب فلان جاز چنانچہ اگر یوں وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلانے شخص کے جانوروں کے لئے خاص ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ اس بھوسے سے فلانے جانوروں کو چارہ دیا جاوے تو وصیت جائز ہے ولو اوصى بان ينفق على فرس فلان كل شهر كذا جاز وتبطل ببيعها اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے میں اس قدر خرچ کیا جائے تو جائز ہے ۔۔۔۔ اور گھوڑے کا بیچ ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہے م خانیہ میں ہے محمدؒ نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے ہے پھر اگر گھوڑا مر گیا یا مالک نے اس کو بیچا تو وصیت باطل ہو گی انتہى ولو اوصى لسكنى داره لرجل ولا مال له سواها جاز وله سكناها ما دام حيا وليس للوارث بيع ثلثيها وقال ابو يوسف له ذلك وله ان يقاسم الورثة ايضا ويفرز الثلث للوصية خانية اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصی کا کچھ مال نہیں سوائے اس گھر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو اس میں رہنا یعنی تہائی گھر میں درست ہے جب تک وہ زندہ رہے اور مرد کے وارث کو اس کے گھر کی دو تہائیاں بیچنا درست نہیں اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہے وارث کو اور یہ بھی جائز ہے کہ وارث وارثوں سے مقاسمہ کر لے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے كذا في الخانية ولو اوصى بقطنه لرجل بحبه لآخر واوصى بلحم شاة معينة لرجل وبجلدها لآخر واوصى بحنطة في سنبلها لرجل وبالتبن لآخر على الموصى لهما ان يدوس ويسلخ الشاة اور اگر اپنی کپاس کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکے بنولوں کی وصیت کی دوسرے شخص کیلئے اور معین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایک مرد کیواسطے اور اسکی کھال کی وصیت کی دوسرے کیواسطے تو بالیوں اور بھوسے والی وصیت دونوں مردوں کے لئے جائز ہے اور دونوں پر لازم ہے گیہوں کا مانڈنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا اور اسی طرح دونوں پر لازم ہے کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ ہر ایک کا حصہ جدا ہو جائے اوصى بثلث ماله لبيت المقدس جاز ذلك وينفق في عمارة بيت المقدس وفي سراجه ونحوه قالوا وهذا يفيد جواز النفقة من وقف المسجد على قناديله وسراجه وان يشترى بذلك الزيت والنفط للقناديل في رمضان خانية وصیت کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کے واسطے تو یہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جائے بیت المقدس کی عمارت میں اور اس کے چراغ میں اور مانند اس کے علماء نے کہا کہ یہ دلیل ہے اس کی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلوں اور اس کے چراغوں پر جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلوں کے واسطے رمضان میں خرید کیا جائے كذا في الخانية وفي المجتبى اوصى بثلث ماله للكعبة جاز ويصرف لفقراء الكعبة لا غير وكذا المسجد والمقدس اور مجتبیٰ میں ہے کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجوں کے واسطے صرف کیا جائے نہ اور کام میں اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے م یہ دوسرا قول ہے متن کے مخالف كذا في الطحطاوي وفي الوصية لفقراء الكوفة جاز لغيرهم اور فقرائے کوفہ کی وصیت ان کے سوائے اور محتاجوں پر صرف کرنا جائز ہے۔ اور یہی حکم ہے فقرائے حاج اور فقرائے مکہ كذا في العالمگيرية وفي الخانية اوصى لعبده بخدم المسجد ويؤذن فيه جاز ويكون كسبه لوارث الموصى اور خانیہ میں ہے کہ وصیت کی اپنے غلام کو کہ مسجد کی خدمت کرے اور اس میں اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اس غلام کی موصی کے وارث کی ہے ولو اوصى بثلث ماله لاعمال البر لا يصرف ثلثه لبناء السجن لان اصلاحه على السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کاموں کے واسطے دی تو اس کا تہائی مال قید خانہ بنانے میں صرف نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ اس کی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصى بان يتخذ الطعام لبعد موته للناس ثلثة ايام فالوصية باطلة كما في الخانية عن ابي بكر البلخي یہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا

Marfat.com

کہا جائے لوگوں کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہے چنانچہ خانیہ میں ابو بکر بلخی سے مروی ہے وفیہا عن ابی جعفر اوصی باتخاذ الطعام لبعد موتہ ولیطعم الذین یحضرون
التعزیۃ جاز من الثلث ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن یطول ولو فضل طعام ان کثیر الیضمن والا لا انتہی اور خانیہ میں ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے
اپنی موت کے بعد اور وہ کھلایا جائے ان کو جو ماتم پرسی کے لئے آویں تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہے اس کو جو ماتم داری میں بہت ٹھہرا یا اس کے
مکان کی مسافت دراز ہے نہ اس کو حلال ہے جس کی مسافت بعید نہیں اور نہ زیادہ مقام کیا اور اگر کھانا بچ رہا تو اگر کثیر ہے تو اس کا تاوان وصی پر ہے اور اگر قلیل ہے
تو تاوان نہیں انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی طعام یجتمع لہ النائحات لبقیۃ ثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لمن فعلات والثانی علی ما کان لغیرہن میں کہتا ہوں اور مصنف
نے اپنی شرح میں قول اول کو یعنی ابو بکر بلخی کے قول کو جو بطلان وصیت میں ہے محمول کیا ہے اس کھانے پر جس کے واسطے نوحہ گر عورتیں جمع ہوتی ہیں باقی تین دن
میں۔ وصیت ہوئی نوحہ گروں کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جواز وصیت کو اس کھانے پر جو سوائے نوحہ گر اور لوگوں کے واسطے پکایا جائے مراد
گروں کے واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہرا تین دن پر مخصوص نہیں کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنی تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل
متفرقہ شارح کے اوصی بان یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد آخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبۃ او لمن یقرء عند قبرہ شیئا معینا فہی باطلۃ سراجیۃ وستحققہ
یہ وصیت کی کہ نماز پڑھے اس پر فلانا شخص یا موت کے بعد اس کی لاش کو اٹھالے جاویں دوسرے شہر کی طرف یا اس کو کفن کیا جائے فلانے کپڑے میں یا اس کی قبر پہ کہگل کی جائے
یا اس کی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جائے یا جو اس کی قبر کے پاس قرآن پڑھے اس کو کچھ معین مال دیا جائے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیۃ اور ہم اس کی تحقیق عنقریب
بیان کریں گے م شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کہگل کروہ نہیں اور قرآن پڑھنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے
طحطاوی نے کہا دوسرے شہر میں نعش لے جانے کی وصیت اس واسطے درست نہیں کہ نقل کرنا کروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا کروہ ہے لہذا اس کی وصیت
باطل ہے اوصی بثلث مالہ للہ تعالی فہی باطلۃ وقال محمد تصرف لوجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدائے تعالی کے واسطے تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمدؒ
نے کہا وصیت مذکورہ صرف کی جائے نیک کاموں میں م وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیاء حق تعالی کی ملک ہیں تو لام تملیک کی کچھ وجہ نہیں بدون تاویل اور توجیہ کے والعبرۃ
للظاہر کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وہو عشر مالی لم یکن لہ الا الالف کہا میں نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درم
میرے تمام مال کا دسواں حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سوائے ہزار درم کے کچھ نہیں م جب کہ ہزار درم ثلث مال سے خارج ہو سکیں تو اس کو ہزار درم ملیں گے خواہ
ہزار دسویں حصے سے زیادہ ہوں یا کم کذا فی الطحطاوی وفی اوصیت لہ بجمیع ما فی ہذا الکیس وہو الف فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواہر فالکل لہ ان خرج من الثلث مجتبی اور اس قول
میں کہ میں نے فلانے کے واسطے وصیت کی اس تمام مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درہم ہیں پھر جو اس میں دیکھا تو دو ہزار درم اور اشرفیاں اور
جواہر ہیں تو وہ مال بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ ثلث مال سے خارج ہو دے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذا مت فانت بری من دینی علیک صحت وصیۃ ولو قال ان مت لا یبرء للمخاطرۃ اپنے
مدیون سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے اس دین سے جو تجھ پر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاوے گا اور اگر یوں کہا کہ اگر
میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہ ہوگا مخاطرہ کے سبب سے م مخاطرہ سے مراد اس پر تعلیق ہے جو ہنوز موجود نہیں لیکن اس کا
ہونا مترقب ہے کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی ولیلہ داخل ہے بیماروں کی وصیت میں یعنی جو مال بیماروں کے واسطے وصیت میں متعین ہوا تو مجنون پر بھی
صرف ہوگا اس لئے کہ جنون بھی بیماری ہے وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون فی بلاد خوارزم اور بلاد خوارزم میں جو مال عالموں کے واسطے وصیت ہو اس میں ملک خوارزم کے متکلم داخل
ہیں نہ ہمارے ملک کے متکلم م متکلم وہ جو علم عقائد میں گفتگو کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نہ کرتے ہونگے بلکہ لوگوں کو اعتقادات
واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور بعض ملکوں کے متکلم شبہات فلاسفہ وغیرہ کو بیان کرتے ہوں گے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹھہرے ان کو علم الہی سے کچھ نصیب
نہیں ولو اوصی للعقلاء یصرف للعلماء الزاہدین لانہم العقلاء فی العقلاء فی الحقیقۃ قنیۃ اور اگر وصیت کی عقلمندوں کے واسطے تو اس کو صرف کیا جائے یعنی کہ الدنیا

Marfat.com

عالموں پر اس لئے کہ فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہیں کذا فی القنیہ م عاقل انجام بین کو کہتے ہیں تو حقیقت میں تارک الدنیا عاقل ہے جس نے دنیائے ناپائیدار کا انجام غور کر کے اس کو چھوڑ دیا الطحطاوی نے کہا در المختار کے نسخوں میں بجائے لفظ قنیہ کے فتح ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اس لئے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے اور اگر ایسا ہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہرے گی اسلئے کہ آخر فروع میں سراج مذکور ہے واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی ید الموصی او ورثتہ بمنزلۃ الودیعۃ سراج جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اس کے وارثوں کے قبضہ میں بجائے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنی اگر مال مذکور تلف ہو جائے گا۔ تو ان کو ضمان دینا لازم نہ ہوگا۔

باب الوصیۃ بثلث المال

یہ باب ہے تہائی مال کے وصیت کے مسائل میں **اوصی بثلث مالہ لزید ولآخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ فثلثہ لہما نصفان اتفاقا** جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت میں تہائی مال سے وصیت زیادہ نہیں ہو سکتی اور استحقاق کے سبب میں دونوں برابر ہیں اور محل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی **وان اوصی بثلث مالہ لزید ولآخر بسدس مالہ فالثلث بینہما ثلثا اتفاقا** اور تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونوں شخصوں میں تین تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا **وان اوصی لاحدہما بجمیع مالہ ولآخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ ذلک فثلثہ بینہما نصفان** لان الوصیۃ باکثر من الثلث اذا لم تجز تقع باطلۃ فیجعل کانہ اوصی لکل بالثلث فینصف اور اگر وصیت کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی اس واسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت پر جب ورثہ کی اجازت نہ ہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اس نے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام کا وقالا اربعا لان الباطل ما زاد علی الثلث فاضرب الکل فی الثلث تحصل اربعۃ یجعل ثلث المال اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کئے جاویں اس واسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب کر ثلث میں چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال میں قرار دئے جاویں گے م الطحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اس میں دقت ہے مطلب خیز نہیں درر کی عبارت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کئے جاویں گے تین سہم اس کے جس کے لئے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اس کے لئے جس کے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اس واسطے کہ وصیت زائد ثلث پر بایں معنی باطل ہے کہ موصی کو اس کا مستحق نہیں ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر میں کہ موصی لہ اس کے سبب سے ثلث مال سے لے گا بقدر حصہ اس زائد کے اس لئے کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہو تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا[1] انتہی مختصراً **ولا یضرب[2] الموصی لہ باکثر من الثلث عند ابی حنیفۃ** المراد بالضرب المصطلح بین الحساب فعندہ سہام الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کل فی الثلث یکون سدسا فلکل سدس المال وعندہما اربعۃ کما قدمنا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نہ کرے گا وہ موصی لہ جس کے لئے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب میں مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہیں تو ضرب دے ہر ایک کے نصف کو ثلث میں تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہیں چنانچہ ہم نے ان کو آگے بیان کر دیا ہے شارح کو یوں کہنا اولی تھا فاضرب[3] نصفہما او فاضرب نصیب کل ضرب مصطلح عبارت ہے اس عدد کے حاصل کرنے سے جس کی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی ہی ہے جیسے دوسرے کی ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی **الا فی ثلث مسائل وہی المحاباۃ والسعایۃ والدراہم المرسلۃ** ای المطلقۃ غیر المقیدۃ بثلث او نصف او نحوہما اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہیں کرتا مگر تین مسئلوں میں ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہ ہیں۔ ایک محابات دوسرے

۱؎ یعنی ہر ایک کا حصہ تین سے نکال اس کو مخرج قرار دے کر تو تین تہائیاں اور ایک مل کر چار ہوئے ۱۲ ۲؎ قال الطحطاوی قولہ لا یضرب مبنی للفاعل من الموصی لہ والباء متعلق بہ ۱۲

۳؎ یعنی ضرب کر ان دونوں کے نصف کو یا ہر ایک کے حصہ کو ضرب کر ۱۲

Marfat.com

سعایت تیسرے دراہم مرسلہ یعنی مطلق دراہم جن میں ثلث نصف کی یا ان کے سوائے اور کوئی قید مذکور نہیں م محابات لغت عرب میں بمعنی مسامحت اور عطا کے ہے اور یہاں محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کم تر ہو کذا فی الطحطاوی ومن صور ذلک ان یوصی لرجل بالف درہم ولاٰخر بمحاباۃ بیع بالف درہم اولاٰخر بعتق عبد قیمتہ الف درہم وہی ثلث مالہ ولاٰخر بثلث مالہ ولم تجز فالثلث بینہما اثلاثا اجماعا اور اس کے مجوز اشکال کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درہم کی مثلاً یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درہم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس غلام کی آزادی کی جس کی قیمت ہزار درہم ہے اور حالانکہ ہزار درہم اس کے تمام مال کی دو تہائیاں ہیں اور دوسرے شخص کے واسطے تینوں مثالوں میں اپنے ثلث مال کی وصیت کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تو کل مال کی تہائی دونوں موصی لہ میں تین تہائی بالاتفاق ہوگی یعنی دو سہم ہزار درہم کے موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کے موصی لہ کو م ماتن نے اپنی شرح میں کہا کہ محابات کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کے دو غلام ہیں ایک کی قیمت ۳۰ درہم ہے اور دوسرے کی ۶۰ درہم سو اس نے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درہم پر بیع ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درہم پر بیع ہو اور موصی کا سوائے ان دو غلاموں کے کچھ اور مال نہیں ہے تو زید کے حق میں ۲۰ درہم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق میں ۴۰ درہم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہائی ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۲۰ درہم پر بیچا جائے گا اور دس درہم اس کے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درہم پر اور ۲۰ درہم اس کی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہوگیا اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ موصی نے دو غلاموں کو آزاد کیا جن کی قیمت ویسی ہے جو محابات میں مذکور ہو چکی اور اس کا کچھ مال غلاموں کے سوائے نہیں تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہائی ہوں گے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسی طرح ان میں منقسم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درہم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے ۲۰ درہم میں اور ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا وہ ۲۰ درہم ہے اور سعایت کرے گا ۴۰ درہم میں تو ہر ایک موصی لہ ضرب کرے گا بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور دراہم مرسلہ کی یہ صورت ہے کہ زید کے واسطے وصیت کی ۳۰ درہم کی اور دوسرے کے لئے وصیت کی ۶۰ درہم کی اور اس کا کل مال ۹۰ درہم ہے اور وارثوں نے اس وصیت کو جائز نہ رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کرے گا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال میں ضرب دے گا اور ثانی مال کی ثلثین میں کذا فی الطحطاوی لفظاً ومثل نصیب ابنہ صحت لان اولاد اور اپنے فرزند کے حصے کے مانند وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اس کا بیٹا ہو یا نہ ہو وبنصیب ابنہ لا لو ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی دوسرے کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہیں اگر اپنا بیٹا موجود ہو م اس واسطے کہ فرزند کا حصہ قرآن سے ثابت ہے پھر جب اس کی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اس نے فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہ ہوگا کذا فی المنح برخلاف سابقہ کے اس واسطے مثل شئے مغائر شئے ہے وان لم یکن لہ ابن صحت عنایۃ وجوہرۃ زاد فی شرح التکملۃ وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی اور اگر موصی کا فرزند نہ ہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایۃ والجوہرۃ شرح تکملہ میں اتنا زیادہ کہا ہے اور یہ ہوگیا مانند اس کے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی ما فی شرح التکملۃ وفی المجتبیٰ ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی اور مجتبیٰ میں ہے اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند کی اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی ما فی المجتبیٰ م لیکن زیادہ عن الثلث باجازت ورثہ پر موقوف ہے ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبیٰ کے مخالف ہے م مجتبیٰ میں نصف مال مذکور ہے اور سراج میں ثلث مسطور ہے کذا فی الطحطاوی ولہ فی الصورۃ الاولیٰ ثلث ان اوصی مع ابنین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت میں تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزندوں کے ساتھ وصیت کی م یعنی دو فرزندوں کے ساتھ موصی لہ کے لئے بمثل حصہ فرزند کے وصیت کی تو اس کو تہائی مال ملے تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ونصف مع ابن واحد ان اجاز اور موصی لہ کے واسطے ایک فرزند کے ساتھ نصف ہے اگر فرزند جائز رکھے وتعلم البنات اور بیٹوں کے مانند بیٹیوں کا حکم ہے م یعنی اگر بمثل حصہ دختر وصیت کی اور اس کے ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف ہے اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبیٰ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وصیت کرے کسی وارث کے حصے کے برابر ملنے کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کر لینا چاہیے۔ کذا فی المجتبیٰ چنانچہ اوپر کی مثال میں

لہ اس لئے کہ غلام ۲۰ کا تھا جب دس کو بیچنے کو کہا تو یہ معنی کہ ۲۰ اس کو دے دینا ۱۲

Marfat.com

مفصل گزرا **او بجزء او سہم من مالہ فالبیان الی الورثۃ** یقال لہم اعطوہ ماشئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فبخلافہ اور وصیت کی اپنے مال میں سے
ایک جز یا ایک سہم کی تو اس کا بیان وارثوں کی طرف ہے تو وارثوں سے کہا جاوے گا کہ موصی لہ کو جتنا تمہارا جی چاہے پھر یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ برابری درمیان جزء اور سہم کے
یہ ہمارا متاخرین کا عرف ہے اور اصل روایت تو اس کے مخالف ہے م وارثوں کو بیان اس واسطے مفوض ہوا کہ جز اور سہم کا مدلول مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور
وصیت جہالت سے ممنوع نہیں اور وارث موصی کے اس کے قائم مقام ہیں بیان مراد میں شرح وقایہ میں ہے کہ سہم عبارت ہے سدس سے امامؒ کے قول میں بنا بر عرف بعض
اشخاص کے منح الغفار میں ہے کہ لفظ نصیب اور تنقص اور بعض اور حظ اور شئے کا سہم اور جز کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی **وان قال سدس مالی لہ ثم قال ثلثہ**
لہ واجازوا لہ ثلث ای حقہ الثلث فقط وان اجازۃ الورثۃ لدخول السدس فی الثلث مقدما کان او مؤخرا فقد اتیقن وبھذا اندفع سوال صدر الشریعۃ واشکال ابن الکمال اور اگر بولا کہ میرے
مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اس کے واسطے ہے اور اس کے وارثوں نے اجازت دی تو موصی لہ کے واسطے تہائی مال ہے یعنی
اس کا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثوں نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث میں خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ مؤخر اعتبار تیقن کے سبب سے اور اس تقریر سے
صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہو گیا م صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشا ہے تو واجب یہ ہے کہ موصی لہ
کے واسطے نصف مال واجب ہو اس واسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت میں احتمال ہے کہ سدس ثلث میں داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے
کہ داخل نہ ہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث میں بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی
وصیت کا مالک نہیں تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہ ہو **وفی سدس مالی کرر لہ السدس** لان المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ اور اس وصیت میں
کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کے واسطے سدس ہے اس واسطے کہ معرفہ دوبارہ ذکر ہوا معرفہ ہو کر م یعنی موصی نے یوں کہا کہ میرا سدس مال اس کے واسطے ہے پھر یہ کہا
کہ میرا سدس مال اس کا ہے خواہ اسی مجلس میں تکرار کی یا دوسری مجلس میں تو سدس اس کا حق ہے اس واسطے کہ اعادہ معرفہ میں ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور یہاں معرفہ لفظ سے
سدس کا اس واسطے کہ وہ مضاف ہے مال کی طرف **وبثلث دراہمہ او غنمہ او ثیابہ** متفاوتۃ فلو متحدۃ فکالدراہم **او عبیدہ ان ہلک ثلثاہ فلہ جمیع ما بقی فی الاولین**
ای الدراہم والغنم اور موصی کے دراہم یا اس کی بھیڑ بکریوں یا اس کے مختلف کپڑوں کی یا اس کے غلاموں کے ثلث کی وصیت کی پھر اگر دو ثلث تلف ہو جاویں تو موصی لہ کے واسطے
وہ ہے جو سب باقی رہ گیا اور دو شاملوں میں یعنی درموں میں اور بھیڑ بکریوں میں شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہیں تو وہ درموں کی مانند ہیں م یعنی موصی نے کہا کہ میرے
ثلث دراہم یا ثلث غنم فلانے کے واسطے ہیں پھر درم اور غنم کی دو تہائیاں تلف ہو گئیں تو موصی لہ کے واسطے تمام ما بقی ہے مثلاً اگر نو درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہو گئے تو باقی
تین درم موصی لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع اصناف مالہ اتی حلبی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع ما بقی کو موصی لہ پاوے گا کذا ذکرہ اخی حلبی **وثلث**
الباقی فی الآخرین ای الثیاب والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو شاملوں میں یعنی کپڑوں اور غلاموں میں باقی کا ثلث ہے موصی لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام
مال کی تہائی سے نکلے م یعنی اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت ہیں اور ان میں سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا
ایک غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درم اور غنم کے کہ ان میں جمیع ما بقی موصی لہ کا حق ہے **وکالاول کل متحد الجنس کمکیل او موزون** وثیاب متحدۃ وضابطہ ما یقسم جبرا **و**
کالثانی کل مختلف الجنس وضابطہ ما لا یقسم جبرا اور اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اس کا یہ
ہے کہ اس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کے مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہ ہوتی ہو زبردستی
سے م اشیاء متحد الجنس اگر وارثوں میں مشترک ہوں اور بعض وارث قسمت کے طالب ہوں اور بعضے نہ چاہتے ہوں تو قاضی ان کو تقسیم کرے گا زبردستی سے اور اگر
مختلف الجنس ہیں تو ان میں تقسیم جبری نہ ہوگی **وبالف ولہ دین من جنس الالف وعین فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ** اور موصی نے ہزار درہم کی
وصیت کی اور حالانکہ اس کا مال دین ہے لوگوں پر ہزار درم کی جنس سے اور عین بھی ہے تو اگر ہزار درہم عین کی تہائی سے نکلے تو اس کو وہی دیا جاوے یعنی اگر اس کا تین ہزار کا متروکہ

Marfat.com

نقد ہے تو اسی نقد میں سے ایک ہزار درہم موصی لہ کو دے دیا جائے گا **والا یخرج فثلث العین یدفع لہ وکلما خرج شیٔ من الدین یدفع الیہ ثلثہ حتی یستوفی حقہ وہو الالف** اور اگر ہزار درہم نہ نکلیں نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اس کو دی جائے اور جس قدر دین سے وصول ہوتا جائے تو اس کی تہائی سے اس کو ملتی جائے یہاں تک کہ اس کا حق ہزار درہم پورے ہو جائیں مثلاً نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اس کو دی جائے اور جس قدر دین سے وصول ہوتا جائے اس کی تہائی دیتے رہیں ہزار درہم کے بھرنے تک **وثلثہ لزید وعمرو وہو ای عمرو میت لزید کلہ ای کل الثلث** والاصل ان المیت والمعدوم لا یستحق شیئا فلا یزاحم غیرہ وھذا بخلاف ما لو اوصی لزید وجدار اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمر کے واسطے اور حالانکہ عمر و مردہ ہے تو زید کے واسطے پوری تہائی ہے اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ میت یا معدوم کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا کسی غیر کی تو مزاحم اور مانع نہ ہوگی اور وہ قول اس قول کے مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کے واسطے **ہذا اذا اخرج المزاحم من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب یخرج بحصتہ** ولا یسلم للآخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ بینہما یعنی استحقاق کل ثلث کا اس وقت ہے جب کہ مزاحمت کرنے والا نکل جائے اصل وصیت سے لیکن جب کہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لے کر نکلے گا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جائے گا ثبوت شرکت کی وجہ سے **کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان بن عبد اللہ ان مت وہو فقیر فمات الموصی او فلان بن عبد اللہ غنی کان لفلان نصف الثلث** چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال شلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کے واسطے ہے اگر میں مر جاؤں اور خالد محتاج ہو پھر موصی مر گیا اور حالانکہ خالد بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کے واسطے نصف ثلث ہو گا اس واسطے کہ خالد جو مالدار ہو گیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کی وجہ سے تو اس صورت میں زید پوری تہائی نہ پاوے گا وکذا لو مات احدہما قبل الموصی وفروعہ کثیرۃ اور اسی طرح اگر ایک موصی لہ مر گیا موصی سے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاوے گا اور اس اصل کی شاخیں بہت ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گھر میں ہو اور حالانکہ عبد اللہ گھر میں نہیں تو زید کو نصف ثلث ملے گا اس واسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہیں کذا فی المنح **واصلہ المعول علیہ انہ متی دخل فی الوصیۃ ثم خرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الکل للآخر ذکرہ الزیلعی** اور اس کا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہے کہ جب موصی لہ وصیت میں داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق میں زیادہ ہو جانے کا موجب نہیں ہوتا اور جب کہ وصیت میں داخل ہی نہ ہوا فقدان اہلیت کی وجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے **وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی** والیہ یشیر کلام الدرر تبعا للکافی حیث قال لہ ولولد بکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الی آخرہ اور بعضوں نے کہا موت موصی کے کا اعتبار ہے اور اسی کی طرف درر کا کلام باتباع کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کے واسطے پھر بکر کا فرزند مر گیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ تمام صاحب درر کا تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کے واسطے اور اس کے محتاج فرزندوں کے واسطے اور شرط فوت ہو گئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتوں میں اس واسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہ ہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں انتہی اور اس کی مانند فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی لکن قیل الزیلعی قیاما اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالۃ الایجاب وقیل فیہ روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ میں یعنی جب کہ مزاحم خارج ہو جائے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار میں نہ موت موصی کے اعتبار میں اور بعضوں نے کہا کہ اس میں دو روایتیں ہیں **ولو قال بین زید وعمرو وہو میت لزید نصفہ** لان کلمۃ بین توجب التنصیف حتی لو قال ثلثہ بین زید وسکت فلہ نصفہ ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمر کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث ملے گا اس واسطے کہ لفظ تنصیف کا موجب ہے یہاں تک کہ اگر وصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہو گیا دوسرے شخص کو ذکر نہ کیا تو بھی زید کو نصف ہی ملے گا **وثلثہ وہو ای الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ** سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او قبلہا لما تقرر ان الوصیۃ ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنے والا محتاج ہے وصیت کے وقت تو موصی لہ کے واسطے اس کا ثلث مال ہے یعنی اس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اس نے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا یہ کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد موت سے م طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید مذکور نہ ہوتی تا اطلاق صحیح ہوتا **اذا لم یکن الموصی بہ عینا او نوعا معینا** ثلث مال مذکور اس وقت ملے گا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین نہ ہو اما اذا اوصی بعین او نوع من مالہ کثلث غنمہ فہلکت

Marfat.com

قبل موتہ بطلت لتعلقہا بالعین فتبطل بفواتہا وان کتسب غیرہا لکن جبکہ وصیت معین کی کی یا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہو گئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہو گئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت باطل ہو گئی اس کے فوت ہو جانے سے اگرچہ اس نے سوائے اس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو **ولو لم یکن لہ غنم عند الوصیۃ فاستفادہا ای الغنم ثم مات صحت** فی الصحیح لان تعلقہا بالنوع کتعلقہا بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کے وقت نہ ہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مر جائے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اسلئے تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہے جیسا وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے **ولو قال لہ شاۃ من مالی ولیس لہ غنم یعطی قیمۃ الشاۃ** اور اگر بولا زید کے واسطے گوسپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اس کی ملک میں بھیڑ بکریوں کا گلہ نہیں ہے، تو اس گوسپند کی قیمت دی جائے گی **بخلاف قولہ لہ شاۃ من غنمی ولا غنم لہ** یعنی شاۃ لہ فانہا تبطل برخلاف اس قول کے کہ اس کے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اس کی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گوسپند بھی نہیں تو وصیت باطل ہے م وجہ فرق المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسفند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ مالیت گوسفند کی وصیت مراد ہے اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسفند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گوسفند مراد ہے اس واسطے کہ موصی نے گوسفند کو غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا الوم یصفہا لہ ولا غنم لہ قیل تصح اور اسی طرح اگر گوسفند کو اپنے مال کی طرف مضاف نہ کیا تو اور حالانکہ اس کی ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے **وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوہما** زیلعی اور اسی طرح گوسفند کی مانند حکم ہے ہر قسم میں اقسام مال سے چنانچہ گائے بیل اور کپڑا اور مانند ان کے کذا فی الزیلعی **وبثلث لامہات اولادہ وہن ثلاثۃ وللفقراء والمساکین لہن ای لامہات الاولاد ثلثۃ اسہم من خمسۃ وسہم للفقراء وسہم للمساکین** وعند محمد یقسم اسباعا لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقلہ اثنان فقال الحنفیۃ تبطل الجمعیۃ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کے واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولد تین ہیں تو ان کے واسطے صرف تین سہم ہیں پانچ سہموں سے اور فقیروں کے واسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امامؒ کے نزدیک اور محمدؒ کے نزدیک تقسیم ہو گی سات حصے ہو کر اس واسطے کہ فقراء اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کر دیتا ہے یعنی یہاں ظاہر میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت میں مفرد ہے **وبثلثہ لزید وللمساکین لزید نصفہ ولہم نصفہ** وعند محمد اثلاثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے واسطے اس لئے کہ اقل جمع دو ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اوصی بثلثہ لزید وللفقراء والمساکین قسم اثلاثا عند الامام وانصافا عند ابی یوسفؒ واخماسا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہو گی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر ابو یوسفؒ کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمدؒ کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار **ولو اوصی للمساکین کان لہ صرفہ الی مسکین واحد** وقال محمد لا الا الی اثنین علی ما مر فلا یجوز صرف للمساکین لاقل من اثنین عندہ والخلاف فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار لجماعۃ وقال ثلث مالی لہؤلاء المساکین لم یجز صرفہ لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو موصی کو جائز ہے اس کا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنی بطلان جمعیت کی وجہ سے اور محمدؒ نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین کے واسطے ہے اس کا صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمدؒ کے نزدیک اور یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کر کے معین نہیں کر دیا سو اگر اس نے ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اس کا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ولو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسفؒ وعلیہ الفتوی خلاصۃ وشرنبلالیہ اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیروں کے واسطے سو موصی نے ان کے سوا اور فقیر دئے تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخلاصۃ والشرنبلالیۃ **وبمائۃ لرجل وبمائۃ لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما لہ ثلث کل مائۃ** لتساوی نصیبہما فامکنت المساواۃ فلکل ثلث المائۃ اور اگر وصیت کی سو درم کی ایک مرد کے واسطے اور سو درم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا میں نے تجھ کو شریک کر دیا ان دونوں مردوں کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے ہر سیکڑے کی تہائی ہے اس واسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہو گی تینوں کی برابری تو ہر مرد کو سیکڑے کی دو تہائیاں ملیں گی **ولو بار بعمائۃ مثلا لہ وبمائتین لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما لہ نصف ما لکل** منہما لتفاوت نصیبہما فیساوی کلا منہما اور اگر مثلا چار سو درم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے

موصی نے کہا کہ میں نے تجھ کو دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملے گا بسبب تفاوت ہونے دونوں کے تو تیسرا مرد دونوں کے برابر ہوگا۔
م جب دونوں کا حصہ متفاوت ہو تو تینوں شخصوں کی برابری ممکن نہیں تو شرکت کو حمل کیا ثابت کی مساوات پر دونوں کے ساتھ تاکہ لفظ اشتراک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہو وے
وبثلث ماله لرجل ثم قال لآخر اشركتك او ادخلتك معه فالثلث بينهما لما ذكرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر دوسرے سے کہا کہ میں
نے تجھ کو داخل کر دیا اس کے ساتھ تو تہائی مال دونوں میں نصفا نصف ہے بدلیل مذکور یعنی شرکت مقتضی ہے مساوات کی اور یہاں مساوات ممکن ہے **وان قال لورثته لفلان**
علی دین فصدقوه فانه یصدق وجوبا الی الثلث استحسانا اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھ پر دین ہے تو تم اس کی تصدیق کیجیو تو اس کی تصدیق کی جائیگی واجبا
وجوب کے تہائی مال تک استحسان کی وجہ سے م وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اس کی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہ ہو اس واسطے کہ مدعی
کی تصدیق نہیں ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ **بخلاف قوله کل من ادعی علی شیئا فاعطوه** لانه خلاف الشرع برخلاف اس قول کے کہ جو شخص مجھ پر کسی چیز کا دعویٰ کرے تو
اس کو دیجیو تو اس میں تصدیق نہ ہوگی اس لئے کہ یہ خلاف شرع ہے م یعنی تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہے **الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیه فیجوز من الثلث ویصیر وصیة**
مگر یہ کہ قائل مذکور یوں کہے کہ اگر وصی اس کا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہو جاویگا م وصیت ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ اس نے وصی کو
تفویض کیا کذا فی الطحطاوی ولو قال ما ادعی فلان من مالی فهو صادق فان سبق منه دعوی فی شیء معلوم فهو له والا لا مجتبی اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعویٰ کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر
اس شخص سے کوئی دعویٰ شئے معین میں سابق ہو چکا ہو تو وہ شئی مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعویٰ نہیں تو وہ چیز اس کی نہیں کذا فی المجتبی **فان اوصی بوصایا مع ذلک** ای مع قوله لورثته
لفلان علی دین فصدقوه **عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثة** پھر اگر وصی نے چند وصیتیں کیں اس کے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اس نے اپنے وارثوں سے
کہا کہ فلانے شخص کا مجھ پر دین ہے تو اس کی تصدیق کیجیو تو تہائی مال جدا کیا جاوے گا وصیت والوں کے واسطے دو تہائیاں جدا ہونگی وارثوں کے واسطے م یعنی ایک شخص نے اپنے وارثوں سے
کہا کہ فلاں شخص کا مجھ پر دین ہے تم اس کی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اس نے چند اشخاص کے واسطے وصیتیں کیں تو اس کے مال سے تہائی اہل وصایا کے لئے جدا کرنا چاہیئے اور دو تہائیاں
وارثوں کے لئے اس واسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہیں اور دین مجہول ہے تو معلوم کا مزاحم نہ ہوگا لہذا معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر **وقیل لکل** من اصحاب الوصایا والورثة **صدقوه فیما**
شئتم والباقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاوے گا اہل وصایا اور وارثوں کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جس قدر میں کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا
کا ہے م پھر جب کہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہو گیا کہ ترکہ میں دین ہے دونوں حصوں میں تو ہر فریق کا اقرار اس کے حصہ میں نافذ ہوگا کذا فی العالمگیریة والدین وان کان مقدما علی الحقین لا
انه مجهول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث کے دونوں حقوں پر مگر مجہول ہے معلوم نہیں م یہ جواب سوال مقدر کا ہے کہ دین تو وصیت اور میراث پر مقدم ہے پھر اس کی کیا وجہ
کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں جدا ہوئیں بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہ ہے کہ عدم تقدیم دین یہاں اس کے عدم تعین کے سبب سے ہوئی **وطریق تعیینه ما ذکر** اور
دین مذکور کے مقرر اور معین ہو جانے کا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہو گیا یعنی تصدیق فریقین کی فیؤخذ الورثة بثلثی ما اقروا به والوصی بثلث ما اقروا به وما بقی فلهم تو جس قدر دین کا وارثوں نے
اقرار کیا وہ ان کی دو تہائیوں سے لیا جاوے گا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا وہ ان کی تہائی سے لیا جاوے گا اور جو باقی رہے گا بعد دین ادا کرنے کے وہ ان کا ہے یعنی جو دو تہائیوں میں سے
باقی رہے گا وہ وارثوں کا ہے اور جو ایک تہائی سے باقی رہے گا وہ اہل وصایا کا ہے ویحلف کل علی العلم لو ادعی الزیادة اور ہر فریق قسم کھاوے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعویٰ
کرے یعنی ہر فریق یوں قسم کھاوے کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہیں قلت لکن لو کانت الوصایا دون الثلث هل یعزل الثلث کله ام بقدر الوصایا لم اره باقی رہا یہ احتمال کہ اگر
وصیتیں تہائی مال سے کم ہوں تو کیا پوری تہائی نکال رکھی جاوے گی یا بقدر وصیت کے میں نے اس کی تصریح کتب فقہ میں نہیں دیکھی وبقی ایضا احتمال هو انهم ان یصدقوه فی اکثر من الثلث راجع
ابن الکمال به اور یہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا ان کو لازم ہے یہ کہ مقر لہ کی تصدیق کریں ثلث سے اکثر میں اس کے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیئے م یہ اصل اعتراض
ہے زیلعی کا اور ابن کمال نے نقد زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضوں نے ضعیف جواب دیا جس سے زیلعی کا اشکال حافظہ نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا
اجنبی ولا اجنبی ووارثه او ورثته **او قاتله له نصف الوصیة وبطل وصیته للوارث والقاتل لانهما من اهل الوصیة** علی امر ولذا تصح باجازة الورثة اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث یا اپنے

Marfat.com

قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملے گی اور اس کی وصیت وارث اور قاتل کے حق میں باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملے گا نہ کل اس واسطے کہ وارث اور قاتل وصیت کے
مستحق ہیں بنا برایں جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت سے م برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ و مردہ کے واسطے
وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اس واسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہیں تو مزاحم بھی نہ ہوگا **بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ وللاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار**
بعقد سابق بینہما فاذا لم یثبت فی البعض لغا باقیہ ضرورۃ م برخلاف اس کے جب کہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہیں اجنبی کے حق میں بھی اس سے کہ یہ اقرار ہے
عقد سابق کا یعنی دونوں کی شرکت کا زمانہ ماضی میں پھر جب کہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بھی بالضرور لغو ٹھہرا م عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ وصیت انشا تصرف ہے یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے
تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اس نے خبر دی ہے وصف شرکت زمانہ ماضی میں تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس
کی خبر مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہے اس واسطے کہ وارث اس میں شریک ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ہذا اذا تصادقا فان انکر احدہما
شرکۃ الآخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی عند محمدؒ وعندہما تبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضوں نے کہا یعنی عدم صحت اقرار اس وقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے
پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ میں صحیح ہوگا محمدؒ کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سب کے حصے میں باطل ہے اس وجہ سے جو ہم نے بیان
کی کذا فی الزیلعی **ولو اوصی بثیاب متفاوتۃ جید ووسط وردی لثلثۃ انفس لکل منہم ثوب فضاع منہا ولم یدر ای ہو والوارث یقول لکل منہم ہلک حقک بطلت**
الوصیۃ بجہالۃ المستحق کوصیۃ لاحد ہذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑوں کی تین شخصوں کے واسطے ہر آدمی کے لیے ایک کپڑا پھر ان تینوں کپڑوں سے ایک
کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہیں کہ کون سا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی مستحق کے معلوم نہ ہونے سے جیسے ان
دو مردوں سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے واسطے میں نے وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے جہالت کے
سبب سے یعنی معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی **الا ان یتسامحوا او یسلموا ما بقی منہا فتصح لزوال المانع** وہو الجہالۃ مگر یہ کہ موصی کے وارث مسامحہ کریں اور باقی کپڑوں
کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جاوے گی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثوں کا انکار مانع صحت کا تھا سو تسلیم سے زائل ہو گیا **فتقسم لذی الجید ثلثاہ ولذی الردی ثلثاہ ولذی**
الوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ بقدر الامکان تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کے
واسطے دونوں کپڑوں میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کی جاوے گی اس واسطے کہ یہ برابر کرنا ہے بقدر امکان کے **ولو اوصی احد الشریکین ببیت معین من دار مشترکۃ وقسم ووقع**
البیت فی حظہ فہو للموصی لہ والا یقع فی حظہ فلہ مثل ذرعہ م صرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب القسمۃ فلو قال قسم فان وقع الی آخرہ لکان اولی اور اگر گھر کے دو شریکوں میں سے ایک شریک نے
مشترک گھر سے ایک معین کوٹھڑی کی وصیت کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھڑی موصی کے حصے میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے اور اگر موصی کے حصے میں واقع نہ ہوئی تو موصی لہ
کے واسطے کوٹھڑی کے برابر گزوں سے زمین ناپ دی جاوے گی صدر الشریعۃ وغیرہ نے وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یوں کہتا قسمت کی جائے پھر اگر کوٹھڑی اس کے
حصے میں آوے الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا **والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلہا** ای مثل الوصیۃ فی الحکم المذکور اور اقرار کرنا معین کوٹھڑی کا مشترک گھر سے وصیت کے مانند
ہے حکم مذکور میں م یعنی احد الشریکین نے کہا کہ یہ کوٹھڑی فلانے شخص کی ہے پھر اس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹھڑی مقر کے حصہ میں واقع ہوئی تو اس کا مالک مقر لہ ہوگا اور
اگر اس کے حصے میں نہ پڑی تو اس کے برابر زمین ناپ دی جاوے گی تو یہاں وصیت اور اقرار کا یکساں حکم ہے **وبالف عین** ای معین بان کانت ودیعۃ عند الموصی **من مال آخر**
فاجاز رب المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح اور ہزار درم معین یعنی کسی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھے وصیت کی پھر صاحب مال نے
موصی کی موت کے بعد وصیت اس کی جائز رکھی اور ہزار درم موصی لہ کو تسلیم کیے تو درست ہے ولہ المنع بعد الاجازۃ لان اجازتہ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع
شرح تکملۃ اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درم کا نہ دینا جائز ہے اس واسطے کہ اس کو اجازت دینا بطریق احسان کے تھا اس پر واجب نہ تھا تو اس کو جائز ہے
تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اس کو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی شرح التکملۃ **بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ فاجازہا الورثۃ**

Marfat.com

حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ یجبرون علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلاف اس کے جب کہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اس کے وارثوں نے وصیت کو جائز رکھا اس واسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ ان پر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر کس واسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز لہ یعنی جس کے لئے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے ہم حنفیوں کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے م اس واسطے کہ وصیت اپنے مخرج میں صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک میں واقع ہے اور امتناع تھا وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں نے اجازت دی تو ان کا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر **ولو اقر احد الابنین بعد القسمۃ بوصیۃ ابیہ بالثلث فعلیہ اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا النصف** استحسانا لانہ اقر بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی فی ایدیہما فیکون مقرا بثلث ما معہ بخلاف اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروکہ کے تو اس کا اقرار اس کے حصے کی تہائی میں صحیح ہے نہ اس کے نصف حصے میں اس واسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونوں فرزندوں کے پاس ہے تو وہ مقر ٹھہرا اس مال کی تہائی کا جو اس کے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اس کے بھائی کے پاس ہے یعنی اس کا اقرار اس کے حق میں مقبول ہے نہ اس کے بھائی کے حق میں بخلاف ما لو اقر احدہما بدین علی ابیہما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث برخلاف اس کے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اس واسطے کہ اس کو تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر م تو مقر لہ مقر سے تمام متروکہ لیگا تا استیفاء دین اور اگر فاضل نہ ہوگا تو مقر کو کچھ نہ ملے گا اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہے اس لئے کہ موصی لہ وارثوں کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نہ پاوے گا جب تک وارث کو دونا نہ ملے کذا فی المنح **ولو اوصی بامۃ فولدت بعد موت الموصی ولدا وکلاہما یخرجان من الثلث فہما للموصی لہ** اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور اس کا بیٹا موصی کے تہائی مال سے نکلتے ہیں تو وہ دونوں موصی لہ کے ہیں **وان لم یخرجا اخذ الثلث منہا ثم منہ** لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منہما علی السواء اور اگر دونوں ثلث مال سے نہ نکلیں تو موصی لہ تہائی نہ نکلیں تو موصی لہ تہائی لے گا لونڈی سے پھر اس کے ولد سے . اس واسطے کہ تابع مزاحم نہیں ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونوں سے برابر لیگا صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے . ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اس نے لونڈی کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملے گی اور تہائی لڑکا اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیاں لیگا اس واسطے کہ لڑکا وصیت میں بالتبع داخل ہے اور خارج نہ ہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امامؒ کی دلیل یہ ہے کہ ماں اصل ہے اور لڑکا تابع ہے اور تابع اصل کا مزاحم نہیں ہوتا تو اگر دونوں میں وصیت نافذ ہو تو بعض اصل میں وصیت قائم نہ رہی اور یہ جائز نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ہذا اذا ولدت قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدہما فہو للموصی لہ لانہ نما ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکرہ القدوری یہ حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ لونڈی قسمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسی طرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنا بر اس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثوں کا ہے یعنی اس واسطے کہ وہ وصیت کے تحت میں داخل نہ ہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریۃ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کے مانند ہے حکم مذکور میں۔

باب العتق فی المرض

یہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے میں م چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہے اس واسطے کہ وہ تبرع ہے۔ اس وقت میں جب کہ وارثوں کا حق متعلق ہو گیا لہذا اس کو کتاب الوصایا میں مذکور کیا لیکن اس کو صریح وصیت سے متاخر کیا اس واسطے کہ صریح اصل ہے **یعتبر حال العقد فی تصرف منجز** ہو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز میں منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کر دے م اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے منقول ہوگا **فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ** تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت میں ہو تو اس کے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت میں ہو تو اس کے تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ہو انشاء ویکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض میں مراد اس سے

وہ تصرف ہے جو انشاء ہے اور اس میں تبرع کا معنی ہے تو مرض میں دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض میں بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے م اقرار احتراز ہے انشاء سے اس واسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح احتراز ہے معنی تبرع سے اس واسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اس میں تبرع نہیں ہے **والمضاف الی موتہ** وہو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حر بعد موتی **من الثلث وان کان فی الصحۃ** اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کی طرف مضاف ہے وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت میں واقع ہو م تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یوں کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جائے وہ صحت کے مانند ہے م اسلئے کہ وارث اور بجز ہ کا حق متعلق نہیں ہوتا مریض کے مال سے مگر اس کے مرض الموت میں اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اس کا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی ثم رمز حد التطاول سنۃ وفی المرض المعتبر المبیح لصلوۃ قاعدا اور جاہندا ور مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول اور مزمن ہو جائے اور اس کو بستر پر نہ ڈال دے تو وہ تندرست کے برابر ہے احکام شرعی میں کذا فی المجتبی پھر صاحب مجتبی نے تطاول مرض کی حد پر رمز بیاں ہے کہ ایک سال ہے اور مرض معتبر کی حد وہ ہے جو مباح کر دے نماز کو بیٹھے م مرض معتبر یعنی جس مرض میں نفوذ تصرف انشائے ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الطحطاوی **اعتاقہ ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ** کل ذلک **حکم وصیۃ** مریض کا اعتاق اور محابات اور ہبہ اور اس کا وقف اور ضامن ہونا سب کا حکم وصیت کے حکم کے مانند ہے م عقود مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں اس واسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب لبعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہوئے تو در حکم وصیت ہو گئے حق ورثہ کے تعلق کی وجہ سے محابات کی صورت یہ ہے کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زائد خریدیں اور قیمت مثل سے ناقص بیع میں اسی کا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی **فیعتبر من الثلث** کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ ویحرر کہ تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوئے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہم نے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں یہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے **ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب** اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص میں یعنی عبد معتق اور محاباة اور موہوب لہ اور قیم الوقف (تنظم وقف ۱۲) معضون لہ ضرب حصص کریں گے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سب کے واسطے کفایت ہو گیا فہو المراد ورنہ حصہ رسدی لیں گے اور قیمت میں ہر ایک حصہ معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی سمجھ پڑتا ہے کذا فی الطحطاوی ولم یسع العبد ان اجیز عتقہ لان المنع لحقہم فیسقط بالاجازۃ اور غلام سعی نہ کرے گا اپنے تخلص میں اگر اس کے عتق کی اجازت ہو گئی وارثوں کی طرف سے اس واسطے کہ منع عتق تھا وارثوں کے حق کے سبب سے تو وہ ساقط ہو جاوے گا ان کی اجازت سے **فان حابی فحرر وضاق الثلث عنہما فہی** ای المحاباة **احق** پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور اس کا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنی تہائی میں دونوں تصرف کی گنجائش نہیں ہے تو وہ یعنی محابات مقدم ہے اعتاق پر م صورت اس کی یہ ہے کہ ۲۰۰ درم قیمت کا غلام ایک سو درم کو بیچا پھر اس غلام کو جس کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سوائے ان دو غلاموں کے تو ثلث مال یعنی سو درم محابات میں صرف ہونگے کذا فی الدرر **وبعکسہ** بان حرر فحابی **استویا** اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتاق کیا پھر محاباة کی تو دونوں برابر ہیں م جس غلام کی قیمت سو درم ہے اسکو آزاد کیا پھر دوسرا غلام جس کی قیمت سو درم ہے ۵۰ درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم کی تقسیم دونوں میں نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کرے گا اور صاحب محابات دوسرے غلام کو پچاس درم دے کر خرید کرے گا کذا فی الدرر وقالا عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونوں صورتوں میں مقدم ہے **ووصیتہ بان یعتق عنہ بہذہ المائۃ عبد لا تنفذ** الوصیۃ **بما بقی** ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اس طرح پر ہے کہ اس کی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے ان سو درموں سے خرید کر کے تو وصیت نافذ نہ ہوگی باقی درموں سے اگر ایک درم بھی سو درموں سے تلف ہو دے اس واسطے کہ تقرب الی اللہ متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے **بخلاف الحج** برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اس قدر درموں سے میری طرف سے حج کیا جائے پھر ان درموں سے ایک درم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں وقالا ہما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونوں وصیتیں صحیح ہیں کوئی باطل نہیں **وتبطل الوصیۃ بعتق عبدہ** بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد موتہ **ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ** لما تقرر بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کی آزادی کی یعنی یوں وصیت کہ وارث اس کے غلام کو اس کے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت باطل ہوگی

Marfat.com

اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت میں دیا گیا چنانچہ اس صورت میں وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بچا گیا موت کے بعد موصی کے دین میں دو وجہ بطلان یہ ہے
کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان فدی الورثۃ العبد لا تبطل وکان الفداء فی اموالہم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا
فدیہ دیا تو وصیت باطل نہ ہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثوں کے ذاتی مال میں ہوگا ان کے التزام کے سبب سے یعنی انہوں نے اپنے اوپر خود لازم کر لیا تو وہ متبرع ٹھہرا اولو
اوصی بثلثہ ای ثلث مالہ لبکر وترک عبدًا فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق ہذا العبد فادعی بکر عتقہ فی الصحۃ لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقہ فی المرض لینفذ من الثلث
ویقدم علی بکر فالقول للوارث مع الیمین لانہ ینکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک شخص
نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے پھر بکر نے دعویٰ کیا اس کی آزادی کا موصی کی صحت کی میں تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے اس کی آزادی کا دعویٰ کیا حالت
مرض میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اس واسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھ
مقبول ہے اس لئے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول معتبر ہوتا ہے منکر کا قسم کے ساتھ ولا شیء لزید کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابہ لبکر لان المذکور ولا غایۃ الامر ان القوم مثلوا
الزید فغیرہ المصنف اولا ونسیہ ثانیا واللہ اعلم اور زید کے واسطے کچھ نہیں اسی طرح متن اور شرح کے نسخوں میں لاشیء لزید مرقوم ہے میں کہتا ہوں یوں کہنا ٹھیک ہے ولا شیء لبکر یعنی بکر کے
واسطے کچھ نہیں اس واسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ بکر کا اول مذکور ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ قوم نے یعنی فقیہوں نے اس مسئلہ میں زید کی تمثیل دی ہے سو مصنف نے اولاً تمثیل کو بدلا اور
آخر میں تغییر کو بھول گیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلثہ شیء من قیمۃ العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لے گا مثلاً ثلث مال
سو درم ہے اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملیں گے اولقوم حجۃ علی دعواہ فان الموصی لہ خصم لانہ یثبت حقہ وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوے پر کہ اعتاق
صحت میں تھا اس واسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسی طرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد عتقا فی الصحۃ ولا مال
لہ غیرہ فصدقہما الوارث فی قیمتہ وتدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شیء اور اگر دعویٰ کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعویٰ کیا صحت میں اور حالانکہ
میت کا کچھ مال نہیں ہے سوائے اس غلام کے سو وارث نے دونوں دعووں کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے میں اور وہ قیمت صاحب دین کو دی جائے اور
صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاوے گا اور کچھ کوشش قیمت میں نہ کرے گا امام صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دین اور عتق سب ساتھ ہی ظاہر ہوئے وارث کی تصدیق سے ایک
کلام میں تو گویا ساتھ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہیں امام کی دلیل یہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے ولہذا جمیع اصل کل مال سے معتبر ہے اور اقوی
مدفوع نہیں ادنیٰ سے اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہیں تو اس کو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصاً وعلی ہذا
الخلاف لو ترک ابنا والف درہم فادعی رجل دینا وآخر ودیعۃ وصدقہما الابن فالالف بینہما نصفان عندہ وقالا الودیعۃ اقوی اور بنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار
درم چھوڑے سو ان درموں کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعویٰ کیا اور دوسرے نے امانت و ودیعت ہونے کا دعوی کیا اور میت کے فرزند نے دونوں کی تصدیق کی تو ہزار
درم دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہیں امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہے دین سے ہم اس مسئلہ میں اولیت خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا
الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایۃ فقال عندہ الودیعۃ اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا کما فی الکافی وتمامہ فی الشرنبلالیۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں
اور ہدایہ میں اس کے بالعکس کہا ہے سو یوں کہا ہے کہ امام کے نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہیں اور صحیح تر وہ قول ہے جو ہم نے
ذکر کیا چنانچہ کافی میں ہے اور اس کا پورا بیان شرنبلالیہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ میں لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ سے پہلے بزرگوں نے خلاف امام اور صاحبین
کا بالعکس نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی۔

Marfat.com

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہے وصیت واقارب وغیرہم کے بیان میں **جارہ من لصق** بہ وقالا من یسکن فی محلتہ ویجمعہم مسجد المحلۃ وہو استحسان وقال الشافعی الجار الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہے جو اس کے گھر سے ملا ہوا اور متصل ہو اور صاحبینؒ نے کہا کہ جو ایک محلہ میں رہتا ہو اور محلہ کی مسجد ان کی جامع ہو یعنی اسی مسجد میں سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہوں اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی ہم گھر تک ہوتا ہے ہر طرف سے ہم محمدؒ نے املا میں کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایوں کے واسطے تو یہ وصیت اس کے گھر کے لاصقین کے واسطے ہے خواہ ان کے دروازے سے قریب ہوں یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی **وصہرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ** کآبائہا وامہاتہا واخوالہا واخواتہا وغیرہم بشرط موتہ وہی منکوحتہ او معتدتہ من رجعی اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے وہ لوگ ہیں جو مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہیں چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اس کے چچے اور اس کے ماموں اور اس کے بھائی اور ان کے سوائے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مرگیا ہو اور وہ عورت اس کے نکاح میں یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو فلو من بائن لا یستحقہا ولو ورثت منہ ہو اگر عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہ ہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث کی ہوگی قال الحلوانی ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا فیختص بابویہا عنایۃ وغیرہا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ حلوانی نے کہا کہ یہ صہر کی تعریف متقدمین کے عرف میں تھی اور ہمارے عرف میں تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کے لئے مخصوص ہے یعنی خسر اور خوشدامن کذا فی العنایۃ وغیرہا اور قہستانی نے اس کو ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن برہان وغیرہ میں اول قول پر یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ میں اس کو ثابت رکھا ہے ثم نقل عن العینی ان قول الہدایۃ وغیرہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ ہذہ الفائدۃ پھر شرنبلالیہ میں عینی شارح ہدایہ سے یہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا حق اور ٹھیک یہ ہے کہ حضرت جویریہؓ بنت حارث سے نکاح کیا میں کہتا ہوں تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیئے ہم عینی نے سنن ابو داؤد وغیرہ سے نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ میں واقع ہوئیں انہوں نے ان کو مکاتب کیا ادائے بدل کتابت کے واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں حضرتؐ نے ان سے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہؓ کی برادری کے اسی حصہ میں آئے تھے انہوں نے ان کو آزاد کر دیا حضرتؐ کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصہار ہیں اور وہ سو خانہ دار تھے انتہی مختصرا **وختنہ زوج کل ذی** کذا فی النسخ قلت الموافق لعامۃ الکتب **ذات رحم محرم منہ کازواج بناتہ** وعماتہ اور انسان کا ختن اس کے ہر محرم عورت کا شوہر ہے چنانچہ اس کی بیٹیوں اور پھوپھیوں کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخوں میں اسی طرح کل ذی رحم واقع ہے اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے **وکذا کل ذی رحم من ازواجہن** قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر ابو المرأۃ وامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی وینبغی فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہے بنات وعمات کے شوہروں کے ہر قرابت دار سے بعضوں نے کہا یہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف میں صہر خسر اور خوشدامن ہے اور ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور ہمارے ملک میں یوں لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجئے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجئے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجئے اس واسطے کہ اب یہی مشہور ہے ہم یہ اشارہ اس طرف ہے کہ دیار موصی کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی **واہلہ زوجتہ** وقالا کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولہما استحسان شرح تکملہ قال ابن الکمال وہو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واہلہ الا امرأتہ انتہی قلت وجوابہ فی المطولات اور اہل عبارت ہے اس کی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اس کے عیال اور نفقہ میں داخل ہے سوائے اس کی لونڈی ... غلام کے وہ اس کے اہل میں اور قول صاحبینؒ کا استحسان ہے یعنی یہی قول راجح ہے کذا فی الشرح التکملہ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہم نے نجات دی لوط اور اس کے اہل کو سوائے اس کی عورت کے انتہی قول میں کہتا ہوں اور جواب اس استدلال کا امام کی طرف سے بڑی کتابوں میں مذکور ہے ہم استدلال مذکور کا جواب یہ ہے کہ قرینہ عموم کا وہاں موجود ہے یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہے زوجہ کے واسطے بدلیل نصوص عرف قال تعالی وسار باہلہ[1] وقال لاہلہ امکثوا[2] ومنہ قولہم تاہل ببلدۃ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہے حقیقت مستعملہ کی طرف کذا فی الطحطاوی مختصرا **وآلہ اہل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا** وحینئذ یدخل فیہ کل من ینسب الیہ من

[1] اور لے چلا اپنی گھر والی کو ۱۲ [2] کہا اپنی گھر والی سے ٹھہرو ۱۲ [3] اور اسی سے ہے قول عرب والوں کا کہ اس نے شادی کر لی فلانے شہر میں ۱۲

قبل ابائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی اور آدمی کی آل عبارت ہیں اس کے اہل بیت اور اس کے اس قبیلہ سے جس کی طرف وہ منسوب ہوتا ہے اور اس وقت میں یعنی جب کہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل میں داخل ہے ہر ایک وہ شخص جو موصی کی طرف منسوب ہے اس کے باپ دادا کی جانب سے اسلام میں اس کے پہلے سرے کے باپ تک پدر اقصی کے سوا اس واسطے کہ پدر اقصی مضاف الیہ ہے یعنی اور وصیت نہیں مگر مضاف کے واسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی م پدر اقصی اسلام میں مثلاً علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کے واسطے تو اس میں داخل ہے جو علی مرتضی کی طرف منسوب ہے نسب آبائی کی جانب سے نہ وہ شخص جس کا ننھیال ہے سادات میں الاقرب والابعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والمسلم الصغیر والکبیر فیہ سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر اور صغیر اور کبیر آل میں سب برابر ہیں ویدخل فیہ الغنی والفقیران کانوا لایحصون کما فی الاختیار اور آل میں غنی اور فقیر داخل ہیں اگر وہ محصور نہ ہوں کذا فی الاختیار م عبارت اختیار کی یوں ہے (وان کانوا لایحصون کذا فی الطحطاوی عن المکی) یعنی آل یعنی اور فقیر سب داخل ہیں اگر وہ لوگ غیر محصور ہوں اور یہی حق ہے سہو کاتب سے واؤ ساقط ہو گیا ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ کما فی شرح التکملۃ یعنی اذا کانوا لایرثونہ اور آل میں داخل ہے موصی کا باپ اور دادا اور اس کا بیٹا اور اس کی زوجہ کذا فی شرح التکملۃ یعنی جب کہ وہ اس کے وارث نہ ہوں م عدم میراث کی قید اس واسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث کے حق میں ولا یدخل فیہ اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل میں داخل نہیں اس کی بیٹیوں کی اولاد اور نہ اس کی بہنوں کی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اس کی ماں کا قرابت دار ہے اس واسطے کہ بیٹا باپ کے نسب میں داخل ہوتا ہے نہ ماں کے نسب میں و جنسہ اہل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اس کے باپ کے اہل بیت ہیں اس واسطے کہ انسان متجانس ہوتا ہے اپنے باپ کا نہ اپنی ماں کا م غایۃ البیان میں ہے کہ جنس عبارت ہے نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کی طرف سے وکذا اہل بیتہ داہل نسبہ کالآل حکماً کما ذکرنا اور اسی طرح موصی کے اہل بیت اور اس کے اہل نسب مانند آل کے ہیں حکم میں م یعنی آل اور اس کی جنس کی مانند ہیں تو اہل بیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کے مانند ہے ولو اوصت المرأۃ لجنسہا اولاہل بیتہا لایدخل ولدہا الا ان یکون ابوہ من قومہا لان الولد ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کے واسطے وصیت کی تو اس عورت کا بیٹا وصیت میں داخل نہیں اس واسطے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف الا ان یکون ابوہ اے الولد من قوم ابیہا فحینئذ یدخل لانہ من جنسہا درر وکانی دغیرہا قلت ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم وبہ افتی شیخنا الرملی نعم لہ مزیۃ فی الجملۃ مگر یہ کہ باپ اس فرزند کا اس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اس وقت میں اس عورت کا بیٹا بھی وصیت میں داخل ہو گا اس واسطے کہ وہ اس کا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر وکانی وغیرہما میں کہتا ہوں تو اس تقریر سے یہ مفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت فقط ماں کی طرف سے غیر معتبر ہے چنانچہ فتاوی ابن نجیم کے اواخر میں مذکور ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے ہاں یہ البتہ ہے کہ سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ مزیت اور بزرگی ہے اس پر جس کی ماں سیدہ نہیں لاتصالہ بالبضعۃ الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی م فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ حسب اور نسب مخصوص ہے پدر سے نہ مادر سے جس کی ماں سیدہ ہو اور باپ سیدہ نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ کا مال لینا حرام نہیں اور وہ ہاشمیہ کا کفو اور ہمسر نہیں اور اس پر وہ مال نہیں جو سادات پر وقف ہوا الا بنص واقف اور یہ حدیث ہے کہ (کل نسب بنی انثی فہو لابیہ الا ما کان من فاطمۃ فانی لی) تو اس میں اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو خصوصیات سے ہے چنانچہ لفظ حدیث مفید ہے اس کا انتہی کذا فی الطحطاوی وان اوصی للاقاربہ او لذی قرابتہ کذا فی النسخ قلت صوابہ لذوی اولاد حامہ او لانسابہ فہی للاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والوں کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہ وصیت ہے قریب تر کے واسطے پھر اس کے بعد جو اور قریب تر ہے موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا متن کے نسخوں میں اسی طرح لذی قرابۃ مرقوم ہے میں کہتا ہوں لذوی صوابہ بصیغۂ جمع ٹھیک ہے م لذی قرابۃ مفرد ہے اور یہ مسئلہ مفروض بصیغۂ جمع ہے لہذا شارح نے صیغۂ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغۂ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان قیل من قال للوالد قریب فہو عاق والولد ولو ممنوعین بکفر اورق کما یفیدہ عموم قولہ للوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور

---

۱ یعنی بسبب اس کے متصل ہونے کے پارہ گوشت کے ساتھ ۲ ہر نسب عورت کے بیٹے اس فرزند کے باپ کی طرف منسوب ہے۔ مگر جو نسب فاطمہ سے ہو وہ میری طرف منسوب ہے۔۱۲

Marfat.com

کا داخل نہیں اگرچہ والدین اور فرزند ممنوع المیراث ہوں بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہے بعضوں نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان ہے م وجہ نافرمانی کی یہ ہے کہ اہل لغت کے عرف میں قریب اس کو کہتے ہیں جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کے واسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے بنفسہ ہے لا بغیرہ کذا فی الزیلعی واما الجد وولد الولد فیدخل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت میں داخل ہیں ظاہر الروایۃ میں اور بعضوں نے کہا داخل نہیں اور اسی کو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں م فتاوی عالمگیری میں بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے ویکون للاثنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کے واسطے ہوگی یعنی اس لئے کہ وصیت میں میراث کے مانند اقل جمع دو ہیں م امام نے اس وصیت میں چار شرطوں کو اعتبار کیا اول یہ کہ مستحق دو شخص ہیں یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب فالاقرب معتبر ہے اور ابعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہ ہو اور عورت اور مرد اس میں برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ فان کان له للموصی عمان وخالان فهی لعمیه کالارث وقالا اربا عا تو اگر وصیت اقارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو وصیت اس کی دونوں چچاؤں کے واسطے میراث کے مانند ہے اور صاحبین نے کہا کہ چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کے واسطے اور دو حصے ماموؤں کے واسطے م شارح نے تمثیل میراث سے اس کا اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموؤں پر کذا فی الطحاوی ولو له عم وخالان کان له النصف ولهما النصف وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے نصف مال ہے وصیت کا اور دونوں ماموؤں کے واسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے کہا کہ تین تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملے گا برابر ولو عم واحد لا غیر فله نصفها ویرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقه اور اگر موصی کا ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اس کے واسطے نصف وصیت ہے اور نصف ثانی اس کے وارثوں کو دیا جائے کیونکہ اس کا کوئی مستحق نہیں ولو عم وعمۃ استویا لاستواء قرابتهما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ ہے تو وہ دونوں برابر ہیں اس واسطے کہ دونوں کی قرابت یکساں برابر ہے ولو انعدم المحرم بطلت خلافا لهما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہ ہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگی برخلاف صاحبینؒ کے م صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہ ہوں گے تو غیر محرم کی طرف وصیت صرف ہوگی اس لئے کہ ان کے نزدیک اقارب میں دادہال اور ننہال کے سب رشتہ دار داخل ہیں کذا فی الطحطاوی ولولد فلان فهی للذکر والانثی سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کے واسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہے اس واسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے یہاں تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے ولا یدخل ولد ابن مع ولد صلب اور داخل نہ ہوگا پوتا فرزند صلبی کے ساتھ ولو له بنات لصلبه وبنو ابن فهی للبنات عملا بالحقیقۃ اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت بیٹیوں کے واسطے ہے حقیقت پر عمل کرنے کی راہ سے یعنی پوتوں کو ولد کہنا باعتبار مجاز ہے اور بیٹیوں کو بنابر حقیقت کے ہے اور حالانکہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر فلو تعذرت صرف الی المجاز تحرزا عن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاوے گا مجاز کی طرف تاکہ کلام نا وصیت بیکار اور بیہودہ نہ ٹھہرے م جب کہ فلانے شخص کی اولاد کے واسطے وصیت کی اور اس کی اولاد صلبی نہیں ہے تو اب وصیت میں پوتے داخل ہوں گے کذا فی العالمگیریۃ ولا یدخل اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیوں کی اولاد داخل نہ ہوگی اور محمدؒ سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثۃ فلان للذکر مثل حظ الانثیین لانه اعتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے کے وارثوں کے واسطے تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا اس واسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جائے گا وشرط صحتها ای الوصیۃ هنا ای فی الوصیۃ لورثۃ فلان وفی معناها العقب فلان موت الموصی لورثته او لعقبه قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت اور یہاں یعنی فلانے کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اس کے معنی میں ہیں چنانچہ عقب فلانے کے وصیت میں صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلانا شخص جس کے وارثوں اور پس ماندوں کے واسطے وصیت ہوئی مر گیا ہو موصی کی موت سے پہلے اس واسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہیں آتا مگر اس کی موت کے بعد ثم ان کان معهم موصی له آخر قسم بینهم وبینه علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثۃ یقسم بینهم للذکر کالانثیین کما مر پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثہ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثوں کو حصہ ملے گا تو ان کے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف

Marfat.com

اس کا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا **فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لورثتہ او عقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ وعقبہ** پھر اگر وصیت کرنے والا مرگیا اس شخص کے مرنے سے پہلے جس کے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت ہوئی تو اس کے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت باطل ہوگئی **ثم ان کان معہم موصی لہ آخر** کقولہ اوصیت لفلان ولورثتہ وعقبہ کانت الوصیۃ کلہا لفلان الموصی لہ دون ورثتہ وعقبہ لان الاسم لا یتناولہم الا بعد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ میں نے وصیت کی فلانے شخص کے لئے اور اس کے وارثوں اور عقب کے لئے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لئے ہوگی نہ اس کے وارثوں اور عقب کے واسطے اس لئے کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں ان کو مگر بعد مرجانے اس شخص کے اور اس کا پورا بیان سراج وہاج میں ہے وفیہ عقبہ ولدہ من الذکور والاناث فان ماتوا فولد ولدہ کذالک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب آبائہم لالہ اور سراج وہاج میں ہے اور عقب آدمی کا ولد ہے خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مرگئی تو اس کے فرزند کی اولاد اسی طرح ہے یعنی ان میں بھی مرد عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد عقب میں داخل نہیں اس واسطے کہ وہ اپنے باپوں کے عقب ہیں نہ اس کے یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحطاوی نے کہا شارح کو ولدا بنہ کذلک کہنا بہتر تھا اس واسطے کہ ولد مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے **وفی ایتام بنیہ** ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتم بعد البلوغ **وعمیانہم وزمناہم وارامہلم** الارمل الذی لا یقدر علی شئی رجلا کان او امرأۃ ویؤیدہ قولہ دخل فی الوصیۃ **فقیرہم وغنیہم ذکرہم وانثاہم** اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور ان کے اندھوں اور لنگڑوں اور ان کے مساکین میں تو وصیت میں داخل ہونگے بنی فلاں کے فقیر اور غنی اور ان کے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اس شخص کا جس کا باپ مرگیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں ارامل جمع ہے ارمل کی ارمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہ ہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ اس میں عورت اور مرد یکساں ہیں **وقسم سویۃ ان احصوا بغیر کتاب وحساب فانہ حینئذ یکون تملیکا لہم** اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے متعین اور منحصر ہوں بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اس وقت میں یعنی جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک ٹھہرے گا ان کے واسطے م عدم احصار اور انحصار کی تعریف ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصار نہ ہو سکیں بدون لکھنے اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جب کہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی رائے پر مفوض ہے اور محمد کا قول آسان تر ہے کذا فی فتاوی قاضیخان **والا للفقراء منہم** لیعطی الوصی من شاء منہم شرح التکملۃ لتعذر التملیک حینئذ فیراد بہ القربۃ اور اگر یتیم وغیرہ غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال ان کے محتاجوں کو دیا جائے وصی کو اختیار ہے ان میں سے جس کو چاہے دے کذا فی شرح التکملۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے اس وقت میں تو اس سے قرابت مراد ہوگی م در میں ہے اس واسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی میں اور یتیم اور نابینا اور لنگ کے اسمار محتاجی پر دلالت کرتے ہیں تو محتاجوں پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی الطحطاوی **وفی بنی فلان یختص بذکورہم ولو اغنیاء** اور اگر وصیت کی بنی فلاں میں یعنی فلانے کے فرزندوں میں تو یہ ان کے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ وہ مالدار ہوں **الا اذا کان فلان عبارۃ عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم** مگر جب کہ فلاں عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوگا اس واسطے کہ اس وقت میں فقط انتسابات مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ میں عورتیں بھی داخل ہیں م جب کہ بنی فلاں کے واسطے وصیت کی تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فلاں باپ ہے قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ تمیم بنی تمیم کا اور اسد بنی اسد کا یا کہ فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہیں تو معلوم کرنا چاہیئے کہ عشائر کی اسامی سے پہلا نام شعب بفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم

Marfat.com

نحو اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریۃ مختصرا ولہذا یدخل فیہ ایضاً مولی العتاقۃ ومولی الموالاۃ وحلفائہم یعنی وہم یحصون والا فالوصیۃ باطلۃ اور اسی واسطے یعنی جب کہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اس میں مولائے عتاقہ اور مولائے موالات اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان میں داخل ہو جاتے ہیں یعنی جبکہ وہ لوگ متعین اور منحصر ہوں اور اگر غیر منحصر ہوں تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کایتام بنی فلان تصح وان لم یحصوا علی ما مر لوقوعہا للہ تعالیٰ وہو معلوم وان کان لاینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت وجعل تملیکا والا بطلت د تامر فی اختیار اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو مخبر ہے حاجت سے چنانچہ بنی فلاں کے یتیم تو وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں بنابر تقریر گذشتہ یعنی اس حالت میں محتاج اور مسکین مراد ہوں گے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالیٰ کے واسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہیں کرتا تو اگر موصی لہم منحصر ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت تملیک قرار دی جاوے گی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہیں تو وصیت باطل ہے اس کا پورا بیان اختیار شرح مختار میں ہے **اوصی من لہ معتقون ومعتقون لموالیہ بطلت** لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدہما جس کے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ دونوں موجود ہوں اس نے وصیت کی اپنے مولی کے واسطے تو وصیت باطل ہے اس واسطے کہ مولی لفظ مشترک ہے اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک اور وہ قرینہ تام نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہے مولی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونوں کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا۔ اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ موالی سے آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اس میں کچھ فرق نہیں ہے درمیان نفی اور اثبات کے یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہیں ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جب کہ نفی کے تحت میں واقع ہو م صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اس دلیل سے کہ نفی مشترک میں تنافی نہیں اور باقی علماء نے اس کا جواب دیا ہے۔ چنانچہ قول آئندہ میں معلوم ہوگا۔ وحینئذ فقولہم لو حلف لایکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لا لوقوعہ فی النفی بل لان الحامل علی الیمین بغضہ وہو غیر مختلف عنایہ واقرہ المصنف اور اس وقت میں یعنی جب کہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہیں مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک میں تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ مولیٰ کا عام ہے مولائے اعلیٰ یعنی آزاد کنندہ اور مولائے اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اس وجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک واقع ہونے نفی میں بلکہ اس وجہ سے کہ قسم کھانے پر فلانے شخص کا بغض باعث ہے اور بغض[1] غیر مختلف ہے مابین الاعلی والاسفل کذا فی العنایہ اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علماء کے نزدیک علت عموم بغض ہے نفی الا اذا عینہ ای الاعلی والاسفل قبل موتہ فحینئذ تصح لزوال المانع مگر جب کہ موالی کی وصیت میں موصی تعیین کر دے مولائے اعلیٰ کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہرے گی صحیح ہو جاوے گی۔ زوال مانع کے سبب سے یعنی مانع صحت عدم تعیین تھی سو اب زائل ہو گئی اس کے بیان سے ویدخل فیہ ای فی الموالی من اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی میں داخل ہے وہ غلام جس کو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں ولا یدخل فیہ مدبروہ وامہات اولادہ وعن ابی یوسف یدخلون اور موالی میں داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ بھی داخل ہیں م عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے ہیں۔ مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور

---

[1] یعنی عداوت اس کے آزاد کنندہ یا آزاد کردہ سے یکساں ہوگی۔

Marfat.com

ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہاء دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیہ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں کے واسطے تو فقیہوں میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو ان کے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیہ یعنی بدون علم دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفاً من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہاں تک کہ بعض فقیہوں نے کہا کہ جو ہزاروں مسئلے یاد رکھتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہ ہوگا امام فقیہ ابوجعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہے جو نقد دانی میں اقصی مرتبہ پہنچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہے اور اس کو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق کم یاب ہے الا ماشاء اللہ تو علما مسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا یہ وصیت کی کہ مٹی لگائی جاوے اس کی قبر پر یا اس کی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہے۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کر چکے ہیں لکن قدمنا ثمہ فی الکراہیۃ انہ لایکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیۃ میں مذکور کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہے اس واسطے کہ اس وقت وصیت ہے مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح میں م یہ استدراک ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرأ عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور او لعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جواز ہما فینبغی جوازہا مطلقاً وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف میں کہتا ہوں اور اسی طرح یہ لائق ہے بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی قبر کے پاس بنابر قول بکراہت قرأت کے قبور پر یا اس وجہ سے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں لیکن بنابر قول مفتی بہ کے کہ قرأت علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں۔ اور دونوں کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل ہے۔ مطلقاً یعنی خواہ عدم جواز کی علت قراءۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اس کا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر انہ بتعیین المکان الذی عینہ الواقف لقراءۃ القرآن او لتدریس فلو لم یباشر فیہ لایستحق المشروط لہ لما فی شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط الواقف وبالمباشرۃ فی غیر مکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء تلک البقعۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکان کو وقف کرنے والا متعین کر دے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لئے تو وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اس مکان میں قرأت یا تدریس واقع نہ ہو تو قاری یا مدرس مستحق نہ ہوگا اس مال کا جو اس کے واسطے مشروط ہوا اس واسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط واقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کر دیا ہے اس کے غیر میں پڑھنے یا درس کرنے سے واقف کی غرض فوت ہوتی ہے یعنی اس مکان کو متبرک کرنا حاصل نہیں صاحب تنویر البصائر نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اس رسالہ میں ہے جس کا نام الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ ہے۔

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں م جب مصنف نے وصایا اعیان سے فراغت پائی تو اب وصایا منافع کو شروع کیا صحت الوصیۃ بخدمۃ عبدہ و سکنی

ف :- فقیہ اور متفقہ کا فرق ۱۲ ؎ ایک نسخہ میں احمد کے بعد لفظ انتہی ہے ۔ ۱۲

وداره مدة معلومة وابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو م اس واسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے بعوض اور بلاعوض سو اسی طرح ممات کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے ویکون محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعة کما فی الوقف کما بسط فی الدرر اور غلام وغیرہ محبوس رہے گا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوس رہتا ہے، واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ درر میں مفصل مذکور ہے م اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی اللہ تعالیٰ ولغلتهما اور غلام اور گھر کے غلہ یعنی ان کے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبة من الثلث سلمت الیه ای الی الموصی له لها ای لاجل الوصیة سو اگر غلام اور گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی کو سپرد کیا جائے وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلة الوصیة بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے مال سے باہر نہ ہو تو گھر تین تہاؤ تقسیم کیا جائے وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی لہ رہے اور دو تہائیوں میں وارثوں کا اختیار ہے اما فی الوصیة بالغلة فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کے حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم نہ ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے م نقایہ اور اس کی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجائش نہ رکھتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جائے اس طرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کا کرایہ ایک دن لے اور وارث دو دن تا انقضائے مدت وصیت کذا فی الطحطاوی وتهایئا العبد فیخدمهم اثلاثا اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کرلیں غلام میں تو وہ ان کی خدمت کرے تین تہاؤ یعنی ایک دن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی م چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا اس میں باری معین ہوئی بخلاف گھر کے کہ اس کے اجزاء کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذا لم یکن له مال غیر العبد والدار والا فخدمة العبد وقسمة الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعة یہ مذکور اس وقت ہے جب کہ موصی کا کچھ اور مال نہ ہو سوائے غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اس کو بیان کیا ہے م تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اس میں سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی ولیس للورثة بیع ما فی ایدیهم من ثلثیها علی الظاہر لثبوت حقه فی سکنی کلها لظهور مال آخر او لخراب ما فی یده فیحینئذ یزاحمهم فی باقیها والبیع ینافیه فمنعوا منه وعن ابی یوسف لهم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں بیچنا گھر کی دو تہائیوں کا جو ان کے قبضہ میں ہے بنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہو جانے اس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضے میں ہے تو اس وقت میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کرے گا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اس واسطے وارث باز رکھے گئے بیع سے اور ابو یوسف رحمہ سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو یہ بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی له بالخدمة او السکنی ان یوجر العبد او الدار لان المنفعة لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکها بعوض کان مملکا اکثر مما ملکه یعنی وهو لا یجوز اور جس کے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اس کو غلام یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں اس واسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے قاعدے کے بموجب پھر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لے کر تو موصی لہ جس قدر کا مالک ہوا تھا اس سے زیادہ تر کا مالک کر دینے والا ٹھہرا حالانکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کر سکے ولا للموصی له بالغلة استخدامه ای العبد وسکناها ای الدار فی الاصح ومثلها الدار الموقوفة علیه وعلیه الفتوی شرح الوہبانیة لان حقهم فی المنفعة لا العین وقد علمت الفرق بینهما اور جس کے واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اس کو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول صحیح میں اور اسی کے مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اس کا جائز نہیں اور اسی پر

Marfat.com

فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اس واسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور تجھ کو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو چکا ہم
غلہ عبارت ہے دراہم اور دنانیر سے تو غلہ مغایر ہوا استخدام اور سکنی کا **ولا یخرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ** مثلاً **الا اذا کان ذلک مکانہ** اہلہ
فی موضع آخر **ان خرج من الثلث والا فلا یخرجہ الا باذن الورثۃ** لبقاء حقہم فیہ اور باہر نہ لے جائے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً مگر جب کہ
وہ اس کا مکان ہو اور موصی لہ کے اہل وعیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کا وہاں لے جانا جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج
ہوتا ہو اور اگر خارج نہ ہوتا ہو تو موصی لہ اس کو باہر نہ لے جائے بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام میں م خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور
ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اس کو موصی کے شہر سے باہر نہ لے جائے اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور
اس کے اہل وعیال دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اس کو باہر لے جانا درست ہے اس واسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہے موصی کے مقصود کے موافق
تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہو تو موصی کا مطلب یہ ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کے واسطے وہیں لے جائیں طحطاوی نے کہا یوں کہنا بہتر
تھا (من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ) اور اسم اشارہ راجع ہوتا بصرہ کی طرف تو اہلہ فی موضع آخر کی حاجت نہ رہتی **ولموتہ** ای الموصی لہ **فی
حیوۃ الموصی** **لبطلت الوصیۃ** اور موصی لہ کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اس واسطے کہ اس کا مستحق نہ رہا **ولبعد
موتہ لیعود العبد والدار الی الورثۃ** اے ورثۃ الموصی **بحکم الملک** اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گھر موصی کے وارثوں کی طرف پھر آتا ہے۔
بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اس کے مالک ہوتے ہیں **ولو اتلفہ الورثۃ ضمنوا
قیمتہ لیشتری بہا عبد لیقوم مقام الاول ولہذا امنع المریض من التبرع باکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرہن** اور اگر موصی کی موت کے بعد اس کے وارثوں نے غلام کو تلف
کیا تو وہ تاوان دینگے اس کی قیمت کا کہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے لہذا مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی مال سے
زیادہ الیسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح کی کتاب الرہن میں م اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت میں
خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً **ولو اوصی بہذا العبد لفلان وبخدمتہ لآخر وہو یخرج من الثلث صح** وتمامہ فی الدر اور اگر موصی نے وصیت
کی اس غلام کی ایک شخص کے واسطے اور اس کی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے
تو وصیت صحیح ہے اور اس کا پورا بیان درر میں ہے **وفی الشرنبلالیۃ ونفقۃ اذا لم یطق الخدمۃ علی الموصی لہ برقبتہ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالکبیر ونفقۃ الکبیر علی من لہ
الخدمۃ** اور شرنبلالیہ میں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جب کہ وہ خدمت نہ کر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اس پر ہے جس کے واسطے اس کے رقبہ کی وصیت
ہوئی یہاں تک کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہو جائے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہو جاوے گا اور غلام کبیر کا نفقہ اس پر ہے جس کی خدمت کے واسطے وصیت
ہوئی **وان ابی الانفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع المعیر** اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اس پر خرچ کرنے سے انکار کرے تو غلام معیر کی طرف رد کیا جاویگا **فان جنی فالفداء
علی من لہ الخدمۃ** پھر اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنی از راہ خطا کسی کو قتل کرے تو فدیہ اس پر واجب ہے جس کے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی **ولو ابی فداہ صاحب
الرقبۃ او دفعہ وبطلت الوصیۃ** اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث کے حوالہ کرے اور وصیت
باطل ہو گی یعنی فدیہ یا دفع کی صورت میں **وبثمرۃ لبستانہ فمات والحال ان فیہ ثمرۃ لہ ہذہ الثمرۃ فقط** اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی
پھر موصی مرگیا اور حالانکہ باغ میں پھل موجود ہے تو موصی لہ کے واسطے فقط یہی پھل ہے نہ آئندہ پھل **وان زاد ابداً لہ ہذہ الثمرۃ وما یستقبل** اور اگر موصی نے وصیت
مذکورہ میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کے واسطے یہ پھل بھی ہے اور زمانہ مستقبل کا بھی پھل ہے کما فی الوصیۃ **بغلۃ لبستانہ فان لہ ہذا وما یحدث
منہ ابداً** اولا چنانچہ غلہ بستان میں اس واسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کے واسطے یہ غلہ موجود بھی ہے۔ اور وہ غلہ بھی ہے جو آگے موجود

ہوگا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت لاوے یا نہ لاوے م ثمرہ اور غلہ میں وجہ فرق یہ ہے کہ عرف میں ثمرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو شامل نہ ہوگا مگر بدلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہا ہے البستان والمسئلۃ بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ سابقہ میں اگر باغ میں پھل موجود نہ ہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے مانند ہے ثمرۂ معدومہ کے شمول میں جب تک کہ موصی لہ زندہ رہے م یعنی اگر وصیت کے وقت پھل باغ میں نہیں اور اس نے پھلوں کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے تو اس کی مدۃ العمر میں جس قدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاویں گے وہ اس کو لیتا رہے گا وفی العنایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور عنایہ میں ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز میں باغ کا قیام اور درستی ہے صاحب غلہ پر ہے اس واسطے کہ فائدہ لینے والا تو وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض وکرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہے ہر ایک اس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اس کے کرایہ سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اس کے کذا فی جامع اللغۃ م قاموس میں بھی غلہ اسی طرح مذکور ہے قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ فلیحرر میں کہتا ہوں اور ظاہر تعریف غلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اس کے غلہ میں داخل ہے تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے م یعنی ظاہر تعریف غلہ اس پر دلالت غلبہ کرتا ہے کہ اس باغ کا اخروٹ جب بیچا جائے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اس کا ثمن موصی لہ کا ہے میں کہتا ہوں کہ اخروٹ اسی کا حق ہے اور وہی اس کی بیع کا مالک ہے اصالۃً یا وکالۃً اور غیر شخص کی بیع اس کی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اس نسخہ کے بموجب جس میں جوز کا لفظ بجیم وزار منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ میں بجاء مہملہ وراء مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت بے ثمر سے تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ مثل حطب کے ہے فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلۂ باغ انگور کی کسی آدمی کے واسطے تو اس میں قوائم یعنی تھونیاں اور اوراق اور حطب اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحطاوی **وبصوف غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما یبقی فی وقت موتہ سواء قال ابدا اولا لان المعدوم منہا لا یستحق بشئی من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ** اور اگر اپنی بھیڑوں کے صوف کی اور ان کے بچوں کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے کے وقت خواہ اس نے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسی طرح وصیت سے بھی برخلاف پھل کے کہ اس میں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے صحت مساقاۃ کی دلیل سے **اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا جعل مسجدا لزوال المانع باجازتہم** اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہیں ہوتا اور اس کے وارثوں نے اجازت دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاوے گا زوال مانع کی وجہ سے وارثوں کی اجازت سے یعنی مانع حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہوگیا **وان لم یجیزوا یجعل ثلثہا مسجدا رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ** اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاوے گا وارث اور وصیت دونوں جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اس صورت میں وارث بھی محروم نہ رہے اور مسجد بھی بنے **ولظہر مرکبہ فی سبیل اللہ بطلت** لان وقف المنقول باطل عندہ فکذا الوصیۃ وعندہما یجوزان درر اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اس واسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسی طرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونوں جائز ہیں کذا فی الدرر وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل میں اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہیں ہے

Marfat.com

واسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہاں وقت صحیح نہیں ہوتا بہت سے واضح ہیں جیسے غزا اور صوف کی وصیت میں اور مانند اس کے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی بشئی للمسجد لم تجز الوصیۃ لانہ لایملک وجوزہا محمد قال المصنف وبقول محمد افتی مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کے واسطے تو وصیت جائز نہیں اس واسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور محمد نے اس کو جائز رکھا ہے مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے قلت محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر محمول کیا ہے تاحتی الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان یقول الموصی ینفق علیہ فیجوز اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جائے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمدؒ کے قال اوصیت بثلثی لفلان اوفلان بطلت عند ابی حنیفۃ لجہالۃ الموصی لہ وعند ابی یوسفؒ لہما ان یصطلحا علی اخذ الثلث وعند محمد یخیر الورثۃ فایہما شاءوا اعطوا موصی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص کے واسطے تو وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں شخصوں کو اختیار ہے کہ آپس میں صلح کر لیں تہائی مال کے لینے میں خواہ نصف نصف پر مصالحت کر لیں یا کم وبیش اور محمدؒ کے نزدیک موصی کے وارثوں کو اختیار ہے ان میں سے جس شخص کو چاہیں دیں واللہ تعالی اعلم۔

فصل فی وصایا الذمی وغیرہ

یہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا میں یعنی چنانچہ مستامن اور صاحب ہوا اور مرتد کی وصایا میں ذمی جعل دارہ بیعۃ اوکنیسۃ اوبیت نار فی صحتہ فمات فہی میراث لانہ کوقف لم یسجل کا ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالت میں پھر وہ مرگیا تو وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے اس واسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کے مانند ہے م بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسہ عبادت خانہ نصاری کا اور آتش خانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانوں کا بنانا ذمیوں کو دیہات میں جائز ہے نہ دار الاسلام کے شہروں اور قصبات میں واما عندہما فلانہ معصیۃ اور صاحبین کے نزدیک تو اس وجہ سے صحیح نہیں کہ ان کا بنانا معصیت ہے ولیس ہو کالمسجد لانہم یسکنون ویدفنون فیہ موتاہم حتی لوکان المسجد کذلک یورث قطعا قالہ المصنف وغیرہ لانہ حینئذ لم یصر محررا خالصا للہ تعالی اور کنیسہ مسجد کے مانند نہیں ہے اس واسطے کہ یہود اور نصاری اس میں رہتے ہیں اور اپنے مردے اس میں دفن کرتے ہیں تو اگر مسجد بھی اس طرح ہو یعنی اس میں سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی مورث ہوگی یقینا ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے اس واسطے کہ اس وقت میں محرر خالص اللہ تعالی کے واسطے نہ ہوئی م یہ صاحبین کے کلام کا تتمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاری کے حق میں ایسا ہے جیسے مسجد ہمارے حق میں پس اس میں بیع اور میراث جاری نہیں وان اوصی الذمی ان یبنی دارہ بیعۃ اوکنیسۃ لمعینین فہو جائز من الثلث ویجعل تملیکا اور اگر ذمی نے یہ وصیت کی کہ اس کا گھر بیعہ یا کنیسا بنایا جاوے معین لوگوں کے واسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہ تملیک ٹھہرے گی ان کے واسطے وان اوصی بدارہ ان تبنی کنیسۃ اوبیعۃ فی القری ندنی المصر لایجوز اتفاقا لقوم غیر مسمین صحت عندہ لاعندہما لما مرانہ معصیۃ ولہ انہم یترکون وما یدینون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہات میں بنایا جائے قوم غیر معین کے واسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک اس واسطے کہ صاحبین کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امامؒ کی دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہیں اپنے دین پر تو وصیت صحیح ہوگی دیہات کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر شہر میں کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں وصیۃ حربی مستامن لاوارث لہ ہنا بکل مالہ لمسلم اوذمی کذا فی الوقایۃ ولاعبرۃ بمن ثمۃ لانہ اموات فی حقنا جیسے وصیت جائز ہے اس حربی مستامن کی جس کا کوئی وارث نہیں دار الاسلام میں اس کے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کے واسطے کذا فی الوقایۃ اور کچھ اعتبار نہیں ان کے

Marfat.com

ان وارثوں کا جو دار الحرب اس واسطے کہ وہ در حکم اموات کے ہیں ہمارے حق میں ولو اوصی بنصفہ مثلاً نفذ ورد باقیہ لورثتہ لا ارثا بل لانہ لا مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلاً وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اس کے وارثوں پر رد کیا جائے گا میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اس واسطے کہ اس کا کوئی مستحق نہیں ہمارے ملک میں وکذا اوصی لمستامن مثلہ اور اسی طرح جواز وصیت کا حکم ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کے واسطے وصیت کرے ولو اعتق عبدہ عند الموت او دبرہ نفذ من الکل لما قلنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کے وقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اس کے تمام مال سے اسی دلیل سے جو ہم نے بیان کی یعنی اس واسطے کہ اس کے وارثوں کا حق واجب الرعایۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کے مانند ہیں کذا فی الزیلعی ولو اوصی لمسلم او ذمی جاز علی الاظہر زیلعی اور اگر مستامن کے واسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الہوی اذا کان لا یکفر فہو بمنزلۃ المسلم فی الوصیۃ لانا امرنا ببناء الاحکام علی ظاہر الاسلام اور اہل ہوا یعنی مبتدع جیسا خارجی یا رافضی جب کہ اس کی بدعت منجر بکفر نہ ہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے امر میں اس واسطے کہ ہم مامور بنا احکام کے ہیں ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فہو بمنزلۃ المرتد فتکون موقوفۃ عندہ نافذۃ عندہما شرح المجمع اور اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اس کی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح المجمع م اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوائے نفس کا تابع ہوا بدعت کی طرف مائل ہو کر اگر اس کے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ رافضیوں میں سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدائے اکبر ہے تو وہ مرتد کے مانند ہیں کذا فی الدرر والمرتدۃ فی الوصیۃ کذمیۃ فی الاصح لانہا لا تقتل اور عورت مرتدہ وصیت میں ذمی عورت کے مانند ہے قول صحیح تر میں اس واسطے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی یعنی اس کی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ المطلقۃ کہذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لا تحل للغنی لانہا صدقۃ وہی علی الغنی حرام وان عممت کقولہ یاکل منہا الغنی والفقیر لان اکل الغنی منہا انما یصح بطریق التملیک والتملیک انما یصح لمعین والغنی لا یعین ولا یحصی اور وصیت مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یوں کہنا کہ اس قدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مالدار کو حلال نہیں اس واسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کر دیا ہو چنانچہ یوں کہنا کہ اس میں کھائے غنی اور فقیر اس واسطے کہ غنی کا کھانا اس میں صحیح نہیں مگر بطریق تملیک کے اور حالانکہ تملیک صحیح نہیں ہوتی مگر معین شخص کے واسطے اور غنی معین اور محصو نہیں م وصیت مطلقہ وہ ہے جس میں نہ غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ جس میں غنی اور فقیر دونوں مذکور ہوں ولو خصت الوصیۃ بہ ای بالغنی کقولہ ہذا القدر من مالی وصیۃ لزید وہو غنی او لقوم اغنیاء محصورین حلت لہم لصحۃ تملیکہم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی کا یوں کہنا کہ میرا اتنا مال زید کے واسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار متعین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو ان کو حلال ہے تملیک صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کما حررہ منلا خسرو اور اسی طرح وصیت کے مانند وقف میں حکم ہے چنانچہ منلا خسرو نے درر میں اس کی تحریر اور تنقیح کی ہے م یعنی وقف مطلق مخصوص بفقراء ہے غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف اس کو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دے اور جب کہ وقف کو غنی معین کے واسطے یا قوم اغنیاء محصورین کے واسطے خاص کر دیا تو ان کو حلال ہے اور وہ اس کے منافع کے مالک ہونگے نہ اس کے عین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ضمنا اور واجب الحفظ تھے اور اکثر لوگ اس سے غافل تھے لہذا اس کو ہم نے اصالۃ ذکر کیا کذا فی الدرر وفی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی اور جامع الفصولین میں ہے کہ وقف کا متولی وصی کے مانند ہے م طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی میں بہتر تھا فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بثلث مالہ للصلوات جاز للوصی صرفہ لورثتہ المحتاجین یعنی لغیر قرابۃ الولاد ممن یجوز صرف الکفارۃ الیہم بخلاف مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لکل ورثتہ ولا عدہم یعنی لو محتاجین حاضرین بالغین راضین فلو منہم صغیر او غائب او حاضر غیر راض لم یجز نمازوں کے کفارے کے واسطے موصی نے اپنے تہائی

Marfat.com

مال کی وصیت تو وصی کو اس کا صرف کرنا موصی کی وارثوں پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کے ان لوگوں میں سے جن پر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہوں برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجوں کے واسطے ہو کیوں کہ اس کا صرف کرنا موصی کے تمام وارثوں پر یا ور ایک وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہوں خیرات لینے پر سو اگر ان میں سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود راضی نہ ہو تو جائز نہیں م غیر قرابت ولادت کی قید اس لئے لگائی کہ اس کے واسطے صرف کفارہ جائز نہیں اگرچہ موصی نے اس کو معین کر دیا ہو ہشام نے محمدؒ سے روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر انہوں نے اتفاق کیا کہ ان کے واسطے وصیت کا مال دیا جائے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثوں نے اجماع کیا کہ اس کو دیا جائے تو جائز ہے اور ذا وارثوں میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی اوصی بکفارۃ صلوتہ رجل معین لم یجز لغیرہ بہ یفتی لفساد الزمان وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینے کی ایک مرد معین کے واسطے تو اس کے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے فساد زمانہ کی علت سے م قضات وغیرہ میں طمع غالب ہے لہذا الغیر وصیت جائز نہیں اوصی لصلوٰتہ ثلث مالہ دلوان علی المعسرین فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم یجزہ ولا بد من القبض ثم تصدق علیہم مال کی وصیت کی اپنی نمازوں کے کفارہ کے واسطے اور حالانکہ اس کا ثلث مال محتاجوں پر دین ہے سو وصی نے اس مال کو ان پر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نہ کرے گا اور ضرور ہے اس مال کا اول قبض کرنا پھر ان کو صدقہ دینا یعنی بدون ادائے کفارہ صحیح نہیں ولو امران یتصدق بالثلث فات فغصب غاصب ثلثہا مثلاً واستہلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وہو معسر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے تہائی مال مثلاً غصب کیا اور اس کو ضائع کیا سو وصی نے اس کو چھوڑ دیا صدقہ دینا بجھ کر اور حالانکہ وہ محتاج ہے تو کفایت کرے گا تصدق میں بسبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے بعد مر جانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اس پر مدیوں کا قبضہ حیات موصی میں ہوا تھا تو وہ کفایت نہ کرے گا یہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہیں وفی الجواہر اوصی لرجل بعقار و مات وقسمت الترکۃ والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد سنین ادعی تسمع ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن رد الوصیۃ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اس شہر میں ہے اور حالانکہ اس کو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اس نے طلب نہ کیا پھر چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہو گا اور تاخیر سے دعوی باطل نہ ہو گا بشرطیکہ اس نے وصیت کو رد نہ کر دیا ہو م عقار عبارت ہے عرصہ مبنیہ سے اور ضیعہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین اوصی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صح لجواز التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے وصیت کی ایک گھر کی سو اس نے گھر کو بیچا بعد مر جانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اس واسطے کہ وصیت کی چیز میں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضیعۃ علی ولدہا وجعلت العم الولد متولیا وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اس پر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شری دارا اوصی بہا لرجل فاخذہا الشفیع من ید الموصی لہ یوخذ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ علی الورثۃ بشیء لانہ ظہر انہ اوصی بمال الغیر گھر خرید کیا اور اس کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاوے گا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثوں سے کچھ نہ پاوے گا اس واسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اس نے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں م جب گھر شفیع لے گا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اس قدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لے گا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن بھر لیں گے کذا المنح۔

باب الوصی

وہو الموصی الیہ یہ باب ہے وصی کے احکام میں وصی وہ ہے جس کی طرف وصیت کی جائے عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی

اس کو اپنے مال میں تصرف کرنے کے بعد موت کے وصیت کی اور اس کو مفوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہیں اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اس سے وصی کو لائق نہیں کہ وصایت قبول کرے اس واسطے کہ اس میں خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے اول بار وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہیں عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ؓ ہوں ابو مطیع نے کہا کہ میں نے ۲۰ برس قضا کی اپنی مدت میں وہ شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عدل کرتا ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ صح فان ردعندہ ای بعلمہ یرتد زید کی طرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اس کو وصی کیا اور اس نے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا پھر اگر رد کیا یعنی قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اس کے نزدیک یعنی موصی کی دانست میں تو وصایت پھر گئی ثابت نہ ہوئی م اس واسطے کہ وہ اس میں متبرع ہے اس پر قبول کرنا واجب نہیں چاہے اس پر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ غیر پہ تصرف لازم کر دے اور رجوع میں فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہرا دے اور اگر بعد رد کے قبول کرے گا تو قبول صحیح نہ ہو گا ہاں اگر اس کے سامنے دوسری بار قبول کر لے گا تو صحیح ہے اس واسطے کہ بزازیہ میں ہے کہ کسی کو وصی کیا سو اس نے اس کے سامنے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اس سے کہا کہ تم سے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نہ کرو گے سو اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو وصی ہو گیا کذا فی الطحطاوی والا ای بغیر علمہ لا یرتد لئلا یصیر مغرورا من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نہ کیا تو اس کا رد کرنا اس کے پیچھے یعنی اس کی عدم دانست میں صحیح نہیں ہے تاکہ وہ فریب خوردہ نہ ہو وصی کی جہت سے ویصح اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی بزازیہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت میں اخراج واقع ہوا ہو امام ؒ کے نزدیک برخلاف ابو یوسف ؒ کے یعنی ان کے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد والقبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اس کا وصیت کرنے والا مر گیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے م وصی تصرف الغیر میں متبرع ہے تو بدون قبول کرنے کے اس پر وصایت لازم نہیں مانند وکالت کے اور یہاں فریب دینا بھی نہیں ہے اس واسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اس لیئے کہ اس نے حال دیانت نہ کر لیا کہ اس نے وصایت قبول کی یا نہیں ولزم بعقد الوصیۃ ببیع شئی من الترکۃ وان جہل بہ ای بکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط فی صحۃ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنی وصی ہونے کو نہ جانتا ہو اس واسطے کہ وصی کو وصایت کا علم شرط نہیں ہے اس کے تصرف کے صحیح ہونے میں بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط برخلاف وکیل کے اس واسطے کہ وکیل کو وکالت کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا انفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جب کہ قاضی نے اس کے رد کرنے کو نافذ کر دیا تو اب اس کے بعد قبول کرنا وصایت کا صحیح نہیں ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدل ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الاخراج جاز سراجیۃ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جاوے یعنی قاضی ان کے سوائے اور شخص کو وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کریں قبل اخراج کے تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیۃ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر او المرتد وتاب الفاسق مجتبی وفیہ توقف ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا لم یخرجہم القاضی عنہا ای عن الوصایا لزوال الموجب للعزل الا ان یکون غیر امین اختیار سو اگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہو گیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی ان کو وصایا سے خارج نہ کرے بسبب زائل ہو جانے اس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا مگر یہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہ ہو تو عزل درست ہے کذا فی

Marfat.com

الاختیار او مجتبیٰ میں ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے والی عبدہ والحال ان ورثتہ صغار صح کما یصح الی مکاتبہ او مکاتب غیرہ ثم ان ردّ فی الرق فکالعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ موصی کے وارث صغیر ہیں تو صحیح ہے جیسے اس کا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو تو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادائے بدل کتابت سے مملوکیت کی طرف پھیر اگیا تو اس کا حکم غلام کے مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہیں تو درست ہے اور نہیں تو درست نہیں والا لا وقالا لا یصح مطلقا درر اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہیں تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہیں اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقاً درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ لا بمجرد اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو موصی کہ عاجز ہوا وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے تو قاضی اس کے ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثوں کے حق رعایت کرنے کے واسطے م وصی کا یوں ظاہر کرنا کہ مجھ سے وصایت نہیں ہو سکتی اس واسطے معتبر نہ ہوا کہ شکایت کرنے والا گاہے کاذب ہوتا ہے اپنی جان کے بچانے کے واسطے کذا فی المنح ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل غیرہ اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزلہ ای الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ لہا نفذ عزلہ وان جار القاضی واثم اور قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہے تو اس کا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے ظلم کیا اور گناہ گار ہوا فی الاشباہ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین و اما عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ فلو عزلہ قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لا ینعزل لان الموصی اشفق بنفسہ من القاضی فکیف ینعزل فینبغی ان یفتی بہ لفساد قضاۃ الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بالاوقاف اشباہ میں ہے فقہا نے اختلاف کیا ہے وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ وہبانیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتویٰ دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی مانی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسویں فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہے سو اگر باوجود اس کے معزول کرے گا تو قول ضعیف یہ ہے کہ وہ معزول ہو جاوے گا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح تر یہ ہے کہ وہ معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہے قاضی سے یعنی اس نے بہتر سمجھ کر اس کو وصی مقرر کیا تو قاضی اس کو کیوں کر معزول کرے گا اور لائق یوں ہے کہ عدم عزل کا فتویٰ دیا جائے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کی وجہ سے انتہی مانی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہو گئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہو گی م منجملہ وظائف کے تولیف ہے فتاوے خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین میں ہے تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کرے گا صحیح نہ ہوگا او عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اس کو ثابت کیا ہے کذا فی الطحطاوی وبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ ووقف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اس واسطے دو متولی دو وصی کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ ووقف القنیۃ ومفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رأی الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوی سے اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون رائے کے اور البتہ یہ صورت فتویٰ طلب ہوئی تھی م یہ صورت اسعاف میں صراحۃً مذکور ہے کہ انفراد احد الناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کر دے تو جائز ہے مفتی ابو سعود نے اس کو نقل کیا ہے کذا

Marfat.com

فی الطحطاوی ولو وصیلہ کان ایصاؤہ لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے باطل ہے اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابو اللیث نے کہا اور وہ یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ اقرب الی الصواب لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہے مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہے درر میں اور قہستانی میں ہے کہ یہی بطلان کا قول قریب تر ہے صواب کی طرف تم بیان دونوں قولوں پر فتویٰ اور قضا درست ہے چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا کانا وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف او قاض واحد اما لو کان من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد واحد ہما بالتصرف لان کلا من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جاز ان رأی فیہ المصلحۃ والا لا وتمامہ فی وکالۃ تنویر البصائر معزیا للملتقطات وغیرہا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ یعنی بطلان فعل احد الوصیین اس وقت ہے جب کہ دونوں وصی یا دونوں متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہوں اور اگر دونوں وصی یا متولی دو شہروں کے دو قاضیوں کی طرف سے ہوں تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے میں مستقل ہوگا اس واسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اس کا تصرف جائز ہے تو اسی طرح اس کے نائب کا تصرف جائز ہے اور اگر دونوں قاضیوں میں سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اس میں مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو معزول کرنا جائز نہیں اور اس کا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالۃ میں ملتقطات وغیرہا سے منقول ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا السراج لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا فنصب لہ وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فلہ ذلک ونصب القاضی الآخر لا یخرج الاول اور سراج وہاج کی کتاب الوصایا میں ہے کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو اس نے وصیت میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس کو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہ ہوگا الا بشراء کفنہ وتجہیزہ والخصومۃ فی حقوقہ وشراء حاجۃ الطفل والاتہاب لہ واعتاق عبد معین ورد ودیعۃ وتنفیذ وصیۃ معینتین دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے مگر موصی کے کفن کی خرید میں اور اس کی تجہیز میں اور اس کے حقوق کی خصومت کرنے میں اور حاجات طفل کی خرید میں اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے میں اور غلام معین کے آزاد کرنے میں اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے میں اور وصیت معینہ کے جاری کرنے میں ایک وصی کا فعل بھی نافذ ہے باطل نہیں زاد فی شرح الوہبانیۃ عشرۃ اخری منہا رد مغصوب ومشتری شراء فاسد وقسمۃ کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین بجنس حقہ شرح وہبانیہ میں امور عشرہ سوائے اس کے جو متن میں مذکور ہیں زیادہ ذکر کیے ہیں از انجملہ مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اس کے حق کے ہم جنس سے ہم امور عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر نہ کیا از انجملہ عیب کی وجہ سے ثمن مبیع کا پھیر دینا اور اجارہ نفس یتیم اور میت کی طرف سے خیرات کی بنیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کے واسطے وبیع مایخاف تلفہ وجمع اموال ضائعۃ اور اس چیز کے بیچنے میں جس کے تلف ہو جانے کا ڈر ہے اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے میں احد الوصیین کا فعل باطل نہیں وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد او الاجتماع اتبع اتفاقا شرح وہبانیۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہے تصرف کرنے میں جمیع امور میں اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع پر تصریح کر دی ہو تو ان کی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیۃ وان مات احدہما فان اوصی الی الحی او الی آخر فلہ التصرف فی الترکۃ وحدہ ولا یحتاج الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مر گیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ میں تصرف کرنا جائز ہے اور اس کی حاجت نہیں کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے م حلبی نے کہا وصی زندہ کا تنہا

Marfat.com

تصرف کرنا ترکہ میں اس وقت جائز ہوگا جب کہ وصی مردہ نے اس کو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونوں کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحاوی
ولا یوصی ضم القاضی الیہ غیرہ درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر اس واسطے کہ
میت کا قصد یہ تھا کہ اس کے ترکہ میں دو شخصوں کی رائے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہ ہو سو یہ امر قاضی کے نصب وصی سے ممکن ہے کذا فی
الزیلعی وفی الاشباہ مات احدہما اقام القاضی الآخر مقامہ او ضم الیہ آخر اور اشباہ میں ہے کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اس کے مقام
پر قائم کر دے یا اس کے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیۃ الا اذا اوصی لہما ان یتصدقا بثلثہ حیث شاءا انتہی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور وصیت
باطل نہیں ہو جاتی مگر جب کہ موصی نے یوں وصیت کی دونوں وصیوں سے کہ اس کے ثلث مال کو دونوں خیرات کریں جہاں دونوں چاہیں انتہی
مافی الاشباہ اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے م شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر وصیت مذکورہ میں ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو میں
دوں گا اور دوسرے نے کہا دوسرے محتاج کو دوں گا تو کسی کو دینا جائز نہ ہوگا اس لیے کہ ایک موضع میں دونوں کا اتفاق نہ ہوا اور اگر وصی مرگیا
قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہوگئی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وہل فیہ خلاف ابی یوسف قولان اور کیا اس میں ابویوسف کا خلاف ہے اس میں
دو قول ہیں یعنی بعضوں نے کہا خلاف ہے اور بعضوں نے کہا خلاف نہیں فیستفاد ان المشرف ینفرد دون الوصی کما قررتہ فیما علقتہ علی الملتقی ویاتی اور ابویوسف
یا امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف میں نہ وصی چنانچہ ہم نے اس کو ثابت کیا ہے ملتقی کی شرح میں اور اس کا ذکر آگے
آوے گا م شارح کی شرح ملتقی میں مجتبی سے منقول ہے کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نہ کرے گا بدون مشرف کے اور دوسرا
قول ضعیف یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے انتہی اس عبارت سے تصرف میں تفرد مشرف کا ثابت نہیں ہوتا تو شارح کا کلام کما ینبغی نہیں ہے فتاوی
عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اس پر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے میں اولی ہے اور مشرف وصی
نہیں ہو جاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے جائز نہیں اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہیں نکلتا کذا فی الطحطاوی مختصراً
ووصی الوصی سواء اوصی الیہ فی مالہ او فی مال موصیہ وقایۃ وصی فی الترکتین خلافاً للشافعی وصی کا وصی دونوں ترکوں میں وصی ہے برخلاف شافعی کے
خواہ وصی نے اس کو اپنے مال میں وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال میں وصی کیا ہو بہر صورت دونوں ترکوں میں وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ وتصح
قسمتہ ای الوصی حال کونہ نائباً عن ورثۃ کبار غیب او صغار مع الموصی لہ بالثلث اور صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثوں کا نائب ہو کر یا صغیر
وارثوں کا نائب ہو کر موصی لہ کے ساتھ یعنی جس کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود نہ ہوں تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو میت
کے ترکہ سے تہائی مال بانٹ دے ولا رجوع للورثۃ علیہ ای الموصی لہ ان ضاع قسطہم معہ ای الوصی لصحۃ قسمتہ حینئذ اور وارثوں کو موصی لہ پر رجوع
کرنا جائز نہیں اگر وارثوں کا حصہ تلف ہوگیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جانے قسمت کے اس وقت میں واما قسمتہ عن الموصی لہ الغائب والحاضر
بلا اذنہ معہم ای الورثۃ او صغاراً زیلعی فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کی جانب سے نائب ہو کر خواہ موصی لہ نائب ہو یا حاضر ہو بدون اس کے
وارثوں کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہیں اگرچہ وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی وحینئذ فیرجع الموصی لہ بثلث ما بقی من المال اذا ضاع قسطہ لانہ
کالشریک معہم لا مع الموصی فلا یضمن الوصی لانہ امین اور اس وقت میں یعنی جب کہ قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھر لے جب
کہ موصی کا حصہ ضائع ہو گیا ہو وصی کے پاس اس واسطے کہ موصی لہ شریک کے مانند ہے تو وصی سے تاوان نہ لے گا اس واسطے کہ وہ امین ہے اور
اگر وارثوں کے پاس مال ضائع ہوگیا تو جس قدر انہوں نے مال پایا تھا اس کی تہائی چاہے وارثوں سے لے چاہے وصی سے یہ اس وقت ہے
جب کہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وصح قسمۃ القاضی واخذہ

Marfat.com

قسط الموصی لہ ان غاب الموصی لہ فلا شئ لہ ان ہلک فی ید القاضی او امینہ اور قاضی کی قسمت اور اس کو موصی لہٗ کا حصہ دے رکھنا صحیح ہے اور اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کے واسطے کچھ نہیں اگر اس کا حصہ قاضی کے ہاتھ میں یا اس کے امین کے ہاتھ میں تلف ہو گیا ہو م وصی اور قاضی میں وجہ فرق یہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہے امور نافعہ میں ولہٰذا جس کے تلف ہونے کا خوف ہو اس کی بیع کا قاضی کو اختیار ہے برخلاف وصی کی وہٰذا فی المکیل او الموزون لانہ افراز وفی غیرہما لا یجوز لانہ مبادلۃ کالبیع و بیع مال الغیر لا یجوز فکذا القسمۃ اور یہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیزوں میں ہے اس واسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی میں عبارت ہے افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی اور وزنی کے سوائے اور مال میں قاضی کی بھی قسمت صحیح نہیں اس لیئے کہ وہ تو یہاں عبارت ہے مبادلہ سے بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہیں تو اسی طرح قسمت بھی جائز نہیں وان قاسمہم الوصی فی الوصیۃ بحج حج عن المیت بثلث ما بقی ان ہلک المال فی یدہ او فی ید من دفع الیہ بحج خلافا لہما وقد تقرر فی المناسک اور اگر وارثوں کو تسمت کر دی حج کی وصیت میں تو میت کی طرف سے حج کیا جاتے باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ یا اس کے ہاتھ سے جس کو وصی نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے اور البتہ یہ مسئلہ ثابت ہے مناسک حج کی کتابوں میں ولو افرز المیت شیئا من مالہ للحج فضاع بعد موتہ لا یحج عنہ بثلث باقی لانہ عینہ فاذا ہلک بطلت اور اگر میت نے حج کے واسطے اپنا کچھ مال جدا کر دیا پھر وہ ضائع ہو گیا اس کے مر جانے کے بعد تو میت کی طرف سے حج نہ کیا جاوے گا باقی مال کی تہائی سے اس لیئے کہ اس نے تو حج کے واسطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ الغرماء لتعلق حقہم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اس لیے کہ ان کا حق مالیت سے متعلق ہے نہ عین متروکہ سے و ضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ہلاک ثمنہ ای ضیاعہ عندہ لانہ العاقد فالعہدۃ علیہ اور ضمان دے گا وہ وصی جس نے بیچا اس غلام کو جس کے بیچنے کی اس کو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اس کا ثمن موصی کی طرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام اور شخص کا مملوک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانے کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اس کے ذمہ پر ہوگا ورجع الوصی فی الترکۃ کلہا وقال محمد فی الثلث لانہ مغرور فکان دینا حتی لو ہلکت الترکۃ او لم تف لم یرجع وفی الملتقی انہ یرجع علی من تصدق علیہم لان غنمہ لہم فغرمہ علیہم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ میں یعنی جس قدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے بھر لے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے بھر لے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے۔ تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا کفایت نہیں کرتا تو اب رجوع نہ ہوگا۔ در منتقی میں یوں مذکور ہے کہ وصی تاوان بھر لے ان فقیروں سے جن پر ثمن کو اس نے خیرات دیا اس لیے کہ فائدہ تصدق کا ان کے واسطے ہے تو اس کا نقصان بھی انہیں پر پڑے گا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل من الترکۃ وہلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جس نے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ قسمت سے پہنچا اور اس کا ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثوں سے بھر لے گا اس لیئے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہنچا تھا وصح احتیالہ بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املأ ولو مثلہ لم یجز بزازیۃ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اس طرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی البزازیۃ وصح بیعہ وشراؤہ من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن وہو الفاحش لان ولایتہ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا انتہی یملکہ المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش

Marfat.com

سے یعنی اگر وصی نے غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اس لیے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جس میں یتیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے
غبن فاحش سے بیع کی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القہستانی وہذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان
باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک مطلقا لانہ وکیلہ اور یہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اس
وقت ہے جب کہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کے واسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر
وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہیں مطلقاً خواہ غبن ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے
فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب جاز بشرط
منفعۃ ظاہرۃ للصغیر وہو قدر النصف زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کے واسطے
ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی میں ہم زیلعی میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے
دس درم کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز
نہیں مطلقاً خواہ منفعت ظاہرہ ہو یا نہ ہو وبیع الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وہو الیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع
کرنا اپنی ذات سے جائز ہے قیمت کے برابر اور جس قدر میں کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ نہ ہو تو جائز نہیں وہذا کلہ فی المنقول اما فی
العقار فسیجیء اور یہ سب تفصیل مسائل مذکورہ کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ اراضی اور مکانات کی خرید وفروخت کے احکام آگے مذکور ہوں گے
ولو زاد الوصی علی کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار میں تو وصی تاوان دے گا بقدر زیادت کے
ہم مثلاً میت کے ہمسروں کا کفن تین کپڑوں کا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا
وفی القیمۃ وقع الشراء لہ وحینئذ ضمن ما دفعہ من مال الیتیم ولوالجیۃ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے
واقع ہوگی تو اس وقت میں وصی تاوان دے گا اس کا جو اس نے کفن دیا ہے یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیۃ وفیہا لو دفع المال الی الیتیم
قبل ظہور رشدہ بعد الادراک فضاع ضمن لانہ دفع الی من لیس لہ ان یدفع الیہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اس کی ہوشیاری
ظاہر ہونے سے پہلے بعد اس کے بالغ ہونے کے پھر وہ مال ضائع ہو گیا تو وصی تاوان دے گا اس واسطے کہ اس نے اس کو دیا جس کو دینا
اس کو جائز نہ تھا ہم یہ صاحبین کا قول ہے تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی پر ضمان نہیں اگر یتیم کو پندرہ برس کے بعد دیا اس واسطے
کہ سبب یتیم پندرہ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے غیر عقد میں کذا فی الطحطاوی وجاز بیعہ ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا لدین او خوف
ہلاک ذکرہ عزمی زادہ معزیا للخانیۃ قلت وفی الزیلعی والقہستانی الاصح لا لانہ نادر اور وصی کو بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقولہ میں مگر ادائے
دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہے یا اس کے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہے عزمی زادہ نے خانیہ کی طرف نسبت کر کے میں کہتا
ہوں اور زیلعی اور قہستانی میں مذکور ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہیں اس واسطے کہ اس کا تلف ہو جانا کم تر ہے ہم اگر میت پر
دین مستغرق ہے تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہے لو اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہیں تو صاحبین کے نزدیک جس قدر دین ہو اس
قدر کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ او لنفقۃ
الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا اور صغیر
کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہے غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اس کی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کے واسطے یا دین میت

Marfat.com

کے ادا کرنے کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لئے جس کا نافذ اور جاری ہونا کسی سے متصور نہیں ہوتا ہے عقار کے یا اس واسطے کہ عقار کی
حاصلات زیادہ نہیں ہوتی اس کے مصارف سے یا اس کے ویران ہونے یا ناقص ہو جانے کے خوف سے یا اس وجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ میں ہے
کذا فی الدرر والاشباہ ملخصاً ہم وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہے اس طرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہے تو اب عقار کی
بیع جائز ہے کذا فی الدرر قلت وہذا لو ابا تو وصیا لا من قبل ام او اخ فانہما لا یملکان بیع العقار مطلقاً میں کہتا ہوں کہ یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر بشرائط
ثمانیہ مذکورہ میں اس شرط سے ہے کہ باپ یا ماں یا بھائی کی طرف سے وصی نہ ہو اس واسطے کہ ماں اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہیں ہر طرح
یعنی نہ اشیاء مستثنے لیں نہ ان کے غیر میں ولا شراء غیر طعام وکسوۃ اور ماں اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک نہیں سوائے طعام اور لباس صغیر کے
ولو ابا تہ ابافان محمود عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگوں کے نزدیک سرا اور پسندیدہ
ہو یا اس کی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہ ہو تو بیع جائز ہے کذا صرح بہ ابن کمال ولا تتجر الوصی فی مالہ ای الیتیم لنفسہ فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری
نہ کرے یتیم کے مال میں اپنی ذات کے فائدے کے واسطے سو اگر اس نے اپنے واسطے اس مال میں تجارت کی تو منفعت کو خیرات کر دے وجاز لو
اتجر من مال الیتیم للیتیم وتمامہ فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال میں یتیم کے واسطے اور اس کا پورا بیان درر میں ہے ہم درر
میں خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال میں تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہیں اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو اس اصل مال کا ضمان
دے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہے خیرات نہ کرے انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شئ
باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ ببیع عبدہ من فلان میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہیں ثمن مثل سے کم تر میں مگر ایک
مسئلہ وصیت میں اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جب کہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے شخص سے ہم اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع
پر راضی نہ ہوا تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہے لیکن ثلث قیمت سے نہ کرنا تو بھی درست نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہا فی القادم فی اجر المثل للمتولی
اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہذا اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین وسعی فیہ سنۃ فلا شئ لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر
ما یخالفہ فافہم وقد مر فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز انتہی اور اشباہ میں ہے اجرت مثل کے بیان میں کہ متولی کو اس کے عمل کے برابر
اجرت جائز ہے سو اگر اس نے عمل نہ کیا تو اس کو اجرت نہیں ہے اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کے اجرت نہیں ہے اور یہ یعنی متولی کے واسطے
اجرت مثل کا ثبوت اس وقت ہے جب کہ قاضی متولی کے لئے اجرت معین کر دے تو اگر اس نے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایک سال میں کوشش کی تو
اس کے واسطے کچھ اجرت نہیں اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنیہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اس کے مخالف ہے یعنی یوں
کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اس کو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ
حکم ہے کہ اگر قاضی نے اس کو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہے انتہی ما فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کانوا صغارا وکبارا باع حصۃ الصغار
کما مر وکذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہوں تو وصی چھوٹوں کے حصوں کو بیچ ڈالے
چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناۃ میں مذکور ہو چکا اور اسی طرح بالغ وارثوں کے حصے کو بیع کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے ہم تفصیل مذکور یہ ہے کہ ادائے دین
اور خوف ہلاکت میں بیع جائز ہے نہ اس کے سوائے میں کذا فی الطحطاوی ونقل عن العمادیۃ ان فی بیعہ للعقار ونحوہ اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الہدایۃ
لان فیہ استیفاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہے

لہ یہ مترجم اول سے تسامح ہوا حق عبارت یہ تھا کہ ترجمہ یوں ہوتا اور عمادیہ سے یہ بھی نقل کیا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

کہ وصی کو عقار بیچنے میں بطریق بیع ادفا کے مشائخ کا اختلاف ہے اور صاحب ہدایہ نے اس کو جائز کہا ہے اس واسطے کہ اس میں ملک صغیر کا باقی رکھنا ہے
باوجود دفع حاجت کے اور اس واسطے کہ غیر وصی کے تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اس کا پورا بیان ہمارے ملتقے
کی شرح میں مذکور ہے ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہیں میت پر دین کا اس واسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہیں تو
مقر لہ کو اس کا لینا بدون گواہی کے درست نہیں اور اگر وصی دے گا تو اس پر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشیء من ترکتہ انہ لفلان الا
ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز اس طرح کہ یہ چیز فلانے شخص کی ہے مگر یہ کہ اقرار
کرنے والا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ میں نہ باقی ورثہ کے حصوں میں ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لا یسمع
اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہے تو اس کا دعوی مسموع نہ ہوگا کذا فی الدرر یعنی تناقض
کی وجہ سے ووصی ابی الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ فالجد کما تقرر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہے صغیر کے مال
میں تصرف کرنے کا صغیر کے دادا سے اور اگر اس کا وصی نہ ہو تو دادا احق ہے چنانچہ کتاب الحجر میں ثابت ہو چکا ہے وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض
لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ میں ہے کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع ادائے دین کے واسطے اور وصیتوں کے جاری
کرنے کے واسطے جائز نہیں برخلاف وصی کے کہ اس کو یہ درست ہے۔

فصل فی شہادۃ الاوصیاء

یہ فصل ہے وصیوں کی گواہی کے مسائل میں م اس فصل میں شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہیں تو
کہنا بہتر تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال
المیت اور باطل ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق میں
وصیوں کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے م اس واسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہے اور بالغ کے مال میت میں میں وصی کو حفاظت
کی ولایت ہے وارث کی غیبت میں تو اس تہمت سے اس کی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادتہما بغیرہ ای بغیر مال المیت لانقطاع ولایتہما عنہ فلا
تہمۃ حینئذ اور صحیح ہے گواہی ان دونوں کی بغیر مال میت کے بسبب منقطع ہونے دونوں وصیوں کی ولایت کی اس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہیں ۔
کشہادۃ رجلین لآخرین بدین الف علی میت وشہادۃ الآخرین للاولین بمثلہ جیسے صحیح ہے گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کے واسطے ہزار
کے دین ہونے کی میت پر اور صحیح ہے گواہی انہیں دونوں شخصوں کی پہلے دونوں گواہوں کے واسطے مانند اس کی ہزار درم کے دین کے یعنی فریق اول
نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی گواہی دی تو دونوں گواہیاں صحیح ہیں بخلاف شہادۃ
کل فریق بوصیۃ الف برخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت میں یعنی ہر فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت نے
ان کو ہزار درم کی وصیت کی ہے سو یہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لاتقبل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ دین میں بھی گواہی
مقبول نہیں مانند وصیت کے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الشہادات میں پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین بعبد والآخرین بثلث مالہ او الدراہم
لاثباتہا للشرکۃ فتبطل یا پہلوں کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلوں کی گواہی ثلث مال یا غیر معین دراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرکت
غلام کو تو باطل ہوگی م کل مال میت میں غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت میں تہائی غلام میں شرکت ثابت ہوگئی اور شرکت قبول شہادت کی مانع
ہے و تصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین آخر لانہ لاشرکۃ فلا تہمۃ زیلعی اور گواہی
ہے اگر دو مردوں نے اور دو مردوں کے واسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے شاہدوں کے واسطے دوسری چیز مثلاً باغ

Marfat.com

وصیت کی گواہی دی اس واسطے کہ یہاں دونوں فریق میں شرکت ثابت نہیں تو تہمت بھی نہیں جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت
اوصی لزید معہما لغت لاثباتہما لانفسہما معینا وحینئذ فیضم القاضی بہا بثالث وجوبا لاقرارہما بآخر فیمتنع تصرفہما بدونہ کما تقرر دو وصیوں نے یہ گواہی دی کہ میت
نے زید کو بھی ان دونوں کے ساتھ وصی کیا ہے تو یہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونوں وصیوں کے اپنی ذاتوں کے واسطے مددگار اور اس صورت
میں قاضی ان دونوں کے ساتھ تیسرا وصی ملادے بنا بر وجوب کے کیوں کہ انہوں نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونوں وصیوں کا تصرف کرنا میت کے
مال میں بدون تیسرے وصی کے جائز نہیں چنانچہ ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہما اسقطا مؤنۃ
التعیین عنہ مگر یہ کہ زید اس کا دعوے کرے یعنی زید یوں دعوے کرے کہ وہ بھی وصی ہے ان دونوں کے ساتھ تو اب دونوں وصیوں کی گواہی بطریق استحسان
کے مقبول ہوگی اس لیئے کہ دونوں وصیوں نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کردی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا
شہدا ان اباہما اوصی الی رجل لجرہما نفعا بنصب حافظ للترکۃ اور اسی طرح میت کی دو بیٹیوں نے جب گواہی دی کہ ان کے باپ نے ایک مرد کو
وصی کیا ہے تو گواہی لغو ہے اس واسطے کہ دونوں نے اپنے واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے متروکہ کے واسطے وہذا لو ہو منکر
ولو یدعی تقبل استحسانا اور یہ یعنی گواہی کا لغو ہونا اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونے کا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونے کا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ
مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہما بان اباہما وکل زید القبض دیونہ بالکوفۃ حیث لاتقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ ام لا لان القاضی
لایملک نصب الوکیل عن الحی بطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ برخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ ان کے باپ نے زید کو اپنے قبض دیون کا جو
اہل کوفہ پر ہے وکیل کیا ہے کیوں کہ یہ گواہی کسی طرح مقبول نہیں خواہ زید وکالت کا دعوی کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے
وکیل کے کام کرنے کا بیٹوں کی طلب سے مالک نہیں برخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصح علی المیت لالہ ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتقی اور وصی کی
گواہی میت کے ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو گو کہ اس نے خصومت نہ کی ہو کذا فی الملتقی وصی انفذ وصیتہ
من مال نفسہ رجع مطلقا وعلیہ الفتوی درر وصی نے میت کی وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اس قدر مال ترکہ میت سے بھر لے ہر طرح اور
اسی اطلاق پر فتوی ہے کذا فی الدرر وصی رجوع کرے ہر طرح خواہ وہ میت کا وارث ہو یا نہ ہو خواہ وصیت للہ ہو یا للعباد وکذا فی الطحطاوی مختصرا کوکیل
ادی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جس نے ثمن ادا کیا اپنے مال سے سو اس کو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذلک الوصی اذا اشتری
کسوۃ للصغیر او اشتری ماینفق علیہ من مال نفسہ فانہ یرجع اذا اشہد علی ذلک اور اسی طرح وصی جب کہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے
یا وہ چیز خریدی کہ جس کو صغیر پر خرچ کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے بھر لے جب کہ اس پر اس نے گواہ کر لیا ہو یعنی اس پر شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال
بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھر لوں گا وفی البزازیۃ وانما شرط الاشہاد لان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی
فلیحفظ قلت لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن وان لم یشہد بخلاف الابوین وسیجی مایفیدہ فتنبہ بزازیہ میں ہے کہ گواہ کرنا تو اسی واسطے شرط
ہوا کہ وصی کا قول حق انفاق میں تو مقبول ہے نہ حق رجوع میں بدون گواہ کرنے کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ
میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اس نے گواہ نہ کر لیا ہو برخلاف ماں باپ کے کہ ان کو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آوے گا جو اس
کا مفید ہے تو خبردار رہنا م شرنبلالیہ میں ہے کہ ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بشہادت میں مضطرب ہے اور یہ استدراک طعام اور لباس کی طرف
راجع ہے اس واسطے کہ والدین کی عادت میں طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی او قضی دین المیت الثابت شرعا او کفنہ اوادی
خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا وصی نے وہ دین میت کا جو شرعا اس پر ثابت ہے ادا کیا یا اس کو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے

Marfat.com

اداکیا او اشتری لوارث الکبیر طعاماً او کسوۃ للصغیر او کفن الوارث المیت او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعاً یا وارث بالغ نے صغیر کے
واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن دیا یا اس کا دین اداکیا اپنے مال سے تو میت کے متروکہ سے بھر لے گا اور متبرع نہ ہوگا
یعنی اس کا مال بلا عوض نہ ٹھہرے گا ولو کفن الوصی المیت من مال نفسہ قبل قولہ فیہ قیل ہو مستدرک بقولہ او کفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے
تو اس کا قول اس میں مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضوں نے کہا یہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن او کفنہ م حلبی درالمختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا
کہ شارح لفظ قیل کو حذف کرتا یعنی اس واسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی مراد
یہ ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کفن کے مجرا دیلے میں متروکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول
ماتن کے قول سابق سے متغائر ہے انتہی ولو باع الوصی شیئاً من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باعہ رجع القاضی فیہ الی اہل البصیرۃ والامانۃ
ان اخبرہ اثنان منہم انہ باع بقیمتہ وان قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال مبیع کی طلب
ہوئی اس کے بیچنے سے زیادہ تر ثمن کو تو قاضی اس میں اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر متدین واقف کاروں میں سے دو شخص اس کو خبر
دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اس کی قیمت کے موافق بیع کیا اور اس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کی طرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے
وان کان فی المزائدۃ یشتری باکثر وفی الاسوق باقل لا ینقض البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجتمع
رجلان منہم علی شئی یوخذ بقولہما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندہما کما فی التزکیۃ اور اگر مزائدہ میں یعنی جہاں بیع من یزید ہوتی ہے جس کو
بالفعل کے عرف میں نیلام گھر بولتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کم تر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے
سبب سے بلکہ رجوع کرے واقف کار لوگوں کی طرف بلکہ اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انہیں دونوں کا قول لیا جائے محمدؒ کے نزدیک
اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے وعلی ہذا قیم الوقف اذا آجر مستغل الوقف ثم جاء آخر
یزید فی الاجر الکل فی الدر معزیا للخانیۃ وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جب کہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو
تو نقض اجارہ نہ ہوگا بدون قول اہل بصیرت کے یہ سب مسائل درر میں مذکور ہیں فتاوی قاضی خان سے منقول فروع مسائل ملحقہ شارح کے یقبل قول
الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثنتی عشرۃ مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوے میں بدون گواہوں کے مقبول ہے مگر بارہ
مسئلوں میں مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں مذکور ہیں م مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہے ادعی قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے دین میت
کے ادا کرنے کا دعوی کیا م صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ میں نے موصی کا دین اپنے مال سے اداکیا اور یتیم اس کی تکذیب کرتا ہے
اور اس کے ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول نہ ہوگا او ادعی قضاءہ من مالہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا
ادائے دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اس کے ثمن قبض کرنے سے پہلے او ان الیتیم استہلک مال آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہ ہے یا دعوی
کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اس کا تاوان دیا م صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں آتلاف
کیا تھا اور میں نے تیری طرف سے اداکیا تھا سو یتیم نے اس کی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی
او اذن لہ بتجارۃ فرکبہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہوگئے سو وصی
نے ان کو ادا کیا یتیم کی طرف سے او ادی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچواں مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ اس نے یتیم کی زمین کا خراج اداکیا ایسے
وقت میں کہ زمین زراعت کے لائق نہیں رہی م تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ

ف: بیع الوصی

Marfat.com

وصی اور یتیم متفق ہوں موت موصی کے وقت پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا یتیم غلام گریختہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا
م یہ محمدؒ کا قول ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول
مقبول ہے کذا فی الحموی والطحطاوی او فدا عبدہ الجانی ساتواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا او الانفاق علی محرمہ آٹھواں مسئلہ یہ ہے یا
یا دعویٰ کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا م صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا ماہانہ تیرے مال سے
مقرر کیا اور میں نے اس کو دس برس سے ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کسی قاضی نے یہ حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب
کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی رقیقہ الذین ماتوا نواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلاموں پر جو مر گئے م یہ قول ہے محمدؒ کے
اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی او الانفاق علیہ مما فی ذمتہ یا وصی نے
دعویٰ کیا یتیم پر اس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا م یہ مسئلہ اشباہ میں مذکور نہیں اور اگر اس کو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ
کی یہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ میں ادائے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اس کی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی وکذا من مال نفسہ حال
غیبۃ مالہ لطلب الرجوع دسواں مسئلہ یہ ہے اور اسی طرح وصی نے دعوے کیا خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جب کہ یتیم کا مال
حاضر نہ تھا اور اس نے پھیر لینے کا ارادہ کیا م بشرطیکہ وصی نے اس پر گواہ نہ کیا ہو کہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہوں پھیر لینے کے واسطے اور اگر اس نے
اس پر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او انہ زوج الیتیم امرأۃ ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارہواں یہ مسئلہ ہے یا دعویٰ
کیا کہ اس نے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اس کا مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہے الثانیۃ عشر اتجر فربح ثم ادعی انہ کان
مضاربا بارہواں مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پھر دعویٰ کیا کہ اسے بطور مضاربت کے تجارت کی م یہاں بھی عدم اشہاد شرط ہے اور اگر
وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع میں شریک ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شیٔ کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ ومالا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ
میں یہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اس میں اس کی تصدیق کی جاوے گی اور جس پر وہ مسلط اور متعین نہیں تو اس میں اس کی بلا شہادت تصدیق نہ ہوگی
م تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جب کہ ظاہر حال اس کا مکذب نہ ہو کذا فی الحموی ینصب القاضی وصیا فی سبعۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ قاضی میت کی طرف
سے وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں م نصب وصی کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے روبرو گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص
مر گیا اور اس نے کوئی وصی قائم نہ کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہے نہ قاضی کا وصی اور نصب وصی
کا اختیار فقط اس قاضی القضاۃ کو ہے جس کو سلطان کی طرف سے اس کی اجازت ہو کذا فی الاشباہ منہا اذا کان لہ دین او علیہ او لتنفیذ وصیۃ منجملہ مواضع سبعہ
کے یہ تین مقام ہیں جب کہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے وزاد فی الزواہر موضعین آخرین
اشتری الاب من طفلہ شیئا فوجدہ معیبا ینصب القاضی وصیا لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ باپ
نے اپنے طفل سے کوئی چیز خرید کی پھر اس میں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب ناک اس کو پھیر دے واذا احتیج لاثبات
حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطعۃ ینصب والا فلا وعزاہما لمجمع الفتاوی اور جب کہ اس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جس کا باپ غائب ہے بطریق غیبت
منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہ ہو تو وصی مقرر نہ کرے اور صاحب زواہر نے ان دونوں مسئلوں کو مجمع الفتاوی کی طرف
نسبت کیا ہے م غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ آتا جاتا نہ ہو یہ مستفاد ہوتا ہے شرح حموی سے اور فقہا نے غیبت منقطعہ کی
تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح میں مذکور کیا ہے بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ نہ جاتا ہو مگر سال میں ایک بار یہ قول

Marfat.com

قدوری کا مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک مہینہ یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرتا ہو یا مفقود الخبر ہو
اور بعضوں نے کہا ۱۵ منزل ہو اور بعضوں نے کہا ۹ منزل اور بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی وصی القاضی کوصی
المیت الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ ولا ان یبیع ممن لا تقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہے مگر آٹھ جگہ میں اس کے برابر
نہیں ہے ایک یہ ہے کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کے واسطے متروکہ سے جائز نہیں دوسری صورت یہ ہے بیچنا اس شخص سے جس کے حق میں وصی
کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدأ من القاضی تیسری صورت یہ ہے اور جائز نہیں اس کو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن
سے م یعنی اگر قاضی نے خصومت کے واسطے صغیر کی طرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اس چیز پر قبضہ نہ کرے تا وقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے
بر خلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں ولا ان یوجر الصغیر بعمل ما چوتھی صورت
یہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کروا دے ولا ان یجعل وصیا عند موتہ پانچویں صورت یہ ہے اور وصی قاضی کو جائز نہیں ہے کہ
اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصصہ القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا یعنی ایک نوع میں وصی کیا تو
وہ مخصوص ہو جائے گا یعنی جمیع انواع میں وصی نہ ہوگا بر خلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نہاہ عن بعض التصرفات
صح نہیہ ساتویں صورت یہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اس کا روکنا صحیح ہے بر خلاف نہی میت کے کذا فی الاشباہ عن البزازیہ
ولہ عزلہ ولو عدلا آٹھویں صورت یہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اس کا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القنیۃ خلافا فی الیتیمۃ بخلاف وصی المیت
فی ذلک کلہ بر خلاف وصی میت کے ان سب آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانۃ وصی وصی القاضی کوصیہ اذا کانت الوصیۃ عامۃ انتہی وبہ یحصل التوفیق اور خزانہ میں ہے
قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی ما فی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونوں قولوں کا دفع ہو گیا
م یعنی یتیمہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہو گیا اشباہ میں پانچویں صورت یتیمیہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز
نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو اختلاف رفع ہو گیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی
القاعدۃ الصغری تبرعہ فی مرضہ انما ینفذ من الثلث عند عدم الاجازۃ الا فی تبرعہ فی المنافع لینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرۃ المثل لانہا تبطل بموتہ
فلا اضرار علی الورثۃ وفی حیاتہ لا ملک لہم لکن فی العمادیۃ انہا من الثلث فلعلہ روایتان اور فتاوی صغری میں ہے کہ مریض کا تبرع اور احسان کرنا مرض
میں نافذ نہیں ہوتا مگر ثلث متروکہ میں درحال عدم اجازت وارثوں کے مگر اس کے منافع کے تبرع میں سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اس طرح پر کہ اس نے
گھر وغیرہ اجرت مثل سے کم تر اجرت پر اجارہ دیا یعنی اس کی اجرت مثلاً سو درم تھی سو اس نے ۵۰ درم کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہے اس لیے کہ
اجارہ مذکور مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں پر ضرر رسانی نہیں ہے اور اس کی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عمادیہ میں ہے کہ
منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہے تو شاید کہ اس میں دو روایتیں ہیں باع مال الیتیم او ضیعۃ والمشتری مفلس فوجل ثلثۃ ایام فان نقد والا فسخ وصی
نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہے تو وصی تین دن کی مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہے ورنہ بیع
کو فسخ کرے فان انکر الشراء وقد قبض یرفع الوصی الامر للحاکم فیقول ان کان بینکما بیع فقد فسختہ پھر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ بیع پر قبضہ کر
چکا ہے تو وصی اس امر کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یوں کہے کہ اگر تم دونوں میں بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ میں نے اس بیع کو فسخ کر دیا م اس
قول کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعویٰ کرے اور گواہ لا دے تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی قبل الوصایۃ ثم اراد
عزل نفسہ م یجز الا عند الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک م حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی

Marfat.com

کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نہ کرے اور اگر اس کو عاجز یا کثیر الاشغال جانے تو اس کو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح ہو ہے ایک یہ امر وصی
اس کو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ وصی جب چاہے آپ کو معزول کرے دوسری صورت یہ ہے کہ وصی میت پر دین کا دعویٰ کرے اور حاکم اس کو متہم کر کے معزول
کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی دفع للیتیم ماله بعد بلوغه واشهد الیتیم علی نفسه انه لم یبق من ترکة والده لا قلیل ولا
کثیر ثم ادعی شیئا فی ید الوصی انه من ترکة ابیه وبرهن تسمع وصی نے یتیم کو اس کا مال اس کے بالغ ہونے کے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر
دیا کہ اس کے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعویٰ کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ
سے ہے اور گواہوں سے اس کو ثابت کیا تو اس کا دعویٰ مسموع ہووے گا م یہ اشہاد ابرا معلوم نہیں نہ شخص معلوم سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہے جو
ابرا کا مستلزم نہیں تو یہ اس کے دعوے کا مانع نہیں برخلاف اس ابرا کے جو مجہول سے ہو معلوم کے واسطے یعنی شخص معین سے چیز غیر معین کا ابرا کرے اس
طرح کہ مثلاً زید عمر سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اس کو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمر نے اس طرح کہا تو زید بری الذمہ ہو گیا اور یہ ابرا صحیح ہے
چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیة متفرقا للوصی الاکل والرکوب بقدر الحاجة قال تعالیٰ ومن کان
فقیرا فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اس کی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالیٰ نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہیے
دستور کے موافق کھاوے م کھانا اور سوار ہونا مقید بمدت سعی کے ہے یعنی جس قدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہے اسی قدر مدت تک کھانا اور سوار
ہونا درست ہے نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریہ وله ان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تاہل لذلک اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کرے
اگر یتیم اس کا اہل ہووے م شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہیں کہ انہیں کی تعلیم ہوتی ہے انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور
بلاغت کا ہے یعنی اگر یتیم خاندان علم سے ہے تو وصی خرچ کر کے اس کو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے والا فلینفق علیه بقدر ما یتعلم القراءة الواجبة
فی الصلوة مجتبی اور اگر یتیم اہل علم سے نہ ہو تو وصی کو چاہیے کہ اس پر اس قدر خرچ کرے کہ قراءت واجبہ نماز کی سیکھ جائے یعنی جس قدر نماز میں قرآن
پڑھنا واجب ہے اس قدر اس کو سکھاوے کذا فی المجتبی وفیه جعل للوصی مشرفا لم یتصرف بدونه وقیل للمشرف ان یتصرف اور مجتبی میں ہے کہ وصی کے واسطے
مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اس کے تصرف متروکہ میں نہ کرے اور بعضوں نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہے م اس مسئلہ
کا بیان باب الوصی میں مفصل مذکور ہو چکا وفیه للاب اعارة طفله اتفاقا لا ماله علی الاکثر اور مجتبی میں ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے
بالاتفاق نہ اس کے مال کو عاریت دینا بنابر اکثر روایات کے وفیه یملک الاب لا الجد عند عدم الوصی ما یملکه الوصی اور مجتبی میں ہے وصی نہ ہونے کے وقت
باپ مالک ہے اس چیز کا جس کا وصی مالک ہوتا ہے اور دادا مالک نہیں ہوتا وصی کے برابر الاب یملک قسمة مال مشترک بینه وبین الصغیر بخلاف الوصی باپ
مالک ہے اس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہے مابین باپ اور مابین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا
مالک نہیں م قنیہ میں مذکور ہے کہ جو مال وصی اور صغیر میں مشترک ہے اس کی قسمت وصی کو جائز ہے امام کے نزدیک بشرطیکہ اس میں صغیر کا نفع ظاہر ہو
تو معلوم ہوا کہ یہاں عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ، یملک الاب والجد بیع مال احد طفلیه للآخر بخلاف الوصی باپ
اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہے برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہیں م یعنی اگر ایک
شخص دو یتیموں کا وصی ہو تو اس کو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ دونوں یتیموں کی خیر خواہی کا مامور ہے
سو یہاں ایک یتیم کی خیر خواہی دوسرے کے حق میں ضرر کرتی ہے اور اسی طرح اگر دو وصی ہوں دو یتیموں کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے
بیع کرنا درست نہیں ولو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی بمثل قیمته جاز ان لم یکن فاسد الرای ولو فاسده فان باع عقاره لم یجز وفی المنقول روایتان

Marfat.com

اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا بقدر اس کی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہے اگر وہ احمق فاسد الرائے نہ ہو اور اگر بد عقل ہو اگر اس نے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہیں ہے اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتیں ہیں ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما و اشہد انہ یرجع بہ علیہ یرجع بہ لو مال والا لا لوجوبہا علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کے واسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اس پہ کہ میں اس قدر اس لڑکے کے مال سے بھر لوں گا تو اتنا بھر لے اگر صغیر کا مال ہوا اور اگر مال نہ ہو تو رجوع جائز نہیں بسبب واجب ہونے کھانے اور کپڑے کے باپ پر اس وقت میں یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے رجوع جائز نہیں ومثلہ لو اشتری لہ دارا او عبدا یرجع سواء کان لہ مال اولا وان لم یشہد لا یرجع کذا عن ابی یوسف وہو حسن یجب حفظہ واللہ اعلم اور مانند لباس یا طعام کے اگر باپ نے صغیر کے واسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اس کا مال ہو یا نہ ہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہیں کیا ہے تو رجوع نہ کرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور یہ تفصیل خوب ہے اس کا یاد رکھنا واجب ہے واللہ اعلم بعینہ تلخیص قنیہ میں مذکور ہے کہ ایک وارث نے تجہیز میت میں ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہ ہوگا اور اگر ماتم اور شمع وغیرہ کی خرید میں بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے اس نے صرف کیا تو اس کے حصہ میں محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ۔

Marfat.com
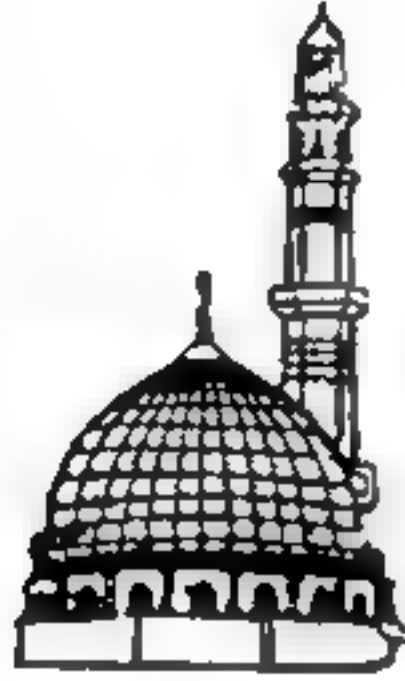
کتاب الخنثیٰ

اس کتاب میں خنثیٰ کے احکام مذکور ہیں م خنثیٰ مشتق ہے خنث بفتح خائے معجمہ وسکون نون سے اور خنث لغت میں عبارت ہے نرمی اور تکسر سے اور
سی سے مخنث ہے معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرماتے اور اس کا حکم مذکور نہیں کیا جو مرد بھی ہو اور عورت
بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں وصف متضادین ایک شخص میں جمع نہیں ہوتے اور دونوں میں علامت امتیاز کی آلہ تذکیر وتانیث ہے پھر گاہے اشتباہ واقع
ہوتا ہے اس طرح پر کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہے جس میں تمیز نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر نادر الوجود جب کہ مصنف نے غالب الوجود
کے ذکر سے فراغت پائی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو نادر الوجود یعنی خنثیٰ کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین جمیعا خنثیٰ
وہ ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہے جو تذکیر اور تانیث دونوں علامتوں سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثیٰ تو اگر وہ پیشاب کرے
ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے م جب اس نے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شگاف ہے اور اگر اس نے فرج سے
پیشاب کیا تو دوسری علامت ثولول یعنی مسہ کی مانند ہے کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم
ہے یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اس کا اعتبار ہے اس واسطے کہ اقدمیت اس کی دلیل ہے کہ وہی عضو اصلی ہے وان استویا فمشکل اور اگر دونوں برابر ہوں
اس طرح کہ دونوں کے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہے م مشکل اس واسطے کہا کہ احد الامرین سے کوئی متعین نہیں ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور
کثرت پیشاب کی معتبر نہیں امامؒ کے نزدیک برخلاف صاحبین کے م صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج اصالت عضو پر دلیل ہے وللاکثر حکم الکل اور امامؒ کی
دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پہ اور امام سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو یوسفؒ سے فرمایا کہ میں نے ایسا قاضی نہیں دیکھا
جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحطاوی نہذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی امرأۃ او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل یہ تفصیل
مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اس کے داڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اس کو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ
مرد ہے وان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطیہ فامرأۃ اور اگر اس کے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ نکلا یا اس کو حیض آیا یا اس کو حمل رہا
یا جماع اس کا ممکن ہے تو وہ عورت ہے م ظہور لبن سے مراد یہ ہے کہ دونوں پستانوں سے عورتوں کے مانند دودھ نکلے اس واسطے کہ مرد کی چھاتیوں سے
بھی　　کبھی دودھ نکلتا ہے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے
ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اس کا جواب یہ ہے کہ گاہے دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متمیز
نہیں پھر جب دودھ اترا تو تمیز واقع ہوگئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثیٰ نے منی روئی میں لے کر اپنی فرج میں داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت
ہے کہ عورتوں نے اس کو دیکھا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظہر لہ علامۃ اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم
المرجح اور اگر اس کی کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہ ہوئی یا علامات میں تعارض واقع ہوا تو وہ خنثیٰ مشکل ہے عدم مرجح کی وجہ سے م تعارض علامات کی مثال یہ صورت
ہے کہ پستان ابھرے اور داڑھی نکلی ایک ساتھ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی

Marfat.com

كذا في القهستاني وعن الحسن انه تعد اضلاعه فان اضلاع المرأة تزيد على ضلع الرجل بواحد ذكره الزيلعي اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثی کی پسلیاں شمار کی جاویں اس واسطے
کہ عورت کی ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیوں سے ذکر کیا ہے اس کو زیلعی نے م اس میں اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہ ہے
کہ بائیں طرف کی ہوتی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیاں اور عورت کی سترہ یا مرد کی سترہ ہیں اور عورت کی اٹھارہ بعضوں نے کہا کہ مشاہدہ
اس کے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کی پسلیاں برابر ہیں اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کی وجہ اس کی یوں مذکور ہے کہ حضرت
حوا حضرت آدم علیہ السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئیں تو سب مرد ابوالبشر علیہ السلام کے منوال پر جاری رہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فیؤخذ
فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اس وقت میں یعنی در صورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو عمل کیا جاوے گا خنثی مشکل کے امر میں اس چیز کے ساتھ
جس میں زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام میں قلت ولکن قدمنا انہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ وانہ لا یتعلق التحریم بلبنہ فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن ہم نے اول کتاب میں
مذکور کیا کہ خنثی مشکل میں ادخال سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اس کے دودھ سے تحریم متعلق نہیں تو آگاہ رہنا یعنی ان دونوں صورتوں میں عمل بہ احتیاط نہیں ہے
م یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل نہ رہا اس کا جواب یہ ہے کہ بعد تحقیق انوثت کے دوسری
علامت معارض ہوئی چنانچہ داڑھی نمودار ہو گئی تو اشکال ثابت ہو گیا اور اسی طرح دودھ میں کلام ہے کذا فی الطحطاوی فیقف بین صف الرجال والنساء سو بنا
بر عمل باحتیاط کے خنثی مشکل کھڑا ہو مردوں اور عورتوں کی صف کے مابین میں م یعنی نہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو نہ عورتوں کی صف میں اس واسطے کہ اگر خنثی مشکل فی
الواقع مرد ہے تو عورتوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اس کی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اس کے محاذی شخص
کی نماز فاسد ہوگی تو اس کے دائیں اور بائیں اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثی بالغ ہے اور عورتوں کی صف میں کھڑا ہو تو اس پر
اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثی ہوں تو اس طرح کھڑے ہوں کہ باہم متصل نہ ہوں بلکہ درمیان میں کشادگی چھوڑیں
کذا فی الطحطاوی واذا بلغ حد الشہوۃ تبتاع لہ امۃ تختنہ من مالہ لکون امتہ او مثلہ اور جب کہ خنثی حد شہوت کو پہنچے تو اس کے مال سے ایسی لونڈی خرید کی
جاتے جو اس کا ختنہ کرے سو خرید سے اس کی وہ لونڈی ٹھہرے گی یا اس کے مانند عورت ہوگی م یعنی اگر واقع میں خنثی مرد ہے تو وہ اس کی لونڈی ہوئی تو
اس کو نظر کرنا شرم گاہ کا مطلقاً جائز ہوا اور اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امراۃ
احتیاطاً ولا ضرورۃ لان الختان عندنا سنۃ اور یہ مکروہ ہے کہ خنثی کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہیں اس واسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیوں
کے نزدیک سنت ہے نہ فرض م یہ مذکور ہے خنثی بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن
بیت المال ثم تباع اور اگر خنثی کا مال نہ ہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کی جائے پھر ختنہ کے بعد بیچ ڈالی جائے اور ثمن
اس کا بیت المال میں داخل کیا جائے اس واسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہے کذا فی الحموی او یزوج امراۃ ختانۃ لتختنہ لانہ ان کان ذکرا صح
النکاح وان انثی فنظر الجنس اخف ثم یطلقہا وتعتد ان خلا بہا احتیاطاً یا خنثی نکاح کرے ختنہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اس کا ختنہ کر دے اس لیے کہ اگر خنثی
مرد ہے تو نکاح صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کی طرف سبکتر ہے مرد کی نظر سے پھر خنثی ختنہ کے بعد اس کو طلاق دے اور
ختنہ کر کے عدت میں بیٹھے بنا بر احتیاط کے اگر خنثی نے اس کے ساتھ خلوت کی ہو م یہ قول طحاوی نے اپنے استاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال کا قول
علماء مذہب سے منقول ہے اس واسطے کہ اگر اس نے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت معلقہ ہوگی اس سے خلاص نہیں ہو سکتی
اور وجوب مہر کا عقد سے یقین نہیں ہو سکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثی مشکل مر گیا تو یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس پر نفقہ واجب ہے یا نہیں رازی نے بیان کیا
ہے اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اس طرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق

Marfat.com

حتیاط مشروط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کے واسطے از قسم محال ہے تو نکاح کر لینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی عن
حموی **ویکرہ کلبس الحریر والحلی** اور خنثیٰ مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے **ولا یخلو بہ غیر محرم** اور خنثیٰ مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے سوائے
اس کے محرم کے **وان قبلہ رجل تثبت حرمۃ المصاہرۃ** اور اگر خنثیٰ مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوگی م تو جائز نہ ہوگا خنثیٰ کی ماں کو
اس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اس کی بیٹی کو **ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ** اور خنثیٰ مشکل سفر نہ کرے بدون محرم کے اس احتمال کی وجہ
سے کہ وہ عورت ہے م محرم سے مراد محرم مرد ہے اس واسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اس کو سفر درست نہیں **وان قال انا رجل او امرأۃ لا عبرۃ بہ فی الصحیح**
لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثیٰ مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اس کا کچھ اعتبار نہیں صحیح قول میں اس کے واسطے کہ یہ دعویٰ ہے بدون دلیل کے **وقیل**
یعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اس کا قول معتبر ہے کہ اس پر سوائے اس کے کوئی واقف نہیں **لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکالہ لا یقبل وقبلہ یقبل قلت**
وبھذا التفصیل التوفیق لیکن ملتقی میں ہے کہ بعد ثابت ہو جانے اس کی اشکال کے قول اس کا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اس کا مقبول ہے میں کہتا ہوں
کہ اس تفصیل سے توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہوگی م یعنی عدم قبول کا قول اس صورت میں ہے جب کہ خنثیٰ کا مشکل ہونا ثابت ہو چکا اور قبول اس صورت
میں ہے جب کہ ہنوز اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے مبسوط سے **ویضعف بالنقل القہستانی عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی**
ما تقرر اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ کہ اس تفصیل مذکور پر اس کو محمول کیجئے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع
ہو جاوے گا سو آگاہ رہنا م قہستانی میں فرائض شریفی سے یوں ہے کہ اگر خنثیٰ نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اس کا مقبول ہو
گا اور بعد رجوع اس کا مقبول نہ ہوگا جب تک کذب اس کا ظاہر نہ ہو یقیناً چنانچہ اس نے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اس کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہیٰ طحطاوی
نے کہا کہ قول مذکور کو اس پر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل واللہ اعلم **ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل ویتیمم بالصعید لتعذر الغسل** اور اگر خنثیٰ مر گیا قبل
ظاہر ہو جانے اس کے حال کے تو غسل نہ دیا جائے اور اس کو تیمم کرا دیا جائے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے م چونکہ اس کا مرد یا عورت ہونا ثابت
نہیں جو اس کو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے اور اگر محرم ہے تو بدون کپڑے
کے مانند اس مرد کے جو عورتوں میں مر گیا کذا فی الحموی **ولا یحضر** حال کونہ **مراہقا غسل میت ذکرا او انثی** اور خنثیٰ مشکل قریب البلوغ ہونے کی حالت میں کسی
مردے کے غسل میں حاضر نہ ہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت **وندب تسجیۃ قبرہ** اور مستحب ہے خنثیٰ مشکل کی قبر پہ دفن کے وقت پردہ کر لینا عورت کے مانند **ویوضع**
الرجل بقرب الامام ثم ھو ثم المرأۃ اذا صلی علیہم رعایۃ لحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جائے مردہ مرد پھر خنثیٰ مشکل پھر عورت جب کہ ان پر
جنازے کی نماز پڑھی جائے حق ترتیب کی رعایت کرنے کے واسطے م خنثیٰ کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جاتا ہے کہ شاید وہ عورت ہو اگر خنثیٰ مرد کے ساتھ عذر سے
ایک قبر میں دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکھا جائے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جائے تاکہ بمنزلہ دو قبروں کے ہو جائے اور یہی حکم ہے مردوں کے دفن
کا جب کہ ایک قبر میں دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثیٰ ساتھ مدفون ہوں تو خنثیٰ کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثیٰ کا کفن پانچ کپڑے چاہییے عورت
کے مانند اور اس کو قبر میں محرم قرابت والا رکھے انوثت کے احتمال کے سبب سے **کذا فی المنح وتمام فروعہ فی احکامہ من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف مجلد منیف**
اور خنثیٰ کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں بلکہ میرے نزدیک اس میں ایک تالیف مجلد کلاں ہے م منجملہ مسائل خنثیٰ مشکل کے یہ ہے کہ اس کی
خلوت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے جس کی نماز عورت کے مانند ہے شکل میں اور اخفا میں اور وہ نکاح نہ کرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اس نے مرد سے
نکاح کیا اور مرد اس کے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح اب صحیح ہو گیا اور اگر اس نے اپنی مانند دوسرے خنثیٰ مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا
ولہ فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین **بہ یفتی کما ستحققہ** اور خنثیٰ مشکل کو میراث میں اقل النصیبین یعنی اسوأ الحالین ہے اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ ہم

اس کی تحقیق عنقریب بیان کریں گے م اقل النصیبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حصہ کم تر ہوگا وہ اس کو دیا جاتے گا یہ مذہب ہے امام اعظم
خنثی مشکل کے حصہ کو نظر کریں گے کہ اس کو مرد فرض کرنے میں کس قدر ملتا ہے اور عورت فرض کرنے میں کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصوں میں جو کم تر ہوگا وہ
خنثی کو ملے گا اور اگر احد التقدیرین میں خنثی محروم ٹھہرے گا تو اس کو کچھ نہ ملے گا لہٰذا شارح نے اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین مذکور کی یعنی دو حالتوں میں
بدتر حالت ہوگی خواہ کم تر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اس کے نصیب میں ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان دونوں کو شامل ہے کذا فی الحلبی بتصرف **وقالا نصف**
النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اس کو ملے گا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا **فلومات ابوہ وترک معہ ابنا**
واحدا لہ سہمان وللخنثی سہم تو اگر خنثی مشکل کا باپ مر گیا اور خنثی کے ساتھ ایک بیٹا اس نے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہیں اور خنثی کا ایک سہم م خلاصہ یہ
کہ امام کے نزدیک خنثی عورت کے حکم میں ہے میراث میں تاوقتیکہ اس کا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہ ہو **وعند ابی یوسف لہ ثلاثۃ من سبعۃ وعند محمد لہ خمسۃ من اثنی**
عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ میں خنثی کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں سے م صاحبین کی
دلیل مطولات میں مذکور ہے **وعند ابی حنیفۃ لہ سہم من ثلثۃ لانہ الاقل وھو متیقن بہ فیقتصر علیہ لان للمال لایجب بالشک** اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خنثی کا
ایک سہم ہے تین سہموں میں سے اس واسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہوگا کیوں کہ مال شک سے واجب نہیں ہوتا م توضیح اس کی
یہ ہے کہ یہاں اثبات مال کی ابتداءً حاجت ہوئی اس واسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثی
مشکل میں دونوں سببوں سے کوئی معلوم نہیں اور اثبات مال کا ابتداءً بدون سبب متحقق کے شرعاً جائز نہیں تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے
کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں شک ہے تو متیقن ہی واجب ہوگیا اسی پر اقتصار کرکے کذا فی العینی شرح الہدایۃ **حتی لو کان الاقل علی تقدیرہ ذکرا قدرنا بہ کزوج**
وام وشقیقۃ ہی خنثی فلہ السدس علی انہ عصبۃ لانہ الاقل تو اگر اقل ہو اس تقدیر پر جب کہ خنثی کو مرد فرض کیجیئے تو اس کو ہم مرد ہی ٹھہرادیں گے چنانچہ اس صورت
میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑ کر جو خنثی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا بنا بر اس کے کہ وہ عصبہ ہے اس واسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے
م تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثی کا باقی مال یعنی سدس **ولو قدر انثی کان لہ النصف وعالت الی ثمانیۃ** اور اگر صورت مذکورہ میں
خنثی کو عورت فرض کیجیئے تو اس کا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم کی طرف عول کرے گا م یہ مسئلہ دونوں تقدیروں میں چھ سہموں سے ہے
بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب کہ خنثی کی میراث
اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اس کو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اس کا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اس کو مرد قرار دیا تاکہ اس کا حصہ
سدس ہو اس واسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے **ولو کان محروما علی احد التقدیرین فلاشیٔ لہ کزوج وام وولدیہا وشقیق خنثی فلا شیٔ لہ لانہ عصبۃ ولو قدر**
انثی کان لہ النصف وعالت الی تسعۃ اور اگر خنثی محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اس کے واسطے کچھ نہیں چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک عورت
مر گئی شوہر اور ماں اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثی چھوڑ کر تو خنثی کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر خنثی کو عورت فرض کریں
تو اس کا حصہ نصف ہے کیوں کہ وہ صاحب فرض ہے اور اس وقت میں یہ مسئلہ نو سہم کی طرف عول کرے گا م اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا
اور دونوں اخیافی بھائیوں کا تہائی اور سگا بھائی جو خنثی ہے وہ محروم ہے کیوں کہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ اس وقت میراث پاتا ہے جب اہل فروض سے کچھ
رہے سو یہاں کچھ باقی نہ رہا اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجیئے تو اہل فرض ہوگا تو اس کا حصہ نصف ہے تو بنا بر اسوء الحالین کے اس کو مرد ہی فرض کیا محروم
نہ عورت تاکہ نصف پا دے **ولومات عن عم وولد اخیہ خنثی قدر انثی وکان المال کلہ للعم** اور اگر ایک شخص مر گیا اپنا ایک چچا اور بھائی کا ایک ولد چھوڑ کر جو خنثی
ہے تو خنثی کو یہاں عورت فرض کریں گے اور سارا مال چچا کا ہوگا م خنثی کو عورت اس واسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور اگر

مرد فرض کرنے تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اس لیئے کہ ہر چند دونوں عصبہ ہیں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم۔

مسائل شتیٰ

جمع شتیت بمعنی متفرقۃ وہو من داب المصنفین لتدارک مالا تذکر فیما کان یحق ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت غالبا بمالبا ولہ الحمد یہ ذکر ہے مسائل شتی میں شتی جمع ہے شتیت کی بمعنی متفرقہ اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر کرتے ہیں واسطے تدارک ان مسائل کے جو وہاں مذکور نہیں ہوئے جہاں ان کا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور اللہ میں نے اکثر مسائل ملا دیئے ان کے مواقع مناسبہ میں اور خدا کو حمد ہے جس نے الحاق فروع کی توفیق دی **عرق مدمن الخمر خارج نجس** ہذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام قدمناہ تک بہ فی اوائل نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صغری ہے جس کی تسلیم میں وہ کلام ہے جس کا میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا اول نواقض وضو میں م ادمان کی قید ظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہیں اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی خلف از شراب سے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی **وکل خارج نجس ینقض الوضوء** ہذہ مقدمۃ کبری وہی مسلمۃ عندنا **فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء** اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ یعنی کبری مسلم ہے ہمارے نزدیک تو دونوں مقدموں سے مل کر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وما عزا فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ الجلالۃ نجس قال وعلیہ فعرق مدمن الخمر نجس بل اولی لیکن اس شکل میں صغری کے ثابت کرنے کی حاجت ہے اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ میں نسبت مجتبی مذکور ہے اس کا حاصل کلام یہ ہے کہ اس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے اور بنا بر اس قول کے تو مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولی بالنجاسۃ ہے م وجہ اولویت کی یہ ہے کہ شئے رقیق جیسا خمر کی تاثیر عرق نکلنے میں غیر رقیق جیسا مرغی کے چدہ سے زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اسمج من کان عرقہ کعرق الکلب والخنزیر پھر مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہے شخص جس کا پسینہ کتے اور سور کے مانند ہے م یہ تقبیح اور مذمت ہے مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال ابن الشحنۃ فیجب ان ینقض الوضوء وہو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن شحنہ نے کہا تو اس وقت میں یعنی جب کہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو کو توڑے گا اور یہ مسئلہ عجیب وغریب ہے اور اس کی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اس کی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہم نے اس پر اعتماد کیا یعنی اور متن میں اس کو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وہو مع غرابتہ لایشہد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی فظاہر اذ لم یرو عن احد ممن یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اللہ تعالی ان کو آفات سے محفوظ رکھے کہا ہے کیوں کر اس پر اعتماد کیا جاتا ہے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اس پر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہے نہ استدلال عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہے اس واسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالموں میں سے ایک عالم سے بھی مروی نہیں اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت نہیں م مقدمہ اولی غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے ویشہد ببطلانہا مسئلۃ الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد علّلوا حل اکلہ بصیرورتہ مستہلکا لایبقی لہ اثر فکذلک نقول فی عرق مدمن الخمر اور مقدمہ اولی کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے بکری کے بچہ کا مسئلہ جب کہ اس کا بچہ سور کے دودھ سے پالا جاوے اس واسطے کہ علما نے اس کی علت اکل کی علت بیان کی دودھ کے مستہلک اور نابود ہو جانے سے اس طرح کہ اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا تو اسی طرح ہم دائم الخمر کے پسینہ میں کہیں گے یعنی شراب اس کے بدن میں مستہلک اور نابود ہو گئی کچھ اس کا اثر باقی نہ رہا م یہ استدلال نقلی ہے نہ عقلی مگر یوں کہیئے کہ عقل اس کی تائید کرتی ہے ویکفینا فی ضعفہ غرابتہ وخروجہ عن الجادۃ ویجب طرحہ عن الشرح من متن وشرح اوہم کو کفایت کرتا ہے

[1] یعنی ہمیشہ پینے والا ۱۲۔

Marfat.com

اس کے ضعیف ہونے میں اس کا غریب اور نادر ہونا اور اس کا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہے م سرح بفتح سین مہملہ و را مہملہ ہے طحطاوی نے کہا منجملہ اس کے معانی کے درخت بھی ہے اور یہی متبادر ہے بقرینہ لفظ طرح یعنی اس درخت کا پھل ساقط کیا جائے یعنی فروع مذہب سے گرایا جائے انتہی ملخصاً م اور منجملہ معانی شرح کے فناء دار بھی ہے کذا فی القاموس اور فناء دار عبارت ہے کشادگی پیشاب خانہ سے و میرے نزدیک یہی مناسب مقام ہے اس لیئے کہ متن بمنزلہ گھر کے ہے اور سرح بجائے وسعت پیشاب خانہ ہے لہٰذا ترجمہ اسی کا کیا واللہ اعلم خبز وجد فی خلالہ خرء فارۃ فان کان الخرء صلبا رمی بہ واکل الخبز ایک روٹی ہے جس کے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر مینگنی سخت ہے تو پھینک دی جائے اور روٹی کھائی جائے ولا یفسد خرء الفارۃ الدہن والماء والحنطۃ للضرورۃ الا اذا ظہر طعمہ اولونہ فی الدہن ونحوہ لفحشہ وامکان التحرز عنہ حینئذ خانیۃ اور چوہے کی مینگنی تیل اور پانی اور گیہوں کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر جبکہ اس کا مزہ یا رنگ تیل اور اس کے مانند سائل چیزیں ظاہر ہو تو البتہ مفسد ہے بسبب اس کی کثرت کے اور اس وجہ سے کہ اس سے بچنا اس وقت میں ممکن ہے کذا فی الخانیہ م خانیہ میں ہے کہ چوہے کی مینگنی جب کہ گیہوں میں پڑ گئی اور گیہوں کے ساتھ پس گئی تو اس کے آٹے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اس وقت جب کہ کثرت سے ہو اور اس کا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اب اس کا کھانا درست نہیں کذا فی الطحطاوی فی السنن الرواتب لا یصلی ولا یستفتح تقدم فی باب الوتر رواتب سنتوں میں نہ درود پڑھا جائے اور نہ دعائے استفتاح یہ مسئلہ باب الوتر میں مذکور ہو گیا م سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ کے اول کی چار رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں ہیں اس کتاب کے باب الوتر میں یوں مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جائے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کی قعدہ اولیٰ میں اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور نہ استفتاح بموجب کہ تیسری رکعت کے واسطے اٹھے کیوں کہ سنت موکدہ ہونے کے سبب سے یہ فرض کے مشابہ ہو گئیں اور باقی چار رکعتوں میں درود بھی پڑھا جائے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اس لیئے کہ ہر دوگانہ جدا گانہ نماز ہے الدعوۃ المستجابۃ فی الجمعۃ عندنا وقت العصر علی قول عامۃ مشائخنا اشباہ وقدمناہ فی الجمعۃ عن التتارخانیۃ دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت ہے بموجب قول اکثر ہمارے علماء کے کذا فی الاشباہ اور ہم نے اس کو باب الجمعہ میں تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے م حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اس وقت کے تعیین میں اختلاف علماء ہے حنفیوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا الخروج من الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنی اول سلام[ل] کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی وینتظر فلو دخل رجل فی صلوتہ بعدہ لا یصیر داخلا فیہا قدمناہ فی صفۃ الصلوۃ اور اس وقت میں یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہ ہوا تو اگر ایک مرد مقتدی اپنی نماز میں داخل ہوا بعد علیکم کے تو وہ نماز میں اس کا نہ ٹھہرے گا شارح نے کہا ہم نے اس قول کو صفۃ الصلوۃ میں ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی ثوب طاہر یابس فظہرت رطوبتہ علی ثوب طاہر کذا فی النسخ وعبارۃ الکنز علی الثوب الطاہر لکن لا یسیل لو عصر لا یتنجس قدمناہ قبل کتاب الصلوۃ ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے میں ہو اس کی رطوبت ظاہر ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اس کو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہ ہوگا شارح نے کہا ہم نے اس کو کتاب الصلوۃ سے پہلے مذکور کیا ہے متن کے نسخوں میں اسی طرح علی ثوب طاہر ہے اور کنز کی عبارت علی الثوب الطاہر ہے م نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اس کے مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہے اس طرح پر کہ نجاست کا نشان خشک کپڑے میں ظاہر نہیں نور الایضاح اور اس کی شرح صغیر میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑیے تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہیں ہوتا اس لیے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کو نچوڑیے تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں اصح قول میں سو یہ مسئلہ اس واسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو فقط تری بلا جرم خشک پر نہیں آتی مگر اسی صورت میں جب کہ نا...

[ل] یعنی داہنی طرف کے سلام میں السلام کہنے سے خارج ہو جاتا ہے علیکم کہنے پر موقوف نہیں رہتا۔ ۱۲

Marfat.com

پیرا نچوڑنے سے نہ ٹپکتا ہو تو یہی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتویٰ دیا جاوے کذا فی الطحطاوی لمصفاً ہر چند کہ عصر کا مرجع تر ہب ثوب نہ ہر تھا لیکن چونکہ حلوانی کا قول مفتی بہ کے مخالف تھا لہذا مترجم نے ثوب نجس کو مرجع قرار دیا واللہ اعلم **کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس** او غسل رجلہ ومشی علی ارض نجسۃ او نام علی فراش نجس فعرق ولم یظہر اثرہ لا یتنجس خانیۃ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پاؤں کو دھویا اور ناپاک زمین پر چلا یا ناپاک فرش پر سویا سو اس کا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤں یا بدن پر ظاہر نہ ہوا تو ناپاک نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ حموی نے کہا ناپاک زمین پر تر ہو گئی سے اس طرح چلا کر زمین تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پاؤں میں ظاہر نہ ہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پاؤں سے تو ناپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک قدم پاک رکھا یا فرش تر پر سویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نہیں تو نجس نہیں اور نقطہ بداوت اور تراوٹ کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے یعنی بدن جرم کے کذا فی الطحطاوی **نوی الزکوۃ الا انہ سماہ قرضا جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان** ادائے زکوۃ کی نیت کی مگر اس کا قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہہ کر دیا تو درست ہے صحیح تر قول میں اس واسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا م صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت واقع کا اعتبار ہے لینے والے کا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی **من لہ حظ فی بیت المال کالعلماء ظفر بما ہو وجہ لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ** قدمناہ قبیل باب المصرف جس کا حصہ بیت المال میں ہو چنانچہ علماء دین سو اس نے بیت المال[1] کا مال پایا تو اس کو اس کا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہم نے اس کو باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہے م بیت المال یعنی خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور مقاتلین اور ان کی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین میں بزازیہ میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مر جاتے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اس واسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کرے گا تو مال ضائع ہوگا اس واسطے کہ حکام اس کے مصارف شرعی میں صرف نہ کریں گے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح** وقدمناہ فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہاں تک کہ دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اس پر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اس نے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے اور ہم نے اس کو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے **ونوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح** اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنی یوں نہ کہا کہ تیسری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے م اس لئے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوۃ صح ایضاً **وان لم ینو فی الصلوۃ اول صلوۃ علیہ** او آخر صلوۃ علیہ کذا فی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نہ کرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب الادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب ہے اسی طرح کنز میں ہے م مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی قضا سے مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کرے اس واسطے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنے والا متنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اس کا نفل ہو جاتا ہے قال المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوۃ وفی رمضانین انتہی قلت وکذا قدمناہ فی باب قضاء الفوائت تبعاً للدرر وغیرہا اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسی طرح اشتراط تعیین کو ہم نے ذکر کیا ہے باب قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہو کر م طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ولوالجیہ میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانی برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوۃ میں نماز اور اس کے دن کی تعیین کرے اس طرح کہ میں فلانے دن کی ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر دن ظہر علیہ یا آخر

[1] الفاظ کے مناسب ترجمہ یوں ہونا چاہیے کہ ایسا مال پایا جو بیت المال کے کسی مصرف کا ہے ۱۲

Marfat.com

ظہر علیہ کی نیت کی تو شرط تعیین کے قول پر جائز ہے اس واسطے کہ نماز متعین ہو گئی اس کے متعین کرنے سے اور اسی طرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے
سے اس واسطے کہ جو نماز اول قضا کی ثواب اس کے بعد کی نماز اول ہو گئی اور جو اس کے پہلے ہے وہ پچھلی نماز ہو گئی مصنف نے کہا اور یہ یعنی اول ظہر علیہ یا
آخر ظہر کہنا مختص ہے اس شخص کے واسطے جس کو اوقات فائتہ یاد نہ رہے یا اس پر مشتبہ ہو گئے یا اس نے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأیتہ فی البحر
قبیل باب اللعان ما نصہ ونیۃ التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاۃ الترتیب واجبۃ علیہ ولا یمکنہ مراعاتہ الا بنیۃ التعیین حتی
لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فی الصلوٰۃ ینبغی حفظہ انتہی بلفظہ پھر میں نے بحر الرائق میں باب اللعان
کے پہلے وہ دیکھا جس کی عبارت یہ ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہیں ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین
کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اس پر واجب ہے اور اس کو مراعات ترتیب کی ممکن نہیں ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہو
گئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہے نہ اس کے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہے نمازوں میں
اس کا یاد رکھنا لائق ہے انتہی بلفظہ ثم رأیتہ نقلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وہذا مشکل وما ذکرہ اصحابنا کقاضیخان وغیرہ خلافہ وہو
المعتمد کذا فی التبیین انتہی بحروفہ فلیتنبہ لذلک پھر دیکھا میں نے صاحب بحر الرائق کو کہ اس نے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ میں تعیین منوی کی
بحث میں پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کی کثرت فوائت میں مشکل ہے اور جو ہمارے علماء نے مذکور کیا ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اس کے
خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے ان کے کلام میں اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہے چنانچہ تبیین میں ہے انتہی
بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا اور وجہ اشکال یہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جس پر فقہا کا اتفاق ہے وہ قاعدہ
یہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازیں من قبیل مختلف الجنس کے ہیں اس واسطے کہ ان کے اسباب یعنی اوقات مختلف ہیں
کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ طحطاوی نے بحر المعتمد کے حاشیہ میں کہا کہ عدم تعیین قول بھی ولوالجیہ میں مصحح ہے اگرچہ تعیین احوط ہے راس شاۃ متلطخ
بدم احرق راسہ وزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحرق کالغسل وقد منا انہ من المطہرات بھیڑ بکری کا سر خون سے لتھڑا آگ
سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اس کا شوربا بنایا گیا تو اس کا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کے برابر ہے پاک کر دینے میں اور
ہم نے کتاب الطہارۃ میں پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات میں داخل ہے م آگ نجاست کو فنا کرتی ہے یہاں تک کہ شئے ناپاک میں ناپاکی کا کچھ اثر نہیں
رہتا یا خاک کر دیتی ہے بطریق استحالہ کے ولہذا اگر گوبر جل کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جب کہ سرکہ بن جاتے یا کہ سؤر نمکسار
میں گر کر نمک بن جائے کذا فی الطحطاوی سلطان جعل الخراج لرب الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کے واسطے مقرر کر دیا
تو جائز ہے م یہ قول ہے ابو یوسفؒ کا اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہیں عشر کی مانند مفتاح میں ہے کہ
محل خلاف اس وقت ہے جب کہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اس کا نہیں ہے تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وان جعل لہ العشر
لا لانہ زکوٰۃ قلت وقد قدمنہ فی الجہاد وقدمتہ فی الزکوٰۃ ایضاً اور اگر بادشاہ نے زمیندار کے واسطے عشر عطا کیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ عشر زکوٰۃ ہے
میں کہتا ہوں کہ میں نے اس کو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوٰۃ میں بھی مذکور کر دیا ہے م جب عشر زکوٰۃ ٹھہرا تو وہ فقیروں کا حق ہے ہاں اگر
زمیندار فقیر ہو تو اس کو بھی دینا درست ہے کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض واداء الخراج ودفع الامام
الارض الی غیرہم بالاجرۃ لیعطوا الخراج من اجرتہا المستحقۃ جاز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور
بادشاہ نے اور شخصوں کو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کریں اس کی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہے فان فضل شیء من اجرتہا دفعہ لمالکہا نہایۃ ملتقین

Marfat.com

پھر اگر فاضل بچے اس کی اجرت سے کچھ تو زمین کے مالک کو دے دونوں کی رعایت کے واسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اس کا اسی روپیہ ہیں تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپے زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یستاجرہا باعہا لقادر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لاربابہا زیلعی پھر اگر بادشاہ اس کو بنا دے جو زمین اجارہ لے تو اس کو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اس کے ثمن سے لے اگر مالکوں پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اس کے مالکوں پہ رد کرے کذا فی الزیلعی قلت وقدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی المرجوح او علی ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط میں کہتا ہوں اور ہم نے کتاب الجہاد میں مذکور کیا ہے راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکورہ قول مرجوح پہ محمول ہے یا اس پہ کہ زیلعی کی مراد یہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جاتے م سقوط بالتداخل کا محل اس وقت ہے جب کہ مالک عاجز ہو گیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاوے گا اور یہ محل خوب سے فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ جب خراج مجتمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاوے گا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاوے گا اور یہ اس پہ ہے ساقط ہو گا انتہی اور یہ صریح ہے سال ماضی کے سقوط خراج میں کذا فی الطحطاوی **غنم مذبوحۃ ومیتۃ فان کانت المذبوحۃ اکثر تحری واکل والا بان کانت المیتۃ اکثر او استویا لا یتحری** لو فی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ والا تحری واکل مطلقا م چند بھیڑ بکریاں مذبوح اور مردار ہیں سو اگر مذبوح زیادہ تر ہوں تو اٹکل کرے اور کھاوے اور اگر مردار زیادہ تر ہوں یا حلال اور مردار دونوں برابر ہوں تو اٹکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت میں ہو اس طرح پر کہ ذبح کی بکری پاوے اور نہیں تو اٹکل کرے اور کھاوے ہر طرح سے خواہ برابر ہوں یا کم و زیادہ اور یہ گذر گیا م کثرت کا اعتبار اس واسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہے افادہ اباحت میں کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بازار خالی نہیں ہوتے ہیں محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اس کے تناول مباح ہے ظاہر پہ اعتماد کر کے اس واسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہیں تو اس کا اعتبار ساقط ہوا حرج کے واسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے میں ساقط الاعتبار ہے بخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہاں ضرورت نہیں تو اس سے احتراز ممکن ہے اکثر نسخوں درالمختار میں یوں ہے ومر فی گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہاں اس مسئلہ کو مذکور کر چکا اور بعضی نسخوں میں یوں ہے کما مر فی الحظر کذا فی الطحطاوی اور عرب کے لکھے نسخہ صحیحہ میں فقط م ہے میں نے اس پہ اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی میں ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے مذبوحہ کی علامت یہ ہے کہ اس کی گردن کی شاہ رگیں خون سے خالی ہوتی ہیں اور مردار کی خون سے بھری ہوتی ہیں **ایماء الاخرس** وکتابتہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے یعنی زبان کے بولنے کے برابر ہے م یعنی گونگا آدمی اگر پلک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کے مانند ہے ثبوت احکام میں بشرطیکہ حاکم اس کا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اس کا کوئی اشارہ فہیم متقی سمجھا دے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **بخلاف معتقل اللسان** برخلاف معتقل اللسان کے م معتقل اللسان بفتح قاف وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہ ہو مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی ہما سواء اور امام شافعیؒ نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونوں برابر ہیں **فی وصیۃ ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرہا** من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ وامتدت عقلتہ الی موتہ بہ یفتی تلت ومر فی الوصایا یا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہے وصیت میں اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شراء اور قصاص وغیرہا من الاحکام میں یعنی گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ میں معتبر ہے اور گونگے کے مانند معتقل اللسان ہے بشرطیکہ اس کا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اس کا عدم تکلم اس کی موت تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتوی ہے میں کہتا ہوں اور یہ قول کتاب الوصایا میں مذکور ہو گیا وذکرہ منلا الاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم مفاد کلامہم انہ لو اقر بالاشارۃ او طلق مثلا توقف فان مات علی عقلتہ نفذ مستندا والا لا اور معتقل اللسان کو یہاں اکمل اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ ان کے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلاً طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہے گا سو اگر وہ مر گیا اسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہو گا

Marfat.com

بطریق استناد کے ورنہ بعدم تکلم تا موت مستند نہیں تو طلاق وغیرہ نافذ نہ ہوگا جب طلاق نافذ نہ ہو تو اس کی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اس کی مدت گذر گئی ہو
اشارہ یا کتابت کے وقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارۃ لایحل لہ وطیہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات بحالہ کان لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف اور بنا بر قول مذکور کے
گر معتقل اللسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اس کو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہیں نکاح کے نافذ نہ ہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مرجاوے گا زوجہ کا مہر اس کے
متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں لکن ذکر ابنہ فی الزواہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر
میں ذکر کیا ہے اشباہ کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک م یہ استدراک ہے علماء مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہ ہیں اقتصار انقلاب استناد تبیین فالاقتصار
جیسا کہ انشاء طلاق وعتاق اور انقلاب یہ ہے کہ جو چیز علت نہیں وہ علت ہوجاتی چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاوے گی مثلاً دخول دار تو جو طلاق کی
علت نہیں وہ علت ہوں اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اس سبب کی طرف جس کا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہے
سال پورے ہونے سے مستند ہو وجود النصاب یعنی جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یوں کہنا
کہ اگر زید گھر میں ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر میں تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور
تبیین میں فرق یہ ہے کہ تبیین میں اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد میں ممکن نہیں کذا فی الاشباہ ملخصا ان قولہم والضابط للمقتصر والمستند ان ماصح تعلیقہ بالشرط
یقع مقتصرا وما لایصح تعلیقہ یقع مستندا کما فی البحر من باب التعلیق یخالف ذلک اذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصرا فتنبہ صاحب
زواہر نے کہا کہ متقدمین علماء کا یہ قول اور قاعدہ کلیہ مقتصر اور مستند کے واسطے یہ کہ جس کی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہے اور جس کی تعلیق صحیح
نہیں وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے چنانچہ بحرالرائق میں باب التعلیق سے مخالف ہے اس کے جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا
ہے اس واسطے کہ متقدمین کا قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ طلاق اور عتاق اور ان کے مانند جس کی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہو نہ بطریق استناد
کے تو آگاہ ہو اور خبردار رہ کہ اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہے لاتکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لاندرائہا بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالیٰ
ولا فی شہادۃ ما منیتہ نہ ہوگا گونگے کا اشارہ اور لکھنا اس کے بیان کے مانند کسی حد میں حدود سے اس واسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہیں اس لیے کہ وہ حق اللہ
ہیں اور نہ کسی گواہی میں بیان کی برابر ہے اس کا اشارہ اور کتابت کذا فی القنیہ وہل یصح اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحا اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان
ہوجانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاں اسلام اس کا صحیح ہے اور میں نے اس کو صریح نہیں دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلع
الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر ولا لکن محبوبہ لا یکفر در مر فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال پی گیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اس کا معشوق
نہیں تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم میں یہ مذکور ہوگیا م اس واسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھن کھاتا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہے تو خمیر وغیرہ کے مانند
ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہے تو اس کو مکروہ نہیں جانتا تو وہ روٹی خمیرہ کے مانند ہوگئی کذا فی الطحاوی قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج مر فی الحج مقتول
ہوجانا بعضے حاجیوں کا عذر ہے حج کے ترک کرنے میں اور یہ مذکور ہوچکا کتاب الحج میں منعہا زوجہا من الدخول علیہا وہو یسکن معہا فی بیتہا نشوز حکما کما
حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہے زوجہ کے گھر میں نافرمانی ہے حکماً
چنانچہ ہم نے اس مسئلہ کی باب النفقہ میں تحریر اور تحقیق بیان کی ہے م نافرمانی اس واسطے کہ اس نے اس کو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہ ہوگا
روکنے تک ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنی علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اس واسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر میں لے جاوے تو
اب زوجہ نافرمان نہیں بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر او کان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف
ما لو کان فیہ شبہۃ یا کہ زوج غصب کے گھر میں رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہ ہوگی اس واسطے کہ حق پر زوجہ ہے اس لیے کہ غصب کے مکان

Marfat.com

میں رہنا حرام ہے برخلاف اس صورت کے کہ مکان میں شبہہ ہو شبہہ کی یہ صورت ہے کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مجہول حال سے کذا فی الطحطاوی حال مجہول وہ ہے جس کی حلت اور حرمت معلوم نہیں **قالت لا اسکن مع امتک وارید بیتا علیحدۃ لیس لہا ذلک** وکذا مع ام ولدہ وکلہ مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ میں تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہوں گی اور میں علیحدہ گھر چاہتی ہوں تو زوجہ کو اس کا اختیار نہیں اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اس کو اختیار نہیں اور یہ سب باب النفقہ میں مذکور ہو گیا **قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا تعتق** لانہ لیس بصریح ولا بکنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو لونڈی یا غلام آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے میں نہ صریح ہے نہ کنایہ **بخلاف قولہ لعبدہ یا مولاے** لانہ کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اس نے اپنے غلام سے کہا اے مولا میرے اس واسطے کہ یہ کنایہ ہے بنا بر اس تقریر کے جو اپنے محل میں گذر گئی یعنی کتاب الاعتاق میں م طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اً مولے کا لفظ مالک اور غلام میں مشترک ہے اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار میں یوں تعلیل مذکور ہے کہ مولے کے حقیقی معنی ثبوت ولاء علی العبد پر دلالت کرتے ہیں اور یہ نہیں مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراط نیت پر دلالت کرتا ہے واللہ اعلم **العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الیہ ما لم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف المنقول** عقار متنازع فیہ نہ نکالا جائے قابض کے ہاتھ سے جب تک مدعی اپنے دعوی کے موافق (یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے کذا فی الحموی) گواہ نہ گذارنے برخلاف منقول کے م یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یوں اقرار کرنے پر کہ ہاں وہ زمین یا مکان میرے قبضہ میں ہے مواضعت یعنی دونوں کے گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے اس پر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اس کا حکم دے پھر جب اس نے حکم کیا تو اب اس کے توڑنے کی کوئی صورت نہیں یہاں تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اس کا دعوی مسموع نہ ہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے مواضعت کی تہمت دفع ہو جاوے گی تو اس پر حکم کرنا ممکن ہوگا اس کے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہو جانے اس کے قبض کے کذا فی الطحطاوی **او یعلم بہ القاضی** یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہیں ولا یکفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصحیح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہیں کرتی مدعا علیہ کی یہ تصدیق کہ وہ عقار اس کے یعنی میرے قبضہ میں ہے قول صحیح میں مواضعت کے احتمال سے یعنی باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قدمنا غیر مرۃ آخرہا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتنبہ میں کہتا ہوں ہم نے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہ ہوگا سو اس کو غور کر لے وہذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہ اس وقت ہے جب کہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اس پر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے ملک مطلق کے دعوی میں ہے اما اذا ادعی الشراء من ذی الید واقرارہ بانہ فی یدہ فانکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعوے الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا کما بسط فی البزازیۃ اور جب کہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضہ میں ہے سو قابض ذی الید نے اس کے خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہیں اس واسطے کہ دعوی فعل کا چنانچہ خرید کا دعوی جیسا ذی الید پر صحیح ہے ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہے چنانچہ بزازیہ میں مشرح مذکور ہے **عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ** کمنقول ہو الصحیح وتقدم فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ بہ یفتی ویکتب بالحکم الی قاضی تلک الناحیۃ لیامرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت میں نہیں تو اس قاضی کا حکم اس عقار میں صحیح ہے جیسے مال منقول میں صحیح ہے یہی قول صحیح ہے اور کتاب القضاء میں آگے مذکور ہو چکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا میں شرط نہیں یہی قول مفتی بہ ہے اور وہاں کا قاضی حکم لکھ بھیجے اس طرف کے قاضی کو جہاں وہ زمین ہے تاکہ وہ

---

[1] یعنی اگر غلام آزاد شدہ مر جاوے اور اس کا وارث کوئی نہ ہو تو اس کا مال آقا کو ملے ۱۲۔

Marfat.com

اس زمین کے دلانے کا امر کرے **وقیل لایصح** رمشی علیہ فی الکنز والملتقی اور بعضوں نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین میں صحیح نہیں ہے اور اسی
قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہے م مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے کنز الدقائق کے قول سے اس واسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ میں مذکور
ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ قاضی کا حکم محدود میں صحیح ہے اگرچہ عقار محدود قاضی کی حکومت میں نہ ہو کذا فی الطحطاوی **قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم
قال رجعت عن قضائی اوبدالی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشھود او ابطلت حکمی او نحو ذلک لایعتبر** قول القاضی فی کل ذلک لتعلق
حق الغیر بہ وھو المدعی قاضی نے گواہ سن کر ایک حادثہ میں حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ میں اپنے حکم سے پھر آیا سوائے اس کے مجھ کو کچھ اور ظاہر ہوا یعنی میں نے
ناحق حکم کیا یا کہ میں گواہوں کے فریب میں پڑ گیا یا کہ میں نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اس کے اور کچھ کہا ابطال حکم میں تو ان سب باتوں میں قاضی
کا قول معتبر نہ ہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق غیر کے یعنی مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے م اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رائے اول راجح ہو گئی حکم دینے سے لہٰذا ثانی
سے جو اس کے برابر ہے منقوض نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی **والقضاء ماض ان کان بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ** اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہے
اگر صحیح دعوے اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو م صحیح دعوی وہ ہے جس سے دعوی کے احکام متعلق ہوں تو اس میں مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا
دار القضاء میں اور مطالبہ جواب کا اور گواہوں سے ثابت کرنا مثلاً ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہے شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی
جامع ہے تو فاسد دعوے اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہوں گے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاوے گا اور فاسد دعوی کی صورت یہ
ہے کہ محدود کا دعوی کرے اور یہ بیان نہ کرے کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین ہے اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہے کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے
پھر اپنے علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا لائق نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی بتصرف **الا فی ثلث** مرت فی القضاء لو بعلمہ او بخلاف مذہبہ او
ظہر خطاءہ قاضی کا حکم دعوے صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہے مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں جو کتاب القضاء میں مذکور ہو گئیں یعنی اگر قاضی نے اپنی
دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی **اذا قال الشھود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ**
بیمینہ قالہ ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ زاد فی البزازیۃ خلافاً لمحمد زاد فی البحر **مالم** ینفذہ قاض آخر فحینئذ لایکون القول لہ فانہ لم ینقض لوجود قضاء الثانی بہ قال المصنف
وھو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر جب کہ گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی
قول مفتی بہ ہے ایسا کہا ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ یہ قول محمدؒ کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہے کہ جب تک
قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نہ کر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا میں مقبول نہ ہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف
نے کہا اور یہ قید خوب ہے میں واقف نہ ہوا اس قید پر سوائے صاحب بحر کے اور کسی کتاب میں **شرط نفاذ القضاء فی المجتہدات** من حقوق العباد **ان یصیر
الحکم فی حادثۃ** بان تتقدمہ دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی شرط نافذ ہونے قضاء کی مسائل اجتہادیہ میں حقوق عباد سے یہ ہے کہ حکم ہو
حادثہ میں اس طرح پر کہ نفاذ قضا پہ دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک خصم سے دوسرے خاصم پر جو منازع شرعی ہے م صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی
مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اس کو جاری کر دے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو اس کا نافذ کرنا جائز نہیں طحطاوی نے کہا حقوق عباد
کی قید اس واسطے لگائی کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں چنانچہ حدود اور عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا شرط نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہو گیا
اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی چنانچہ فضولی اور مودع اور مستعیر نکل گئے اس واسطے کہ ان کا نزاع معتبر نہیں انتہی فلو برھن بحق علی آخر عند
قاض فقضی بہ ببرہانہ بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ وتداع بینھما لم ینفذ قضاؤہ لفقد شرطہ وھو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء فیحکم بمذہبہ لا غیر کما فی مناہ
فی القضاء وافادہ بقولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہوں سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سن کر اس کا حکم کر دیا بدون

Marfat.com

منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اس کے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم حاضر ہونا دار القضا میں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہ ہوگا بسبب
نہ ہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہ قضا نہ ٹھہری فتویٰ دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے
موافق چنانچہ ہم نے اس کو کتاب القضا میں ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ میں اس کو بیان کیا **فلو رفع الیہ ای الی الحنفی قضاء مالکی بلا دعوی**
لم یلتفت الیہ وعمل الحنفی بمقتضی مذہبہ لعدم تقدم ما یمنعہ من ذلک لخروج قضاء المالکی لمخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ التی ہی شرط انعقاد القضاء فی
حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے اور قاضی حنفی بمقتضائے اپنے
مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اس شرط کے جو اس کو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی مخرج فتویٰ لینے انعدام شرط سے قضاء بمنزلہ فتویٰ کے
ہوگی بجہت عدم تقدم خصومت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد میں **اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول لہ طلب شہود الاصل**
مر فی القضاء تقیید بارتیابہ فی حکم الاول نما فادانہ اذا لم یرتب فیہ لا یتعرض لہ جب تردد میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اس کو جائز ہے اصل کے گواہوں
کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضا میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردد کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اُس میں اس کو تردد نہ ہو تو طلب
شہود کا متعرض نہ ہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنی اذا تبین وجہ فسادہ بطریقہ فللثانی نقضہ
الفواکہ بدریہ میں کہا کہ فقہا نے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہے بخلاف قضا اس قاضی کے کہ متقی نہیں یا جاہل
ہے کہ اب نقض قضا جائز ہے یعنی اس شرط سے جب کہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اس کے طریقہ مخصوصہ سے تو دوسرے قاضی کو اس کا توڑنا جائز
ہے م قاضی اول کی قضا میں ارتیاب کی یہ صورت ہے کہ وہ متقی نہیں ہو جانتا ہے اس کا حکم کر دیتا ہے اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہے کہ ثبوت محدود کا حکم
کیا اور حالانکہ یہ جا ہی اس میں نہیں کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین یا کہ قاضی نے رشوت لے کر حکم کیا تو اس صورت میں قضا باطل ہے کذا فی الطحطاوی **اذا ترتب**
بیع التعاطی علی بیع باطل او فاسد لا ینعقد مر فی اول البیوع عن الخلاصۃ والبزازیۃ والبحر جب کہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد
نہ ہوگی یہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب البیع میں خلاصہ اور بزازیہ البحر الرائق سے م بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہے جس میں وہ شرط ہو جو
مقتضائے بیع نہیں اور ترتب کے لفظ سے اس پر اشارہ کیا کہ متعاقدین میں متارکہ واقع نہیں ہوا اور اگر متارکہ ہوگا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاوے گی کذا فی الطحطاوی
خبا قوما ثم سال رجلا عن شیء فاقر بہ وہم یرونہ ویسمعون کلامہ وہو لا یراہم جازت شہادتہم علیہ بذلک الاقرار ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر
ایک مرد سے پوچھا سو اس نے اس شے کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اس کو دیکھتے ہیں اور اس کا کلام سنتے ہیں اور وہ یعنی مقر ان کو نہیں دیکھتا ہے تو ان
کی گواہی اس شخص کے اقرار پر جائز ہے **وان سمعوا کلامہ ولم یروہ لا تجوز** شہادتہم علیہ لان النغمۃ تشبہ النغمۃ فیقع الشبہۃ الا اذا علموا انہ لیس فیہ غیرہ بان دخلوا البیت
ثم خرجوا وجلسوا علی بابہ ولا مسلک لہ غیرہ ثم دخل رجل فسمعوا اقرارہ ولم یروہ وقتہ اور اگر لوگوں نے کلام اس کا سنا اور اس کو نہ دیکھا تو ان کی گواہی اس پر جائز
نہیں اس واسطے کہ آواز مشابہ ہوتی ہے دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہوگا مگر جب کہ لوگوں نے معلوم کیا کہ اس مکان میں سوائے اقرار کرنے والے کے دوسرا
نہیں ہے اس طرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری میں داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اس کے دروازہ پر بیٹھے اور اس کوٹھری کی سوائے اس دروازہ کے کوئی اور راہ
نہیں پھر ایک مرد اس کوٹھری میں داخل ہوا سو ان لوگوں نے اس کا اقرار سنا اور اقرار کے وقت اس کو نہیں دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ
کی وجہ سے **باع عقارا او حیوانا او ثوبا وابنہ او امرأتہ او غیرہما من اقاربہ حاضر یعلم بہ ثم ادعی الابن مثلا انہ ملکہ لا تسمع دعواہ** کذا اطلقہ فی الکنز
والملتقی وجعل سکوتہ کالافصاح قطعا للتزویر والحیل بیچا عقار یا جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اس کی عورت یا ان کے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہے
اور بیع کو جانتا ہے پھر مثلاً بائع کے بیٹے نے یہ دعویٰ کیا کہ مبیع میری ملک ہے نہ بائع کی تو اس کا یہ دعوے مسموع نہ ہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تعرف
بیان کیا ہے کنز اور ملتقی میں اور اس کا ساکت رہنا بیان کے مانند ٹھہرایا قطع تزویر اور قطع حیل فاسدہ کے واسطے م یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت فرزند کو

Marfat.com

اس کا اقرار ٹھہرایا کہ بیع بائع کی ملک ہے اور زیلعی نے فتاوی ابواللیث سے نقل کرکے اس میں تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کے وقت سکوت کرے تو اب دعوی اس کا مسموع نہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر ہو جاتا ہے اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہیں چنانچہ یہ مخفی نہیں اس پر جو فقہاء کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطلاوی مختصرا وقالوا فیمن زوجہ بلاجہاز ان سکوتہ عن طلب الجہاز عند الزفاف رضی فلا یملک طلب الجہاز بعد سکوتہ کما مرفی باب المہر اور فقیہوں نے اس مرد کے حق میں جس کا نکاح بدون جہیز کے کر دیا کہا ہے کہ اس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کے وقت رضامندی ہے عدم دہیز پر تو اب طلب جہیز کا مالک نہ ہوگا بعد ساکت ہو جانے اپنے کے چنانچہ باب المہر میں گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوتہ ولو جارا لایکون رضی برخلاف اجنبی شخص کے اس واسطے کہ اس کا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہ ہوگا الا اذا سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیہ زرعا وبناء فحینئذ لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی قطعا للاطماع الفاسدۃ مگر جب کہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اس میں تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اس کا دعوی مسموع نہ ہوگا بنا بر اس قول کے جس پر فتوی ہو گیا ہے تاکہ فاسد لالچ قطع ہو جاویں وبخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لایکون سکوتہ رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلے بزازیہ آخر الفصل الخامس وغیرہ اور برخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیوں کہ اس کا چپ رہنا رضامندی نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک برخلاف مذہب ابن ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچویں فصل کے اخیر میں مذکور ہے اور اس کے سوا اور کتابوں میں بھی مسکوت مالک اس واسطے رضا نہ ہوا کہ یہاں سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا متحمل ہے کذا فی الحموی باع ضیعۃ ثم ادعی انہا وقف علیہ او علی مسجد کذا الوکنت وقفتہا و اراد تحلیف المدعی علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علی الاصح لا لصحۃ الدعوی بل لقبول البینۃ فی الوقف بلا دعوی علی ما صوبہ الزیلعی وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھ پہ وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اس کو وقف کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہے تو یہ اس کو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اس پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے نہ اس وجہ سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وقف میں بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے برخلاف اس قول کے جس کی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور ہم نے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں بیان کیا ہے وہبت مہرہا لزوجہا فماتت وطالبت ورثتہا بمہرہا وقالوا کانت الہبۃ فی مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ بہذا افتی فی الخانیۃ تبعا لروایۃ الجامع الصغیر بعد نقلہ لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد علی تلک الروایۃ لانہم تصادقوا علی وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول لمنکرہ الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مر گئی اور زوجہ کے وارثوں نے اس کا مہر زوج سے طلب کیا اور بولے کہ ہبہ مہر اس کے مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اس نے صحت میں ہبہ کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضی خان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی میں ہے یہ کہ زوج کا قول مقبول ہے سو قاضی خان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے اس واسطے کہ ان سب نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ باقی کلام قاضی خان کا یہ ہے کہ امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ اقرب اوقات کی طرف مضاف ہوں ثلث واقرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراحہ کالزیلعی وابن سلطان بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جس کا ملتقی الابحر میں کنز الدقائق کے مانند یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحوں نے اس کا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو

Marfat.com

واستظہرہ ابن الہمام فی آخر المہر فقال وجہ الظاہر ان الورثۃ لم یکن لہم حق بل لہا وہم یدعونہ لانفسہم والزوج ینکر فالقول لہ
اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت
میں کتابوں اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر باب مہر میں سو یوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہے کہ وارثوں کا حق
مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اس کا دعوی کرتے ہیں اپنے فائدہ کے واسطے اور زوج منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثوں کا لان القول
قول المنکر واللہ اعلم وکلہا بطلاقہا لایملک عزلہا لانہ یمین من جہتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول
نہیں کر سکتا اس واسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج کی جہت سے م یعنی وکیل کرنے میں معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق ہے زوجہ کے
فعل پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن یہ توکیل مجلس پر منحصر ہے اس واسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے
تجھ کو وکیل کیا اس کا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر مقصور ہے انتہی برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں ہے اور رجوع
کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلتک بکذا علی انی متی عزلتک فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات
ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجھ کو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اس کے معزول
واما کلما فلعموم الافعال
کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجھ کو معزول کیا پھر تجھ کو میں نے معزول کیا اس واسطے کہ لفظ متی کا عموم ازمان کے واسطے موضوع ہے اور کلما
کا لفظ تو عموم افعال کے واسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ
المنجزۃ الحاصلۃ من لفظ کلما لینعزل تو اگر یوں کہا کہ ہر بار میں تجھ کو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اس کے معزول کرنے میں یوں کہے کہ میں پھرا وکالت
معلقہ سے اور میں نے تجھ کو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل ہوئی کلما کی لفظ سے جس کا ترجمہ ہر بار ہے تو اب وہ معزول ہو جاوے گا قبض بدل الصلح
شرط ان کان دینا بدین بان صالح علی دراہم عن دنانیر او عن شیٔ آخر فی الذمہ قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے
دین سے اس طرح پر کہ درموں پر صلح کی دیناروں سے یا اور کسی چیز سے جو ثابت ہے ذمہ میں والا یکن دینا بدین لایشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین
تعیین لایبقے دینا فی الذمۃ فیجاز الافتراق عنہ اور اگر صلح دین کی دین سے نہ ہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہیں اس لیے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین
ہو گئی ذمہ پر دین باقی نہ رہی تو اس پر افتراق جائز ہے یعنی برخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں افتراق صحیح نہیں کیوں کہ وہاں صلح معاوضہ صرفی ہو گئی اور صرف میں
افتراق جائز نہیں قال المدعی لابینۃ لی فبرہن ولو بعد حلف خصمہ جواہر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبہ یمینہ اذا حلفت فانت بری من المال الذی لی علیک وحلف ثم
برہن علی الحق تقبل وتمضی لہ بالمال خانیۃ مدعی نے کہا کہ میرے دعوے پر گواہ نہیں پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی
الجواہر الفتاوی اور اسی طرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کی قسم کے طلب کرنے کے وقت یوں کہا کہ جب تو قسم کھائے گا تو بری الذمہ ہو جائے گا میرے اس مال سے
جو تجھ پر ہے اور اس نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق پر گواہی مقبول ہوگی اور اس کو مال دلایا جائے گا کذا فی الخانیہ م طحطاوی نے مناسب
مقام ایک نفیس مسئلہ امام محمدؒ کے کلام سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درہم ہیں سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو
قسم کھائے کہ ہزار درم مجھ پر ہیں تو میں ان کو ادا کروں سو اس نے قسم کھائی اور مدعا علیہ نے درم ادا کیے سو اگر اس نے شرط مذکور پر ادا کیے تو یہ باطل ہے
ادا کرنے والے کو پھیر لینا جائز ہے اس واسطے کہ یہ شرط باطل مطابق شرع کے نہیں اس واسطے کہ قسم شرع شریف میں منکر پر ہے نہ مدعی پر انتہی او قال
الشاہد لاشہادۃ لی فشہد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اس نے گواہی دی تو مقبول ہوگی بسبب امکان توفیق

لہ: اس لیے کہ مہر منکر کا قول ہے ۱۲۔ شہ: قولہ عزلتک ثم عزلتک لان الوکالۃ یجوز تعلیقہا بالشرط فیجوز تعلیق العزل عنہا فلو عزلہ انعزل عن الوکالۃ المنجزۃ وتنجزت المعلقۃ
فصار وکیلا جدیدا ثم بالعزل الثانی انعزل عن الوکالۃ الثانیۃ وہذا اولی من قولہ لان متی لعموم الاوقات ۱۲ کذا فی الطحطاوی۔

Marfat.com

کے بھولنے سے پھر یاد کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یاد نہیں پڑی تو اس کی نفی کی پھر یاد آئی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہیں **کما لو**
قال لیس لی عند فلان شهادة ثم جاء به فشهد او قال لا حجة لی علی فلان ثم اتی بها بالحجة فانها تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی حقا لم تسمع للتناقض
چنانچہ اگر ایک شخص نے کہا کہ فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہیں پھر اسی شخص کو لایا سو اس نے گواہی دی یا یوں بولا کہ میرے حق میں فلانے شخص پر کچھ
حجت شرعی نہیں پھر وہ حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اس دلیل سے جو ہم نے مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکر بخلاف
اس کے جب کہ بولا کہ میرا حق نہیں پھر اس نے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہ ہوگا تناقض کے سبب سے م اگر کوئی کہے کہ یہاں بھی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور
ممکن ہے اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں برائت ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم برائت ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی **للامام**
الذی ولاه الخلیفة ان یقطع من الاقطاع **انسانا من طریق الجادة ان لم یضر بالمارة** لان للامام ولایة ذلک فکذا نائبه جس حاکم کو بادشاہ نے حکومت دی ہے اس کو
اختیار ہے کہ قطعہ زمین کا معین کر دے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اس قدر زمین دینے سے چلنے پھرنے والوں کو ضرر نہ ہو اس لیئے کہ بادشاہ
کو اس کا اختیار ہے تو اسی طرح اس کے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجرد نہیں **صادره السلطان ولم**
یعین بیع ماله فلو عینه فمکره الا ان یاخذ الثمن طوعا فباع ماله بسبب المصادرة صح بیعه لانه غیر مکره کما مر فی الاکراه ایک شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور
اس کے مال کا بیچنا مقرر کیا یعنی یوں نہیں کہا کہ یہ مال بیچ کر مال دے سو اس نے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو اس کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ
بائع مکرہ نہیں یعنی بیع پر بالنصوص جبر نہیں ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ میں مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اس کے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکرہ ہے یعنی
اس کی بیع اب صحیح نہیں مگر یہ کہ وہ شخص ثمن اس کا اپنی خوشی سے لے تو مکرہ نہ ہوگا بیع اس کی صحیح ہوگی **کالدائن اذا حبس بالدین فباع ماله لقضائه صح** اجماعا
جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے سبب سے سو اس نے اپنا مال بیچا ادائے دین کے واسطے تو بیع اس کی بالاتفاق صحیح ہے **خوفها زوجها او غیره بالضرب**
حتی وهبت مهرها لم یصح ان قدر علی الضرب لانها مکرهة علیه زوجہ کو اس کے زوج نے یا اور شخص نے ڈرایا مارنے سے یہاں تک کہ اس نے اپنا مہر بخش دیا تو یہ
ہبہ صحیح نہیں اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہے اس واسطے کہ اس پر جبر ہوا مال کی بخشش پر م ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اس واسطے کہ ضرب غیر شدید سے اکراہ
ثابت نہیں ہوتا **وان اکرهها علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال** لان طلاق المکره واقع ولا یلزم المال به لما قلنا اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اس
نے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا
اس دلیل سے جو ہم نے مسئلہ سابقہ میں مذکور کی م اس میں نظر ہے اس واسطے کہ زوج مکرہ نہیں طلاق میں کذا فی الطحطاوی عن المصنف **ولو احالت انسانا علی الزوج**
ثم وهبت المهر الزوج لم یصح قالوا وهی الحیلة قلت انما تتم بقبوله فیعلم حیلتها الا ان یقال انه یتمکن المحال من مطالبته برفعه الی من لا یشترط قبوله اور اگر زوجہ نے ایک
انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخش دیا تو وہ صحیح نہ ہوگا فقیہوں نے کہا ہے کہ اور یہ حیلہ ہے میں کہتا ہوں کہ حیلہ مذکورہ تمام نہ ہوگا
مگر زوج کے قبول سے سو زوج اس کے حیلہ کو معلوم کر جاوے گا یعنی تو کیوں کر قبول کرے گا اور حالاں کہ اس کا قبول کرنا شرط ہے مگر یہ کہ یوں جواب دیا جائے
کہ محال یعنی صاحب دین جس کے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اس کی نالش کر کے اس قاضی کے پاس جو محتال علیہ کے قبول کو شرط نہیں کرتا **اتخذ**
بیرا فی ملکه او بالوعة فنز منها حائط جاره وطلب جاره تحویله لم یجبر علیه ومفاده انه یومر بالرفق دفعا للاذی ایک شخص نے اپنے ملک میں کنواں یا
نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اس سے اس کے ہمسایہ کی دیوار تر ہو گئی اور اس کے ہمسایہ نے اس کی تحویل چاہی تو اس پر حاکم جبر نہ کرے گا اور عدم جبر سے یہ مستفاد
ہوتا ہے کہ اس کو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کی وجہ سے م عدم جبر کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہے **وان سقط الحائط منه لم یضمن**

لہ بھولنے اور پھر یاد کرنے سے ۱۲۔

Marfat.com

لعدم تعدیہ اذا حفرہ فی ملکہ فکان تسببا اور اگر دیوار گرگئی پانی کی ترادٹ سے تو کھودنے والے پر ضمان لازم نہ ہوگا اس کے عدم تعدی سے اس واسطے کہ اس نے
اپنی ملک میں کنواں کھودا تو یہ تسبب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز ہوا نہ فاعل اس کا اور ضامن فاعل ہوتا ہے نہ متسبب ومر فی آخر الاجارۃ انہ لو سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ
فتعدی لجارہ ضمن اور کتاب الاجارہ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اس میں پانی نہ ٹھہرا سو اس کے ہمسایہ تک پہنچا یعنی
اس کا نقصان ہوا تو تاوان دے گا عمر دار زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا لصحۃ امرہا زوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے
زوجہ کی اجازت سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہے اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اس کی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار
دلالت کے جیسے اپنے دین کے ادا کر دینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ ویکون غاصبا للعرصۃ فیؤمر بالتفریغ بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے
واسطے عمارت بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہے اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اس کو حکم ہوگا زمین کے خالی کر دینے کا عورت کی طلب سے
یعنی اگر زوجہ اس کی طالب ہوگی تو حکم ہوگا ولہا بلا اذنہا فالعمارۃ لہا وہو متطوع فی البناء فلا رجوع لہ اور اگر عمارت زوجہ کے واسطے بنائی بدون اس کے اذن
کے تو عمارت زوجہ کی ہے اور زوج عمارت بنانے میں احسان کرنے والا ٹھہرے گا تو خرچ کا لینا اس کا جائز نہ ہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول للمنکر
بیمینہ اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور اس کے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ لانہ
ہو المتملک کما افادہ شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونوں نے اختلاف اس میں کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو بیان زوج کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ
وہی تو متملک ہے چنانچہ ہمارے استاد نے اس کو بیان کیا ہے اور کتاب الغصب میں یہ مسئلہ مذکور ہو چکا قال ہذہ رضیعتی ثم اعترف بالخطا وصدقتہ فی خطاہ
فلہ ان تیزوجہا اذا لم تثبت علیہ بان قال افاد بانہ لا تثبت الا بالقول کقولہ ہو حق او صدق او کما قلت او شہد علیہ بذلک شہود او ما معنی ذلک من
الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیر خوار ہے یعنی میری زوجہ کا اس نے دودھ پیا ہے پھر اس نے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور
عورت نے اس کے چوک جانے کی تصدیق کی تو اس مرد کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے بشرطیکہ شیر خوارگی کے قول پہ ثابت نہ رہا ہو اس طرح کہنے سے
کہ وہ قول شیر خوارگی کا حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہے یا اس قول پہ لوگوں کو گواہ کیا ہو جو بایں معنی ہو ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پہ دلالت کرنے والا ہے
شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالیں دے کر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہ ہوگا مگر قول ہی سے م مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یوں کہتا کہ اس کی
شیر خوارگی حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہے یا اس پہ گواہ کیئے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اس کا مقبول نہ ہوگا اگرچہ عورت
بھی اس کی خطا کی تصدیق کرے تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی ویدل یکون تکرار اقرارہ بذلک ثباتا خلاف مبسوط فی المبسوط وحاصلہ ان التکرار لا یثبت بہ الاقرار اور
شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہے یا نہیں اس میں خلاف ہے عالموں کا جو مبسوط میں مشرح مذکور ہے اور حاصل مبسوط یہ ہے کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا م
طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ رجل غریمہ فنزعہ انسان من یدہ لم یضمن لانہ تسبب اور اگر ایک مرد نے اپنے
مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اس کو اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اس آدمی پہ تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ کھینچ لینا سبب سازی ہے بھاگنی کی م واتن
کی حق تلفی ہوئی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کی طرف حق تلفی مضاف نہ ہوگی جو اس پر ضمان لازم آوے وکذا اذا دل السارق علی مال غیرہ او امسک
ہاربا من عدوہ حتی قتلہ عدوہ لما قلنا اور اسی طرح جب کہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو اس نے چرایا یا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگا تھا
اس کو پکڑ رکھا یہاں تک کہ اس کے دشمن نے اس کو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور ممسک پہ لازم نہ آوے گا اس وجہ سے جو ہم نے مذکور
کی یعنی تسبب م یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یدہ مال لانسان فقال لہ سلطان
ادفع الی ہذا المال والا تدفعہ الی اقطع یدک او اضربک خمسین فدفعہ لم یضمن الدافع لانہ مکرہ ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے

Marfat.com

اس سے کہا کہ یہ مال مجھ کو دے اور اگر مجھ کو نہ دے گا تو تیرا ہاتھ کاٹوں گا یا تجھ کو پچاس بار ماروں گا سو اس نے اس کو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ اس پر اکراہ اور جبر ہوا **قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی الآخرۃ لاتسمع دعواہ** لہ بعدہ ای بعد ہذا القول ذکرہ فی القنیۃ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنا دعویٰ جو فلاں شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا قنیہ میں اس کو ذکر کیا ہے **الاجازۃ تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا لانسان فاجاز لمالک غصبہ صح** اجازتہ وحینئذ **فیبرا الغاصب عن الضمان** اجازت یعنی جائز کر دینا فعلوں کو بھی لاحق ہوتا ہے بنابر قول صحیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اس کا غصب جائز رکھا تو اس کی اجازت صحیح ہوگی اور اس وقت بیں تم بری الذمہ ہو جاوے گا غاصب تاوان سے م اجازت افعال کی قید اس واسطے لگائی کہ اجازت اقوال میں اختلاف نہیں ہے چنانچہ فضولی کے تصرفات میں **ولو انتفع بہ فامرہ بالحفظ لایبرا عن الضمان مالم یحفظ** وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر غاصب نے مغصوب سے نفع لیا پھر مالک نے اس کی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہ ہوگا جب تک اس کی بخوبی حفاظت نہ کرے گا اور اس کا پورا بیان عمادیہ میں ہے م انتفاع کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نہ کرے گا اور اس کو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہو جاوے گا کذا فی الطحطاوی **وضع منجلاً**[1] **فی الصحراء لیصید بہ حمار وحش وسمی علیہ فجاء فی الیوم الثانی** قید اتفاقی اذ لو وجدہ میتا من ساعتہ لم یحل زیلعی **ووجد الحمار مجروحا میتا لم یوکل** لان الشرط ان یذبحہ انسان او یجرحہ الا فہو کالنطیحۃ بچھایا جال جنگل میں تاکہ اس سے گورخر کا شکار کرے اور اس پر بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہاں آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاوے گا اس واسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اس کو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے اور نہیں تو اس جانور کے مانند ہے جو دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی اس واسطے کہ اگر اس کو اسی ساعت میں مردہ پایا تو حلال نہ ہوگا کذا فی الزیلعی کرہ تحریما وقیل تنزیھا والاول اوجہ **من الشاۃ سبع الحیاء والخصیۃ والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر** للاثر الوارد فی کراہتہ ذلک مکروہ تحریمی ہیں بھیڑ بکری سے سات چیزیں فرج اور خصیہ اور غدود اور پھکنا اور پتہ لہو جاری خون اور ناڑا بدلیل اس اثر اور خبر کے جو اس کی کراہت میں وارد ہے شارح نے کہا اور بعضوں نے ان چیزوں کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان اشیاء کی اقرب دلیل ہے وجمعہا بعضہم فی بیت واحد فقال ؎ فقل ذکر والانثیان مثانۃ ؛ کذاک دم ثم المرارۃ والغدد ؛ اور بعضے فقیہوں نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت میں جمع کر دیا سو یوں کہا ہے سو تو کہہ کہ مکروہ ناڑا ہے اور دونوں فوطے اور پھکنا اسی طرح خون پھر پتا لہو غدود م اس بیت میں چھ چیزیں ہیں نہ سات[2] وقال غیرہ ؎ اذا ماذکیت شاۃ فکلہا ؛ سوی سبع ففیہن الوبال ؛ فحاء ثم خاء ثم غین ؛ ودال ثم میمان وذال ؛ اور غیر ناظم سابق نے یوں نظم کیا ہے کہ جب بھیڑ بکری ذبح کی جاتے تو اس کو کھا سوائے سات چیزوں کے کہ ان کے کھانے میں وبال ہے سو وہ حاء مہملہ ہے پھر خائے معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ م حاء مہملہ سے حیا یعنی فرج مراد ہے اور خاء معجمہ سے خصیہ اور غین سے غدود اور دال سے دم اور میم اول سے مثانہ اور میم ثانی سے مرارہ اور ذال معجمہ سے ذکر مراد ہے[3] **للقاضی اقراض مال الغائب والطفل واللقطۃ** بشروط تقدمت فی القضاء قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہے ان شرطوں کے ساتھ جو کتاب القضاء میں مذکور ہو چکیں م شروط مذکورہ یہ ہیں کہ یتیم کا وصی نہ ہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنے والا نہ ہو اور مستقرض متعدد والا ہو **بخلاف الاب والوصی والملتقط** الا اذا اشتدہ حتی شاع جاز تصدقہ فاقراضہ اولی زیلعی برخلاف باپ اور وصی لقطہ پانے والے کے یعنی باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہیں ہے مگر جب کہ ملتقط لقطہ کو لوگوں میں خوب ظاہر کر دے یہاں تک کہ وہ مشہور ہو جائے تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق

---

[1] المنجل بالکسر مایحصد بہ او بالیصاد بہ کذا فی الطحطاوی ۱۲ [2] یہ ترجمہ مناسب نہیں اس لیے کہ منجل درانتی یا شکار کے نیزہ کو کہتے ہیں اور گورخر کا زخمی پایا جانا بھی یہی چاہتا ہے کہ ایسے ہی معنی ہوں تو ترجمہ یوں چاہیے تھا کہ نیزہ یا درانتی کو بسم اللہ کہہ کر گاڑ دیا الخ ۱۲ [3] لیکن ظاہر ہے کہ نر میں خواہ مادہ میں چھ ہی چیزیں ہوں گی سات کا اجتماع نہیں ہوسکتا۔ اس لیے گویا قائل نے ذکر سے شرمگاہ مراد لی ہے کہ نر میں ذکر ہوگا اور مادہ میں فرج ۱۲

Marfat.com

کرنا جائز ہے تو اس کو قرض دینا بطریق اولیٰ جائز ہو گا کذا فی الزیلعی م طحطاوی کے نسخہ میں یوں عبارت ہے الا اذا انشدہ[1] حتی ساغ تصدقہ فاقراضہ اولی دونوں عبارتوں
کا حاصل مطلب ایک ہے قال ان کان اللہ یعذب المشرکین فامراتہ طالق قال لا تطلق امراتہ لان من المشرکین من لا یعذب کذا فی الثانیہ ایک شخص نے کہا کہ اگر
اللہ تعالیٰ سب مشرکوں کو عذاب کرے گا تو اس کی عورت مطلقہ ہے اس قائل کی عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ مشرکوں میں سے بعضوں پر عذاب نہ ہو
گا چنانچہ خانیہ میں ہے وظاہر توجیہہ ان المراد بہذا البعض من یصدق علیہ المشرک فی الجملۃ بان یکون مشرکا فی عمرہ ثم یختم لہ بالحسنی او اطفال المشرکین فانہم مشرکون شرعا
واذا اثبت ان البعض لا یعذب فہی سالبۃ جزئیۃ لم تصدق الموجبۃ الکلیۃ القائلۃ کل مشرک یعذب قالہ المصنف اور ظاہر توجیہ اور تاویل مسئلہ مذکور کی یہ ہے کہ اس بعض
غیر معذب سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ میں شرک کا مرتکب ہوا ہو اس طرح پر کہ اپنی عمر میں مشرک ہو پھر اس کا خاتمہ
بخیر ہو گا توحید سے یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہوں کیوں کہ وہ شرعاً مشرک ہیں یعنی بحکم دین آبائی ان پر مشرک کا اطلاق ہے پھر جب یہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک معذب
نہیں اور یہ قضیہ سالبہ جزئیہ ہے تو موجبہ کلیہ یعنی ہر مشرک معذب ہے صادق نہ آیا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م منطق میں ثابت ہے کہ جب سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ صادق نہیں رہتا موجبہ کلیہ یہاں ان کان اللہ
یعذب المشرکین ہے اس واسطے کہ المشرکین کا الف لام استغراق کا ہے یعنی کل مشرک معذب اطفال مشرک میں اختلاف ہے علماء کا مشہور یہ ہے کہ وہ بہشت میں داخل
ہوں گے وقد اورد ہذا اللغز علی غیرہ اولا ابن وہبان فقال ۔ وہل قائل لا یدخل النار کافر ولکنہا بالمومنین تعمر اور البتہ ابن وہبان اس پہیلی کو ماتن کے مغائر ذکر
پر لایا ہے وہبانیہ میں سو اس نے یوں کہا اور کوئی ایسا قائل ہے کہ کہتا ہو کہ دوزخ میں کافر داخل نہ ہوگا ولیکن وہ دوزخ مومنوں سے معمور ہو گی قال ومعناہ ان
الکفار لما یرون النار یومنون باللہ تعالی ورسولہ ولا ینفعہم قال تعالی فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا ابن وہبان نے کہا اور اس پہیلی کا مطلب یہ ہے کہ کفار جب دوزخ
کو دیکھیں گے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاویں گے اور اس وقت کا ایمان ان کو نفع نہ کرے گا حق تعالیٰ نے فرمایا تو کافروں کو ان کا ایمان لانا فائدہ
نہ کرے گا جب کہ وہ دیکھیں گے ہمارا عذاب م تو دوزخیوں پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگر چہ نجات ان کی اس ایمان کذائی سے ممکن نہیں تو یہ کہنا صادق آیا کہ دوزخ
مومنین سے آباد کی جاوے گی استغفر اللہ من ہذا التلفظ وعجز البیت معنی آخر وجواب عما ربا لخزنتہا القائمون بامرہا وہم مومنون تقی البیت سوالان او بیت مذکور کے
پچھلے مصرع کا ایک مطلب اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ دوزخ کے بسنے والے اس کے موکل فرشتے ہیں جو وہاں کے کام پر قائم اور متعین ہیں اور وہ مومن واقعی ہیں
تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بیت میں دو سوال ہیں اگر چہ سوال ثانی ہیں واسطہ کہ مستبعد ہے کذا فی الطحطاوی قال ابن الشحنۃ وعندی ان ہذا مما ینکر ذکرہ والتلفظ بہ ولا
ینبغی ان یدون ولیسطر ولا یقبل تاویل قائلہ انتہی قلت ہذا مع وضوح وجہہ تکلم فیہ فکیف الاول فلا تغفل ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے
کلام کا ذکر کرنا اور اس کو بولنا جائز نہیں اور اس کے لائق نہیں ہے کہ کتاب میں مدون اور مسطور ہو اور مناسب نہیں کہ اس کے قائل کی تاویل یعنی بات بنانی قبول
کی جائے انتہی کلام ابن الشحنہ شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور یہ یعنی بیت کا سوال ثانی یعنی مومنین سے فرشتے مراد ہونا باوجود ظاہر ہونے اس وجہ کے اس میں کلام
کیا گیا اور اس کو مسلم نہ رکھا سو پہلا سوال یعنی کافر دوزخ میں داخل نہ ہوگا کیوں کر مانا جاوے گا سوائے کتاب کے دیکھنے والے اس سے غافل نہ ہو تتمیم ابن
شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ بعضوں نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اس شخص کے حق میں جو کہتا ہے کہ میں
بہشت کی امید نہیں رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہوں اور مردار اور خون کھاتا ہوں اور بدوں دیکھے گواہی دیتا ہوں اور خدا سے نہیں ڈرتا اور بدوں رکوع اور سجود
کے نماز پڑھتا ہوں اور حق سے بغض رکھتا ہوں اور فتنہ کو دوست رکھتا ہوں سو امام نے اپنے اصحاب سے پوچھا سو انہوں نے کہا کہ یہ قائل کافر ہے سو امامؒ نے
تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہے بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہے نہ بہشت اور دوزخ سے اور مچھلی اور ٹڈی کھاتا ہے اور کلمہ شہادتین کی گواہی دیتا ہے
اور حالانکہ اس نے خدا کو اور رسول کو نہیں دیکھا اور خدا کے ظلم سے نہیں ڈرتا اس واسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہے اور جنازہ کی نماز پڑھتا ہے اور موت کو مبغوض

[1] مگر جب کہ خوب ظاہر کر دے یہاں تک کہ اس کا تصدق درست ہو جاوے تو اس کو قرض دینا بطریق اولی درست ہو گا ۱۲

Marfat.com

رکھتا ہے اور بال کو جو فتنہ ہے درست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت میں ایک طرح کا استبعاد ہے تو اس طرح استعمال کرنا جائز نہیں اور میں تو اس حکایت کی صحت کو امام کی طرف نہیں مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہیں کہتا مگر ایسے کلام کو حرام کہتا ہوں اور اس کی تاویل اور توجیہ کو نہیں مانتا خصوصاً اس زمانہ میں جس میں بدعات اور اقوال خلاف شرع ذات اور صفات حق تعالیٰ میں پھیل پڑے ہیں انتہی من شرح الوہبانیہ کذا فی الطحطاوی م سبحان اللہ علماء دین ایسے قول پر اس قدر انکار کرتے ہیں اگر ہمارے زمانہ کے مبتدعین اور بے باکوں کا کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعوذ باللہ[1] باللہ من سوء الادب و فضول الکلام ثم رأیت شیخنا قال قد نص ابن شحنۃ علی نفسہ بالانکار وانہ کان ینبغی لہ ان یدونہ وباللہ التوفیق پھر ہم نے اپنے استاد کو دیکھا فرماتے تھے کہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر نفرین کی یعنی میں نے ایسے کلام موحش کو ناحق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو اس کا مدون کرنا اور کتاب میں داخل کرنا لائق نہ تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہیں م طحطاوی نے کہا ابن شحنہ کا عذر ظاہر ہے کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح ہے اور اس نظم میں یہ بیت بھی داخل ہے صبی حشفۃ ظاہرۃ بحیث لو راٰہ انسان ظنہ مختونا ولا تقطع جلدۃ ذکرہ الا بتشدید الم ترک علی حالہ ایک لڑکا ہے جس کی سپاری اس طرح نمود ہے کہ اگر آدمی اس کو دیکھے تو گمان کرے کہ اس کا ختنہ ہو چکا ہے اور اس کے ذکر کی کھال قطع نہیں ہو سکتی مگر سخت درد رسانی سے تو وہ اسی حالت پر چھوڑا جاتا ہے م ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ ہے پھر جب کہ وہ خود نمودار ہو تو قطع کرنے کی حاجت نہ رہی کشیخ اسلم وقال اہل النظر لا یطیق الختان ترک ایضا مانند اس بڈھے کے جو مسلمان ہو گیا اور دانا کاروں نے کہا کہ یہ ختنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کا بھی ختنہ کرنا ترک کیا جائے ولو ختن ولم تقطع الجلدۃ کلہا ینظر فان قطع اکثر من النصف کان ختانا وان قطع النصف فما دونہ لا یکون ختانا یعتد بہ لعدم الختان حقیقۃ وحکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیے سو اگر نصف کھال سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ تام ہو گیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہ ہوا اس لئے کہ حقیقی ختنہ ہے نہ حکمی م حقیقی ختنہ وہ ہے جس میں سب کھال کٹے اور حکمی ختنہ وہ ہے جس میں نصف سے اکثر کٹے لان[2] للاکثر حکم الکل والاصل ان الختان سنۃ کما جاء فی الخبر وہو من شعائر الاسلام وخصائصہ فلو اجتمع اہل بلدۃ علی ترکہ حاربہم الامام فلا یترک الا لعذر وعذر شیخ لا یطیقہ ظاہر اور اصل یہ ہے کہ ختنہ کرنا مردوں کے حق میں سنت ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے اور وہ علامات اسلام اور اس کے مخصوصات سے ہے تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کریں تو مسلمان کا حاکم ان سے قتال وجدال کرے تو ختنہ کسی طرح ترک نہیں ہو سکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بڈھا کہ مسلمان ہو اور اس کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو اس کا عذر ظاہر ہے ووقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی الملتقی اور ختنہ کرنے کا وقت غیر معلوم ہے یعنی کس عمر میں ختنہ کرنا چاہیے نص قطعی سے ثابت نہیں اور بعضوں نے کہا ختنہ کا وقت سات برس ہیں کذا فی الملتقی م وجہ اس کی یہ ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا حکم ہے تو اسی عمر میں اس کا ختنہ کرنا چاہیے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہ قول کافی میں مذکور ہے اور خزانۃ الاکمل میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ اگر اس سے کم نہ ہو تو بہتر ہے اور اس سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بعضوں نے کہا جب تک بالغ نہ ہو ختنہ نہ کرے اس واسطے کہ ختنہ طہارت کے واسطے ہے اور قبل بلوغ کے اس پر طہارت واجب نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل عشر اور بعضوں نے کہا کہ دس برس میں ختنہ کا وقت ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کے واسطے حکم ہے تاکہ اس کو عادت پڑے نماز کی وقیل اقصاہ اثنا عشر سنۃ وقیل العبرۃ بطاقتہ وہو الاشبہ اور بعضوں نے کہا کہ انتہا مدت ختنہ بارہ برس ہیں اور بعضوں نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہے اور یہی قول مناسب تر بدلیل ہے وقال ابو حنیفۃ لا علم لی بوقتہ ولم یرو عنہما فیہ شیء فلذا اختلف المشائخ فیہ اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ مجھ کو علم نہیں ختنہ کرنے کے وقت کا اور صاحبین سے بھی اس میں کوئی روایت وارد نہیں تو اسی واسطے عالموں کا اس میں اختلاف واقع ہوا وختان المرأۃ لیس سنۃ بل مکرمۃ للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہیں ہے بلکہ عورتوں کا مردوں کے واسطے تکریم ہے م یعنی حق تعالیٰ نے مشروعیت ختان نساء سے مردوں کا اکرام کیا اس واسطے کہ وہ الذ ہے جماع میں کذا فی الطحطاوی وقیل سنۃ اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورتوں کا ختنہ سنت ہے وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فقال ؎ وفی الرسل مختون لعمرک خلقۃ ۝ ثمان وتسع طیبون اکارم ۝ وہم زکریا

---

[1] میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بے ادبی اور بے ہودہ کلام سے ۱۲۔ [2] اس لئے کہ اکثر کے لئے کل کا حکم ہے ۱۲۔

Marfat.com

ت ادریسؑ یوسفؑ وحنظلۃ عیسیٰؑ موسیٰ وآدمؑ ونوحؑ شعیبؑ سامؑ لوطؑ وصالحؑ وسلیمانؑ یحییٰؑ ہودؑ یٰسین خاتمؑ اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم میں جمع کر دیا ہے
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سو یوں کہا کہ رسولوں میں تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون ہیں سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہ ہیں
ت زکریاؑ اور حضرت شیثؑ اور حضرت ادریسؑ اور حضرت یوسفؑ اور حضرت حنظلہؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ اور حضرت شعیبؑ
حضرت سامؑ اور حضرت لوطؑ اور حضرت صالحؑ اور حضرت سلیمانؑ اور حضرت یحییٰؑ اور حضرت ہودؑ اور ہمارے حضرت خاتم الانبیاء جن کا لقب مبارک یٰسین ہے علیہم الصلوٰۃ
سلام م طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی رسل ہیں ویجوز کی الصغیر وربط قرحتہ وغیرہ من المداواۃ للمصلحۃ او جائز ہے طفل صغیر
غا اور اس کے قرحہ کو چیرنا یا پھاڑنا اور اس کے سوائے اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے م اور اسی طرح لڑکیوں کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کے واسطے
ست ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البہائم وکیہا وکل علاج فیہ منفعۃ لہا اور جانوروں کی فصد کھولنا اور ان کو داغنا اور جس علاج میں کہ ان کے واسطے فائدہ ہو
ست ہے وجاز قتل مایضر منہا ککلب عقور وہرۃ تضر ویذبحہا ای الہرۃ ذبحا ولا یضر بہا لانہ لا یفید ولا یحرقہا اور جانوروں میں اس جانور کا مار ڈالنا درست ہے جو
ی ضرر رساں ہو چنانچہ کتا کاٹنے والا اور بلی ضرر پہنچانے والی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور اس کو نہ مارے اس لیئے کہ مار اس کو فائدہ نہیں کرتی اور نہ اس کو آگ
ے جلاوے وفی المبتغی یکرہ احراق جراد وقملۃ وعقرب ولا باس باحراق حطب فیہا نمل والقاء القملۃ لیس بادب اور مبتغی میں ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹڈی اور جوں
بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہیں ان لکڑیوں کے جلانے کا جن میں چیونٹیاں ہیں اور جوں کا پھینکنا زمین پر ادب نہیں ہے م اس واسطے کہ جوں دوسرے شخص پر چڑھے گی
تکلیف دے گی اور موجب نسیان ہے اور گرسنگی سے اس کے ناحق تادیب ہے تو اس کا مارنا ہی بہتر ہے گرانے سے کذا فی الطحطاوی وجازت المسابقۃ بالفرس لا
والارجل والرمی لیرتاض للجہاد اور مسابقت یعنی باہم سبقت کرنا اور آگے نکل جانا گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر اور پیدل چل کر اور تیر اندازی کر کے جائز ہے جہاد کی ریاضت
کے واسطے م مسابقت کی شرط یہ ہے کہ دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا وہاں تک دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے میں سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت
ر سکے گا بالضرور تو جائز نہیں اس لیے کہ مسابقت خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کی وجہ سے اور اس صورت میں تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہے اس شرط سے جس
ں منفعت نہیں تو کیوں کر جائز ہو گا کذا فی النہر ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہے اور دل بہلانا تو اب مسابقت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی
وحرم شرط الجعل من الجانبین اور حرام ہے مسابقت میں مال کا شرط کرنا دونوں جانب سے م صورت اس کی یہ ہے کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑائے اس شرط سے
کہ اگر زید کا گھوڑا نکل جاتے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھ جائے تو زید مال دے یہ اس واسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہے الا اذا ادخلا ثالثا محللا بفرس
کافی المظفر مگر دونوں جانب سے مال کی شرط اس وقت حرام نہیں ہے جب کہ دونوں شخص تیسرے شخص محلل کو داخل کر لیں اس کی شرط کے ساتھ چنانچہ کتب الحظر
میں مذکور ہو چکا م صورت ادخال محلل کی یہ ہے کہ مثلاً زید اور خالد تیسرے شخص مثلاً محمود سے کہیں کہ اگر تو ہم دونوں سے سبقت کر جائے تو ہم دونوں سے وہ مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجھ پر سبقت کر جاویں تو ہم تجھ
سے کچھ نہ لیں ولیکن جو زید و خالد میں مال مشروط ہوا ہے وہ بحال خود باقی ہے جو ان میں سے بڑھ جائے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو
خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونوں محمود سے سبقت کر گئے تو ان کو کچھ نہیں لیکن محلل کی شرط یہ ہے کہ اس کا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑوں
کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونوں سے دوڑ میں زیادہ ہو یقیناً یا دونوں سے کم تر ہو یقیناً تو جائز نہیں باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی ولا یحرم
من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہیں ایک جانب سے استحسان کی دلیل سے م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر میں سبقت کر جاؤں تجھ پر
تو سوا شرفی تجھ سے لوں گا اور اگر تو بڑھ جائے تو میں تجھ کو نہ دوں گا یہ اس واسطے جائز ہوا کہ یہ قمار نہیں اس واسطے کہ قمار عبارت ہے دونوں طرف کی ہار جیت کے احتمال
سے تو یہاں دونوں طرف اس کا احتمال نہیں بلکہ ایک طرف ہارنا ہے اور دوسری طرف یقیناً تو قمار کے مانند نہ ہوا یہی وجہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے

ف ۱: ذکر انبیاء جو مختون پیدا ہوئے ۱۲ ف ۲: لڑکیوں کے کان چھیدنا درست ہیں ۱۲ ف ۳: حلال کنندہ ۱۲

سواروں کی جماعت سے کہا کہ جو تم میں سے آگے بڑھ جائے وہ مجھ سے اس قدر مال لے یا اس نے تیراندازوں سے کہا کہ جس کا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو بھی جائز ہے اور مسابقت کے مانند فقہا میں اگر کسی مسئلہ میں تنازع واقع ہو اور مصیب کے واسطے مال مقرر ہو ایک جانب سے یا بشرط محلل[1] مال ثالث محلل کے اس لیئے کہ علت کی وجہ سب کو شامل ہے کیوں کہ دونوں بابوں میں سکھانا و مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز الاستباق فی غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی کل شیء زندوسی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنی گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیر اندازی کے سوائے اور چیزوں میں چنانچہ خچر پر سوار ہو کر مسابقت کرنا مال کی شرط کر کے جائز نہیں اور بدون مال کے تو ہر شے میں مسابقت جائز ہے اور اس کا پورا بیان زیلعی میں ہے تم یہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاویٰ عالمگیری میں بھی منقول ہیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ باب مسابقت میں جواز مذکور ہے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دے تو حاکم جبر سے اس کو نہ لادے گا اور حکم قضا اس پر نافذ نہ ہوگا ولا یصلے علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوٰۃ کا سوائے حضرت انبیا اور سوائے حضرات ملائکہ کے اوروں پر نہ بولا جائے مگر بطریق پیروی کے یعنی یوں کہنا نہ چاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل[2] علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یوں کہنا درست ہے کہ اللہم صل[3] علی محمد وعلی آل واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضوں نے غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر صلوٰۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل[4] علی آل ابی اوفی وقولہ تعالیٰ ہوالذی یصلی علیکم واولئک علیہم صلوٰۃ لیکن جمہور علما اس کے مانع ہیں اس واسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا ان کے ساتھ شریک ہوں گے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولیٰ ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار میں اور کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کے واسطے دعا کا بلفظ صلوٰۃ اس واسطے مشروع ہوا کہ اس میں تعظیم اور تکریم ہے ابوالعالیہ نے کہا کہ معنی صلوٰۃ اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہے حق تعالیٰ کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوٰۃ ملائکہ سے دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہ بہترین اقوال ہے اور اسی طرح صلوٰۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے ثنا کرنے کی طلب گاری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحطاوی ولا یجوز الترحم علی النبی قول ان زیلعی قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اس میں دو قول ہیں جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنی یوں کہنا اللہم[5] ترحم علی محمد جائز نہیں تم بعضوں نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہیں اس لیئے کہ صلوٰۃ کے مانند تعظیم پر دلالت نہیں کرتا ہے ولہذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہیں اور تحصیل حاصل بھی ہے اس واسطے کہ انبیا مرحوم ہیں یقیناً اور بعضوں نے کہا کہ اللہم[6] ترحم علی محمد کہنا جائز ہے اس واسطے کہ سب بندوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہیں رحمت الٰہی کے خزانہ اکمل میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اسم معظم سے واجب ہے تو فقیر غریب مسکین فریہ طریہ کہنا جائز نہیں اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصاً اہل حرمین کی حضرت کے سبب سے خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم ہے تعظیم اولاد علی و ابوبکر و عمر اور عثمان کی ہیں رضی اللہ عنہم انتہیٰ فی الطحطاوی وجوزہ السیوطی تبعاً لا استقلالاً فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اس کو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا اور خدا سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہیں ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا اس واسطے کہ صحابہ کرام طلب رضائے الٰہی میں نہایت سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہیں بعد کے اور لوگ اگرچہ قطب الاقطاب ہوں ان کے ادنیٰ مرتبہ والے کی برابر نہیں ہو سکتے جس کو اس میں تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکھے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسی طرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے ان لوگوں کو جن کی نبوت میں اختلاف ہے چنانچہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور بعضوں نے کہا جن کی نبوت میں اختلاف ہے ان کے نام لینے کے وقت یوں لے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم چنانچہ کرمانی کی شرح مقدمہ میں مذکور ہے والترحم للتابعین ومن بعدہم

[1] جو صواب کہنا ہو ۱۲۔ [2] یعنی تیسرے شخص حلال کرنے والے کو داخل کرنے سے ۱۲۔ [3] الٰہی صلوٰۃ نازل کر آل محمد پر اور صلوٰۃ نازل کر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۲۔ [4] الٰہی صلوٰۃ نازل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل اور اصحاب اور اولیاء امت پر ۱۲۔ [5] الٰہی رحمت بھیج آل ابی اوفی پر ۱۲۔ [6] الٰہی رحمت کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۲۔

Marfat.com

من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کے واسطے ہے اور جو ان کے بعد ہیں از قسم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ ہیں تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے
حضرت کو نہیں دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا چنانچہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ ھو الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح
ذکرہ الکرمانی اور اسی طرح عکس اس کا جائز ہے یعنی ترحم صحابہ کے واسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور ان کے بعد کے صالحین کے واسطے بنا بر قول راجح کے ایسا ذکر کیا
ہے کرمانی نے ثم ولہذا اکتب فقہ میں امام شکے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونوں لفظ مذکور ہیں وقال الزیلعی الاولے ان یدعو للصحابۃ بالرضی والتابعین بالرحمۃ ولمن
بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہ ہے کہ صحابہ کے واسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کے واسطے رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد اور لوگوں
کے واسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے مغفرت اور تجاوز کی اس لیئے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دنیہ کے اہتمام میں قلب
غفلت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لایجوز لے البدایا باسم ہذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہیں
یعنی تحائف رسانی ان دونوں کے نام سے حرام ہے ثم نوروز عبارت ہے آفتاب کے آنے سے برج حمل میں وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہرجان سولہویں تاریخ
ہے مہر ماہ کی آتش پرست دونوں دنوں میں عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسی طرح ہولی اور دیوالی مسلمانوں کو حرام ہے کہ مشابہت ہے ہنود کی وان
قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اہدی لمشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم یوم فقد کفر وحبط عملہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم از بکریم
مقصود ہو جس طرح مشرک اس کی تعظیم کرتے ہیں تو تعظیم کرنے والا کافر ہو جاوے گا ابو حفص کبیر نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی ۵۰ برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا
ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بے شک وہ کافر ہو گیا اور اس کا عمل حبط ہو گیا یعنی ساری عبادت اکارت ہو گئی انتہی کلامہ ولو اہدی لمسلم ولم یرد تعظیم
الیوم بل جری علی عادۃ الناس لایکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اس دن کی تعظیم کا ارادہ نہ کیا بلکہ تحفہ رسانی میں لوگوں کی عادت پر چلا تو کافر نہ ہوگا وینبغی
ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اس کے تحفہ رسانی کرے شبہ دفع کرنے کے واسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہ ہو
لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہے تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کے واسطے ولو شری فیہ مالم یشترہ قبل ان اراد تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لایکفر زیلعی اور
اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی جو اس کے قبل خریدی نہ کی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہے تو کافر ہو گیا اور اگر کھانے پینے اور لذت رسانی کا قصد
کیا تو کافر نہ ہوگا ولا باس بلبس القلانس خبر مبتدا محذوف کر باس علیہ ابریسم فوق اربع اصابع سراجیۃ اور کچھ مضائقہ نہیں قلانس کے پہننے میں سوائے ریشمی کے اور سوائے
اس کپڑے کے جس پر ریشم ہے چار انگلیوں سے زیادہ کذا فی السراجیۃ ثم قلانس جمع ہے قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہے کہ اہل عجم اس کو سر پر رکھتے ہیں کذا فی
الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اس واسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ میں ہے کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح انہ حرم لبسہا اور ریشمی
قلنسوہ اور جس پر چار م انگل سے زیادہ ریشم ہو اس کے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہے برخلاف اس قول کے جو شرح مسکین میں قلنسو حریری کی حلت مذکور ہے
کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل لموضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہے لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان
دونوں مونڈھوں کے آدھی پیٹھ تک اور بعضوں نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضوں نے کہا ایک بالشت وکرہ لبس المعصفر والمزعفر للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ لبس المعصفر امر عفر
لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاحمر فانہا زی الشیطان اور مردوں کو مکروہ ہے چنانچہ باب الکراہیۃ میں گذرا
پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو
سرخ سے کروہ ہیئت اور لباس ہے شیطان کا وستحب التجمل واباح اللہ الزینۃ بقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الایۃ اور مستحب ہے تجمل آرائش
اور حق تعالی نے زینت کو مباح کیا ہے بدلیل قول حق تعالے کے تو کہہ کس نے حرام کیا اس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے واسطے نکالی الی الآخر الآیۃ
مرد کو مستحب ہے کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اس کی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جس کی قیمت ۴۰۰ دینار تھی بدلیل آیہ کریمہ

Marfat.com

قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ بندہ کو نعمت دیتا ہے تو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس پر نمودار ہو اور ایک بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردائے مبارک پہنے جس کی ہزار درم قیمت تھی اور ایک بار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جس کی قیمت چار ہزار درم تھی چنانچہ زیلعی نے ذکر کیا ہے امام اعظمؒ سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمرؓ ایسا قمیص پہنتے تھے جس پر ایسے اور ایسے پیوند تھے امام نے جواب دیا کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب سے ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو ان کے عامل اس میں ان کی پیروی کرتے اور اگر عمال کو کبھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشبلی عن ابی السعود وللشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرشیا قال اللہ تعالیٰ والذین اوتوا العلم درجات فالرافع ھو اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جہنم وہم اولوا الامر علی الاصح ورثۃ الانبیاء بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حق تعالیٰ نے فرمایا اور جن کو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہیں تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے سو جو اس کو ذلیل اور خوار جانے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈالے گا اور اولوا الامر سے جن کی اطاعت کا قرآن مجید میں امر ہے علماء دین مراد ہیں بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہیں انبیاء کے بالاتفاق اس میں خلاف نہیں م پوری آیت یوں ہے واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت واللہ بما تعملون خبیر یعنی جب کہا جائے کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ درجات ان کے جو ایمان لائے تم میں سے اور ان کے جن کو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا عالم اور دانا ہے تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالموں کے بالخصوص درجات بلند کئے کیونکہ علم اور عمل کے جامع ہیں اس واسطے کہ علم اپنی بلند مرتبگی کے ساتھ اس عمل کا مقتضی ہے جو مقرون بہ مزید رفعت ہے اور اسی وجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کی جاتی ہے نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث میں وارد ہے فضیلت عالم کی عابد پر جیسے چودہویں رات کے چاند کی فضیلت باقی ستاروں پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قرآن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں سے اہل علم کو مجلس میں رفعت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کس قدر ان کی فضیلت اور منزلت ثابت ہے اسی طرح حضرت کے بعد بھی علماء کی تعظیم کرنا چاہیئے ابن عباس نے کہا کہ علماء کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہیں ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہے زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے برابر وہ یہ ہے کہ علم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نہ کرے اور اگر وہ کہیں گیا ہو تو اس کے مقام پر نہ بیٹھے اور اس کے کلام کو بے ادبی سے رد نہ کرے اور چلنے میں اس کے آگے نہ چلے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے۔ منقول ہے زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب علم دعا کریں لوگوں نے کہا اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ ان میں جو نیک ہیں وہ اور نیکوں سے بہتر ہیں اور جو ان میں بد ہیں وہ اور بدوں سے بہتر ہیں کذا فی الطحطاوی مستطرف میں امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسی قدر شرف کفایت کرتا ہے کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور جہل کو اتنی مذلت کافی ہے کہ جاہل بھی جہالت سے بیزار ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا ہو جاتا ہے اختضب لاجل التزین للنساء والجواری جاز فی الاصح ویکرہ بالسواد وقیل لا ومر فی الحظر ایک شخص نے خضاب کیا آرائش کے واسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیوں کے لئے تو جائز ہے صحیح تر قول میں اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر میں م ابو یوسف سے مروی ہے کہ جیسے مجھ کو یہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لئے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے اس کو میرا آرائش کرنا اس میں اختلاف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ نہیں ولواجیہ میں ہے کہ صغیر کو مہندی وغیرہ ہاتھ پاؤں میں لگانا لائق نہیں کہ یہ آرائش ہے اور وہ عورتوں کو مباح ہے اکمل کی شرح مشارق میں ہے کہ خضاب میں دو مقام پر اختلاف علماء ہے ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں انسؓ نے کہا کہ مجھ کو آپ کا خضاب کرنا معلوم نہیں اور بعضوں نے کہا کہ خضاب کیا تھا ان کی حجت ام سلمہ اور ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے حضرتؐ کا زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہے خضاب کیا اور اکثر اوقات میں ترک کیا ہو جس نے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا مقام یہ ہے کہ خضاب افضل ہے یا ترک کرنا اس

Marfat.com

کا بعضوں نے کہا کہ ترک افضل ہے اس لیئے کہ تغییر پیری سے نہی وارد ہے اور علما نے کہا کہ خضاب افضل ہے اس واسطے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبرؓ حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضی زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعضی سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ حضرات عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور ہم حنفیوں کا یہ مذہب یہ ہے کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں مذکور ہے نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور اصح قول میں خضاب سیاہ حرام ہے اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق میں ہے اور غازیوں کو حرام نہیں کافروں پر رعب ڈالنے کے واسطے اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اس کا یہی محمل ہے قالہ الحموی کذا فی الطحطاوی م میں نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہے جو وسمہ کے سوا اور چیزوں سے ہو اس واسطے کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک مخضوب بہ وسمہ تھی واللہ اعلم کما یجوز ان یاکل متکئا فی الصحیح لما روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اکل متکئا مجمع الفتاوی جیسے جائز ہے کھانا تکیہ لگا کر قول صحیح میں اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے کھانا کھایا تکیہ لگا کر کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بلیتہ نفر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب لفرار النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر میں سو وہ بھاگا میدان کی طرف تو یہ مکروہ نہیں بلکہ بھاگنا مستحب ہے بدلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شئ بقدر اللہ تعالیٰ فلا باس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جب کہ انسان نکلا اس شہر سے جس میں وبا ہے سو اگر وہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالیٰ کی تقدیر سے ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اس کے نکلنے میں وبا کے شہر سے اور وہاں جانے میں جہاں وبا نہیں ہے اور اگر اس کے نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر وبا کے شہر میں گیا تو اس میں مبتلا ہوگا تو اس کو یہ مکروہ ہے تو وہاں نہ جائے اور نہ وہاں سے نکلے تاکہ اس کا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف میں محمول ہے کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو ولیس لہ ذلک بزازیۃ وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر میں ہے کہ وہاں اس سے زیادہ تر کوئی عالم نہیں اس نے جہاد کا ارادہ کیا تو اس کو یہ جائز نہیں ہے چنانچہ بزازیہ وغیرہا میں ہے م یہ قول محمول ہے اس جہاد میں جو ہنوز فرض عین نہیں ہو گیا اس واسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانوں کو زیادہ تر ہے ثواب میں اس جہاد کے ثواب سے جو فرض عین نہ ہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہے قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یاخذ من المرابحۃ التی جرت بینہما الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین قنیۃ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للجانبین قد قدمتہ قبل فصل القرض مدیون نے دین مؤجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا اور مدیون مر گیا سو اس کے مرنے سے دین حال ہو گیا یعنی مؤجل نہ رہا فی الحال واجب الادا ہو گیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اس منفعت سے جو دائن اور مدیون میں ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہے علمائے متاخرین کا چنانچہ قنیہ میں مذکور ہے اور اسی کا فتویٰ دیا ہے مرحوم ابو السعود آفندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت جانبین کو اس کی وجہ مذکور کی ہے اور مترجم میں نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خرید کی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مر گیا تو صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع کے لے اور پانچ درم چھوڑے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی آخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ آخر کنز الدقائق میں ہے کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہے کہ ہر چالیس دن میں ایک بار قرآن مجید کو ختم کرے م اس واسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت قال تعالیٰ افلا یتدبرون القرآن خاتمہ قرآن خواں پر سلام کرنا چاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا اور نہ دینا دونوں درست ہیں قول صحیح میں اور جب قاری آواز سنے

ف۱: جواز خضاب وسمہ ۱۲۔ ف۲: قرآن کے احکام۔ لہ: کیا نہیں سمجھتے قرآن کو ۱۲۔

Marfat.com

تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سُنے اور جب نبی کا نام قرآن میں آوے تو اس پر صلوٰۃ واجب نہیں امامؒ سے روایت ہے کہ جس نے قرآن کو سال میں دو بار ختم کیا تو اُس نے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نہ کرے مگر باپ یا معلم یا عالم کے واسطے قنیہ میں ہے کہ ہر مہینہ میں ایک بار ختم کرے اور مستحب ہے کہ اُس کے واسطے تطہیر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اُس مکان کو قنادیل اور شموع سے روشن کرنا اور اہل وعیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور اُن کے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کمتر مدت میں ختم نہ کرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایک بار اُس کو قرآن سناوے جو اس سے زیادہ تر جانتا ہو اور بہترین اوقات قرآن کیواسطے ماہ مبارک رمضان ہے اور بازار میں اور سرائے کے واسطے اور ناپاک مکان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نہ رکھے اور مصحف کو رکھ نہ چھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ مہجور اور متروک نہ ٹھہرے اور اگر اُمی آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قرآن کو اپنی عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہو گیا ہو کہ اس میں پڑھنا ممکن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر بغلی قبر کے مانند کھود کر دفن کر دے یا اُس کو دھو ڈالے یا ایسی جگہ میں رکھ دے جہاں نجاست اور ملحدوں کے ہاتھ نہ پہنچیں اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کعبہ معظمہ کی طرف پاؤں پھیلانا نوم یا غیر نوم میں مکروہ ہے اور جو قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہے جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں نے اس سے زیادہ تر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ مرد آیت یا سورت سیکھ کر بھول گیا نسیان سے مراد ہے کہ اس کو مصحف سے پڑھنا ممکن نہ ہو اور لیٹ کر قرآن پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لے اور اگر لڑکا گھر میں قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو ترک سماع میں معذور ہیں اگر اُنھوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحاوی ملتقطا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم ؏

Marfat.com

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل میں م فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت میں بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع میں فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اس واسطے نام رکھا کہ سہام مقدر مقطوع مبین ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں تو اس میں لغوی معنی اور شرعی دونوں یکجا ہو گئے کذانی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار ہی باصول من فقہ وحساب تعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض علم ہے فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے م اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہیں اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اس کے تین ہیں وارث اور مورث اور موروث اور شرط اس کے تین ہیں مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اس کے آگے مذکور ہوں گے اور اس علم کے استخراج کے تین اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کے ارث مغیرہ اور ابن سلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور اصل ثالث اجماع امت ہے چنانچہ دادے کی ارث عمر فاروق رض کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں کذانی الطحاوی مختصر او الحقوق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہاں پانچ ہیں باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنے حقوق کا منحصر ہونا پانچ میں حصر استقرائی ہے نہ حصر عقلی لان الحق اما للمیت او علیہ اولا ولا اس واسطے کہ حق متعلق بہ ترکہ میت یا میت کا ہے یا میت پر ہے یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول التجہیز والثانی اما ان یتعلق بالذمۃ وہو الدین المطلق اولا وہو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنے میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہیں اور وہ متعلق بعین ہے والثالث اما اختیاری و ہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے جس میں اختیار کو کچھ دخل نہیں وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے وسمی فرائض لان اللہ تعالے قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اس لیے کہ حق تعالے نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اس کو ظاہر اور روشن کر دیا جیسے دن کو روشن کر دیا اپنے آفتاب سے م میراث کو قسمت کیا یعنے ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرا دیا اور اس کی تقدیر ملک مقرب اور نبی مرسل پر مفوض نہیں کی اور ہر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود کلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوۃ اور زکوۃ اور صوم اور حج وغیرہا سے کہ ان میں نصوص مجمل ہیں سنت نبویہ میں اس کا بیان واقع ہوا کذانی المنح قلت ولذا سماہ صلے اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص لا غیر واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری میں کہتا ہوں اور اسی واسطے یعنے بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہے اور گاہے قیاس سے م بیان اس کا یہ ہے کہ علم یا فقط نص سے ثابت ہے یا نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہے وہ فرائض کے سوا اور علوم دینی ہیں اور نص سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت

Marfat.com

سے ثابت ہیں وقیل التنصیف بالموت وغیرہ بالحیوۃ اور بعضوں نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے م یعنی فرائض نصف علم اس واسطے ہوا کہ انسان کے دو حال ہیں موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف میں فرائض کو نصف علم فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہے م یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری چنانچہ ارث تو اس واسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وہل ارث الحی من الحی ام من المیت المعتمد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندے کو زندے سے ہوتی ہے یا مردے سے معتمد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہے مردے کا کذا فی شرح الوہبانیہ م شرح وہبانیہ میں ہے کہ ارث کے وقت میں علما کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزء اجزاء حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اس واسطے کہ جب تک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اس کا وارث اس حالت میں مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصوں کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہیں کرتیں کذا فی الطحطاوی یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کی جائے میت کے اس ترکہ سے جو خالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس بثمن ہے اور اجارہ کا گھر م ترکہ لغت میں بمعنی متروک ہے اور اصطلاح میں ترکہ وہ مال ہے جس کے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل وعیال ترکہ سے خارج ہو گئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکھا پھر راہن مر گیا اور باغ مرتہن کے پاس ہے اور راہن نے سوائے باغ کے کوئی مال نہیں چھوڑا تو مرتہن کا دین مقدم ہے راہن کی تجہیز وتکفین پر کیوں کہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر ادائے دین کے بعد کچھ باقی رہے گا تو تجہیز میں صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت یہ ہے کہ غلام نے اپنے مولیٰ کی حیات میں کسی کو قتل کیا اور مولیٰ کا کچھ مال نہیں سوائے غلام کے اور مولی مر گیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہے مولی سے ہاں اگر دیت دے کر کچھ باقی رہے تو اس سے مولیٰ کی تجہیز وتکفین ہو گی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ اس پر لوگوں کے دین ہیں مالک کی زندگی میں پھر مالک مر گیا اور اس کا کچھ مال نہیں سوائے اس کے تو ارباب دیون مقدم ہیں تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہیں کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہیں سوائے اس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اس کی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مر گیا سو اجارہ فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوائے اس گھر کے کچھ اور ترکہ نہیں چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہیں ہوئے تکفین پر مگر بسبب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے سو یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہو گئے تھے بتجہیزہ یعم التکفین من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کی جائے میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے چنانچہ کفن مسنون یا بقدر اس کے جو میت اپنی زندگی میں پہنتا تھا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی شامل ہے م ضوء السراج میں ہے کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہے شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد

Marfat.com

کے کفن میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی میں دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اس کا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہیٰ اور شارح کی عبارت میں لفظا او معنی واو کے ہے تو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اس وقت دیا جائے گا جب کہ ادائے دین میں قصور نہ ہوتا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہونے سے ضرر ہوتا ہو ادائے دین میں تو کفن کفایت دیا جاوے گا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہیں جدید ہوں یا مغسول اور عورت کے اسی طرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحطاوی ولو بلی کفنہ فلو قبل تفسخہ کفن مرۃ بعد اخری اور اگر میت کا کفن تلف ہوگیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اس کو کفن دیا جاوے گا تلف ہونے کے بعد ہر بار م توضیح اس کی یہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے قبر میں تو وارثوں پر اس کو کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہے تو اول بار کی طرح اس کو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہو اور اگر درست نہ رہا ہو تو اس کے ترکہ سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیے اور اسی طرح کرنا چاہیے اگر چند بار کفن چورایا گیا ہو ادائے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثوں میں ترکہ قسمت ہوگیا اور قضاء دیون اور نفاذ وصیت ہو چکی تو وارثوں سے کفن کے واسطے استرداد ہوگا بقدر ان کے میراث کے اور انس سے کفن دیا جاوے گا اسی طرح ہر بار ہوگا تابقاء مال میراث کذا فی الطحطاوی وکلہ من کل مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاوے گا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد میت کی تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جن کا مطالبہ ثابت ہے عباد کی جہت سے م جہت عباد کی قید سے وہ دین خارج ہوگیا جس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے چنانچہ زکوۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین الصحۃ علی دین المرض ان جہل سببہ اور صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہ ہو م صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اس کا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہوا مرض کی حالت میں یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کے واسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کے واسطے والا فسیان کما بسطہ السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اس کو شرح بیان کیا ہے م معلوم ہونا سبب کا اس طرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جس کا ثبوت بطریق معائنہ کے معلوم ہوا چنانچہ اس نے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقۃ صحت کا دین ہے اس واسطے کہ اس کا وجوب اس کے اقرار کے سوائے اور طرح بھی معلوم ہوا لہٰذا وہ دین صحت کے برابر ہوگیا حکم میں انتہیٰ کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی وسط ضعیف قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کالرہن اور وسط وہ ہے جو گواہوں یا صحت کے اقرار سے یا مرض معائنہ سے ثابت ہو اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کے مانند ہے تو اس میں وارثوں کے تصرفات نافذ نہ ہوں گے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہے یا برابر ہے اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات میں دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ تابقاء قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی قیاس المرہون شرح ملتقے میں ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اس واسطے کہ وارث اس صورت میں مالک اس کے نہیں کذا فی الطحطاوی واما دین اللہ فان اوصی بہ وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والالا اور دین حق تعالیٰ کا چنانچہ زکوۃ سو اگر میت نے اس کے ادا کرنے کی وصیت کی

Marfat.com

تو اس کا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں م دین خدا چنانچہ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارت تو اگر میت نے مثلاً اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنے اپنی طرف سے مال دے کر اسقاط کیا تو بعضوں کے نزدیک نمازیں میت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اس واسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہے اور اس واسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تا کہ احتیاط مرتبہ ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے مانند اس واسطے کہ جواز کی دلیل یہاں تو گنجائش رحمت الٰہی اور اس کے کمال کرم اور فضل کی امیدواری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف میں یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خراج دین ہے اس واسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہے برخلاف زکوٰۃ کے اس واسطے کہ اس میں تملیک مال واجب ہے بغیر اس کے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد میت کی وصیت مقدم کی جائے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے جس کو اختیار شرح مختار میں مختار کہا ہے م وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت معینہ وہ ہے جو شے معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضوں نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعینہ ثلث مال کی وصیت کرے اس طرح کہ مثلاً تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں اختیار کے مانند تاتارخانیہ سے منقول ہے یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہیں تو موصی لہ وارثوں کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وصیت جاری ہو اس مال کی تہائی سے جو باقی رہ گیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد م وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجہیز اور ادائے دیون کے یا بشرط وجود ایک کے جب کہ دوسرا امر نہ پایا جائے اور اگر تجہیز اور دیون دونوں نہ پائے گئے اس طرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندے نے اس کو کھا لیا اور وہ کسی کا مدیون نہیں تو تمام کی تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہیں یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جس قدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال خیر قسمت سے ساقط کیا جائے نہ اس قدر کو جدا کرنا باقی مال سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی میں مقدم نہیں کی گئی دین پر مگر اہتمام کے واسطے بسبب ہونے وصیت کے مظنہ تفریط کا م یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہے اور کلام مجید میں وصیت دین پر مقدم ہے[1] شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظور ہوا بمظنہ تفریط کے اس واسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور اس واسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش کر کے لے سکتے ہیں تو اس کے ادا کرنے میں احتمال تھا تفریط کا بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہیں لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا ادائے وصیت کی ترغیب کے واسطے ثم رالجا بل خامسا یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچویں مرتبے میں باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جائے میت کے وارثوں میں م صرف ترکہ میں پہلے تجہیز اور تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہیں چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم

---

[1] یعنی آیت مواریث میں من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین مذکور ہے ۱۲

Marfat.com

میراث کا پانچواں مرتبہ ٹھہرے گا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہاں ہے جہاں حقوق متقدمہ پائے جاویں اور اگر حقوق مذکورہ نہ ہوں تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہاں ہے جہاں وارث متعدد ہوں اور اگر ایک ہی وارث ہے تو تمام مال اسی کا ہے سوائے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہیں پاتے رد مح الشروح میں ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علماء فرائض کے عرف میں وارث وہ ہے جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے اس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے و بایں معنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے والے ہیں بعد فنا خلائق کے ولیکن نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق میں ماخوذ نہیں اس واسطے کہ وہ نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے کذافی الطحطاوی ملخصاً ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب مراد وارثوں سے وہ لوگ ہیں جن کی ارث کلام مجید سے ثابت ہے ہم کتاب اللہ میں باپ اور ماں اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹوں اور بھائی اور بہنوں کی میراث ثابت ہے او السنۃ کقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اطعموا الجدات السدس یا جن کی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ ان کو دو ہم جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہے اسی طرح سگی بہنوں کی بیٹیوں کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہو اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار میں ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہیں اس واسطے کہ اہل شرع کے عرف میں مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذافی الطحطاوی او الاجماع کجعل الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جن کی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا ہم اجماع امت سے مراد اتفاق رائے مجتہدین امت محمدی ہے حکم شرعی پر جس زمانے میں کہ واقع ہو اور مراد ان سے اہل حل و عقد ہیں اس واسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور اسی طرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذافی الطحطاوی فیستحق الارث ولو لمصحف بہ یفتی وقیل لا یورث وانما ہو للقاری من ولدیہ صیرفیۃ باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعاً وولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولاء سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ متروکہ مصحف ہو اسی قول کا فتویٰ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف تو میت کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذافی الصیرفیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں ہم نکاح فاسد وہ جس میں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہ ہو اور نکاح باطل چنانچہ متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونوں سے متعلق ہے مانند حق موصی لہ کے تو ایک وارث کو نہیں پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ آپ لے اور اس کی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر ان کی رضامندی سے یہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسی واسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کریں کذافی الطحطاوی والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول میں اس کو بیان کیا ہے فیبدأ بذوی الفروض ای السہام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کی جائے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں ہم سہام مقدرہ یعنی جو حصے کہ معین اور مصرح ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ یہ ہیں

Marfat.com

نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی اور آٹھواں اور دو تہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ ثم اثنا عشر عشرۃ من النسب ثلثۃ من الرجال وسبعۃ من النساء واثنان من السبب وہما الزوجان اور تمام اہل فرض بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے جن میں تین مرد ہیں اور سات عورتوں سے اور دو سبب کی راہ سے اور وہ زوجہ اور زوج ہیں تین مرد سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور زوجین وارث سببی ہیں ثم بالعصبات ال للجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للازدواج النسبیۃ لانہا اقوی پھر اہل فرض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملے گی اس واسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اس میں واحد اور جمع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فرض کے مناسبت کے واسطے ہے ثم عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنی معتق پر[1] اس واسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اس واسطے کہ وہ قرابت حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کی وجہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وہو العصبۃ السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کی جائے آزاد کرنے والے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہے ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنے والے کے بعد ارث شروع کی جائے آزاد کرنے والے کے عصبات ذکور سے اس واسطے کہ عورتوں کو ولاء سے کچھ حق نہیں سوائے اس کی ولاء کے جس کو انہوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اس کی میراث پاوے گی اور اگر اس کے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اس کی میراث عورت کو نہ ملے گی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد مر گیا اور اس نے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اس کی میراث فقط بیٹا پاوے گا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو ان کا کچھ حق نہیں انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات مذکورین سے کوئی نہیں تو باقی مال پھیرا جاوے گا اہل فرض نسبی پر بقدر ان کے حقوق کے یعنی بقدر نسبت ان کے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاوے گا اور صاحب ربع کو ربع کذا افادہ ابن الکمال ثم اہل فرض نسبی کی قید سے اہل فرض سببی چنانچہ زوجین خارج ہو گئے اس واسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاوے گا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کو بھی دوبارہ دیا جاوے گا ابن الفاروقی نے کہا کہ اس زمانہ میں رد علی الزوجین پر فتوی ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال میں نہ رکھا جائے بلکہ انہیں کو یعنی زوجین کو پھیر دیا جائے کیوں کہ وہ اقرب ہیں میت کی طرف من جہۃ السبب بہ نسبت اور شخصوں کے اور اسی طرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی روح الشروح اور حاشیہ عجم زادہ میں قنیہ سے ہے کہ بنات معتق اور اس کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں ہمارے زمانہ میں جن کے معتق کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اسی طرح ہمارے زمانے میں زوجین پر رد میراث ہوگا اور اس نے مرصاد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہے انتہی پھر عجم زادہ نے کہا کیوں کر اس پر فتوی نہ ہو کہ ہمارے زمانہ میں بیت المال نہیں بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانے میں تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کرتے اور فرائض عبد الواحد شہید میں بھی اسی طرح رد علی الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہے اور روح الشروح میں قنیہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف باقی عالم مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ثم ذوی الارحام پھر ذوی الارحام یعنی جب اہل فرض نسبیہ اور عصبات مذکورہ نہ ہوں تو ترکہ میں ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں احد الزوجین ہوگا تو اس کا فرض حصہ دے کر جو باقی رہے گا وہ ذوی الارحام کو دیا جاوے گا اس واسطے کہ زوجین اہل رد سے نہیں ہیں

---

[1] آزاد کنندہ ۱۲

تو جیسے اہل فرض کے نہ ہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح اہل فرض کے باقی رہے مال سے بھی ان کو دیا جاتا ہے قال الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جن کا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ میت کی ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں یا اس کے باپ کی طرف سے اور لغت میں ذو رحم قریب من جہتہ الام کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی ثم بعدہم مولی الموالاۃ کما مر فی کتاب الولاء پھر بعد اصناف مذکورین کے مولائے موالاۃ ہے چنانچہ بیان اُس کا کتاب الولاء میں گذر گیا م یعنی جب کہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہ ہو تو مولائے موالات میراث پاوے گا موالاۃ لغت میں بمعنی دوستی کے ہیں اور اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنے دوست ہے میرے مال کا تو وارث ہونا جب کہ میں مروں اور میری طرف سے خونبہا دینا اگر میں کسی کو قتل کر دوں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہو گئی اور قائل اس کلام کا اُس کا مولی ہوا اُس کا وارث ہوگا جب وہ مرے گا اور دیت دے گا اس کی طرف سے جب وہ جنایت کرے گا ہم حنفیوں کے نزدیک خلافاً للشافعی اور اگر دونوں طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال نے کہا شرائط ولاء یہ ہیں کہ وہ شخص آزاد ہوا اور عجمی ہو اور عربی نہ ہو اور نہ اُن کے موالی سے ہو اور عقد ولاء کے وقت اُس کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اس کی طرف سے بیت المال یا مولائے موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اُس کے مجہول النسب ہونے یا نہ ہونے کی شرط میں اختلاف ہے اور اسی طرح اسلام کی اشتراط میں اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً وله الباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولاء موالاۃ کا ہے سید شریف نے اس کو ذکر کیا ہے م وارث ہونا مولائے موالاۃ مروی ہے حضرات عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوا اس پر ابراہیم نخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہے اور اس پر دلیل ہے قولہ تعالی والذین عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاۃ کا ہے اور امر ہے وجوب کے واسطے اور نصیب کی اضافت ان کی طرف اختصاص پر دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بر سبیل احسان اور معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فاتوہم نصیباً اور اس بیان سے دفع ہو گیا وہ قول کہ آیۂ کریمہ میں قسم مراد ہے اس واسطے کہ اس وقت میں فاتوہم نصیبہم اس سے مرتبط نہیں ہوتا بلکہ مراد صفقۃ بالیمین ہے بنا بر عادت کے اس طرح پر کہ ہر واحد متعاقدین سے دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے معاقدہ کے وقت اور احادیث اس میں بہت ہیں از آں جملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہے اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہے تو زیادہ تر حق دار ہے اس کی زندگی اور موت میں انتہی یعنے زندگی میں اس کی طرف سے دیت جنایت کی دے اور موت کے بعد اس کی میراث لے کذا فی الطحطاوی ملخصاً عن ضوء السراج وشرح الاکمل ثم المقر له بنسب علی غیرہ لم یثبت پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میراث پاوے گا جس کے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اس طرح پر کہ اس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہیں ہوا م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد کو کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو زید مقر ہے اور خالد مقر لہ اور عمر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنے جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اس کا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہیں اور اس نے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اس کا مال بطریق میراث کے پاوے گا لیکن مقر کے باپ سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ اس کی میراث پاوے گا اس واسطے کہ آدمی کا اقرار اس کی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اس طرح پر کہ اس کا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہیں جب کہ مقر مر جائے اسی اقرار کے اصرار پر چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ یہ میرا بھائی ہے یا ابن اور مانند اس کے انتہی

۱؎ اور عرب سے اقرار باندھا تم نے پہنچاؤ ان کو ان کا حصہ ۱۲ ۲؎ یعنے دو ان کو کوئی حصہ

Marfat.com

فلو ثبت بان صدقہ المقر علیہ او اقر بمثل اقرارہ او شہد رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ وزاحم الورثۃ وان رجع المقر تو اگر مقرلہ کا نسب ثابت ہو گیا اس طرح کہ مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اب اس کا نسب حقیقۃً ہو جاوے گا اور مقرلہ مقر کے وارثوں سے مزاحمت کرے گا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جائے م مقرلہ کی تصدیق طرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہاں خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے اور اسی طرح مقر کے وارثوں کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہوں مثلاً زید کی اولاد یوں کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اس طرح ہو کہ وہ کہے بعد دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہر چند رجوع اقرار سے منع ارث میں معتبر ہے لیکن جب مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہ ہوگا اور مانع ارث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقرلہ قبل رجوعہ وتمامہ فی شروح السراجیۃ سیما روح الشروح وقد لخصتہ فیما علقتہ علیہا اور اسی طرح نسب مقرلہ کا ثابت ہوگا اگر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اس کا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرحوں میں مذکور ہے خصوصاً روح الشروح میں اور البتہ میں نے اس کا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح میں م طحطاوی نے کہا کہ شارح اس میں یعنی تصدیق مقرلہ سے اثبات نسب ہونے میں مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہ قول بلا وجہ ہے اس واسطے کہ مقرلہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور شرح مصنف کی اخیر عبارت[1] اس میں صریح ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقرلہ کی انتہی مختصراً ثم بعدہم الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لے گا جس کے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو م اس واسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کی طرف صرف بلا اضرار نقصان[2] شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اس کے کہ اگر اس کا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہ ہوگا کہ اس میں اس کی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثوں کے سبب سے ممنوع تھی پھر جب کہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جس کے واسطے جو موصی معین کر دے گا وہ پورا اس کا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقرلہ لانہ نوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہیں کیا گیا مقرلہ مگر اسی وجہ سے کہ مقرلہ میں ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اس میں قرابت کا کچھ احتمال نہیں م یعنی حال مقرلہ کا قوی تر ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق ہو اپنے اقرار میں بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی اقرار پر مقر مر گیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم لیوضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئاً للمسلمین پھر مراتب تسعہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال میں رکھا جائے ارث کی راہ سے نہیں بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لاوارثی مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے م روح الشروح میں ہے کہ علی مرتضیٰؓ سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام میں بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھتا تو اس کا حق بیت المال میں ہر سال دو سو درم ہے اور ایک روایت میں دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا میں نہ پاوے گا تو آخرت میں لے گا اور شرح مختصر طحطاوی میں ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج ہے بیمار دل کا اور اکفان موتی[3] اور نفقہ لقیط اور جو عاجز ہو کسب اور پیشے[4] سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وموانعہ علی ما ہنا اربعۃ اور موانع ارث کے برابر اس

---

[1] قال الطحطاوی ولفظ المصنف فی شرحہ فلا ینفع المقر رجوعہ عن اقرارہ لان نسب المقرلہ قد ثبت عن المقر علیہ ومن ضرورۃ ثبوت نسبہ ارثہ من المقر ویصیر ارثہ من المقر لتصدیق المقر علیہ او باقرارہ لا باقرار المقر فیکون اقرار المقر وعدم اقرارہ بمنزلۃ فلا ینفعہ رجوعہ انتہی بحروفہ ۱۲

[2] نقصان ۱۲

[3] کفن مردوں کا ۱۲

[4] پائے ہوئے جاندار کا ۱۲

مقام کے چار ہیں م جب اسباب ارث کے مذکور ہو چکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اس واسطے کہ ہر چیز کے تحقق میں فقط سبب کا وجود کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضروری ہے مانع وہ ہے جس کے ہونے سے مقتضائے سبب نہ ہو سکے ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال میں یا اس کے حق میں جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولاء کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولاء حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص ماضی کے مانند ہو جائے میت حکمی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ مفقود بعد گذر جانے اس کی مدت کے داخل ہو جائے اور اسی طرح مرتد جب کہ دار الحرب میں لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولاء میں حکمی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ داخل رہے وہ نسب اور نکاح اور ولاء جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی مختصاً **الرق** ولو ناقصا کمکاتب وکذا مبعض عند ابی حنیفۃ رح و مالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو چنانچہ غلام مکاتب اور اسی طرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہیں امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ہو حر فرث ویحجب وقال الشافعی لایرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من الحریۃ اور صاحبین رح نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہو گا اور غیر کا حاجب ہو گا اور امام شافعی رح نے کہا کہ وہ وارث نہ ہو گا بلکہ اس کا مال اس کے وارث کو ملے گا اور امام احمد رح نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہو گا بقدر اس کے حریت کے جو اس میں ثابت ہے[1] وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الرقیق مع رق کلہ صورتہا مستامن جنی علیہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا بسرایۃ تلک الجنایۃ فدیتہ لورثتہ ولم ارہ لائمتنا فلیحرر اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں رقیق کا مال موروث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام کچھ بھی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حربی مستامن پر دار الاسلام میں جنایت واقع ہو یعنی کسی نے اس کو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب میں لاحق ہوا پھر وہاں گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کی حالت میں اسی زخم کی سرایت سے مر گیا تو اس کا خون بہا اس کے وارثوں کا ہے اور یہ مسئلہ ہم نے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا تو اس کی تنقیح اور تحریر کرنا چاہیے **والقتل** الموجب للقود او الکفارۃ وان سقطا بحرمۃ الابوۃ علی ما مر اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہو جائے[2] چنانچہ کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکا م قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں وہ مانع میراث کا نہیں چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنواں کھودا یا پتھر رکھا اور اس کا مورث اس میں گر کے مر گیا تو کنواں کھودنے والا اور پتھر کا رکھنے والا اس کی میراث سے محروم نہ ہو گا وعند الشافعی لایرث القاتل مطلقا اور امام شافعی رح کے نزدیک قاتل مطلقا وارث نہیں ہوتا خواہ اس کا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہ ہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور اگر قاتل مر گیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہو گا بالاتفاق م قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے **واختلاف الملتین** اسلاما وکفرا اور تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے م یعنی اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر یا عکس اس کے تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہو گا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں چنانچہ ایک یہودی اور نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہیں ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمۃ الترکۃ ورث اور امام احمد رح نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہو گیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے تو وارث ہو گا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال میں

---

[1] یعنی اگر مثلاً چوتھائی آزاد ہو گا تو اس کا چوتھائی مال موروث ٹھہرے گا اسی طرح اگر آزاد ہونے کی صورت میں کسی قدر میراث پاتا تو اس صورت میں اس کا چہارم پا دے گا اور جس حصہ دار کا حاجب ہوتا اس کے چہارم حصہ کا حاجب ہو گا ۱۲ [2] یعنی جس صورت میں کہ باپ مثلاً بیٹے کو قتل کرے ۱۲

Marfat.com

تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے م میراث جاری ہے مرتد کے اس مال میں جو اس نے زمان اسلام میں کسب کیا اس واسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سے مستند ہے حالت اسلام کی طرف سے کیونکہ ارتداد سے وہ مالک ٹھہرے گا کہ مقصود زندگی سے ایمان تھا سو اس سے فوت ہو گیا اور جس کا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہے بدلیل قولہ تعالیٰ او من کان میتا فاحییناہ یعنے جو کافر تھا اس کو ہم نے ہدایت کیا لیکن اس پر بھی مرتد سے ہنوز بسبب اعتبار اور تذکیر اور جبر علی الاسلام کے مقصود کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہ ہوگا جب تک قطع امید نہ ہو جاوے اس کی قتل یا موت یا قضاء[1] باللحاق سے پھر جب امید قطع ہو گی کسی وجہ مذکور سے تو وہ میت ٹھہرے گا ارتداد کے وقت سے تو اس کا مسلم وارث اس کی میراث پاوے گا اور جو اس نے ارتداد کی حالت میں مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہو گئی تو امام اور صاحبین سب کے نزدیک دونوں حالتوں کے مال وارث مسلم کے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونوں کسب کا مال بیت المال میں رکھا جاوے گا کذا فی الطحطاوی مخلصاً قلت وذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الکافر وصورتہا کافر مات من زوجۃ حاملا ووقفنا میراث الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم ارہ صریحا لائمتنا یعنی کہتا ہوں اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک کافر مر گیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اور ہم نے حمل کی میراث اٹھا رکھی سو اس کی زوجہ مسلمان ہو گئی پھر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور میں نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام میں صریحاً نہیں دیکھا م اسلام میں لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارین فیما بین الکفار عندنا خلافاً للشافعی اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنے دو ملکوں کا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف شافعی کے م اختلاف دار وہ ہوتا ہے لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اس واسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہے یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہیں رہتی کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چند قسم ہے اول یہ کہ حقیقۃً اور حکماً دونوں طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دارالحرب میں اور کافر ذمی دارالاسلام میں اور ثانی یہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانے پر تیار ہے ساتھ اس ذمی کے جو دارالاسلام میں ہے یا دو کافر حربی دو ملک کے دارالاسلام میں مستامن ہیں یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دارالحرب میں اور تیسرا یہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دارالاسلام میں ساتھ اس حربی کے جو دارالحرب میں ہے اور وہ دونوں ایک ہی ملک کے ہیں اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلے دونوں قسمیں ہیں نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہے خواہ اس کے ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک اس کے بالعکس ہے تو ذمی اور مستامن میں ان کے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث میں توارث نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی حقیقۃ کحربی وذمی اختلاف دار کا حقیقۃً ہو چنانچہ حربی اور ذمی میں م یعنے حربی مر گیا دارالحرب میں اور اس کا باپ یا بیٹا ذمی ہے دارالاسلام میں تو ذمی اس حربی کا وارث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ذمی دارالاسلام میں مر گیا اور اس کا باپ یا بیٹا دارالحرب میں ہے تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی او حکما کمستامن وذمی وحربیین من دارین مختلفین کترکی وہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکماً ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دارالاسلام میں یا چنانچہ دو حربی دو ملکوں مختلف کے چنانچہ ترکی اور ہندی تو ان میں توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت[3] کے درمیان ان کے م قولہ کحربیین کو اگر اس پر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں میں ہیں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ من قبیل اختلاف دارین کے ہے حقیقۃً تو اختلاف حقیقی کے مثال میں اس کو ذکر کرنا تھا اور اگر اس پر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دارالاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃً اور دو ملک مختلف میں ہیں حکماً تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے کحربیین

[1] زبردستی مسلمان کرنا ۱۲ [2] دارالحرب میں مل جانے کا حکم ۱۲ [3] یعنی حرف جان کا ہر ایک کو ایک دوسرے سے دور نہیں ہوتا ۱۲

Marfat.com

کے کستا مینن کمتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اس طرح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے
جب اس کو پاتا ہے تو اس میں اس کلام کی طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونوں
دار مختلف نہیں ہیں یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہیں کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے م یعنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع
میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق میں متحقق ہوتا ہے نہ مسلمین کے حق میں
اس واسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور اہل عدل کا علیحدہ اس واسطے کہ دارالاسلام دارالاحکام
ہے تو اسلام کا حکم ان سب کو شامل ہے تو ان میں تباین نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دارالحرب تو دارالاحکام نہیں بلکہ دار قہر ہے تو وہاں
اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہے انتہی اور درر الشرح میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اس واسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت
اور تباعد اُس کے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر میں چنانچہ کافروں کے دین باوجودیکہ نفس الامر
میں کثرت سے ہیں ایک دین ہے شارح کی نظر میں کذا فی الطحطاوی قلت وبقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی والقتلی کما سیجیٔ
میں کہتا ہوں اور منجملہ موانع ارث کے باقی رہے تین مانع مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے
کے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا م یعنی اگرچند لوگ غرق یا حرق سے مرگئے تو ان میں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ
کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہیں اس واسطے کہ اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث
کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوائے اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جس نے استبہام تاریخ موتی کو مانع کہا اس نے خطا
کی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل او اکثر مبسوطۃ فی المجتبیٰ منہا ارضعت صبیا مع ولدہا وماتت وجہل ولدہا فلا توارث اور
منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلوں میں یا زیادہ مفصل مذکور ہے مجتبیٰ میں از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے
کو دودھ پلایا اپنے لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اس کا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکوں میں سے دایہ
کا کوئی وارث نہ ہوگا وکذا لو اشتبہ ولد مسلم من ولد النصرانی عند الظئر وکبر فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما زاد فی المنیۃ الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذا المیراث
بینہما اور اسی طرح اگر مشتبہ ہو جائے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونوں لڑکے بالغ ہوں تو وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث
نہ پاویں گے اپنے باپوں کی منیہ میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے مگر یہ کہ دونوں لڑکے آپس میں صلح کرلیں تو ان کو میراث لینا جائز ہے آپس میں نصفا نصف
یا جس قدر پر صلح ہو دسے م دونوں کا مسلمان ہونا تو اس وجہ سے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی[ش] صلح اس واسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انھیں کی ہے بلاشک
ان سے متجاوز نہیں مگر عدم تعین مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو جس قدر واقعی وارث کو پہونچا وہ تو اس کا حق ہے اور جو دوسرے کو پہونچا وہ ہبہ ہوگا مستحق
کے جانب سے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانہا اصل الاولاد اذ منہا تولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض کا بیان کیا زوجہ
کو سب سے مقدم کرکے اس واسطے کہ زوجہ اصل اولاد ہے کہ اسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع ولد او ولد
ابن وان سفل سو کہا مصنف نے تو مفروض اور معین ہے ایک زوجہ اور چند زوجات کے واسطے آٹھواں حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ
اگرچہ سافل ہو یعنی پوتا پر پوتا سرپوتا م ولد اور ولد الابن خواہ ذکر ہو خواہ انثے امی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے ہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہے اولاد
کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہوں تو آٹھواں حصہ آپس میں برابر بانٹ لیں گی عدم اولویت کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی والربع لہا عند

[ش] اسلام بالا ہوتا ہے اور پست نہیں ۱۲

عدمہما فللزوجات حالتان الربع بلا ولد والثمن مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو زوجات کے دو حال ہیں یعنی ربع بلا ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج فاکثر کما لو ادعی رجلان فاکثر نکاح میتۃ وبرہنا ولم تکن فی بیت واحد منہم ولا دخل بہا فانہم یقتسمون میراث زوج لعدم الاولویۃ مع احدہما ای الولد او ولد الابن اور زوج کا حصہ چوتھائی ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک زوج ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردوں نے یا زیادہ دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت ان مدعیوں میں سے کسی کے گھر میں نہ تھی اور نہ کسی مدعی نے اس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپس میں بانٹ لیں گے برابر عدم اولویت کی وجہ سے م اور اگر زوجہ زندگی کے نکاح کا چند مرد دعوی کریں اور گواہوں سے ثابت کریں تو گواہیاں ساقط الاعتبار ہوں گی اور عورت اس مدعی کی ہو گی جس کی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اس کے پاس نہ ہو جس کی اس نے تکذیب کی اور اس نے قربت بھی نہ کی ہو اور اگر دعوی میں تاریخ کا پس وپیش ہے تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہے کذا فی الطحاوی والنصف لہ عند عدمہما فللزوج حالتان النصف والربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو زوج کے دو حال ہیں نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وللاب والجد ثلث احوال الفرض المطلق وہو السدس وذلک مع ولد او ولد ابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہیں فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند عدمہما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی فرض سے دونوں کے نہ ہونے کے وقت یعنی جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لے گا بطریق عصوبت والفرض والتعصیب مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ م باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لے گا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لے گی اور جو باقی رہا اس کو باپ یا دادا بطریق عصوبت کے لے گا قلت وفی الاشباہ الجد کالاب الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ خمس فی الفرائض وباقیہا فی غیرہا میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ دادا باپ کے مانند ہے مگر تیرہ مسئلوں میں دادا باپ کے مانند نہیں پانچ مسئلے تو فرائض میں ہیں اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض میں ہیں م فرض کے پانچ مسئلے یہ ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲۔ یہ کہ میت نے جب کہ والدین اور احد الزوجین کو چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے ماں اس کی مابقی کا ثلث پاوے گی اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں اس کی مجمع مال کا ثلث پاوے گی طرفین کے نزدیک ۳۔ یہ کہ بنی اعیان[1] اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہیں باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے نزدیک ۴۔ یہ کہ آزاد کرنے والے کا باپ اس کے فرزند کے ساتھ سدس ولا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کے واسطے یہ نہیں ہے بلکہ تمام ولا بیٹا لے گا دادا کو کچھ نہ ملے گا باقی اماموں کے نزدیک ۵۔ یہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنے والے کا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کے واسطے مخصوص ہے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں میں مشترک ہے اور اگر دادا کے بجائے باپ ہوتا تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلوں کی یہ تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی اقربا زید کے واسطے مثلاً تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہ ہو گا دادا اس کا داخل ہو گا ظاہر الروایۃ میں ۲۔ یہ کہ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب ہوتا ہے نہ دادا پر ۳۔ یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے ولد کی ولاء کو اپنے موالی کی طرف کھینچے گا نہ دادا کے موالی کی طرف ۴۔ یہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہے اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵۔ یہ کہ اگر زید مر گیا اولاد صغار اور مال چھوڑ کر تو اس کی ولایت زید کے باپ کی ہے نہ زید کے دادا کو ۶۔ یہ کہ اگر صغار کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی

[1] بنی اعیان یعنی سگے بھائی بہن اور بنی علات یعنے سوتیلے بھائی بہن جن کی ماں جدا ہو اور باپ ایک ہو ۱۲

ولایت میں دونوں شریک ہیں اور امام ؒ کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجائے دادا کے باپ ہوتا تو اسی کو ولایت مخصوص ہوتی
بالاتفاق ہے۔ یہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہو گیا دادا کے ہونے سے اس کی یتیمی زائل نہیں ہوتی ۸۔ یہ کہ اگر میت مر گیا اور اس کی اولاد صغار
ہے اور مال نہیں ہے اور میت کی ایک ماں ہے اور دادا تو نفقہ صغار کا ماں اور دادا پر ہے اس طرح کہ تہائی نفقہ ماں پر ہے اور دو تہائیاں
دادا پر اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تمام نفقہ اسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ وزاد ابن المصنف فی زواہرہ اخری من الفصولین ضمن الاب مہر
صبیہ فادی رجع لو شرط والا لا ولو دلیا غیرہ او وصیا رجع مطلقا انتہی فقولہ لو ولیا غیرہ یعم الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح
ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ میں جس کا زواہر الجواہر نام ہے اشباہ کے تیرہ مسئلوں پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کر کے
وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے مہر کی ضامنی کی پھر مہر اس کا ادا کیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے بھر لے اگر اس نے ادا
کے وقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اگر شرط نہ کیا ہو تو رجوع جائز نہیں اور اگر باپ کے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی
کر کے مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقا" انتہی یعنے شرطا اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل
ہے تو دادا بھی وصی کے مانند مطلقا" رجوع کرے گا برخلاف باپ کے وللام ثلثۃ احوال السدس مع احدہما او مع اثنین من الاخوۃ
او من الاخوات فصاعدا من ای جہۃ کانا ولو مختلطین اور ماں کے تین حالات میں چھٹا حصہ ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی
یا دو بہنوں کے ساتھ بھائی بہن دو ہوں یا زیادہ کسی جہت سے ہوں اگرچہ ملے جلے ہوں م اگر ایک شخص مر گیا ماں اور فرزند چھوڑ کر خواہ فرزند
بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اس کی ماں کا حصہ سدس ہے قال اللہ تعالے ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد اس واسطے
کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے اور ولد الابن کو بھی عام ہے اور اس پر اجماع ہے امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد
صلبی کے ہے تو دیث ام میں اور اسی طرح ماں کا حصہ میت کے دو بھائیوں کے ساتھ یا زیادہ یا دو بہنوں کے ساتھ یا زیادہ سدس ہے
خواہ بھائی بہن سگے ہوں یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہوں یعنے ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلا اور تیسرا مادری والثلث عند
عدمہم اور ماں کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جب کہ اشخاص مذکورین نہ ہوں یعنے بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن وثلث الباقی مع
الاب واحد الزوجین اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھ م یہاں دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے
کہ ایک عورت زوج کو اور ماں کو چھوڑ کر مر گئی تو یہ تقسیم چھ سہم سے صحیح ہو گی نصف یعنے تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنے ایک سہم
ماں کا اور باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا ماں باپ اور زوجہ کو چھوڑ کر تو اس کی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہو گی
زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تہائی ماں کی یعنی تین سہم اور باقی چھ سہم باپ کے ہر چند ماتن نے ان دونوں حالتوں کو آگے ذکر کیا ہے
مگر شارح نے یہاں ذکر کر کے اشارہ کیا کہ ماں کے تینوں حالات ایک جگہ متصل ذکر کرنا بہتر تھا متفرق بیان سے کذا فی الطحاوی اور اگر
صورت مذکورہ میں بجائے باپ کے دادا ہو تو عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ ماں کو جمیع مال کا ثلث ملے گا انتہی والسدس للجدۃ مطلقا
کام ام او ام اب اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقا خواہ جدہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو یعنی نانی اور دادی دونوں جدہ صحیحہ ہیں اپنے ناتی
اور پوتے کے متروکہ سے چھٹا حصہ پاویں گی فصاعدا یشترکن فیہ اذا کن ثابتات ای صحیحات کالمذکورتین فان الفاسدۃ من ذوی الارحام
کما سیجئی متحاذیات فی الدرجۃ لان القربی یحجب البعدی مطلقا کما سیجئی ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہوں گی سدس
میں جب کہ جدات ثابتات یعنے جب کہ جدات صحیحہ ہوں چنانچہ دو جدہ مذکور ہو چکیں اس واسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام میں ہے نہ ذوی الفروض

Marfat.com

میں چنانچہ اُس کا ذکر ذوی الارحام میں آوے گا اور دوسری شرط میراث جدات میں یہ ہے کہ جمیع جدات درجہ میں متساوی اور برابر ہوں اس واسطے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقاً خواہ جدہ قریبہ حاجبہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو اور اسی طرح جدہ بعیدہ محجوبہ خواہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ اس کا بیان باب الحجب میں آوے گا کذا فی الطحطاوی م اکمل نے شرح سراجیہ میں کہا کہ ہر شخص کی دو جدہ ہوتی ہیں ایک ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں اسی طرح اس کے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم وحوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہیں صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہے جس کی نسبت الی المیت میں ایک باپ دو ماؤں میں داخل نہ ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ماؤں کے مابین میں باپ داخل ہو اس واسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھ ناطہ رکھتا ہے بواسطہ عورت کے وہ جد فاسد ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ تو نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہے اس واسطے کہ دو ماؤں میں یعنی میت کے مابین اور نانا کے مابین نانا واسطہ واقع ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہے اور جدات کے سدس کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک شخص کی نانی یعنے ماں کی ماں صدیق اکبرؓ کے پاس آئی اور بولی کہ میرے ناتی کا حصہ مجھ کو دیجیے صدیقؓ نے جواب دیا کہ میں تیرا حصہ کتاب اللہ میں منصوص نہیں پاتا ہوں اور تیری میراث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا ولیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہے پھر اُس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھ کو دیجیے تو صدیقؓ نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے کچھ حصہ نہیں پاتا ولیکن مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سدس تم دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اسی کا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل ملخصاً **والسدس لبنت الابن فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین** اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے م جب کہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو ان لوگوں کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ چنانچہ جدہ یا بعضی صورت میں جیسے پوتیاں اور پوتیوں کے چھ حالات ہیں تین حال[1] تو بیٹیوں کے مانند ہیں یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیوں کو یا زیادہ کو دو تہائیاں اور اگر پوتیوں کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہے تو بھائی ان کو عصبہ کر دے گا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیوں کو مخصوص ہیں ازانجملہ ایک تو وہ ہے جس کو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملے گا دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیوں کے ساتھ وہ ساقط ہوں گی لیکن اگر ان کے ساتھ بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا اسفل تو ان کو عصبہ کر دے گا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہ ہو[2] ان میں سے اور تیسرا حال یہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ جو کہا کہ سدس ملے گا دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے سو اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جب کہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنے نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنے ثلثین پورا ہو جائے کذا فی الطحطاوی **والسدس للاخت للاب فاکثر مع الاخت الواحدۃ لابوین تکملۃ للثلثین** اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنوں کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے م یعنے اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہے تو نصف ترکہ سگی بہن لے گی اور سدس سوتیلی کو ملے گا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنوں کے پانچ احوال ہیں اور یہی پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے بھی ہیں پہلا حال یہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاوے گی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنیں ثلثین پاویں گی تیسرا یہ کہ اگر ان کے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو ان کو عصبہ کر دے گا[3] چوتھا یہ کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں

۱؎ جس صورت میں کہ بیٹیاں نہ ہوں ۱۲ ۲؎ یعنی صاحب فرض اپنا فرض پاوے گی اسفل بھائی کے ساتھ عصبہ ہوگی ۱۲ ۳؎ یعنی تقسیم مال ان میں للذکر مثل حظ الانثیین ہوگی ۱۲

Marfat.com

لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اجعلوا البنات مع الاخوات عصبات پانچواں[۱] یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں بالاتفاق اور امام اعظمؒ کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی ہیں اور سوتیلی بہنوں کے دو حال اور بھی زیادہ ہیں تو سوتیلیوں کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے ساتھ سدس پاتی ہے چنانچہ ماتن نے اس کو بیان کیا ہے اور ساتواں حال یہ ہے کہ اگر سگی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں مگر یہ کہ ان کے ساتھ بھائی ہو تو ان کو عصبہ کر دے گا اور جب کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہو گی تب بھی سوتیلی بہنیں ساقط ہوں گی کذا فی الطحطاوی **والسدس للواحد من ولد الام والثلث لاثنین فصاعدا من ولد الام ذکورہم کاناثہم** اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مردان کی عورتوں کے برابر ہیں حصہ میں م اخیافی[۲] اور مادری بھائی بہن وہ ہیں جن کی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد سے شاکرہ نے نکاح کیا اس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہیں طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنوں کے تین حال ہیں ایک حال یہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاوے گا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو ثلث پاویں گے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع[۳] وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے سے وہ ساقط ہوں گے بالاتفاق اس واسطے کہ ان کی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتہی **والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس** کما مر اور تہائی ماں کے واسطے ہے جب کہ وہ لوگ نہ ہوں جن کے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنیں یا زیادہ ان سے نہ ہوں گی تب ماں کو تہائی ملے گی **ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین کما قدمنا** اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں شرح میں **وذلک فی زوجۃ وابوین وام فلہا حینئذ الربع** اور یہ یعنی تہائی مال کی زوجہ اور والدین میں ہے تو اس صورت میں درحقیقت ماں کے واسطے چوتھائی ہے م ام کا لفظ یہاں زیادہ کرنا اور اگلے مسئلہ میں بھول چوک[۴] ہے شارح کی اس واسطے کہ ام تو ابوین میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ نہیں کیا ثلث مابقی ربع ہے کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گزر گیا اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اس کی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہو گی کل مال کی چوتھائی یعنی تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنے نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنی بارہ سہم کی چوتھائی ہیں **او زوج وابوین وام فلہا حینئذ السدس** یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوج اور والدین میں تو اس وقت میں درحقیقت ماں کے واسطے سدس ہے م یہ صورت بھی ترجمہ میں مذکور ہو چکی کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اس کی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنے تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنے تین سہم کی ایک سہم ہے تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے یہاں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اس کو ثلث کیوں کہا شارح نے اس کا جواب قول آئندہ میں دیا وسمی ثلثا تادبا مع قولہ تعالیٰ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث یعنے اگر میت کا ولد نہ ہو اور

---

[۱] یعنی اس صورت میں اہل فرض سے بچا ہوا مال ان کو ملتا ہے ۱۲ [۲] اخیف اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ایک آنکھ سیاہ ہو اور دوسری سفید اس سے مختلف لوگوں اور مادری بھائیوں کو اخیاف کہتے ہیں ۱۲ [۳] وارث کی قید اس لئے ہے کہ اگر فرع غیر وارث ہو جیسے بیٹا کسی کا غلام یا قاتل ہو یا فرع الفرع غیر وارث ہو جیسے نواسا اور نواسی تو اخیافی اس صورت میں محروم نہ ہوں گے ۱۲ [۴] مگر نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں لفظ ام نہیں ہے نہ مسئلہ آئندہ میں شاید طحطاوی کو وہ نسخہ ملا ہو گا جس میں لفظ ام تھا فتدبر

Marfat.com

اس کے والدین اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے واسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اس واسطے صریحاً ذکر نہ فرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے اور ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے وعلی ہذا لائق یوں ہے کہ ماں کا حصہ جب کہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہوں ثلث مابقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس میں تفضیل[1] انثی کی اس ذکر پر لازم آتی ہے جو اس کے برابر ہے جہت اور قرب میں اور یہ موضوع شرعی کے مخالف ہے کذافی تفسیر البیضاوی ملخصاً **والثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرضہ النصف وہو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب والزوج الا الزوج لانہ لایتعدد** اور ثلثین یعنے دو تہائیاں ان دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جن کا فرض حصہ نصف ہے وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کے واسطے ثلثین نہیں اس واسطے کہ اس میں تعدد اور کثرت نہیں م یعنے زوج کے حق میں دو تہائیوں کا تحقق نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد اشخاص جو کہ انفرادی حالت میں نصف کے وارث ہو جاتے ہیں فائدۂ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فروض مقدرہ کلام مجید میں چھ ہیں نصفؔ ربعؔ ثمنؔ ثلثینؔ ثلثؔ سدسؔ سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہے زوجؔ کا فرض ہے جب کہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہ ہو اور بنت صلبیؔ کا فرض ہے اور بنت الابنؔ کا فرض ہے جب کہ بنت فرضی نہ ہو اور سگی بہنؔ کا فرض ہے اور سوتیلی بہنؔ کا فرض ہے جب کہ سگی بہن نہ ہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوجؔ کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہؔ اور چند زوجات کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنے ایک یا چند زوجہ کا جب کہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے دو صلبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جب کہ بنت صلبی نہ ہو اور سگی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جب کہ سگی بہن نہ ہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہے ماںؔ کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور نہ دو بھائی ہوں نہ دو بہنیں اور اولادؔ مادری کا فرض ہے دو ہوں یا زیادہ ذکور ہوں یا اناث اور سدس سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور جد صحیح کا اسی طرح فرض ہے جب کہ میت کا باپ نہ ہو اور ماںؔ کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی ہوں یا دو بہنیں اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند جدات میراث کے وقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذافی العالمگیریۃ عن خزانۃ المفتین

فصل فی العصبات

یہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں م عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقاً لغت میں عبارت ہے محیط بالشئی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہیں کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہیں کذافی الطحطاوی ملخصاً اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہو گی العصبات النسبیۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین تین قسم ہیں عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ م شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اس واسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم میں منحصر ہوئی کیونکہ اگر ثبوت عصوبت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذات خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصوبت میں یہ غیر بھی اس کا شریک ہے تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر غیر اس کے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے **تحوز العصبۃ بنفسہ وہو کل ذکر فالانثی لاتکون عصبۃ بنفسہا بل بغیرہا او مع غیرہا**

[1] کیونکہ کل مال کی تہائی دو سہم ہوں گی اور باقی ایک سہم باپ کو ملے گا تو ماں زیادہ پائے گی بہ نسبت باپ کے ۱۲

Marfat.com

لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبۃ کولد الام فانہ ذو فرض وکاب الام وابن البنت فان ہما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہے جس کے رشتہ میں میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہ ہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ وہ صاحب فرض ہے نہ عصبہ ہو چنانچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنے نانا اور ناتی اس واسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ عصبہ ما ابقت الفرائض اسے جنسا عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہے اس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہ گیا یعنے جو اہل فرض کو دے کر مال باقی رہا اس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لے گا خواہ چند اہل فرض ہوں یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اس کی تفسیر بلفظ جنسی کر کے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہو گئی وعند الانفراد یحوز جمیع المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کی حالت میں تمام مال کو لیتا ہے ایک جہت سے م یعنی اگر اہل فرض نہ ہوں فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لے گا فقط ایک عصوبت کی جہت سے منح الغفار میں ہے جہت واحدۃ کے قید اس واسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہ ہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہے جب کہ اس کے ساتھ عصبہ نہ ہو اس لئے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنے کے تو ایک جہت سے اس نے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے برخلاف عصبہ بنفسہ کے وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بانفسہم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم ہیں میت کا جز پھر میت کا اصل پھر میت کے باپ کا جز پھر میت کے دادا کا جز م میت کا جز چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جز چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جز چنانچہ چچا اور اس کی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی پھر اس کے بعد اس سے جو فروتر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکورہ کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جز مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنے پر پوتا اور پوتے کا پوتا م کمال نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنے میراث میں نقلاً اور عقلاً ثابت ہے دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہے یعنے باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف مال میں اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کے واسطے تو مقتضا اس کا یہ ہے کہ اس کا مال فرزند سے تجاوز کر کے اس کے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی سے بمقدار حصۂ پدری کے اس کے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال میں اس کی خواہش دلی کو باقی رکھا کذا فی الطحطاوی ملخصاً ثم اصلہ الاب پھر فروع کے بعد اصل میت یعنے باپ مقدم ہوگا یعنے اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پر پوتا کوئی باقی نہیں ہے تو میت کا باپ عصبہ ہو کر متروکہ لے گا ویکون مع البنت باکثر عصبۃ وذا سہم کما مر اور باپ ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا اہل فروض کے بیان میں م طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو اہل فروض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحیح وہو اب الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہے یعنے باپ کا باپ جس کو دادا کہتے ہیں اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پر دادا سر دادا الی غیر ذلک واما ابو الام ففاسد من ذوی الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام میں داخل ہے نہ عصبات میں ثم جزء ابیہ الاخ لابوین ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنے سگا بھائی میت کا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلا بھائی مقدم ہے بھتیجوں پر ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو یعنے بھتیجے کا بیٹا یا پوتا

Marfat.com

تاخیر الاخوۃ عن الجد وان علا قول ابی حنیفۃ وہو المختار للفتوے خلافا لہما وللشافعی قیل وعلیہ الفتوے تاخیر بھائیوں کی دادا سے اگرچہ دادا عالی ہو
قول ہے امام ابو حنیفہؒ کا اور یہی قول مختار ہے فتوے کے واسطے برخلاف صاحبینؒ اور شافعیؒ کے بعضوں نے کہا کہ صاحبینؒ کے قول پر فتوی
ہے یعنے بھائی مقدم ہیں دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امامؒ ہی کا قول معتمد ہے ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی
سگا چچا مقدم ہے پھر اُس کے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اُس کے بعد سوتیلے چچا
کا بیٹا اگرچہ چچیرے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اس کا سوتیلا چچا
ہے ثم ابنہ پھر اعمام پدری کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد
پھر بنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفلا پھر جد کے اعمام کے بعد ان کا بیٹا اسی
طرح مقدم ہے یعنے سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہوں ہکذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط ثم اور
اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ ان پر باعتبار انکے ابدان کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اُن کے اصول کے مثلاً میت کا
ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہیں یا ایک چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہیں تو مال کے گیارہ حصے ہوں گے ہر شخص کو ایک حصہ
ملے گا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابہا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہو گیا کہ عصوبت کے چار سبب
ہیں بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد ترجیحہم بقرب الدرجۃ یرجحون عند التفاوت بالابوین واب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن
کان لابوین من العصبات ولو انثی کالشقیقۃ مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو
جب کہ ان میں تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دی جاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات میں سے
جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر م درجہ
سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم میں اول جہت معتبر ہے تو جزء میت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہے پھر جب کہ جہت متحد ہو اور
دو عصبوں میں سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت میں بیٹا اور پوتا یکساں ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب
تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہو گی پھر جب کہ قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہو گی چنانچہ مصنف نے یہاں
بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پائی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں اور بھتیجوں اور چچوں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں
قوت قرابت کی یعنے سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور ان کے ترجیح کی جہات
کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ بے محل ہے کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہ جواب ہو سکتا ہے
کہ اس کا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہے تو اس کی ذیل میں بہن کی قوت قرابت کو مذکور کر دیا کذا فی الطحطاوی مخلصاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث
ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماؤں کے فرزند م یہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ
وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنے مرد وارث ہوتا ہے اپنے سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ یقدم
ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلی اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ درجہ برابر ہونے کے نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور
درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلے یعنے اقرب مقدم ہوتا ہے م برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم

Marfat.com

ہو گا کہ دونوں طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے نہ ماں کی طرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہو گا قریب تر ہونے سے **ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال ویصیر عصبۃ بغیرہ البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا** پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور پوتیاں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہوں م بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہو گی دو سہم بیٹا لے گا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہو گی ایک ایک سہم بیٹی لے گی اور دو سہم بیٹا لے گا و علی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاوے گا جس قدر کہ بیٹیاں اور بیٹے ہوں اسی طرح بہنیں اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے **والاخوات لابوین اولاب باخیھن** اور سگی سوتیلی بہنیں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائی کے ہونے سے م اور بہنوں کا عصبہ ہونا اپنے بھائیوں کے ہونے سے حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین **فمن اربع ذوات النصف والثلثین یصرن عصبۃ باخوتھن** تو عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں نصف اور ثلثین کے حصہ والیاں وہ عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے م اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں اور اس کا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہیں ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہوں یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لے گا عمہ کو کچھ نہ ملے گا اور یہی حال ہے ابن العم کا بنت العم کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی **ولو حکما کابن ابن ابن یعصب من مثلہ او فوقہ** اگرچہ بہنوں کا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ میت کے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنے پر پوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اس بہن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو م عصبہ بغیرہ میں بھائی سے مراد وہ ہے جو برادر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو سو حقیقی برادر تین میں ہوتا ہے بنت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن میں ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیرے بہنوں کے جو درجے میں برابر ہیں اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو ان سے اسفل ہے درجہ میں تو ان میں سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جس کا کچھ حصہ نہیں چنانچہ مسئلہ تشبیب میں آوے گا کذا فی الطحطاوی **ثم شرع فی العصبۃ مع غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات** او بنات الابن **لقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہنا الجنس** پھر مصنف نے عصبہ مع غیرہ میں شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنیں ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونوں جمع سے جنس مراد ہے م سراجیہ اور اس کی شرح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اس کے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہٰذا شارح نے اس کا جواب دیا کہ جمع پر الف لام جنس کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے **وعصبۃ ولد الزنا و ولد الملاعنۃ مولی الام** اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ ان کی ماں کا مولی ہے م ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اس کے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر باہم لعنت کر کے زوجین میں فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اس کے ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اس شخص کے مانند ہو گیا جس کو باپ کی جانب سے کچھ قرابت نہیں تو اب یہ واجب ہوا کہ اس کی ماں کے موالی اس

Marfat.com

کے وارث ہوں اور وہ ان کا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مرگیا اور اس نے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاوے گا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اس کا باپ ہی نہ تھا انتہے اور ولد مشترک کا نسب مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولے سے ابن کامل کی میراث پاوے گا اور دونوں مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پا دیں گے اور جو قرابت دار اس کے میراث میں باہم شریک ہوں گے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہیں اور اگر مولی مرگیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی میراث لے گا کذا فی الطحطاوی عن الدرر المنتقی المراد بالمولی ما یعم المعتق والعصبۃ لیعم ما لو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا اب لہما اور متن میں مولی سے مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونوں کو شامل ہوتا کہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اس کو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اس کو مشرح بیان کیا ہے ماں کا مولی اس واسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہیں ہے یعنے شرعاً ان کا کوئی باپ نہیں جس سے ان کا نسب ثابت ہو اور وہ اس کے وارث ہوں اگرچہ واقع میں ولد بدون والد کے نہیں ہوتا مگر بطریق خرق عادت ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وہی ان ولد الزنا یرث من توامہ میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من توامہ میراث اخ لابوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ میں جدائی رکھتے ہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے ویختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہیں یعنے سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا آزاد کرنے والا مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات میں واقع ہوا تو اس میں اور باقی عصبات میں کوئی اور وارث نہیں تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور رد علی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہے اور یہی قول ہے علی مرتضے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ مؤخر ہے ذوی الارحام سے اور معتمد جمہور کا قول ہے اور فریقین کے دلائل مطولات میں مذکور ہیں ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پھر مولی العتاقہ کے بعد اس کا عصبہ بنفسہ ہے بنا بر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولاء قرابت ہے نسب کی قرابت کے مانند مصنف نے عصبہ بنفسہ کی قید اس واسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہے اس کے عصبہ سببی پر یعنی آزاد کرنے والے کا آزاد کرنے والا مؤخر ہے عصبہ نسبی سے اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہے پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اس کا دادا اگرچہ عالی ہو الی آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پھر اس کے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد نہیں پاتا جمہور کے نزدیک خلافاً لاسحق ابن راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث میں الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب ولاء سے مراد ولاء عتاقہ ہے نہ ولاء میراث یعنی ولاء عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطاً واذا ترک المعتق اب مولاہ وابن مولاہ فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جب کہ غلام آزاد مر گیا اپنے مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہے اور ابو یوسفؒ نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہے او ترک جد مولاہ واخاہ فہو للجد علی الترتیب المتقدم وقالا بینہما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اس کا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر اس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ میں مذکور ہو چکی اور صاحبینؒ نے کہا کہ دونوں کے مابین میں مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس ہنا عصبۃ بغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث اور یہاں یعنی ولاء عتاقت میں عصبہ بغیرہ نہیں اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتوں کو ولاء میں سے کچھ حصہ نہیں مگر اس غلام کا ولاء ہے جس کو

Marfat.com

عورتوں نے آپ آزاد کیا الی آخر الحدیث م عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتیں ہوتی ہیں لہذا وہ ولاء عتاقت میں بموجب حدیث کے بے دخل ہیں اور یہ حدیث ٹکڑا ہے اس حدیث طویل کا جو سراجیہ میں مذکور ہے[1] و ہو وان کان فیہ شذوذ لکنہ تاکد بکلام کبار الصحابہ فصار بمنزلۃ المشہور کما بسطہ السید واقرہ المصنف اور اُس حدیث میں اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہوگئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلۂ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں اس کو مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اُس کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے شاذ وہ حدیث ہے جس کو ثقہ راوی اور راویوں کے مخالف روایت کرے تو جس کی روایت میں راوی متفرد ہوا تو اُس کو نظر کرنا چاہیے اگر اُس کی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو اُس سے زیادہ تر حافظ اور ضابط ہے تو اُس کی روایت شاذ مردود ہے یعنے قبول کرنے کے لائق نہیں ہے اور اگر اُس کی روایت ثقات کے مخالف نہیں ہے تو اگر اُس راوی کے حفظ اور اتقان پر اعتماد ہے تو وہ مقبول ہے اُس کا انفراد صحت حدیث میں قادح نہیں اور اگر اُس کے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہیں تو اُس کی حدیث خارج ہے حدیث صحیح سے اور حدیث مشہورہ وہ ہے جو قرن اول میں آحاد ہو پھر قرن ثانی اور اس کے بعد متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابۂ کرام ثقات اور عدول ہیں تو ان کی گواہی بمنزلۂ متواتر کے حجت ہے خصاف نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہے حضرت فاروق اور مرتضےٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتوں کو ولا میں کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحرم ستۃ من الورثۃ بحال البتۃ الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ چھ وارث کسی حالت میں محروم میراث سے نہیں ہوتے البتہ یعنے یقیناً باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنے والدین اور مولدین اور زوج اور زوجہ ہم باپ کے واسطے یا سدس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہے یا ثلث کل ہے یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ رہتا ہے اور بیٹی تین حال سے خالی نہیں اس کا یا نصف ہے یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہے یا ربع ہے ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہے یا ثمن ہمیشہ وفریق یرثون بحال ویحجبون حجب الحرمان بحال آخری وہم غیر ہولاء الستۃ سواء کانوا عصبات او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہے جو ایک حال میں تو وارث ہوتے ہیں اور دوسرے حال میں بالکل محجوب ہوتے ہیں اور وہ فریق سوائے ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہیں خواہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفروض م عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنیں وہو مبنی علے اصلین اور حجب کی بنا دو اصلوں پر ہے یعنے محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدوں کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قرابتوں میں دونوں صلیں یا ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہوں گے ورنہ وارث ہوں گے احدہما انہ یحجب الاقرب ممن سواہم الابعد لما مر انہ یقدم الاقرب فالاقرب اتحد فی السبب ام لا ایک اصل یہ ہے کہ ان کے سوائے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثوں میں سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونوں قرابت والے سبب ارث میں متحد ہوں یا نہ ہوں م یعنے حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات میں مذکور ہو چکا کہ میت کا جزو میت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنے فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہے وعلیٰ ہذا القیاس ذوی الفروض میں اقرب ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیتین اور سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والثانی ان من ادلی بشخص لا یرث معہ کابن الابن لا یرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل یہ ہے کہ جس کی قرابت کسی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہ ہوگا اس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنے پوتے کی

[1] پوری حدیث سراجیہ میں یوں ہے لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقن او معتق معتقن ۱۲

Marfat.com

قرابت دادا سے بواسطۂ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہ ہوگا باپ کے ہوتے الا ولد الام فیرث معہا لعدم استغراقہا للترکۃ بجہۃ واحدۃ مگر مادری بھائی سو ماں کے ساتھ وارث ہوتا ہے اس واسطے کہ ماں تمام متروکہ کو نہیں پاتی ایک جہت سے م یعنے ہر چند میت کی قرابت مادری بھائی سے بواسطۂ ماں کے ہے تو مقتضائے اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث نہ ہوتا مگر اس کی وراثت اس وجہ سے ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستغرق نہیں ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض اور عصبات میں سے کوئی باقی نہیں سوائے ماں کے تو اب وہ تمام متروکہ پا دے گی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً ورداً والمحروم کابن کافر او قاتل لایحجب عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلاً حاجب نہیں ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان م جب محروم میں صلاحیت میراث کی اصلاً نہ رہی تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اسی طرح حق حجب میں وہ بمنزلۂ میت کے ہے فوات اہلیت کی وجہ سے ویحجب المحجوب اتفاقا کام الاب تحجب بالاب وتحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعودؓ کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو کالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب حجب حرمان ویحجبون الام من الثلث الی السدس حجب نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنیں کہ وہ محجوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے حجب حرمان کر یعنے بالکل محجوب ہو جاتی ہیں اور بھائی بہنیں ماں کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک حجب نقصان کر یعنے بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے اور دوسری حجب نقصان کی ویختص حجب النقصان بخمسۃ بالام وبنت الابن والاخت لاب والزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے ماںؑ اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو م ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ والاخوات لاب وام بثلثۃ بالابن وابنہ وان اسفل وبالاب اتفاقا وبالجد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور بنی اعیان یعنے سگے بھائی اور سگی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے ان میں سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک م برادران عینی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت سے ہے اور بعضی مصنفین نے مصنف کے مانند فروض کو اور ان کے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض وارثوں کے سقوط کا حال حجب میں بیان کیا اسی مناسبت کی وجہ سے اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اس کے ذکر کے وقت بیان کر دئے تو باب الحجب میں حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحطاوی وقالا یقاسمہم علی اصول زید ویفتی بالاول وہو السقوط کما ہو مذہب ابی حنیفۃ واصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبینؒ نے کہا کہ جد سگے بھائیوں سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوے دیا گیا ہے اول قول کا یعنے جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقیہہ میں مشرح مذکور ہیں م منح الغفار میں اصول زید یوں مذکور ہیں کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کے برابر ہے ان سے برابر مقاسمہ کرے گا جب تک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہ ہو اور اگر ثلث سے کم ہوگا تو اس کے لئے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائیاں بھائیوں میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوں گی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہے تو متروکہ ان میں نصفا نصف

Marfat.com

ہوگا اس واسطے کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بھائی ہیں تو ہر ایک کو ثلث مال ملے گا اور اگر جد اور تین بھائی ہیں تو تہائی مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بھائیوں میں مقسوم ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں مقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تہائی سے کم ہے اور اگر جد اور بھائیوں کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہے تو اس کو فرض دیا جاوے گا پھر تامل کیا جاوے گا کہ جد کے لئے تین حالات سے کون حال بہتر ہے مقاسمہ یا ثلث مابقی یا سدس تو جو ان میں سے اس کے حق میں بہتر ہوگا وہ اس کو دیا جاوے گا اور باقی مال بنی اعیان میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحاوی مختصراً وفی الوہبانیۃ سہ وما اسقطا اولاد عین وعلۃ ہو وقد اسقط النعمان وہو المحرر اور وہبانیہ میں ہے اور صاحبین نے سگے بھائیوں اور سوتیلے بھائیوں کو دادا کے ساتھ ساقط نہیں کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے ان کو ساقط کیا ہے اور یہی قول امام کا محرر اور محقق ہے تم قولہ وعلۃ کا واؤ بمعنی او ہے یعنے اس واسطے کہ عینی کے بعد علاتی وارث ہوتا ہے نہ اس کے ساتھ وعلیہ الفتوی کما فی الملتقے والسراجیۃ وان قال مصنفہا فی شرحہا علی قولہما الفتوی اور سقوط بنی اعیان میں امام کے قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ میں مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح میں کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے ویسقط بنو العلات وہم الاخوۃ والاخوات لاب بہم ای ببنی الاعیان ایضاً وبہو لا ای بالابن وابنہ وبالاب والجد وکذا بالاخت لابوین اذا صارت عصبۃ کما علمتہ اور بنو العلات یعنے سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں سگے بھائیوں سے بھی اور ان شخصوں سے یعنے ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسی طرح ساقط ہوتے ہیں سگی بہن سے جب کہ وہ عصبہ ہو جائے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اس کو معلوم کر چکا ہے تم چونکہ بنی اعیان قرابت میں اقوی ہیں بنی علات سے لہٰذا ان کے ہونے سے وہ ساقط ہو جاتے ہیں اور جب کہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع غیرہ ہوگئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لے گی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لے گی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جاویں گے کذا فی الطحاوی ویسقط بنو الاخیاف وہم الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم من قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہیں یعنے ضعیف القرابت ہیں چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں اس کو مشرح بیان کیا ہے تم بالاجماع جد سے مرتبط ہے یعنے برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے قول پر وتسقط الجدات مطلقاً ابویات ام امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہیں جدات مطلقاً خواہ پدری جدہ ہوں یا مادری یعنی دادیاں اور نانیاں ماں سے ساقط ہو جاتی ہیں والابویات بالاب اور جدات پدری یعنی دادیاں باپ کے ہونے سے ساقط ہو جاتی ہیں وکذا بالجد الا ام الاب وان علت فانہا ترث مع الجد لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ فکانا کالابوین اور اسی طرح سے جدات ساقط ہو جاتی ہیں دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اس واسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہیں بلکہ وہ جدہ زوجہ ہے جد کی تو وہ دونوں ماں باپ کے مانند ہوئے یعنی قرابت میں یعنی تو جیسے والدین وارث ہوتے ہیں ویسے ہی جد اور جدہ وارث ہوں گے وتحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذلک وارثۃ کانت القربی ام محجوبۃ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسی طرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہے خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہ ہو چنانچہ ہم نے اس کو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب کی شرح میں تم تو چار صورتوں میں حجب حاصل ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسرے یہ کہ جدہ قریبہ مادری

جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے تیسرے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے **واذا اجتمعتا کانت احدٰہما ذات قرابۃ واحدۃ کام الاب کذا فی نسخ المتن والشروح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب وقد تقدم ان القربی تحجب البعدی مطلقا فافہم والاخری ذات قرابتین او اکثر کام ام الام وہی ایضاً ام ابی الاب بہذہ الصورۃ**

میت

اب ... ام ... ام

اب ... ام ... ام

ہذہ ذات قرابۃ واحدۃ — ہذہ ذات قرابتین

اور جب کہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنے باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہے چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے۔ صورت اس کی یہ ہے

میت

محمود پسر شاکر — ام ... ام — ام زینب — زوجہ حامد — اب شاکر ... ام — اب حامد ... ام — ام کلثوم ایک قرابت والی — زینب [illegible]

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسی طرح کام للاب مذکور ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور عنقریب مذکور ہوچکا ہے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہے مطلقاً تو توجہ لے اس خطائے مصنف کو م شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانیے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قرب کے دو قرابت والی کی حاجب ہو اُس کے بعید ہونے کی وجہ سے یعنے متن میں دو خلل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہما کے مخالف ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ لازم آتا ہے بموجب قاعدۂ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ یہاں وہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اس کے معلوم ہوگا لہٰذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نہ کیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا **وتوضیحہا ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فہذہ المرأۃ جدتہ لابویہ** اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنے پوتے کا نکاح کیا اپنی ناتن سے تو ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اُس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنی اس کے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے م اور یہاں ایک اور دوسری عورت ہے جس نے اپنی بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اس کی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جب کہ یہ دونوں جدہ مجتمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنے شاکر بن حامد بن زینب

Marfat.com

...دی نانی یعنے راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا اُن سے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اس کے
...پ کی دادی ہے اور اس کی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنے حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زید سے نکاح کر دیا ان سے شاکر زینب
...پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اس کے باپ کی یعنے شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ
...زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جس کا نام سلیمہ ہے سو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا اس
...ے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنے حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنے راضیہ کی
...نی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنے قاسم کے دادا یعنے شاکر کی نانی
...ے قسم محمد السدس بینهما اثلاثا باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہائی کر کے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت
...لے م یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دے اور دو تہائی والی جدہ کو دو تہائیاں سدس دیں اس وجہ سے کہ میراث کا استحقاق
...وتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے تو جس میں ایک قرابت کی جہت ہوئی اس کو ایک حصہ دیا اور جس میں دو جہتیں قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئیں
...صورت میں وہ ایک ہے اور حقیقت میں متعدد ہے تو اس کو دو حصے دیئے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہے دو جہت سے ساتھی وہما ای
...حنیفۃ وابو یوسف رح انصافا باعتبار الابدان وبہ قال مالک والشافعی وبہ جزم فی الکنز فقال وذات جہتین کذات جہت اور امام ابو حنیفہ رح
...ور ابو یوسف رح نے نصفا نصف قسمت کی ہے باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہے امام مالک رح اور امام شافعی رح کا اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں سو کنز
...ں یوں کہا ہے کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کے برابر ہے م قول شیخین کی وجہ یہ ہے کہ اگر جہت کی تعدد کے ساتھ نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ
...ستحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہیں تو جہت کا تعدد جہت واحدہ کے مانند ہے اور یہاں اسی طرح ہے کہ دو قرابت والی کو بھی جدہ
...لتے ہیں ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو شیخین کے نزدیک ان میں بھی سدس نصفا
...صف تقسیم ہوگا اور محمد رح کے نزدیک سدس کے چار حصے ہوں گے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو ملیں گے طحطاوی نے کہا
...فتوی شیخین کے قول پر ہے سراجیہ میں ابو یوسف رح کے ساتھ امام ابو حنیفہ رح کو ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی شرح فرائض شریفی میں ہے کہ سرخسی نے کہا
...امام رح سے تعدد قرابت احدی الجدتین میں کچھ روایت نہیں ہے لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض میں یوں
...ذکور ہے کہ ابو حنیفہ رح اور مالک رح اور شافعی کا قول ابو یوسف رح کے قول کے مانند ہے انتہی واذا استکمل البنات والاخوات لابوین فرضهن
...وہو الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا الا بتعصیب ابن ابن فی الصورۃ الاولی او اخ فی الثانیۃ موازٍ
...مساو او نازل ای سافل لهن فانه یعصبهن ویکون الباقی للذکر کالانثیین قالہ المصنف فی شرحہ اور جب کہ بیٹیاں اور سگی بہنیں اپنا فرض حصہ
...یعنی دو تہائیاں پورا لے لیں تو پوتیاں ساقط ہو جاویں گی اور سوتیلی بہنیں بھی ساقط ہوں گی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورت
...میں اور بھائی کے عصبہ کر دینے سے دوسری صورت میں بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ میں یا نازل یعنے نیچے درجہ والا
...ہو تو اس وقت میں ابن الابن بنات کو اور سوتیلا بھائی اپنی بہنوں کو عصبہ کر دے گا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم
...ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م بنات کا حق کامل ثلثین اس واسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں
...ہوتا اور اخوات کا حق تو اخیر سورۂ نساء میں مذکور ہے قلت وفی اطلاقہ نظر ظاہرۃ لتصریحہم بان ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن العم
لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی لانہا من ذوی الارحام قال فی السراجیۃ ؎ ولیس ابن الاخ بالمعصب ؎

Marfat.com

من مثلہ او فوقہ فی النسب × شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف کے مطلق بولنے میں ظاہر اعتراض ہے علما کی اس تصریح کی دلیل سے کہ
الاخ یعنے بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد کرنے والے کا بیٹا اپنی
کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال ان صورتوں میں مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اس واسطے کہ عورت ان چاروں صورتوں میں ذوی الارحام سے ہے
میں کہا ہے کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہے اپنے برابر والی کو یعنے بہن کو یا اوپر والی کو نسب میں یعنے عمہ کو صور مذکورہ میں عدم تعصیب
کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب فرض نہ ہو چنانچہ
مسئلہ مذکورہ میں تو اس کا بھائی اُس کو عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یوں جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازی یا نازل فقط
ابن الابن کی صفت ہے نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہے تو اب موازی یا نازل اس کی صفت نہیں
پڑسکتا ہاں یہ البتہ ہے کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف النسب تمی کذا فی الطحطاوی ملخصاً تصرف بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب
او فوقہ ممن لم تکن ذات سہم ویسقط من دونہ بر خلاف ابن الابن کے یعنے پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اس واسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر
والی کو یعنے بہن کو یا اوپر والی کو یعنے عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہ ہو اور وہ ساقط کر دیتا ہے ان عورتوں کو جو اس سے نیچے درجے والیاں
ہیں م یعنی اگر عمہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پا دے گی اس کا بھتیجا اُس کو عصبہ نہیں کرے گا اور جو بنات کہ ابن الابن سے مدرجے میں نیچے
ہوں گی وہ ساقط ہو جاویں گی چنانچہ اگلی مثال میں واضح ہو گا فلو ترک ثلث بنات ابن بعضھن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن آخر کذلک و
ثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بہذہ الصورۃ

میت

	الفریق الاول	الفریق الثانی		الفریق الثالث	
		ابن		ابن	
	ابن	ابن		ابن	
علیا	ابن وبنت	ابن وبنت	علیا	ابن	
وسطی	ابن وبنت	ابن وبنت	وسطی	ابن وبنت	علیا
سفلی	ابن وبنت	ابن وبنت	سفلی	ابن وبنت	وسطی
				ابن وبنت	سفلی

سو اگر میت نے اپنی تین پوتیاں چھوڑیں اس طرح کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہے اور دوسرے فرزند کی پوتیاں تین چھوڑیں اسی طرح
درجہ بدرجہ کمتر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیاں اسی طرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑیں چنانچہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کریں تو واضح ہوتا ہے
م توضیح اس کی یہ ہے کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اس کے بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اس کی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو
اسی طرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اس کے فرزند نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا علی ہذا القیاس تین بار پھر میت کے
پردتے نے اسی طرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مرد مر گئے تمام طبقات کے اور لڑکیاں ان کی باقی رہیں اللہ
میت جد اعلی ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً فالعلیا من الفریق الاول لا یوازیہا احد فلہا النصف ۔ اعلی صورۃ

تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی عورت نہیں تو جدا علیٰ کے متروکہ سے اس کو نصف ترکہ ملے گا م چونکہ اس میں اور میت میں ایک واسطہ ہے برخلاف اور بنات کے لہٰذا اس کے برابر میں کوئی عورت نہیں تو وہ نصف لے گی کیونکہ وہ قائم مقام ہے بنت صلبی کے والوسطی من الفریق الاول توازیہا العلیا من الفریق الثانی فیکون لہما السدس تکملۃ للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونوں کو سدس ملے گا تثلیث کے پورا کرنے کے واسطے م یہ دونوں پوتیاں اس واسطے ہمدرجہ ہوئیں کہ میت میں اور ان میں دو دو واسطے ہیں ان کو سدس اس واسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پاچکی تو ثلثین میں باقی جو رہا تھا وہ ان کو ملا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں ولاشئی للسفلیات اور کچھ نہیں ہے نیچی پوتیوں کے واسطے م نو پوتیوں میں سے تین پوتیوں نے دو تہائیاں پائیں اب باقی چھ سفلیات پوتیوں کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ بنات کا حق دو تہائیوں سے زیادہ فرض نہیں ہے اور عصوبت ان کی قطعاً ثابت نہیں تو اصلاً ان کو میراث نہ ملے گی کذا فی الفرائض للشریفی الا ان یکون مع واحدۃ منہن غلام فیعصبہا ومن یحاذیہا من فوقہا ممن لاتکون صاحبۃ فرض وسقط السفلیات سفلیات کے لئے کچھ نہیں مگر یہ کہ سفلیات میں سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اُس بہن کو اور اس کی برابر والی ہمدرجہ کو اور اُس کے اوپر والے کو جو صاحب فرض نہیں ہے عصبہ کر دے گا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاویں گی م تو اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لے گی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاویں گی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اس کے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا میں للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کی سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہوں گی اور اگر بھائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اس میں اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی ہیں اور فریق ثانی کی سفلی میں سات حصے ہو کر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اس میں اور چھ سفلیات میں آٹھ حصے ہو کر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ مفروض ہو تو تمام مال اس میں اور اس کی بہن میں تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملے گا اور اگر بھائی سدس والیوں کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لے گی اور باقی اس میں اور فریق اول کے وسطی اور فریق ثانی کی علیا میں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہو جاویں گی کذا فی الطحاوی والشریفی ویاخذ ابن عم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ السید وغیرہ ویاخذ احدابنی عم ہو اخ الام السدس بالفرض شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخوں میں اسی طرح ویاخذ ابن عم مرقوم ہے اور سید وغیرہ کی عبارت یاخذ احد ابنی عم ہے یعنے دو چچیرے بھائیوں میں جو اخیافی بھائی ہے میت کا وہ چھٹا حصہ لے گا فرضیت کی راہ سے م صورت اس کی یہ ہے کہ دو بھائی ہیں ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلاً حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا کہ وہ مر گیا اور دوسرے بھائی باقی نے اس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا بیٹا اُس کا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی جو اُس کا اخیافی بھائی ہے چھوڑ کر مر گیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لے گا کذا فی الطحاوی بتصرف وکذا لو کان الآخر زوجہا فلہ النصف اور اسی طرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اس کو نصف حصہ ملے گا فرضیت کے اعتبار سے ویقتسمان الباقی بینہما نصفین بالعصوبۃ حیث لامانع من ارثہ بہما فیرث بجہتی فرض وتعصیب اور دونوں چچیرے بھائی

پچھلا صفحہ ۱؎ تشبیب شعرا کی اصطلاح میں ان اشعار قصیدہ کو کہتے ہیں جن میں ذکر عورتوں کا ہو اکثر ان کو شروع قصیدہ میں لاتے ہیں تاکہ لوگوں کو میل سننے کا زیادہ ہو تو چونکہ اس مسئلہ میں بھی عورتوں کی کثرت ہے اور مسئلہ دقیق ہو رحسین ہے اس لئے تشبیب نام رکھا گیا ۱۲ ۲؎ یعنے اول کے سفلی اور دوم کے وسطی اور سفلی اور تین فریق سوم کے ۱۲

باقی مال کو آپس میں نصفا نصف بانٹ لیں گے عصوبت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہیں اس کی میراث سے فرض اور عصوبت کی دونوں جہتوں سے
تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصوبت کی دونوں جہتوں سے م پہلی صورت میں باقی مال پانچ سدس ہیں اور دوسری صورت میں نصف ہے
اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا ابن العم ہونے کی وجہ سے نہ زوجیت کی وجہ سے اور اخیافیت کی وجہ سے بھی بیٹا حاجب
ہوگا کذا فی الطحطاوی واما بفرض وتعصیب معا بجہۃ واحدۃ فلیس الا الاب والجد اور فرض اور تعصیب کا ساتھی ہونا ایک ہی جہت سے یہ تو پایا نہیں
جاتا کسی وارث میں سوائے باپ اور دادا کے م جہت واحدہ یہاں ابوت ہے یعنی باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جہتا تعصیب کابن ہو ابن ابن عم
بان ینکح ابن عمہا فتلد ابنا میں کہتا ہوں اور کبھی عصوبت کی دو جہتیں جمع ہو جاتی ہیں چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اس طرح سے کہ عورت نے اپنے
چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی م تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن اس
مثال میں خلل یہ ہے کہ یہاں میراث وہ لے گا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کی وجہ سے اس واسطے کہ فرزندی کی جہت مقدم ہے
مگر اس کا یوں جواب دیا جائے کہ اجتماع جہتین یہاں مراد ہے قطع نظر میراث سے کذا فی الطحطاوی وکابن ہو معتق اور چنانچہ بیٹا وہی آزاد کرنے والا
ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہو گیا بمجرد خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہے فرزندی کی جہت سے
اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد یجتمع جہتا فرض وانما یتصور فی المجوس لنکاحہم المحارم ویتوارثون بہما جمیعا عندنا وعند الشافعی باقوی الجہتین وتمامہ
فی کتب الفرائض وتاتی الاشارۃ الیہ فی الغرقی اور کبھی جمع ہو جاتی ہیں فرض کی دو جہتیں اور یہ متصور نہیں مگر مجوسیوں میں اس واسطے کہ وہ ملعون اپنی
محرم عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں اور باہم وارث ہوں گے دونوں جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک قوی تر جہت
سے وارث ہوں گے اور اس کا پورا بیان علم فرائض کی کتابوں میں مذکور ہے اور اس کی طرف غریقوں کی فصل میں اشارہ آوے گا مثلاً مجوسی نے
اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہے اس عورت کا اور بھائی بھی ہے پھر اگر وہ مر گیا تو اس نے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ
اس کی وارث ہوگی دونوں جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی ولو ترکت زوجا واما او جدۃ واخوۃ
لام واخوۃ لابوین اخذ الزوج النصف والام او الجدۃ السدس وولد الام الثلث ولا شئ للاخوۃ لابوین لانہم عصبۃ ولم یبق لہم شئ
اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بھائیوں اور سگے بھائیوں کو چھوڑا تو زوج نصف متروکہ لے گا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ
اور اخیافی بھائی تہائی لیں گے اور سگے بھائیوں کے واسطے کچھ نہیں اس واسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہیں اور ان کے واسطے کچھ باقی نہیں رہا یعنی
عصبات وارث ہوتے ہیں اس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہاں اہل فروض سے کچھ باقی نہیں رہا وعند مالک والشافعیؒ یشترک
بین الصنفین لان الآخرین کان الکل اولاد ام اور مالک اور شافعیؒ کے نزدیک پچھلی دونوں قسموں میں یعنی اخیافی اور سگے بھائیوں میں اشتراک کا حکم ہوگا
گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہیں م اس مسئلہ کا نام مشترکہ بفتح رائے مہملہ ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے اس کو ضبط کیا ہے اور بعضوں نے اس کو
بکسر رائے مہملہ بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ اور حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وکذلک یفرض مالک والشافعی للاخت
لابوین او لاب النصف وللجد السدس مع زوج وام فتعول الی تسعۃ اور اسی طرح امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سگی بہن یا سوتیلی بہن کے واسطے نصف
کو فرض کہتے ہیں اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کرے گا نو سہم کی طرف م اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں توضیح اس
کی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اس کو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلہ
اکدریہ میں اس کو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہیں صورت اکدریہ کی یہ ہے کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو از داج کے

Marfat.com

واسطے نصف ہے اور ماں کے واسطے ثلث اور دادا کے واسطے سدس اور بہن کے واسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین اس واسطے کہ مقاسمہ دادا کے واسطے بہتر ہے سدس اور ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم سے ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی طرف تو چھ سہم سے تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کے واسطے کچھ نہ رہا تو اصل مسئلہ پر تین سہم[1] کو زیادہ کیا نو سہم ہو گئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموع دونوں حصوں کا چار سہم ہوئے ان کو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر مستقیم نہیں لہٰذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۲۷ اس میں سے زوج کے نو سہم اور ماں کے چھ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو ان کو دونوں میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا میں صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا میں اس کو عصبہ کر دیا تاکہ اس کا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہ ہو جاوے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں اس واسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا یہ واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایک عورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابتؓ پر ان کا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ اور مکدر ہو گیا کذا فی السراجیہ و شرحہا الشریفی ملتقطا و عند ابی حنیفۃؓ و احمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے تو امامؒ کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کے حاجب ہونے سے باپ کے مانند قلت و حاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشترکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کما مر میں کتا سوں اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مشترکہ کا مسئلہ باتفاق امامؒ صاحبینؒ کے ثابت نہیں اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امامؒ کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں عند قولہ ویسقط بنو الاعیان بالابن والاب والجد امامؒ کے نزدیک دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کے مانند اور صاحبینؒ کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہیں ہر حال میں تو صاحبینؒ کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل میں م عول بفتح اول و سکون ثانی لغت میں بمعنی جور و غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی آخیر مناسب تر ہے معنی اصطلاحی سے اس واسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اس کے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جائے و ضدہ الرد کما یجیء اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا م اس واسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے سہام بڑھ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر کیجئے کہ عول میں سہام فاضل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ہو زیادۃ السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ م عول اصطلاح میں عبارت ہے سہام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جب کہ فروض زیادہ ہو جاویں فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اس کے فرض حصے کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنے ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے علی قدر حصہ متروکہ سے تنگی کے سبب سے یعنے جیسے میت مدیون کے متروکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور وا ساہی پاتے ہیں م الحاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج ادائے فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچھ اس کے اجزا سے زیادہ کیا جاوے

---

[1] یعنے اس وجہ سے کہ بہن کا حصہ نصف ہے تو اگر کوئی اور خارج نہ ہوتا تو چھ میں سے تین اس کو ملتے ۱۲ [2] یعنے جہاں اس کا بیان ہے کہ عینی بھائی بہن محروم ہو جاتے ہیں بیٹے اور باپ اور دادا سے ۱۲

Marfat.com

چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذلک[1] من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کرے وفا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہے پھر قسمت کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت پر یعنے یکساں کمی ہو بقدر حصوں کے کذافی الشریفی طحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اس کا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کرے گا سات کی طرف تو زوج پر نقصان داخل ہوگا ہر سہم میں سبع یعنے ساتویں حصے کا تو وہ چھ میں دو سہم اور چار سبع پاوے گا اور بہنوں پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاویں گی انتہے خلاصہ یہ ہے کہ ایک چھ کا سدس تھا جب چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہو گئے تو ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہو گئی واول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالے عنہ اور پہلے جس نے عول کا حکم کیا وہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ہیں م فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک صورت واقع ہوئی جس کا مخرج اس کے ادائے فروض سے تنگ تھا تو اصحاب کبار سے آپ نے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی موت کے بعد کذافی الطحطاوی فتاوائے عالمگیری میں ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام میں واقع ہوا صدر خلافت فاروقی میں وہ یہ تھا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث ٹھہرے تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہے اور اسے عول کیا آٹھ کی طرف ثم المخارج سبعۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مخرج حصوں کے سات ہیں م وجہ اس کی یہ ہے کہ کتاب اللہ میں چھ فرض مذکور ہیں نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج ان کے پانچ[2] ہیں اس واسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہوں تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ مخرج مخارج خمسہ مذکورہ سے باہر نہیں اور جب کہ نوع اول میں سے نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سب کے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا تو یہ مخرج بھی مخارج خمسہ مذکورہ میں داخل ہے اور جب کہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جب کہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ ان دو مخرج سے مل کر سات مخرج ہوئے یعنے دو، تین، چار، آٹھ، چھ، بارہ، چوبیس اربعۃ لا تعول الاثنان والثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ مخارج سبعہ میں سے چار مخرج تو عول نہیں کرتے یعنے دو اور تین اور چار اور آٹھ م یہ حصر باعتبار استقرا کے ہے اس واسطے کہ ان مخارج کے فروض مجتمعہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہے تو ہر صورت عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اس وقت ہوگا جو دو نصف جمع ہوں چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بھائی وعلی ہذا القیاس فی البواقی کذافی الشریفی تبصرف والثلاثۃ قد تعول بالاختلاط کما سیجئی فی باب المخارج اور تین مخارج میں کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اس کا ذکر باب المخارج میں آوے گا م شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہے فستۃ تعول اربع عولات الی عشرۃ وترا وشفعا تو چھ میں چار عول واقع ہوتے ہیں دس تک طاق اور جفت دونوں کے اعتبار سے یعنے چھ عول کرتا ہے سات کی طرف اور آٹھ کی طرف اور نو کی طرف اور دس کی طرف فتعول لسبعۃ کزوج وشقیقتین تو چھ کا عول ہوتا ہے سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہونے میں م تو اس صورت میں سدس کے ساتھ عول ہو یعنے سدس کے

---

[1] یعنے سوائے اس کے ان اجزا میں سے جو مخرج میں موجود ہوں ۱۲ [2] یعنے دو اور چار اور آٹھ اور تین اور چھ ۱۲

Marfat.com

زیادہ کر دینے سے سات ہو گئے اور مقدار نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ میں طحطاوی سے مذکور ہو گئی ولثمانیۃ کھم وام اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں میں یعنے زوج اور دو سگی بہنوں اور ماں میں م تو اس صورت میں ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنے چھ کی تہائی دو ہے جب اُس کو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہو گئے تو ہر سہم ورثہ میں ربع کا نقصان ہو گا اس واسطے کہ دو ربع ہے آٹھ کا ولتسعۃ کھم واخ لام اور چھ کا عول ہوتا ہے نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی میں یعنے زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی میں م تو اس صورت میں نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھ کا جب اس کو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہو گئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اس واسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہیں اس واسطے کہ یہ صورت اول زمانہ بنی امیہ میں واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو اُس نے چاہا کہ میں نصف مال لوں تو علماء حجاز سے اس کا سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ثلث مال اُس کا حق ہے ولعشرۃ کھم واخ آخر لام اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی اخیافی میں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی میں م تو اس صورت میں ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہیں چھ کے جب اُن کو چھ پر زیادہ کیا تو دس ہو گئے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہیں اس واسطے کہ اُس میں قاضی شریحؒ نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہروں گھومتا پھرتا تھا اور لوگوں سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مر گئی زوج چھوڑ کر اور اس نے کوئی بیٹا یا پوتا نہیں چھوڑا سو زوج کا حصہ کیا ہے تو لوگ کہتے تھے نصف ہے تو وہ کہتا تھا کہ شریح قاضی نے نہ مجھ کو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اس کو طلب کیا یوں کہہ کر کہ کچھ تیرے لئے باقی ہے ہمارے پاس پھر جب وہ آیا تو اُس کو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہے اور واجبی حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہے اور ایسے حکم کی مجھ سے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہے یعنی عول کا حکم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہے انتہی مختصراً بالجملہ وہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو حق نہ جانتا تھا فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے جب کہ چھ دس یا نو یا آٹھ کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہے اور اگر سات کی طرف عول کرے تو احتمال ہے کہ میت عورت ہو یا مرد انتہے واثنا عشر تعول ثلثا الی سبعۃ عشر وترا لا شفعا فتعول الثلثۃ عشر کزوجۃ وشقیقتین و ام وخمسۃ عشر کھم واخ لام وسبعۃ عشر کھم واخ آخر لام اور بارہ عول کرتا ہے تین بار سترہ تک طاق عدد میں نہ جفت میں تو بارہ عول کرتا ہے تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں میں اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور اخیافی بھائی میں اور سترہ کی طرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہیں م جب بارہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت مرد ہے اور تیرہ اور پندرہ کے عول میں عورت اور مردوں کا احتمال ہے کذا فی العالمگیریۃ واربعۃ وعشرون تعول الی سبعۃ و عشرین فقط کامرأۃ وبنتین وابوین وتسمی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہے فقط ستائیس کی طرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو بیٹیوں اور ماں اور باپ کے وارث ہونے میں اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہیں م اس مسئلہ کو منبریہ اس واسطے کہتے ہیں کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اس کا سوال ہوا اور آپ کوفے کی مسجد میں منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپ نے فی البدیہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہیں ہے تو فرمایا کہ صار ثمنہا تسعاً یعنے اس کا آٹھواں حصہ نواں ہو گیا اور خطبہ خوانی میں مشغول رہے سو لوگوں نے تعجب کیا آپ کی فطنت اور ذکاوت کا اور شنشوری نے شرح ترتیب میں بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے اساتذہ سے نقل کیا کہ جس خطبہ میں آپ سے یہ سوال ہوا تھا وہ خطبہ یہ تھا الحمد للّٰہ

۱؎ سب تعریفیں اللہ کو سزاوار ہیں جو یقیناً حق کا حکم کرتا ہے اور ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیتا ہے اور اسی کی طرف بازگشت اور رجوع ہے ۱۲

Marfat.com

الذی یحکم بالحق قطعاً ویجزی کل نفس بما تسعی والیہ المعاد والرجعیٰ اس کے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنہا تسعاً انتہیٰ خزانہ کی شرح میں ہے کہ علی مرتضیٰ کمال حاذق اور ماہر تھے علم حساب میں حکایت ہے کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے میں تم اپنی کتاب یعنی قرآن میں پڑھتے ہو ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعاً اور ہماری کتاب میں ثلث[1] مائۃ سنین مذکور ہے اور یہ تنہ تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری کتاب میں جو تین سو مذکور ہیں تو یونان کے حساب کے موافق ہے یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب میں عرب کے حساب پر ہے یعنے قمری حساب کے موافق ہے اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہیں تو نصرانی حیران ہو گیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہو گیا ولہٰذا کہا گیا ہے کہ علی مرتضیٰ معجزہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اس واسطے کہ باوجود اس قدر تبحر کے علوم میں اور نہایت شجاعت کے حروب میں منقاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تھے آپ کی نبوت کے اور یہ ایسا کلام ہے جیسا بعضے علماء نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رح معجزہ تھے معجزات نبویؐ سے کذا فی الطحطاوی **والرد ضدہ کما مر** اور رد ضد ہے عول کا چنانچہ اول باب میں گذر گیا مسائل فرائض کے تین قسم ہیں فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ برابر پڑیں اس طرح کہ میت نے دو سگی بہنیں اور دو سوتیلی[2] بہنیں چھوڑیں تو سوتیلیوں کا فرض حصہ ثلث ہے اور سگی بہنوں کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہوں مال متروکہ کے سہام سے اور وہاں عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہے گا اس کو عصبہ لے گا تو یہ فریضہ عادلہ ہے یعنے پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہوں اور وہاں عصبہ نہ ہو اس طرح پر کہ میت نے دو سگی بہنوں اور ماں کو چھوڑا تو بہنوں کے دو ثلث ہیں اور ماں کا سدس ہے اور یہاں کوئی عصبہ نہیں جو باقی سدس کو لے تو اس میں حکم ہے رد کا یعنے سدس باقی انہیں وارثوں کو پھیر دیا جائے اور فریضہ عائلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہوں مال کے سہام سے چنانچہ اس کی مثالیں عول کے مسائل میں مذکور ہو چکیں کذا فی العالمگیریۃ **وحینئذ فان فضل عنہا ای عن الفرض والحال انہ لا عصبۃ ثمۃ یرد ذلک الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعاً لفساد بیت المال** یعنے جب کہ رد عول کا ضد ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل ہے فروض سے تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فروض سے اور حالانکہ وہاں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل رد کیا جائے گا اصحاب فروض پر بقدر اُن کے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے مم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضیٰ اور اُن کے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہ ہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور اسی قول کو مالکؒ اور شافعیؒ نے لیا ہے اور شافعیؒ محقق کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہو گیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں کے بہت دلائل ہیں از انجملہ یہ آیت قرآنی ہے واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ یعنے بعض اہل قرابت اولیٰ بمیراث ہیں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت مواریث نے مال کے جزء معین کا استحقاق واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اس طرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے مواریث کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال اُنہیں وارثوں کو پھیر دیا جائے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لئے فساد بیت المال کو علت بیان کیا سو ظاہراً صحیح نہیں اس واسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل

---

[1] یعنے عمر سے اپنے غار میں تین سو برس ۱۲ [2] مراد اُن سے اخیافی بہنیں ہیں جیسا کہ باب الحجب میں گزر گیا کہ دو سگی بہنوں کے ہوتے سوتیلیاں محروم ہوتی ہیں ۱۲

Marfat.com

زوجین اور بنات معتق اور اس کے قرابت دار ہیں یعنی اگر مراتب مستحقین سے کوئی نہ ہو سوائے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہرا درست نہیں اس واسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل مال بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہ ہو کذا فی الطحطاوی الاعلی الزوجین فلا یرد علیہما فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہ ہوگا م زوجین پر اس واسطے رد نہ ہوگا کہ ان میں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو ان پر قرابت کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد علیہما ایضاً قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ہذا وہم من الراوی فراجعہ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار میں اس پر یقین کیا ہے کہ یہ یعنے عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہے تو اس کی طرف مراجعت کرم طحطاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اس کو نقل کرتے ہیں اور انھیں شروح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اس کا جواب بھی انتہی واللہ اعلم وفی الاشباہ انہ یرد علیہما فی زماننا لفساد بیت المال وقدمناہ فی الولاء اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جائے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے اور ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الولاء میں م یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر میں حاشیہ طحطاوی سے تصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرد اربعۃ اقسام لان المردود علیہ اما صنف او اکثر وعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیہ اولا یکون پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اس واسطے کہ جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر تقدیر پر یا ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جن پر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں فالاول ان اتحد الجنس المردود علیہم کبنتین او اختین او جدتین قسمت المسئلۃ من عدد رؤسہم ابتداء قطعاً للتطویل سو اول قسم یعنے اگر دوبارہ پانے والوں کی جنس متحد ہو چنانچہ دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو سرے سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جائے م یعنی چونکہ جمع ترکہ انھیں وارثوں کا ہے فرض اور رد کی راہ سے اور ذاتیں ان کی یکساں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جائے اس واسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اس کے فرض کے دیا جائے پھر دوسری بار باقی مال ان کو بقدر ان کے سہام کے دیا جائے تو دو بار قسمت کرنا ہوگا تو سب متروکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود علیہ جنسین او ثلثۃ لا اکثر بالاستقراء فمن عدد سہامہم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو ان کے سہام کے شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنے جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی پائی نہیں گئی فمن اثنین لو سدسان وثلثۃ لو ثلث وسدس واربعۃ لو نصف وسدس وخمسۃ لو ثلثین وسدس تقصیر المسافۃ تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس ہوں اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا م دو سدس ہونے کی یہ صورت ہے کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہیں تو مسئلہ چھ سے ہے اور اس میں ان کے دو سہم ہیں فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونوں پر قسمت کر دیا نصفا نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا تو تین بار قسمت کرنے کی بے فائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہے

Marfat.com

کہ دو اخیافی بھائی اور ماں وارث ہے تو اس تقدیر میں بھی مسئلہ چھ سے ہے اور وارثوں کے سب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام کے تین تہائی کر کے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیوں کو دو ثلث مال کے اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہے یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہے تو یہاں بھی مسئلہ چھ سے ہے اور مجموع سہام چار ہیں تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا ماں کا ہے تو دونوں مسئلے چار سے قرار دئے اور متروکہ چار حصے کر کے بانٹ دیا اس طرح کہ تین ربع اس کی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہ صورت ہے کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہے یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہوں چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنیں خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینوں صورتوں میں بھی یہ مسئلہ چھ سے ہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہیں تو پہلی صورت میں دو بیٹیوں کے چار سہم ہیں اور ماں کا ایک سہم ہے تو متروکہ کے پانچ حصے کئے ان میں سے چار جنس بیٹیوں کے اور ایک جنس ماں کا اور دوسری صورت میں تین جنسیں وارثوں کی جمع ہوئیں اور منجملہ چھ کے سہام ماخوذہ بھی پانچ ہیں ان میں سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو ان پر متروکہ پانچ حصے کر کے بانٹ دیا بقدر ان کے سہام کے تو بیٹی کے تین جنس اور پوتی کا ایک جنس اور ماں کا دوسرا جنس اور تیسری صورت میں بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذ ہیں سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنوں کے دو سہم اور اسی طرح ماں کے سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہیں تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاوے گا اور متروکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا قصر مسافت کے واسطے یعنی دو قسموں کو ایک قسمت قرار دیں گے کذا فی الطحطاوی **والثالث ان کان مع الاول** ای الجنس الواحد **من لا یرد علیہ** وہو الزوجان اعطی من لا یرد علیہ فرضہ **من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فلی من اربعۃ** للزوج واحد بقی ثلثۃ وہی تستقیم علیہن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنے متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جس پر رد نہیں ہوتا یعنے زوج یا زوجہ تو جس پر رد نہیں ہوتا اس کو اس کا فرض دیا جائے اس کے کمتر مخارج سے اور باقی رد کیا جائے ان کی ذاتوں پر جن پر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہے تین اور وہ تینوں بیٹیوں پر مستقیم ہیں تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہم زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اس کا کمتر مخرج چار ہے پھر جب زوج کو چار میں سے ایک دیا تو باقی تین تینوں بیٹیوں پر بلا کسر قسمت ہو گئی ضرب کی کچھ حاجت نہ ہوئی **وان لم تستقم فان وافق رؤسہم ای رؤس من یرد علیہم کزوج دست بنات ضرب وفقہا** وہو ہنا اثنان **فی مخرج فرض من لا یرد علیہ** وہو ہنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہ ہو تو اگر باقی میں اور ان کی ذاتوں میں جن پر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیوں میں تو ان کا وفق جو کہ یہاں دو ہے اس کے مخرج میں ضرب کیا جائے جس پر رد نہیں کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیوں کے چھ ہم اقل مخرج زوج چار ہیں پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیوں پر منقسم نہیں ہوتے لیکن تین اور چھ میں توافق بالثلث ہے تو رؤس بنات کے وفق کو جو یہاں دو ہے چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی **والا** توافق بل باین **ضرب کل عدد رؤسہم فیہ** ای المخرج المذکور **کزوج وخمس بنات فالمخرج** ہنا اربعۃ للزوج واحد بقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ تبلغ عشرین کان للزوج واحد ضرب فی المضروب یکن خمسۃ فہی لہ والباقی ثلثۃ اضرب الباقی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ اور اگر باقی اور عدد رؤس میں توافق کی نسبت نہ ہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وہ وارثوں کے تمام عدد رؤس کو مخرج

ا؎ باصطلاح اہل فرائض اور اہل حساب کے نزدیک ان دونوں میں تداخل ہے ۱۲

Marfat.com

دیا جاوے گا مخرج مذکور میں چنانچہ زوج اور پانچ بیٹیاں تو مخرج یہاں چار ہے ان میں زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہیں تو چار کو پانچ سے ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اس کو ضرب کر مضروب میں یعنے پانچ میں تو پانچ ہی حاصل ہوں گے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیوں کا تین ہے اس کو بھی مضروب میں یعنے پانچ میں ضرب کر حاصل ہوں گے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملیں گے م یہ صورت بھی صورتین سابقین کے مانند ہے اصل اس کی بارہ ہے اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اس کو چار کی طرف پھیرا کہ وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اس میں سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیوں پر مستقیم نہیں بلکہ تین ہیں اور پانچ میں تباین کی نسبت ہے تو عدد رؤس بنات کو مخرج میں یعنے پانچ کو چار میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا کذا فی الفرائض الشریفی **والرابع لو کان مع الثانی** ای الجنسین فقط لا اکثر بہا بحکم الاستقراء اذ لا یرد مع ارتع طوائف اصلا بالاستقراء اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنے فقط دو جنسوں کے ساتھ دو جنسوں سے یہاں یعنے قسم رابع نہیں ہو سکتا بحکم استقراء کے اس واسطے کہ رد کرنا چار جنسوں کا اصلا نہیں ہوتا استقرا یعنے تتبع جزئیات کی دلیل سے م یعنے اگرچہ قسم ثانی میں اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ میں اس کی مثال مذکور ہو چکی لیکن قسم رابع میں تین جنس کا اجتماع واقع نہیں ہوتا اس واسطے کہ اگر تین جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنے احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسیں ہوئی جاتی ہیں اور حالانکہ رد کرنا چار جنسوں کے ساتھ ہر گز نہیں ہوتا استقراء کی دلیل سے ولعل ہذا نکتہ اقتصارہ فیما مر متنا علی الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنے کا دو جنسوں پر قسم ثانی کے بیان میں جو متن کے اندر گذر گیا م یعنے مصنف نے جو قسم ثانی میں باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع میں اس کا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع میں دو جنسوں کے سوا تیسری جنس نہیں ہوتی ہے اور اقتصار سے یہ مراد نہیں کہ تیسری جنس نہیں ہوتی والا فیراد بالثانی بعضہ لا کلہ فتامله اور اگر اقتصار علی الجنسین کا یہ نکتہ نہ ہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام میں یہاں ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہو گا نہ تمام اس کا سو اس کو تامل کر م یعنے قسم ثانی کی بعض صورت یعنے جس میں دو جنسیں مجتمع ہوں مراد ہے نہ اس کی سب صورتیں اس واسطے کہ رابع میں اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہیں من لا یرد علیہ **فاقسم الباقی** من مخرج فرض من لا یرد علیہ **علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام** یعنے اگر دو جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنے احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اس کو تقسیم کر ان وارثوں کے مسئلے پر جن پر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہو جائے چنانچہ زوجہ اور چار دادیاں اور چھ اخیافی بہنیں وارث ہوں م استقامت باقی کی نہیں ہوتی مگر فقط اسی مسئلے میں جو متن میں مذکور ہوا یعنے احد الزوجین کا ربع ہو اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہیں تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہو گی کذا فی الطحطاوی مختصر المخرج من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد یبقی ثلثۃ تستقیم علی سہم الجدات وسہمی الاخوات لکنہ منکسر علی احاد کل فریق کما سیجی تو مسئلہ مذکورہ میں من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے اس میں سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیوں کے ایک سہم اور بہنوں کے دو سہموں پر مستقیم ہیں لیکن وہ ٹوٹتے ہیں ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ اس کی استقامت کا بیان اخیر باب میں آوے گا م چار دادیوں کا حصہ ایک تھا وہ ان پر قسمت نہیں ہوتا اور اسی طرح بہنوں کا حصہ دو ہے وہ ان پر بٹ نہیں سکتا **وان لم یستقم ضربت جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ** فالمبلغ الحاصل بہذا الضرب مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہ ہو تو مردود علیہم کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج میں ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس ضرب سے وہ دونوں فریق کے حصوں کا مخرج ہو گا یعنے فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ضرب سے نکل آویں گے **کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات** مخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد

Marfat.com

بقی سبعة لاتستقیم علی مسئلة من یرد علیه وهی هنا خمسة لان الفرضین ثلثان وسدس فاضرب الخمسة فی الثمانیة تبلغ اربعین وهی مخرج فروض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیاں اور چھ دادیاں وارث ہوں تو مخرج من لایرد علیه کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھواں یعنے ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ میں من یرد علیه پر مستقیم نہیں اور مسئلہ مذکورہ یہاں پانچ ہے اس لئے بیٹیوں اور دادیوں کے دو فرض دو ثلث اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیه یعنے پانچ کو آٹھ میں جو مخرج ہے من لایرد علیه کے فرض کا ضرب کر حاصل ۴۰ ہوں گے تو یہی مخرج ہے دونوں فریق کے فرض کا م من یرد علیه کے مسئلہ کو پانچ اس واسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہیں اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ ہے تو اس کے دو ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموع فرضین پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ میں ضرب کیا تو ۴۰ ہوئے یہ مخرج ہے فروض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ میں سے بیان کرتا ہے ثم اضرب سهام من لایرد علیه وهو سهم للزوجات فی خمسة مسئلة من یرد علیه یکن خمسة فهی حق الزوجات الاربع من الاربعین پھر من لایرد علیه کے سہام کو یعنے زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیه یعنے پانچ میں ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہوں گے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہے ۴۰ میں سے واضرب سهام کل فریق ممن یرد علیه وهی اربعة للبنات وسهم للجدات فیما بقی اے فی السبعة الباقیة من مخرج فرض من لایرد علیه یکن للبنات ثمانیة وعشرون وللجدات سبعة فاستقام فرض کل فریق لکنه منکسر علی آحاد کل فریق فصححه بالاصول السبعة الآتیة فی باب المخارج تصح من الف واربع مائة واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیه کو اور وہ سہام پانچ ہیں چار بیٹیوں کے اور ایک سہم دادیوں کا ضرب کر ان سات میں جو فرض من لایرد علیه کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوئے ان میں سے بیٹیوں کے ۲۸ سہم ہیں اور دادیوں کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض صحیح راست ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہیں ہوتا ٹوٹتا ہے تو اس کی تصحیح کر لے ان سات قاعدوں سے جن کا بیان آوے گا باب المخارج میں تو تصحیح ہو گا ہر فرد کا حصہ ایک ہزار اور چار سو اور ۴۰ سہم سے م بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہے اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہے اور ان میں سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیوں کا نصیب ۲۵۲ اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وتصح الاولی من ثمانیة واربعین ولولا خشیة الاطالة لاوسعت الکلام هنا[1] اور پہلا مسئلہ یعنے ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنوں کا مسئلہ صحیح ہو جاتا ہے ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہ ہوتا تو البتہ میں اس مقام میں وسیع کلام کرتا م ۴۸ میں سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہے اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنوں کا نصیب ۲۴ ہے اور ہر ایک کا حصہ چار ہے کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہے توریث ذوی الارحام کے مسائل میں م مغرب میں ہے کہ رحم اصل میں منبت ہے ولد کا (بچہ دانی ۱۲) اور اس کا ظرف پھر قرابت اور وصلت (اتصال ۱۲) من جهة الولاد (پیدائش ۱۲) مسمی برحم ہو گئی اس واسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی نے کہا لغت میں ذورحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقاً خواہ قرابت من جهة الولاد ہو یا نہ ہو وهو کل قریب لیس بذی سهم ولا عصبة فهو قسم ثالث حینئذ ذورحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہ ہو تو ذورحم وارثوں کی تیسری قسم ٹھہرا اس وقت میں م یہ اصطلاح شرعی کا بیان ہے اکثر صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس برروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام کے قائل ہیں اور یہی قول ہے امام اور صاحبین اور ان کے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت شاذہ میں میراث ذوی الارحام کے قائل نہیں ان کے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبات نہ ہوں

[1] اور ایک نسخہ میں بعد هنا کے واللہ اعلم بالصواب ہے ۱۲

Marfat.com

تو متروکہ بیت المال میں رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا نفی کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آیت مواریث[1]
میں ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ مذکور نہیں کیا اگر ان کا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور
اثبات کرنے والوں کی دلیل یہ آیت ہے واولوالارحام[2] بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ چنانچہ استدلال اس کا مذکور ہوچکا کذا فی الفرائض
الشریفی مختصراً او تمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذو رحم وارث نہیں ہوتا صاحب فرض اور
نہ عصبہ کے ساتھ سوائے زوجین کے یعنے زوجین اگرچہ صاحب فرض ہیں مگر ذو رحم اُن کے ساتھ وارث ہوتا ہے اس واسطے کہ ان پر رد کرنا
فرض نہیں فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لے گا قرابت کی وجہ سے م جمیع مال کے لینے میں اشارہ ہے کہ ارث
ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہے اس میں اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب کا ہے ہوتا ہے قرب درجہ سے اور گاہے قوت قرابت
سے تو جیسے تعصیب میں بیٹا مقدم ہے باپ پر اسی طرح ذوی الارحام میں جزئیت کا مقدم ہے اصل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربہم الابعد کترتیب
العصبات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کے مانند یعنے جس طرح عصبات میں اقرب ابعد کا حاجب ہوتا
ہے اسی طرح ذوی الارحام میں اقرب کے ہوتے ابعد وارث نہیں ہوتا فہم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابویہ ثم جزء جدیہ او جدتیہ تو کل
ذوی الارحام چار قسم ہیں قسم اول میت کا جزء یعنے میت کی اولاد دختری چنانچہ ناتی اور ناتن پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنے نانا اور نانیاں پھر قسم
ثالث میت کی والدین کا جز یعنے بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جز یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جز یعنے دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ
تفصیل اس کی آگے آوے گی متن اور شرح میں وحینئذ یقدم جزء المیت وہم اولاد البنات واولاد بنات الابن وان سفلوا اور اس
وقت میں یعنے جب کہ یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام میں جو میت سے قریب تر ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جزء مقدم ہوگا میراث میں
ذوی الارحام کی اقسام میں اور جزء میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد سے اور پوتیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ بچند درجہ سافل
اور نازل ہوں م تو اگر میت کی ناتن یا پرناتن ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتن یا پرناتن میراث لے گی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ جزء مقدم
ہے اصل پر عصبات کے مانند ثم اصلہ وہم الجد الفاسد والجدات الفاسدات وان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور
میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہیں اگرچہ بچند درجہ عالی اور اونچے ہوں م جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے بواسطے عورت کے چنانچہ
نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جس کی نسبت میں میت کی طرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی ماں یا نانا کی نانی خلاصہ
یہ ہے کہ اس قسم میں بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی
مختصراً ثم جزء ابویہ وہم اولاد الاخوات لابوین اولاب واولاد الاخوۃ والاخوات لام وبنات الاخوۃ لابوین اولاب وان
نزلوا پھر والدین میت کا جزء مقدم ہے یعنے سگی بہنوں یا سوتیلی بہنوں کی اولاد اور اخیافی بھائی اور بہنوں کی اولاد اور سگے بھائیوں یا سوتیلے
بھائیوں کی بیٹیاں اگرچہ سافل اور نازل ہوں م یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنوں کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہوں یا عورت یعنی
بھانجے اور بھانجیاں ذوی الارحام سے ہیں اور سگے یا سوتیلے بھائیوں کی بنات کی اس واسطے تخصیص کی کہ بھتیجیاں ذوی الارحام میں داخل
ہیں اور بھتیجے عصبات میں سے ہیں چنانچہ عصبات میں مذکور ہوگیا اور اخیافی بھائی اور بہنوں کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہیں
الحاصل اس قسم میں اولیٰ بالمیراث اقرب الی المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ میں برابر ہوں تو ولد عصبہ سے مقدم

[1] یعنے یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیۃ ۱۲ [2] یعنے قرابت داروں میں سے بعض اولیٰ ہیں میراث میں بعض سے کتاب اللہ میں ۱۲

Marfat.com

ولد ذی الرحم ہے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام مال کو بھائی کی پوتی لے گی نہ بہن کا ناتی اس واسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذافی الطحاوی مختصراً ولیقدم الجد علیھم خلافا لھما اور مقدم ہے نانا ان پر یعنے اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر برخلاف صاحبین کے م امام سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور نواسن پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں اور نہ اس پر فتوی ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ ناتی اور ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیوں اور بھتیجیوں پر اور اسی روایت پر فتوے ہے اور صاحبین کے نزدیک بھانجے اور بھانجیاں اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں اور امام کا مذہب ذوی الارحام میں عصبات کے قیاس پر ہے اس واسطے کہ عصبات میں دادا مقدم ہے میت کے بھائیوں پر کذافی الطحاوی ثم جزء جدیہ او جدتیہ پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے م یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے الے آخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنے دادا اور ماں کا باپ یعنے نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنے نانی مراد ہے وھم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہیں م یہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہیں ماموں تو بھائی ہیں میت کی ماں کے اور خالہ بہنیں ہیں اس کی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہیں تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہیں اور اگر ماں کے اخیافی بھائی بہن ہیں تو میت کی ماں کی طرف منسوب ہیں کذافی الطحاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہیں یعنے میت کے باپ کے اخیافی یعنے مادری بھائی ہیں امام میں مادری کی قید اس واسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات میں داخل ہیں نہ ذوی الارحام میں والعمات اور پھوپھیاں ہیں ذوی الارحام سے مطلقاً سگی ہوں یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنیں ہیں باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہیں جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنیں ہیں تو وہ منسوب ہیں اس کی جدہ پدری کی طرف قسم رابع میں خلاصہ یہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری درجے میں برابر ہیں یہاں کوئی اقرب اور ابعد نہیں اور ان میں حکم یہ ہے کہ ان میں سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت ان کی متحد ہے یا نہیں اگر متحد ہے اس طرح کہ سب کی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے تو اقرب اولے ہے بالاجماع یعنے سگا اولیٰ ہے سوتیلے سے اور سوتیلا اولے ہے اخیافی سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی ہیں بھی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہے اس طرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہے اور بعض کی ماں کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیاں ہیں اور قرابت مادری کے واسطے ایک تہائی ہے کذافی الطحاوی مختصراً وبنات الاعمام واولاد ھولاء اور منجملہ قسم رابع چچوں کی بیٹیاں ہیں اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنے اخوال اور خالات اور اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع میں داخل ہیں ثم عمات الاباء والامھات واخوالھم وخالاتھم واعمام الاباء لام واعمام الامھات کلھم واولاد ھولاء وان بعدوا العلو والسفول پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپوں اور ماؤں کی پھوپھیاں اور ان کے ماموں اور خالائیں اور باپوں کے اخیافی چچا اور ماؤں کے چچا بالکل خواہ سگے ہوں یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہوں اونچے اور نیچے ہوں م یعنے جب کہ میت کے عمات اور خالات اور اخوال اور ان کی اولاد موجود نہ ہوں تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اس کی ماں کے چچا اور ماموں اور عمہ اور خالہ کی طرف تو اگر ان میں سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لے گا عدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہوں گے اور قرابت ان کی متحد ہوگی تو ان میں سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت ان کی برابر ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت ان کی مختلف ہے تو باپ کے قرابت والوں کو دو تہائیاں ہیں اور ماں کی قرابت والوں کو ایک تہائی الی آخر ما مر پھر اگر یہ لوگ بھی نہ ہوں تو ان کی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر ان کی اولاد بھی نہ ہو تو حکم منتقل

Marfat.com

ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم کی طرف پھر اُن کے بعد اُن کی اولاد کی طرف اسی طرح الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشریفی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم میں مگر قسم رابع میں یہ حکم ظاہر نہیں اس واسطے کہ ان میں کوئی اقرب نہیں ہاں اُن کی اولاد میں البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی واذا استووا فی الدرجۃ واتحدت الجہۃ قدم ولد الوارث اور جب کہ ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر مگر ولد وارث سے مراد صنف اول میں صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث میں عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع میں یہ نہیں ہوتا ہاں اُن کی اولاد میں تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والوں کے واسطے دو تہائیاں ہیں متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والوں کے واسطے ایک تہائی ہے مگر طحطاوی نے کہا یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع میں اور ان کی اولاد میں ہوتی ہے نہ اول اور ثالث میں وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ او الانوثۃ اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر اُن کے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے میں یکساں اور متفق ہو تو فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمدؒ کے مگر درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہوں یا فقط اناث ہوں تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر مختلط ہوں تو للذکر مثل حظ الانثیین تو ناتی دو ثلث پاوے گا اور ناتن ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وہو ہنا البطن الثانی وہو ابن بنت وبنت بنت فمحمد اعتبر صفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فقسم علیہم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یکون ثلثاہ لبنت ابن البنت نصیب ابیہا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیۃ وشروحہا اور جب کہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت میں چنانچہ ناتی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو اس میں محمدؒ نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اُس اول بطن پر جس میں اختلاف ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال میں بطن ثانی میں پڑا ہے یعنے ناتی اور ناتن میں تو محمدؒ نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن ثانی میں ہمارے مفروض مسئلہ میں تو اُن پر مال کو تین حصے کر کے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اس کی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیاں ناتی کی بیٹی کی ہوں گی جو اس کے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاوے گا اس واسطے کہ تہائی اُس کی ماں کا حصہ ہے اور اس کا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اس کی شرحوں میں ہے یعنے بیان نہایت مذکور ہوا مگر جب کہ اصول میں اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور اختلاف اصول کا کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمدؒ نے اعلائے بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے اور ہر اصل کا حصہ اُس کی فرع کے واسطے مقرر کیا ہے تو متن کی صورت مذکورہ میں ابو یوسف کے نزدیک مال کی تین تہائیاں ہو کر دو تہائیاں ناتن کا بیٹا پاوے گا اور ایک تہائی ناتی کی بیٹی پاوے گی برعکس قول محمدؒ کے اور تعدد اختلاف بطون کی تفصیل محمدؒ کے مذہب کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جداگانہ طحطاوی اور شروح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اُس کے ترجمہ کرنے سے معذور ہیں فمن شاء الاستقصا فلیرجع الیہا وہہنا اعتبر الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کا مگر یہاں ضمیر کا مرجع مقدم مذکور نہیں ہوا بلکہ مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ رح فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی کذا فی شرح السراجیۃ لمصنفہا لیکن محمدؒ کا قول مشہور تر ان دو روایتوں میں سے ہے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اسی قول پر فتویٰ ہے

Marfat.com

ایسا مذکور کیا ہے سراجیہ کے مصنف کی شرح میں م وہکذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور یہ بھی عالمگیری میں ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسفؒ کا قول لیا ہے اس قسم کے مسائل میں اور طحطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دیا ہے وفی الملتقے وبقول محمد یفتے سئلت عمن ترک بنت شقیقۃ وابن وبنت شقیقۃ کیف تقسم فاجبت بانہم قد شرطوا عدد الفروع فے الاصول فحینئذ تصیر الشقیقۃ کشقیقتین فیقسم المال بینہما نصفین ثم یقسم نصف الشقیقۃ بین اولادہا اثلاثا اور ملتقی میں ہے کہ محمدؒ کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے مجھ سے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جس نے اپنے سگے بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اس کا متروکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اس طرح کہ فقہاء نے شمار فروع کا اصول میں شرط کیا ہے یعنے اگر فرع متعدد ہوں گی تو اصل کو بھی متعدد قرار دیں گے تو اس وقت میں سگی بہن دو سگی بہنوں کے مانند ہو جاوے گی یعنے اس واسطے کہ اس کی دو فرع ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنوں کے ہوگئی نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اُس کی اولاد میں تین تہائیاں ہو کر مقسوم ہوگا م یہ جواب مبنی ہے محمدؒ کے قول پر اُن کا مذہب یہ ہے کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہوں اور دوسری اصل کی دو فرع مونث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کریں گے تو اصل کو متعدد قرار دیں گے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنے ذکورت اور انوثت کا اصل میں اعتبار نہ کریں گے تو بنابر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بہن کے دو فرع ہیں لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو بہنوں کے قرار دیا اور متروکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیاں کر کے اُس کی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لے گا اور ایک تہائی بیٹی کذافی الطحطاوی ملتقطا من المومنین

فصل فے الغرقی والحرقی وغیرہم

یہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام میں م غرقی جمع ہے غریق کی اور حرقی جمع ہے حریق کی جیسے قتلے جمع ہے قتیل کی مراد اُن سے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی جل گئے یا اُن پر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکے میں مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ قرار دیا جاوے گا کہ گویا وہ ساتھ ہی ایک ہی آن میں مر گئے لاتوارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں باہم وارث ہونا نہیں یعنے ایک غریق دوسرے غریق کا وارث نہ ہوگا مگر جب کہ تقدم اور تاخر مردوں کا معلوم ہو جائے اس طرح پر کہ یقین کے بعد شبہ واقع نہ ہو تو اب پچھلا مردہ وارث ہوگا پہلے مردے کا م غرقی اور ان کے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ اُن میں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اُس کا حکم صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تھا پھر اس میں شبہ پڑ گیا اُس کا حکم یہ ہے کہ اس کی میراث موقوف رہے گی تا وقتیکہ شبہ زائل ہو کر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کر لیں اس واسطے کہ یاد آجانے سے مایوسی نہیں ہے تیسری صورت یہ ہے کہ میت سابق بلاتعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہے کہ سب کی موت ساتھ ہی ہو یا پانچویں صورت یہ ہے کہ سبقت اور معیت کچھ معلوم نہ ہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا کذافی الطحطاوی عن عجم زادہ محشی الشریفی فلو جہل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نہ رہے مجہول ہو جائے یعنی اُس کی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہو اُس کی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتوں کے جو مذکور ہو چکیں کذافی الطحطاوی اعطے کل بالیقین ووقف المشکوک فیہ حتے یتبین او یصطلحوا شرح المجمع تو دیا جائے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس میں شک پڑے

Marfat.com

موقوف رہے بیان تک کہ صاف ظاہر ہو جائے یعنے یاد پڑ جائے اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کریں کذا فی الشرح المجمع قلت واقره
مصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا لمحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایہما ہو یجعل کانہما ماتا معا لتحقق التعارض بینہما وہو مخالف لما مر فتدبر
میں کہتا ہوں اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء سراج سے منسوب بمحمدؒ اس قول
نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں سے کون شخص پہلے مرا تو یہ ٹھہرایا جاوے گا کہ گویا دونو
ساتھ ہی مر گئے ثبوت تعارض کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اس کو سوچ لے م ضوء سراج میں
صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو تنافی اور تخالف دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنے صورت ثالثہ میں میت سابق
کا علم بلا تعیین ہے اور صورت ثانیہ میں علم علے التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب تخالف قولین باقی نہ رہا **واذا لم یعلم ترتیبہم یقسم مال کل منہم**
علی ورثته الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جب کہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہ ہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگوں میں سے اس کے زندہ
وارثوں پر تقسیم کیا جائے اس واسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک کے سبب سے م یعنے استحقاق میراث کے سبب میں بیان
شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جب تک سبب متیقن نہیں
استحقاق میراث کا متحقق نہیں اس واسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہیں کذا فی الطحطاوی فرائض شریفی میں ہے کہ صدیق اکبرؓ نے اہل یمامہ
کے مقتولین میں اسی طرح کا حکم کیا یعنے زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جب کہ عمواس میں
وبا سے لوگ مر گئے تو عمر فاروقؓ نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضےؓ نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہے **والکافر یرث**
بالنسب والسبب کالمسلم اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کی مانند یعنے کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہوں گے جیسے
فرض اور عصوبت اور رحم کے طریق سے جب کہ کفار حکام مسلمین کی طرف مرافعہ کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی **ولو اجتمع**
له قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب احدہما الاخر فانه یرث بالحاجب اور اگر کافر میں دو ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتین
دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے م چنانچہ مجوسی نے اپنی ماں سے
نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اُس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی
وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے اور محجوب نہ ہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے **وان لم یحجب احدہما الاخر یرث بالقرابتین عندنا**
کما قدمناه اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہ ہو تو کافر وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ ہم نے
اس کو آگے ذکر کر دیا ہے باب عول سے پہلے م صورت اُس کی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا سو اس سے فرزند پیدا ہوا تو یہ عورت
اُس کی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی متروکہ پاوے گی
اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لے گی **ولا یرثون بانکحة مستحلة عندہم** ای یستحلونہا کتزوج مجوسی امه لان النکاح الفاسد لا یوجب
التوارث بین المسلمین فلا یوجبه بین المجوس کذا فی الجوہرة قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیه یتوارثان وما لا فلا انتہے وصححه فی الظہیریة اور کفار
وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحوں کی جہت سے جو اُن کے نزدیک حلال ہیں یعنے جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح
کرنا اپنی ماں سے اس واسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوس میں بھی باہم میراث کا موجب نہ ہوگا کذا فی
الجوہرة اس کے مصنف نے کہا کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث

Marfat.com

ہوں گے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نہ رکھے جاویں تو باہم وارث نہ ہوں گے انتہے مافی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ میں **ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لما قدمنا فے العصبات انہ لااب لہما** اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کے جہت سے وارث ہوگا اس واسطے کہ ہم نے عصبات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے کہ ان دونوں کا باپ نہیں یعنے احکام شرعی میں نہ واقع میں م تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اس کا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث لے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اس کی ماں سے گی فرضاً اور رداً اور اگر ماں نہ ہو تو ماں کے ذوی الارحام وارث اس کے ہوں گے کذافی الطحطاوی **ووقف للحمل حظ ابن واحد اوبنت واحدۃ ایہما کان اکثر وعلیہ الفتوے لانہ الغالب ویکفلون احتیاطا** اور انتظار کیا جاوے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحدہ کا حصہ ان میں سے جس کا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثوں سے اس قدر حصے کا ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اس کو صرف نہ کر ڈالیں م امام اعظمؒ کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹیوں کا حصہ اور محمدؒ کے نزدیک تین بیٹوں کا حصہ انتظار رکھا جائے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہے گا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اس واسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد میں نہیں پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پر بنی ہوگا جب تک اس کا خلاف ظاہر نہ ہو کذافی السراجیہ و شرحہا للسید **کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجۃ حبلے فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض الحمل ذکرا وتعول لسبعۃ وعشرین ان فرض انثے لان للبنتین الثلثین** چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجئے اور چوبیس عول کریں گے ۲۷ کی طرف اگر اس کو عورت فرض کیجیے اس واسطے کہ دو بیٹیوں کے واسطے دو تہائیاں فرض ہیں م ۲۴ سے اس واسطے مسئلہ ٹھہرا کہ ثمن زوجہ کا والدین کے سدسین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہیں ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہیں چار ماں کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے ہیں للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۷۲ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونوں بیٹیوں کو ۱۶ ملنے چاہئیں اس لئے مسئلہ عول کرے گا ۲۷ کی طرف **قلت ہذا علے کون الحمل من المیت والا فامثلۃ کثیرۃ** میں کہتا ہوں یہ مثال اُس تقدیر پر ہے جب کہ حمل میت سے اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اس کی مثالیں بہت کثرت سے ہیں م مثل بعنم میم وثاء مثلثہ جمع ہے مثال کی شارح کی عبارت اس کی موہم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت سے ہے تو اس کی یہی مثال خاص ہے جس کو شارح نے ذکر کیا حالانکہ ایسا نہیں ہے کذافے الطحطاوی **کما لو ترکت زوجا واما حبلے فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہا النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفے** چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اس واسطے کہ وہ عصبہ ہے باقی مال پاوے گا تو حمل کو عورت فرض کریں گے تاکہ وہ بہن ہو اور اس کے واسطے نصف متروکہ مقرر ہوا اور عول کرے گا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہیں ہے م یہ مسئلہ چھ سے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کرے گا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذافی الطحطاوی **قلت ولم ار مالو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الاخر لا کم واخوین لام فان قدر ذکرا لم یبق لہ شئے فینبغے ان یقدر انثے وتعول لتسعۃ احتیاطا** میں کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہ ہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ ماں اور دو اخیافی بھائیوں کو چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اس کے واسطے کچھ باقی نہ رہے گا تو لائق بقواعد یہ ہے کہ اس کو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کرے گا مسئلہ نو کی طرف

Marfat.com

م یہ مسئلہ وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اس کے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے میں اس واسطے حمل کے واسطے کچھ باقی نہ رہے گا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور ماں کا سدس ہے اور اخیافی بھائیوں کا ثلث ہے پھر جب کہ ترکہ مستغرق بالفروض ہوگیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہوگیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کرسے گا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس ماں کا اور ثلث اخیافی بھائیوں کا تو حمل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھیں گے نو میں سے کذا فی الطحطاوی بتصرف و فی الوہبانیۃ قال ؎ وحاملۃ ان تات بابن فلم یرث ✽ وان ولدت بنتا لہا الثلث یقدر ✽ اور وہبانیہ میں کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہ ہوا اور اگر لڑکی جنے تو اس کے واسطے تہائی مقرر ہے م یہ وہ مسئلہ ہے جس کو شارح نے ابھی مذکور کیا ثلث نصف عائل[1] ہے اس واسطے کہ تین تہائی ہے نو کی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات

یہ فصل ہے مناسخات میں م مناسخہ لغت میں عبارت ہے ازالہ اور تغییر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض میں مناسخہ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثوں کے سہام ان کے پچھلوں کی طرف منقول ہو جاویں بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثوں کو دیے جاویں کذا فی الطحطاوی یعنے ترکہ ہنوز قسمت نہ ہوا تھا کہ وارث مرگیا تو اس کے حصے کو اس کے وارث کی طرف نقل کرنا اسی کا نام مناسخہ ہے مات بعض الورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صححت المسئلۃ الاولی واعطیت سہام کل وارث بعض وارث مرگیا ترکہ قسمت ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کی جاوے[2] گی اور ہر وارث کے سہام دیے جاویں م تصحیح مسئلہ اس عبارت سے ہے کہ سہام لیے جاویں کمتر عدد سے اس طرح پر کہ کسی وارث پر کسر واقع نہ ہو کذا فی الشریفی اور تصحیح مسائل کے سات قاعدے ہیں آگے معلوم ہوں گے ثم الثانیۃ پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کی جاوے گی پہلے مسئلہ کے بعد م اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے ما فی الید[3] میں نظر کریں گے تو یہ نظر تین حال سے خالی نہیں یا دونوں ما فی الید میں مماثلت[4] ہوگی یا موافقت یا مباینت ان کی مثالیں آگے معلوم ہوں گی الا اذا اتحد وان کان ما عن عشرۃ بنین ثم مات احدہم عنہم مگر جب کہ دونوں مسئلوں کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چھوڑ کر پھر اس کے بعد ان میں سے ایک بیٹا مرگیا نو بھائی چھوڑ کر م دس بھائی سگے ہوں یا سوتیلے تمام متروکہ نو بھائیوں پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تھا اس واسطے کہ اگر اول دس حصے کیجیے پھر ایک کا حصہ نو کو دیجیے تو تطویل بلا طائل ہے فان استقام نصیب المیت الثانی علی ترکتہ فبہا ونعمت پھر مسئلہ ثانیہ اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اس کے ترکہ پر یعنے اس کے وارثوں پر بلا کسر مقسوم ہوگیا تو بہت خوب اور بہتر ہوا م اور ہم ایک مثال مذکور کرتے ہیں جس میں احوال ثلثہ یعنے استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہو وہ یہ[5] ہے کہ ایک عورت زوج اور بیٹی اور ماں کو چھوڑ کر مرگئی پھر زوج قبل از قسمت متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑ کر مرگیا پھر بیٹی دو ابن ایک بنت اور اس کی جدہ کو چھوڑ کر مرگئی جو میت اول کی ماں ہے پھر وہ جدہ یعنے نانی زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مرگئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث

---

[1] عائل یعنی عول یعنی اصل مسئلہ جو چھ ہے اس کا نصف کل کی تہائی ہے ۱۲ [2] ف میراث حمل ۱۲ [3] اگر ترجمہ معروف کا کیا جاتا تو ماتن کے اگلے اقوال کے مطابق ہوتا چنانچہ ہم نے اعراب معروف کا دیا ہے ۱۲ [2] یعنے جو میت ثانی کو تصحیح اول میں سے سہام ملے تھے ۱۲ [4] بیان مماثلت اور موافقت وغیرہ کا باب المخارج میں آوے گا بہتر یہ تھا کہ مناسخہ کے پہلے مذکور ہوتا ۱۲

[5] طریق مناسخہ کے لکھنے کا یہ ہے کہ اول میت اول اور اس کے وارثوں کو لکھ کر اصل مسئلہ کو جدا اور تصحیح کو اس کے اوپر لکھتے ہیں چنانچہ مثال اس کی صفحہ ۵۰۰ کے حاشیہ پر ہے اس میں ف علامت تصحیح کی ہے اور مف علامت مافی الید کی اور لسا علامت موت کی اور سب کے آخر میں ہر زندہ لوگوں کا مسمی یعنی احیا لکھ کر اس کے نیچے زندوں کے نام اور ان کے سہام نقل کر دیتے ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں رد یا عول کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کا اشارہ بھی کر دیتے ہیں اور تصحیح اموات اور مافی الید میں استقامت و موافقت و مباینت کو بیچ میں لکھ دیتے ہیں ۱۲

Marfat.com

موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مباینت کی مثال ہے پھر جب ہم نے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہر وارث کو اس کے سہام دئے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثانی اور اس کی تصحیح میں تامل کیا تو مسئلہ اولی کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس کے اجتماع سے اور اس مسئلے میں رد فرض کرنا ہوگا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور ماں کے دو ایک سہم باقی رہا اس کو بیٹی اور ماں پر بقدران کے سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد فروض میں سابق مذکور ہو چکا سو اس مسئلہ میں من یرد علیہ کے دو جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنے بنت اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مخارج سے یعنے چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہے اس واسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے نصف اس کا تین سو بنت کا فرض ہے اور سدس اس کا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصف زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہیں تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنے چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج میں اور وہ مخرج بھی چار ہے تو چار کو چار میں ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جب اس کو مسئلہ من یرد علیہ میں یعنے چار میں ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کے باقی میں ضرب کیا گیا تو ماں کا حصہ ایک تھا چار سے جب اس کو تین میں جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اس کو تین میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور ماں کو تین اور بیٹی کو نو پھر جب ہم نے میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنے زوج کی تو چار سہم سے اس کی تصحیح پائی اس واسطے کہ اس کی زوجہ کا ربع ہے اور اس کی ماں کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور اس کے باپ کا حصہ دو تہائیاں پھر جب ہم نے زوج کی مافی الید سہام میں نظر کی تو چار سہام پائے سو اس کے وارثوں پر بلا کسر مستقیم ہیں ان میں سے زوجہ کا ایک سہم اور ماں کا ثلث باقی یعنے ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنے دو سہم تو اس تصحیح میں ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑی اور پہلا مسئلہ اور دوسرا سولہ سے صحیح ہو گیا کذا فی الطحطاوی والشریفی **وان لم یستقم فان کان بین سہامہ ومسئلتہ موافقۃ ضربت وفق التصحیح فی کل التصحیح الاول** اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہ ہو اس کے وارثوں پر سو اگر میت ثانی کے سہام میں اور اس کے مسئلے میں موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول سہام میں تو ضرب کرے گا مثال اس کی وہ میت ہے صورت مذکورہ میں جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑ کر مر گئی تو یہ مسئلہ چھ سے ہے جدہ کا ایک سدس ہے یعنے ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ رؤس کے ہیں یعنے چار سہم دو بیٹوں کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اس کے مافی الید میں جو نو ہیں اور اس کے مسئلے میں جو چھ ہیں تو ان میں موافقت بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اس کو ضرب کیا مجمع تصحیح اول میں جو سولہ ہیں تو حاصل ہوئے ۳۲ جس کے سہام سولہ سے تھے یعنے میت اول کے ورثہ کے سو وہ لے گا دو میں ضرب کر کے اس واسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جس کے سہام چھ سے ہیں یعنے میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لے گا تین میں ضرب کر کے اس واسطے کہ تین میت ثانی کے مافی الید کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب ان کو دو میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے ان کو دو میں ضرب کیا

مثال مناسخہ	میت اول	میت دوم	میت سوم	میت چہارم
۱۲۸ / ۳۲ / ۱۶	مسئلہ ردیہ	مسئلہ ۴ مستقیم حامد میت ۹	مسئلہ ۶ توافق بالثلث صالحہ میت ۹	مسئلہ ۲ تباین زہرہ میت ۹
	زوج حامد ۱/۴	زوجہ شاکرہ ۱/۴	ابن زید ۲/۲۴	زوج قمر ۲/۱۸
	بنت صالحہ ۹	ام راضیہ ۱/۸	ابن عمرو ۲/۲۴	اخ کوکب ۱/۹
	ام ہندہ زہرہ ۳/۶	اب خالد ۲/۱۶	بنت عابرہ ۱/۱۲	اخ خورشید ۱/۹
			جدہ زہرہ ۱/۳	

المبلغ ۱۲۸ — الاحیاء

شاکرہ	راضیہ	خالد	زید	عمرو	عابرہ	قمر	کوکب	خورشید
۸	۸	۱۶	۲۴	۲۴	۱۲	۱۸	۹	۹

Marfat.com

آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثوں پر بھی مستقیم ہے اس میں سے زوجہ کے دو سہم اور اس کے باپ کے چار سہم اور
اس کی ماں کے دو سہم اور میت ثانی کے مسئلہ سے جدہ کا ایک سہم تھا اس کو تین میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم
تھے ان کو تین میں ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوئے ان میں سے ہر بیٹے کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی الطحطاوی والشریفی ملتقطا والا
یکن بینھما موافقۃ بل مباینۃ ضربت کل الثانی فی کل الاول تحصیل مخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام میں اور اس کے مسئلے میں موافقت
نہ ہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کرے گا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح اول میں حاصل ہوگا دونوں مسئلوں کا مخرج یعنی علی تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے
اور علی تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول میں موافقت اور مباینت کے دونوں مسئلوں کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ
میں وہ جدہ ہے جو زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی اور اس کے ہاتھ میں نو سہم میں چھ سہم سے اُس نے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور
تین سہم اپنی نواسی سے جو میت ثالث ہے پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور مسئلہ جدہ کی تصحیح چار سے ہے اس واسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل
مسئلہ ہوا دو سے اُس کا نصف زوج کو دیا یعنی ایک دو سے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیوں پر قسمت نہیں ہو سکتا مباینت کی وجہ سے تو بھائیوں کے روس کو
اصل مسئلے میں یعنی دو میں ضرب کیا حاصل ہوئے چار اس میں سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ میں نو سہم ہیں اور نو میں اور
چار میں مباینت ہے تو تصحیح ثانی یعنی چار کو تصحیح اول یعنی ۳۲ میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۸ تو جس کا حصہ ۳۲ میں تھا وہ حصہ چار میں یعنی مسئلہ جدہ
میں ضرب کیا جائے گا اور جس کا حصہ چار میں ہے وہ جدہ کی مافی الید یعنی نو میں ضرب کیا جائے گا سو میت ثانی جو زوج ہے میت اول کا اس کی دوسری
زوجہ کا حصہ دو تھا ۳۲ سے اس کو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب اس کا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا حصہ بھی دو تھا اس کو بھی چار میں ضرب کیا
آٹھ ہوئے یہ اس کی ماں کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب ان کو چار میں ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت
ثالث یعنی میت اول کی بنت کے دونوں فرزندوں کا حصہ چھ تھا ۳۲ سے چار میں ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت
ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اس کو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے یہ اُس کا حصہ ہوا اور میت رابع یعنی جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دو سہم تھے
چار سے جب ان کو ضرب کیا جدہ کے مافی الید یعنی نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے یہ اُس کا حصہ ہوا اور ہر جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اس کو بھی نو میں ضرب
کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ تو نو سہم کا ہوا کذا فی الشریفی والطحطاوی ملتقطا فتضرب سہام ورثۃ المیت الاول فی المضروب ای
فی التصحیح الثانی او فی وفقہ سو حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سہام ضرب کرے تو مضروب میں یعنی تصحیح ثانی میں مباینت کی تقدیر پر
یا تصحیح ثانی کے وفق میں موافقت کی تقدیر پر تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے سے اس مضروب میں ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے
چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بالطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا امثلہ سابقہ میں وسہام ورثۃ المیت الثانی فی کل ما فی یدہ او فی وفقہ
من التصحیح الاول اور میت ثانی کے وارثوں کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام ما فی الید میں علی تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے
وفق میں ضرب کرے علی تقدیر الموافقۃ ثم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فصلت سابقا وان کان فیھم من یرث من المیتین ضربت
نصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ ونصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ اور اگر وارثوں میں وہ وارث ہو جو دونوں میت سے
میراث پاتا ہے تو اس کے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی میں اگر مباینت ہو یا اُس کے وفق میں اگر موافقت ہو اور ضرب کرے تو اس کے حصے
کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید میں اگر مباینت ہو یا اُس کے وفق میں اگر موافقت ہو ثم پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا ایک بیٹا چھوڑ
کے ایک عورت سے اور تین بیٹیاں چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مر گئی دو سگی بہنیں اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہے

Marfat.com

اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ میں ایک ہے اور ایک میں اور تین میں مباینت ہے تو تین کو پانچ میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر راس کا اول سے ایک سہم تھا[1] اس کو مسئلہ ثانیہ میں ضرب کیا یعنے تین میں تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنوں کے دو سہم تھے ان کو ایک میں ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا[2] اس کو ایک میں ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص مرگیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر اور اس کی ماں اور دادا میت اول کے بھی وارث ہیں تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہے اس واسطے کہ ثمن ملا ہے سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جب کہ بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر تو اس کا مسئلہ ہوگا تین سے اور اس کے ہاتھ میں بارہ سہم ہیں اور بارہ اور تین میں موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہے ۲۴ میں ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہوں گے تو جس کا حصہ مسئلہ اولی میں ہے وہ اپنا حصہ لے گا ایک میں ضرب کرکے جو تصحیح کا وفق ہے اور جس کا حصہ مسئلہ ثانیہ میں ہے وہ اپنا حصہ لے گا چار میں ضرب کرکے اس واسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی مافی الید کا یعنے بارہ کا تو مسئلہ اولی میں زوجہ کے تین تھے ان کو ایک میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے ان کو بھی ایک میں ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ میں ماں کا ایک سہم تھا منجملہ تین سہم کے اس کو چار میں ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے ان کو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اس کا حصہ ٹھہرا[3] کذا فی الطحطاوی **ولو مات ثالث قبل القسمة جعل المبلغ الثانی مقام الاولی وجعل الثالثة مقام الثانیة فی العمل وہکذا کلما مات واحد تقیم مقام الثانیة والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولی الی مالا یتناہی** اور اگر وارثوں میں سے تیسرا میت مرگیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولے کے مقام پر ٹھہرایا جاوے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جائے عمل کرنے میں اور اسی طرح جب کہ ایک وارث مرے تو اس کو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کر اور جو مبلغ کہ اس کے پہلے حاصل ہوچکا ہے اس کو مسئلہ اولے کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک م یعنے ثالث کی موت قبل القسمة سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولے اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہے وہ بجائے تصحیح مسئلہ اولی کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجائے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر اسی طرح میت رابع اور خامس میں الی غیر النہایة عمل کرنا چاہیے اس واسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینوں مردے ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسی طرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہوگئی چاروں مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلی ہذا القیاس الی مالا یتناہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ واحد میں ہو یا مراتب متعددہ میں ہو عمل میں کچھ فرق نہیں بہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہوچکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا و ہذا علم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنے کا سو اس میں غفلت نہ کیجیو م شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہیں ہے اس میں ہوشیاری اور بیداری لازم ہے اس واسطے کہ یہ دقیق ہے اور تامل کر اور فکر کی اس میں بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہ باب ہے مخارج میں م مخارج جمع ہے مخرج کی یعنے جائے خروج فروض ستہ اب ان قاعدوں کا بیان شروع ہوا جن کی قسمت فروض میں حاجت ہے اور چونکہ سب فروض کسور ہیں تو ان کے مخارج بھی کسور کے مخارج ہیں اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ

---

[1] یعنے دونوں بیٹیوں کا ایک ایک سہم ہے اور لپسر کا جائے دو کے ہے اس کے دو سہم تھے تو تین میں ضرب کرنے سے اس کے سہام چھ ہوئے اور بیٹیوں کے تین تین ۱۲ [2] تو بھائی کے دونوں جگہ کے سہم مل کر سات ہوئے اور بہنوں کے چار چار تو کل پندرہ ہوگئے ۱۲ [3] کیونکہ ماں کا حصہ کل مال کی تہائی ہے اور دادا عصبہ ہے ۱۲ [4] تو دادا کا حصہ دونوں میتوں سے سترہ ہوا اور ماں کا سات اور دونوں مل کر ۲۴ ہوگئے ۱۲

Marfat.com

تصحیح
اقل عدد ہے جس عدد سے یہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے مخارج کو تصحیح حصص پر مقدم کیا اس واسطے کہ تصحیح
مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب میں اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو تماثل اور تداخل اور تبائن بین العددین کو پھر معرفت حصہ ہر فریق
کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثہ والغرماء الفروض المذکورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف ومخرج کل کسر سمیہ کالربع من اربعۃ الا النصف
فانہ من اثنین فرض حصے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں دو قسم ہیں قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اس کسر کا ہم نام ہے چنانچہ ربع نکلا ہے اربعہ
سے سوائے نصف کے کہ اس کا مخرج اس کا ہم نام نہیں کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنے دو سے ہم نام سے مراد یہ ہے کہ مخرج اور کسر حروف میں
شریک ہیں اور اسی طرح ہندی زبان میں کسر اور مخرج ہم نام ہیں چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھے کے کہ وہ ہمنام سے
نہیں ہے کیونکہ اس کا مخرج دو ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا تو فرض کمتر ہوگا اس واسطے
کہ نصف اکثر ہے ربع سے اور مخرج اس کا اقل ہے ربع کے مخرج سے والربع من اربعۃ والثمن من ثمانیۃ والثانی الثلث والثلثان
کلاہما من ثلثۃ والسدس من ستۃ اور منجملہ قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہیں وہ
دونوں نکلے ہیں ثلثہ سے اور سدس ستہ سے سدس کا ہم نام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اس واسطے کہ ستہ کی اصل سدسہ ہے دوسرا سین تے
کے ساتھ بدل گیا اور اسی طرح دال تے ہو گئی اور پہلے تے دوسری تے میں مخفی ہو گئی تو ستہ ہو گیا علی التضعیف والتنصیف فنقول مثلا الثمن
وضعفہ وضعف ضعفہ او نقول النصف ونصفہ ونصف نصفہ فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہے تو مثلا تو یوں کہے
کہ ثمن اور اس کا دونا اور اس کے دونے کا دونا یا تو یوں کہے کہ نصف اور اس کا آدھا اور آدھے کا آدھا اس کلام سے مراد یہ ہے کہ ثمن کو جب دونا کیجیے
تو ربع حاصل ہوتا ہے اور ربع کو جب دونا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہے اسی طرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہے اور ثلث کو جب دونا کیجیے تو ثلثین
ہوتا ہے اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہے اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہے اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف میں ہے[1] اور
اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ان فروض میں سے اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار میں کمتر ہو تو ثمن کو پایا
جس کا مخرج ثمانیہ ہے اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونوں بلا کسر نکلتے ہیں تو انہوں نے ان تینوں فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن
کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جس کا مخرج ستہ ہے اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اس میں سے بلا کسر نکلتے ہیں تو ان تینوں کو دوسری قسم
قرار دیا کذا فی الشریفی قلت واخصر الکل ان نقول الربع والثلث ونصف کل وضعفہ میں کتابوں اور جمع فروض میں سب عبارتوں سے مختصر یہ عبارت
ہے کہ تو یوں کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دو چند ہے تو اس عبارت میں فروض ستہ جمع ہو گئے نہایت اختصار کے ساتھ اس
واسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دو چند نصف ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے اور ثلث کا دو چند ثلثین ہے فاذا جاء فی المسئلۃ من
ہذہ الفروض احاد فمخرج کل فرد منفرد سمیہ الا النصف کما مر پھر جب کہ مسئلہ فرائض میں ان چھ فرضوں سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اس
کا ہم نام منفرد ہے سوائے نصف کے چنانچہ اس کا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلے میں فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اس کا مخرج
فقط اربعہ ہے یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ واذا جاء مثنے او ثلث وہما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا لجزء فذلک العدد ایضا یکون
مخرجا لضعفہ واضعافہ کالستۃ ہے مخرج للسدس ولضعفہ ولضعف ضعفہ اور جب کہ کسی مسئلے میں فروض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض
آجاویں اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہیں تو جو عدد کہ جزء کا مخرج ہے سو وہی عدد اس کے دو چند اور سہ چند فرض کا مخرج ہے چنانچہ ستہ یعنے چھ سدس کا

[1] یعنے ثلثین کا نصف ثلث ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے ۱۲

Marfat.com

اور اس کے دوچند یعنے ثلث کا اور سدس کے دوچند کا یعنے ثلثین کا مخرج ہے م یعنے اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہے
بشرطیکہ فرض مجتمعہ ایک نوع سے ہوں چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہے اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہے سو وہی مخرج
ربع اور نصف کا مخرج ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ اکثر کا مخرج اقل میں موجود ہے بلاکسر تو اقل کے مخرج میں استغنا ہے اکثر کے مخرج سے م
ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو یہ سدس کی مخرج میں یعنے ستہ میں موجود ہے اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج میں داخل ہے
فاذا اختلط النصف من النوع الاول بکل النوع الثانی ای الثلثۃ الاخر او ببعضہ فاذا کان فی المسئلۃ نصف وثلثان وثلث وسدس
کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستۃ لترکبہا من ضرب اثنین فی ثلثۃ پھر جب فروض کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے
فروض سے یعنے تینوں فرضوں سے یا بعض سے مختلط ہو توجس وقت کہ مسئلے میں نصف اور ثلثین اور ثلث اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنیں
اور دو اخیافی بہنیں اور ماں وارث ہو تو اس کا مخرج ستہ ہے اس واسطے کہ چھ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین میں حاصل ہوا ہے م یہ مثال
ہے اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہیں مذکور کی سو فرائض شریفی میں اس کا یوں بیان
ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اس طرح ہے کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنوں کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا فقط ثلثین سے
اس طرح کہ زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اس طرح کہ بیٹی اور ماں وارث ہو اور اختلاط نصف کا ثلث
اور ثلثین سے ساتھ ہی اس طرح کہ زوج اور دو سگی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں وارث ہوں اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھ اس طرح
کہ زوج اور دو سگی بہنیں اور ولد الام وارث ہوں اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس کے ساتھ اس طرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنیں اور ماں
وارث ہوں او اختلط الربع من النوع الاول بکل الثانی او ببعضہ فاذا کان فی المسئلۃ زوجۃ ومن ذکر فمن اثنی عشر لترکبہا من
ضرب الاربعۃ فی ثلثۃ الموافقۃ الستۃ بالنصف یا مختلط اور مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو جب کہ مسئلے
میں زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہوں تو مخرج اس کا بارہ سے ہے بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین میں اس واسطے کہ
چھ کو چار کے ساتھ توافق بالنصف ہے م اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شارح نے اختلاط نصف کے ساتھ بیان کئے یعنے دو سگی
بہنیں اور دو اخیافی بہنیں اور ماں یہ مثال ہے اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالیں ہم مذکور کرتے ہیں اختلاط ربع
فقط ثلثین کے ساتھ اس طرح کہ زوجہ[۱] اور دو بیٹیاں وارث ہوں اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھ اس طرح کہ زوجہ اور ماں وارث ہوں اور
اختلاط ربع کا سدس کے ساتھ اس طرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھ اس
طرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھ اس طرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور دو اخیافی
بہنیں وارث ہوں اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھ اس طرح کہ زوجہ اور ماں اور دو اخیافی بہنیں وارث ہوں تو ان مختلطات ثنائیہ
اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ ہے اس واسطے کہ چھ تمام نوع ثانی کا مخرج ہے پھر ہم نے ربع کا مخرج لیا وہ چار ہے اور چار اور چھ میں موافقت
بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب کیا یعنے دو کو چھ میں یا تین کو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشریفی او
اختلط الثمن من النوع الاول ببعض الثانی وامابکلہ فغیر متصور الاعلی رای ابن مسعود او فی الوصایا فلیحفظ فمن اربعۃ وعشرین
یا نوع اول میں ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو اس کا مخرج ۲۴ سے ہے اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ ہونا

[۱] یہ سہو ہے مترجم اول کی اس لئے کہ بیٹیوں کے ساتھ زوجہ کو ربع نہیں ملتا ثمن ملتا ہے تو بیٹیوں کی جگہ دو سگی بہنیں چاہئیں یا زوجہ کی جگہ زوج ۱۲

Marfat.com

متصور نہیں مگر عبداللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا میں البتہ ہوسکتا ہے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے ہم ابن مسعود کے نزدیک محروم حاجب ہوتا
ہے بحجب نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنوں اور دو اخیافی بہنوں کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہو گیا ربع سے
ثمن کی طرف اور ہمارے مذہب میں یہ متصور نہیں اس واسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیاں ہوں اور صاحب
سدس ماں ہوگی یا جدہ تو اُس وقت میں صاحب ثلث نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ صاحب ثلث یا ماں ہے یا اُس کی اولاد اور ماں یہاں محجوب
ہو چکی ثلث سے سدس کی طرف اور اس کی اولاد تو جمیع ثلث سے محجوب ہیں تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلث کے
ساتھ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا میں اس طرح ہے کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثوں نے
اس کو جائز رکھا یا وارث معدوم ہیں تو جاری ہوگی وصیت یعنے ۲۴ کو ۳۱ کی طرف عول کر کے قسمت کریں گے کذا فی الطحطاوی مختصراً کزوجۃ و بنتین
وام لتر کبہا من ضرب الثمانیۃ فی ثلثۃ لما قدمنا من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیاں اور
ماں بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین میں اس وجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چھ میں توافق بالنصف ہے ہم بیان اس کا یہ ہے
کہ اول جزو ثانی کا مخرج چھ ہے اور اس میں ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ میں اور آٹھ میں جو ثمن کا مخرج
ہے موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب کیا یعنے تین کو آٹھ میں یا آٹھ کو تین میں ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے
ولا یجمع اکثر من اربعۃ فروض فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے میں چار فرضوں سے زیادہ جمع نہیں ہوتے ہم اس کلیہ پر یہ اعتراض ہے کہ گاہے
پانچ فرض بھی ایک مسئلے میں جمع ہو جاتے ہیں چنانچہ زوج اور ماں اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور گاہے چھ فرض بھی جمع
ہوسکتے ہیں چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اس طرح کہ خنثے مشکل پر ایک مرد نے دعوے کیا کہ یہ میری زوجہ ہے اور ایک عورت
نے اس پر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہے اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر خنثے کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول
کا جواب یہ ہے کہ اس میں سدس مکرر ہو گیا اور کلام ہے فروض غیر مکررہ میں اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہے اور نادر پر حکم نہیں
ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجمع من اصحابہا اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب فرائض میں سے پانچ گروہوں سے زیادہ اجتماع نہیں ہوتا ولا
ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام میں چار فرقوں سے زیادہ کسر واقع نہیں ہوتی ہم یہاں تک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح
مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہیں فرائض شریفی میں ہے کہ تصحیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہے کہ کمتر عدد ممکن ہے اس طرح پر سہام لئے
جاویں کہ کسی وارث پر کسر واقع نہ ہو یعنے سب وارثوں کے سہام پورے ہوں کسی کا سہام تہائی چوتھائی نہ ہو اور تصحیح مسائل کے واسطے سات
قاعدوں کی طرف حاجت ہے ان میں سے تین قاعدے تو مابین سہام مخارج اور رؤس ورثہ کے ہیں اور چار قاعدے مابین رؤس اور رؤس
کے ہیں سو تین کا پہلا قاعدہ مسمے باستقامت ہے وہ یہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثوں میں سے ان پر منقسم ہو جاویں بدون کسر پڑنے کے
تو یہاں ضرب کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں وارث ہوں اس واسطے کہ یہاں مسئلہ چھ سے ہے والدین میں سے ہر ایک کا حصہ
سدس یعنے ایک ایک اور دو بیٹیوں کے دو ثلث ہیں یعنے چار ہر بیٹی کے دو سہم تو سہام مستقیم ہو گئے رؤس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ
موافقت کا وہ یہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن ان کے سہام اور رؤس میں موافقت ہو تو یہاں عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے
میں ضرب کریں گے اگر عول نہ ہوا ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل[2] اور عول میں ضرب کریں گے چنانچہ والدین اور دس بیٹیاں[1] یا زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں

[1] اس لئے کہ ثمن ۲۴ کا ۳ ہے اور ثلثین ۱۶ اور ثلث ۸ اور سدس ۴ تو کل ۳۱ ہوئے ۱۲ ف قواعد تصحیح مسائل فرائض [2] اور بعض مع کے ہے یعنے اصل مع (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سہام میں کسر پڑتی ہو ولیکن ان کے سہام اور رؤس میں موافقت نہیں بلکہ مباینت ہے تو یہاں تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کریں گے چنانچہ زوج اور جدہ اور تین اخیافی بہنیں اور اگر عول ہوا ہے تو اصل مسئلے اور عول میں ضرب کریں گے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں اور باقی چار قاعدے جو مابین رؤس کے ہیں سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف ان اصول سبعہ میں سے چھ قاعدوں کو ذکر کرے گا اور استقامت کو اس نے حذف کیا ہے اس واسطے کہ وہ ظاہر ہے وقت طلب نہیں اور یہ پچھلے چاروں قاعدے نہیں ہوتے مگر وہاں جن مسائل میں دو گروہ ورثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی مختلطا **واذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت عائلۃ کامرأۃ واخوین للمرأۃ الربع ربیعۃ** لہا ثلثۃ لاتستقیم ولاتوافق فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ اور جب کہ سہام ہر فریق کے وارثوں پر ٹوٹ جاویں تو ان کے عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اس کے عول میں ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنے زوجہ اور دو بھائی وارث ہوں تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیوں پر مستقیم نہیں اور یہاں دو اور تین میں توافق کی بھی نسبت نہیں تو دو کو یعنے عدد رؤس کو چار میں یعنے اصل مسئلے میں ضرب کر تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہوگا مگر یہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یوں مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں وارث ہیں اصل مسئلہ چھ سے ہے اس کا نصف یعنے تین زوج کا حصہ ہے اور اس کی ثلثین یعنے چار بہنوں کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کی طرف اور یہاں فقط بہنوں کے سہام ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سہام اور رؤس یعنے چار اور پانچ میں مباینت ہے تو ہم نے عدد رؤس یعنے پانچ کو اصل مسئلے اور اس کے عول یعنے سات میں ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہو گیا اس طرح کہ زوج کے تین سہم تھے ان کو مضروب یعنے پانچ میں ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنوں کے چار سہم تھے ان کو بھی پانچ میں ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہے منجملہ تین قاعدوں کے **وان وافق سہامہم عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا کامرأۃ وست اخوۃ فلہم ثلثۃ** توافقہم بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ ایضاً اور اگر وارثوں کے سہام میں اور ان کے عدد رؤس میں توافق ہو تو ان کے عدد کے وفق کو اصل مسئلے میں تو ضرب کرے اگر عائلہ نہ ہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اس کے عول میں ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہوں تو بھائیوں کے تین سہم ہیں تو تین میں اور بھائیوں کے عدد رؤس یعنے چھ میں توافق ہے تو دو کو چار میں ضرب کر تو یہ مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہوگا مگر یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں وارث ہیں تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنے تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنے چار سہم اور چھ بیٹیوں کے دو ثلث یعنے آٹھ سہم تو مسئلے نے عول کیا بارہ سے پندرہ تک اور بیٹیوں کے سہام یعنے آٹھ فقط ان کے عدد رؤس پر یعنے چھ پر منکسر ہیں لیکن عدد سہام اور عدد رؤس میں توافق بالنصف ہے تو ہم نے ان کے رؤس کو نصف کی طرف پھیرا یعنے تین کی طرف پھر تین کو اصل مسئلے اور اس کے عول میں یعنی پندرہ میں ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہو گیا اس واسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلے میں سے تین سہم کا تھا اس کو مضروب یعنے تین میں ضرب کیا نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ اس میں سے چار سہم کا تھا اس کو اسی مضروب میں یعنے تین میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیوں کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اس کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل

بقیہ پچھلا صفحہ ہے زیادتی ہیں اور اہل فرائض اصل مع زیادتی کو بھی عول ہی بولتے ہیں مگر مترجم اول نے ہر جگہ عول کی جگہ اصل عول لکھا ہے اگر صرف عول لکھا جاتا تو واضح تر اور متن اور شرح اور عرف کے موافق ہوتا ۱۲ مسئلہ چھ سے ہو کر چار بیٹیوں کو ملیں گے اور چار اور دس میں توافق بالنصف ہے تو دس کے نصف پانچ کو چھ میں ضرب کیجئے ۳۰ ہر لیجئے اور مسئلہ دوم کی تصحیح آگے اسی صفحہ میں ملاحظہ کیجئے ۱۲

Marfat.com

مقام یہ ہے کہ اگر سہام ماخوذہ از مخرج وارثوں پر مستقیم ہو گئے تو یہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا اکثر پر دوسری شق اصول اربعہ میں مذکور ہے اور اول شق یعنے ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہیں کہ اس گروہ کے سہام میں اور ان کے عدد رؤس میں موافقت ہے یا نہیں اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہیں بلکہ مباینت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی **فاذا انکسر سہام فریقین او اکثر و عدد رؤسہم متماثلۃ ضربت احد الاعداد فی اصل المسئلۃ وعولہا** اور جب کہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہیں اور وارثوں کے رؤس متماثل اور برابر ہوں تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلے میں اور اس کے عول میں یعنے اگر عول نہ ہو تو اصل مسئلے میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے میں اس کے عول کے ساتھ ضرب کر م یہاں سے اول چار قاعدوں کا ذکر شروع ہوا جو ما بین رؤس کے ہیں طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اس کے شروح میں عول مذکور نہیں مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہے کہ زوجہ اور تین سگی بہنیں اور تین اخیافی بہنیں وارث ہوں **کثلاث بنات وثلثۃ اعمام فتکتفی باحد المتماثلین فاضرب ثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ منہا تصح** چنانچہ اگر تین بیٹیاں اور تین چچا وارث ہوں تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین کو اصل مسئلے میں ضرب کر نو حاصل ہوں گے انھیں سے مسئلہ صحیح ہوگا اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین اور ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنے دو بیٹیوں پر مستقیم نہیں اور اس کا ثلث یعنے ایک اعمام پر مستقیم نہیں اور رؤس ورثہ متماثل ہیں کیونکہ بنات بھی تین ہیں اور اعمام بھی تین ہیں تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ میں یعنے تین کو تین میں ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی بنات کا حصہ دو تھا اس کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینوں بیٹیوں کو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ ایک تھا اس کو تین میں ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار **وان انکسر علی ثلث فرق او اربع فاطلب المشارکۃ اولا بین السہام والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی الفریقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل یسمی جزء السہم فاضربہ فی اصل المسئلۃ** اشار الیہ بقولہ **وان دخل بعض الاعداد فی بعض کاربع زوجات وثلث جدات واثنی عشر عما ضربت اکثر الاعداد لتداخلہا فی اصل المسئلۃ وہو اثنا عشر تکن مائۃ واربعۃ واربعین منہا تصح** اور اگر سہام منکسر ہوں وارثوں کے تین یا چار گروہوں پر تو مشارکت یعنے نسبت کو طلب کر پہلے ما بین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر ما بین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تو نے کیا ہے دونوں فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت میں سو جو عدد کہ حاصل ہو اس کا نام جزء سہم ہے اور اس کو مضروب بھی کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی سو اس کو ضرب کر اصل مسئلے میں مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول میں اور اگر بعض اعداد بعض میں داخل ہو جاویں چنانچہ چار زوجہ اور تین دادیاں اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اس کے تداخل کے اصل میں ضرب کر اور وہ یعنے اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہوں گے انھیں سے مسئلہ صحیح ہوگا م اصل مسئلہ بارہ سے ہے تین دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنے دو سو ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سہام اور رؤس میں مباینت ہے تو ان کے تمام رؤس کو یعنے تین کو ہم نے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنے تین سو اس میں بھی استقامت نہیں اور ان کے سہام اور رؤس میں بھی مباینت ہے تو ان کے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چچوں کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہیں بلکہ دونوں میں تباین ہے تو ان کے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد میں نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ میں داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس میں اکثر ہے تو اسی بارہ کو اصل مسئلے میں کہ وہ بھی بارہ ہے ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بلا کسر صحیح ہو گئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق میں دو فریق کے مانند عمل کر سو دو فریق میں تو فقط مماثلت مذکور ہے اور توافق اور تباین جو سابق میں مذکور ہو چکے سو ان کا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فی الطحطاوی **وان وافق بعضہا بعضا کاربع زوجات وخمس عشرۃ جدۃ وثمان عشرۃ بنتا وستۃ اعمام ضربت**

Marfat.com

وفق احدہما اے احد الاعداد وسے فی جمیع الاخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق والا فی جمیعہ ثم الرابع کذلک ثم المجتمع ویوجز
وہو فی مسئلتنا مائۃ وثمانون فی اصل المسئلۃ وہو ہنا اربعۃ وعشرون تحصیل اربعۃ الاف وثلث مائۃ وعشرون منہا تصح اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض
اعداد سے توافق کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ اور پندرہ دادیاں اور اٹھارہ بیٹیاں اور چھ چچا تو احد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام میں
تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہو اس کو تیسرے اعداد کے وفق میں ضرب کرے اگر تیسرے میں توافق ہو اور اگر توافق نہ ہو بلکہ
تبائن ہو تو اس کے تمام میں ضرب کرے پھر چوتھے میں اسی طرح ضرب کرے یعنے اگر توافق ہو تو اس کے وفق میں والا کل میں ضرب کرے پھر مجموع
کو جسے جزء سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے میں ۱۸۰ ہے اصل مسئلہ میں جو یہاں ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بلا کسر
صحیح ہوگی م اصل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا ثمن ہے یعنے تین. وہ ان پر منقسم نہیں اور عدد سہام اور عدد رؤس میں تبائن ہے تو تمام عدد رؤس
میں تبائن ہے تو تمام عدد رؤس کو ہم نے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیوں کی دو تہائیاں ہیں یعنے سولہ اور وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سہام اور رؤس
میں توافق بالنصف ہے تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنے نو کو اور پندرہ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنے چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سہام اور رؤس
میں تبائن ہے تو ان کے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچوں کا حصہ باقی ہے یعنے ایک وہ ان پر مستقیم نہیں اور اس میں اور ان کے عدد رؤس
میں تبائن ہے تو ان کے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہم کو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ہم نے اعداد میں توافق کو
طلب کیا تو چار اور چھ میں موافقت بالنصف پائی سوان دونوں میں سے ایک کو اس کے نصف کی طرف پھیرا اور اس کو دوسرے میں ضرب کیا تو بارہ
حاصل ہوئے اور بارہ اور نو میں توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام میں ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنے مبلغ ثانی
اور پندرہ میں بھی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تہائی یعنے پانچ کو ۳۶ میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے میں یعنی ۲۴
میں ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے ان سے مسئلہ صحیح ہو گیا اس واسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلہ میں تین تھا اس کو مضروب میں یعنے ۱۸۰ میں ضرب
کیا ۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیوں کا حصہ سولہ تھا اس کو مضروب مذکور میں ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا
حصہ ۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیوں کا حصہ چار تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھ چچوں کا
حصہ ایک تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی وان تباینت اعداد رؤس من انکسر
علیہم سہامہم کامرأتین وست جدات وعشر بنات وسبعۃ اعمام ضربت احد ہا اسے احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل
فی جمیع الثالث والحاصل سے فی جمیع الرابع تحصیل جزء السہم وہو ہنا ماتان وعشرۃ لتوافق رؤس البنات والجدات لسہامہم بالنصف فاضربہا
سے فی اصل المسئلۃ وہو ہنا اربعۃ وعشرون تحصیل خمسۃ الاف وار بعون ومنہا تستقیم اور اگر اعداد رؤس متبائن ہوں ان کے جن پر ان کے سہام منکسر ہیں
چنانچہ دو زوجہ اور چھ دادیاں اور دس بیٹیاں اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی میں اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث میں
اور اس کے حاصل کو جمیع اعداد رابع میں حاصل ہوگا جزء سہم یعنے مضروب اور وہ یہاں ۲۱۰ ہے بسبب توافق بالنصف ہونے رؤس بنات اور
جدات کے ان کے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلے میں اور وہ یہاں ۲۴ ہی حاصل ہوں گے پانچ ہزار اور ۴۰ اور انہیں سے مسئلہ مستقیم ہوگا
م اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہے یعنے تین وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے رؤس اور سہام میں تبائن ہے تو ہم نے ان کے عدد رؤس
کو یعنے دو کو یاد رکھا اور چھ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنے چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے عدد رؤس اور عدد سہام میں موافقت بالنصف ہے
تو ہم نے ان کے عدد رؤس کے نصف کو یعنے تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیوں کا حصہ دو ثلث ہے یعنے سولہ وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے

Marfat.com

ؤس اور سہام میں موافقت بالنصف ہے تو ہم نے اُن کے نصف عدد رؤس کو یعنے پانچ کو لیا اور سات چچوں کا حصہ باقی ہے یعنے ایک وہ
ن پر مستقیم نہیں اور ایک میں اور سات میں مباینت ہے تو ہم نے اُن کے تمام عدد رؤس کو یعنے سات کو لیا تو ہمارے پاس اعداد ماخوذہ
ؤس سے دو اور تین اور پانچ اور سات حاصل ہوئے اور یہ سب اعداد متباین ہیں تو ہم نے دو کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل
و پانچ میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳۰ کو ۷ میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پھر ہم نے اس مبلغ کو
صل مسئلے یعنے ۲۴ میں ضرب کیا تو مجموع ۵۰۴۰ ہوئے انھیں سے مسئلہ صحیح ہو گیا سب فریقوں پر اس واسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے
ین سہم تھے اس کو مضروب میں یعنے ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ان میں سے ۳۱۵ سہم ملے اور چھ دادیوں کا حصہ چار سہم
تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیوں کے سہم سولہ تھے اس کو بھی مضروب
ذکور میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچوں کا حصہ ایک تھا اس کو بھی اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل
ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے اور مجموعہ ان حصوں کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشرنبلی طحطاوی نے کہا جزء سہم یہاں عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد
اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے
عدد رابع میں مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہے اور سہام بنات اور جدات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہو گیا شارح نے یہ تعلیل
اس واسطے مذکور کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اب مصنف معرفت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا قاعدہ
ذکر کرتا ہے **واذا اردت معرفۃ التماثل والتوافق والتداخل والتباین بین العددین** ہذہ مقدمۃ یحتاج الیہا فی تقسیم الترکۃ
اور جب کہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کے کوئی سے دو عددوں میں شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت
پڑتی ہے متروکہ کی تقسیم میں یعنے اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون یاد رکھنے اس مقدمہ کے نہیں ہو سکتا **فتماثل العددین کون**
احدہما مساویا للاخر کثلثۃ وثلثۃ سو دو عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین ہم اور ایسے دونوں عددو
کو متماثلین کہتے ہیں اور یہاں اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے کہ دونوں عدد دو محل میں واقع ہوں چنانچہ رؤس اور سہام میں اور اگر محل کا اعتبار نہ
کیجیے تو تین مطلق میں تعدد نہیں تو متصف بمساوات نہ ہوں گے قطعاً کذا فی الشرنبلی والطحطاوی **وتداخل العددین المختلفین باحد امرین**
علے ماہنا اما بان یعد اقلہما الاکثر اے یفنیہ **او یکون اکثر العددین منقسما علی الاقل قسمۃ صحیحۃ** بلا کسر کقسمۃ الستۃ علے ثلثۃ او اثنین
اور عددین مختلفین کا تداخل بنا بر اس مقام کے متحقق ہوتا ہے احد الامرین سے یا اس طرح پر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے اور مٹا دے
یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جائے بقسمت صحیح بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چھ کا تین یا دو پر ہم اقل اکثر کو فنا کر دے یعنے اگر اقل کو اکثر
سے دو بار یا زیادہ گرایئے تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے چنانچہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرایئے تو چھ بالکل فانی ہو جائے اور
اسی طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرایئے تو کچھ باقی نہ رہے تو ایسے عددوں کو اصطلاح میں متداخلین کہتے ہیں بر خلاف آٹھ کے کہ وہ تین
کے گرانے سے فانی نہیں ہوتا اور سراجیہ میں تداخل کی تعریف میں دو امر اور زیادہ مذکور کئے ہیں ایک یہ کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو
یا امثال اقل کو زیادہ کیجیے تو اکثر کے برابر ہو جائے دوسرے یہ ہے کہ اقل جزء ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف
فی العبارۃ کے ہے **وتوافق العددین ان لا یعد** اے لا یفنی **اقلہما الاکثر لکن یعدہما عدد ثالث** کالثمانیۃ مع العشرین
یعدہما اربعۃ فیتوافقان بالربع اور توافق عددین کا یہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے

در بیان نسبت عددین

Marfat.com

چنانچہ آٹھ بیس کے ساتھ کہ ان دونوں کو چار فنا کر دیتا ہے تو آٹھ اور چار میں توافق بالربع ہے م توافق عددین یعنے دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء میں یعنے نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا[1] میں معلوم کرنا چاہیے کہ قول اصح میں واحد عدد میں داخل نہیں اس واسطے کہ عدد عبارت ہے کمیت[2] متالفہ عن الواحدات سے اور واحد ایسا نہیں ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یوں کی جائے کہ مراتب عدد میں واقع ہو یا کم ہو کے حساب میں پڑے تو اس میں واحد بھی داخل ہے تو یہاں یوں کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین وہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے ولیکن ان کو عدد ثالث جو واحد کے سوا ہے فنا کرے اس واسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح میں مابین واحد اور کسی شئے کے تداخل نہیں بلکہ تبائن ہے کذا فی الشریفی والطحاوی ملتقطا و تباین العددین ان لا یعد العددین المختلفین معاً عدد ثالث اصلا کالتسعۃ مع العشرۃ اور دو عدد دوں کا تباین اس طرح ہوتا ہے کہ عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اصلا فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ م یعنے نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوائے ایک کے نہیں مٹا دیتا اور واحد علی الاصح عدد نہیں ہے اور چونکہ تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تبائن کی معرفت میں البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے اس کی توضیح قول آئندہ سے شروع کی واذا اردت معرفۃ التوافق والتباین بین العددین المختلفین اسقط الاقل من الاکثر من الجانبین مرارا حتی اذا اتفقا فی درجۃ واحدۃ اور جب کہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تبائن کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہاں تک کہ دونوں عدد ایک درجہ میں متفق ہو جاویں م مثلا جب کہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جب کہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جب کہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہو گئے واحد میں یعنے ایک ہی باقی رہا دونوں عددوں میں سے اسقاط کے درجات میں فان توافقا فی واحد تباینا ولا وفق سو اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاویں واحد میں تو وہ عدد متبائن ہیں اور دونوں میں وفق نہیں وان توافقا فی اثنین فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو وہ دونوں عدد متوافقین بالنصف ہیں م مثلا اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو دو باقی رہیں گے اور جب کہ دو کو تین بار آٹھ سے گرایے تو بھی دو ہی باقی رہیں گے تو یہ دونوں عدد یعنے اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشریفی طحاوی نے کہا توافق بالنصف یا توافق بالثلث ونظائرہما کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونوں کو فنا[3] کر دیتا ہے او ثلثۃ فبالثلث ہکذا الی العشرۃ وتسمی الکسور المنطقۃ یا عددین تین میں باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسی طرح دس تک اور ان کو کسور منطقہ کہتے ہیں م یعنے اگر عددین دو میں توافق کریں چنانچہ چار اور دس تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کریں چنانچہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کریں چنانچہ آٹھ اور بارہ تو متوافقین بالربع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمس ہیں چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات میں بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں متوافقین بالعشر ہیں چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور ان کو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنے تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اس کے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یوں کہنا کہ نصف اور ثلث اور ربع الی آخر الکسور التسعۃ بخلاف کسر اصم کے کہ اس سے تعبیر کرنا بدون اضافت اس کے مخرج کے ممکن نہیں چنانچہ یوں کہنا جزء من احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزء

---

[1] یعنے متوافقین بالنصف وہ ہیں جن کا نصف پورا نکل سکتا ہے بلا کسر اور متوافقین بالثلث وہ کہ ہر واحد کی تہائی بلا کسر نکلتی ہے ۱۲ [2] یعنے مقدار مرکب اکائیوں سے ۱۲ [3] یعنے ہر واحد کا آدھا یا تہائی یا چوتھائی پورا نکل سکتا ہے ۱۲

Marfat.com

اُس کو اصم یعنے گونگا کہا باعتبار مجاز کے اس واسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہیں کذا فی الطحطاوی **او واحد عشر فجزء من احد عشر وہکذا ویسمے الاصم**
یا عددین نے توافق کیا گیارہ میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جزء اور یہ کسر مسمے باصم
ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور گیارہ گیارہویں جزء کا مخرج ہے تو دونوں عدد گیارہویں جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح
توافق ہونا بارھویں جزء میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرھویں میں چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح انیسویں جزء میں توافق چنانچہ ۳۸
اور ۵۷ میں کذا فی الطحطاوی ملخصا **تتمہ** خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہوں اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا
اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہیں والا اگر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا عدد ثالث مخرج ہے وہی
کسر اُن دونوں عددوں کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث ان کو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہیں اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنے تداخل اور توافق
اور تباین پہچانے جاتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم
علیہ باقی پر قسمت کیا جائے اسی طرح چند بار کیا جائے یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور پچھلا مقسوم علیہ وہی دونوں کو فنا
کرنے والا ہے یا باقی رہے ایک[1] تو وہ متباینین ہیں کذا فی خلاصۃ الحساب **واذا اردت معرفۃ نصیب کل فریق** کالبنات والجدات والاعمام
وغیرہم من التصحیح الذی استقام علی الکل **فاضرب ما کان لہ** ای لکل فریق **من اصل المسئلۃ فیما** ای فی جزء السہم الذی ضربتہ **فی
اصل المسئلۃ یخرج نصیبہ** ای ذلک الفریق اور جب کہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم
کے اس تصحیح سے جو مستقیم ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اُس کو ضرب کر اُس جزء سہم اور مضروب میں جس کو تو نے ضرب کیا ہے
اصل مسئلے میں تو اس فریق کا حصہ نکل آوے گا مثلاً تباین کی مثال مذکور میں جزء سہم اور مضروب ۲۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلے یعنی
۲۴ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱۰ میں تو ۶۳۰ حاصل ہوئے تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴۰ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳۰ ہے وعلی ہذا القیاس معرفت نصیب
بنات وجدات واعمام **ثم اذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من احاد ذلک الفریق ضربت سہام کل وارث فی جزء السہم المضروب یخرج
نصیبہ** پھر جب کہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب میں ضرب کر اُس کا حصہ نکل آوے گا
مثلاً تو مسئلہ مذکورہ میں تباین اعداد اور رؤس کے وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے میں تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ
ایک اور نصف یعنے ڈیڑھ ہوا سو اُس کو جب کہ مضروب یعنے دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا
نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اُس کو عدد رؤس یعنے ۱۰ پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہوئے سو اس کو جب کہ اسی مضروب
میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تھا پھر جب اس کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ایک سہم کی
دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اُس کو جب کہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم
کا تھا پھر جب اس کو سات چچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنے ساتواں حصہ حاصل ہوا سو اُس کو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے
ہر چچا کا **والاوضح طریق النسبۃ** اور ہر وارث کے حصے کی شناخت میں واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اس واسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف
حاجت نہیں پڑتی برخلاف اور طریقوں کے **وہو ان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم وحدہم ثم تعطی بمثل تلک النسبۃ من المضروب
لکل واحد من احاد ذلک الفریق** اور وہ یعنے نسبت کا طریقہ یہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط اُن کے عدد رؤس کی طرف

[1] چنانچہ صفحہ ۵۰ میں ان کی تفصیل گذری ۱۲

Marfat.com

پھر اسی نسبت کے مانند دے تو مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو سہم تو مسئلہ مذکورہ میں جب کہ تو نے سہام زوجتین کی نسبت کی اُن کے عدد رؤس کی طرف یعنے تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنے ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جب کہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنے ۲۱۰ سے اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اس واسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہیں اور جب کہ سہام بنات یعنے سولہ کو ان کے عدد رؤس یعنے دس کی طرف نسبت کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئے پھر جب کہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اُس کے تین خمس کے مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہونچے اور جب کہ سہام جدات کو اُن کے عدد رؤس کی طرف یعنے چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جب کہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ۱۴۰ کا حصہ ہوا اور جب کہ سہام اعمام کو اُن کے عدد رؤس کی طرف یعنے ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنے ساتویں حصے کی نسبت پائی تو جب کہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے **فائدہ** چونکہ مواریث سے مقصود یہ ہے کہ ہر وارث کو اُس کا حق دیا جائے تو اس اہتمام کے واسطے علمائے اس کے تین طریقے مذکور کئے ہیں دو طریقے مذکور ہو گئے ایک طریقہ ضرب سہام ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے[سلہ] اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کر جس فریق پر تو چاہے پھر خارج قسمت کو اسی فریق مقسوم علیہم پر ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جب کہ تو نے مضروب یعنے ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵ ہوا پھر جب کہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب میں جو اصل مسئلے میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جب کہ مضروب مذکور کو دس بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اُس کو اُن کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنے سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا اور جب کہ اسی مضروب کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جب کہ اُن کو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنے چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہے ہر دادی کا اور جب کہ مضروب مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جب کہ اس خارج کو ان کے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنے ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی فاذا اردت **قسمۃ الترکۃ بین الورثۃ والغرماء** یعنی ان کلا واحدا لا معا لتقدم الغرماء علی قسمۃ المواریث کما فی شرح السراجیۃ لحیدر اور جب کہ تو مابین ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا چاہے یعنے فقط وارثوں میں یا فقط دائنوں میں نہ ایک ساتھ دونوں میں بسبب مقدم ہونے ارباب دیون کے مواریث کی قسمت پر چنانچہ حیدر کی شرح سراجیہ میں یہ مطلب مصرح مذکور ہے مراد اس کی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پڑا ادائے جمیع دیون میں اور کچھ باقی رہا تو ارباب دیون میں اب قسمت کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی وارثوں میں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادائے دیون میں کافی نہ ہوا تو وارثوں کے لئے کچھ باقی نہ رہا تو مابین ورثہ کے قسمت بھی نہ ہوگی حاشیہ عزمی زادہ میں ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین کذا فی الطحطاوی

[سلہ] یہ تین طریقے مترجم اول نے بموجب بیان کتب فرائض کے لکھے مگر ظاہر ہے کہ جس طریقہ کو اوضح اور اظہر لکھا ہے وہ دقت سے خالی نہیں اور تیسرا طریقہ بھی دو بار ضرب کا محتاج ہے پس سب سے سہل اور عمدہ طریقہ یہ ہے کہ بعد معلوم کرنے حصہ ہر فریق کے اگر ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا چاہو تو کل حصہ کو عدد اس فریق پر قسمت کرو حاصل ہر فرد کا حصہ ہوگا مثلاً بموجب بیان گذشتہ زوجتین کے سہام ۶۳۰ تھے ان کو دو پر تقسیم کیا ۳۱۵ ہر زوجہ کا حصہ ہوا اور بیٹیوں کے سہام کل ۳۳۶۰ تھے جب ان کو دس پر تقسیم کیا ۳۳۶ ہر ایک کا حصہ ہوا اور تعجب ہے کہ اہل فرائض اس طریق کے درپے نہیں ہوئے ۱۲

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر سو اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت اور برابری ہے تو ظاہر ہے **م** چنانچہ اگر میت نے ماں اور باپ اور چار بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملے گا اس واسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین میں مشترک ہے اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا دقت تقسیم ہوگیا **او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ** کذا فی نسخ المتن والشرح والموافق للسراجیۃ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانما یضرب فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ یا ترکہ اور تصحیح میں موافقت ہے تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح مصنف کے نسخوں میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یوں ہے کہ سہام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کی جاتی ہے فقط مباینت کے وقت **م** سراجیہ وغیرہا کا مطلب چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں واضح کرکے چند محل میں مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کئے جاتے ہیں ہر وارث کے سہام تصحیح سے جمیع ترکہ میں اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جس کو شارح نے مذکور کیا وہ یہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کئے جاویں ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت شریک ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تجھ کو اختیار ہے کہ اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں تباین کا طریقہ اختیار کرے اور چاہے ضرب فی الوفق کا طریقہ پسند کرے دونوں کا مآل ایک ہے اور مباینت کی صورت کا یہ بیان ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور ماں اور دو سگی بہنیں چھوڑ کر مرگئی اور ترکہ ۲۵ اشرفیاں ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کرے گا آٹھ کی طرف تو زوج کا ان میں سے تین ہے اور ماں کا ایک اور ہر بہن کے دو سہم اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھ میں تباین ہے پھر تو نے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوج کا تصحیح سے یعنی تین کو تمام ترکہ میں ضرب کر تو پچھتر حاصل ہوں گے پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنی آٹھ پر قسمت کر تو نو اشرفیاں اور ایک اشرفی کے تین ثمن خارج نکلیں گے تو یہ حصہ ہے زوج کا اس ترکہ سے اور ماں کے نصیب کو تصحیح سے یعنی ایک کو بھی جمیع ترکہ میں ضرب کر ۲۵ حاصل ہوں گے پھر جب اُن کو آٹھ پر قسمت کیا تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ میں ضرب کر ۵۰ حاصل ہوں گے پھر جب ان کو آٹھ پر قسمت کیا چھ اشرفیاں اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہے ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ میں ترکہ ۵۰ اشرفیاں فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالنصف ہے اور جب کہ ترکہ ۲۴ اشرفیاں فرض کیجیے تو تصحیح اور ترکہ میں تداخل ہے اور ان دونوں صورتوں میں تجھ کو اختیار ہے چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ میں ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا[1] اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اس میں ترکہ کے بسط کرنے کی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک جنس ہو جائے اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر میں ضرب کرے

---

[1] مثلاً اگر توافق کی صورت میں حصہ زوج کا معلوم کرنا چاہیں تو تصحیح سے ان کے سہام تین ہیں ان کو وفق ترکہ یعنی ۲۵ میں ضرب دیا ۷۵ حاصل ہوئے اس کو وفق تصحیح یعنی چار پر قسمت کیا حاصل اٹھارہ اشرفیاں اور پون اشرفی ہوئی یہی حصہ ہوا زوج کا اور تداخل کی صورت میں اگر تصحیح کم ہوگی جیسے مثال مذکور میں ترکہ ۲۴ ہے اور تصحیح ۸ تو تصحیح کا وفق ہمیشہ ایک ہوگا بس صرف وارث کے سہام کو وفق ترکہ میں ضرب کرنا پڑے گا مثلاً زوج کے سہام تین ہیں دونوں کا حاصل ضرب نو ہوا یہی حصہ ہے زوج کا اور اگر ترکہ کم ہو اور تصحیح زائد مثلاً مثال مذکور میں ترکہ چار اشرفیاں ہوں تو وفق ترکہ کا ایک ہوگا اس میں ضرب کی حاجت نہیں ورثہ کے سہام کو صرف وفق تصحیح پر تقسیم کرنا ہوگا مثلاً زوج کے تین سہام کو دو پر قسمت کریں گے تو ڈیڑھ اشرفی نکلے گی یہی اس کا حصہ ہوگا چار سے ۱۲

اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کردے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہو گیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونوں حاصل میں ضرب
اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جب کہ ہم نے مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیاں اور
ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنے تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵، اس پر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶، تہائیاں ہوئیں
پھر تصحیح یعنے آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۶ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر تقسیم
کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشریفی وہذا المعرفۃ نصیب
کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے **وتعمل کذلک فی معرفۃ نصیب کل فریق منہم**
اور اسی طرح تو عمل کرے وارثوں کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں **م** یعنے نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے تین صورتوں
تبائن اور توافق اور تداخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنوں کا مسئلہ سابق
میں تجھ کو معلوم ہو چکا اور تجھ کو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل میں وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہو چکا مصنف نے حصہ ہر وارث
کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق کے حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اس واسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود
اہم تھا واما قضاء الدیون فان وفی بہا اور ادائے دیون کی تو یہ تفصیل ہے کہ اگر مال متروک پورا پڑا ادا کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہے
وان لم یف ولتعدد الغرماء اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں **م** یعنے اگر تعدد نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو بعد
تجہیز اور تکفین باقی مال کو وہی لے گا **ینزل مجموع الدیون کالتصحیح للمسئلۃ وینزل کل دین غریم کسہام وارث وتعمل کما مر**
در صورت عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے اتارے تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے
قرار دے اور وہ عمل کر تو جو قسمت بین الورثۃ میں عمل کر چکا ضرب اور قسمت سے **م** صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا نو اشرفیوں کا
متروکہ چھوڑ کر اور اس پر دس اشرفیاں ایک شخص کی ادھار ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ
تصحیح مسئلہ کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سو اگر دونوں میں توافق ہو چنانچہ یہی صورت ہے کہ دونوں میں توافق
بالثلث ہے سو دس اشرفی والے دین کو وفق ترکہ یعنے تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۰ پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفق یعنے پانچ پر تقسیم
کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہ اس کا حصہ ہوا نو اشرفیوں سے اور جب کہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنے تین میں ضرب کیا
پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنے پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیوں والے کا حصہ ہے اور اگر اس صورت
میں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنے پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تبائن ہے تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں
کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جب کہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ میں ضرب کیا ایک سو تیس حاصل
ہوئے پھر جب کہ اس کو پندرہ پر قسمت کیا تو اٹھارہ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہ دس اشرفیوں والے دائن کا حصہ
ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں اور
ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والے دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں
توافق بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے کے دین کو خمس ترکہ میں یعنے ایک میں ضرب کر دس حاصل ہوں
اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنے تین پر قسمت کر خارج ہوں گی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہ حصہ ہے دس اشرفیوں والے

Marfat.com

ور پانچ اشرفیوں والے کے دین کو بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنے تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والے کا اور یہ بھی اعتبار ہے کہ تبائن اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور یہ بھی کہ توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں وفق کا ان میں اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی والشریفی ثم شرع فی مسئلۃ التخارج پھر مصنف نے بیان سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہے کہ ورثہ باہم صلح کرلیں بعضے وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اس مال کے جو اس کے حصے سے کمتر ہے اور یہ شرع میں درست ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو اپنے مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مرگئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو ان کے وارثوں نے اس عورت سے صلح کرلی اُس کے ربع ثمن یعنے آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اُس کے نصف پر یعنے ۸۳ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ اکمل الدین اور حالانکہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفا نصفا للہ تقسیم کردیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہ دلیل ہے اس پر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں یعنے بشرط ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنے نیک مال نیک مرد کے واسطے کیا خوب ہے کذا فی الطحطاوی فقال ومن صالح من الورثۃ والغرماء علی شیء معلوم منہا طرح اے اطرح سہامہ من التصحیح وجعل کانہ استوفی نصیبہ سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب دیون میں سے صلح کرلے چیز معین پر ترکہ میں سے تو اُس وارث کے سہام یا اُس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاوے گا اور یہ قرار دیا جاوے گا کہ گویا اُس نے اپنا حصہ بھر پایا ہم یعنے مع وجود مصالح بین الورثۃ اولاً مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اُس کے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا شے معلوم کی قید اس واسطے لگائی تاکہ مجہول نکل جائے اس واسطے کہ شے مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ اُس سے صلح درست ہے ثم قسم الباقی من التصحیح او الدیون علی سہام من بقی منہم فتصح منہ کزوج وام وعم پھر قسمت کیا جائے باقی تصحیح یا دیون سے ان کے سہام پر جو باقی رہیں وارثوں میں سے تو صحیح ہوں گے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور چچا وارث رہے تو مسئلہ مع وجود زوج کے چھ سے ہے اور یہ مستقیم ہے وارثوں پر اُن میں سے زوج کے سہام تین ہیں اور ماں کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی ما فی ذمتہ من المہر وخرج من بین الورثۃ فاطرح سہامہ من التصحیح وہے ثلثۃ واقسم باقی الترکۃ وہے ما عدا المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما من التصحیح قبل التخارج وحینئذ یکون سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کرلی اپنے حصے کی یعنے نصف میراث کی اس پر جو اس کے ذمے پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج ہوگیا وارثوں کے درمیان سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرا دے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے ماں اور چچا میں تین تہائی کرکے بقدر ان کے سہام کے تصحیح قبل از تخارج سے قسمت کردے اور اس وقت میں دو سہم ماں کے ہوئے اور ایک سہم چچا کا ہوا ہم یعنے جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج ہوجانے سے سہام باقی ورثہ میں کچھ فرق اور تغیر واقع نہیں ہوا ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال

سلہ لیکن اگر کل ترکہ میں ضرب کرے تو کل تصحیح یعنے مجموعہ دین پر قسمت ہوگی اور وفق کی صورت میں تصحیح کا بھی وفق لینا ہوگا ۱۲ سلہ یعنے ایک ثمن چار زوجہ کا تھا تو ایک کا حصہ ربع ثمن ہوا ۱۲ سلہ اور جس چیز پہ اس نے صلح کی ہو اس کو ترکہ سے خارج کردینا چاہیے ۱۲ سلہ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ میرا تم پر کچھ حق ہے اور کوئی معین چیز نہ بیان کی اور دوسرے نے اس دعوے مجہول کے عوض مثلا دس روپے دے کر صلح کرلی تو درست ہوگا

Marfat.com

اے ثلث الباقی اور یہ جائز نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تاکہ ماں کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف بدل نہ جاوے م اصل مال چھ سہم تھے اس کی تہائی دو سہم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اس کا النصف حصہ[1] ساقط ہو کر تین سہم باقی رہیں گے اس کی تہائی ایک سہم ہے لانہ حینئذ یکون للام سہم وللعم سہمان وہو خلاف الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وہذا ہو الصواب ولقد غلط فی قسمۃ ہذہ المسئلۃ صاحب المختار وصاحب المجمع البحرین وغیرہما علی ما عندی من النسخ فانہما قسما الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اس واسطے کہ اس وقت میں یعنے باقی مال کی قسمت میں ماں کا ایک سہم ہوگا اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں کہتا ہوں اور یہی قول یعنے زوج کو نابود نہ فرض کرنا حق اور ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کہہ گئے ہیں بموجب اُن کتابوں کے نسخوں کے جو میرے پاس موجود ہیں اس واسطے کہ ان دونوں مصنفوں نے باقی مال کو یعنے تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے ماں کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھ کو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے ہے م اور یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ اُس کا حق مختلف ہوتا ہو اس کے ادخال اور اس کے فرض عدم سے اور جس کا حال اس طرح مختلف نہ ہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اس کے دخول کا اعتبار کرنا لازم نہیں اس[2] واسطے کہ ماں کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہیں دونوں تقدیریں میں اور اگر یوں فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کر لی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جب کہ چچا کا حصہ یعنے ایک سہم گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاوے گا زوج اور ماں میں تو تین خمس زوج کے اور دو خمس ماں کے اور اگر یوں فرض کیجیے کہ ماں کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہو گئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جب کہ ماں کے دو سہم ساقط کر دئے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہوگا اس میں سے تین زوج کے اور ایک چچا کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن فیہ نظر ثم ذکر نحو ما حرر فتدبر علامہ قطب الدین محمد بن سلطان نے شرح کنز میں کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول میں اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اس کو تامل کر لے قال مولفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین بن الشیخ علی الحصنی[3] الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ قد فرغت من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام سنۃ ۱۰۷۱ احدی وسبعین والف ہجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنے محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصن کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا پچھلی تاریخوں شہر محرم الحرام سن ایک ہزار اکہتر ہجری میں ہجرت والے رسول پر بہتر درود اور سلام م قاموس میں ہے کہ حصن کئی ایک مواضع کا نام ہے شاید کہ شارح ان میں سے کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام اور مفتی میں احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اس کے والد کی اور یہی ظاہر ہے وقد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اھ

[1] مترجم اول نے عبارت مختصر کر دی یوں چاہیے کہ اگر زوج کو نابود فرض کریں اور وارث ماں اور چچا ہوں تو اس صورت میں ماں کو ایک تہائی ہوگی اور باقی چچا لے گا یعنے دو سہم تو ماں کو کل کی تہائی نہ ملی بلکہ باقی مال کی ملی یعنے ایسا ہوا کہ گویا مسئلہ چھ سے کر کے حصہ زوج ساقط کیا اور باقی کی تہائی ماں کو دی ۱۲ [2] صواب یہ ہے کہ مترجم اول زوج کو نابود فرض کرنے میں لکھتا ۱۲ [3] مترجم اول نے شروع کتاب میں طحطاوی کا سے نقل کیا ہے کہ شارح رہنے والا حصکف یا حصن کیفا کا ہے تو یہاں شاید لکھنے کی ضرورت نہیں اور حاشیہ شامی میں بھی یہی ہے کہ شارح رہنے والا حصن کیفا کا ہے اور نسبت اس کی طرف قیاساً حصنی ہے اور کبھی حصکفی ترخیماً حصکفی کہتے ہیں اور حصن کیفا ایک شہر ہے درمیان جزیرہ ابن عمر اور میا فارقین کے ہے ۱۲

Marfat.com

بتہ میں نے اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تنقیح میں بہت مبالغہ کیا ہے م تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس میں ہے کہ تلخیص عبارت
ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ قشیریہ میں کہا کہ ایجاز اور اختصار بمعنے واحد ہیں یعنے اقلال[1] لفظ مع توسیع المعنے
اقلال بلا اخلال[2] یا اقلال مبانی والقاء معانی یا رد الکثیر الے القلیل[3] وقیل غیر ذلک قاموس میں ہے کہ تحریر کتاب عبارت ہے اُس
کی تقویم سے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اس کے اعتاق سے اور تنقیح شعر عبارت ہے اُس کی تہذیب سے کذا فی الطحطاوی مختصراً علامہ
حموی نے شرح اشباہ میں کہا تحریر کلام عبارت ہے بیان بالکنایہ سے اور تقریر کلام عبارت ہے بیان بالعبارۃ سے ایسا کہا ہے علامہ تفتازانی
نے شرح تلخیص جامع میں مگر شرح تلخیص مفتاح میں علامۂ مذکور نے کہا ہے کہ بعض ائمۂ لغت نے کہا کہ تحریر کلام عبارت ہے تہذیب کلام
سے انتہے فی الواقع شارح نے نقل عبارات کتب فقہیہ میں نہایت اختصار اور کمال تحریر اور غایت تنقیح کی ہے جو شخص کہ کتب منقول عنہا
کی طرف رجوع کرے وہ اس کا یقین لاوے اور شارح کے کمال کا معتقد ہو دریا کو کوزے میں کرنا شارح کا کام تھا جزاہ اللہ

خیر الجزاء وتبعت المصنف فی تغییرہ لمواضع کثیرۃ من متنہ وتعبیرہ ونبہت علیہا غالبا وعلی مواضع سہو وخطاء وبالجملۃ فالسلامۃ من ہذا الخطر
امر یعسر علی البشر فستر اللہ علی من ستر وغفر لمن غفر اور میں نے پیروی کی ہے مصنفؒ کی متن کے مواضع کثیرہ کے بدل ڈالنے میں اور اس
کی تصحیح میں اور میں نے اس پر اکثر مواضع میں آگاہ کر دیا ہے اور بعضے مواضع میں مصنف کے سہو اور خطا پر خبردار کر دیا ہے الحاصل
گرم تلخیص اور تحریر میں میں نے عرق ریزی کی ہے پر سلامت رہنا اس تصنیف اور تالیف خطرناک کے سہو اور خطا سے وہ امر ہے
جو عزیز الوجود اور نادر الوقوع ہے آدمی پر سو حق تعالی پردہ پوشی کرے اس کی جو غیر کی پردہ پوشی کرے اور بخشے اس کو جو اور دں
کی خطا معاف کرے م یعنے انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور علوم اور معارف میں امام ہو لیکن سہو اور نسیان سے معصوم نہیں اس لئے
کہ نسیان آدمیت کا شعار ہے فان اول الناس اول ناس ؎ وان تجد عیبا فسد الخللا ✤ جل من لا فیہ عیب وعلا ✤
اور اگر پاوے تو عیب کو تو خلل کو بند کر یعنے ظاہر نہ کر بزرگ اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات پاک جس میں عیب اور زوال نہیں م یعنے اگر
اکابر کے کلام میں کچھ سہو اور وہم کو تو پاوے تو عیب گوئی اور سخن چینی مت کر اس واسطے کہ تمام بنی آدم سوائے حضرت معصومین
علیہم الصلوۃ والسلام کے نقصان سے منزہ نہیں اور جو بالکل عیوب اور نقائص سے مقدس ہے وہ خالق اکبر ہے جل وعلا کیف لا
وقد بیضتہ وفی قلبی من نار البعاد عن البلاد والاولاد والاخوان والاحفاد ما یفتت الاکباد کیونکر بھول چوک نہ ہو اور البتہ میں نے
رد المحتار کو مسودہ سے اوراق سادہ میں صاف کیا اس حالت میں جب کہ میرے دل میں آتش جدائی تھی بلاد اور اولاد اور بھائیوں
اور ناتی پوتوں سے اس قدر کہ کلیجوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی فرحم اللہ التفتازانی حیث اعتذر واجاد حیث قال نظماً ؎
یوما بحزوی ویوما بالعقیق ✤ وبالعذیب یوما ویوما بالخلیصا ✤ سو رحمت کرے اللہ تعالے ملا سعد الدین تفتازانی پر جہاں
انہوں نے دیباچہ مختصر معانی کی شرح میں ہجوم غموم اور مشقت اسفار کا عذر بیان کیا ہے اور خوب کہا ہے نظم میں کہ ایک
دن حزوی میں اور ایک دن عقیق میں اور کسی دن عذیب میں اور کسی دن خلیصا میں م حزوی اور عقیق اور عذیب اور
خلیصا مواضع اور بستیوں کے نام ہیں یعنے جو شخص مبتلا حوادث اور سرگردان بلاد ہو وہ تصنیف کیا کرے اور اگر اس سے
کچھ بھول چوک ہو تو صریحاً معذور ہے چونکہ شارح کا حال مہاجرت وطن میں تفتازانی کے حال کے مانند تھا لہذا اُن کے کلام

[1] کم کرنا لفظ کا اور معنی کا وسعت دینا ۱۲ [2] کم کرنا الفاظ کا اور باقی رکھنا معانی کا ۱۲ [3] بہت کا پھیرنا کمتر کی طرف ۱۲ [4] کیونکہ آدمیوں میں کا اول یعنی آدم علیہ السلام اول بھولنے والے ہیں ۱۲

Marfat.com

کو اپنے اعتذار میں نقل کیا اور ان کے واسطے دعا کی غفر اللہ لہما لکن الحمد للہ اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا فلقد من ابتداء تبییضہ تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ والقدر والمنیف وبختمہ تجاہ قبر صاحب ہذا المتن الشریف فلعلہ علامۃ القبول منہم والتشریف لیکن ستایش اور شکر ہے خدا کو اول اور آخر میں اور ظاہر اور باطن میں سو البتہ اُس نے احسان کیا بسبب ابتداء تبییض در المختار کے سامنے ذات پاک صاحب رسالت اور منزلت کے کہ زائد ہے فہم اور بیان سے اور بسبب ختم ہونے اس کتاب کے مقابل قبر مصنف کے جو صاحب ہے اس متن شریف کا سو شاید کہ یہ علامت ہے اُن کے قبول اور تشریف کی م یعنے مدینہ طیبہ میں مواجہ روضہ مقدسہ کے نقل مسودہ کی ابتدا ہونا اور غزہ ہاشم میں ماتن کی قبر کے سامنے ختم ہونا ظاہر انشانی ہے مقبولیت کی قال مؤلفہ ؎ فیا شرفی ان کنت ربی قبلتہ ٭ وان کان کل الناس ردوہ عن حسد ٭ کہا اس کتاب کے مؤلف نے تو اے میری شرف حاصل ہوا اگر تو نے اُسے میرے پرورش کرنے والے قبول کرلیا اس کتاب کو اگرچہ تمام لوگ اُس کو حسد سے رد کریں ؎ فتقبلنے مع ماتن واساتذی ٭ وتحشرنا جمعا مع المصطفے احمد ٭ سو مقبول کریجیو مجھ کو ماتن اور استادوں کے ساتھ اور ہمارا سب کا حشر کیجیو احمد مصطفے کے ساتھ صلے اللہ علیہ وسلم ؎ واخواننا المسدی لنا الخیر دائما ٭ ووالدنا داع لنا طالب الرشد ٭ اور الٰہی حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے مسلمان بھائیوں کا جو ہمیشہ ہمارے لئے دعائے خیر پہونچاتے ہیں اور حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور طالب تھا ہمارے استقامت دینی کا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نعم المولی ونعم النصیر اور حق تعالیٰ ہمارا کافی ہے اور کیا اچھا کارساز ہے اور بچاؤ نہیں خدا کی معصیت سے اور نہ طاقت اُس کی طاعت پر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور وہ کیا آقا ہے اور کیا اچھا مددگار ہے وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

Marfat.com